

قَامُوسُ الْفِقْهِ

جلد پنجم

اُردو زبان میں مُرتب ہونے والی فقہ اسلامی کی پہلی انسائیکلو پیڈیا، جس میں فقہی اصطلاحات، حروفِ تہجی کی ترتیب کے فقہی احکام، حسبِ ضرورت احکامِ شریعت کی مصالِح اور معاندینِ اسلام کے شبہات کے زرد پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور مذاہبِ اربعہ کو اُن کے اصل ماخذ سے نقل کیا گیا ہے۔ نیز جدید مسائل اور اصولی مباحث پر خصوصی توجُّہ دی گئی ہے۔ ہر بات مُستند حوالہ کے ساتھ دِل آویزا سلو ابے عام فہم زبان میں ہے۔

تالیف

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

زمزم پبلشرز



قَامُوسُ الْفِقْهِ

جِلْدِ بِنَجْمٍ

اُردو زبان میں مرتب ہونے والی فقہ اسلامی کی پہلی انسائیکلو پیڈیا، جس میں فقہی اصطلاحات، حروفِ تہجی کی ترتیب سے فقہی احکام حسبِ ضرورت احکامِ شریعت کی مصالِح اور معاندینِ اسلام کے شبہات کے زور پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور مذاہبِ اربعہ کو ان کے اصل ماخذ سے نقل کیا گیا ہے۔ نیز جدید مسائل اور اصولی مباحث پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ ہر بات مستند حوالہ کے ساتھ دل آویز اسلوبِ عام فہم زبان۔

تالیف

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ناشر

مکرم پبلشرز

نزد مقدس، جگہ اردو بازار، کراچی

جملہ حقوق جی نائیر محفوظ ہیں

۱۲۵۸۵۵

۱۲۵۸۵۵

”قاموس الفقہ“ کے جملہ حقوق اشاعت و طباعت پاکستان میں مولانا محمد رفیق بن عبدالمجید زمزم پبلشرز کراچی کو حاصل ہیں لہذا اب پاکستان میں کوئی شخص یا ادارہ اس کی طباعت کا مجاز نہیں بصورت دیگر زمزم پبلشرز کو قانونی چارہ جوئی کا مکمل اختیار ہے۔

از
مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اس کتاب کا کوئی حصہ بھی زمزم پبلشرز کی اجازت کے بغیر کسی بھی ذریعے بشمول فوٹو کاپی برقیاتی یا میکینکی یا کسی اور ذریعے سے نقل نہیں کیا جاسکتا۔
زمزم پبلشرز کراچی

ملنے پانے کی پگڑتے

- ☉ مکتبہ بیت العلم، اردو بازار کراچی۔ فون: 32726509
- ☉ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
- ☉ قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- ☉ مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
- ☉ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
- ☉ مکتبہ علمیہ، علوم تحانیہ اکوڑہ خٹک

AL FAROOQ INTERNATIONAL ☉
68, Asfordby Street Leicester LE5-3QG
Tel : 0044-116-2537640

AZHAR ACADEMY LTD. ☉
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park London E12 5QA
Phone: 020-8911-9797

ISLAMIC BOOK CENTRE ☉
119-121 Halliwell Road, Bolton B11 3NE
U.K
Tel/Fax : 01204-389080

MADRASSAH ARABIA ISLAMIA ☉
1 Azaad Avenue P.O Box 9786-1750
Azaadville South Africa
Tel : 00(27)114132786

کتاب کا نام _____ قاموس الفقہ جلد پنجم

تاریخ اشاعت _____ جولائی ۲۰۱۳ء

صفحات _____ ۶۲۰

باہتمام _____ احباب زمزم پبلشرز

ناشر _____ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹرز و مقدس مسجد، اردو بازار کراچی

فون: 0092-21-32729089

فیکس: 0092-21-32725673

ای میل: zamzampublisher@gmail.com

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com



فہرست مضامین

حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی صاحب		پیش لفظ :	
۴۳			
۵۲	ماعون	۴۷	نام (پانی)
۵۲	ماعون سے مراد	۴۷	○ پانی کی اہمیت
۵۲	مال	۴۷	○ پاک اور پاک کرنے والا
۵۲	مال کا ماخذ	۴۸	○ مکروہ
۵۳	اعیان مال ہیں	۴۸	○ پاک، لیکن پاک نہ کرے
۵۳	کیا منافع اور مالی حقوق مال ہیں؟	۴۸	○ مستعمل پانی
۵۳	یہ مسئلہ عرف پر مبنی ہے	۴۸	○ ناپاک پانی
۵۳	موجودہ عرف کا تقاضا	۴۹	حنفیہ کے نزدیک ماء کثیر سے مراد
۵۳	مانع (اصول فقہ کی ایک اصطلاح)	۴۹	مالکیہ کا نقطہ نظر
۵۳	لغت و اصطلاح میں	۵۰	○ جاری پانی اور اس کا حکم
۵۳	مانع کی پانچ قسمیں	۵۰	○ مشکوک پانی
۵۵	○ مانع کی تین صورتیں	۵۰	○ پانی پر ملکیت
۵۵	مباح	۵۱	○ پانی کی خرید و فروخت — ایک نامناسب عمل
۵۵	مبارکات (خلع کی ایک صورت)	۵۱	مانع (بہنے والی شے)
۵۵	مباشرت (ایک فقہی اصطلاح)	۵۱	نجاست حقیقی و حکمی
۵۶	مباشرت اور متسبب سے مراد؟	۵۱	نجاست حکمی دور کرنے کے لئے پانی ضروری
۵۶	مباشرت فاحشہ سے مراد اور اس کا حکم	۵۱	نجاست حقیقی دور کرنے کے لئے پانی ضروری نہیں
۵۶	مراہلہ	۵۲	ماجن (غیر ذمہ دار)
۵۶	لغوی و اصطلاحی معنی	۵۲	آوارہ خیال شخص کو فتویٰ دینے کا حق نہیں

صورت نمبر ۱

KSa Nov/1-

۵۹	متواتر (حدیث کی ایک اصطلاح)	۵۶	عہد نبوی میں مباہلہ کا واقعہ
۵۹	مثقال	۵۶	کیا مباہلہ کا حکم اب بھی باقی ہے؟
۵۹	جدید اوزان میں مثقال کا وزن	۵۶	مقبوتہ (مطلقہ بابتہ)
۵۹	مشلہ	۵۷	مبغ (فروخت کی جانے والی چیز)
۶۰	اسلام میں مشلہ کی ممانعت	۵۷	○ اگر ایک طرف سے شمن ہو اور دوسری طرف سے سامان؟
۶۰	جنگ میں تکریم انسانی کی رعایت	۵۷	○ اگر ایک طرف سے مثلی شی ہو اور دوسری طرف سے قیمی؟
۶۰	جانوروں کے ساتھ بدسلوکی کی ممانعت	۵۷	○ اگر دونوں طرف سے ایک ہی طرح کی چیز ہو؟
۶۰	قصاص صرف تلوار سے	۵۷	متارکہ
۶۰	مثلی	۵۷	متارکہ سے مراد
۶۰	مثلی اور قیمی کا فرق	۵۷	کیا متارکہ کے لئے زبان سے کہنا ضروری ہے؟
۶۱	○ قیمی کب مثلی کے حکم میں ہو جاتی ہے؟	۵۷	متحجر
۶۱	○ مثلی اشیاء کے احکام	۵۷	متشابہ (اصول فقہ کی ایک اصطلاح)
۶۲	مجاز (اصول فقہ کی ایک اصطلاح)	۵۷	تعریف
۶۲	لغوی معنی	۵۷	معنی کے اعتبار سے متشابہ
۶۲	اصطلاحی معنی	۵۸	کیفیت کے اعتبار سے متشابہ
۶۲	مجاز اور معنی حقیقی کے درمیان مناسبت	۵۸	متشابہ کا حکم
۶۲	○ مجاز کا حکم	۵۸	اہل علم کے یہاں اس اصطلاح میں توسع
۶۲	بیک وقت حقیقی و مجازی معنی	۵۸	متعہ (مطلقہ کو رخصتانہ)
۶۲	عموم مجاز	۵۸	مختلف مطلقہ عورتوں کے لئے متعہ کے احکام
۶۲	محبوب	۵۸	○ متعہ کی مقدار
۶۲	لغوی و اصطلاحی معنی	۵۸	زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم
۶۳	محبوب کا فتح نکاح	۵۹	متعہ — ایک حسن سلوک
۶۳	مخبری (پانی کے بہاؤ کی جگہ)	۵۹	مقوم (شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت)
۶۳	دوسرے کی زمین سے پانی لے جانے کا مسئلہ		

۶۷	محراب	۶۳	مجلس (ایک فقہی اصطلاح)
۶۷	محراب وسط میں ہو	۶۳	جگہ کی تبدیلی سے مجلس کی تبدیلی
۶۷	محراب کے اندر نہ کھڑا ہو	۶۳	کام کی تبدیلی سے مجلس کی تبدیلی
۶۷	محراب سے ہٹ کر دوسری جماعت	۶۳	اعراض و گریز سے بھی مجلس کی تبدیلی
۶۷	مھب	۶۳	مجل (أصول فقہ کی ایک اصطلاح)
۶۷	حجاج کا وادی مھب میں وقوف	۶۳	لغوی و اصطلاحی معنی
۶۷	وادی مھب کا مقام	۶۳	حکم
۶۷	مختلور (ممنوع)	۶۳	مجنون (پاکل)
۶۷	محکم (أصول فقہ کی ایک اصطلاح)	۶۳	مجوس
۶۷	تعریف	۶۳	مجوس کا شکار اور ذبیحہ
۶۸	اگر محکم و مفسر میں تعارض ہو؟	۶۵	مجوس کے دوسرے کھانے
۶۸	محکم کی ایک اور تعریف	۶۵	اگر خود مجوس کھانے کے حلال ہونے کی اطلاع دے؟
۶۸	مخابره	۶۵	مجوس سے نکاح جائز نہیں
۶۸	مخابره اور مزارعت	۶۵	مجهول
۶۸	مخابره کا مادہ اشتقاق	۶۵	○ مجهول النسب
۶۹	مغلام (غلام کی ایک صورت)	۶۵	○ معاملہ میں عوض کا مجهول ہونا
۶۹	ممنوع (ایک پیمانہ)	۶۵	○ محدثین کی اصطلاح میں
۶۹	موجودہ اوزان میں	۶۶	○ مجهول کی تین قسمیں
۶۹	مذکر (شروع سے شریک نماز)	۶۶	مقابلہ (بٹائی کی ایک ناجائز صورت)
۶۹	مذہب	۶۶	غلہ کے بدلہ کھیتی
۶۹	○ سب سے افضل شہر	۶۶	متعین مقدار پر بٹائی
۶۹	زمین کا سب سے اشرف حصہ	۶۶	مخضر (قریب بہ مرگ شخص)
۶۹	مالکیہ کا نقطہ نظر	۶۶	قریب بہ مرگ کی علامت
۶۹	جمہور کی رائے	۶۶	اس موقع کی مستحبات

- ۷۳ ○ اگر بیچنے والے نے دھوکہ دیا؟
- ۷۴ ○ نقد اور ادھار قیمت میں فرق
- ۷۴ ○ بیع یا وعدہ بیع
- ۷۴ **مراطلہ** (فقہ مالکی کی ایک اصطلاح)
- ۷۴ **مراہق** (قریب البلوغ)
- ۷۵ عمر مراہقت
- ۷۵ ○ مراہق کا حکم
- ۷۵ **مرتد**
- ۷۵ **مرسل**
- ۷۵ **مرض** (بیماری)
- ۷۵ ○ بیماری کا عذاب ہونا ضروری نہیں
- ۷۶ ○ مریض اور اس کے احکام
- ۷۶ ○ بیٹھ کر نماز
- ۷۷ ○ لیٹ کر نماز
- ۷۷ ○ اشارہ سے نماز
- ۷۷ ○ متفرق مسائل
- ۷۸ ○ مریض اور جماعت
- ۷۸ ○ نماز کے درمیان بیمار ہو جائے
- ۷۸ ○ درمیان میں صحت ہو جائے
- ۷۸ ○ امام مرض کی وجہ سے بیٹھ کر نماز ادا کرے
- ۷۹ ○ مریض اور روزہ
- ۷۹ ○ مریض کے لئے حج میں سہولتیں
- ۷۹ ○ مرض وفات سے مراد
- ۷۰ ○ مدینہ منورہ کا نام
- ۷۰ ○ مدینہ کی حدود
- ۷۰ ○ کیا مدینہ حرام ہے؟
- ۷۰ حنفیہ کا نقطہ نظر
- ۷۱ ○ مدینہ میں قیام کی فضیلت
- ۷۱ مسجد نبوی کے توسیع شدہ حصہ کا حکم
- ۷۱ ○ مدینہ کے کچھ مبارک مقامات
- ۷۱ ریاض الجنہ
- ۷۱ جنت البقیع
- ۷۲ **مذی**
- ۷۲ مذی سے مراد
- ۷۲ مذی و قذی میں فرق
- ۷۲ مذی سے وضوء کا وجوب
- ۷۲ نجس ہونے پر اتقاق
- ۷۲ پاک کرنے کا طریقہ
- ۷۲ **مراة** (عورت)
- ۷۲ **مراہج** (نفع کے ساتھ فروخت)
- ۷۲ لغوی معنی
- ۷۲ اصطلاحی تعریف
- ۷۲ مراہجہ، تولیہ اور مساومہ میں فرق
- ۷۲ مراہجہ سابق معاملہ سے مربوط
- ۷۳ اگر سلائی وغیرہ کی وجہ سے قیمت زیادہ پڑ جائے؟
- ۷۳ ○ درست ہونے کی شرط

۸۳	اگر بٹائی میں مقدار متعین کر دے؟
۸۳	اگر زمین کا کوئی حصہ مقرر کر دے؟
۸۳	○ بٹائی دار سے متعلق احکام
۸۳	کھیتی کے اخراجات کی ذمہ داری
۸۳	یہ معاملہ لازم ہے
۸۳	مدت ختم ہوگئی اور کھیتی تیار نہیں
۸۵	فریقین میں سے ایک کا انتقال ہو جائے
۸۵	اگر معاملہ فاسد ہو جائے؟
۸۵	مزابینہ (ڈاک لگا کر بیچنا)
۸۵	ڈاک لگانا جائز ہے؟
۸۵	مزابینہ (ایک مقام کا نام)
۸۵	○ قیام مزدلفہ کا حکم
۸۵	مساقات (درخت کی بٹائی)
۸۵	○ مشروعیت اور اس میں فقہاء کا اختلاف
۸۶	○ شرطیں
۸۶	○ مساقات سے متعلق احکام
۸۶	مسامحہ
۸۶	لغوی معنی
۸۶	اصطلاحی تعریف
۸۶	مسامحہ، مراحمہ، تولیہ اور وضعیہ کا فرق
۸۷	مسبوق
۸۷	○ تعوذ اور ثناء کب پڑھے؟
۸۷	○ باقی رکعتیں ابتدائی رکعتیں

۸۰	○ مرض وفات کی طلاق
۸۰	○ مرض وفات میں اقرار
۸۰	○ وصولی دین کا اقرار
۸۱	○ مرض وفات کا ہبہ، صدقہ اور وقف
۸۱	مرد (گزرنے کا حق)
۸۱	شارع عام کا حکم
۸۱	مملوک راستہ
۸۱	مروت
۸۱	مزابینہ (نوٹے ہوئے پھل کی درخت پر لگے ہوئے پھل سے فروخت)
۸۱	لغوی معنی
۸۱	مزابینہ حرام ہے
۸۱	حرام ہونے کی وجوہ
۸۲	مزاج
۸۲	مزاج اور استہزاء
۸۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج فرمانا
۸۲	مزاج میں جھوٹ جائز نہیں
۸۳	مزاج میں افراط
۸۳	مزارعت (بٹائی داری)
۸۳	بٹائی کے سلسلہ میں امام صاحب اور صاحبین کا نقطہ نظر
۸۳	○ مزارعت کے ارکان
۸۳	○ بٹائی داری درست ہونے کی شرطیں
۸۳	○ چھ صورتیں اور ان کا حکم

- ۹۲ ○ تعمیر مسجد میں حلال پیسے ہی استعمال ہوں
- ۹۲ اگر حرام روپیہ سے مسجد تعمیر کی؟
- ۹۲ ○ تعمیر میں غیر مسلم بھائیوں کا تعاون
- ۹۳ ہندوؤں کا تعاون
- ۹۳ ○ غصب کی زمین پر مسجد کی تعمیر
- ۹۳ ○ قبرستان میں مسجد کی تعمیر و توسیع
- ۹۴ ○ مساجد کی تزئین و آرائش
- ۹۴ آرائش میں غلو
- ۹۴ زمانہ و حالات کی رعایت
- ۹۴ دیواروں پر نقش و نگار
- ۹۴ ○ مساجد کو کسی کے نام سے موسوم کرنا
- ۹۵ ○ مسجد میں داخل ہونے کے آداب
- ۹۵ ○ مسجد کے آداب
- ۹۵ تحیۃ المسجد
- ۹۵ مسجد میں وضوء، استنجاء وغیرہ
- ۹۵ مسجد کی دیوار وغیرہ سے مٹی پونچھنا
- ۹۵ مسجد میں تھوکنے
- ۹۵ حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونا
- ۹۶ بدبودار چیز کھا کر مسجد آنا
- ۹۶ کوزھی اور جس کے زخم سے بو آتی ہو
- ۹۶ سگریٹ، بیڑی پینے کے بعد
- ۹۶ بے شعور بچوں کی مسجد میں آمد
- ۹۶ مسجد میں خرید و فروخت، شعر گوئی اور گفتگو
- ۸۷ ○ امام کے قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد کیا پڑھے؟
- ۸۷ ○ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کیا کرے؟
- ۸۸ ○ سجدہ سہو میں امام کی اتباع
- ۸۸ ○ چار صورتیں جن میں مسبوق مقتدی کے حکم میں ہے
- ۸۸ ○ اگر امام مسبوق کو نائب بنا دے؟
- ۸۹ **مساجد**
- ۸۹ **مسجد**
- ۸۹ **مسجد**
- ۸۹ مساجد شعائر اللہ ہیں!
- ۸۹ ○ تعمیر مسجد کی اہمیت
- ۸۹ کعبہ کی تعمیر
- ۸۹ قبا میں تعمیر مسجد
- ۸۹ مسجد نبوی کی تعمیر
- ۹۰ ○ مسجد شرعی کب بنے گی؟
- ۹۰ امام ابو یوسفؒ کی رائے
- ۹۰ طرفین کا نقطہ نظر
- ۹۰ متاخرین کی رائے
- ۹۰ ○ مسجد ہونے کے لئے عمارت ضروری نہیں
- ۹۰ ○ تحت الثریٰ سے آسمان تک مسجد
- ۹۱ اگر تعمیر کے وقت ہی پختی منزل میں مسجد کی نیت نہ تھی
- ۹۱ بعد میں مسجد سے استثناء کی نیت معتبر نہیں!
- ۹۱ مساجد کی کھلی ہوئی جگہ پر دکان وغیرہ کی تعمیر
- ۹۱ مکتب اور بیت الخلاء مسجد کے حکم میں نہیں!

۱۰۰	مشترک (أصول فقہ کی ایک اصطلاح)	۹۶	○ مسجد میں سونا
۱۰۰	تعریف	۹۷	مسجد میں اخراج رتخ
۱۰۱	کیا مشترک الفاظ کا وجود ہے؟	۹۷	○ کسی مسلمان کو مسجد سے روکنا درست نہیں!
۱۰۱	بہ یک وقت ایک سے زیادہ معنی مراد لیا جانا	۹۷	مسجد میں جگہ کی تخصیص
۱۰۱	○ حکم	۹۷	مساجد میں تعلیم
۱۰۱	مشترک سے مؤول	۹۸	تعلیم کے لئے مسجد کی اشیاء کا استعمال
۱۰۱	مشترک اور مجمل میں فرق	۹۸	مساجد میں چراغاں
۱۰۱	مشترک میں تاویل کی مثال	۹۸	○ متفرق احکام
۱۰۲	مشکل (أصول فقہ کی ایک اصطلاح)	۹۸	مقدمات کا فیصلہ
۱۰۲	تعریف و مثال	۹۸	سزاؤں کا اجراء
۱۰۲	حکم	۹۸	غیر مسلموں کا داخلہ
۱۰۲	مصادرہ (ظلماً مال لینا)	۹۹	درس و تذکیر
۱۰۲	مصادرہ اور غصب میں فرق	۹۹	ذکر بہ آواز بلند
۱۰۲	ایسے مال میں زکوٰۃ کا حکم	۹۹	بھیک مانگنا
۱۰۲	مصافحہ	۹۹	دینی اغراض کے لئے اعانت کی اپیل
۱۰۲	لغوی معنی	۹۹	گھر کی مسجد
۱۰۲	مصافحہ کی فضیلت	۹۹	افضل مسجد
۱۰۳	مصافحہ مستحب ہے	۱۰۰	سج
۱۰۳	○ بعض نمازوں کے بعد مصافحہ	۱۰۰	مسکین
۱۰۳	ملا علی قاری کا چشم کشا بیان	۱۰۰	مسیل (پانی کی نکاسی کی جگہ)
۱۰۳	○ مصافحہ کا مسنون طریقہ	۱۰۰	سرکاری تالی سے پانی کا اخراج
۱۰۳	○ دو ہاتھوں سے مصافحہ کی دلیلیں	۱۰۰	دوسرے کی زمین سے پانی کا گذرنا
۱۰۳	امام بخاری کا نقطہ نظر	۱۰۰	مشاع (مشترک چیز)
			مشاع سے مراد

۱۱۳	مصالحِ مرسلہ کے لئے شرطیں	۱۰۵	ید کے لفظ سے غلط نہیں
۱۱۳	○ مصلحت اور مقاصد شریعت میں ہم آہنگی	۱۰۵	ایک ہاتھ سے بھی جائز
۱۱۳	○ امورِ تعبدی نہ ہوں	۱۰۵	مولانا گنگوہیؒ کی رائے
۱۱۳	○ دفعِ حرج یا حفظِ شریعت مقصود ہو	۱۰۵	علامہ کشمیریؒ کی رائے
۱۱۳	○ امام غزالیؒ کی تحقیقات	۱۰۵	مصالحِ مرسلہ
۱۱۴	○ خلاصہ بحث	۱۰۵	○ مصلحت سے مراد
۱۱۵	○ اگر مصالح اور نصوص میں تعارض ہو	۱۰۶	○ شریعت میں مصلحت کی رعایت
۱۱۵	○ فقہاء کے نقاطِ نظر	۱۰۶	○ غالب مصلحت کو ترجیح
۱۱۶	مصر (شہر)	۱۰۶	○ شریعت کے مقاصد
۱۱۶	○ مصر سے مراد	۱۰۷	احکام شریعت کے مدارج
۱۱۶	مصرۃ	۱۰۷	○ ضروریات
۱۱۶	○ مصرۃ کے لغوی معنی	۱۰۷	○ حاجیات
۱۱۶	○ دھوکہ دینے کے لئے دودھ روکے ہوئے جانور کا حکم	۱۰۷	○ تحسینات
۱۱۶	○ حنفیہ کا نقطہ نظر	۱۰۸	مصالحِ مرسلہ
۱۱۷	مضاجعت (ایک ساتھ سونا)	۱۰۸	○ مصالحِ ملغاة
۱۱۷	○ جب بستر الگ کر دینا ضروری ہے	۱۰۸	مصالحِ معتبرہ
۱۱۷	مضاربت	۱۰۸	○ مرسل مصلحتیں
۱۱۷	○ لغوی و اصطلاحی معنی	۱۰۸	معتبر ہونے کی دلیلیں
۱۱۷	ثبوت	۱۰۹	مالکی نقطہ نظر
۱۱۸	○ مضاربت کی حکمت	۱۱۰	احناف
۱۱۸	ارکان	۱۱۱	حنابلہ
۱۱۹	درست ہونے کی شرطیں	۱۱۲	شوافع
۱۱۹	○ عاقدین وکیل بنانے کے اہل ہوں	۱۱۳	○ عملاً مصالحِ مرسلہ کے معتبر ہونے پر اتفاق

۱۲۳	سرمایہ کاری کا حق	۱۱۹	○ رأس المال کرنسی ہو
۱۲۴	مضاربت فاسد ہو جائے	۱۱۹	○ اصل سرمایہ معلوم و متعین ہو
۱۲۴	مضاربت عقد لازم نہیں؟	۱۱۹	○ سرمایہ نقد ہونہ کہ دین
۱۲۴	مضاربت ختم ہونے کی صورتیں	۱۱۹	○ سرمایہ مضارب کے حوالہ کر دے
۱۲۴	مضرب (چاندی جڑی ہوئی چیز)	۱۱۹	○ نفع میں دونوں کی شرکت ہو
۱۲۴	○ جس برتن میں چاندی سونا جڑا ہوا ہو، اس کا حکم	۱۲۰	○ نفع کا تناسب متعین ہونہ کہ قطعی مقدار
۱۲۴	مضمضہ (کلی کرنا)	۱۲۰	شرط لگانا
۱۲۴	مطل (ٹال مٹول)	۱۲۰	حکم
۱۲۵	○ ٹال مٹول کی ممانعت	۱۲۰	○ امین، پھر وکیل، پھر شریک
۱۲۵	مطابق (أصول فقہ کی ایک اصطلاح)	۱۲۰	○ اگر معاملہ فاسد ہو جائے
۱۲۵	○ تعریف	۱۲۰	○ مضارب سرمایہ کار کی خلاف ورزی کرے
۱۲۵	○ اگر خطاب الہی مطلق ہو؟	۱۲۰	○ اگر اصل سرمایہ میں بھی نقصان ہو جائے
۱۲۵	○ اگر مقید ہو؟	۱۲۰	مضاربت کی دو قسمیں
۱۲۵	○ اگر ایک جگہ مطلق اور دوسری جگہ مقید ہو؟	۱۲۱	مضاربت مطلقہ میں مضارب کے تصرفات
۱۲۵	سبب اور حکم مختلف ہوں	۱۲۱	مضارب کسی اور سے مضاربت کرے
۱۲۶	سبب اور حکم ایک ہوں	۱۲۲	جو تصرفات بلا صراحت جائز نہیں
۱۲۶	حکم مختلف ہو سبب ایک ہوں	۱۲۲	جو تصرفات صراحت کے باوجود معتبر نہیں
۱۲۶	حکم ایک ہو سبب مختلف	۱۲۲	مقید مضاربت
۱۲۶	معاقلہ	۱۲۲	○ جگہ کی تحدید
۱۲۶	معاقلہ کا ثبوت	۱۲۲	○ اشخاص و افراد کی تعیین
۱۲۷	فقہاء کا نقطہ نظر	۱۲۳	○ مال کی تعیین
۱۲۷	○ غیر محرم سے معاقلہ	۱۲۳	○ مدت کی تحدید
۱۲۷	○ معاقلہ کی ایک قبیح و ناجائز صورت	۱۲۳	○ شرائط و قیود کے سلسلہ میں بنیادی اصول
		۱۲۳	مضارب کے حقوق

- ۱۳۱ **مفقود**
- ۱۳۱ ○ مفقود سے مراد
- ۱۳۱ ○ مفقود کے مال کا حکم
- ۱۳۱ ○ مفقود کے مال سے متعلقین کا نفقہ
- ۱۳۱ ○ مفقود کے مال میں میراث
- ۱۳۲ ○ کتنی مدت کے بعد وفات کا حکم لگے گا؟
- ۱۳۲ ○ مفقود کی بیوی کا نسخ نکاح
- ۱۳۲ ○ نفقہ مالکی کی تفصیلات
- ۱۳۳ ○ اگر مفقود نے مال نہ چھوڑا ہو؟
- ۱۳۴ **مفلس** (دیوالیہ)
- ۱۳۴ **مفوضہ** (جب عورت کو حق طلاق سونپ دیا گیا ہو)
- ۱۳۴ **مفہوم** (اصول فقہ کی ایک اصطلاح)
- ۱۳۴ منطوق
- ۱۳۴ ○ مفہوم موافق
- ۱۳۵ ○ مفہوم مخالف
- ۱۳۶ ○ مفہوم مخالف کے معتبر ہونے کی شرطیں
- ۱۳۷ **مقاصہ** (دین کا اول بدل)
- ۱۳۷ **مقایضہ** (سامان سے سامان کی فروخت)
- ۱۳۷ **مقتضی** (اصول فقہ کی ایک اصطلاح)
- ۱۳۷ **مکاتب** (غلام کی ایک قسم)
- ۱۳۷ **مکروہ**
- ۱۳۷ **مکہ**
- ۱۳۷ ○ سب سے افضل جگہ
- ۱۲۷ **معاوضہ** (لین دین)
- ۱۲۷ ○ معاملات کی دو صورتیں
- ۱۲۷ **معاومہ**
- ۱۲۷ ○ کئی سالوں کے لئے درخت اور باغ کو فروخت کرنا
- ۱۲۷ **معتزلان** (کان)
- ۱۲۸ ○ زکوٰۃ کا مسئلہ
- ۱۲۸ ○ مالکیہ کا مسلک
- ۱۲۹ ○ شوافع کی رائے
- ۱۲۹ ○ حنابلہ کا نقطہ نظر
- ۱۲۹ ○ کان کن مزدور کی موت ہو جائے
- ۱۲۹ **معدوم**
- ۱۲۹ ○ معدوم سے مراد
- ۱۲۹ ○ معدوم شی کی بیع
- ۱۳۰ **معروف**
- ۱۳۰ ○ لغوی و اصطلاحی معنی
- ۱۳۰ ○ شریعت کی مامورات سب کی سب معروف ہیں
- ۱۳۰ **معصوم** (لائق حفاظت و احترام)
- ۱۳۰ ○ حربی کی جان و مال کا حکم
- ۱۳۰ **مفادضہ** (شرکت کی ایک قسم)
- ۱۳۰ **مفسر** (اصول فقہ کی ایک اصطلاح)
- ۱۳۰ ○ تعریف
- ۱۳۱ ○ مفسر کا حکم

۱۳۱	وقت وجگہ وغیرہ کی قید	۱۳۷	○ مکہ میں داخل ہونے کے آداب
۱۳۱	منافع میں میراث نہیں	۱۳۸	○ مکہ میں بلا احرام داخل ہونا
۱۳۱	مالک کو سپردگی ضروری ہے	۱۳۸	بلا احرام داخل ہونے والوں کے لئے حیلہ
۱۳۱	حفاظت کے اخراجات کی ذمہ داری	۱۳۸	ذرائعوں کے لئے حکم
۱۳۱	مدت گزرنے کے بعد واپسی	۱۳۹	ملتم
۱۳۱	منی (ایک مقام کا نام)	۱۳۹	ملک
۱۳۲	○ منی کا محل وقوع اور پیمائش	۱۳۹	تعریف
۱۳۲	منابذہ (بیج کی ایک خاص صورت)	۱۳۹	○ شیخ زرقاء کا نقطہ نظر
۱۳۲	مناسبت (اصول فقہ کی ایک اصطلاح)	۱۳۹	○ ملک کی دو قسمیں
۱۳۲	مناسخہ (علم الفرائض کی ایک اصطلاح)	۱۳۹	ملک تام
۱۳۲	مناسک	۱۴۰	○ اباحت
۱۳۲	مخفہ (گلا گھونٹ کر مارا گیا جانور)	۱۴۰	اباحت اور ملکیت نفع میں فرق
۱۳۲	مندوب	۱۴۰	○ ملکیت تامہ حاصل ہونے کے اسباب
۱۳۲	مندیل (رومال)	۱۴۰	مباح چیز کا حصول
۱۳۳	وضوء کے بعد تولیہ استعمال کرنے کا حکم	۱۴۰	عقد کے ذریعہ ملکیت
۱۳۳	منفعت	۱۴۰	نیابت کے ذریعہ ملکیت
۱۳۳	منفعت کی ملکیت اور حق میں فرق	۱۴۰	مملوکہ شی میں اضافہ
۱۳۳	منقول	۱۴۰	○ ملکیت تامہ کی خصوصیات
۱۳۳	○ مال منقول وغیر منقول	۱۴۱	دائمی ملکیت
۱۳۳	مکرم	۱۴۱	مالک کو تصرف کا پورا حق
۱۳۳	منی	۱۴۱	ضائع ہو جائے تو تاوان نہیں
۱۳۳	غسل کا وجوب	۱۴۱	○ منافع کا مالک ہونے کے تین ذرائع
۱۳۳		۱۴۱	○ منافع سے متعلق چند احکام

۱۳۸	○ مہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار	۱۳۳	پاک ہے یا ناپاک ہے؟
۱۳۹	○ مختلف حالتوں میں مہر کے احکام	۱۳۵	موت (اُفتادہ زمین)
۱۳۹	مہر متعین ہو اور خلوت ہو گئی	۱۳۵	مواقیب
۱۳۹	مہر متعین ہو اور خلوت نہ ہو	۱۳۵	موت
۱۳۹	مہر متعین نہ ہو اور خلوت ہو گئی ہو	۱۳۵	○ موت کی تمنا
۱۳۹	مہر متعین ہو اور خلوت کی نوبت نہ آئے	۱۳۵	مروضی
۱۳۹	مہر میں اضافہ و کمی	۱۳۵	موقوف (فقہ و حدیث کی ایک اصطلاح)
۱۵۰	جن خواتین کے لئے متعہ مستحب ہے	۱۳۵	مواذیہ القلوب
۱۵۰	○ دو حالتوں میں مشروط مہر کی مقدار	۱۳۶	مروئی
۱۵۰	○ مہر مثل	۱۳۶	مروئی الموالات
۱۵۰	مہر مثل سے مراد	۱۳۶	مہایاۃ (باری باری استفادہ)
۱۵۰	اگر مہر مثل کے بارے میں اختلاف ہو جائے؟	۱۳۶	مہر
۱۵۱	○ مہر معجل اور مؤجل	۱۳۶	مہر کی حیثیت
۱۵۱	کیا عورت تا ادا نیگی مہر اپنے نفس کو روک سکتی ہے؟	۱۳۷	○ مہر اور اس کا وجوب
۱۵۱	اگر مقدار مہر میں اختلاف ہو جائے؟	۱۳۷	مہر کے دس نام
۱۵۱	نکاح فاسد کی صورت میں مہر کا حکم	۱۳۷	فقہی تعریف
۱۵۱	شبه کی بنا پر وطی کی صورت میں مہر کا حکم	۱۳۷	وجوب مہر کا ثبوت
۱۵۱	میت	۱۳۷	اگر نکاح میں مہر نہ ہونے کی شرط ہو؟
۱۵۱	مرنے کے بعد کیا کیا جائے؟	۱۳۷	اگر زندگی میں مہر ادا نہیں کیا؟
۱۵۲	پڑوسیوں اور اہل تعلق کو وفات کی اطلاع	۱۳۷	○ کون سی چیزیں مہر بن سکتی ہیں؟
۱۵۲	مردہ کے پاس قرآن شریف کی تلاوت	۱۳۸	تعلیم قرآن اور مہر
۱۵۳	لاش کی منتقلی	۱۳۸	معلوم و متعین ہونا ضروری ہے
۱۵۳	بلا اجازت دوسرے کی زمین میں تدفین	۱۳۸	ائمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر

۱۵۵	○ موانع میراث	۱۵۳	میتہ (مردار)
۱۵۶	قتل	۱۵۳	میتہ اور میت
۱۵۶	اختلاف دین	۱۵۳	○ پاکی و ناپاکی کے احکام
۱۵۶	اختلاف دار	۱۵۳	پانی کا جانور
۱۵۶	غلامی	۱۵۳	خشکی کا جانور جس میں خون نہ ہو
۱۵۶	○ مردوں میں میراث کے حقدار	۱۵۳	خشکی کا جانور جس میں خون ہو
۱۵۶	○ خواتین میں میراث کے حقدار	۱۵۳	سینگ، ہڈی وغیرہ کا حکم
۱۵۷	○ ورثاء کی چار قسمیں	۱۵۴	دودھ اور چمڑا
۱۵۷	ذوی الفروض	۱۵۴	○ مردار کی خرید و فروخت
۱۵۷	عصبہ	۱۵۴	میراث
۱۵۷	دوہری حیثیت	۱۵۴	قانون میراث میں اسلام کا عدل و اعتدال
۱۵۷	○ ورثہ کے احوال	۱۵۴	○ متروکہ سے متعلق چار حقوق
۱۵۸	شوہر	۱۵۴	تجہیز و تکفین کا انتظام
۱۵۸	بیوی	۱۵۵	دین کی ادائیگی
۱۵۸	باپ	۱۵۵	وصیت کی تکمیل
۱۵۸	دادا	۱۵۵	ترکہ کی تقسیم
۱۵۸	ماں	۱۵۵	○ ورثاء میں ترتیب
۱۵۸	دادی و نانی	۱۵۵	اصحاب فرائض
۱۵۸	بیٹی	۱۵۵	نسبی عصبہ رشتہ دار
۱۵۹	پوتی	۱۵۵	اگر عصبات نہ ہوں؟
۱۵۹	ماں شریک بھائی	۱۵۵	اگر ذوی الفروض بھی نہ ہوں؟
۱۵۹	سگی بہن	۱۵۵	اگر ذوی الارحام بھی نہ ہوں؟
۱۵۹	باپ شریک بہن	۱۵۵	بیت المال

۱۶۴	اگر کسی کی زمین میں بلا اجازت دفن کر دیا جائے؟	۱۵۹	ماں شریک بہن
۱۶۴	اگر کوئی قیمتی سامان رہ جائے؟	۱۶۰	○ عصبہ کی تین صورتیں
۱۶۴	اگر میت کا رُخ درست نہ ہو؟	۱۶۰	عصبہ بنفسہ
۱۶۴	○ قبر پر نماز جنازہ	۱۶۰	○ عصبہ بغیرہ
۱۶۴	اگر بغیر غسل کے دفن کر دیا گیا ہو؟	۱۶۰	○ عصبہ مع غیرہ
۱۶۴	○ قبرستان میں مسجد	۱۶۰	○ محبوب
۱۶۵	○ کفن چور کی سزا	۱۶۰	حجب نقصان
۱۶۵	نبی	۱۶۱	حجب حرمان
۱۶۵	نبی کا ماخذ	۱۶۱	میل
۱۶۶	○ نبی اور رسول میں فرق	۱۶۱	میل کی مسافت
۱۶۶	○ انبیاء کی عصمت	۱۶۲	میلین اخضرین
۱۶۶	کبیرہ کا ارتکاب	۱۶۲	میلین اخضرین کے درمیان فاصلہ
۱۶۷	خسیس افعال کا ارتکاب	۱۶۳	آگ (آگ)
۱۶۷	کفریہ قول و فعل	۱۶۳	آگ مباحات میں داخل ہے
۱۶۷	جھوٹا عہد آیا سہواً	۱۶۳	آگ میں جلانا
۱۶۷	صغائر کا صدور	۱۶۳	چلنے کی وجہ سے پاکی
۱۶۷	زلتیں اور لغزشیں	۱۶۳	ناصیہ
۱۶۷	○ سہو و نسیان	۱۶۳	ناقہ (اونٹنی)
۱۶۷	○ اہانت انبیاء	۱۶۳	نبات (پودا)
۱۶۸	○ شاتم رسول کی توبہ	۱۶۳	نباتات اصلاً حلال ہیں
۱۶۸	○ انبیاء کے فضلات	۱۶۳	تین صورتوں میں حرمت
۱۶۸	○ نیند ناقض وضوء نہیں	۱۶۴	نبش (کفن کی چوری)
۱۶۸	○ انبیاء اور ان کے خاندان کے لئے زکوٰۃ	۱۶۴	○ تدفین کے بعد قبر کھولنے کا حکم

۱۷۲	نجاست مرئیہ وغیر مرئیہ	۱۶۹	انبیاء اور میراث
۱۷۲	○ مرئی نجاست کو دور کرنے کا طریقہ	۱۶۹	○ انبیاء کے مال میں زکوٰۃ نہیں
۱۷۳	○ غیر مرئی نجاست سے پاکی کا طریقہ	۱۶۹	نبیذ
۱۷۳	نئے گھڑے وغیرہ پاک کرنے کا طریقہ	۱۶۹	لغوی واصطلاحی معنی
۱۷۳	○ نجاست غلیظہ و خفیفہ	۱۶۹	○ نبیذ کی حلت و حرمت
۱۷۳	○ نجاست غلیظہ کا حکم	۱۷۰	کشمش اور کھجور کی شراب
۱۷۳	درہم کا وزن اور مساحت	۱۷۰	فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر
۱۷۳	○ نجاست خفیفہ کا حکم	۱۷۰	جو، گیہوں وغیرہ کی شراب
۱۷۴	جامد اور سیال اشیاء کا فرق	۱۷۰	○ بعض برتنوں کے استعمال کی ممانعت پھر اجازت
۱۷۴	○ مختلف نجاستیں	۱۷۰	○ نبیذ ترم سے وضوء
۱۷۴	انسان کے فضلات	۱۷۱	امام ابوحنیفہؒ کا رجوع
۱۷۴	حرام جانوروں کا فضلہ	۱۷۱	نتاج
۱۷۴	حلال جانوروں کا فضلہ	۱۷۱	نٹن (سڑی ہوئی چیز)
۱۷۴	پرندوں کی بٹ	۱۷۱	سڑی ہوئی چیز کھانے کا حکم
۱۷۴	مردار	۱۷۱	نثار (لٹانا)
۱۷۴	سور	۱۷۱	خوشی کے موقع پر پیسے یا شیرینی لٹانا
۱۷۴	کتا	۱۷۱	حنفیہ کا نقطہ نظر
۱۷۵	کتا اور درندوں کا جھوٹا	۱۷۱	دوسرے فقہاء کی رائے
۱۷۵	شراب	۱۷۲	نکاح کے موقع پر
۱۷۵	نجاست کا دھون	۱۷۲	○ متفرق احکام
۱۷۵	مستعمل پانی	۱۷۲	لٹانے کے بجائے تقسیم
۱۷۵	○ نجاست دور کرنے کے ذرائع	۱۷۲	نجاست (ناپاکی)
۱۷۵	نجاست حکمی زائل کرنے والی اشیاء	۱۷۲	نجاست حقیقی و حکمی

۱۷۸	○ روزہ کی حالت میں بلغم نکل لے	۱۷۵	نجاست حقیقی
۱۷۸	نذوب	۱۷۵	پانی اور سیال اشیاء
۱۷۸	نذر	۱۷۵	پونچھنا
۱۷۸	لغوی معنی	۱۷۵	کھرچنا
۱۷۸	اصطلاحی معنی	۱۷۵	خشک ہو جانا
۱۷۸	مشروعیت کی دلیلیں	۱۷۵	ناپاک زمین سوکھنے کے بعد دوبارہ تر ہو جائے؟
۱۷۸	○ ارکان	۱۷۵	جلنے کی وجہ سے پاکی
۱۷۸	شرائط	۱۷۶	ناپاک مٹی کا برتن
۱۷۸	نذر ماننے والے سے متعلق شرطیں	۱۷۶	تنور ناپاک پانی سے پونچھا جائے
۱۷۹	○ نذر مانی ہوئی شے سے متعلق شرطیں	۱۷۶	حقیقت کی تبدیلی
۱۷۹	وجود ممکن ہو	۱۷۶	دباغت و ذبح
۱۷۹	اللہ سے تقرب کا ذریعہ ہو	۱۷۶	پانی نکالنا
۱۷۹	معصیت کی نذر کا حکم	۱۷۶	○ پٹرول سے نجاست کا ازالہ
۱۷۹	مباح کی نذر	۱۷۶	○ کاغذ سے استنجاء
۱۷۹	جو عبادت مقصود نہ ہو اس کی نذر	۱۷۶	○ نجاست حقیقی و حکمی میں پاک کرنے کے اعتبار سے فرق
۱۷۹	اعتکاف کی نذر سے متعلق ایک شبہ	۱۷۷	○ کیا پاکی کے لئے نجاست پر پانی ڈالنا ضروری ہے؟
۱۷۹	جس کا مالک نہ ہو اس کے بارے میں نذر	۱۷۷	نجش
۱۷۹	مالک ہونے کی شرط پر نذر	۱۷۷	نجش کے معنی
۱۸۰	فرض و واجب کی نذر	۱۷۷	نجش کی ممانعت
۱۸۰	○ ممنوعہ اوقات میں عبادت کی نذر	۱۷۷	مجر (ذبح کی ایک خاص صورت)
۱۸۰	○ بیٹے کی قربانی کی نذر	۱۷۷	اصطلاحی معنی
۱۸۰	○ پیدل حج کرنے کی نذر	۱۷۷	سجامہ، سجامہ (بلغم اور رینٹ)
۱۸۱	○ نذر میں استثناء	۱۷۷	بلغم اور تھوک پاک یا ناپاک؟

۱۸۸	○ نسخ کا ثبوت	۱۸۱	○ نذر ماننے کا حکم
۱۸۹	○ نسخ جاننے کے ذرائع	۱۸۱	○ نذر کا اثر
۱۸۹	شارع کی صراحت	۱۸۲	○ اگر نذر پوری کرنا نہ چاہے؟
۱۸۹	صحابی کی اطلاع	۱۸۲	”مجھ پر نذر ہے“ کا حکم
۱۸۹	تاریخ کے علم سے	۱۸۲	نذر کسی شرط سے معلق ہو؟
۱۸۹	اجماع اُمت	۱۸۲	نذر پوری کرنا کب واجب ہے؟
۱۸۹	متاخر الاسلام راوی کی روایت	۱۸۲	اگر نذر معلق ہو؟
۱۹۰	قرآن کی موجودہ ترتیب سے نسخ کا فیصلہ	۱۸۲	کسی خاص جگہ سے متعلق ہو؟
۱۹۰	○ نسخ سے متعلق شرائط	۱۸۲	وقت سے متعلق ہو؟
۱۹۰	○ جن نصوص میں نسخ کا احتمال نہیں	۱۸۲	○ ادا ہوگی فوراً واجب ہے، یا بہ تاخیر؟
۱۹۱	○ نسخ کی چار صورتیں	۱۸۳	○ حکم کے اعتبار سے نذر کی چار صورتیں
۱۹۱	قرآن کا نسخ قرآن سے	۱۸۳	طاعات کی نذر
۱۹۱	حدیث کا نسخ حدیث سے	۱۸۳	معصیت کی نذر
۱۹۱	آیات سے احادیث کا نسخ	۱۸۳	مکروہات کی نذر
۱۹۱	احادیث سے آیات کا نسخ	۱۸۳	مباحات کی نذر
۱۹۲	○ تلاوت و حکم کے اعتبار سے نسخ کی صورتیں	۱۸۳	نساء (عورتیں)
۱۹۲	تلاوت و حکم دونوں منسوخ	۱۸۳	عورتوں پر اسلام کے احسانات
۱۹۲	تلاوت باقی، حکم منسوخ	۱۸۴	مردوں اور عورتوں کے درمیان کن احکام میں فرق ہے؟
۱۹۲	حکم باقی، تلاوت منسوخ	۱۸۶	نسخ
۱۹۲	کیا شرط و قید کا اضافہ بھی نسخ ہے؟	۱۸۶	لغوی و اصطلاحی تعریف
۱۹۳	○ قرآن مجید میں نسخ کی تعداد	۱۸۷	○ تخصیص اور قید بھی نسخ ہے
۱۹۳	○ احکام پر نسخ کا اثر	۱۸۷	○ نسخ اور تخصیص میں فرق
۱۹۳	نسخ صریحی	۱۸۷	○ طہدین کا شبہ

۱۹۷	نص	۱۹۴	نسخ ضمنی
۱۹۷	لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۹۴	نسخ کلی
۱۹۷	وضاحت کے اعتبار سے کلام کی چار قسمیں	۱۹۴	نسخ جزئی
۱۹۷	نص سے مراد	۱۹۴	نسل
۱۹۷	نص کا حکم	۱۹۴	حفظ نسل — شریعت کا ایک اہم مقصد
۱۹۷	اگر نص اور مفسر میں تعارض ہو؟	۱۹۴	○ نسل پروقف
۱۹۸	عبارة النص	۱۹۴	کیا لڑکیوں کی اولاد نسل میں داخل ہے؟
۱۹۸	اشارة النص	۱۹۵	نسی
۱۹۸	اقتضاء النص	۱۹۵	نسیبہ
۱۹۸	اگر دلالت کی ان صورتوں میں تعارض ہو؟	۱۹۵	نسیان
۱۹۹	نطق (بولنا)	۱۹۵	معنی و مراد
۱۹۹	گونگے کے حق میں اشارہ نطق کے قائم مقام ہے	۱۹۵	نسیان اور سہو
۱۹۹	گواہی و اقرار اور نطق	۱۹۵	بھول کی وجہ سے گناہ معاف ہے
۱۹۹	نظر	۱۹۵	نماز میں
۱۹۹	نظر لگنا	۱۹۵	روزہ میں
۱۹۹	نظر لگنے کا علاج	۱۹۵	بھول کرنے کرنے والے فعل کی تلافی
۲۰۰	نعاس (اونگھنا)	۱۹۵	قسم اور طلاق
۲۰۰	نعل	۱۹۵	ممنوعات احرام کا ارتکاب
۲۰۰	وضوء میں نعلین پر مسح	۱۹۶	بھول کر موجب حد فعل کا ارتکاب
۲۰۰	○ جوتے میں نماز	۱۹۶	علامہ جرجانی کی رائے
۲۰۱	نفاس	۱۹۶	عزالدین بن عبدالسلام کی چشم کشا بحث
۲۰۱	لغوی و اصطلاحی معنی	۱۹۶	نشوز
۲۰۱	جو خون اسقاط کے بعد آئے	۱۹۶	لغت اور اصطلاح میں ناشزہ بیوی کا حکم

۲۰۶	○ نفقہ میں شامل چیزیں	۲۰۱	○ نفاس کی مدت
۲۰۶	○ خوراک	۲۰۱	حنفیہ اور حنابلہ کا نقطہ نظر
۲۰۶	کچا کھانا یا پکا ہوا؟	۲۰۱	مالکیہ و شوافع کی رائے
۲۰۶	خوراک کی مقدار	۲۰۲	کم سے کم مدت نفاس
۲۰۶	○ سالن — نوعیت اور مقدار	۲۰۲	حافظ ابن رشد کا تسامح
۲۰۶	سالانہ، ماہانہ یا یومیہ	۲۰۲	جن امور میں حیض و نفاس کے احکام میں فرق ہے؟
۲۰۶	کھانے سے متعلق دوسری ضروریات	۲۰۲	نفاق
۲۰۷	○ پوشاک	۲۰۳	منافق اور زندیق
۲۰۷	لباس میں عرف کی رعایت	۲۰۳	نفقہ
۲۰۷	سال میں کم سے کم دو جوڑے	۲۰۳	لعوی معنی
۲۰۷	موسمی کپڑے	۲۰۳	زخشری کی نکتہ سنجی
۲۰۷	جوتا، چپل، موزے	۲۰۳	اصطلاحی تعریف
۲۰۷	○ آرائشی اشیاء	۲۰۳	○ خود اپنا نفقہ
۲۰۷	○ بستر اور فرش	۲۰۳	○ قرابت داری کی وجہ سے نفقہ کا وجوب
۲۰۷	گدے اور لحاف	۲۰۴	○ نفقہ — جس سے ضرورت پوری ہو جائے
۲۰۷	شامی کی اصولی وضاحت	۲۰۴	○ بیوی کا نفقہ
۲۰۸	○ رہائش	۲۰۴	وجوب نفقہ کی وجہ
۲۰۸	کرایہ و عاریت کا مکان	۲۰۴	نفقہ — نکاح صحیح کی وجہ سے
۲۰۸	مکان کا معیار	۲۰۵	○ جب بیوی نفقہ کی حقدار نہیں ہوتی!
۲۰۸	غیر مشترک مکان	۲۰۵	مریضہ کا نفقہ
۲۰۸	مشترک مکان کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم	۲۰۵	زمانہ حج کا نفقہ
۲۰۸	صالحین کا پڑوس	۲۰۵	○ ناشزہ کا نفقہ
۲۰۸	بیوی کے رشتہ داروں کا قیام	۲۰۵	ناشزہ سے مراد
۲۰۹	بیوی کی والدین سے ملاقات	۲۰۵	ملازمت پیشہ خواتین کا حکم

۲۱۳	بہو کا نفقہ	۲۰۹	ضرورت کے لئے والدین کی تیمارداری
۲۱۳	○ نفقہ میں والدین کو ترجیح ہے یا اولاد کو؟	۲۰۹	○ خادم کا انتظام
۲۱۳	○ والدین کا نفقہ	۲۰۹	○ خادم کا نفقہ
۲۱۳	والدین کا نفقہ کب واجب ہے؟	۲۰۹	سہولت بخش مشینوں کا نظم
۲۱۳	نفقہ بہ قدر کفایت	۲۰۹	○ پکوان اور گھریلو کام
۲۱۳	اگر والدین میں سے ایک ہی کی کفالت کر سکتا ہو؟	۲۱۰	○ گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ
۲۱۳	○ باپ کا نکاح	۲۱۰	واجب ہونے کی صورتیں
۲۱۵	○ سوتیلی ماں کا نفقہ	۲۱۰	حنفیہ کا نقطہ نظر
۲۱۵	○ خادم کا نظم	۲۱۰	جمہور کا نقطہ نظر
۲۱۵	○ دادا، نانا وغیرہ کا نفقہ	۲۱۰	○ اگر پیشگی نفقہ ادا کر دیا اور نفقہ کی مقدار نہیں رہی؟
۲۱۵	○ تنہا اولاد — نفقہ کی ذمہ دار	۲۱۰	○ نفقہ کب ساقط ہو جاتا ہے؟
۲۱۵	○ دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ	۲۱۰	○ اگر قبل از وقت بیوی نفقہ معاف کر دے؟
۲۱۶	○ نفقہ واجب ہونے کی مقدار	۲۱۱	○ نفقہ میں کس کا معیار معتبر ہے؟
۲۱۶	○ متفرق اہم احکام	۲۱۱	○ اولاد کا نفقہ
۲۱۶	خوش حال (پسر) سے مراد	۲۱۱	باپ مالدار اور بچے نابالغ
۲۱۶	رشتہ داروں کا نفقہ کب واجب ہے؟	۲۱۲	باپ مالدار ہو اور بچے بالغ
۲۱۷	گذرے ہوئے دنوں کے نفقہ پر قاضی کے فیصلہ کا اثر	۲۱۲	باپ محتاج اور بچے نابالغ و مالدار
۲۱۷	نفقہ کے لئے غائب شخص کے سامان کی فروخت	۲۱۲	باپ محتاج اور بچے بھی محتاج و نابالغ
۲۱۷	○ غلام کا نفقہ	۲۱۳	○ اگر کفالت کی کوئی صورت نہ ہو
۲۱۷	○ جانوروں کا نفقہ	۲۱۳	○ اولاد کی اولاد کا نفقہ
۲۱۸	○ جمادات کے حقوق	۲۱۳	○ بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری
۲۱۸	نفل	۲۱۳	کب عورت پر دودھ پلانا واجب ہے؟
۲۱۸	لعوی واصطلاحی معنی	۲۱۳	ماں دودھ کی اجرت طلب کرے
۲۱۸	○ نفل شروع کرنے کے بعد توڑنا	۲۱۳	○ بیٹے کا نکاح
۲۱۸	○ کیا نفل شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتی ہے؟	۲۱۳	

۲۲۳	جب نکاح کرنا سنت ہے	۲۱۸	جمہور کا نقطہ نظر
۲۲۳	جب نکاح مکروہ تحریمی ہے	۲۱۹	حج کے مسئلہ میں اتفاق ہے!
۲۲۳	○ تعداد ازدواج کا مسئلہ	۲۱۹	نقد
۲۲۵	○ ایجاب و قبول	۲۱۹	لغوی و اصطلاحی معنی
۲۲۵	ایجاب و قبول سے متعلق شرطیں	۲۱۹	○ کرنی متعین ہوتی ہے اور کب نہیں؟
۲۲۵	○ خط اور فون کے ذریعہ نکاح	۲۱۹	راقم الحروف کی رائے
۲۲۵	○ ایجاب و قبول کے الفاظ	۲۲۰	نقص
۲۲۶	○ ایجاب و قبول کا صیغہ	۲۲۰	مادی اور معنوی نقص
۲۲۷	○ مذاق اور دباؤ کے تحت ایجاب و قبول	۲۲۰	معمولی نقص اور غیر معمولی نقص
۲۲۷	○ زبان سے ایجاب و قبول ضروری ہے	۲۲۰	معمولی اور غیر معمولی کا معیار
۲۲۷	○ ایجاب و قبول مشروط نہ ہو	۲۲۰	○ معنوی نقص کا احکام پر اثر
۲۲۷	○ نکاح کی اجازت میں کنواری اور شوہر دیدہ کا فرق	۲۲۰	تسبیح (کشمش کی خام شراب)
۲۲۷	○ اجازت کب لی جائے؟	۲۲۰	کشمش کی کچی شراب کا حکم
۲۲۸	○ گواہ ضروری ہیں	۲۲۱	نکاح
۲۲۸	○ گواہان کے اوصاف	۲۲۱	لغوی معنی
۲۲۹	○ موانع نکاح	۲۲۱	○ فقہ کی اصطلاح میں
۲۲۹	○ سسرالی نسبت سے حرام رشتے	۲۲۱	○ نکاح کے بارے میں اسلامی تصور
۲۲۹	○ زنا سے حرمت مصاہرت	۲۲۱	○ اسلام سے پہلے عربوں میں نکاح کے طریقے
۲۳۱	○ عارضی حرمت کے اسباب	۲۲۲	○ نکاح کی ترغیب
۲۳۱	○ دو محرم عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا	۲۲۲	○ نکاح کے مقاصد
۲۳۱	○ مشرک اور اس سے نکاح	۲۲۳	○ مختلف حالات میں نکاح
۲۳۱	○ حکم کے اعتبار سے نکاح کی تین قسمیں	۲۲۳	جب نکاح کرنا فرض یا واجب ہے
۲۳۱	نکاح صحیح		

۲۳۵	ایجاب و قبول بذریعہ وکیل	۲۳۱	نکاح فاسد
۲۳۶	فضولی کا کیا ہوا نکاح	۲۳۱	○ نکاح باطل اور اس کا حکم
۲۳۶	○ نکاح کا مسنون طریقہ	۲۳۱	○ نکاح صحیح کے احکام
۲۳۶	مخطوبہ کو دیکھنا	۲۳۱	○ نکاح کو ثابت کرنے کے طریقے
۲۳۶	اعلانِ نکاح	۲۳۱	○ عارضی حرمت کے کچھ اور اسباب
۲۳۶	مسجد میں	۲۳۱	دوسرے کی منکوحہ
۲۳۶	دن اور وقت	۲۳۲	جو عورت عدت میں ہو
۲۳۶	خطبہ	۲۳۲	جس کے پہلے سے چار بیویاں موجود ہوں
۲۳۶	○ عاقدین میں مطلوبہ اوصاف	۲۳۲	لعان کے بعد
۲۳۶	○ نکاح میں لین دین	۲۳۲	○ مالکہ اور باندی سے نکاح
۲۳۷	○ کلمات تبریک اور دعائیں	۲۳۲	○ احرام کی حالت میں نکاح
۲۳۷	حکم کے اعتبار سے نکاح کی تین قسمیں	۲۳۲	○ زنا سے حاملہ
۲۳۷	نکاح فاسد اور اس کا حکم	۲۳۳	○ متعہ حرام ہے
۲۳۸	نکاح باطل اور اس کا حکم	۲۳۳	○ نکاح موقت
۲۳۸	نکاح صحیح کے احکام	۲۳۳	○ نکاح میں شرطیں
۲۳۹	نکاح کو ثابت کرنے کے طریقے	۲۳۴	جو شرطیں حقوقِ نکاح کی مؤید ہیں
۲۴۰	نکول (قسم کھانے سے انکار)	۲۳۴	جو شرطیں احکامِ نکاح سے متصادم ہیں
۲۴۰	○ نکول — فیصلہ کی بنیاد	۲۳۴	جو شرطیں نہ مطلوب ہیں نہ ممنوع
۲۴۰	کن معاملات میں نکول معتبر ہے اور کن میں معتبر نہیں؟	۲۳۴	مالکیہ کا نقطہ نظر
۲۴۰	○ جن امور میں قسم نہیں لی جاسکتی	۲۳۴	حنابلہ کا نقطہ نظر
۲۴۰	○ شواہع اور مالکیہ کا مسلک	۲۳۵	موجودہ حالات کا تقاضہ
۲۴۰	○ قسم پیش کرنے کا طریقہ	۲۳۵	○ نکاح کی اہلیت
۲۴۰	قاضی ہی کے سامنے انکار کا اعتبار	۲۳۵	نکاح کا اختیار اور بالغ لڑکیاں

۲۳۶	○ تین اصولی اختلاف	۲۳۱	خاموشی انکار کے حکم میں!
۲۳۶	○ نہی تحریم کے لئے ہے یا کراہت کے لئے؟	۲۳۱	ہندوستان میں دارالقضاء کے لئے موزوں طریق کار
۲۳۶	○ تطبیق کا اختلاف نہ کہ اصول کا	۲۳۱	نماص (چہرہ کا بال اکھاڑنا)
۲۳۷	○ نہی میں دوام کے معنی	۲۳۱	نامصہ اور مٹمصہ
۲۳۷	○ فعل پر نہی کا اثر	۲۳۱	اگر عورتوں کو داڑھی مونچھ آگ آئے
۲۳۸	فتیح لعینہ کا حکم	۲۳۱	اگر جسم میں کوئی تکلیف دہ اضافہ ہو جائے
۲۳۸	وصف غیر لازم کی وجہ سے فتیح کا حکم	۲۳۱	نوحہ (مردہ پر رونا)
۲۳۸	وصف لازم کی وجہ سے فتیح کا حکم	۲۳۱	جائز و ناجائز صورتیں
۲۳۹	حسی افعال سے ممانعت کی صورت میں	۲۳۲	نوحہ کے لئے اجیر رکھنا
۲۳۹	شرعی افعال سے ممانعت	۲۳۲	نوم (نیند)
۲۳۹	امام سرحسی کی وضاحت	۲۳۲	نعاس، سنہ اور نوم کا فرق
۲۵۰	نیابت	۲۳۲	○ نیند کی وجہ سے حکم موخر
۲۵۰	معاملات میں نیابت	۲۳۲	○ نیند میں جو افعال معتبر نہیں
۲۵۰	عبادات میں نیابت	۲۳۲	○ جن احکام میں سویا ہوا شخص بیدار کے حکم میں ہے؟
۲۵۰	حج بدل کا مسئلہ	۲۳۳	نہب (لوٹ)
۲۵۱	نیت	۲۳۳	کب حرام اور کب جائز؟
۲۵۱	لغوی معنی	۲۳۳	لوٹنے والے کی سزا
۲۵۱	اصطلاحی تعریف	۲۳۳	نہر
۲۵۱	منہیات سے نیت کا تعلق	۲۳۳	نہی
۲۵۱	○ نیت کا مقصود	۲۳۳	لغوی معنی
۲۵۱	○ عبادت کی تعیین	۲۳۳	اصطلاحی تعریف
۲۵۱	اگر وقت میں وسعت نہ ہو؟	۲۳۵	○ نہی کی تعبیرات
۲۵۲	اگر وقت میں وسعت ہو؟	۲۳۵	○ صیغہ نہی کے معانی

۲۵۶	واجب اور فرض میں فرق
۲۵۶	واشتم
۲۵۶	لغوی معنی
۲۵۶	گودنے اور گودانے کی ممانعت
۲۵۶	نابالغہ کی گودوائی
۲۵۶	وتر
۲۵۶	لغوی معنی
۲۵۶	وتر نام رکھنے کی وجہ
۲۵۷	○ نماز وتر واجب ہے یا مسنون؟
۲۵۷	امام ابوحنیفہؒ کے تین اقوال
۲۵۷	واجب ہونے کی دلیل
۲۵۷	دوسرے فقہاء کا نقطہ نظر
۲۵۷	صرف تعبیر کا اختلاف ہے
۲۵۸	○ وتر کی رکعات
۲۵۸	احناف کا نقطہ نظر
۲۵۸	دوسرے فقہاء کا نقطہ نظر اور دلائل
۲۵۸	○ نماز وتر کا طریقہ
۲۵۸	وتر میں کن سورتوں کا پڑھنا مسنون ہے؟
۲۵۹	قعدہ اولیٰ واجب ہے
۲۵۹	کیا پورے سال دُعاء قنوت ہے؟
۲۵۹	جماعت کے ساتھ وتر
۲۵۹	○ دُعاء قنوت
۲۶۰	دُعاء کے آخر میں درود

۲۵۲	حج میں نیت کا حکم
۲۵۲	ایک ہی جنس میں تعین معتبر نہیں
۲۵۲	اختلاف مقصد سے اختلاف جنس
۲۵۲	○ نیت میں خطا
۲۵۳	○ منوی کی صفت کا متعین کرنا
۲۵۳	○ ایک فعل میں دو عبادتوں کی نیت
۲۵۳	○ نیت کا وقت
۲۵۳	فعل سے حقیقی اتصال
۲۵۳	حکمی اتصال
۲۵۳	قاطع نیت فعل سے مراد
۲۵۳	روزہ کی نیت
۲۵۴	حج کی نیت
۲۵۴	زکوٰۃ و صدقہ کی نیت
۲۵۴	○ زبان سے نیت کا تلفظ
۲۵۴	کلام اور دل کے ارادہ میں فرق ہو
۲۵۴	حنفیہ کی رائے
۲۵۴	ائمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر
۲۵۴	○ نیت درست ہونے کی شرطیں
۲۵۵	نیت اور عمل کے درمیان کوئی منافی عمل نہ پایا جائے
۲۵۶	واجب
۲۵۶	لغوی و اصطلاحی معنی
۲۵۶	واجب علی العین اور واجب علی الکفایہ
۲۵۶	واجب معین اور واجب مخیر

۲۶۴	○ امین کب ضامن ہوگا اور کب نہیں؟	۲۶۰	اگر دُعاء قنوت یاد نہ ہو؟
۲۶۴	امین کی کوتاہی کی صورتیں	۲۶۰	○ دُعاء قنوت سے متعلق احکام
۲۶۴	مال و دیعت میں تعدی کی صورتیں	۲۶۰	زور سے پڑھے یا آہستہ؟
۲۶۴	مال و دیعت ساتھ لے کر سفر	۲۶۰	اگر دُعاء پڑھنا بھول جائے؟
۲۶۴	انکار کے بعد اقرار	۲۶۱	تیسری رکعت کے رکوع میں امام کو پائے؟
۲۶۵	صاحب و دیعت کی شرطوں کی رعایت	۲۶۱	○ فجر میں دُعاء قنوت
۲۶۵	○ ریلوے امانت گھر اور سائیکل اسٹانڈ کا حکم	۲۶۱	اگر امام شافعی ہو اور مقتدی حنفی؟
۲۶۵	○ صاحب و دیعت اور امین میں اختلاف	۲۶۱	○ نماز وتر کا وقت
۲۶۶	دوسرا	۲۶۱	اگر بعد میں نماز عشاء کا فاسد ہونا معلوم ہو؟
۲۶۶	دوسری	۲۶۱	مستحب وقت
۲۶۶	دوسرا (ایک پیمانہ)	۲۶۱	وجہ
۲۶۶	جدید اوزان میں	۲۶۱	چہرے کی اہمیت
۲۶۶	دوسرا	۲۶۲	چہرہ پر مارنے کی ممانعت
۲۶۷	دوسرا	۲۶۲	دوسری
۲۶۷	لغوی معنی	۲۶۲	دوسری سے مراد
۲۶۷	چہرے پر داغنے کی ممانعت	۲۶۲	دوسری کے احکام
۲۶۷	جسم کو داغنا	۲۶۲	دو دیعت
۲۶۷	بطور علامت حیوان کے کسی اور حصہ جسم پر داغنا	۲۶۲	معنی و اصطلاح
۲۶۷	دوسرا	۲۶۲	○ دو دیعت کا ثبوت
۲۶۷	لغوی معنی	۲۶۳	○ ارکان
۲۶۷	وضوء میں دوسوہ	۲۶۳	○ شرطیں
۲۶۷	استنجاء میں دوسوہ	۲۶۳	○ حکم
۲۶۷	دوسوہ، شیطان کی طرف سے	۲۶۳	○ مال و دیعت کی حفاظت کس طرح کی جائے؟

۲۷۱	یتیم کے مال میں تجارت	۲۶۸	نماز میں وسوسہ
۲۷۱	یتیم کی خدمت کے لئے اجیر	۲۶۸	وشتر (دانت کو گھس کر باریک کرنا)
۲۷۱	یتیم کا مکان کرایہ پر لگانا	۲۶۸	○ حدیث میں اس کی ممانعت
۲۷۱	صدقۃ الفطر اور قربانی	۲۶۸	وشم (گودنا)
۲۷۱	تعلیم و تربیت	۲۶۸	گودنے کی ممانعت
۲۷۱	خرچ میں اعتدال	۲۶۸	وصال
۲۷۱	سفر اور خورد و نوش کے اخراجات	۲۶۸	صوم وصال سے مراد اور اس کی کراہت
۲۷۱	وصی کا کسی اور کو وصی مقرر کرنا	۲۶۸	وصف
۲۷۲	مال کب حوالہ کرے؟	۲۶۸	اصطلاحی تعریف
۲۷۲	○ یتیم کے مال سے اجرت نگرانی	۲۶۹	قیمت اصل کے مقابلہ ہوگی یا وصف کے؟
۲۷۲	وصی کی اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوشی	۲۶۹	وصیل
۲۷۲	وصیت	۲۶۹	وصی
۲۷۲	لعوی و اصطلاحی معنی	۲۶۹	اصطلاحات
۲۷۲	وصیت و ہبہ کا فرق	۲۶۹	○ ایجاب و قبول
۲۷۳	○ وصیت کے بارے میں اسلامی مزاج	۲۶۹	ذمہ داری قبول کرنے کے بعد اس سے سبکدوشی
۲۷۳	○ وصیت کی مشروعیت	۲۷۰	○ ایک سے زیادہ وصی کا تقرر
۲۷۳	○ حکم کے اعتبار سے وصیت کی چار قسمیں	۲۷۰	○ وصی کے لئے مطلوبہ اوصاف
۲۷۴	○ وصیت کے ارکان	۲۷۰	○ وصی کی معزولی یا اس کے لئے معاون کا تقرر
۲۷۴	فعل کے ذریعہ قبولیت کا اظہار	۲۷۰	عورت اور نابینا کو وصی بنانا
۲۷۴	○ ایجاب و قبول کے لئے شرط	۲۷۰	○ وصی کے تصرفات
۲۷۴	○ وصیت کنندہ سے متعلق شرطیں	۲۷۰	منقولہ مال کی خرید و فروخت کا حکم
۲۷۴	○ جس کے لئے وصیت کی جائے اس سے متعلق شرطیں	۲۷۱	غیر منقولہ جائیداد کی فروخت
۲۷۵	○ جس چیز کی وصیت کی جائے اس سے متعلق شرطیں		

۲۸۱	○ نیت	۲۷۵	ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت
۲۸۱	○ افعال وضوء میں ترتیب کا حکم	۲۷۶	وارث کے حق میں وصیت
۲۸۱	○ پے در پے دھونا	۲۷۶	○ معصیت کی وصیت
۲۸۲	○ وضوء کی سنتیں	۲۷۶	○ وصیت عقد لازم نہیں
۲۸۲	شروع میں ہاتھ دھونا	۲۷۶	○ وصیت کے مطابق ملکیت
۲۸۲	شروع میں بسم اللہ کہنا	۲۷۷	○ وصیت سے رجوع
۲۸۲	بسم اللہ کے الفاظ	۲۷۷	وضع
۲۸۲	مسواک	۲۷۷	اہل لغت کی اصطلاح میں
۲۸۲	مسواک کی تعداد اور طریقہ	۲۷۷	علماء اصول کی اصطلاح میں
۲۸۳	کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ	۲۷۷	وضوء
۲۸۳	داڑھی میں خلال سنت یا مستحب؟	۲۷۷	نظافت کا ایک کامل نظام
۲۸۳	خلال کا طریقہ	۲۷۸	○ وضوء — لغت اور اصطلاح میں
۲۸۳	انگلیوں کا خلال	۲۷۸	کیا وضوء اس اُمت کی خصوصیت ہے؟
۲۸۳	اعضاء وضوء تین تین بار دھونا	۲۷۹	کلی ومدنی زندگی میں وضوء کا حکم
۲۸۳	پورے سر کا مسح	۲۷۹	وضوء کے احکام میں تدریج
۲۸۳	کانوں کا مسح	۲۷۹	○ وضوء کے ارکان
۲۸۳	اعضاء کو ہل کر دھونا	۲۷۹	چہرہ سے مراد
۲۸۳	دائیں حصہ سے ابتداء	۲۷۹	پیشانی سے مراد
۲۸۳	سر کے مسح کی ابتداء	۲۷۹	اگر سر کے اگلے حصہ میں بال نہ ہوں
۲۸۳	○ کچھ اور سنتیں	۲۷۹	داڑھی مونچھ کی جڑوں تک پانی پہنچانا
۲۸۳	○ مستحبات و آداب	۲۸۰	○ ہاتھ دھونا
۲۸۳	وضوء میں دوسروں سے مدد لینے کا حکم	۲۸۰	○ سر کا مسح
۲۸۵	قبل از وقت وضوء	۲۸۰	سر کے مسح کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف

۲۸۸	وطن سکینی	۲۸۵	وضوء کے بعد کی دعاء
۲۸۸	وطن اقامت کے سلسلہ میں دوسرے فقہاء کی آراء	۲۸۵	بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا
۲۸۹	وطی	۲۸۵	○ وضوء میں مکروہ باتیں
۲۸۹	لغوی واصطلاحی معنی	۲۸۵	پانی میں اسراف
۲۸۹	وطی سے متعلق احکام	۲۸۶	مسجد میں وضوء
۲۹۰	احکام و طی سے متعلق ابن نجیم کی بعض وضاحتیں	۲۸۶	○ وضوء واجب ہونے کی شرطیں
۲۹۱	بیوی سے و طی کی ممانعت کی صورتیں	۲۸۶	○ وضوء درست ہونے کی شرطیں
۲۹۱	دواعی و طی کا حکم	۲۸۶	○ متفرق احکام
۲۹۱	وعدہ	۲۸۶	اگر اعضاء وضوء پر زخم ہو
۲۹۱	اسلام میں وعدہ کی اہمیت	۲۸۶	اگر ہاتھ کا کچھ حصہ کٹا ہوا ہو؟
۲۹۲	ایفاء وعدہ قضاء واجب ہے یا نہیں؟	۲۸۷	اعضاء وضوء میں زائد عضو کا حکم
۲۹۲	حنفیہ اور مشروط وعدہ	۲۸۷	○ وضوء کب فرض و واجب ہے اور کب سنت و مستحب؟
۲۹۲	مالکیہ کا نقطہ نظر	۲۸۷	قرآن مجید چھونے کے لئے
۲۹۲	وفرہ (زلف کی ایک خاص صورت)	۲۸۷	سونے کے لئے وضوء
۲۹۲	گیسوائے نبی ﷺ	۲۸۷	جن صورتوں میں وضوء مستحب ہے
۲۹۲	وقص	۲۸۷	رضیخہ (قیمت خرید سے کم میں فروخت کرنا)
۲۹۲	اصطلاحی معنی	۲۸۸	وطن
۲۹۳	نصاب زکوٰۃ کی دو مقدار کے درمیان پر زکوٰۃ کا حکم	۲۸۸	وطن اصلی سے مراد
۲۹۳	وقف	۲۸۸	وطن اصلی کا تعدد
۲۹۳	لغوی معنی	۲۸۸	وطن اصلی کا حکم
۲۹۳	امام ابوحنیفہ کے نقطہ نظر پر وقف کی تعریف	۲۸۸	وطن اقامت سے مراد
۲۹۳	صاحبین کا نقطہ نظر	۲۸۸	وطن اقامت کا حکم
۲۹۳	شوافع و حنابلہ کا مسلک	۲۸۸	حجاج کب قصر کریں؟

۲۹۷	مال وقف کا تعین ضروری ہے	۲۹۳	فقہاء مالکیہ کی رائے
۲۹۷	کیا وقف کی جائداد کا منقسم اور غیر مشترک ہونا ضروری ہے؟	۲۹۳	○ وقف - اسلام کے امتیازات میں
۲۹۷	شواہح کا نقطہ نظر	۲۹۳	○ اسلام میں وقف کی فضیلت
۲۹۸	مالکیہ کی رائے	۲۹۳	صحابہ کے اندر وقف کا ذوق
۲۹۸	حنابلہ کی رائے	۲۹۳	○ صفت وقف
۲۹۸	روپے پیسے کا وقف	۲۹۵	امام ابوحنیفہ کے نزدیک وقف جائز نہ کہ لازم
۲۹۸	مساجد میں وقف کے قرآن	۲۹۵	وقف کے لازم ہونے کی صورتیں
۲۹۸	○ کن مقاصد پر وقف درست ہے؟	۲۹۵	صاحبین کا موقف
۲۹۸	معصیت کے کاموں پر وقف درست نہیں	۲۹۵	○ وقف کا رکن
۲۹۸	جائز مصارف وقف کی تین صورتیں	۲۹۵	وقف کے لئے الفاظ
۲۹۸	کیا مصرف وقف کا دائمی ہونا ضروری ہے؟	۲۹۵	کیا وقف کے لئے قبول ضروری ہے؟
۲۹۸	○ تعبیر وقف سے متعلق شرطیں	۲۹۶	○ وقف کے احکام
۲۹۸	وقف کی شرط کے ساتھ مشروط نہ ہو	۲۹۶	○ وقف صحیح ہونے کی شرطیں
۲۹۹	ہمیشہ کے لئے ہو	۲۹۶	واقف سے متعلق شرطیں
۲۹۹	فی الفور لازم کئے جانے کا معنی ہو	۲۹۶	غیر مسلم کا وقف
۲۹۹	مقصد وقف کو متاثر کرنے والی شرط نہ ہو	۲۹۶	مرض وفات میں ایک تہائی سے زیادہ کا وقف
۲۹۹	وقف مسجد کے ساتھ شرطیں	۲۹۶	○ وقف کی ہوئی چیز سے متعلق شرطیں
۲۹۹	○ واقف کی ملکیت کب ختم ہوگی؟	۲۹۶	غیر منقولہ اشیاء کا وقف
۲۹۹	مسجد، عید گاہ اور جنازہ کا حکم	۲۹۶	ہتھیار اور جانوروں کا وقف
۳۰۰	○ مساجد اور دوسرے اوقاف کے درمیان فرق	۲۹۷	شریعت کی نظر میں قابل قیمت مال ہو
۳۰۰	وقف کرنے والے کی شرطوں کی اہمیت	۲۹۷	وقف کرنے کے وقت ملکیت
۳۰۱	سات مسائل جن میں شرط واقف کا اعتبار نہیں	۲۹۷	جاگیر کی زمین کا وقف

۳۰۵	وقف کی جائداد کو کرایہ پر دینا	۳۰۱	جن شرطوں کی رعایت واجب ہے
۳۰۵	اگر منتظم وقف کم کرایہ مقرر کرے؟	۳۰۱	غیر مسلم پر وقف
۳۰۵	وقف کی جائداد پر قرض حاصل کرنا	۳۰۱	اگر وقف کا مصرف ختم ہو جائے؟
۳۰۵	وقف کی جائداد والد اور اولاد کو کرایہ پر دینا	۳۰۲	○ وقف کا استبدال
۳۰۵	وقف کی اراضی کی بٹائی کا حکم	۳۰۲	اگر واقف نے متولی کے لئے حق تبادلہ کی شرط لگائی ہو؟
۳۰۵	وقف کی زمین غصب کر لی جائے	۳۰۲	وقف ناقابل انتفاع ہو جائے
۳۰۶	وقف کی آمدنی سے کوئی جائداد حاصل کی جائے	۳۰۲	زیادہ نفع کے لئے وقف کا استبدال
۳۰۶	○ متولی کی اجرت	۳۰۲	استبدال وقف کی شرائط
۳۰۶	واقف زیادہ اجرت متعین کر دے	۳۰۲	دوسرے مکاتب فقہ کا نقطہ نظر
۳۰۶	کارکن کا اضافہ	۳۰۲	○ تولیت کا حق
۳۰۶	انتظام وقف کے لئے ملازم کا تقرر	۳۰۲	اپنے لئے حق تولیت
۳۰۶	○ مصالح مسجد کے اوقاف	۳۰۳	دوسروں کے لئے حق تولیت
۳۰۶	غیر آباد مسجد کی جائداد کا حکم	۳۰۳	یکے بعد دیگرے متولیان کا تقرر
۳۰۷	○ قبرستان کے اوقاف	۳۰۳	اگر واقف متولی مقرر نہ کرے؟
۳۰۸	اولاد پر وقف	۳۰۳	○ متولی ہونے کی شرائط
۳۰۸	واحد کے صیغہ سے	۳۰۳	○ متولی کن اوصاف کا حامل ہو؟
۳۰۸	تین پشت کی صراحت کر دے	۳۰۳	حق تولیت میں واقف کے منشا کی اہمیت
۳۰۸	”بنین“ کا لفظ استعمال کرے	۳۰۴	○ اگر متولی کا نا اہل ہونا ثابت ہو جائے؟
۳۰۸	لڑکیوں پر وقف	۳۰۴	متولی کو معزول کرنے کا حق
۳۰۸	نسل پر وقف	۳۰۴	متولی استعفاء دے دے
۳۰۸	عقب کا لفظ	۳۰۵	متولی دماغی توازن کھو دے
۳۰۸	آل، جنس اور اہل بیت	۳۰۵	○ متولی کے فرائض و اختیارات

۳۱۲	○ مقدمہ میں وکالت	۳۰۸	اہل قرابت اور ذی رحم پر وقف
۳۱۲	○ گواہی میں وکیل	۳۰۸	وقف میں فقراء کی قید
۳۱۲	○ معاملات میں وکالت	۳۰۹	وقف میں صالح کی قید
۳۱۳	○ وکالت عامہ اور اس کا حکم	۳۰۹	○ وقف ثابت کرنے کا طریقہ
۳۱۳	○ وکالت خاصہ اور اس کا حکم	۳۰۹	وکالت
۳۱۳	معمولی اور غیر معمولی ابہام سے مراد اور ان کا حکم	۳۰۹	لغوی معنی
۳۱۳	○ وکیل کے اختیارات	۳۰۹	اصطلاح میں
۳۱۳	کن مقدمات میں وکیل بنایا جاسکتا ہے؟	۳۰۹	○ وکالت کا ثبوت
۳۱۳	کیا مالی مقدمہ کا وکیل مال پر قبضہ بھی کر سکتا ہے؟	۳۰۹	قرآن مجید سے
۳۱۴	کیا وصولی دین کا وکیل ثبوت دین کے مقدمہ میں فریق بن سکتا ہے؟	۳۱۰	سنت اور اجماع و آثار
۳۱۴	قبضہ کا وکیل دوسرے کو وکیل بنائے؟	۳۱۰	○ ارکان
۳۱۴	قید کے ساتھ توکیل	۳۱۰	○ موکل سے متعلق شرط
۳۱۴	مطلق وکیل بنانا	۳۱۰	سمجھ دار نابالغ کن تصرفات کا مالک ہے؟
۳۱۴	وکیل کا بہت کم قیمت میں فروخت کرنا	۳۱۱	○ وکیل سے متعلق شرطیں
۳۱۴	وکیل کا بہت زیادہ قیمت میں خرید کرنا	۳۱۱	نابالغ کو وکیل بنانے کا حق
۳۱۵	سامان کے کچھ حصہ کو فروخت کرنے	۳۱۱	وکیل متعین ہونا چاہئے
۳۱۵	مطلوبہ سامان کے کچھ حصہ کی خریداری	۳۱۱	اپنے وکیل بنائے جانے سے واقف ہو
۳۱۵	خرید و فروخت میں وکیل کے اختیارات	۳۱۱	وکیل نے بالقصد تصرف کیا ہو
۳۱۵	وکیل دوسرے کو فروخت کرنے کا وکیل بنادے	۳۱۱	○ مفوضہ کام وکیل کے دائرہ اختیار میں ہو
۳۱۵	وکیل اپنے آپ یا قریبی رشتہ داروں سے فروخت کرے	۳۱۱	○ حقوق اللہ کی ادائیگی میں وکیل بنانا
۳۱۵	○ ایک ہی کام کے لئے ایک سے زیادہ وکیل	۳۱۲	حدود میں توکیل
۳۱۵	○ حقوق وکیل سے متعلق ہوں گے یا موکل سے؟	۳۱۲	○ حقوق العباد میں توکیل

۳۲۰	○ ولایتِ اجبار کن اقرار کو حاصل ہے؟	۳۱۵	جو حقوق و تصرفات وکیل سے متعلق ہیں
۳۲۰	ائمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر	۳۱۶	جو حقوق مؤکل سے متعلق ہیں
۳۲۰	حنفیہ کا مسلک	۳۱۶	○ جن صورتوں میں وکالت ختم ہو جاتی ہے
۳۲۱	خیارِ بلوغ	۳۱۶	وکالت عقد لازم نہیں
۳۲۱	○ ولایت کے لئے اہلیت	۳۱۶	وکیل کی معزولی
۳۲۱	فاسق کی ولایت	۳۱۶	اگر وکیل کو جنون ہو جائے؟
۳۲۱	ولایت کی اہلیت کے لئے وارث ہونے سے مراد	۳۱۷	ولایت
۳۲۱	○ ولایت میں کون مقدم ہے؟	۳۱۷	ولایت
۳۲۲	○ اگر قریبی ولی موجود نہ ہو؟	۳۱۷	لعوی اور اصطلاحی معنی
۳۲۲	○ غیبت منقطعہ سے مراد	۳۱۷	○ ولایت ثابت ہونے کے اسباب
۳۲۲	شواہع اور دوسرے فقہاء کا نقطہ نظر	۳۱۷	ولایت عامہ
۳۲۳	○ ولایت ختم ہونے کی صورتیں	۳۱۷	○ نفس پر ولایت
۳۲۳	○ مال میں ولایت	۳۱۷	ولایتِ اجبار
۳۲۳	○ مال پر ولایت حاصل ہونے کی شرطیں	۳۱۸	ولایتِ استحباب
۳۲۳	ولیمہ	۳۱۸	بالغ لڑکی کے خود نکاح کرنے کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کے اقوال
۳۲۳	ولیمہ سے مراد	۳۱۸	امام ابو یوسفؒ کے اقوال
۳۲۳	ولیمہ کی مصلحت	۳۱۸	○ لڑکوں اور لڑکیوں پر ولایتِ اجبار
۳۲۳	ولیمہ کا حکم	۳۱۸	حنفیہ کا نقطہ نظر
۳۲۳	کس طرح کے کھانے بنائے جائیں؟	۳۱۹	دوسرے فقہاء کا نقطہ نظر
۳۲۳	ولیمہ کب کیا جائے؟	۳۱۹	○ کیا لڑکیاں خود اپنا نکاح کر سکتی ہیں؟
۳۲۳	دعوت و ولیمہ قبول کرنا	۳۱۹	ائمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر
۳۲۳	غیر مسلم کی دعوت نکاح	۳۱۹	حنفیہ کا مسلک

۳۲۷	○ ایجاب و قبول سے متعلق شرط	۳۲۳	اگر دعوت ولیمہ میں منکرات شرعی کا ارتکاب ہو
۳۲۷	○ ہبہ کرنے والے سے متعلق شرط	۳۲۳	ولیمہ کتنے دنوں تک
۳۲۷	نابالغ و مجنون کا ہبہ	۳۲۵	وہم
۳۲۷	نابالغ کی طرف سے ولی کا ہبہ	۳۲۵	وہم سے مراد
۳۲۷	○ ہبہ کی جانے والی شئی سے متعلق شرطیں	۳۲۵	وہم، یقین، ظن اور شک
۳۲۷	وہ شئی موجود ہو	۳۲۵	وضوہ ٹوٹنے کا وہم
۳۲۸	شریعت کی نگاہ میں مال ہو	۳۲۶	ہاشمہ (زخم کی ایک خاص صورت)
۳۲۸	مباح عام نہ ہو	۳۲۶	ہاشمہ سے مراد
۳۲۸	اس شئی پر ملکیت ہو	۳۲۶	ہاشمہ کی دیت
۳۲۸	قابل تسلیم ہو	۳۲۶	ہبہ
۳۲۸	وہ شئی مشغول نہ ہو	۳۲۶	اصطلاحی تعریف
۳۲۸	○ ہبہ کی ہوئی شئی پر قبضہ	۳۲۶	ہبہ و عطیہ
۳۲۸	قبضہ کرنے کے لئے ہبہ کرنے والے کی اجازت	۳۲۶	ہدیہ اور صدقہ
۳۲۸	○ قبضہ کی اہلیت	۳۲۶	ہبہ کا حکم
۳۲۸	اصالتہ اور نیابتاً قبضہ	۳۲۶	دنیوی غرض سے ہبہ
۳۲۹	اگر ہبہ کی ہوئی چیز پہلے سے قبضہ میں ہو؟	۳۲۶	○ ارکان
۳۲۹	○ ہبہ کا حکم	۳۲۶	ایجاب و قبول اور قبضہ کی حیثیت
۳۲۹	ہبہ لازم نہیں	۳۲۶	قبول کے بارے میں مشائخ کا اختلاف
۳۲۹	ہبہ اور شرائط فاسدہ	۳۲۶	○ ہبہ کے الفاظ
۳۲۹	ہبہ سے رُجوع کرنے کا حکم	۳۲۷	”تمہارے نام سے کر دیا“ کا حکم
۳۲۹	محرم رشتہ داروں کو ہبہ کے بعد رُجوع	۳۲۷	معاملات کی تعبیر میں عرف کی اہمیت
۳۳۰	موانع رُجوع	۳۲۷	عمری و قہمی کے الفاظ
		۳۲۷	○ شرائط

۳۳۳	جن کے لئے مستحب ہے	۳۳۰	شی میں اضافہ
۳۳۴	جن کے لئے ہجرت نہ کرنا اولیٰ ہے	۳۳۰	طرفین میں سے ایک کی وفات
۳۳۴	ہدیٰ (انہدام میں مرنے والا شخص)	۳۳۰	عوض کی ادائیگی
۳۳۴	اگر پہلے اور بعد میں مرنے والا معلوم ہو؟	۳۳۰	ملکیت باقی نہ رہے
۳۳۴	اگر یہ معلوم نہ ہو؟	۳۳۰	زوجین اور محرم اعزہ کا ہبہ
۳۳۴	ہدینہ	۳۳۰	ہبہ کی ہوئی شی ہلاک ہو جائے
۳۳۴	فقہی تعریف	۳۳۰	○ عوض کے ساتھ ہبہ کی دو صورتیں
۳۳۴	دوسری تعبیرات	۳۳۱	اولاد کو ہبہ
۳۳۴	کتاب و سنت سے غیر مسلموں کے ساتھ صلح کا ثبوت	۳۳۱	اولاد میں سے کس کو زیادہ دینا
۳۳۵	○ عوض پر اور بلا عوض صلح	۳۳۱	کیا ہبہ میں لڑکے اور لڑکی کو برابر دے؟
۳۳۵	بلا عوض صلح کی نظیر	۳۳۱	ہجرت (ترک کلام)
۳۳۵	غیر مسلموں سے عوض لینے کی نظیر	۳۳۱	مسلمان سے ترک گفتگو
۳۳۵	غیر مسلموں کو معاوضہ دینے کی نظیر	۳۳۲	کیا اسلام ترک کلام کے گناہ سے بچنے کے لئے کافی ہے؟
۳۳۵	○ صلح کا حکم	۳۳۲	خط کے ذریعہ سلام
۳۳۵	کیا صلح کے لئے حکومت کی اجازت ضروری ہے؟	۳۳۲	بالواسطہ سلام پہنچانا
۳۳۵	○ کیا صلح لازمی معاہدہ ہے؟	۳۳۲	ہجرت
۳۳۵	○ صلح کب ختم ہوتی ہے؟	۳۳۲	لغوی و اصطلاحی معنی
۳۳۶	معاہدہ کی مدت	۳۳۲	ہجرت نبوی ﷺ
۳۳۶	ہدیٰ (قربانی کا جانور)	۳۳۲	اسلامی تقویم کا نقطہ آغاز
۳۳۶	لغوی معنی	۳۳۳	○ ہجرت کا حکم باقی ہے!
۳۳۶	اصطلاح فقہ میں	۳۳۳	○ موجودہ دور میں ہجرت کے احکام
۳۳۶	○ نقل قربانی	۳۳۳	جن پر ہجرت واجب ہے!
			جن پر واجب نہیں


۳۳۸	○ واعظ و مفتی اور امام کے لئے ہدیہ	۳۳۶	نفل قربانی کا گوشت
۳۳۹	○ قاضی اور تحفہ	۳۳۶	○ واجب قربانی
۳۳۹	عہدیداروں کو تحفہ	۳۳۶	تمتع و قرآن کی قربانی
۳۳۹	قرض و ہندہ کو تحفہ	۳۳۶	جنایت اور نذر کی قربانی کا حکم
۳۳۹	○ غیر مسلموں کو ہدیہ	۳۳۷	ہدی کی نذر مانے تو کس جانور کی قربانی دے؟
۳۳۹	غیر مسلموں کا ہدیہ	۳۳۷	قربانی کی جگہ
۳۴۰	○ اگر ہدیہ دینے والے کے پاس مال حرام ہو؟	۳۳۷	قربانی کے اوقات
۳۴۰	○ ہرہ (بلی)	۳۳۷	○ ہدی کا جانور ساتھ لے جانا
۳۴۰	بلی کا جھوٹا	۳۳۷	ہدی کے آداب
۳۴۰	اگر بلی نے ناپاک چیز کھائی ہو؟	۳۳۷	ہدی پر سوار ہونا
۳۴۱	اگر کوئی اور پانی موجود نہ ہو؟	۳۳۷	ہدی کا دودھ
۳۴۱	اگر انسان کے ہاتھ کو چاٹ لے؟	۳۳۷	قلادہ لٹکانا
۳۴۱	کھانے کی چیز میں سے کھالے؟	۳۳۷	○ ہدی پہلے ہی ہلاک ہو جائے
۳۴۱	کراہت پر حنفیہ کی دلیل	۳۳۷	○ بعض مسائل میں اختلاف رائے
۳۴۱	بلی کے چمڑے کا حکم	۳۳۷	جانور کو عرفات لے جانا
۳۴۱	پسینہ، رطوبت چشم اور لعاب کا حکم	۳۳۷	قربانی کی جگہ میں اختلاف
۳۴۱	○ ہرہ (بہت بوڑھا)	۳۳۷	قربانی کا گوشت
۳۴۱	○ ہرہ	۳۳۸	○ ہدیہ
۳۴۱	لغوی و اصطلاحی معنی	۳۳۸	ہدیہ و صدقہ میں فرق
۳۴۱	○ جن امور میں مزاج بھی ارادے کے حکم میں ہے	۳۳۸	ہدیہ دینا
۳۴۲	نکاح و طلاق میں	۳۳۸	ہدیہ قبول کرنا
۳۴۲	رجعت میں	۳۳۸	ہدیہ کے آداب
۳۴۲	غلام آزاد کرنے میں	۳۳۸	○ ہدیہ واپس کرنا

۳۴۹	○ ریڈیو اور ٹی وی کی خبر
۳۴۹	ہوام (کیڑے مکوڑے)
۳۴۹	کھانے کی حرمت
۳۵۰	خرید و فروخت
۳۵۱	یا قوت
۳۵۱	○ اگر یا قوت کی کان مل جائے؟
۳۵۱	انگوٹھی میں یا قوت کا نگینہ
۳۵۱	یتیم
۳۵۱	لغوی اور اصطلاحی معنی
۳۵۱	اسلام میں یتیموں کے ساتھ شفقت کی اہمیت
۳۵۲	بید (ہاتھ)
۳۵۲	○ ہاتھ کو نقصان پہنچانے کا تاوان
۳۵۲	ریبوع (خاص قسم کا چوہا)
۳۵۲	○ اس جانور کا حکم
۳۵۲	ییار (خوش حالی)
۳۵۲	○ ییار سے مراد اور اس سلسلہ میں فقہاء کے اقوال
۳۵۲	یللم
۳۵۳	○ اہل مشرق کی میقات
۳۵۳	○ یللم کا محل وقوع
۳۵۳	یمین
۳۵۳	لغوی و اصطلاحی معنی
۳۵۳	○ قسم کی مشروعیت
۳۵۳	○ قسم کھانے کا حکم

ہلال

۳۴۲	ہلال سے مراد
۳۴۲	○ چاند کی کھنکھانے کا حکم
۳۴۲	جن مہینوں کا چاند کھنکھانا واجب ہے
۳۴۲	جن مہینوں کا چاند کھنکھانا سنت یا مستحب ہے
۳۴۳	○ چاند کی کھنکھانے کی دعاء
۳۴۳	○ چاند کی کھنکھانے سے روزہ و عید وغیرہ کا تعلق
۳۴۳	فلکیاتی حساب اور علوم نجوم کا اعتبار نہیں
۳۴۳	○ رویت ہلال کا ثبوت
۳۴۴	○ حنفیہ کا نقطہ نظر
۳۴۴	اگر مطلع صاف ہو؟
۳۴۴	رمضان کے چاند میں مطلع ابر آلود ہو
۳۴۴	قاضی یا ذمہ دار کو رویت ہلال کی اطلاع دینا واجب ہے
۳۴۴	اگر آسمان ابر آلود ہو اور رمضان کے علاوہ کا چاند ہو؟
۳۴۴	اگر ۳۰ رمضان کو چاند نظر نہ آئے؟
۳۴۵	دن میں نظر آنے والا چاند
۳۴۵	○ مالکیہ کی رائے
۳۴۵	○ شوافع کا مسلک
۳۴۶	حنابلہ کا نقطہ نظر
۳۴۶	○ کیا اختلاف مطلع معتبر ہے؟
۳۴۷	اختلاف مطلع کی حد
۳۴۷	○ ہندوستان میں رویت ہلال کا فیصلہ کون کرے؟
۳۴۷	○ تحریری اطلاع

۳۵۶	○ قرآن مجید کی قسم	۳۵۴	جب قسم مستحب ہے
۳۵۶	○ غیر اللہ کی قسم	۳۵۴	جب قسم کھانا مباح ہے
۳۵۷	○ ورنہ میں یہودی ہوں گا	۳۵۴	جب قسم مکروہ ہے
۳۵۷	○ یمین منعقد ہونے کی شرطیں	۳۵۴	جب قسم حرام ہے
۳۵۷	قسم کھانے والے سے متعلق شرطیں -	۳۵۴	○ قسم کی قسمیں
۳۵۷	جس بات پر قسم کھائی جائے وہ ممکن ہو	۳۵۴	یمین غموس کی تعریف
۳۵۷	اگر قسم کے ساتھ انشاء اللہ کہے؟	۳۵۴	یمین غموس کا حکم اور فقہاء کی آراء
۳۵۷	مطلق اور مقید قسمیں	۳۵۴	○ یمین منعقدہ
۳۵۸	اگر مثبت سے متعلق مطلق قسم کھائے؟	۳۵۴	تعریف اور حکم
۳۵۸	منفی بات پر مطلق قسم	۳۵۵	جبر و اکراہ اور بھول کر قسم کھانا
۳۵۸	وقت کی قید کے ساتھ قسم	۳۵۵	بھول کر یا بے ہوشی وغیرہ میں قسم توڑ دے
۳۵۸	○ یمین فوراً اور اس کا حکم	۳۵۵	○ یمین لغو
۳۵۸	○ یمین کی ایک اور صورت	۳۵۵	تعریف
۳۵۸	حلال کو اپنے اوپر حرام کر لینا بھی یمین ہے	۳۵۵	شواہخ کا نقطہ نظر
۳۵۸	اگر یمین کسی عبادت سے مشروط ہو؟	۳۵۵	یمین لغو کا حکم
۳۵۸	فعل کے ساتھ طلاق کی شرط	۳۵۵	○ قسم کا رکن
۳۵۸	یمین کی اسی صورت سے متعلق شرطیں	۳۵۵	قسم زبان کا فعل ہے نہ کہ دل کا
۳۵۹	○ قسم کا کفارہ	۳۵۶	اللہ کی ذات کی قسم کھانا
۳۵۹	کفارہ کے روزے مسلسل رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟	۳۵۶	صفات سے قسم کھانا
۳۵۹	روزہ کے ذریعہ کفارہ کے لئے کس وقت کا فقرہ معتبر ہے؟	۳۵۶	پہلی قسم کی صفات
۳۶۰	حادث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کرے یا بعد میں؟	۳۵۶	دوسری قسم کی صفات
۳۶۰	○ مسکینوں کو کھانا کھلانا	۳۵۶	تیسری قسم کی صفات

- ۳۶۰ اداء کفارہ کے لئے حیلہ
- ۳۶۰ ○ مسکینوں کے لئے کپڑوں کا انتظام
- ۳۶۱ ایک سے زیادہ دنوں میں کفارہ کی ادائیگی
- ۳۶۱ ○ اگر کوئی چیز اپنے اوپر حرام کر لے؟
- ۳۶۱ ○ قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا یا کھلانے والے کی؟
- ۳۶۱ اگر قسم لینے والا مظلوم ہو؟
- ۳۶۱ اگر قسم کھانے والا مظلوم ہو؟
- ۳۶۱ اگر کوئی مظلوم نہ ہو؟
- ۳۶۱ مستقبل کی قسم میں قسم کھانے والے کی نیت ہی معتبر ہے
- ۳۶۲ 
- ۳۶۲ لغوی معنی
- ۳۶۲ یوم سے کب دن مراد ہوتا ہے اور کب مطلق وقت؟
- ۳۶۲ اگر یوم سے پہلے یوم ممتد آئے اور بعد میں فعل غیر ممتد؟
- ۳۸۲-۳۶۳ ○ مراجع و مصادر
- ۶۴۰-۳۸۳ ○ اشاریہ بہ ترتیب مضامین

○ ○ ○ ○

پیش لفظ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآن حکیم کے نزول سے پہلے ”عربی“ کے دامن میں یا تو ایک مخصوص طرز و اسلوب کی شاعری تھی یا کچھ متفرق نثری نمونے یا پھر زمانہ جاہلیت کے بعض خطیبوں اور کاہنوں کی سجع بندی اور قافیوں سے مرصع عبارتیں تھیں یا ضرب الامثال اور محاورے۔

لیکن آپ ﷺ کی بعثت کے آغاز اور کتاب الہی کے نزول کے ساتھ ہی اس زبان کی وسعت و جامعیت میں اضافہ ہونے لگا، چنانچہ نازک تر جذبات و خیالات اور علوم و فنون کے مشکل سے مشکل تر معانی و مفہیم اور موضوعات و اصطلاحات کو سمونے کی غیر معمولی صلاحیت نمایاں ہو کر سامنے آنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے ”قرآن کریم“ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی شکل میں اس کی شرح مبین نے ”عربی زبان“ کو اس قدر مالا مال کر دیا کہ دنیا کی تمام زبانوں سے وہ آگے بڑھ گئی اور قدیم سے قدیم اور وسیع سے وسیع تر بولیاں اور زبانیں بھی عربی کے سامنے اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کرنے لگیں اور عربی زبان بجا طور پر مصری شاعر حافظ ابراہیم کے الفاظ میں یہ کہنے میں حق بجانب نظر آنے لگی :

☆ فہل سألتم الفواص عن صدقاتی

☆ أنا البحر فی أحشائه الدر کا من

☆ وما ضقت عن آی بہ و عظاتی

☆ وسعت کتاب اللہ لفظاً و غایة

”قرآن“ نے صرف ایمان و عقائد، احکام و مسائل، مواعظ و ہدایات اور تہذیبی و تمدنی تعلیمات و قوانین ہی نہیں دیئے ہیں بلکہ اس نے الفاظ و مفردات بھی دیئے ہیں، اصطلاحات و تعبیرات بھی دی ہیں اور عربی میں موجود بہت سے الفاظ کو اس کے عام لغوی معنی سے نکال کر مخصوص اصطلاحی مفہوم بھی عطا کئے ہیں۔

چنانچہ علماء فن ”الصلاة“، ”الزکوة“، ”الصوم“ اور ”الحج“ وغیرہ الفاظ کو منقول شرعی ہونے کا جو عنوان دیتے ہیں اگر حقیقی معنوں میں دیکھا جائے تو اس کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ پوری زبان ہی قرآن کریم کے نزول کے بعد ایک نئی شان و بان کی حامل نظر آنے لگتی ہے اور ہزار ہا ایسے الفاظ اور ایسی اصطلاحات کتاب الہی اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان مستنبط کردہ علوم کے نتیجہ میں پیدا ہو گئی ہیں کہ اب ہر طرح کے تمدنی حقائق، فلسفیانہ افکار اور نازک سے نازک تر جذبات کی تعبیر کے لئے عربی زبان کے ہم پلہ دنیا کی کوئی دوسری زبان نظر نہیں آتی۔

خود ایمان، کفر، نفاق، فسق، اسی طرح امر، خلق، قضاء و قدر، ملائکہ، جن، یا پھر روح، عقل، نفس اور امت، شریعت، ہدایت، ضلالت

وغیرہ الفاظ کے لغوی مفہوم اور شرعی واصطلاحی معنی کے درمیان فرق کے بارے میں غور کیجئے تو اندازہ ہوگا کہ قرآن نے اس زبان کو کس طرح لعل و گہر سے مالا مال کر دیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد ہی نحو و صرف اور بلاغت و معانی کے قواعد مدون ہوئے، عربی زبان کے الفاظ کی جامع ڈکشنریاں اور لغت کی کتابیں وجود میں آئیں، علوم قرآن، علوم حدیث، علوم فقہ و اصول وجود میں آئے اور ہر علم و فن میں نابغہ روزگار ہستیاں پیدا ہوئیں اور علوم و فنون کے چشمے ہر طرف اُبلنے لگے اور وہ معجزہ محقق ہوا جس کی تعبیر شیخ سعدی نے ان لفظوں میں کی تھی :

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست
کتب خانہ چند ملت ہشت

عربی زبان کی حد تک جہاں اور دوسرے علوم و فنون سامنے آئے، وہیں خلیل احمد الفراهیدی، ابن فارس اور دیگر ائمہ و اعلام کی ابتدائی کوششوں کے بعد ”القاموس المحيط، لسان العرب، تاج العروس، الصحاح“ جیسی لغت کی عظیم کتابیں سامنے آئیں، وہیں خاص ”غریب القرآن اور غریب الحدیث“ پر اصفہانی کی ”المفردات“ زختمری کی ”الفاقیق“ ابو عبید کی ”غریب الحدیث“ علامہ خطابی کی ”غریب الحدیث“ ابن الاثیر کی ”النهاية“ اور علامہ محمد طاہر پٹنی کی ”مجمع بحار الأنوار من لطائف غریب التنزیل والآثار“ جیسی جامع کتابیں بھی وجود میں آئیں۔

لیکن علوم شرعیہ کا گوہر مقصود اور قرآن و سنت کی تعلیمات کا خلاصہ ”فقہ“ کی اپنی مخصوص اصطلاحات ہیں، وہ بھلا کب بے اعتنائی کا شکار ہو سکتی تھیں۔

چنانچہ علامہ نجم الدین النسفی کی ”طلبة الطلبة“ المطرزی کی ”المغرب فی ترتیب المعرب“ قاسم القونوی کی ”انیس الفقہاء فی تعریفات الالفاظ المتداولة بین الفقہاء“ کے علاوہ بسطامی کی ”الحدود والأحكام الفقهية“ علامہ ابن نجیم کا رسالہ ”الحدود“ ہی نہیں مختلف فقہی مذاہب کی مخصوص اصطلاحات کے بارے میں بھی ازہری کی ”الزاهر من لغة الإمام الشافعی“ فیومی کی ”المصباح المنیر“ بعلی کی ”شرح المصطلحات الفقهية“ جیسی کتابیں بھی سامنے آئیں جن میں فقہی مصطلحات کی تشریح کی گئی ہے، موجودہ زمانہ میں بھی کلکتہ کے مفتی سید عمیم الاحسان البرکتی نے فقہی اصطلاحات پر ایک نہایت ہی جامع رسالہ تصنیف کیا ہے، عرب دنیا میں سعدی ابوجیب کی ”القاموس الفقہی“ بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے، ان کے علاوہ البحر جانی کی ”کتاب التعریفات“ مولانا محمد علی التھانوی کی ”کشاف اصطلاحات الفنون“ اور عبدالنبی الاحمد نگری کی ”دستور العلماء“ وغیرہ میں بھی بہت سی فقہی اصطلاحات کی شرح و تفصیل آگئی ہے، گو کہ یہ کتابیں جامع قسم کی ہیں اور ان میں منطق، فلسفہ اور علم کلام اور تصوف وغیرہ کی اصطلاحات زیادہ ہیں۔

اردو زبان میں ”قاموس الفقہ“ کے نام سے ایک جامع کتاب لکھنے کا ارادہ برادر م جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ”ناظم المعهد العالی الاسلامی حیدرآباد“ نے کیا اور کئی سال کی مسلسل محنت سے اس کتاب کی پانچ جلدیں انھوں نے تیار کر لی ہیں اور اس میں

انہوں نے صرف لفظی واصطلاحی شرح پر اکتفاء کرنے کے بجائے فقہی اصطلاحات سے متعلق احکام کو بھی بیان کرنے کا انداز اختیار کیا ہے، اس لئے اس کتاب کی حیثیت نام سے متبادر مفہوم کے برعکس ایک عام فقہی ڈکشنری کے بجائے ایک مختصر فقہی انسائیکلو پیڈیا کی ہو گئی ہے، اب سے پہلے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فقہی موضوعات پر متعدد کتابیں لکھ کر شہرت حاصل کر چکے ہیں اور ان کو فقہی موضوعات پر لکھنے کا اللہ نے سلیقہ بھی عطا فرمایا ہے، چنانچہ اہل علم میں ان کی تحریروں کو وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

”قاموس الفقہ“ کی پہلی جلد کے کچھ صفحات برہا برس پہلے میری نظر سے گزرے تھے، جن میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا اور پختگی اور وسعت بھی زیادہ پیدا ہوتی رہی، چنانچہ اب پانچ ضخیم جلدوں میں جو کتاب آپ کے سامنے ہے وہ قدرتی طور پر اپنی پختگی، وسعت اور وقار و اعتبار کے لحاظ سے اس سے کہیں بہتر، دو چند اور مختلف ہے، جسے نقش اول کی شکل میں میں نے دیکھا تھا، کھلی ہوئی بات ہے کہ اس طرح کی کسی کتاب کے تمام مندرجات سے اتفاق نہ ممکن ہے اور نہ ضروری، البتہ لائق مصنف اپنے اس کارنامے پر یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی سالہا سال کی محنت کو قبولیت بخشے اور عوام و خواص کے لئے اسے مفید اور نافع بنائے۔ (آمین)

بدر الحسن القاسمی

۲۰۰۳/۳/۸ء

(نائب صدر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا و صدر المعهد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء، پھلواری شریف، پٹنہ)

۱۷/محرم الحرام ۱۴۲۵ھ



ہیں :

ماء (پانی)

ماء کے معنی پانی کے ہیں، اس کی اصل ”موہ“ ہے، اس کی جمع کثرت ”میاہ“ اور جمع قلت ”امواہ“ آتی ہے، (۱) جمع قلت دس یا اس سے کم افراد کو مشتمل ہوتی ہے اور جمع کثرت میں تعداد اس سے زیادہ ہوتی ہے۔

پانی اللہ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے جس پر انسان، حیوانات اور نباتات کی زندگی کا مدار ہے، اور اس کی ضرورت جس قدر اہم ہے اسی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے پانی کو سہل الحصول کیا ہے اور مخلوقات عالم پر اپنی فیض رسانی کو عام رکھا ہے، پانی جہاں انسان کی جسمانی ضرورت کو پورا کرتا ہے، وہیں اللہ تعالیٰ نے اس سے انسان کی روحانی ضرورت کو بھی متعلق رکھا ہے اور وہ ہے طہارت و پاکی، جس پر نماز اور مختلف دوسری عبادتوں کا انحصار ہے، قرآن مجید نے اللہ کی طرف سے پانی جیسی نعمت سے سرفراز کئے جانے کی ایک اہم وجہ یہ بھی قرار دی ہے کہ اس کے ذریعہ انسان پاکی حاصل کرتا ہے، ”يُنزِلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهَّرَ كُمْ بِهِ“ (۲)

اسی لئے اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ اس طرح کا پانی اپنی اصل کے اعتبار سے پاک ہے اور پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، (۳) اس پر قریب قریب فقہاء کا اتفاق ہے، کہ وضو و غسل پانی ہی سے ہو سکتا ہے۔

فقہاء حنفیہ نے احکام کے اعتبار سے پانی کی پانچ قسمیں کی

پاک اور پاک کرنے والا

(۱) ظاہر مطہر غیر مکروہ یعنی ایسا پانی جو خود پاک ہے، پاک کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے، اور اس کے استعمال میں کوئی کراہت بھی نہیں، (۲) یہ حکم ”ماء مطلق“ کا ہے، (۵) مطلق ماء سے ایسا پانی مراد ہے جس کو عرف میں کسی قید کے بغیر پانی کہا جاتا ہو، مثلاً گلاب کا پانی، یا عرق کیوڑا کو مطلق پانی نہیں سمجھا جائے گا، ہاں اگر اس کی نسبت جگہ کی طرف کی جائے، جیسے: کنویں کا پانی، نہر کا پانی، چشمہ کا پانی، تو اس کے باوجود بھی وہ ماء مطلق (مطلق پانی) ہی تصور کیا جائے گا، (۶) آب مطلق کی وہ تعریف زیادہ واضح معلوم ہوتی ہے جو فقہاء حنفیہ نے کی ہے کہ ماء مطلق وہ ہے جو آسمان سے برسا ہو یا زمین سے نکلا ہو، ”مانزل من السماء او من الارض“ آسمان سے برسنے والے پانی سے مراد بارش اور اولے کا پگھلا ہوا پانی، اور زمین سے نکلنے والے پانی سے مراد کنواں، نہر اور سمندر کا پانی ہے، (۷) اس پر اتفاق ہے کہ ایسے پانی سے حکمی نجاست بھی دور کی جاسکتی ہے یعنی وضو و غسل بھی کیا جاسکتا ہے اور حقیقی ظاہری نجاست جیسے پیشاب پانسخانہ سے بھی پاکی حاصل کی جاسکتی ہے، (۸) ماء مطلق بیٹھا ہو یا کھارا، ان دونوں کا حکم ایک ہی ہے اور پاک ہے۔ (۹)

ایسا پانی جو مطلق نہ ہو مقید ہو لیکن پاک ہو جیسے پھلوں کا پانی، شوربہ، عرق گلاب وغیرہ، ان سے نجاست حقیقی دور کی جاسکتی ہے

(۲) الانفال ۱۱

(۱) شرح مہذب ۷۹/۱

(۳) بداية المجتہد ۲۳/۱

(۳) الاجماع لابی بکر بن منذر نيسابوري ۳۲، باب ما اجمعوا عليه في الماء

(۲) کبیری ۸۶

(۵) مراقی الفلاح مع الطحطاوی ۱۳

(۸) حوالہ سابق

(۷) المہذب ۳۹-۴۰/۱، (مع تحقیق الزحیلی)

(۹) بدائع الصنائع ۸۳/۱

اور دو میں سے ایک یا تین میں سے دو وصف بدل جائے تو اس پانی کا بھی یہی حکم ہے، البتہ اگر بغیر پکائے ہوئے کوئی جامد چیز پانی میں ڈالی جائے اور پانی کی رقت اور سیلان متاثر نہ ہو تو وہ پانی پہلی قسم میں داخل ہوگا یعنی پاک بھی ہوگا، اور اس سے پاکی حاصل کرنا بھی درست ہوگا۔ (۵)

مستعمل پانی

یہی حکم صحیح تر قول کے مطابق ماء مستعمل کا بھی ہے کہ وہ پاک ہے لیکن اس سے وضو و غسل نہیں کیا جاسکتا، (۶) البتہ اس کا پینا مکروہ ہے، (۷) ماء مستعمل ایسے پانی کو کہتے ہیں جس سے حدث و جنابت دور کرنے یا ثواب حاصل کرنے کے لئے وضو یا غسل کیا جائے، جو نہی یہ پانی جسم سے الگ ہوگا، مستعمل سمجھا جائے گا، جب تک پانی جسم سے مکمل طور پر الگ نہ ہو اور جسم ہی پر ایک جگہ سے دوسری جگہ بہتا اور گرتا رہے پانی مستعمل نہیں، (۸) فقہاء مالکیہ، حنابلہ اور شوافع کے بھی ایک سے زیادہ اقوال ہیں، لیکن قول مشہور یہی ہے کہ یہ پانی پاک ہے، لیکن اس سے پاکی حاصل نہیں کی جاسکتی۔ (۹)

ناپاک پانی

(۴) ماء نجس یعنی ناپاک پانی، پانی کے ناپاک ہونے کے سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ٹھہرا ہوا (راکد) ہو، اس کی مقدار تھوڑی (قلیل) ہو اور اس میں نجاست گر جائے تو چاہے اس کی وجہ سے پانی کے اوصاف یعنی رنگ، بو، مزہ میں سے کسی میں تبدیلی آجائے یا نہ آئے پانی ناپاک ہو جائے گا، اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق

وضو اور غسل نہیں کیا جاسکتا، (۱) دوسرے فقہاء مالکیہ، شوافع اور حنابلہ وغیرہ کے نزدیک نجاست حقیقی بھی آب مطلق ہی سے دور کی جاسکتی ہے، آب مقید سے نہیں دور کی جاسکتی۔ (۲)

مکروہ

(۲) ”ظاہر مطہر مکروہ“ یعنی جو پانی پاک ہو پاک کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو لیکن اس کا استعمال صحیح تر قول کے مطابق مکروہ تنزیہی ہے، (۳) بشرطیکہ آب مطلق موجود ہو ورنہ اس کے استعمال میں کراہت بھی نہیں، (۴) اس سے مراد ایسا پانی ہے جس میں سے پالتوبلی، کھلی ہوئی مرغی، درندہ، پرندہ، سانپ، چوہا، اور اس جیسے جانور جو حرام ہیں اور ان میں بہتا ہو خون موجود ہے پی لیں، اس لئے کہ عام طور پر یہ نجاست سے احتیاط نہیں کرتے، اور یہ کراہت اس وقت ہے جب ان جانوروں نے آب قلیل میں سے پیا ہو۔

پاک - لیکن پاک نہ کرے

(۳) ظاہر غیر مطہر یعنی وہ پانی جو پاک ہو لیکن پاک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اس سے وضو و غسل جائز نہیں، البتہ یہ پینے کے کام آتا ہے یہی حکم آب مقید کا ہے، اسی طرح پانی میں اگر کوئی پاک چیز پکادی جائے اور اس کی وجہ سے پانی کا بہاؤ متاثر ہو جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے، اگر بغیر پکائے ہوئے پانی میں کوئی پاک چیز ڈالی جائے اور اسے غلبہ حاصل ہو جائے یعنی پانی کی رقت اور بہاؤ باقی نہ رہے جب بھی اس کا یہی حکم ہوگا، یہ حکم تو جامد اشیاء کے ملنے کی صورت میں ہے، اگر سیال چیز پانی میں مل جائے

(۲) المغنی ۲۳۱-۲۲۲

(۳) طحطاوی علی مراقی الفلاح ۱۳

(۶) مراقی الفلاح و طحطاوی ۱۶-۱۵

(۸) کبیری ۱۵۱

(۱) بدائع الصنائع ۸۳۱

(۳) مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ۱۳

(۵) مراقی الفلاح ۱۳-۱۳

(۷) حوالہ سابق ۱۶

(۹) کبیری ۵۰-۱۳۹

اور دس ہاتھ چوڑا ہو یعنی، بحیثیت مجموعی ۱۰۰ مربع ہاتھ ہو تو یہ ”ماء کثیر“ ہوگا، یہ قول اصل میں ابو سلیمان جوزجانی کا ہے، (۳) اور اکثر اصحاب متون نے غالباً عوام کی سہولت کے لئے اسی کو اختیار کیا ہے۔

مجھے امام ابو حنیفہ کی اس رائے میں ایک بڑی مصلحت نظر آتی ہے کیونکہ مختلف علاقوں میں پانی کی سطح یکساں نہیں ہوتی، مثلاً ہندوستان میں راجستھان اور گجرات کے جنوبی علاقوں میں پانی کی قلت محتاج بیان نہیں، جہاں بعض اوقات پینے کے پانی کے لئے کئی کئی کلومیٹر جانا پڑتا ہے، اور بنگال اور ہندوستان کے پوربی علاقوں میں پانی کی کثرت ہے اور ہر جگہ دستیاب ہے، اگر ان دونوں علاقوں کے لئے قلیل اور کثیر کا ایک ہی معیار قرار دیا جائے تو اس سے دقت اور مشکلات پیدا ہوں گی، اس لئے اگر قلیل کا تعلق اس علاقہ کے لوگوں کی رائے پر ہو تو اس سے آسانی ہوگی، اور حرج شدید سے بچا جاسکے گا۔

فقہاء مالکیہ کے نزدیک خود اوصاف کا تغیر ہی قلیل و کثیر کا معیار ہے، یعنی اگر نجاست ملنے کی وجہ سے پانی کے اوصاف میں تبدیلی پیدا ہوگئی، تو اس کو قلیل مقدار سمجھا جائے گا، اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ مقدار کثیر تصور کی جائے گی، (۵) فقہاء شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ”دوقلہ“ کی مقدار ماء کثیر ہے، اور اس سے کم قلیل ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ پانی جب دوقلہ ہو جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا، (۶) موجودہ اوزان میں دوقلہ دو سو چار لیٹر کے برابر ہوتا ہے۔

تاہم اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ پانی کی مقدار

ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے اور پھر اس میں غسل کرنے سے منع فرمایا، (۱) آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی سوکراٹھے تو ہاتھ کو دھونے سے پہلے برتن میں نہ ڈال لے کیونکہ معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھوں نے کہاں رات گذاری ہے، (۲) نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ برتن کو تین دفعہ دھویا جائے، (۳) ظاہر ہے کہ ٹھہرے ہوئے گڑھے میں پیشاب کرنے، ہاتھ میں لگی ہوئی معمولی نجاست کے ساتھ اس کو برتن میں ڈالنے یا کتے کے برتن میں منہ ڈالنے سے اوصاف میں تغیر نہیں ہوتا، اس کے باوجود پانی کو ناپاک قرار دیا گیا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں اگر نجاست گر جائے تو گو پانی کے اوصاف میں تغیر نہ ہوا ہو پھر بھی پانی ناپاک ہو جائے گا۔

اگر پانی کی مقدار زیادہ ہو، تو جب تک اوصاف میں تغیر نہ ہو جائے پانی ناپاک نہیں ہوگا، حنفیہ کے یہاں پانی کی مقدار زیادہ ہونے یعنی ماء کثیر ہونے سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں: راجح قول یہ ہے کہ اس کی کوئی مقدار متعین نہیں، جس مقدار کو پانی کی ضرورت سے دو چار شخص کثیر سمجھے اور اس کا احساس ہو کہ اس میں ایک طرف کی نجاست کا اثر دوسری طرف نہیں پہنچ سکتا تو یہ کثیر ہے، اگر اس کے خیال میں یہ مقدار قلیل ہو اور ایک طرف کی نجاست کا اثر دوسری طرف پہنچ سکتا ہو تو پھر یہ پانی قلیل تصور کیا جائے گا، یہ قول تو حنفیہ کے یہاں راجح ہے، لیکن چونکہ عوام کے لئے اس طرح کثیر و قلیل کا امتیاز کرنا دشوار تھا اس لئے بعد کے فقہاء نے یہ رائے اختیار کی کہ اگر حوض دس ہاتھ لمبا

(۲) ترمذی، حدیث نمبر ۲۳، کتاب الطہارت

(۳) فتاویٰ تاتار خانہ ۱۶۹/۱

(۱) المغنی ۲۹-۲۸، بدایۃ المجتہد ۲۸۱-۲۷۷

(۳) طحاوی ۲۱/۱، باب سؤر الکلب

(۵) مختصر خلیل ۹

(۶) ترمذی، باب الماء لاینجسہ شئی کتاب الطہارۃ، ابو داؤد، باب ما ینجس الماء

مشکوٰۃ پانی

(۵) مشکوٰۃ پانی یعنی وہ پانی جو پاک تو ہے، لیکن یہ بات مشکوٰۃ ہے کہ اس سے پاکی بھی حاصل کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس سے وہ پانی مراد ہے جس سے گدھے یا ایسے نچرنے پانی پیا جس کی پیدائش گدھی کے لطن سے ہوئی ہو نہ کہ گھوڑی کے لطن سے، (۷) گھوڑے کا جھوٹا بالاتفاق جائز ہے۔ (۸)

پانی پر ملکیت

پانی میں استحقاق کے اعتبار سے چار درجے ہیں: ایک تو سمندر اور بڑے دریا کا پانی ہے، اس سے ہر شخص کو پانی لینے، جانور کو پلانے اور کھیتوں کو سیراب کرنے کا حق حاصل ہے، دوسرے نہریں اور تالابوں کا پانی ہے، اس میں ہر آدمی کو اپنی ضرورت کے لئے پانی لینے اور جانور کو پانی پلانے کا حق حاصل ہے، البتہ سیراب کرنے کی وجہ سے عام لوگوں کو دشواری پیش آتی ہو، تو اس سے کھیت سیراب کرنے کی گنجائش نہیں۔ تیسرا درجہ ایسی نہر اور چھوٹے تالاب کا ہے جو کچھ خاص لوگوں کی ملکیت ہو، اس میں سے انسان اپنی ضرورت کے لئے پانی لے سکتا ہے، جانوروں کو بھی پلا سکتا ہے، لیکن کھیت سیراب کرنے کے لئے بلا اجازت نہیں لے سکتا۔ چوتھی صورت ایسے پانی کی ہے جو برتن یا حوض وغیرہ میں محفوظ کر لیا گیا ہو، ایسا پانی اس شخص کی ملکیت ہے، اس کی اجازت کے بغیر اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں، ہاں اگر آدمی مخصوص کی حالت میں ہو اور پانی نہ پئے تو جان جانے کا اندیشہ ہو تو وہ جبراً بھی پانی لے سکتا ہے، (۹) چونکہ یہ پانی اس شخص کی ملکیت ہے، اس لئے وہ اسے

کچھ بھی ہو اگر نجاست کی وجہ سے رنگ، بو یا مزہ میں تبدیلی آجائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ (۱)

جاری پانی اور اس کا حکم

جو حکم ”آب کثیر“ کا ہے وہی حکم آب جاری یعنی بہتے ہوئے پانی کا ہے، آب جاری سے کتنے بہاؤ والا پانی مراد ہے؟ اس سلسلے میں مشائخ کے مختلف اقوال ہیں، من جملہ ان کے یہ ہے کہ پانی پتے وغیرہ کو بہا لے جائے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ اگر اس میں سے پانی لیا جائے تو زمین کھل نہ جائے اور بہاؤ باقی رہے، علامہ حلبی نے پہلے قول کو مشہور (اشہر) اور دوسرے قول کو ”اظہر“ قرار دیا ہے، (۲) علامہ حلبی نے ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ جس پانی کو لوگ جاری سمجھیں وہ جاری ہے: ”قیل مایعدہ الناس جاریاً“ (۳) اور اس قول کو صیغہ تریض یعنی ”قیل“ کے ساتھ ذکر کر کے غالباً اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن علامہ ابن نجیم نے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے، اور بدائع اور مختلف کتابوں کے حوالہ سے اس کو نقل کیا ہے، (۴) خیال ہوتا ہے کہ ابن نجیم کا قول امام ابو حنیفہ کے مزاج فقہی سے زیادہ قریب ہے۔ واللہ اعلم

آب جاری میں نجاست گرنے کی وجہ سے اگر اس کا مزہ یا رنگ یا بو بدل جائے، تو پانی ناپاک ہو جائے گا، اور جب تک کوئی وصف نہ بدلے پانی ناپاک نہیں ہوگا، (۵) یہاں تک کہ جس مقام پر نجاست گری ہو اگر وہاں بھی وصف میں تبدیلی نہیں تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (۶)

(۲) کبیری ۹۱

(۳) البحر الرائق ۸۳۱

(۴) البحر الرائق ۸۳۱

(۵) حوالہ سابق

(۱) بداية المجتهد ۲۳۱

(۳) کبیری ۹۱

(۵) مراقی الفلاح ۱۷

(۷) مراقی الفلاح ۱۷

(۹) ردالمحتار ودرالمختار ۸۳۵-۲۸۱

فروخت بھی کر سکتا ہے۔

اگر کسی شخص کا کنواں یا نہر ہو تو وہ پانی لینے والے کو روک سکتا ہے، بشرطیکہ قریب میں کوئی اور پانی دستیاب ہو، اگر قریب میں کوئی اور پانی دستیاب نہ ہو تو پھر اس شخص پر واجب ہے کہ یا تو ان لوگوں کو کنویں تک آنے کی اجازت دے، یا اپنی زمین کے کنارے تک خود پانی پہنچادے، (۱) یہی حکم اس زمانے میں ہینڈ پائپ کا بھی ہونا چاہئے۔

امام احمدؒ کے نزدیک بھی کسی شخص کی زمین میں جو پانی ہو، وہ اس کی ملکیت ہے، البتہ امام احمدؒ کے نزدیک اس کو فروخت کر کے قیمت حاصل کرنا پسندیدہ نہیں، فقہاء شوافع سے بھی دو طرح کا قول منقول ہے، ایک قول کے مطابق پانی پر ملکیت ثابت ہوتی ہے۔ (۲)

پانی کی خرید و فروخت۔ ایک نامناسب عمل

تاہم اسلام کا مزاج یہ ہے کہ انسان پانی کی سوداگری سے باز رہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمام مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں، پانی، آگ اور گھاس، (۳) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ تین اشخاص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی طرف نگاہ رحمت نہیں اٹھائیں گے، ان میں سے ایک وہ ہے جو زائد از ضرورت پانی دوسرے مسافروں سے روک رکھے: ”کان لہ فضل ماء فی الطريق فمنعہ من ابن السبیل“، (۴) حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: زائد از ضرورت پانی لینے سے نہ روکا جائے: ”لا یمنع عن

فضل الماء“ (۵) کہ قیامت کے دن ایک شخص کی مغفرت اس وجہ سے ہو جائے گی کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا ہوگا، (۶) اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ لوگوں کے لئے پانی کا انتظام کتنے بڑے اجر و ثواب کا کام ہے؛ اسی لئے اس کو صدقہ جاریہ قرار دیا گیا، اور آپ ﷺ کی ترغیب پر حضرت عثمان غنیؓ نے مدینہ میں میٹھے پانی کے مشہور کنویں ”بشر رومہ“ کو پینتیس ہزار درہم میں خرید کر عام مسلمانوں کے لئے وقف فرما دیا تھا۔ (۷)

(پانی کے سلسلہ میں مزید احکام کے لئے ملاحظہ ہو: بئر، حوض، سور، شرب)۔

مائع (بہنے والی شئی)

”مائع“ کے معنی بہنے والی چیز کے ہیں۔

ناپاکی دو طرح کی ہوتی ہے، ایک حقیقی جس کو محسوس کیا جاتا ہے، جیسے پیشاب، پانچخانہ وغیرہ، دوسری حکمی، جس کو حکم شریعت کی بناء پر ناپاک مانا گیا ہے، انسان اس کی ناپاکی کو محسوس نہیں کر سکتا، جیسے وضو ٹوٹ جانے کی وجہ سے اعضاء وضوء کا اور جنابت کی وجہ سے پورے جسم کا ناپاک ہونا۔

نجاست حکمی، پانی ہی کے ذریعے دور کی جاسکتی ہے، اس پر اتفاق ہے، نجاست حقیقی حنفیہ کے نزدیک ہر ایسی چیز سے دور کی جاسکتی ہے جو بہنے والی ہو، اور نجاست کو زائل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو، (۸) مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک نجاست حقیقی کو دور کرنے اور اس سے پاکی حاصل کرنے کے لئے بھی پانی ہی ضروری ہے۔ (۹)

(۲) المغنی ۷/۴

(۱) درمختار ۲۸۳/۵

(۳) سنن بیہقی، حدیث نمبر ۱۱۶۱۲، باب مالا یجوز اقطاعه من المعاون الظاہرة

(۵) بخاری ۳۱۷/۱، مسلم، باب تحريم بیع فضل الماء

(۴) بخاری ۳۱۷/۱، باب اثم من منع ابن السبیل عن الماء

(۷) بخاری وحاشیہ محمد علی سہارنبوری ۳۱۶/۱، باب فی الشرب

(۶) بخاری ۳۱۸/۱، باب فضل سقی الماء

(۹) المغنی ۲۳/۱

(۸) ہندیہ ۳۱/۱

ماجِن

(غیر ذمہ دار)

”مجِن“ کے معنی اصل میں بے حیاء اور غیر ذمہ دار ہونے کے ہیں، اسی سے ”ماجِن“ کا لفظ ماخوذ ہے، فقہاء کے یہاں ایک اصطلاح ”مفتی ماجِن“ کی ہے، کہ ایسے شخص کو فتویٰ دینے سے روک دیا جائے گا، جرجانی نے ماجِن کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

هو الفاسق وهوان لا يبالي بما يقول و
يفعل وتكون افعاله على نهج افعال
الفساق . (۱)

ماجِن سے مراد فاسق ہے جس کو اپنے قول و فعل کی پرواہ نہ ہو، اور جس کے افعال فاسقوں کے افعال کے طریقہ پر ہوں۔

(مفتی کے احکام کے سلسلہ میں تفصیل لفظ افتاء کے تحت

آچکی ہے)۔

مَاعُون

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو لوگوں سے ماعون کو بھی روک رکھتے ہیں، (ماعون : ۷) ماعون سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں مفسرین نے لکھا ہے کہ قریش کی زبان میں مطلق مال کو ماعون کہتے تھے۔ (۲) لیکن اس لفظ کا ماخذ بتاتا ہے کہ اس سے مال کی معمولی مقدار مراد ہے، کیونکہ یہ لفظ ”معن“ سے ماخوذ ہے جس کے معنی قلیل شئی کے ہوتے ہیں، (۳) مفسرین کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ ماعون سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات نے زکوٰۃ کو اس کا مصداق قرار دیا ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود

ﷺ کے مختلف اقوال جو ابن کثیر اور قرطبی وغیرہ نے نقل کئے ہیں، ان سے ظاہر ہے کہ معمولی استعمالی اشیاء جو عاریۃً ایک دوسرے کو دی جاتی ہیں، جیسے: ڈول، کلہاڑی، ہانڈی، ترازو، وغیرہ یہی ماعون ہیں، (۴) اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ سیدنا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا چیزیں ہیں کہ ان کا نہ دینا جائز نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پانی، آگ اور نمک، (۵) یہ حدیث گویا ماعون کی تشریح و توضیح ہے، پس ہر زمانہ کے عرف میں جو چیزیں لوگ ایک دوسرے کو بہ طور عاریت دیا کرتے ہوں، اور ان کو ایک دوسرے سے روک نہ رکھتے ہوں، ان کا شمار ماعون میں ہوگا، اور بہ شرط استطاعت ان کا روک رکھنا اخلاقاً کراہت سے خالی نہ ہوگا۔

مال

مال یوں تو ایک واضح اور بدیہی لفظ ہے، لیکن اس کی تعریف و تحدید اور اس کی حقیقت کی تعیین میں دقت پیش آتی ہے، اور اسی لئے اس میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے بھی پیدا ہوا ہے، عربی زبان و لغت کے اعتبار سے مال کا مادہ ”م، ی، ل“ بھی ہو سکتا ہے، اور ”م، و، ل“ بھی، اگر اس کا مادہ ”م، ی، ل“ ہو تو اس سے مراد ہر وہ چیز ہوگی جس کی طرف طبیعت مائل ہو، مایمیل الیہ الطبع، اسی کو بعض فقہاء نے ”شئی مرغوب“ سے تعبیر کیا ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کا مادہ ”م، و، ل“ ہو، ایسی صورت میں مال کا اطلاق ان چیزوں پر ہوگا، جو ذخیرہ اور تمول کے لائق ہو، پہلے مادہ اشتقاق کے اعتبار سے مال کا دائرہ بہت وسیع ہو جائے گا، اور دوسرے مادہ اشتقاق کے لحاظ سے مال کے مصداق میں تنگی رہے گی۔

(۲) ابن کثیر ۵۵۶/۳

(۳) دیکھئے: ابن کثیر ۵۵۵/۳

(۱) کتاب التعریفات ۲۲۵

(۳) الجامع لأحكام القرآن ۱۳۶۲

(۵) ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۳۷۳، ابواب الرہون

ان ہی دو پہلوؤں کے تحت فقہاء کے یہاں مال کی حقیقت کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے، اس اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ انسان جن چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے، وہ تین طرح کی ہیں: اول ”اعیان“ یعنی وہ مادی اشیاء جن کا مستقل وجود ہے، دوسرے منافع، جن کا مستقل وجود نہیں، بلکہ وہ اعیان ہی سے متعلق ہوتی ہیں، جیسے مکان میں سکونت، سواریوں پر سواری وغیرہ، تیسرے حقوق، یعنی وہ مصالح انسانی جن کا شریعت نے اعتبار کیا ہے، یہ حقوق دو طرح کے ہیں، بعض وہ ہیں جو اعیان سے متعلق ہیں، جیسے گزرنے کا حق، شرب (پانی حاصل کرنے) کا حق اور بعض وہ ہیں جن کا تعلق مال سے نہیں، جیسے: ماں کو بچہ کا حق پرورش، یا بیوی پر شوہر کا حق اطاعت وغیرہ۔

اعیان کے بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ وہ مال ہیں، اور ان کی خرید و فروخت درست ہے، غیر مالی حقوق مثلاً ماں باپ کا حق پرورش وغیرہ کے متعلق اتفاق ہے کہ وہ مال نہیں ہیں، منافع اور وہ حقوق جو مالی نوعیت کے ہیں، ان پر مال کا اطلاق ہوگا یا نہیں؟ اس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، احناف کا قول مشہور یہی ہے کہ یہ مال نہیں ہیں، اور چونکہ بیع کے لئے مال ہونا ضروری ہے، اس لئے ان کی خرید و فروخت بھی درست نہیں، جبکہ جمہور کے نزدیک منافع اور مالی حقوق بھی مال ہیں۔ (۱)

جیسا کہ مذکور ہوا حنفیہ کا قول مشہور تو یہی ہے کہ مال ایسی چیز ہے جو ذخیرہ کئے جانے کے لائق ہو: ”المال مامن شانہ ان یدخو للانتفاع وقت الحاجة“ (۲) لیکن غور کیا جائے تو خود حنفیہ میں متقدمین اور متاخرین دونوں کے یہاں اس تعریف سے

انحراف بھی پایا جاتا ہے، اور مال کی حقیقت میں وسعت بھی معلوم ہوتی ہے، چنانچہ امام محمدؒ نے خدمت کو مال تسلیم کیا ہے: ”ثم علی قول محمد تعجب قيمة الخدمة لان المسمى مال“ (۳) علامہ کاسائی نے تمام ہی منافع کو مہربنانے کی اجازت دی ہے، اور دلیل یہ دی ہے کہ یہ منافع یا تو مال ہیں، یا مال کے حکم میں ہیں ”لان هذه المنافع اموال ازا لتحققت بالاموال“ (۴) علامہ کاسائی ہی نے وصیت کے باب میں صراحاً منافع کو مال تسلیم کیا ہے: ”سواء كان المال عينا او منفعة عند العلماء كافة“ (۵) اسی طرح صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ راستہ سے گزرنے کا ”حق“ فروخت کرنا بھی ایک روایت کے مطابق جائز ہے۔ (۶)

حقیقت یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں مال کا قطعی مصداق متعین نہیں کیا گیا ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ کتاب و سنت میں جس لفظ کی حقیقت کو بیان نہ کیا گیا ہو اور نہ لغت میں اس کا کوئی ضابطہ مقرر ہو، وہاں عرف کی طرف رجوع کیا جاتا ہے: ”کل ما ورد به الشرع مطلقاً ولا ضابط له فيه ولا في اللغة يرجع فيه الى العرف“ (۷) اس لئے مال کی حقیقت اور اس کا مصداق ہر عہد کے عرف و رواج کی روشنی میں متعین ہوگا، اسی لئے فقہاء نے بدلے ہوئے عرف کے پیش نظر ایک ہی چیز کو ایک زمانہ میں مال تسلیم نہیں کیا ہے، اور اسی کو بعد کے ادوار میں نئے عرف کے تحت مال کی حیثیت دی ہے، مثلاً شہد کبھی کہ ابتداء فقہاء نے اس کی خرید و فروخت کو منع کیا تھا، اس لئے کہ یہ حشرات الارض میں سے ہے، لیکن جب ان مکھیوں کی پرورش شروع ہوئی اور باضابطہ طریقہ پر ان سے شہد حاصل کیا جانے لگا، تو فقہاء نے اس

(۲) ردالمحتار ۴/۴

(۳) بدائع الصنائع ۲۲۸/۲

(۴) ہدایہ ۴۰۶۳

(۱) دیکھئے: تاسیس النظر ۶۲

(۳) ہدایہ ۲۸۶۲

(۵) بدائع الصنائع ۳۸۵/۷

(۷) الاشباہ للسيوطی ۱۹۶

مانع

(اصول فقہ کی ایک اصطلاح)

عربی زبان میں ”منع“ کے معنی روکنے کے ہیں، اس طرح ”مانع“ کے معنی ہوئے ”روکنے والا!“ علماء اصول کے نزدیک حکم وضعی کی ایک قسم مانع ہے، اصطلاح میں مانع ہر اس چیز کو کہتے ہیں، جس کے پائے جانے کی وجہ سے، دوسری چیز نہ پائی جائے کل ما یستلزم وجودہ انتفاء غیرہ، (۳) گویا مانع شرط کی ضد ہے، شرط کا وجود مشروط کے وجود کو مستلزم ہے، اور مانع کا وجود اس بات کو مستلزم ہے کہ ممنوع کا وجود نہ ہو، فقہاء حنفیہ نے مانع کی پانچ قسمیں کی ہیں:

(۱) ایسا مانع جو کسی سبب کو منعقد ہی نہ ہونے دے، جیسے: آزاد شخص کی خرید و فروخت، آزاد شخص خرید و فروخت کا محل ہی نہیں ہے، اسی لئے گویا سبب کا وجود ہی نہ ہو پایا۔

(۲) ایسا مانع جو سبب کو مکمل نہ ہونے دے، جیسے انسان دوسرے کی چیز فروخت کر دے کہ وہ چیز خرید و فروخت کا محل تو ہے، لیکن اس شخص کی ملکیت نہیں، کیوں کہ سبب نامتام ہے، اسی لئے ایسی خرید و فروخت موقوف رہتی ہے، اگر اصل مالک نے اجازت دیدی تو نافذ ہوگی، ورنہ نہیں۔

(۳) جو سبب کو تو نہ روکے، لیکن حکم کو روک دے، اور ابتداء حکم ہی کے لئے مانع ہو جائے، جیسے خرید و فروخت کا اصل حکم یہ ہے کہ خریدی ہوئی چیز پر خریدار کی ملکیت ثابت ہو، لیکن اگر خود فروخت کرنے والا اختیار شرط لے لے، تو خریدار کی ملکیت قائم نہ ہو سکے گی۔

(۴) جو ابتداء حکم کو تو نہ روکے، لیکن حکم کے مکمل ہونے میں مانع ہو، جیسے کسی شخص نے بغیر دیکھے کوئی چیز خریدی، قبضہ بھی

کو مال تسلیم کیا، اور اس کی خرید و فروخت کو جائز قرار دیا، شلہی نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے، ”لانہ معتاد فیجوز للحاجة“۔ (۱)

اب موجودہ زمانہ کے عرف میں چونکہ حقوق کی بعض صورتیں بھی مال کا درجہ اختیار کر چکی ہیں، وہ قابل انتفاع بھی ہیں، اور بظاہر ان کے مباح نہ ہونے کے لئے بھی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے، اس لئے وہ از قبیل مال ہونگی، اور ان کی خرید و فروخت جائز ہوگی، یہ اختلاف ”اختلاف برہان“ نہیں بلکہ ”اختلاف زمان“ کے قبیل سے ہے، اور جیسا کہ مذکور ہوا، امام محمدؒ اور دوسرے فقہاء احناف کا سانی وغیرہ کا بھی غیر مادی اشیاء کو مال تسلیم کرنا ثابت ہے، اس لئے یہ نہ صرف جمہور کے مسلک کے مطابق ہے بلکہ خود فقہ حنفی کے بھی خلاف نہیں، خود اس پر غور کرنا چاہئے کہ فقہاء نے جہاں حقوق کی بیع سے منع کیا ہے وہاں ”حقوق مجردہ“ کی قید لگائی ہے، اس پر بھی فقہاء کا اتفاق ہے کہ فقہاء کے کلام میں مفہوم مخالف کا بھی اعتبار ہے، اس سے از خود یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حقوق غیر مجردہ کی بیع درست ہے، اور حقوق کی بعض صورتیں ”مال“ ہیں یا مال کے حکم میں ہیں۔

فی زمانہ جن حقوق کی خرید و فروخت مروج ہے، اور جن کو موجودہ عرف کی بنیاد پر مال کا درجہ حاصل ہے، اور ان کا عوض لینا جائز ہے، ان میں مکانات، دوکانات کی پگڑی (بدل خلو) حق تالیف، حق ایجاد، حق طباعت، رجسٹرڈ ناموں اور نشانات کی خرید و فروخت، فضاء اور عمومی نوعیت کے تجارتی لائسنس کی خرید و فروخت درست ہے۔ (۲)

(۱) حاشیہ شلہی علی تبیین الحقائق ۳۹/۳

(۲) اس مسئلہ پر تفصیلی مطالعہ کے لئے ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مقالہ ”مال کی حقیقت اور حقوق کی خرید و فروخت“ اسلام اور جدید معاشی مسائل

(۳) المدخل الفقہی العام ۳۰۷/۱

میں کلمہ کفر کا تلفظ وغیرہ۔ (۲)

مباح (مباح)

یہ لفظ اباحت سے ماخوذ ہے، مباح سے مراد وہ افعال ہیں جن کا کرنا بلا کراہت جائز ہے، لیکن نہ کرنے پر ثواب ہے اور نہ نہیں کرنے پر گناہ۔

(اباحت کے تحت تفصیل سے یہ بحث آچکی ہے)

مبارأت (خلع کی ایک صورت)

مبارأة کے معنی ایک دوسرے کو برائی الذمہ کر دینے کے ہیں، فقہاء کے یہاں یہ لفظ خلع کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، کہ عورت اس رعایت کے ساتھ مرد سے طلاق کا مطالبہ کرے کہ دونوں ایک دوسرے کی طرف سے جملہ مالی وغیر مالی حقوق سے بری ہو جائیں گے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خلع کا لفظ استعمال ہو یا مبارأت کا، اور ہر دو صورت میں صراحتاً ذکر ہو یا نہ ہو، زوجین ایک دوسرے کی طرف سے جملہ مالی وغیر مالی ذمہ داریوں سے بری ہو جائیں گے، امام محمدؒ کے نزدیک معاہدہ میں جن حقوق کا ذکر کیا گیا ہو صرف ان ہی سے برأت ہوگی، دوسرے حقوق سے نہیں، امام ابو یوسفؒ نے خلع اور مبارأت میں فرق کیا ہے، مبارأت کے باب میں ان کی رائے وہ ہے جو امام صاحب کی ہے اور خلع کے مسئلہ میں امام محمدؒ کے ہم خیال ہیں۔ (۳)

مباشرت (ایک فقہی اصطلاح)

مباشرت کے معنی کسی کام کو براہ راست انجام دینے کے ہیں، یعنی فعل اور فاعل کے درمیان کسی اور کا واسطہ نہ ہو، تو اسے ”مباشرت“ کہتے ہیں، (۴) جیسے ایک شخص نے خود کسی کو قتل کر دیا تو

کر لیا لیکن دیکھا نہیں، تو گو اس کو اس میں تصرف کا حق حاصل ہے، لیکن وہ اسے واپس کر سکتا ہے، اور واپسی کے لئے دوسرے فریق کی رضامندی یا قاضی کا فیصلہ بھی ضروری نہیں۔

(۵) ایسا مانع جو حکم کے لازم ہونے کو روکتا ہو، جیسے: خیار عیب، اگر خریدی ہوئی چیز میں ایسا عیب نکل آیا، جس کی بیچنے والے نے وضاحت نہیں کی تھی، تو گو خریدار کی ملکیت اس پر ثابت ہو جائے گی، اور اسے اس میں تصرف کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے لیکن خریدار کو دوسرے فریق کی رضامندی یا قاضی کے فیصلہ کے ذریعے اسے واپس لوٹانے کا حق حاصل ہے۔ (۱)

مانع کی تین صورتیں

علامہ شاطبی نے ان موانع کی جو احکام شریعت کے لئے مانع بن جاتے ہیں، تین قسمیں کی ہیں۔

(۱) وہ موانع جو تکلیف شرعی کے ساتھ جمع ہی نہیں ہو سکتے، یعنی ان کے پائے جانے کی صورت میں انسان احکام شرعیہ کا مکلف نہیں رہتا، جیسے وہ تمام چیزیں جن کی وجہ سے انسان عقلی توازن سے محروم ہو جاتا ہے، یعنی نیند، جنون، بیہوشی۔

(۲) ایسے موانع کہ جن کے پائے جانے کے باوجود آدمی احکام شرعیہ کا مخاطب باقی رہتا ہے، شریعت کا اس سے مخاطب ہونا ناقابل تصور نہیں لیکن فی الجملہ بعض احکام شرعیہ اس سے اٹھائے جاتے ہیں، جیسے حیض و نفاس کی حالت میں نماز، قرآن کی تلاوت وغیرہ۔

(۳) تیسری قسم کے موانع وہ ہیں جو آدمی کو دائرہ تکلیف سے باہر تو نہیں نکالتے لیکن حکم شرعی کے لزوم کو ختم کر دیتا ہے، جیسے بیمار شخص کے لئے نماز جمعہ اور جماعت میں حاضری، حالت اکراہ

(۱) نظریۃ الحکم و مصادر التشريع في اصول الفقہ الاسلامی، ڈاکٹر احمد حسری ۵۰

(۲) الموافقات للشاطبی ۲۸۵/۱

(۳) کتاب التعريفات ۲۲۵

رہنمائے اپنی قوم سے کہا، کہ محمد ﷺ واقعی نبی برحق ہیں، اور ان سے مباہلہ کرنے میں خطرہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے اور ہمیشہ کے لئے عیسائیت فناء ہو جائے۔

بہر حال نہ وہ مباہلہ کے لئے تیار ہوئے، نہ جنگ کے لئے اور نہ اسلام قبول کیا، یہاں تک کہ معاہدہ ہو گیا، کہ وہ سالانہ دو ہزار حلہ اور تیس زر ہیں، بطور جزئیہ ادا کریں گے، (۳) قرآن مجید نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ (ال عمران : ۶۱)

سوال یہ ہے کہ کیا مباہلہ کا حکم باقی ہے یا اب باقی نہیں رہا؟ ناصبیہ کے نزدیک اب بھی اظہار حق کے لئے مباہلہ کا حکم باقی ہے، ان حضرات کا استدلال حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعلق روایت ہے، کہ ان کے اور کسی اور شخص کے درمیان کچھ نزاع تھی، تو انھوں نے اس کو مباہلہ کی دعوت دی، (۴) اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ مباہلہ کا حکم اب باقی نہیں، یہ انبیاء کے لئے مخصوص ہے، کیونکہ مباہلہ حق کو ثابت کرنے کا ایک طریقہ ہے، جو شخص حق پر نہیں ہوگا، اس پر اللہ کی طرف سے عذاب نازل ہوگا، اور اس طرح حق اور باطل واضح ہو کر سامنے آجائے گا، ظاہر ہے کہ پیغمبر کو اس بارے میں آگاہ کر دیا جاتا ہے، کہ یہ مباہلہ ظہور حق کا نشان بن جائے گا، پیغمبر کے علاوہ کوئی اس بارے میں یقین سے اللہ کی طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتا، کہ کیا واقعی معاندین حق پر اللہ کا عذاب نازل ہو کر ہی رہے گا، اور یہی بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کہ مباہلہ کے ذریعے حق کو ثابت کرنا انبیاء کی خصوصیات میں سے ہے۔ واللہ اعلم

(مطلقہ باسنہ) **مبتوتہ**

”بت“ کے معنی عربی زبان میں کاٹنے کے ہیں، اسی سے

یہ مباشرتہ قتل کرنا ہے، اگر فعل اور فاعل کے درمیان واسطہ ہو تو اس کو ”تسبب“ کہتے ہیں، جیسے ایسی جگہ کنواں کھود دیا جائے کہ وہ شخص گذرتے ہوئے اس میں گر پڑے، کنواں کھودنے والا اس کی موت کے سلسلہ میں متسبب کہلائے گا، ”جنایت“ کے تحت یہ تفصیل گذر چکی ہے کہ جرم میں مباشرت اور متسبب کے کیا احکام ہیں؟

فقہاء کے یہاں ایک اور اصطلاح مباشرت فاحشہ کی ہے، ”مباشرتہ فاحشہ“ سے مراد یہ ہے کہ مرد و عورت بے لباس ہوں، اور دونوں کی شرم گاہیں مس کرتی ہوں اور مرد کے عضو میں انتشار کی کیفیت ہو، (۱) کیونکہ ایسی صورت میں مذی کے نکلنے کا قوی گمان ہے، اور مذی نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

مباہلہ

”بہل“ کے معنی لعنت کے ہیں، (۲) اسی سے مباہلہ ہے، مباہلہ سے مراد ہے اظہار حق کے لئے اہل باطل کے خلاف بددعا کرنا اور لعنت بھیجنا، رسول اللہ ﷺ کے پاس نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آیا، جو عقیدہ تثلیث کا حامل تھا، آپ ﷺ نے ان پر اسلام پیش کیا اور جب آپ ﷺ نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندہ اور امر خداوندی کا نتیجہ ہیں، ان عیسیٰ عبد اللہ و کلمتہ، تو وہ اس پر معترض ہوئے، آپ ﷺ نے خدا اور رسول کے بارے میں اسلامی تصورات پر دلائل بھی پیش فرمائے، لیکن انھوں نے مان کر نہیں دیا، تب آپ ﷺ نے ان کو دعوت مباہلہ دی، شاید وہ اس کے لئے تیار بھی ہو جاتے، آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہما کا ہاتھ تھاما، حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھایا، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے پیچھے چلے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب میں دعاء کروں تو تم لوگ امین کہنا، لیکن نجران کے مذہبی

(۱) کتاب التعریفات ۲۲۵

(۲) الجامع لأحكام القرآن ۱۰۴/۲

(۳) روح المعانی ۱۹۰/۳

(۴) تفسیر کبیری ۲۵۶-۵۷/۳، تفسیر قرطبی ۱۰۴-۱۰۵/۳

کہ بیوی شوہر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے، مثلاً شوہر بیوی کی ماں کے ساتھ یا اس کا باپ اپنی بہو کے ساتھ بد فعلی کر گزرے، تو بیوی اس پر حرام ہو جائے گی، ایسی صورت میں زوجین کے درمیان متارکہ یعنی ایک دوسرے سے ازدواجی تعلق کو ترک کرنا ضروری ہے، متارکہ کے وقت سے عورت عدت گزارے گی، عدت گزرنے کے بعد اس کے لئے دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست ہوگا۔

لیکن متارکہ کے لئے کیا جنسی فعل سے باز آجانا ہی کافی ہے یا زبان سے اس کا اظہار بھی ضروری ہے؟ اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بیوی سے صحبت کر چکا تھا، تب تو بالاتفاق مرد کا زبان سے کہنا ضروری ہے، کہ میں نے تم کو چھوڑ دیا، یا میں نے تمہیں آزاد کر دیا، وغیرہ، اگر دخول و صحبت کی نوبت نہیں آئی تھی تو ایک ذل کے مطابق اس کا صحبت سے باز رہنا ہی متارکہ سمجھا جائے گا، اور دوسرے قول کے مطابق اس صورت میں بھی زبان سے کہنا ضروری ہوگا، اور ظاہر ہے کہ اسی میں احتیاط ہے، بہر حال متارکہ کے بعد عدت گزرنے ضروری ہے، اگر متارکہ نہ ہو اور نہ قاضی نے تفریق کا فیصلہ کیا تو چاہے کتنا عرصہ بھی گزر جائے اس عورت کے لئے دوسرا نکاح جائز نہیں ہوگا۔ (۱)



تخیر کے معنی حیرت میں پڑ جانے کے ہیں، اسی سے ”متخیرہ“ بمعنی حیرت زدہ، کا لفظ ہے، ایسی عورت کو کہتے ہیں کہ حیض کے سلسلہ میں اس کی کوئی عادت مقرر نہ ہو، کبھی کم مدت ہوتی ہو اور کبھی زیادہ۔

(لفظ حیض کے تحت احکام گزر چکے ہیں)

(أصول فقہ کی ایک اصطلاح)



متشابہ ایسے لفظ کو کہتے ہیں، جس کی قطعی مراد سے واقف نہ ہوا

مبتوتہ کا لفظ ہے، مبتوتہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کو طلاق بائن یا طلاق مغلظہ دی گئی ہو، ایسی عورت کی عدت کا نفقہ اس کے سابق شوہر پر واجب ہوگا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو عدت، نفقہ۔

بیع (فروخت کی جانے والی چیز)

”بیع“ کے معنی بیچی جانے والی چیز کے ہیں، خرید و فروخت میں معاملہ کی اصل بیع ہی ہوتی ہے، فقہاء کے یہاں بیع ایسی چیز ہے جو متعین کرنے کی وجہ سے متعین ہو جائے، اسی لئے اگر ایک طرف سے سونا، چاندی، یا مروجہ سکہ ہو، اور دوسری طرف سے کوئی اور چیز، تو یہ سونا، چاندی یا مروجہ سکہ، ثمن (قیمت) تصور کیا جائے گا، اور اس کے مقابلہ جو سامان ہے، وہ بیع ہوگی، اگر ایک طرف سے مثلی (یعنی تول کر یا پیمانہ سے ناپ کر، مقدار معلوم کی جانے والی) چیز ہو اور دوسری طرف سے قیسی، یعنی گن کر فروخت کی جانے والی چیز ہو، تو مثلی، ثمن تصور ہوگی، اور قیسی بیع، جیسے گہوں اور بکرے کا تبادلہ ہو تو گہوں ثمن ہوگا اور بکرے بیع۔

اگر دونوں طرف سے ایک ہی طرح کی چیز ہو جیسے سونے کے بدلہ چاندی، گہوں کے بدلہ چاول یا بکری کے بدلہ تیل، تو پھر خرید و فروخت کرنے والے کے بیان و توضیح سے ثمن اور بیع کا تعین ہو سکے گا، عربی زبان میں اس کے لئے اصول یہ ہے کہ ثمن پر ”ب“ داخل کی جاتی ہے، اور جس پر ”ب“ داخل ہو، اس کو ثمن تصور کیا جاتا ہے۔

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: بیع، ثمن)

متارکہ

”متارکہ“ ترک سے ہے، ترک کے معنی چھوڑنے اور متارکہ کے معنی ایک دوسرے کو چھوڑنے کے ہیں، اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے

آمدی کا بھی یہی رجحان ہے۔ (۵)

متعہ (مطلقہ کو رخصتانہ)

جس خاتون کو یک جائی سے پہلے ہی طلاق دیدی گئی ہو، اور اس کا مہر نکاح کے وقت ہی متعین ہو گیا ہو، وہ نصف مہر کی مستحق ہوگی اور اس کے لئے متعہ نہ واجب ہے اور نہ مستحب، اس پر سمجھوں کا اتفاق ہے، ان کے علاوہ وہ مطلقہ عورتیں جن کا پورا مہر یا مہر مثل واجب ہوتا ہے، حنفیہ اور اکثر فقہاء کے نزدیک ان کے لئے بھی متعہ مستحب ہے، بلکہ امام شافعیؒ سے تو مروی ہے کہ ہر مطلقہ کے لئے متعہ واجب ہے۔ (۶)

متعہ کی مقدار

متعہ کی کوئی مقدار متعین نہیں، بلکہ عرف و عادت اور زن و شو کے حالات پر موقوف ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے معروف طریقہ پر متعہ کا حکم دیا ہے، مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ (البقرہ : ۱۳۶) اور اسی آیت میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ خوش حال اور تنگ دست شوہر کو اپنے حالات کے موافق متعہ ادا کرنا چاہئے، تو گویا مرد کے معاشی حالات کو بھی ملحوظ رکھا جائے گا اور سماجی عرف کو بھی، اور معروف کی رعایت نہیں ہو سکتی جب تک عورت کا معیار زندگی اور معیار پسندیدگی بھی ملحوظ نہ ہو، اس لئے ان تینوں کا خیال کرنا چاہئے۔ (۷)

متعہ کی زیادہ سے زیادہ مقدار کے لئے کوئی حد نہیں، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ کم سے کم تیس درہم (تقریباً ۹۰ گرام چاندی) یا اس کے مساوی متعہ ہونا چاہئے، زیادہ

جاسکے: ”هو اسم لما انقطع رجاء معرفة المراد منه“ (۱) قرآن مجید کے خود اپنے بیان سے واضح ہے کہ قرآن میں ایسی آیتیں بھی ہیں، جن کی مراد پوری طرح واضح اور بے غبار ہے، اور ایسی آیتیں بھی ہیں جن کی مراد انسان کے لئے واضح نہیں: ”مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخْرُ مُتَشَابِهَاتٌ“۔ (ال عمران: ۷) قرآن مجید میں متشابہ آیات دو طرح کی ہیں، ایک وہ کہ جن کا کوئی معنی ہی معلوم نہ ہو، جیسے بعض سورتوں کے شروع میں آنے والے حروف مقطعات الم، حم، وغیرہ، دوسرے وہ آیتیں جن کا لغوی معنی تو معلوم ہو لیکن اس کی کیفیت معلوم نہ ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کے اعضاء اور اعضاء کے افعال کا تذکرہ، بظاہر ان الفاظ، وجہ، ید، بصارت، سماعت، وغیرہ کے معنی معلوم ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے ان اعضاء اور افعال کی کیا کیفیت ہے؟ معلوم نہیں۔

متشابہ کا حکم یہ ہے کہ اس کے حق ہونے کا یقین رکھنا چاہئے، اور اس کی حقیقت اور کنہ تک پہنچنے کی کوشش بھی نہ کرنی چاہئے، کیونکہ یہ تجسس اکثر انسان کو صراط مستقیم سے منحرف کر کے رکھ دیتا ہے: ”والحکم فیہ اعتقاد الحقیۃ والتسلیم بترک الطلب“۔ (۲)

یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ متشابہ کی یہ تعریف تمام علماء اصول کے نزدیک متفق علیہ ہے، اس میں خاصا اختلاف رائے بھی موجود ہے، (۳) بعض حضرات نے متشابہہ کی تعریف میں زیادہ عموم برتا ہے، امام غزالیؒ کا خیال ہے کہ جہاں بھی احتمال جگہ پالے، وہ متشابہہ ہے، المتشابہہ ماتعارض فیہ الاحتمال، اس اعتبار سے مشترک الفاظ بھی من جملہ متشابہات کے قرار پاتے ہیں، (۴)

(۲) أصول السرخسی ۱۶۹/۱

(۳) المستصفی ۱۰۶/۱

(۶) الجامع لأحكام القرآن ۲۰۰/۳

(۱) أصول السرخسی ۱۶۹/۱

(۳) دیکھئے: إرشاد الفحول ۳۱/۱

(۵) الإحكام فی اصول الأحكام ۲۱۸/۱

(۷) أحكام القرآن للجصاص ۱۳۳/۲

اب اگر شرعاً اس چیز سے نفع اٹھانا بھی جائز ہو، تو ایسا مال متقوم کہلاتا ہے: ”والتقوم یثبت فیہا وبإباحة الانتفاع به شرعاً“، مثلاً گیہوں، یہ مال متقوم ہے، کیونکہ شرعاً اس کا کھانا، خریدنا، بیچنا حلال ہے، اور شراب مال ہے، لیکن متقوم نہیں کیونکہ شریعت نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ (۴)

متواتر (حدیث کی ایک اصطلاح)

ایسی خبر کو کہتے ہیں کو نقل کرنے والے اتنی کثیر تعداد میں ہوں کہ بہ ظاہر ان سب کا جھوٹ پر متفق ہو جانا ناقابل تصور ہو۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: حدیث)

مشقال

عربوں کے قدیم اوزان میں ایک ”مشقال“ ہے، اہل حجاز کے نزدیک ایک مشقال بیس قیراط کا ہوتا ہے، اور ایک قیراط پانچ جو کا، (۵) اس طرح ایک مشقال سو جو کے برابر ہوا، ان قدیم اوزان کو جدید اوزان کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے مفتی محمد شفیع صاحب نے بڑی سعی محمود فرمائی ہے، چنانچہ ان کی تحقیق کے مطابق ایک مشقال یا سو جو کا وزن ۴۴ ماشہ ۴ ررتی ہوتا ہے، (۶) آج کل کے مروجہ اوزان میں ۴/۴ گرام ۳۷/۳ ملی گرام یہ ہوتا ہے۔

مثله

”مثله“ (م پر پیش) کے معنی انسان یا جانور کے اعضاء تراش دینے کے ہیں، اگر حیوان کی طرف اس کی نسبت کی جائے تو اس کے کسی حصے کے کاٹنے کے ہونگے، اور انسان کی طرف نسبت کی جائے، تو ناک، کان، شرمگاہ یا کسی عضو کو کاٹ دینے کے ہیں، (۷) غرض مثله میں دو باتیں پائی جاتی ہیں: ایک تو نہایت

کی حد نہیں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بہتر متعہ خادم کا انتظام ہے، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم اور کافی تحائف بہ طور متعہ اپنی مطلقہ کو پیش فرمایا، خود قاضی شریح نے پانچ سو درہم (۱۶۹۶/گرام) متعہ کے طور پر دیا۔ (۱)

عام طور پر فقہاء نے متعہ کی حیثیت سے ایک جوڑے کپڑے کا ذکر کیا ہے، جو کرتا، اوڑھنی اور چادر پر مشتمل ہو، (۲) یہ متعہ کی کم سے کم مقدار ہے، خود امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ”ذالک ادناھا“ (۳) اسلام، بھلائی اور حسن سلوک کا دین ہے اور ہر مرحلہ پر حسن سلوک اور رواداری کا حکم دیتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کسی عورت کو نکاح میں رکھنا ہے تو بھلے ہی طریقے پر رکھو اور اگر اسے چھوڑنا ہی ہے، گو چھوڑنا اچھی بات نہیں تو بھلے طریقے پر چھوڑ دو، ”فَامَسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ“ (البقرہ ۲۲۹) متعہ کا منشا بھی اصل میں بھلے طریقے پر حسن سلوک کے ساتھ بیوی کو رخصت کرنا ہے، کہ جب ایک عورت مرد کی زندگی سے جدا ہو تو آخر اسے بہتر سلوک کے ساتھ رخصت کیا جائے، کہ یہ گذشتہ زندگی کی رفاقت کا تقاضا بھی ہے، اور اس سے توقع ہے کہ تلخیاں بھی کچھ نہ کچھ کم ہوں گی۔

(نکاح متعہ کے سلسلے میں ملاحظہ ہو: نکاح)

متقوم (شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت)

متقوم کے معنی قابل قیمت کے ہیں، جو چیز جمع کی جاتی ہو، کہ بوقت ضرورت کام آجائے اور طبیعت اس کی طرف رغبت رکھتی ہو، اس کو فقہ کی اصطلاح میں ”مال“ کہتے ہیں: ”المراد بالمال ما یمیل الیہ الطبع و یمکن ادخاره لوقت الحاجة“،

(۲) ہدایہ ۲/۳۲۵

(۳) دیکھئے: ردالمحتار ۳/۳

(۵) جواهر الفقہ ۱/۲۸

(۱) احکام القرآن للجصاص ۳/۲۰۱

(۳) الجامع لأحكام القرآن ۳/۲۰۱

(۶) فتح القدير ۲/۲۱۱

(۷) النہایة لابن اثیر ۳/۲۹۲

اصول مقرر کر دیا کہ زندہ جانور سے کاٹا ہوا عضو مردار کے حکم میں ہوگا، اور اس کا کھانا حرام ہوگا، (۵) اسلام سے پہلے قصاص لینے کا طریقہ یہ تھا کہ مقتول جس ایذا رسانی کیساتھ قتل کیا گیا ہو قاتل بھی اسی طرح قتل کیا جاتا تھا، اگر مقتول کے مختلف اعضاء کاٹ کاٹ کر پھر اسے قتل کیا گیا، یا اسے پتھر سے کچل کچل کر ہلاک کیا گیا تو یہی سزا قاتل کو بھی دی جاتی تھی، شریعت اسلامی میں بھی ابتدا میں یہی حکم تھا، لیکن بعد میں آپ ﷺ نے قصاص کے لئے یہ قاعدہ مقرر فرما دیا کہ مقتول کسی بھی انداز سے قتل کیا گیا ہو، قاتل کی گردن تلوار سے اڑادی جائے گی، لا قود الا بالسیف۔ (۶)

مثلی

فقہاء نے مال کی مختلف حیثیتوں سے تقسیم فرمائی ہے، ان ہی میں ایک تقسیم مثلی اور قیمی کی ہے، فقہاء کے یہاں اصول ہے کہ اگر کسی وجہ سے آدمی پر کسی چیز کا بدل واجب ہو جائے، تو اگر وہ مثلی شئی ہو تو اس کا مثل ادا کیا جاتا ہے، اور اگر مثلی نہ ہو قیمی ہو، تو اس کی قیمت ادا کرنی ہوتی ہے، گویا جس چیز کا مماثل دستیاب ہو وہ مثلی ہوگی، اور جس کے مماثل کا دستیاب ہونا دشوار ہو، وہ قیمی ہوگی۔

یہ تو ایک اصولی بات ہے، فقہاء نے اسی پس منظر میں مثلی کی تعریف کی ہے، اور مثلی اور قیمی میں خط امتیاز قائم کرنے کی کوشش کی ہے، مثلی کی حقیقت کیا ہے؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے یہاں جو صراحتیں ملتی ہیں، وہ اس طرح ہیں :

(۱) ”کل مقدر بکیل او وزن“ وہ اشیاء جن کی مقدار ناپ تول کے ذریعہ معلوم کی جائے، لیکن اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ جن کے اجزاء مختلف نہ ہوں، اور تانبے کے برتن جن کی مقدار تول کے ذریعہ ہی معلوم کی جاتی ہے، کو اس تعریف کی

شدید درجہ کی ایذا رسانی کہ کسی شخص کو زندہ رکھتے ہوئے، اس کے اعضاء کاٹ دیئے جائیں، دوسرے اس کو بدہیت بنا دینا اور صورت کا بگاڑ دینا ہے۔

اسلام امن و آشتی اور تہذیب و شائستگی کا مظہر ہے، اس نے کسی موقعہ پر بھی بے جا ایذا رسانی اور توہین انسانیت کی اجازت نہیں دی ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کا قتل جائز قرار پاتا ہو اور وہ سزاوار قتل ہو، تب بھی اس میں شائستگی کا دامن نہ چھوڑو اور اگر کسی جانور کو حلال طور پر ذبح کرو، تو ذبح بھی بہتر طریقہ پر کرو: ”إذا قتلتم فاحسنوا القتل و إذا ذبحتم فاحسنوا الذبح“۔ (۱)

چنانچہ آپ ﷺ نے قتل میں مثلہ سے منع فرمایا، حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ کسی فوج کو روانہ فرماتے تو انہیں جن باتوں کی نصیحت کرتے، ان میں ایک یہ بھی ہوتی کہ دشمنوں کا مثلہ نہ کرنا، (۲) حضرت عمران بن حصینؓ اور سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہمیں صدقہ پر ابھارتے تھے، اور مثلہ سے منع فرماتے تھے، (۳) اور یہ کچھ انسانوں ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھا، آپ ﷺ نے حیوانات کے ساتھ بھی ایسی شقاوت کو روا نہیں رکھا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جانور کا مثلہ کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے، (۴) آپ ﷺ نے اس سلسلے میں اصولی ہدایت ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ کچھ ایسے عملی قوانین مقرر فرمائے کہ ایسی ناشائستہ باتوں کا سدباب ہو سکے، اسلام سے پہلے لوگ اونٹ کے کوہان اور بعض دوسرے جانور کے اعضاء زندہ حالت میں کاٹ لیا کرتے تھے، اور اسے مزے لے کر کھاتے تھے، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا، اور یہ

(۱) ترمذی مع تحفة الاحوذی ۲/۳۱۰، باب ماجاء فی النهی عن المثلہ

(۲) بخاری مع الفتح ۹/۵۸۵، باب ماجاء من المثلہ الخ

(۳) دیکھئے: فتح الباری ۷/۵۲۳، باب قصة عكل وعرينة

(۴) ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۶۶۷-۲۶۶۸، أبواب الديات

(۵) ترمذی ۱/۲۷۳، باب ما قطع من الحي فهو ميتة

روسے مثلی ہونا چاہئے، مگر ایسا نہیں ہے۔

(۲) ناپ اور تول کے ذریعہ جس کی مقدار معلوم کی جاسکے، اور اس میں بیع سلم جائز ہو جائے ”ما حصر بکیل او وزن و جاز السلم فیہ“۔

(۳) ناپ تول کرفروخت کی جانے والی چیز، جس میں سلم اور خود اس شئی کی اپنی ہم جنس سے خرید و فروخت درست ہو ”کل مکیل و موزون جاز السلم فیہ و بیع بعضہ ببعضہ“۔

(۴) وہ شئی اگر دو شرکاء کے درمیان تقسیم کرنی ہو تو قیمت لگانے کی ضرورت نہ پڑے ”یقسم بین الشریکین من غیر تقویم“ لیکن یہ تعریف اس لئے صحیح نہیں ہے کہ ”زمین“ کو مثلی نہیں مانا گیا ہے، حالانکہ قیمت لگائے بغیر اس کو تقسیم کیا جاسکتا ہے، ”ونقض بالاراضی المتساویۃ“۔

(۵) جس میں ایک ہی نوع کے مختلف اجزاء میں قیمت کے اعتبار سے تفاوت نہ ہو، مالا یختلف اجزاء النوع الواحد منہ بالقیمۃ۔ (۱)

۶ - وہ اشیاء جن کی مقدار ناپ تول کر معلوم کی جاتی ہو، یا شمار کر کے معلوم کی جاتی ہو لیکن اس کے مختلف افراد میں قابل لحاظ تفاوت نہ ہو، ”کالمکیلات والموزونات والعددیات المتقاربه“ اس طرح ہاتھ اور گز سے ناپی جانے والی اشیاء اور ایسی شمار کی جانے والی اشیاء جن کے افراد میں باہم کافی تفاوت ہو، مثلی نہیں ہوگی، ”مما لا مثل له من المذروعات والمعدودات المتقاربه فعلیہ قیمتہ“۔ (۲)

(۷) جس کا مثل بازار میں قابل لحاظ تفاوت کے بغیر دستیاب ہو وہ مثلی ہے ورنہ قیمی، (۳) درحقیقت مثلی اور قیمی کی

تعریف میں حقیقی اختلاف نہیں، تعبیر و بیان کا اختلاف ہے، کسی شئی کے مختلف افراد میں مالیت کے اعتبار سے تفاوت نہ ہو، یا اتنا کم تفاوت ہو جس کو عام طور پر لوگ نظر انداز کر دیا کرتے ہیں، وہ ”مثلی“ ہے اور جس کے افراد میں قابل لحاظ تفاوت ہو وہ ”قیمی“ ہے، سرخسی نے ایک مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے: ”وہذا لان احاد ہذہ الاشیاء لا تتفاوت فی المالیۃ“۔ (۴)

قیمی کب مثلی کے حکم میں ہو جاتی ہے؟

تاہم بعض اوقات مثلی بھی قیمی کے حکم میں ہو جاتی ہے، جیسے کوئی مال ہے تو مثلی، لیکن اس میں عیب پیدا ہو گیا، یا کچھ دنوں زیر استعمال رہا، تو اب اس کا مثل واجب نہ ہوگا بلکہ اس کی قیمت واجب ہوگی۔ (۵)

مثلی اشیاء کے احکام

کسی مال کے مثلی ہونے کی وجہ سے اس پر جو احکام مرتب ہوں گے، ان میں سے چندا ہم یہ ہیں:

(۱) مثلی چیزیں بطور دین ذمہ میں ثابت ہو سکتی ہیں، قیمی چیزیں اس طرح ثابت نہیں ہو سکتیں، اس لئے مثلی اشیاء کا قرض لین دین جائز ہے، قیمی کا نہیں۔

(۲) اگر کوئی مثلی چیز ضائع ہو جائے تو بدل کے طور پر اس کا مثل واجب ہوگا نہ کہ اس کی قیمت، اور قیمی چیزوں میں قیمت واجب ہوگی۔

(۳) مثلی اشیاء کا شمار ربوی اموال یعنی ایسے اموال میں ہے جن میں سود کا تحقق ہوتا ہے، قیمی اموال میں سود کا تحقق نہیں ہوتا، مثلاً ایک کونفل گیہوں کے بدلے ڈیڑھ کونفل گیہوں کا لین دین

(۲) بدائع الصنائع ۱۵۰/۷

(۳) المبسوط ۵۱/۱۱

(۱) الاشباہ والنظائر للسیوطی ۵۷۶-۷۷، بیان المثلی والمتقوم

(۳) طحطاوی علی الدر ۱۰۲/۳

(۵) دیکھئے: المدخل الفقہی العام ۳۳۳-۳۳۲

ہو جس سے معلوم ہو کہ متکلم کا مقصود معنی مجازی ہے، ان تمام صورتوں میں لفظ سے اس کا معنی مجازی مراد لیا جائے گا، چاہے وہ عام ہو یا خاص۔

ایک ہی لفظ سے بہ یک وقت حقیقی اور مجازی دونوں معنی مراد نہیں لئے جاسکتے، جیسے ”قمر“ کے معنی حقیقی چاند اور معنی مجازی ”خوبصورت آدمی“ کے ہیں، اب قمر سے بہ یک وقت ان دونوں معنوں کو مراد لینا درست نہ ہوگا، البتہ اس سے ایک صورت مستثنیٰ ہے جس کو ”عموم مجاز“ کہتے ہیں، ”عموم مجاز“ یہ ہے کہ لفظ سے معنی مجازی ہی مراد لیا جائے مگر اس معنی مجازی میں اتنا عموم ہو کہ معنی حقیقی بھی اس میں داخل ہو جائے، جیسے کوئی شخص کہے کہ میں تمہارے گھر میں پاؤں نہیں رکھوں گا، اس کے معنی حقیقی بغیر چپل جوتے وغیرہ کے پاؤں رکھنا ہے، اور عموم مجاز یہ ہے کہ مطلق داخل ہونا مراد لیا جائے، چاہے ننگے پاؤں داخل ہو، یا چپل پہن کر۔ (۵)

محبوب

عربی زبان میں ”جب“ کے معنی کاٹنے کے آتے ہیں، اسی مناسبت سے جس مرد کا عضو تناسل جڑ سے کٹا ہوا ہو، اس کو ”محبوب“ کہتے ہیں، فقہاء نے اسی حکم میں اس مرد کو بھی رکھا ہے جس کا عضو تناسل بہت ہی چھوٹا گھنڈی اور بٹن وغیرہ کے مماثل ہو، (۶) اگر عورت اپنے شوہر کو محبوب پائے تو اسے حق ہے کہ قاضی کے یہاں فسخ نکاح کے لئے درخواست کرے، اور اگر قاضی کے نزدیک اس کا محبوب ہونا ثابت ہو جائے، تو فوراً اس کا نکاح فسخ کر دے، اور کوئی مہلت نہ دے، کیونکہ بہ ظاہر اس کا علاج ممکن نہیں، اس لئے اس کو مہلت دینا بے فائدہ ہے۔ (۷)

(۲) الاحکام فی اصول الاحکام ۵۳/۱

(۳) اصول السرخسی ۱۷۸/۱

(۶) ہندیہ ۵۲۵/۱

جائز نہیں ہوگا، اور اس کا شمار سود میں ہوگا، اس لئے کہ گیہوں مثلی چیزوں میں سے ہے، بخلاف اس کے ایک بکری کا تبادلہ دو بکری سے درست ہوگا، یہ سود نہیں ہوگا، کیونکہ یہ قیمتی چیز ہے۔ (۱)

مجاز (اصول فقہ کی اصطلاح)

مجاز ”جواز“ سے ماخوذ ہے، جواز کے معنی ایک جگہ سے گذر کر دوسری جگہ جانے اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف جانے کے ہیں، (۲) علماء اصول کی اصطلاح میں مجاز وہ لفظ ہے جو اپنے اصل وضعی معنی میں استعمال نہ ہو، بلکہ کسی اور معنی میں استعمال ہو، (۳) قرآن و حدیث میں بہت سے مجازی الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

مجاز کے حقیقی معنی اور استعمالی معنی کے درمیان کسی طرح کی مناسبت کا پایا جانا ضروری ہے، خواہ یہ مناسبت معنوی طور پر ہو، جیسے کسی بہادر شخص کو شیر اور کسی بیوقوف شخص کو گدھا کہنا، کہ ان دونوں کے درمیان بہادری اور بیوقوفی میں اشتراک پایا جاتا ہے، یا صورت مناسبت پائی جائے، جیسے قرآن مجید نے قضاء حاجت کو ”أَوْجَاءَ أَحَدٍ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ“ (المائدہ: ۶) تعبیر کیا ہے، ”غائط“ کے معنی نرم زمین کے ہیں، چونکہ قضاء حاجت کے لئے عام طور پر ایسی ہی زمین کا انتخاب کیا جاتا ہے، اس لئے قضاء حاجت کو ایسی زمین میں آنے سے تعبیر کر دیا گیا۔ (۴)

مجاز کا حکم

مجاز کا حکم یہ ہے کہ جہاں معنی حقیقی مراد لینا ممکن نہ ہو، یا متکلم خود کہتا ہو کہ اس نے معنی مجازی مراد لیا ہے یا کوئی قرینہ موجود

(۱) دیکھئے: المدخل الفقہی العام ۳۰۶۳-۱۳۶

(۳) اصول السرخسی ۱۷۰/۱

(۵) از: آسان اصول فقہ ۸۰-۷۹

(۷) ہدایہ ۳۲۷/۲، ط: کراچی، باب العین وغیرہ

صاحب زمین کو اس بات کا حق حاصل ہوگا، کہ وہ اس شخص سے کہے کہ پانی لے جانے کا ایسا راستہ بناؤ کہ ہماری کھیتی کو نقصان نہ پہنچے، اگر وہ راستہ متعدد لوگوں کے لئے پانی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، تو جب تک وہ سب رضامند نہ ہوں، اس راستہ کو بند کرنے کی گنجائش نہیں ہوگی۔ (۳)

مجلس (ایک فقہی اصطلاح)

مجلس کے معنی بیٹھنے کی جگہ کے ہیں۔

فقہاء نے مختلف مسائل میں مجلس کے ایک ہونے اور مجلس بدل جانے کا اعتبار کیا ہے، اگر ایک ہی مجلس میں ایک ہی آیت سجدہ کی بار بار تلاوت کی جائے، اور سنا جائے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، اسی طرح تمام معاملات میں اصول یہ ہے کہ ایجاب کے بعد مجلس کے اندر ہی دوسرے فریق کی طرف سے قبول کا پایا جانا ضروری ہے، اگر مجلس بدل جانے کے بعد دوسرے فریق نے قبول کیا تو اس کا اعتبار نہیں، اس لئے یہ اہم مسئلہ ہے کہ کب تک مجلس ایک سمجھی جائے گی اور کب مجلس بدل جائے گی؟

فقہاء کی صراحتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس دو صورتوں میں تبدیل ہوتی ہے، ایک: جگہ کی تبدیلی سے اور دوسرے: کام کی تبدیلی سے، جگہ کی تبدیلی سے مراد یہ ہے کہ اگر صحراء، راستہ یا کھلی ہوئی وسیع جگہ ہو تو تین قدم یا اس سے زیادہ چلے، درخت کی ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چلا جائے، اگر کمرہ میں ایک کونے سے دوسرے کونے یا مسجد میں خواہ بڑی ہو، ایک طرف سے دوسری طرف چلا جائے، تو اس سے مجلس تبدیل نہیں ہوگی۔

کبھی مجلس کام کی تبدیلی کی وجہ سے بھی تبدیل ہوتی ہے، یہ گویا حکماً تبدیلی ہے، عمل سے مجلس کی تبدیلی اس وقت ہوتی ہے،

محبوب کے نسخ نکاح کے سلسلہ میں تفصیلات اس طرح ہیں: ☆ اگر شوہر ابھی نابالغ ہو لیکن محبوب ہو، تو قاضی بلوغ کا انتظار کئے بغیر تفریق کر دے گا، البتہ اس نابالغ کی طرف سے اس کے باپ یا وصی اور ذمہ دار کو مقدمہ کا فریق بنائے گا،

☆ اگر شوہر محبوب ہونے سے انکار کرتا ہو تو قاضی کسی مرد کو اس کی تحقیق کے لئے مقرر کرے گا، اگر وہ کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگا کر ہی اس کے محبوب ہونے اور نہ ہونے کے سلسلہ میں تحقیق کو پہنچ جائے، تو اسی پر اکتفا کرے گا، ورنہ اس مقصد کے لئے مقام ستر بھی دیکھ سکتا ہے۔ (۱)

☆ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر عورت پہلے سے شوہر کے محبوب ہونے سے واقف رہی ہو، پھر بھی اس نے نکاح کیا ہو، یا نکاح کے بعد کم سے کم ایک دفعہ وہ بیوی سے صحبت کر چکا ہو، اس کے بعد محبوب ہوا ہو، تو ایسی صورت میں عورت کو تفریق کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں ہوگا، (۲) لیکن موجودہ حالات میں فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے ایسی عورتوں کو بھی مطالبہ تفریق کا حق حاصل ہوگا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: ”عنین“)

مجرى (پانی کے بہاؤ کی جگہ)

مجرى سے مراد پانی کے بہاؤ کی جگہ کے ہیں، فقہ کی اصطلاح میں ایک حق ”حق مجرى“ ہے، اگر درمیان کی زمینیں اس کی نہ ہوں کسی اور کی ہوں، جب بھی ان کی اراضی سے گزار کر اپنی زمین تک پانی لانے کا اسے حق ہے، اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ موجود ہے کہ ایک شخص نے اپنے پڑوسی کو اپنی زمین سے پانی گزارنے سے منع کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ پانی ضرور ہی گذریگا: ”لیمرن به ولو علی بطنک“، البتہ

(۲) حوالہ سابق

(۱) ملخص از: ہندیہ ۱/۲۵۸

(۳) الفقہ الإسلامی وأدلته ۶۰۵/۵-۶۰۴

ہوگئی تو اب مفسر ہوگئی۔

مجمل کا حکم یہ ہے کہ اس کے حق ہونے کا اعتقاد رکھنا واجب ہے، جب تک شارع کی جانب سے وضاحت نہ ہو جائے اس کے بارے میں توقف کیا جائے گا، اور جب تفسیر و وضاحت ہو جائے تو اس پر عمل کرنا واجب ہوگا۔ (۵)

مجنون (پاگل)

جنون سے ماخوذ ہے، پاگل کو کہتے ہیں، احکام، لفظ ”جنون“ کے تحت آچکے ہیں۔

مجوس

مجوس ایک مشرک قوم تھی، جو ایران کے علاقہ میں آباد تھی، اسلام کے غلبہ کے بعد وہاں سے تو مجوسی قریب قریب ختم ہو گئے لیکن ابھی بھی دنیا کے مختلف علاقہ اور خود ہندوستان میں بھی اس قوم کے افراد پائے جاتے ہیں، یہ لوگ خاص طور پر آگ کی پرستش کرتے ہیں۔

اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ ان کا شکار اور ذبیحہ حرام ہے، امام مالک اور بعض فقہاء کو چھوڑ کر اکثر اہل علم اس بات پر بھی متفق ہیں کہ مچھلی اور ٹڈی کا شکار مجوسیوں کا بھی جائز ہے، کیونکہ ان دونوں میں ذبح کی ضرورت نہیں۔ (۶)

البتہ ذبیحہ کے علاوہ مجوسیوں کے دوسرے کھانے جو نباتات کے قبیل سے ہوں، جن میں گوشت اور چربی نہ ڈالی جاتی ہو ان کا کھانا اور ایسی چیزوں کا تحفہ ان کی جانب سے قبول کرنا درست ہے، (۷) کیونکہ ممانعت ان کے کھانے کی نہیں بلکہ ان کے ذبیحہ اور شکار کی ہے، ہاں اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ یہ نجاست سے بچنے کا اہتمام

جب ایک عمل کی مجلس دوسرے عمل کی مجلس سے مختلف کہلاتی ہو، جیسے خرید و فروخت کی بات ہو رہی تھی کہ نکاح کا ایجاب و قبول کرنے لگا، یا لیٹ گیا، یا عورت دودھ پلانے یا کنگھا کرنے میں مشغول ہوگئی، تو کوئی شخص گو ان تمام کاموں کو ایک ہی جگہ بیٹھ کر کرے لیکن حکماً یہ الگ الگ مجلسیں تصور کی جائیں گی۔ (۱)

البتہ ایک فرق یہ ہے کہ معاملات کے ایجاب و قبول کی مجلس میں، ایجاب و قبول مکمل ہونے سے پہلے کسی فریق کا کھڑا ہو جانا مجلس کی تبدیلی سمجھی جائے گی، کیونکہ اس صورت میں ہر ایسا کام مجلس کی تبدیلی کا باعث مقصود ہوگا، جس سے اعراض اور گریز ظاہر ہوتا ہو، اور کھڑا ہونا بھی گریز کی علامت سمجھا جاتا ہے، بخلاف تلاوت کے، کہ سجدہ تلاوت میں اس کی وجہ سے مجلس تبدیل نہیں ہوگی۔ (۲)

مجمل (اصول فقہ کی ایک اصطلاح)

”مجمل“ سے ماخوذ ہے، (۳) جملہ کسی شئی کے متعدد افراد کے مجموعہ کو کہتے ہیں، ”الجملة جماعة الشئى“، (۴) اصول فقہ کی اصطلاح میں مجمل وہ لفظ ہے جس میں اس درجہ ابہام ہو کہ خود شارع یا اس کلام کے بولنے والے کی وضاحت کے بغیر دور نہ ہو سکے، جیسے ارشاد خداوندی ہے: ”اقیموا الصلوة“ (نماز قائم کرو) لیکن نماز کے ارکان کیا ہیں؟ نماز کے صحیح ہونے کے لئے کیا شرطیں ہیں؟ نماز کی کیفیت کیا ہونی چاہئے؟ اگر خود قرآن و حدیث کے ذریعہ اس کی وضاحت نہیں ہو جاتی، تو اس کا سمجھنا اور ان گتھیوں کو سلجھانا ممکن نہ تھا، لہذا یہ آیت اپنے نزول کے وقت مجمل تھی، جب دوسری نصوص کے ذریعہ اس کی وضاحت

(۱) دیکھئے: مراقی الفلاح وحاشیہ طحاوی ۷۰-۷۶

(۳) اصول السرخسی ۱۶۸/۱

(۵) اصول السرخسی ۱۶۸/۱

(۷) المغنی ۳۱۳/۹

(۲) ہدایہ مع الفتح ۲۴۲

(۴) القاموس المحيط ۱۲۶۶

(۶) المغنی ۳۱۳/۹

مجہول النسب

فقہاء کے یہاں نسب کے باب میں ”مجہول النسب“ شخص کے بارے میں اقرار کی بحث آتی ہے، ”مجہول النسب“ سے ایسا شخص مراد ہے، جس کا نسب کسی شخص سے معروف نہ ہو، اگر ایسے شخص کے بارے میں کوئی شخص نسب کا اقرار کرتا ہے، مثلاً کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے، تو اس شخص سے نسب ثابت ہونے کے لئے ضروری ہے کہ بظاہر اس کو اس عمر کی اولاد کا ہونا ممکن ہو، اس شخص کا نسب کسی اور سے معروف نہ ہو، اور خود اس کو بھی اس کا اقرار ہو، نیز یہ اقرار صرف اقرار کنندہ ہی کے حق میں معتبر ہوگا نہ کہ دوسروں کے حق میں، (۳) یعنی اس کے اقرار کی وجہ سے دوسرے لوگوں تک جو قرابت پہنچتی ہے جس کے حق میں اقرار کیا گیا ہے، وہ اُن دوسرے قرابت داروں سے میراث کا حق دار نہیں ہوگا۔

معاملہ میں عوض کا مجہول ہونا

خرید و فروخت کے لئے بھی ضروری ہے کہ فریقین جو معاوضہ ادا کریں، یعنی ”ثمن“ اور ”بیع“ ان کو پوری طرح متعین کر دیا جائے، بالخصوص بیع کے معلوم و متعین ہونے ہی پر خرید و فروخت کے صحیح ہونے کا انحصار ہے، اور یہ کچھ خرید و فروخت ہی کے معاملہ پر موقوف نہیں، تمام ہی معاملات میں عوض کا اس طرح متعین ہونا ضروری ہے کہ ابہام اور آئندہ نزاع پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو، اگر عقد میں عوض پوری طرح متعین نہ ہونے پائے تو اس کو بھی ”مجہول“ کہتے ہیں۔

حدیث کی اصطلاح میں

مجہول کی اصطلاح اصول حدیث میں بھی آتی ہے، عام

نہ کرتے ہوں گے، تو پھر اس سے احتیاط کرنا چاہئے، اگر یقینی طور پر اُن امور میں بے احتیاطی کا علم ہو تو بچنا واجب ہوگا، جیسا کہ ایسے مسائل میں فقہاء کا عام اصول ہے۔

ہاں، اگر خود اس مجوس نے اطلاع دی کہ اس نے پاکی کے اہتمام کے ساتھ کھانا پکایا ہے، تو اس کی بات پر اعتماد کر لینے کی گنجائش ہے، اسی لئے فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کسی مجوسی کو گوشت خریدنے کے لئے بھیجا، اور اُس نے آکر بتایا کہ یہ گوشت مسلمان یا یہودی یا عیسائی کے پاس سے خرید کیا گیا ہے، تو اس کا قول معتبر ہوگا اور مسلمان کے لئے اس کا کھانا درست ہوگا۔ (۱)

مجوسی اور اسی طرح کے دوسرے مشرکین کے برتن بھی پکوان اور کھانے کے لئے استعمال کئے جاسکتے ہیں، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے تھے، اور مشرکین کے برتن ہمیں ہاتھ آتے تھے، تو اس پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی جاتی تھی، (۲) البتہ اگر یہ شبہ ہو کہ وہ ان ہی برتنوں میں خنزیر پکاتے اور شراب پیتے رہے ہوں گے تو پھر اس سے احتیاط مناسب ہے، اور اگر اُن برتنوں کے استعمال سے چارہ نہ ہو تو اُسے دھو کر استعمال کرنا چاہئے۔ (۳)

مجوسی عورتوں سے مسلمان مردوں کے لئے نکاح جائز نہیں کیونکہ وہ اہل کتاب میں داخل نہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: اہل کتاب)

مجہول

جہل کے معنی ناواقف ہونے کے ہیں، لغت میں مجہول کے معنی اس شخص یا شئی کے ہیں، جس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ وہ نون ہے اور کیا ہے؟

(۲) ابو داؤد ۵۳۶۲، باب فی استعمال اُنیۃ اہل الکتاب

(۳) بدائع الصنائع ۲۸۷/۷

(۱) ہندیہ ۳۰۹/۵

(۳) ابو داؤد ۵۳۶۲، باب فی استعمال اُنیۃ اہل الکتاب

مختلف اقوال ہیں، دو قول زیادہ مشہور ہے، ایک ابو عبیدہ کا کہ کھیت میں لگے ہوئے غلہ کو اسی جنس کے کٹے ہوئے غلہ سے فروخت کیا جائے، دوسرے زمین کی پیداوار کی ایک متعین مقدار پر زمین بٹائی کے لئے دی جائے، (۴) مثلاً یوں کہا جائے کہ زمین میں پیدا ہونے والے گیہوں میں سے ایک کو نفل مالک زمین کا ہوگا، یہ دونوں ہی صورتیں فقہاء کے یہاں جائز نہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے: مزارعہ)

مختصر (قریب بہ مرگ شخص)

احتضار کے معنی قریب بہ مرگ ہونے کے ہیں، اسی سے ”مختصر“ ہے، جس کے معنی قریب بہ مرگ شخص کے ہیں۔

قریب بہ مرگ ہونے کی علامت یہ ہے کہ پاؤں ڈھیلے پڑ جائیں، کھڑے نہ ہو سکیں، ناک ٹیڑھی ہو جائے، کپٹیاں پچک جائیں، ایسی صورت میں مسنون ہے کہ اس شخص کو دائیں کروٹ پر قبلہ رخ لٹا دیا جائے، بشرطیکہ اس میں مشقت نہ ہو، اگر مشقت اور مریض کو تکلیف ہو تو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے کہ اگر مریض کو چت لٹائے کہ جس حالت میں پاؤں بھی قبلہ کی طرف ہو، تو سر کو کسی قدر اونچا رکھے، تاکہ چہرہ کا رخ قبلہ کی طرف ہو، اس وقت مریض کو کلمہ شہادتین کی تلقین کرنی چاہئے۔ (تلقین کے احکام و آداب خود اس لفظ کے تحت دیکھے جاسکتے ہیں)۔

یہ بات بھی بہتر ہے کہ اس وقت نیک و صالح لوگ موجود رہیں، اس موقع پر سورہ یٰسین کا پڑھنا بھی مستحب ہے، ایسے شخص کے پاس خوشبو کا استعمال بھی مناسب ہے، ناپاک مرد یا عورت کی اس وقت موجودگی میں کوئی قباحت نہیں۔ (۵)

طور پر مجہول سے ایسا راوی مراد لیا جاتا ہے، کہ جس کے بارے میں ثقہ یا غیر ثقہ ہونا معلوم نہ ہو، (۱) جیسے ہانی بن قیس کوفی، ایسے راوی کو ”مستور“ بھی کہتے ہیں۔

بعض اہل علم نے مجہول کی تین قسمیں کی ہیں، اول: مجہول لعین، یہ ایسے راوی کو کہتے ہیں، جس سے صرف ایک راوی نے روایت کیا ہو جیسے جبار طائی، کہ ان سے صرف ابو اسحاق سبعمی نے روایت کیا ہے، یا جری بن کلیب سدوسی بصری، کہ ان سے صرف قتادہ نے روایت کی ہے، اکثر اہل علم کے نزدیک ایسے شخص کی روایت قابل قبول نہیں، بلکہ ابن کثیر نے تو اس پر اتفاق نقل کیا ہے، لیکن یہ دعویٰ اتفاق بھی صحیح نہیں، امام نووی نے بہت سے محققین کے نزدیک ایسے راوی کی روایت کو مقبول قرار دیا ہے، اسی سے قریب تر رائے مشہور محدثین ابن خزیمہ اور ابن حبان کی ہے۔

دوسرا وہ شخص کہ ظاہری حال کے اعتبار سے بھی اس کا عادل ہونا معلوم نہیں اور باطنی احوال کے اعتبار سے بھی، جمہور اہل علم کے نزدیک ایسے شخص کی روایت بھی قبول نہیں کی جائے گی تیسرے وہ جو بظاہر تو عادل محسوس ہوتا ہو لیکن اس کے اندرونی اور باطنی احوال معلوم نہ ہوں، اس سلسلے میں محدثین کے درمیان اختلاف ہے، اور غالباً زیادہ صحیح یہی ہے کہ ایسے راوی کی روایت مقبول ہے۔ (۲)

محاقلہ (بٹائی کی ایک ناجائز صورت)

حدیث میں محاقلہ سے منع کیا گیا ہے۔ (۳)
محاقلہ ”حقل“ سے ماخوذ ہے اور حقل کے معنی کھیتی کے ہیں، محاقلہ سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں شارحین حدیث کے

(۱) نزہة النظر ۴۴

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے: علامہ عراقی کی ”الفیۃ الحدیث“ اور اس پر سخاوی کی شرح ”فتح المغیث“ ۵۲۲-۴۳

(۳) بخاری مع الفتح ۴۲۲/۴، باب بیع المخابرة

(۴) فتح الباری ۴۲۲/۴

(۵) ملخص از: کبیری ۵۳۳، فصل فی الجنائز، ہندیہ ۱۵۷/۱

محراب

محراب کی جمع ”مخاریب“ ہے، قرآن مجید میں بھی یہ لفظ وارد ہوا ہے، (ال عمران : ۳۷، سبأ : ۱۳) مسجد کی سمت قبلہ میں امام کے کھڑے ہونے کے لئے جو مخصوص جگہ بنائی جاتی ہے، اس کو ”محراب“ کہتے ہیں، چونکہ امام کا ایسی جگہ کھڑا ہونا بہتر ہے، جو صف کے وسط میں پڑتی ہو، اس لئے محراب صف کے بیچوں، بیچ بنائی جاتی ہے، کہ اگر امام وہاں کھڑا ہو، تو دونوں طرف صفیں برابر رہیں، اس کی رعایت کرنی چاہئے، اور محراب بالکل بیچ میں بنانی چاہئے تاکہ امام کی جائے قیام وسط سے ہٹی ہوئی نہ ہو، درمیان سے ہٹ کر امام کا دائیں بائیں کھڑا ہونا سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے کراہت سے خالی نہیں: ”فإن وقف فی میمنة الوسط اوفی میسرته فقد اساء لمخالفة السنة“۔ (۱)

یہ بات بھی مکروہ ہے کہ امام تنہا محراب کے اندر چلا جائے، یا تو امام کو محراب سے کسی قدر باہر کھڑا ہونا چاہیے، اس کا سجدہ محراب کے اندر ہو تو کچھ حرج نہیں یا امام کے ساتھ مقتدیوں کی ایک صف بھی محراب کے اندر ہونی چاہئے۔ (۲)

محراب سے ایک مسئلہ مسجد میں دوسری جماعت کا بھی متعلق ہے، اور وہ اس طرح کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلی جماعت کی ہیئت کو بدل کر دوسری جماعت کرنا جائز ہے، اور ہیئت بدلنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر پہلی جماعت محراب کے پاس ہوئی ہو تو دوسری جماعت محراب کی جگہ سے ہٹ کر بغیر اذان و اقامت کے کر لی جائے، یہ درست ہے۔ (۳)

مہذب

منی سے مکہ جاتے ہوئے ایک وادی پڑتی ہے جس کا نام

”مُحَصَّب“ ہے، رسول اللہ ﷺ نے منی سے مکہ جاتے ہوئے اس مقام پر توقف فرمایا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ وادی محصب میں اتر آ کر تے تھے، (۴) اسی لئے اکثر فقہاء اور خود حنفیہ کے نزدیک اس مقام پر منی سے مکہ کو جاتے ہوئے توقف کرنا مستحب ہے، (۵) البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور بعض دیگر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ حضور ﷺ کا یہ فعل محض سہولت کے لئے تھا، نہ کہ شرعی نقطہ نظر سے استحباب کو بتانے کے لئے، مگر ظاہر ہے کہ جمہور کی رائے قوی ہے، کیونکہ حضور ﷺ کا فعل قابل اتباع اور لائق پیروی ہے، خواہ وہ طبعی اسباب کے تحت کیوں نہ ہو، چونکہ یہ نشیبی پتھر یلا علاقہ ہے، اس لئے اس کو ”وادی البطح“ بھی کہتے ہیں، آج کل مکہ اور منی دونوں شہر مل گئے ہیں، اس لئے اس علاقہ کا پتہ نہیں چلتا البتہ کہا جاتا ہے کہ ”مسجد اجابہ“ کے نام سے منی اور مکہ کے درمیان جو مسجد آج کل ملتی ہے وہی وادی محصب کا علاقہ ہے۔

(ممنوع)



شریعت میں بہ تاکید جس چیز کے نہ کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہو، اس کو ”مختور“ کہتے ہیں، چنانچہ فقہاء ”مختور“ کو حرام کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، اور حرام کی بحث حکم کے تحت آچکی ہے۔

(أصول فقہ کی ایک اصطلاح)



محکم وہ ہے جو نہایت درجہ واضح ہو اور اس میں نسخ کا کوئی احتمال بھی نہ ہو، (۶) جیسے: ”إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ“ (التوبہ : ۱۱۵) یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات

(۲) حوالہ سابق ۱۰۸/۱

(۴) ترمذی، حدیث نمبر ۱۹۲۱

(۶) أصول السرخسی ۱۶۵/۱

(۱) ہندیہ ۸۹/۱

(۳) رد المحتار ۲۸۹/۲، ط: مکتبہ زکریا، دیوبند

(۵) عمدة القاری ۱۰۰/۱۰، معارف السنن ۵۳۸/۶، وما بعد

اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ واللہ اعلم

مخبرہ

مخبرہ سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ (۳)

پیداوار کے کچھ حصے پر بٹائی داری کے معاملہ کو مزارعت بھی کہتے ہیں، اور مخبرہ بھی، امام ابوحنیفہؒ اسی حدیث سے بٹائی داری کے ناجائز ہونے پر استدلال کرتے ہیں، جمہور کے نزدیک زمین کی بٹائی جائز ہے، اور حنفیہ کے نزدیک بھی اسی پر فتویٰ ہے، اسی لئے جمہور نے مزارعت اور مخبرہ میں فرق کیا ہے، نوویؒ نے اس فرق کو اس طرح بیان کیا ہے کہ مزارعت میں بیج مالک زمین کی طرف سے ہوتی ہے، اور مخبرہ میں عامل یعنی کاشتکار کی طرف سے، (۴) نوویؒ کی اس تشریح کے مطابق مخبرہ کی ممانعت پر جمہور اور حنفیہ کے درمیان کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔

اب سوال یہ ہے کہ عربی زبان میں ”مخبرہ“ کا مادہ اشتقاق کیا ہے؟ اس سلسلے میں اہل لغت نے مختلف باتیں لکھی ہیں، بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس کا ماخذ ”خبرۃ“ (”خ“ پر پیش) ہے جس کے معنی ”حصہ“ کے آتے ہیں، چونکہ پیداوار کا ایک حصہ کاشتکار کا اور ایک حصہ مالک کا ہوتا ہے، اس لئے اس کو ”مخبرہ“ کہتے ہیں، بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ ”خبر“ (”خ“ پر زبر) سے ماخوذ ہے، جس کے معنی نرم زمین کے ہیں، ایک رائے یہ بھی ہے کہ مخبرہ کی اصل ”خبر“ ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے اہل خیبر ہی سے پہلی دفعہ اس طرح کا معاملہ طے فرمایا تھا، (۵) یہ آخری قول ابن عربی سے منقول ہے۔ (۶)

(مزید وضاحت کے لئے دیکھئے: مزارعت)

سے متعلق آیات، اور وہ احکام جن کے ابدی اور دوامی ہونے کی صراحت موجود ہے، محکم ہیں۔

محکم کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے، مفسر و محکم میں تعارض ہو، تو محکم کو ترجیح دی جاتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَاشْهَدُوا ذَوَىٰ عَدْلٍ مِّنْكُمْ“ (الطلاق : ۲) یعنی ”اپنے میں سے دو معتبر افراد کو گواہ بناؤ“۔

یہ مفسر ہے، اس کا تقاضا ہے کہ ”محدود فی القذف“ (تہمت کے سزایافتہ) کی گواہی بھی توبہ کے بعد معتبر ہو، کیونکہ توبہ سے انسان فسق کے دائرہ سے نکل آتا ہے، لیکن ایک اور آیت میں ”محدود فی القذف“ کے بارے میں ہے کہ: ”وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا“ (النور : ۴) ”ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو“ یہ محکم ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدود فی القذف کی گواہی توبہ کے بعد بھی معتبر نہ ہو، چنانچہ اسی کو ترجیح ہے کہ ”محدود فی القذف“ (تہمت تراشی کے سزایافتہ) کی گواہی معتبر نہیں۔

محکم کی یہ وہ تعریف ہے، جسے عام طور پر فقہاء حنفیہ نے اختیار کیا ہے، ویسے اس اصطلاح کی تعبیر میں علماء اصول کے یہاں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے، علامہ شوکانیؒ نے اس کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کیا ہے، (۱) امام غزالیؒ نے بھی محکم کی تعریف میں زیادہ عموم برتا ہے، غزالیؒ نے متشابہہ کے مقابل محکم کی تعریف یوں کی ہے کہ جس کا معنی واضح ہو، اور اس میں اشکال و احتمال کی گنجائش نہ ہو: ”المكشوف المعنى الذى لا يتطرق اليه اشكال و احتمال“، (۲) بہر حال یہ محض تعبیر کا اختلاف ہے، ورنہ سرحی نے محکم کی جو تعریف کی ہے اور اس کے مطابق جو حکم بتایا ہے، غالباً

(۱) دیکھئے: إرشاد الفحول ۳۲/۱

(۲) مسلم عن جابر بن عبد اللہ ۱۰۶۲

(۵) النہایۃ لابن اثیر ۷۲

(۲) المستصفیٰ ۱۰۶/۱

(۳) شرح مسلم ۱۰۶۲

(۶) شرح نووی علی مسلم ۱۰۶۲

ساتھ نہ ملی ہوں، اور لاحق وہ ہے جو ابتداء میں تو امام کے ساتھ شامل رہا لیکن بعد میں اس کی کوئی رکعت فوت ہو جائے۔

مدرک کے لئے اقتداء کے خصوصی احکام نہیں، مسبوق اور لاحق سے متعلق کچھ خصوصی احکام ہیں، جن کو ان ہی الفاظ کے ذیل میں دیکھا جاسکتا ہے۔

مدینہ

مدینہ کے معنی شہر کے ہیں، مدینہ سے مراد وہ مبارک اور مقدس شہر ہے جس کو رسول اللہ ﷺ کے مقام ہجرت ہونے کا شرف حاصل ہے، جو تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے محبت و احترام کا قبلہ ہے، اور جس کا ذرہ ذرہ ہر مسلمان کی چشم عقیدت کا سرمہ ہے، ”بارک اللہ فیہا وزاد فی شرفہا“۔

سب سے افضل شہر

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دنیا کا سب سے مقدس اور افضل ترین شہر ہے، پھر ان دونوں شہروں میں مدینہ منورہ کی سرزمین کا وہ پاک حصہ جو رسول اللہ ﷺ کے جسد اقدس اور اعضاء مبارکہ سے مس کر رہا ہے، وہ پورے روئے ارض میں افضل ترین حصہ ہے، قاضی عیاض نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ یہ حصہ کعبہ مکرمہ سے بھی افضل ہے، (۴) اس جگہ کو چھوڑ کر ان دونوں مقدس شہروں میں کون افضل ہے؟ اس بابت اہل علم کی رائیں مختلف ہیں، امام مالکؒ کے نزدیک مدینہ کو فضیلت حاصل ہے، اس لئے کہ یہی حضور ﷺ کا دارالہجرت ہے، یہیں صحابہ مقیم ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے مدینہ کی فضیلت اور مدینہ کے لئے دعائیں بکثرت منقول ہیں، حنفیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مکہ افضل ہے، (۵) کیونکہ آپ ﷺ نے مکہ سے نکلتے ہوئے فرمایا: تو روئے ارض کا بہترین حصہ ہے،

(۲) جواهر الفقہ ۱/۲۶۸

(۳) ردالمحتار ۲/۲۵۷

(غلام کی ایک صورت)

مُدَبَّر

جس غلام کے بارے میں اس کا مالک کہہ دے کہ وہ اس کے مرنے کے بعد آزاد ہے، اس غلام کو ”مدبّر“ کہتے ہیں، غلام کے بارے میں ”عبد“ اور ”رق“ وغیرہ الفاظ کے ذیل میں ضروری احکام آچکے ہیں۔

(ایک پیمانہ)

مُدَّ

”مُدَّ“ ایک قدیم پیمانہ ہے، احادیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مد سے وضوء اور ایک صاع سے غسل فرمایا کرتے تھے، اس سلسلہ میں اس بات میں تو تمام فقہاء متفق ہیں کہ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ خود مد کی مقدار کیا ہے؟ حنفیہ کے نزدیک ایک مد دو رطل اور ایک صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے، فقہاء حجاز کی رائے ہے کہ ایک مد ایک اور تہائی رطل (۱-۱۳) کا اور صاع پانچ اور تہائی رطل (۵-۱۳) کا ہوتا ہے۔ (۱)

ظاہر ہے کہ موجودہ دور میں ان پیمانوں کا وجود تو کجا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا، اس لئے علماء و ارباب افتاء نے موجودہ اوزان میں اُسے منتقل کرنے کی کوشش ہے، چنانچہ مفتی محمد شفیع کی رائے ہے کہ مد ۶۸ تولہ ۳ ماشہ کے برابر ہے، (۲) اور ایک تولہ ۱۲ گرام کے برابر ہے، اس سے موجودہ اوزان میں مد کے وزن کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(شروع سے شریک نماز)

مُدْرِك

مدرک اس مقتدی کو کہتے ہیں جس کی کوئی رکعت امام کے ساتھ فوت نہ ہوئی ہو، (۳) اس کے مقابلہ میں مسبوق اور لاحق ہے، مسبوق وہ مقتدی ہے، جسے ابتدائی رکعت یا رکعتیں امام کے

(۱) دیکھئے: المغنی ۱/۲۹۴

(۲) کبیری ۳۴۰

(۳) ردالمحتار ۲/۲۵۶

”انک لخیر ارض اللہ“، اور اللہ کی زمین میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، واحب بقعة فی الارض الی اللہ، اگر مجھے یہاں سے نکالنا گیا ہوتا تو میں نہیں نکلتا۔ (۱)

”عائر“ کہلاتا ہے، اور دوسرا ”ثور“، جو اُحد کے شمالی جانب چھوٹا سا پہاڑ واقع ہے، ایک برید یعنی طول و عرض دونوں میں بارہ بارہ میل حرم مدنی کا رقبہ ہوتا ہے۔ (۹)

مدینہ منورہ کا نام

اسلام سے پہلے مدینہ کو ”یَثْرِب“ کہا جاتا تھا، ”یَثْرِب“ کے معنی ایک شخص کا نام تھا، جس کی طرف یہ شہر منسوب تھا، (۲) آپ ﷺ نے اس کا نام طیبہ رکھا، (۳) جس کے معنی پاکیزہ کے ہیں، چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مدینہ کو یثرب کہے اُسے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا خواستگار ہونا چاہئے، یہ ”طابہ“ ہے ”طابہ“ (۴) یوں مدینہ منورہ کے متعدد نام ہیں، اور اہل علم نے پچانوے (۹۵) نام ذکر کئے ہیں۔ (۵)

مدینہ کی حدود

مدینہ کی حدود خود آپ ﷺ نے متعین فرمائی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا تھا، اور میں مدینہ کو حرام قرار دیتا ہوں، جو در سنگلاخ، سیاہ، پتھر لیے علاقوں کے درمیان ہے، ما بین لابتیہا۔ (۶) بعض روایات میں ہے کہ میں دو پہاڑ کے درمیانی حصے کو حرام قرار دیتا ہوں، (۷) ان روایتوں میں کوئی تضاد نہیں، کیونکہ مدینہ کو مشرق اور مغرب کی سمت سے پتھر ملی زمینوں نے اور شمال و جنوب کی طرف سے پہاڑوں نے احاطہ میں لیا ہوا ہے، (۸) ان دو پہاڑوں میں سے ایک ”عیر“ یا

کیا مدینہ حرم ہے؟

حدیثوں میں یہ بات بکثرت آئی ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ کو حرم قرار دیا، اس کے درخت کو اکھاڑنے اور یہاں کے جانوروں کے شکار کرنے سے منع فرمایا، (۱۰) چنانچہ مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مدینہ بھی اسی طرح حرم ہے، جس طرح مکہ، یہاں تک کہ خود روپودوں کو کاٹنا اور جانوروں کا شکار کرنا جائز نہیں، (۱۱) حنفیہ کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ وہ مدینہ کو حرام نہیں مانتے، لیکن ایسی صحیح اور صریح روایات کی موجودگی میں اس سے انکار سمجھ میں نہیں آتا، خیال ہوتا ہے کہ حنفیہ مدینہ کے حرم ہونے کے منکر نہیں، بلکہ حرم مکی اور حرم مدنی میں یکسانیت کے احکام میں قائل نہیں ہیں، اسی لئے مدینہ میں شکار کرنا اور خورد و درخت کو کاٹنا حنفیہ کے یہاں بھی مکروہ ہے، (۱۲) اگر حنفیہ کے نزدیک مدینہ حرم نہیں ہوتا تو اس کراہت کی کوئی وجہ نہیں تھی، دوسرے فقہاء مالکیہ، شوافع اور حنابلہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مدینہ کے شکار پر ”جزاء“ واجب نہیں، (۱۳) اب گویا حنفیہ اور دوسرے فقہاء مدینہ کی حرمت پر متفق ہیں، اور اس بات پر بھی متفق ہیں کہ حرم مکی اور حرم مدنی کے احکام یکساں نہیں، البتہ ممنوعات حرم کا ارتکاب حنفیہ کے یہاں مکروہ اور دوسرے فقہاء کے یہاں حرام ہے، حنفیہ کے پیش نظر اس سلسلے میں

(۲) دیکھئے: القاموس المحيط ۸۰/۱، مادہ: ثرب

(۳) مجمع الزوائد ۳۰۰/۳، قال الہیثمی رواہ احمد و ابو یعلی و رجالہ ثقات

(۶) مسلم ۴۴۰/۱، باب فضل المدینة

(۸) شرح نووی علی مسلم ۴۴۲/۱

(۱۰) مسلم ۴۴۰/۱، باب فضل المدینة

(۱۲) دیکھئے: مرقاة المفاتیح

(۱) کنز العمال ۱۷/۸۲

(۳) دیکھئے: مجمع الزوائد ۳۰۰/۳

(۵) علی حافظ کی ابواب تاریخ المدینة المنورة

(۷) مسلم ۴۴۱/۱

(۹) الفقه الإسلامی وأدلته ۳۳۳/۳

(۱۱) شرح نووی علی مسلم ۴۴۰/۱

(۱۳) الفقه الإسلامی وأدلته ۳۳۵/۳

اس حصہ کے لئے مخصوص ہے جسے آپ ﷺ نے تعمیر فرمایا تھا۔ (۷)

مدینہ کے کچھ مبارک مقامات

اسی مسجد میں آپ ﷺ کے منبر اقدس اور حجرہ مبارکہ کا درمیانی حصہ ہے، جسے آپ ﷺ نے جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ”روضۃ من ریاض الجنۃ“ قرار دیا ہے، (۸) مدینہ ہی میں اُحد کا پہاڑ واقع ہے، جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے، اور ہم اس سے، (۹) مدینہ ہی کے قریب قبا ہے، جہاں سے پہلے آپ ﷺ نے مسجد کی بنیاد رکھی، اور خود قرآن نے شہادت دی ہے کہ اس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، (التوبہ: ۱۰۸) آپ ﷺ کبھی پیدل اور کبھی سواری پر یہاں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص طور پر ہفتہ کے دن جانے کا معمول تھا، (۱۰) مسجد نبوی سے قریب ہی جنت البقیع کا قبرستان واقع ہے، جس میں ہزاروں صحابہ کرام، آسودہ خواب ہیں، صدق و صفا کی اس بستی کی زیارت بھی مستحب ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا بعض اوقات اس مبارک قبرستان میں تشریف لا کر دعاء کرنا ثابت ہے، (۱۱) غرض مدینہ کے چپہ چپہ پر جان نثاری، قربانی اور وفاداری و فداکاری کا نقش ثبت ہے، اور شہر کا ایک ایک ذرہ دامن دل کو کھینچتا اور نگاہ محبت کو اپنی جانب متوجہ کرتا ہے، اس لئے قدم قدم پر اس کے احترام کا لحاظ اور اس سے محبت و تعلق کا لحاظ ضروری ہے، وباللہ التوفیق۔

(قبر شریف کی زیارت اور آداب زیارت کا ذکر، لفظ ”احمد“ ﷺ کے تحت آچکا ہے)۔

وہ حدیث ہے کہ حضرت ابو عمیر رضی اللہ عنہما ایک پرندہ سے کھیل رہے تھے، جو مر گیا تھا، آپ ﷺ نے مزاحاً اُن سے فرمایا: ”یا ابا عمیر مافعل النغیر“، (۱) اگر حرم مدینہ کا شکار بھی حرم مکہ کی طرح حرام ہو جاتا تو آپ ﷺ نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہما کو اس پرندہ کے پکڑنے سے منع فرمایا ہوتا، نہ کہ ان کی دلداری کی ہوتی۔

مدینہ میں قیام کی فضیلت

جو لوگ مدینہ میں اس کی حیثیت اور مقام کا احترام باقی رکھتے ہوئے قیام پذیر ہو سکیں، اُن کے لئے مدینہ میں قیام کرنا بہتر ہے، اور مکہ میں قیام سے بھی افضل ہے، (۲) آپ ﷺ نے فرمایا: جو مدینہ کی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے وہاں قیام کرے گا اور وہیں اس کی موت واقع ہوگی میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہ اور شفیع بنوں گا، (۳) مدینہ ہی میں مسجد نبوی واقع ہے، اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد حرام کے سوا دوسری تمام مسجدوں میں ایک ہزار نماز سے بڑھ کر اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنا ہے، (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں، اور ان میں سے کوئی نماز اس سے فوت نہیں ہوئی، تو اس کے لئے جہنم کے عذاب سے اور نفاق سے براءت لکھی جائے گی۔ (۵)

مسجد نبوی کے حکم میں مسجد کا توسیع شدہ حصہ بھی ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اگر اس مسجد میں مدینہ کے قبرستان تک بھی توسیع کر دی جائے تو وہ مسجد نبوی ہی ہوگی۔ ”لو زدنا فیہ حتی بلغ الجبان لکان مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“، (۶) البتہ امام نووی کا خیال ہے کہ یہ فضیلت

(۱) ابن ماجہ، حدیث نمبر ۳۷۶۵

(۲) مجمع الزوائد ۳۰۰۶۳، قال الہیثمی رجالہ ثقات

(۳) مجمع الزوائد ۸۶۳، بحوالہ مسند احمد و طبرانی وقال الہیثمی رجالہ ثقات

(۴) شرح نووی علی مسلم ۲۳۷۱

(۵) حوالہ سابق

(۶) دیکھئے: ترمذی ۱۵۶۶۲، ط: دیوبند

(۲) در مختار ورد المختار ۲۵۷/۲

(۳) مسلم عن ابی ہریرۃ ۴۳۶۱

(۶) الفقہ الإسلامی وأدلته ۳۳۳/۳

(۸) مسلم ۴۳۶۱

(۱۰) مسلم ۴۳۸۱

مذی

مذی سے مراد وہ سفیدی مائل رقیق مادہ ہے جو شہوت اور ہیجان کے وقت مرد کے عضو تناسل سے خارج ہوتا ہے، اسی کیفیت کے ساتھ عورت کے جسم سے جو مادہ خارج ہوتا ہے، اس کو ”مذی“ کہتے ہیں، (۱) اس کے نکلنے کی وجہ سے وضوء واجب ہوتا ہے، چنانچہ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ میں نے آپؐ سے اس بابت سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ مذی سے وضوء اور منی سے غسل واجب ہے، (۲) مذی اور ہر وہ چیز جس سے وضوء یا غسل ٹوٹ جاتا ہے، نجاست غلیظہ ہے، (۳) اس کے ناپاک ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے، (۴) اس کے پاک کرنے کے سلسلے میں وہی اصول ہیں جو دوسری آن دیکھی غلیظہ نجاست (نجاست غلیظہ غیر مرئیہ) کا حکم ہے، یعنی حنفیہ کے نزدیک اس کے پاک ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اسے تین بار دھویا جائے، (۵) چنانچہ حضرت سہل بن حنیفؓ سے مروی ہے کہ میں نے کپڑے میں لگ جانے والی مذی کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ کافی ہے کہ ایک چلو پانی لے کر اس سے کپڑے پر چھینٹا مارو، (۶) حدیث میں ”نزع“ کا لفظ آیا ہے، اور نزع کے معنی پانی بہانے اور دھونے کے بھی آتے ہیں، بعض روایات میں ”غسل“ یعنی دھونے کا حکم ہے، (۷) امام احمدؒ کے ایک قول کے مطابق مذی سے صرف وضوء واجب ہوتا ہے، استنجاء یا اس مقام کو دھونا جہاں نجاست لگی ہے، محض مستحب ہے۔ (۸)

مرآة

(عورت) احکام کے لئے دیکھئے: نساء۔

مراہجہ (نفع کے ساتھ فروخت)

مراہجہ کا مادہ رنج ہے، رنج کے معنی فائدہ کے ہیں، اس طرح مراہجہ کے معنی ایک کا دوسرے کو نفع پہنچانا ہے، شریعت میں خرید و فروخت کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی چیز کو پہلی قیمت کا لحاظ کئے بغیر فروخت کیا جائے، اس کو ”مساومہ“ کہتے ہیں، دوسری صورت یہ ہے کہ کسی شئی کو فروخت کرتے وقت پہلی قیمت کو ملحوظ رکھا جائے، اب اگر پہلی ہی قیمت میں فروخت کرے تو ”تولیہ“ ہے اور اس پر اضافہ کے ساتھ فروخت کرے تو ”مراہجہ“ ہے، اسی طرح شریعت کی اصطلاح میں مراہجہ یہ ہے کہ کوئی آدمی جس چیز کو جتنے میں حاصل کرے، اس پر نفع کے ساتھ فروخت کرے، ”المراہجہ بیع ماملکہ بما قام علیہ وبفضل“، (۹) مراہجہ کی یہ تعریف صاحب تنویر الابصار نے کی ہے، جو سب سے جامع اور پوری طرح مراہجہ کے مصداق کو حاوی و شامل ہے، نیز اس تعریف سے ان اعتراضات و شبہات سے بھی حفاظت ہو جاتی ہے، جو اہل فن نے کیا ہے، اور جن کا ابن نجیم نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ (۱۰)

مراہجہ دراصل اپنے ماسبق سے مربوط ہوتا ہے، یعنی آدمی نے جس قیمت میں اس چیز کو حاصل کیا ہے، اسی پر اضافہ کے ساتھ فروخت کرنے کا نام مراہجہ ہے، خواہ اس نے یہ چیز خرید کر باہم مقررہ قیمت (ثمن) پر حاصل کیا ہو، یا کسی کی چیز غصب کر لی تھی اور اس کو بازار کے عام نرخ (قیمت) کے مطابق اس کا عوض ادا کیا ہو، یا اس نے کسی کو کوئی چیز ہبہ کی تھی اور اس شخص نے اس کے عوض میں یہ سامان ہبہ کیا، یا یہ اس کی موروثی چیز تھی، ورنہ اس نے سامان کی قیمت لگائی اور اسی قیمت کے تناسب سے فروخت کرنے والے کو

(۲) ترمذی، باب ماجاء فی المنی والمذی

(۳) بدائع الصنائع ۱۹۳/۱

(۶) ترمذی، باب فی المنی یصیب الثوب

(۸) دیکھئے: المغنی ۱۱۲/۱

(۱۰) دیکھئے: البحر الرائق ۱۰۸/۶-۱۰۷

(۱) ہندیہ ۱۰/۱

(۳) ہندیہ ۳۶/۱

(۵) بدائع الصنائع ۸۷/۱

(۷) أبو داؤد، حدیث نمبر ۲۱۰

(۹) الدر المختار ۵۳۶/۳-۱۵۲

جو خرید و فروخت ہوئی تھی، اس میں ایک طرف سے اضافہ سود نہ قرار پاتا ہو، کیونکہ ایسی صورت میں مراہجہ سود کا باعث ہوگا، جیسے کسی شخص نے دس تولہ چاندی دس تولہ چاندی کے بدلے فروخت کی، اب خریدار اس کی دس تولہ چاندی کو گیارہ تولہ کے بدلے فروخت کرنا چاہے تو یہ سود ہونے کی وجہ سے حرام ہوگا۔ (۳)

اگر بیچنے والے نے دھوکہ دیا؟

اگر بعد کو یہ بات ظاہر ہوگئی کہ فروخت کرنے والے نے خیانت سے کام لیا ہے، اور جس قیمت میں اسے یہ چیز پڑی تھی، اس سے زیادہ قیمت بتائی خواہ یہ خود اس کے اقرار سے ثابت ہو، یا گواہان کے ذریعے، یا اس سے قاضی نے قسم کا مطالبہ کیا اور اس نے اس سے انکار کیا، بہر صورت خریدار کو حق ہوگا، کہ یا تو اسے پوری قیمت ادا کر کے لے لے یا واپس کر دے، یہ حق نہیں ہوگا کہ اس دھوکہ کی وجہ سے کم قیمت ادا کرے، اور اسے لے لے۔ (۴)

اگر اس دوسرے خریدار نے سامان کو قصداً ضائع کر دیا یا ضائع ہو گیا، یا اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا، جس کی وجہ سے شرعاً وہ اسے واپس نہیں کر سکتا، تو اب اس کو پوری قیمت مقررہ ادا کرنی ہوگی، اور واپس کرنے کا اختیار بھی نہ ہوگا، (۵) خیانت قیمت کی مقدار میں بھی ہو سکتی ہے، اور اس کی صفت اور کیفیت میں بھی، مثلاً ایک شخص نے ایک سامان پچاس روپے میں ادھار خریدا، اور دوسرے خریدار سے یہی قیمت بتائی، لیکن یہ نہ بتایا کہ اس نے ادھار خریدا تھا، تو یہ بھی خیانت ہے، کیونکہ عام طور پر ادھار کی قیمت نقد سے زیادہ ہوتی ہے، اور صورت میں بھی اس خریدار کو معاملہ کے رد کرنے کا اختیار ہوگا، (۶) واضح رہے کہ مراہجہ میں فروخت کنندہ کو وہ قیمت بتانی ضروری ہے جو معاملہ کے وقت طے

حصہ دیا، ان تمام صورتوں میں جس شخص کو یہ چیز حاصل ہوئی، اگر اس نے اس کو نفع کے ساتھ فروخت کیا تو یہ تمام صورتیں مراہجہ میں داخل ہیں، اور مراہجہ کی مذکورہ تعریف ان سب کو شامل ہے۔

بعض دفعہ دوسرے اسباب کے تحت سامان کی قیمت بڑھ جاتی ہے، مثلاً کپڑا خریدا اور اسے رنگوایا، یا سلوایا، تو رنگائی اور سلوائی کے پیسے بڑھ گئے، یا کہیں دور خریدو وہاں سے خرید کر لائے یا کسی دلال کے واسطے سے سامان خرید کیا، تو ظاہر ہے کہ بار برداری اور دلالی کی اجرت کا اضافہ ہو جائے گا، تو اس اضافہ کو قیمت میں جوڑ سکتا ہے، علامہ حنفی نے اس سلسلے میں یہ اصول بتایا ہے کہ ہر وہ چیز جو اس سامان میں اضافہ کرتی ہو، جیسے: رنگوائی اور سلوائی، یا اس کی قیمت میں، جیسے: بار برداری تو اسے اصل قیمت کے ساتھ ملایا جائے گا، کل ما یزید فی المبیع اوفی قیمتہ بضم۔ (۱)

البتہ اس زیادہ رقم کو ملا کر یہ نہ کہے کہ میں نے اس کو اتنی رقم میں خریدا ہے کہ ایسا کہنا جھوٹ ہوگا، بلکہ چاہئے کہ یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی ہے، قام علیہ بکذا۔ (۲) مثلاً دس روپے میں ایک چیز خریدی اور مزید پانچ روپے خرچ کرنے پڑے تو یوں کہے: مجھے یہ چیز پندرہ روپے میں پڑی ہے۔

درست ہونے کی شرط

مراہجہ صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ پہلی قیمت واضح کی جائے، اور دوسرا خریدار اس کو جان لے، دوسرے: نفع بھی معلوم و متعین ہو، تیسرے: اس سامان کو جس چیز کے عوض خرید کیا تھا، وہ مثلی ہو، یعنی اس کی مقدار پیمانہ سے ناپ کر یا تول کر معلوم کی جاتی ہو، یا گن کر اس کی مقدار متعین کی جاتی ہو، لیکن اس کے افراد میں کوئی زیادہ تفاوت نہ پایا جاتا ہو، (عددیات متقار بہ) چوتھے:

(۲) حوالہ سابق، البحر الرائق ۱۱۰۶

(۳) درمختار وردالمختار ۱۵۵/۳

(۶) بدائع الصنائع ۲۲۵/۵

(۱) درمختار ۱۵۵/۳

(۳) دیکھئے: بدائع الصنائع ۲۲۵-۲۲۰

(۵) درمختار ۵۶/۳

طے ہوتا ہے، اسے بیع نہیں بلکہ وعدہ بیع تصور کیا جائے گا، وعدہ کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ اس کو پورا کرنا دیا جائے واجب ہے، قضاء نہیں، یعنی اگر دونوں فریق میں کوئی بھی خریدنے اور بیچنے کے وعدہ سے مکر جائے اور اس نے ایسا کسی ایسے عذر کی بناء پر نہ کیا ہو جو شرعاً قابل قبول ہے، تو وعدہ خلافی کا گناہ تو ہوگا، لیکن قضاء اس کی تکمیل واجب نہیں، چاہے خریدار لینے سے انکار کر دے، یا بیچنے والا اس سامان کی فراہمی سے، مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی اس صورت کو وعدہ بیع قرار دیا ہے، (۴) یہی بات شیخ مصطفیٰ زرقاء نے لکھی ہے، (۵) البتہ دونوں فریق میں لین دین کا جو وقت طے پایا تھا، اس وقت اگر لین دین ہو جائے اور زبان سے ایجاب و قبول نہ ہو، تو یہ لین دین ہی معاملہ کی تکمیل کے لئے کافی ہو جائے گا، مزید زبانی ایجاب و قبول کی ضرورت نہ ہوگی، اس کو فقہ کی اصطلاح میں ”بیع تعاطی“ کہتے ہیں۔

مراطلہ (فقہ مالکی کی ایک اصطلاح)

مراطلہ کی اصطلاح فقہاء مالکیہ کے یہاں استعمال ہوتی ہے، سونے کے سونے یا چاندی کی چاندی سے ہم وزن خرید و فروخت ہو، لیکن ایک طرف سے مال زیادہ عمدہ ہو، اور دوسری طرف سے نسبتاً رومی، اسی کو ”مراطلہ“ کہتے ہیں، اور فقہاء مالکیہ نے شبہ سود سے بچنے کی غرض سے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ (۶)

مراہق (قریب البلوغ)

مراہق کے معنی عام طور پر قریب البلوغ کے کئے جاتے ہیں، فیروز آبادی نے ”راہق الغلام“ کا معنی لکھا ہے، ”قارب الحلم“ (۷) شیخ مصطفیٰ زرقاء نے مراہق کی اس طرح توضیح کی ہے کہ بلوغ کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ عمر کے درمیان کا زمانہ

پائی تھی، مثلاً دوسرو پے قیمت طے پائی، اور بعد میں باہمی رضا مندی سے بجائے دوسرو پے کے کپڑے دے دیئے تو مراہق میں دوسرو پے ہی بتانا ہوگا، نہ کہ کپڑے، البتہ اگر طے شدہ قیمت میں فروخت کنندہ نے قیمت کم کر دی تھی، مثلاً ڈیرھ سو روپے ہی لئے، تو اس صورت میں اس کی قیمت ڈیرھ سو ہی متصور ہوگی، اور دوسو بتانا خیانت تصور کیا جائے گا۔ (۱)

نقد و ادھار قیمت میں فرق

آج کل جو اسلامی مالیاتی ادارے لوگوں کی رقم جمع کر کے سرمایہ کاری کرتے ہیں، اس میں مراہق کی صورت بکثرت مروج ہے، کیونکہ اس صورت میں سرمایہ کار کو نقصان کا اندیشہ نہیں ہوتا، اس سلسلے میں چند سوالات ہیں، جو قابل توجہ ہیں، اول یہ کہ اس میں نقد اور ادھار قیمت میں فرق کیا جاتا ہے، اگر ایک چیز نقد سو روپے میں ہے تو ادھار ایک سو دس روپے میں، کیا یہ صورت سود کی نہیں ہے؟ اس سلسلے میں فقہاء کے یہاں صراحت موجود ہے کہ نقد اور ادھار قیمت میں تفاوت جائز ہے، بشرطیکہ نقد اور ادھار میں سے ایک پر معاملہ طے پا جائے، (۲) یہ رائے نہ صرف فقہاء حنفیہ کی ہے، بلکہ دوسرے فقہاء کی بھی ہے، صاحب ہدایہ خود مراہق کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ قیمت میں مدت کی وجہ سے بھی اضافہ کیا جاتا ہے:

”الایری انہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل“۔ (۳)

بیع یا وعدہ بیع

آج کل ایسا بھی ہوتا ہے کہ سرمایہ کاری کے ادارے خود اپنے پاس مال نہیں رکھتے، آرڈر لے کر مال خریدتے اور پھر اسے نفع کے ساتھ گاہک کو دیتے ہیں، اس صورت میں گاہک سے جو ان کا معاملہ

(۱) بدائع الصنائع ۲۲۲/۵، البحر الرائق ۱۰۹/۶

(۲) ہدایہ، باب المراجعة

(۳) المدخل الفقہی العام ۳۲۳/۱

(۴) القاموس المحيط ۱۱۴۸

(۲) ہدایہ ۷۴۳

(۳) امداد الفتاویٰ ۲۰۶۳

(۴) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶۸۰/۳

ہے، جس سے بہتر اور کوئی سانچہ نہیں ہو سکتا، پھر عقل و دانائی کی صورت میں اس کو ایسی نعمت کبریٰ سے نوازا گیا ہے، کہ اپنے جسم و صحت کی حفاظت کا سرو سامان کرنے کی جو صلاحیت اس میں ہے، کسی اور مخلوق میں اس کی مثال نہیں مل سکتی، اس کے باوجود عوارض سے وہ بھی خالی نہیں، اور بیماری کے سامنے وہ بھی عاجز و مغلوب ہے، اور ایسا ہونا بھی ضرور تھا ورنہ عجز و فروتنی اور اپنی ناطقتی کا احساس شاید اس کے قریب بھی نہ پھٹک پاتا، انسان کتنے بھی جتن کر لے، لیکن شفاء بہر حال اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

بیماری کا عذاب ہونا ضروری نہیں

اسلام کا تصور یہ ہے کہ بیماری اور شفاء اللہ کی طرف سے ہے، اس میں فرماں بردار اور نافرمان کی کوئی تخصیص نہیں، حضراتِ انبیاء کرام جو تمام مخلوقات میں افضل ہیں، وہ بھی بیماری سے دوچار ہوئے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ جو تمام پیغمبروں میں افضل ہیں، متعدد بار مریض ہوئے ہیں، اور بیماری کی تکلیفیں اٹھائی ہیں، یہ ضرور نہیں کہ بیماری اللہ کا عذاب اور اس کے ناراض ہونے کی دلیل ہو، بیماری اللہ کی طرف سے امتحان اور آزمائش بھی ہو سکتی ہے، مومن کے لئے اس کے گناہوں کا کفارہ بھی ہو سکتی ہے، آپ ﷺ سے مروی ہے کہ مومن کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی کاشا بھی چبھتا ہے، تو یہ اس کے لئے اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، (۳) اسی طرح بیماری مومن کے لئے اس کے درجات کی بلندی کا باعث بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے روایت ہے، (۴) اسی لئے بیماری سے بدشگونئی نہیں لینی چاہئے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جس سے خیر کا ارادہ رکھتے ہیں، اسے مصیبت میں مبتلا فرماتے ہیں، ”من یرد اللہ بہ خیراً یصب منه“، (۵) علامہ

(۲) ہدایہ مع الفتح ۳۳/۲، باب الرجعة

(۳) فتح الباری ۱۰۹/۱۰

”مراہقت“ کہلاتا ہے، واضح ہو کہ بلوغ کی کم سے کم عمر لڑکیوں کے لئے نو سال اور لڑکوں کے لئے بارہ سال مانی گئی ہے، اور زیادہ سے زیادہ عمر امام ابو حنیفہؒ کے یہاں لڑکوں کے لئے اٹھارہ اور لڑکیوں کے لئے سترہ سال کی ہے، لیکن جمہور فقہاء اور خود امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک لڑکوں اور لڑکیوں دونوں میں زیادہ سے زیادہ عمر بلوغ پندرہ سال ہے، اور حنفیہ کے یہاں اسی پر فتویٰ ہے، مگر بلوغ کی عجلت اور تاخیر میں موسم، غذا اور سماجی حالات کا بھی اثر پڑتا ہے، اس لیے بارہ سال سے پندرہ سال تک کی عمر کے نابالغ لڑکے اور لڑکیوں کو مراہق سمجھا جائے گا۔ (۱)

مراہق کا حکم

مراہق کے احکام عام طور پر وہی ہیں، جو ”باشعور نابالغ“ (صہبی میٹرز) کے ہیں، البتہ جس عورت کو تین طلاق اس کے شوہر نے دیدی ہو، مراہق سے اس کا نکاح ہو، اور وہ اس سے مقاربت کر لے، تو وہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی۔ (۲)

مرتد

مرتد کا لفظ ”ارتداد“ سے ماخوذ ہے، اسلام قبول کرنے کے بعد دین حق سے پھر جانے کا نام ارتداد ہے، مرتد کے احکام لفظ ارتداد کے تحت مذکور ہو چکے ہیں۔

مرسل

یہ حدیث کی ایک خاص اصطلاح ہے لفظ حدیث کے تحت وضاحت آچکی ہے۔

مرض

(مرض، بیماری)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین جسمانی قالب عطاء فرمایا

(۱) المدخل الفقہی العام ۷۷۹/۲

(۲) بخاری مع الفتح ۱۰۷/۱۰، کتاب المرض

(۵) بخاری مع الفتح ۱۰۸/۱۰

استحاضہ میں مبتلا ہو، تو ایسے مریض ہر نماز کے وقت نیا وضوء کر کے، نماز ادا کر سکتے ہیں، گو وہ عذر باقی ہو۔ (دیکھئے: معذور، استحاضہ)۔

بیٹھ کر نماز

جو شخص بیماری کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو، اس کے لئے بیٹھ کر نماز ادا کرنا جائز ہے، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر ادا کرو، اور بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکو تو لیٹ کر۔ (۴)

کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر ہونے سے مراد یہ ہے کہ یا تو کھڑا ہو ہی نہ سکتا ہو، جیسے مفلوج ہو، یا سخت تکلیف کے بغیر کھڑا ہونا ممکن نہ ہو، یا ماہر اطباء کا مشورہ ہو کہ اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے گا، تو بیماری بڑھ جائے گی یا صحت میں تاخیر ہوگی، (۵) البتہ قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر فرض نماز کا پڑھنا جائز نہیں، اگر پورے وقت کا قیام دشوار ہو لیکن کچھ دیر کھڑا رہ سکتا ہو مثلاً تحریمہ کے بقدر کہ اتنی دیر کھڑے رہ کر پھر بیٹھ جانا چاہئے۔ (۶)

بیٹھنے کی کوئی ہیئت متعین نہیں، جس طرح بیٹھنے میں سہولت ہو، اس طرح بیٹھ کر نماز ادا کرے، تشہد کی بیٹھک آلتی پالتی یا کسی اور طرح، (۷) — اگر بیٹھ کر پڑھتے ہوئے رکوع اور سجدہ کر سکتا ہے، تو رکوع اور سجدہ کرے، اگر رکوع اور سجدہ اپنی ہیئت پر ممکن نہ ہو تو سر کے اشارے سے رکوع اور سجدہ کرے، اور سجدہ کو بمقابلہ رکوع کے زیادہ پست رکھے، نیچے رکھی ہوئی کسی چیز کو اٹھا کر سر سے لگا لینا سجدہ کے لئے کافی نہیں، (۸) البتہ اگر زمین پر تکیہ یا کوئی ایسی سخت چیز رکھی ہوئی ہو، جس پر پیشانی ٹک جاتی ہو، اور اس پر سجدہ کرے تو یہ کافی ہے۔ (۹)

قرانی نے لکھا ہے کہ مصائب پر انسان راضی ہو یا نہ ہو، وہ بہر طور اس کے لئے کفارہ بنتی ہیں، اور حافظ ابن حجر کا خیال ہے کہ اگر آدمی اللہ کی ابتلاء پر راضی رہے، تو اس رضاء بتقدیر کا اجر بھی ہوگا، اور گناہ تو معاف ہوگا ہی۔ (۱)

یہ وضاحت اس لئے کی گئی ہے کہ بعض مذاہب میں بیماری کو پچھلے جنم کے گناہوں کی سزا تصور کیا جاتا ہے، یہ تصور انسان کے گنہگار ہونے کے خیال کو تقویت دیتا ہے، اور اسے معذور و مجبور لوگوں کے لئے جذبہ رحم کے بجائے جذبہ نفرت پیدا کرتا ہے، اسلام نے مرض کے سلسلے میں جو تصور دیا، اس سے مریض کے لئے رحم کے جذبات ابھرتے ہیں اور خود مریض کے لئے یہ بات تسکین خاطر کا باعث ہے۔

مریض اور اس کے احکام

جسم کا حد اعتدال میں باقی نہ رہنا مرض ہے، (۲) مرض بھی ان اسباب میں سے ہے جنکی وجہ سے بہت سے احکام شرعیہ میں سہولت اور آسانی پیدا ہوتی ہے۔

☆ بیماری کی وجہ سے وضوء اور غسل کی بجائے تیمم کی اجازت ہے، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ (۳)
(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تیمم)

☆ اگر اعضاء غسل میں سے کسی عضو پر زخم یا چوٹ کی وجہ سے پٹی بندھی ہو، تو پٹی پر مسح کر لینا کافی ہے، اس حصہ کو دھونا ضروری نہیں۔ (ملاحظہ ہو: جبیرۃ)

☆ اگر کوئی شخص ایسا مریض ہو کہ اس کا وضوء نہیں ٹھہر پائے، جیسے مسلسل پیشاب کے قطرات آتے رہتے ہیں، یا عورت

(۱) فتح الباری ۱۱۰/۱۰

(۲) الفقہ الإسلامی و أدلتہ ۲۱۸/۱

(۳) مراقی الفلاح مع الطحطاوی ۲۳۳

(۴) طحطاوی علی المراقی ۲۳۳

(۵) کبیری ۲۵۹

(۶) کتاب التعریفات ۲۳۸

(۷) ترمذی ۸۵/۱، باب ماجاء إن صلاة القاعد علی نصف من صلاة القائم

(۸) کبیری ۲۵۹

(۹) مراقی الفلاح و طحطاوی ۲۳۵، کبیری ۲۵۹

لیٹ کر نماز

اگر بیٹھ کر بھی نماز پڑھنے کی قدرت نہیں، تو لیٹ کر نماز ادا کی جاسکتی ہے، لیٹ کر نماز پڑھنے کی دو صورت ہے، چپ لیٹے، یا پاؤں بھی قبلہ کی طرف رہے، اور رکوع اور سجدہ کے لئے سر سے اشارہ کرے، البتہ اس صورت میں سر کے نیچے تکیہ رکھ لینا چاہئے، تاکہ چہرہ بھی قبلہ کی طرف ہو سکے، اور رکوع اور سجدہ کا اشارہ بھی ممکن ہو، کہ اگر سر کے نیچے تکیہ نہ ہو، تو چہرہ کا رخ آسمان کی طرف رہے گا نہ کہ قبلہ کی طرف، نیز بہتر ہے کہ مریض اپنے گھٹنوں کو اوپر اٹھالے تاکہ پاؤں کا رخ قبلہ کی بجائے زمین کی طرف ہو جائے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دائیں کروٹ پر اس طرح لیٹے کہ چہرہ قبلہ کی طرف ہو، پہلی صورت یعنی چپ لیٹ کر نماز ادا کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (۱)

اشارہ سے نماز

اگر لیٹ کر بھی سر سے اشارہ ممکن نہ ہو تو محض آنکھ اور بھون کے اشارے یا دل کے اشارہ سے نماز کی ادائیگی نہیں ہو سکتی، یہی حنفیہ کے یہاں ظاہر روایت ہے، کیونکہ سجدہ سر کا عمل ہے نہ کہ ان اعضاء کا، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک آنکھوں اور بھونوں کے اشارے سے بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ (۲)

سوال یہ ہے کہ اگر آدمی اس حالت کو پہنچ جائے تو کیا اب بھی فریضہ نماز اس سے متعلق رہتا ہے یا ساقط ہو جاتا ہے؟ اس پر اتفاق ہے کہ اگر بیماری کی شدت کی وجہ سے ہوش و حواس بھی جاتا رہا اور یہ بیہوشی پانچ نمازوں کے اوقات سے زیادہ برقرار رہی، تو اس درمیان فریضہ نماز اس سے متعلق نہیں رہے گا، اور اس کی قضاء اس پر واجب نہ ہوگی، اس پر بھی اتفاق ہے کہ گو ہوش و حواس باقی رہا، لیکن اس کی معذوری اور بیماری نے اتنا طول کھینچا کہ وفات

ہوگئی، اور عذر دور نہ ہوا، ایسی صورت میں اس پر ان نمازوں کی بابت فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرنا واجب نہیں، اور نہ وہ اس کے لئے گنہگار ہوگا۔

لیکن اختلاف اس صورت میں ہے، جب وہ بیماری سے شفا یاب ہو جائے اور اسے نماز ادا کرنے کی قدرت حاصل ہو جائے، تو کیا اس پر ان فوت شدہ نمازوں کی قضاء واجب ہوگی یا نہیں؟ خود مشائخ حنفیہ کے اس سلسلے میں دو طرح کے اقوال ملتے ہیں، ایک یہ کہ نماز کی قضاء واجب ہوگی، اس کو صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب ”التجنیس والمزید“ میں ترجیح دیا ہے، دوسرا قول ہے کہ نماز ساقط ہو جائے گی، اور ان کی قضاء واجب نہ ہوگی، اکثر فقہاء قاضی خان، شیخ الاسلام خواہر زادہ، فخر الاسلام، علامہ کاسانی اور امام طحاوی وغیرہ نے اسی کو ترجیح دیا ہے، اور فتاویٰ ظہیریہ میں کہا گیا ہے، کہ اسی پر فتویٰ ہے، (۳) اور یہی قول مزاج شریعت سے زیادہ قریب ہے۔

مالکیہ اور شوافع کے نزدیک اگر کوئی شخص اشارے سے رکوع اور سجدہ پر قادر نہ ہو، تو گوشہ چشم کا اشارہ بھی نیت کے ساتھ رکوع و سجدہ کے لئے کافی ہوگا، (۴) حنابلہ سے دو قول منقول ہیں، قول مشہور وہی ہے جو شوافع اور مالکیہ سے منقول ہے۔ (۵)

متفرق مسائل

اگر مریض قیام پر قادر ہو، رکوع، سجدہ پر قادر نہ ہو یا قیام اور رکوع پر قادر ہو، سجدہ پر قادر نہ ہو، تو وہ کھڑے ہو کر بھی نماز پڑھ سکتا ہے، اور بیٹھ کر بھی، دونوں صورتوں میں رکوع اور سجدہ اشارہ سے کرے گا، تاہم بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے کہ اس صورت میں سجدہ کا اشارہ سجدہ کی ہیئت سے قریب سے قریب تر ہوگا۔ (۶)

(۲) کبیری ۲۶۰

(۳) الشرح الصغیر ۳۶۳/۱۰، المہذب ۳۳۳/۱۰، (مع تحقیق الزحیلی)

(۶) کبیری ۲۶۳

(۱) کبیری ۲۵۹، مراقی الفلاح ۳۶-۳۵

(۳) مراقی الفلاح ۲۳۶، کبیری ۶۱-۶۰

(۵) المغنی ۳۳۶/۱

کام لے، اور بیٹھ بھی نہ سکتا ہو تو لیٹ جائے۔ (۶)

درمیان میں صحت ہو جائے

نماز کا ابتدائی حصہ بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر ادا کیا، درمیان نماز ہی صحت ہو گئی، اور اب کھڑے ہونے پر قادر ہے، تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کھڑا ہو کر نماز ادا کرے۔ (۷)

نماز کا کچھ حصہ اشارہ سے ادا کیا، اور پھر رکوع اور سجدہ پر قدرت ہو گئی تو اب نیت توڑ کر از سر نو نماز ادا کرنی ہوگی، (۸) شوافع کے نزدیک کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والا عجز کی وجہ سے بیٹھ کر اور مرض کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والا اثناء نماز میں صحت مند ہو جانے کی صورت کھڑا ہو کر نماز ادا کر سکتا ہے۔ (۹)

امام مرض کی وجہ سے بیٹھ کر نماز ادا کرے

اگر کوئی مریض جو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو، بیٹھ کر نماز کی امامت کرے اس کے مقتدیوں کو کس طرح نماز ادا کرنی چاہئے؟ اس سلسلے میں فقہاء کے تین نقاط نظر ہیں، مالکیہ کے نزدیک تو ایسے شخص کے لئے امامت کرنا ہی درست نہیں، حنابلہ کے نزدیک، ایسے امام کے پیچھے مقتدی بھی بیٹھ ہی کر نماز ادا کریں گے، (۱۰) کیونکہ حضرت انسؓ سے مروی ہے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا: امام اس لئے ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، پس اگر وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے، تو اسی طرح نماز ادا کرو، اور اگر وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے، تو تم بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو: ”إذا صلى جالسا فصلوا جلوسا“ (۱۱) حنفیہ اور شوافع کے نزدیک اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے اور مقتدی معذور نہ ہو، تو ان کو کھڑے ہو کر ہی نماز ادا کرنا ضروری

اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی صورت میں وضوء ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو کہ خون یا پیشاب نکل آئے گا، اور بیٹھ کر نماز پڑھے تو ایسا نہ ہوگا، یا سجدہ کرنے کی صورت میں ناقض وضوء پیش آئے گا، اور رکوع و سجدہ کا اشارہ کرنے کی صورت میں ایسا نہ ہوگا، تو پہلی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھے، اور دوسری صورت میں اشارہ سے رکوع اور سجدہ کرے۔ (۱)

کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو قراءت پر قادر نہ ہو سکے گا، بیٹھ کر قراءت سے نماز ادا کرنا ممکن ہوگا، تو اسے بیٹھ کر نماز ادا کرنی چاہئے۔ (۱)

مریض اور جماعت

تنہا کھڑا ہو کر نماز ادا کر سکتا ہے، امام کے ساتھ کھڑا ہو کر نماز ادا نہیں کر سکتا، تو امام کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز شروع کرے پھر بیٹھ جائے اور رکوع کے وقت کھڑا ہو جائے اور اگر جماعت کی جگہ تک جانے میں دشواری ہو تو اپنی جگہ ہی بیٹھ کر نماز ادا کرے، (۳) امام شافعیؒ کے نزدیک اگر کم قراءت کے ساتھ تنہا کھڑا ہو کر نماز ادا کر سکتا ہے، تو کھڑا ہو کر نماز ادا کرے، کیونکہ قیام فرض ہے، اور جماعت ان کے نزدیک نفل ہے، (۴) اور یہی رائے حنابلہ کی بھی ہے۔ (۵)

نماز کے درمیان بیمار ہو جائے

نماز حالت صحت میں قیام کے ساتھ شروع کی، درمیان میں بیماری کا حملہ ہوا، اب کھڑا نہیں رہ سکتا تو بیٹھ کر رکوع و سجدہ کے ساتھ نماز ادا کرے، اگر رکوع و سجدہ پر بھی قدرت نہ ہو تو اشارہ سے

(۲) کبیری ۲۶۳

(۳) المہذب ۳۳۳/۱

(۶) کبیری ۲۶۶

(۸) حوالہ سابق

(۱۰) المغنی ۶۱/۳

(۱) کبیری ۲۶۳

(۳) کبیری ۲۶۳

(۵) المغنی ۳۳۳/۱

(۷) حوالہ سابق

(۹) المہذب ۳۳۳/۱

(۱۱) مسند أحمد ۳۰۲/۲

اس کا حکم محصر کا ہوگا، مریض جو خودری کرنے یا جمرات تک جانے کی قدرت نہیں رکھتا، نیابتاً دوسرے سے رمی کر سکتا ہے، مریض سواری پر طواف وسعی کر سکتا ہے، مریض بتقاضائے ضرورت حالت احرام میں بال موٹا اسکتا ہے، البتہ فدیہ ادا کرنا ہوگا، ان مسائل کو خود ”حج“ کے تحت دیکھا جائے۔

مرض وفات سے مراد

شخصی اور معاشرتی احکام میں عام طور پر مریض اور صحت مند کے درمیان فرق نہیں ہے، البتہ کچھ خاص احکام ہیں جو مرض وفات سے متعلق ہیں؛ اس لئے ضروری ہے کہ پہلے خود مرض وفات کی حقیقت کو سمجھ لیا جائے، مرض وفات کی تعریف کے سلسلہ میں مختلف اقوال منقول ہیں اور ان میں خاصا فرق و تفاوت پایا جاتا ہے، (۷) ”ھکفی“ نے لکھا ہے، کہ بیماری یا کسی اور وجہ سے اس کی ہلاکت یقینی ہو، اور وہ گھر سے باہر نکل کر اپنی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہو، (۸) فقیہ ابواللیث سے منقول ہے کہ وہ مرض موت کے تحقق کے لئے فریض ہونے کو ضروری قرار نہ دیتے تھے، اس بات کو کافی سمجھتے تھے کہ عام طور پر یہ بیماری ہلاکت تک بنتی ہوتی ہو، شامی نے اس کی تائید کی ہے، اور لکھا ہے کہ صدر شہید کا فتویٰ بھی اسی پر تھا، اور یہی امام محمدؒ کے کلام سے ہم آہنگ ہے، پھر اس رائے کے حق میں بعض اور مؤیدات بھی نقل کئے ہیں، (۹) البتہ ایسے امراض جو عام طور پر طویل المدت ہوا کرتے ہیں، وہ اسی وقت مرض موت شمار ہوں گے، جب کہ ان میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہو، اگر وہ ایک خاص حد پر آ کر رک گیا اور سال بھر بھی اس پر کوئی اضافہ نہیں ہوا، تو یہ مرض موت شمار نہیں کیا جائے گا، درمختار میں ہے :

ہے، (۱) کیونکہ مرض وفات میں آپ ﷺ نے بیٹھ کر امامت فرمائی ہے، اور حضرت ابو بکرؓ اور مسلمانوں نے کھڑے ہو کر اقتداء کی ہے، (۲) ظاہر ہے کہ یہ آپ کا آخری عمل یقینی طور پر قابل عمل ہوگا، پہلے جو عمل کیا گیا، ممکن ہے کہ وہ منسوخ ہو گیا ہو۔

مریض اور روزہ

بیماری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رمضان کا روزہ توڑنے اور صحت مند ہونے کے بعد اس کی قضاء کرنے کی اجازت دی ہے، (البقرہ : ۱۸۳) اسی لئے فی الجملہ اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ مریض روزہ افطار کر سکتا ہے، (۳) مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو یا صحت میں تاخیر کا اندیشہ ہو، روزہ کی وجہ سے جسم کو جسمانی نقصان پہنچنے یعنی کسی عضو کے تلف ہو جانے کا خطرہ ہو، یا ابھی تو بیمار نہ ہو لیکن روزہ رکھنے کی صورت میں بیمار ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو، جیسے بیماری سے شفاء ہو چکی ہو، ان تمام صورتوں میں روزہ نہ رکھنے کی گنجائش ہے، اور اس سلسلہ میں خود مریض کی رائے جو علامات، تجربات، یا ماہر اطباء کے مشورہ پر مبنی ہو، اور گمان غالب کے درجے کی ہو، اصل ہے، (۴) خواہ طلوع صبح سے پہلے ہی سے بیمار ہو، یا روزہ شروع کرنے کے بعد بیمار ہوا ہو، دونوں ہی صورتوں میں روزہ توڑنے کی گنجائش ہے، (۵) یہی رائے شوافع، حنابلہ اور دوسرے فقہاء کی بھی ہے۔ (۶)

مریض کے لئے حج میں سہولتیں

حج میں بھی متعدد مسائل ہیں، جن میں مریض کے لئے رعایت ہے، مریض خود سفر حج کرنے کی بجائے حج بدل کر سکتا ہے، احرام باندھنے کے بعد ایسا مریض ہو جائے کہ سفر نہ کر سکے تو

(۲) بخاری، حدیث نمبر ۶۸۷، إنما جعل الإمام ليؤتم به

(۳) البحر الرائق ۲/۲۸۱، ہندیہ ۱/۲۰۷

(۶) المہذب ۲/۶۸۹، المغنی ۳/۳۲-۳۱

(۸) الدر المختار مع الرد ۲/۵۲۰

(۱) تحفة الفقہاء ۱/۳۱۷، شرح مہذب ۳/۲۶۵

(۳) المغنی ۳/۳۱۷

(۵) البحر الرائق ۲/۲۸۲

(۷) دیکھئے: فتح القدیر ۳/۱۵۱

(۹) الدر مع الرد ۲/۲۱۰-۵۲۰

میں مریض وفات کے اقرار کا اعتبار نہیں، وارث سے ایسا شخص مراد ہے جو اس کی موت کے وقت شرعاً اس کا وارث ہو، (۲) مریض کے وارث کے حق میں اقرار کی بابت دو قول ہیں، اور قول راجح یہ ہے کہ یہ اقرار درست ہوگا۔ (۳)

اگر ایسے شخص کے لئے اقرار کیا جو اجنبی ہو، یعنی وارث نہ ہو، تو یہ اقرار معتبر ہوگا، گو یہ دین اس کے پورے متروکہ کو شامل ہو جائے البتہ، حالتِ صحت کا دین اور مرض وفات کا اقرار کردہ ایسا دین جس کے اسباب معروف و معلوم ہوں، مقدم ہوں گے، پہلے انہیں ادا کیا جائے گا، پھر اس دین کو جس کا اقرار اس نے مرض وفات میں کیا ہے، اور جو معروف نہیں تھا، (۴) مریض کا اقرار اپنے قاتل کے حق میں بھی معتبر نہیں، اگر قاتل نے اس پر ایسا وار کیا ہو، کہ اس کو پوری طرح معذور کر دیا ہو، اور وہ آمدورفت پر بھی قادر نہ رہا ہو۔ (۵)

البتہ مریض وفات کا کسی ایسے شخص کے بارے میں جس کے یہاں دین باقی ہو یہ اقرار کرنا کہ اس نے اس کو دین سے بری کر دیا تھا، درست نہیں، کیونکہ وہ بحالت موجودہ دین سے بری کرنے کا حق نہیں رکھتا، اس لئے اس سلسلے میں اس کا اقرار بھی معتبر نہ ہوگا۔ (۶)

وصولی دین کا اقرار

مریض کا دین کسی اور کے ذمہ ہو اور مریض وفات اس کے وصول ہو جانے کا اقرار کرتا ہو اس کی دو صورتیں ہیں، وارث کے لئے اقرار کرے، غیر وارث کے لئے اقرار کرے، وارث کے لئے اقرار معتبر نہیں، غیر وارث کے لئے اقرار کی بھی دو حالتیں ہیں، یا تو یہ دین حالتِ صحت کا ہوگا، یا مرض وفات میں مبتلا ہونے کے بعد کا، حالتِ صحت کے دین کے بارے میں وصول ہونے کا اقرار کرتا

المقعد والمفلوج إذا تطاول ولم يقعد في الفراش كالصحيح ثم رمز شح حد التطاول سنة وفي القنية المفلوج والمسلول والمقعد مادام يزاد كالمریض۔ (۱)

اپانج، مفلوج، سل زدہ کا مرض طول پکڑ لے اور وہ فریش نہ ہو تو صحت مند کی طرح ہے، پھر شمس الائمه حلوانی سے منقول ہے کہ مرض کے طویل ہونے کی حد ایک سال ہے، اور قنیہ میں ہے کہ مفلوج، سل زدہ کا مرض جب تک بڑھتا رہے، وہ مریض موت ہی کے حکم میں ہے۔

گویا جو مرض وقفہ صحت کے بغیر موت تک منج ہو، مرض وفات ہے۔

مرض وفات کی طلاق

مرض وفات کی حالت میں دی گئی طلاق کا مکمل اثر عورت کی عدت گذرنے کے بعد ہوتا ہے یعنی شوہر کے طلاق دینے کے بعد بھی اگر عورت کی عدت طلاق گذرنے سے پہلے ہی اس کی وفات ہوگئی، تو گو شوہر طلاق دے چکا ہے، پھر بھی عورت میراث کی مستحق ہوگی۔ (تفصیل، فار بالطلاق کے تحت مذکور ہو چکی ہے)۔

مرض وفات میں اقرار

مرض وفات سے ایک مسئلہ اقرار کا بھی متعلق ہے۔

اگر مریض نے خود اپنے وارث کے لئے کسی دین کا اقرار کیا، تو یہ اسی وقت قابل قبول ہوگا، جب اس پر ثبوت موجود ہو، یا دوسرے ورثاء بھی اس کی تصدیق کرتے ہوں، ورنہ وارث کے حق

(۲) ہدایہ ۲۳۱/۳، باب اقرار المریض، ہندیہ ۱۷۶/۳

(۳) حوالہ سابق

(۶) بدائع الصنائع ۲۹۷-۲۲۸

(۱) الدرالمختار ۵۲۱/۲، نیز دیکھیے: ہندیہ ۲۶۳/۱

(۳) الفقہ الإسلامی وأدلته ۶۳۷/۶

(۵) ہندیہ ۱۷۷/۳

ہوگی، ورنہ درست نہیں ہوگا۔

دوسرا وہ راستہ جو کسی کی خصوصی ملکیت ہو، یا چند آدمیوں کی مشترکہ ملکیت ہو، ظاہر ہے اس سے صرف انہیں لوگوں کو استفادہ کا حق حاصل ہوگا، کوئی اور شخص اس راستہ کی طرف کھڑکی یا دروازہ کھولنے کا حق نہیں رکھتا۔ (۴)

مروت

یہ لفظ ”و“ پر تشدید اور بغیر تشدید کے، واو کے بعد ہمزہ اور بغیر ہمزہ دونوں طرح منقول ہے، کوئی بات شریعت میں ممنوع نہ ہو لیکن عرف میں اسے برا سمجھا جاتا ہو، ایسی بات کو اصطلاح میں ”مروت“ کہتے ہیں، جیسے: بازار میں کھانا، ننگے پاؤں چلنا وغیرہ۔ حدیث کے مقبول ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا راوی نہ صرف خلاف شریعت باتوں سے بچتا ہو، بلکہ ایسی چیزوں سے بھی بچتا ہو جس کو عرف عام میں معیوب سمجھا جاتا ہے۔

(ٹوٹے ہوئے پھل کی درخت پر

لگے ہوئے پھل سے فروخت)

مزایبہ

مزایبہ ”زبن“ (”ز“ پر زبر ”ن“ پر سکون) سے ماخوذ ہے جس کے معنی شدید دھکا دینے کے آتے ہیں، اسی لئے جنگ کو ”زیون“ بھی کہا جاتا ہے، (۵) رسول اللہ ﷺ نے خرید و فروخت کے اس طریقہ سے منع فرمایا ہے، جس کو مزایبہ کہا جاتا ہے، مزایبہ یہ ہے کہ ٹوٹے ہوئے پھل کو درخت پر لگے ہوئے پھل کے بدلہ فروخت کیا جائے، اور دونوں کی جنس ایک ہو، (۶) مزایبہ کی ممانعت کی وجہ ظاہر ہے، اگر دونوں کی مقدار میں کمی بیشی ہو جائے تو ربا بھی ہے اور علاوہ اس کے قمار کے احتمال سے بھی خالی نہیں،

ہے، تو یہ معتبر ہے، اگر مرض وفات ہی کی حالت کا دین ہے، اور وہ کسی مال کے بدلے میں واجب ہوا تھا، جیسے سامان کی قیمت، یا قرض، تو یہ اقرار معتبر نہیں، کیونکہ مرض وفات شروع ہونے کے بعد وراثت کا حق اس سے متعلق ہو چکا ہے، اگر یہ کسی مال کا عوض نہ ہو تو پھر یہ اقرار درست ہوگا۔ (۱)

مریض وفات کا ہبہ، صدقہ اور وقف

مریض وفات کا ہبہ، صدقہ، اور وقف، وصیت کی طرح ایک تہائی مال ہی میں جائز ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ موت سے پہلے ہی قبضہ دلا دے، اگر انتقال ہو گیا، تو پھر یہ ہبہ اور صدقہ معتبر نہیں، (۲) مالکیہ، شوافع، اور حنابلہ کے نزدیک بھی اس کا ہبہ و صدقہ ایک تہائی ہی میں نافذ ہوگا، اور یہ ان حضرات کے نزدیک وصیت کے حکم میں ہے، موت کے بعد بھی نافذ العمل ہوگا۔ (۳)

مرور (گذرنے کا حق)

مرور کے معنی گذرنے کے ہیں۔

فقہاء کے یہاں جن حقوق پر بحث کی گئی ہے، ان میں ایک حق مرور بھی ہے، حق مرور سے راستہ اور گذرگاہ مراد ہے، راستے دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو عمومی راستہ اس سے ہر آدمی کو فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہے، اس راستہ سے چلنے کا، راستہ کی طرف کھڑکی اور دروازہ کھولنے کا، راستہ سے کوئی گلی نکالنے کا اور سواریاں ٹھہرانے کا، البتہ یہ تمام حقوق دو شرطوں سے وابستہ ہیں اول یہ کہ اس سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچے، دوسرے گورنمنٹ کی طرف سے اس کی اجازت ہو، مثلاً گاڑی کی پارکنگ کا مسئلہ ہے، جہاں پارکنگ کی اجازت ہوگی وہیں گاڑی کو ٹھہرانے کی اجازت

(۱) بدائع الصنائع ۲۹۷-۲۹۸

(۲) ہندیہ ۴۰۰/۲

(۳) دیکھئے: المدونة ۲۶، کتاب الام ۳۰۶/۲، المغنی ۲۱۹/۵، مع الشرح الكبير

(۴) فتح الباری ۳۳۹/۳

(۵) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶۰۸/۵-۶۰۷

(۶) بخاری، باب بیع المزایبہ

ایک بوڑھی خاتون خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں کوئی بوڑھی داخل نہیں ہوگی، وہ بے چاری رونے لگی، آپ ﷺ نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ اس دن تم بوڑھی نہیں ہوگی، بلکہ سارے لوگ جوان ہو کر جنت میں جائیں گے۔ (۴)

خاص طور پر ازواج مطہرات کے ساتھ آپ ﷺ زیادہ مزاح فرمایا کرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ لوگوں میں سب سے زیادہ مزاح کرنے والے تھے، ”کان من افکھ الناس مع نساءہ“۔

امام غزالی نے رسول اللہ ﷺ کے مزاح کے متعدد واقعات ذکر فرمائے ہیں۔ (۵)

البتہ مزاح میں اگر کوئی گناہ کی بات شامل ہو جائے، تو گناہ ہوگا، چنانچہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں مزاح تو کرتا ہوں، لیکن حق و سچائی کے سوا نہیں کہتا: ”لا اقول الا حقا“ (۶) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محض لوگوں کو ہنسانے کے لئے کوئی بات کہے تو آدمی اس کی وجہ سے آسمان سے بھی زیادہ دوری پر گر جاتا ہے، (۷) اس حدیث کا منشا یہی ہے کہ محض لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولا جائے، یہ جائز نہیں۔

اسی طرح ایسا مزاح جو دوسرے کے لئے باعث تکلیف اور وجہ اذیت ہو، جائز نہیں، آپ ﷺ نے اس سے معنی فرمایا: ”لا تمار أخاک ولا تمازحہ، (۸) اسی لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ مزاح کینہ پیدا کرتا ہے، (۹) یہ بات بھی درست نہیں کہ ہنسی مذاق ہی کو آدمی اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لے، امام غزالی نے لکھا ہے کہ مزاح میں افراط اور مداومت ممنوع ہے، (۱۰) افراط سے مراد بہت

کیونکہ ممکن ہے کہ درخت کا پھل ہاتھ نہ آئے اور پیچی جانے والی شی کی مقدار بھی معلوم و متعین نہیں۔ (۱)

مزاج کے ناجائز ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے، البتہ ”عریہ“ کے بارے میں اختلاف ہے، اس سلسلہ میں خود لفظ ”عریہ“ کو ملاحظہ کرنا مناسب ہوگا۔

مزاح

مزاح (”م“ پر زبر) کے معنی خوش طبعی کے ہیں، اس کے مقابلے میں ”سخریہ“ اور ”استہزاء“ کے الفاظ ہیں جس کے معنی مذاق اڑانے کے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں جہاں متانت و سنجیدگی کا عنصر رکھا ہے، وہیں گاہے گاہے ہنسی مذاق، اور خوش طبعی کرنے کا بھی، اس سے دل و دماغ کو نشاط بہم پہنچتا ہے، اور باہمی بے تکلفی اور محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے، نیز ایک دوسرے سے وحشت دور ہوتی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ بھی بعض اوقات اپنے رفقاء اور ازواج مطہرات سے خوش طبعی فرمایا کرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ میرے چھوٹے بھائی گوریے سے کھیل رہے تھے، گوریے کو عربی میں ”غیر“ بھی کہتے ہیں، اتفاق سے وہ گوریا مر گیا، آپ ﷺ نے ان سے مزاح فرمایا: اے ابو عمیر! تمہارے گوریے کا کیا ہوا؟ ”یا ابا عمیر ما فعل بک النغیر“۔ (۲)

ایک صاحب خدمت اقدس میں آئے، اور درخواست کی کہ مجھے سواری عطا فرمائی جائے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اونٹنی کا بچہ دے سکتا ہوں، وہ صاحب پریشان ہوئے اور کہنے لگے کہ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے، ”هل تلد الابل الا النوق“، (۳)

(۲) بخاری، حدیث نمبر ۶۱۲۹، باب الانبساط الی الناس

(۳) شمائل ترمذی ۱۶

(۶) مجمع البحرین ۲۹۶/۵، حدیث نمبر ۳۰۹۶

(۸) ترمذی ۲۰۲

(۱۰) حوالہ سابق

(۱) دیکھئے: فتح الباری ۴/۳۹۹

(۳) ابوداؤد، حدیث نمبر ۴۹۹۸، باب ماجاء فی المزاح

(۵) حوالہ سابق

(۷) مجمع الزوائد ۸/۸۹، باب ماجاء فی المزاح

(۹) احیاء العلوم ۳/۱۲۸

منعقد ہو جائے گی، (۷) البتہ یہ ضروری ہے کہ مالک زمین اور بٹائی دار عاقل ہوں یعنی فاطر العقل یا اتنے کمسن نہ ہوں جو معاملات کے شعور سے محروم ہوتے ہیں، بٹائی دار کے لئے بالغ یا مسلمان ہونا ضروری نہیں۔ (۸)

بٹائی داری درست ہونے کی شرطیں

مزارعت کے صحیح ہونے کے لئے کچھ شرطیں بھی ہیں :

- (۱) جس چیز کی کھیتی مطلوب ہے وہ معلوم و متعین ہو۔
- (۲) زمین کھیتی کے لائق ہو، شور یا زیر آب ہونے کی وجہ سے ناقابل کاشت نہ ہو۔
- (۳) زمین معلوم و متعین ہو۔
- (۴) زمین بٹائی دار کے حوالہ کر دی جائے، اور بٹائی دار کے لئے اس میں کھیتی سے کوئی چیز مانع نہ ہو۔
- (۵) بٹائی کی مدت بھی متعین ہو۔
- (۶) پیداوار میں دونوں کا حصہ ہو، اور صرف ان ہی دونوں کا ہو کسی تیسرے کے لئے نہ ہو۔
- (۷) مالک زمین اور بٹائی دار دونوں کے لئے تناسب متعین ہو، مثلاً نصف، تہائی، چوتھائی، وغیرہ۔ (۹)

چھ صورتیں اور ان کا حکم

مزارعت میں بنیادی طور پر چار عناصر پائے جاتے ہیں، زمین، بیج، جو تنے کا آلہ، جانور ہو یا مشین، اور بٹائی دار کا عمل، اس لحاظ سے مزارعت کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، جن میں بعض جائز اور بعض ناجائز ہیں، علامہ کاسانی نے اس کو تفصیل سے بیان کیا

زیادہ ہنسنا اور ہنسانا ہے، اور مداومت سے مراد یہ ہے کہ زیادہ وقت ہنسی مذاق میں گزارے، حافظ ابن حجر نے مزاح سے متعلق تمام روایتوں کو سامنے رکھ کر لکھا ہے کہ مزاح میں افراط یا مداومت ناجائز ہے، اگر یہ بات نہ ہو تو مباح ہے، اور اگر کسی کی دلداری اور اس کو مانوس کرنا مقصود ہو اور شریعت میں معتبر مصلحت پیش نظر ہو تو مستحب ہے۔ (۱)

مزارعت (بٹائی داری)

”مزارعت“ کی اصل ”زرع“ ہے، لغوی معنی کھیتی کرنے کے ہیں، شرعاً مزارعت پیداوار کے کچھ حصے کے عوض بٹائی کے معاملہ کو کہتے ہیں، ”ہی عقد علی الزرع ببعض الخراج“۔ (۲)

مزارعت (بٹائی داری) کی اصل وہ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اہل خیر کے ساتھ نصف پیداوار پر بٹائی معاملہ طے فرمایا تھا، جس کا اکثر کتب حدیث میں ذکر آیا ہے، (۳) چنانچہ حنابلہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک بٹائی داری کی صورت جائز ہے، (۴) امام شافعی کے نزدیک درخت کے بغیر صرف کھیت میں بٹائی جائز نہیں، ہاں اگر درخت بھی ہوں، تو درخت کے ساتھ ضمناً کھیت میں بٹائی داری ہو سکتی ہے، (۵) امام ابو حنیفہ اور بعض اہل علم کے نزدیک بٹائی داری کی صورت جائز نہیں، لیکن تعامل اور لوگوں کی حاجت کو دیکھتے ہوئے احناف کے نزدیک بھی فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ (۶)

مزارعت کے ارکان

دوسرے معاملات کی طرح مزارعت کے لئے بھی ایجاب و قبول رکن کا درجہ رکھتا ہے، صاحب زمین کہے کہ میں تم کو یہ زمین بٹائی پر دیتا ہوں، اور بٹائی دار قبولیت کا اظہار کرے تو مزارعت

(۲) البحر الرائق ۱۵۹/۸
 (۳) دیکھئے: المغنی ۲۳۱/۵، بدائع الصنائع ۱۵۷/۶
 (۴) دیکھئے: ہدایہ ۲۵/۳-۲۲۳، کتاب المزارعة
 (۵) بدائع الصنائع ۱۷۶/۶

(۱) فتح الباری ۵۳۳/۱۰
 (۳) دیکھئے: مسلم ۱۳/۲
 (۵) دیکھئے: شرح مہذب ۳۱۶/۳
 (۷) بدائع الصنائع ۱۷۶/۶
 (۹) بدائع الصنائع ۸۰/۶-۱۷۷، ہدایہ ۲۲۵/۳، البحر الرائق ۱۵۹/۸

ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ (۱)

نمبر شمار	مالک زمین کی طرف سے	بٹائی دار یا دوسرے فریق کی طرف سے	کیفیت
۱	زمین، بیج، آلہ کاشت	عمل	جائز ہے
۲	زمین	آلہ کاشت، بیج، عمل	جائز ہے
۳	زمین، بیج	عمل، آلہ کاشت	جائز ہے
۴	زمین، آلہ کاشت	بیج، عمل	ظاہر روایت میں ناجائز، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے۔
۵	زمین، عمل	بیج، آلہ کاشت	//
۶	زمین، عمل، آلہ کاشت	بیج	//

پڑے، تو معاملہ کو صحیح کرنے کے لئے ایسا کیا جاسکتا ہے، کہ وہ بیج کی رقم یا خود بیج بٹائی دار کو قرض دیدے، یا اس کے ہاتھ ادھار فروخت کر دے یا ذاتی طور پر بٹائی دار کو ہبہ کر دے، تاکہ مکمل بیج بٹائی دار کی طرف سے ہو جائے اور یہ معاملہ شرعاً درست باقی رہے۔

بٹائی دار سے متعلق احکام

بٹائی داری سے متعلق احکام حسب ذیل ہیں :

(۱) کاشت کاری کو درست رکھنے کے لئے جو عمل مطلوب ہے، وہ بٹائی دار کی ذمہ داری ہے، اور اگر کچھ پیداوار نہ ہوئی تو اس کو اپنی محنت کا معاوضہ طلب کرنے کا حق نہیں۔

(۲) کھیتی سے متعلق جو اخراجات ہیں، جیسے کھاد، خورد و پودوں کو اکھاڑنا، یا وہ افعال جو کھیت کی تیاری کے بعد کے ہیں، جیسے کٹائی، بار برداری، گاہنا، وغیرہ، اس کے اخراجات دونوں فریق پر حصہ کے تناسب سے عائد ہوں گے۔

(۳) یہ معاملہ اس شخص کے حق میں لازم نہیں، جس کی جانب سے بیج ہے، اگر وہ ایک طرفہ طور پر بٹائی داری سے دستبردار ہونا چاہے تو اسے اس کا حق ہے، دوسرے فریق کے حق میں یہ معاملہ لازم ہے، اور وہ اس سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔

(۴) فریقین میں سے کوئی دوسرے کا حصہ بڑھا کر اپنا حصہ کم کرنا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ (۴)

(۵) اگر بٹائی داری کی مقررہ مدت ختم ہو گئی، لیکن کھیتی ابھی تیار نہیں ہوئی ہے، تو اب مزید جتنی مدت کھیتی کی تیاری میں لگے گی، اس کا کرایہ، بٹائی دار مالک زمین کو ادا کرے گا، البتہ کھیتی کے اخراجات جیسے حفاظت اور آبیاری پر آنے والا خرچ دونوں کے ذمہ ہوگا، (۵) اگر صاحب زمین چاہے کہ نامکمل حالت ہی میں کھیتی

اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، کہ اگر کسی ایک فریق کے لئے پیداوار کی ایک مقدار متعین کر دی جائے، مثلاً یوں کہا جائے کہ صاحب زمین کو بٹائی دار ایک کوئنٹل دھان دے دیگا خواہ پیداوار کچھ بھی ہو، یا کھیت کا کوئی حصہ متعین کر دیا جائے کہ اس کی پیداوار کسی ایک فریق کے لئے مخصوص ہوگی تو یہ صورت بالاتفاق جائز نہیں، (۲) اسی طرح یہ صورت بھی درست نہیں، کہ بیج میں زمین دار اور بٹائی دار دونوں کی شرکت ہو، (۳) بعض اوقات سیلاب یا سوکھے کی وجہ سے بیج ضائع ہو جاتا ہے، اور بٹائی دار مالک زمین سے بیج میں شرکت کا طالب ہوتا ہے، تو اگر مالک زمین کی طرف سے مکمل بیج ہو جائے تو یہ صورت جائز ہے، اور اگر بیج کا کچھ حصہ دینا

(۲) البحر الرائق ۱۶۱/۸

(۴) ملخص از: بدائع الصنائع ۱۸۱-۸۲۶

(۱) بدائع الصنائع ۱۷۹/۶

(۳) بدائع الصنائع ۱۸۰/۶

(۵) ہدایہ ۳۲۹/۳

آ کر آپ ﷺ کے سامنے دست سوال پھیلا یا، تو آپ ﷺ نے اس کا پیالہ، اور ٹاٹ طلب فرما کر اس کی ڈاک لگائی، ایک صاحب نے ایک درہم میں لینے پر آمادگی ظاہر کی، آپ ﷺ نے فرمایا: کون اس سے زیادہ قیمت لگائے گا؟ ایک صاحب دو درہم میں لینے کے لئے تیار ہو گئے، آپ ﷺ نے وہ سامان ان سے فروخت فرمایا۔ (۶)

اس لئے اس صورت کے جائز ہونے پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، البتہ ابراہیم نخعیؒ اسے مکروہ خیال کرتے تھے۔ (۷)

مزدلفہ

مزدلفہ ایک مقام کا نام ہے، جو منیٰ کے بعد واقع وادی محسر اور عرفات کے درمیان واقع ہے، (۸) ۹/۹۱ (۸) منیٰ الحجاز گذر کر شب میں مزدلفہ میں قیام مسنون اور طلوع فجر سے صبح کے اچھی طرح کھل جانے کے درمیان مزدلفہ میں وقوف حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، جس کے ترک کرنے سے دم واجب ہوتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: حج)

مساقات (درخت کی بٹائی)

”مساقاة“ سقی سے ماخوذ ہے، سقی کے معنی درخت کو سیراب کرنے کے ہیں، چونکہ درخت کو بٹائی پر لگانے کی صورت بٹائی دار کو زمین اور درخت سیراب کرنے کی ذمہ داری انجام دینی ہوتی ہے، اسی نسبت سے یہ معاملہ ”مساقات“ کہلایا، بعض فقہاء اُس کو معاملہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں، کیونکہ بٹائی دار کا عمل اس معاملہ کا ایک اہم جزو ہے، فقہ کی اصطلاح میں کچھ پیداوار کے بدلے درخت عامل کے حوالہ کرنے کا نام مساقاة یا معاملہ ہے۔ (۹)

مشروعیت اور اس میں فقہاء کا اختلاف

امام ابوحنیفہؒ کو مساقات یعنی باغات اور درختوں کی بٹائی

کاٹ لی جائے تو کاشت کار اس کو ماننے کا پابند نہیں۔ (۱)

(۶) اگر فریقین میں سے ایک کا انتقال ہو جائے، تو اصولاً تو اسی وقت اس معاملہ کو ختم ہو جانا چاہئے، اس لئے کہ بٹائی داری ایک طرح کا اجارہ ہے، اور اجارہ میں حکم یہی ہے کہ کسی بھی ایک فریق کا انتقال ہو جائے تو اجارہ ختم ہو جاتا ہے، لیکن فتویٰ اس بات پر ہے کہ اگر پودا اگ چکا ہے، تو کھیت کی تیاری تک یہ معاملہ باقی رہے گا، کہ اس میں دونوں ہی فریق کا فائدہ ہے۔ (۲)

(۷) اگر کسی وجہ سے بٹائی کا معاملہ فاسد ہو جائے تو بیج جس کی طرف سے تھا، وہ پیداوار کا مالک ہوگا، اگر بیج مالک زمین نے دیا تھا، تو وہ بٹائی دار کو اتنی مدت کی محنت کی اجرت ادا کرے گا، اور اگر بٹائی دار کی طرف سے بیج تھا، تو وہ مالک زمین کو اس مدت کا کرایہ زمین ادا کرے گا۔ (۳)

مزایدہ (ڈاک لگا کر بیچنا)

آپ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ ایک شخص کسی چیز کی قیمت طے کر رہا ہو، اور دوسرا شخص اس چیز کو خود حاصل کرنے کے لئے اس سے زیادہ قیمت دینے کی پیش کش کرے، تاکہ فروخت کرنے والا اس کی طرف متوجہ ہو جائے، لیکن اس سے یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ کسی چیز کو ڈاک لگا کر فروخت کیا جائے، اور جو زیادہ ڈاک لگائے، اس کو وہ چیز دی جائے، اسی کو فقہاء اور شارحین حدیث کی اصطلاح میں ”بیع مزایدہ“ یا ”بیع من یزید“ کہتے ہیں، (۴) چنانچہ آپ ﷺ نے ایک شخص کے غلام کو اسی طرح کے ڈاک لگا کر فروخت فرمایا، (۵) ترمذی اور بعض دیگر کتب حدیث میں بھی حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے

(۲) البحر الرئق ۱۶/۸

(۳) فتح الباری ۳۱۵

(۶) ترمذی، حدیث نمبر ۱۲۱۸، باب ماجاء فی بیع من یزید

(۸) ردالمحتار ۱۷۶/۲

(۱) ہدایہ ۳۲۹/۳

(۳) بدائع الصنائع ۱۸۳/۶

(۵) بخاری مع الفتح ۳۱۵/۳، باب بیع المزادۃ

(۷) فتح الباری ۳۱۵/۳

(۹) ہندیہ ۲۷۷/۵

کے معاملہ کو جائز نہیں سمجھتے، لیکن خود فقہاء حنفیہ میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اس کے جواز کے قائل ہیں، مالکیہ شوافع اور حنابلہ بھی اسے جائز قرار دیتے ہیں، گو بعض جزوی تفصیلات میں خود ان حضرات کے درمیان بھی اختلاف رائے ہے، (۱) درخت کی بٹائی داری کے جائز ہونے کی دلیل وہی خیبر کا معاملہ ہے، خیبر میں مقیم یہودیوں کو کھجور کے باغات، نصف پیداوار کی شرط پر حوالہ کئے گئے تھے، اکثر کتب حدیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔ (۲)

شرطیں

جو شرطیں مزارعت یعنی کھیتی میں بٹائی داری کی ہیں، وہی شرطیں اس معاملہ کی بھی ہیں، درخت میں بٹائی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ درخت اس حال میں بٹائی دار کے حوالہ کئے جائیں، کہ اس کے پھل پوری طرح تیار نہ ہوئے ہوں، اگر پھل تیار ہو چکا، تو اب یہ معاملہ درست نہ ہوگا، اور پیداوار درخت کے مالک کی ہوگی۔ (۳)

مساقات سے متعلق احکام

جن شرطوں سے مزارعت کا معاملہ فاسد ہو جاتا ہے، یہ معاملہ بھی فاسد ہو جاتا ہے، درخت کی سینچائی، پانی کا انتظام اور پھل کی حفاظت کی ذمہ داری بٹائی دار پر ہوگی، کھاد، زمین کے ارد گرد کوڑنا اور مٹی ڈھیلی کرنے اور پھل توڑنے کے اخراجات دونوں پر پیداوار میں حصہ کے تناسب سے واجب ہوں گے، اگر پھل نہ آیا تو کسی کو کچھ نہ ملے گا، یہ معاملہ دونوں طرف سے لازم العمل ہوگا، ایک فریق دوسرے کی رضامندی کے بغیر ایک طرفہ طور پر معاملہ کو ختم نہیں کر سکتا، سوائے اس کے کہ کوئی عذر درپیش ہو، بٹائی دار کے

لئے اس کی گنجائش نہیں کہ وہ کسی اور کو بٹائی پر لگا دے، سوائے اس کے کہ مالک درخت نے کہا ہو کہ اس کو جس طرح چاہو کرو۔ (۴)
جن اعذار کی وجہ سے اس معاملہ کو ایک طرفہ طور پر ختم کیا جاتا ہے، ان میں ایک بٹائی دار کا بیمار پڑ جانا اور بوجہ بیماری کے مطلوبہ عمل پر قادر نہ ہونا بھی ہے، اسی طرح اگر عامل چوری میں معروف ہو، جب بھی مالک درخت کو اس معاملہ کے ختم کر دینے کا اختیار ہوتا ہے، درخت میں بٹائی داری کا معاملہ فریقین میں سے کسی کی موت، مدت معاملہ کی تکمیل، اور معاملہ ختم کر دینے پر فریقین کا رضامندی (اقالہ) سے ختم ہو جاتا ہے۔ (۵)

(مساقاۃ کی بحث کے ساتھ مزارعت کی بحث دیکھنا بھی مناسب ہوگا، کیونکہ مساقاۃ کے احکام قریب قریب وہی ہیں، جو مزارعت کے ہیں)۔

مساومہ

مساومہ ”سوم“ سے ہے، سوم کے معنی بھاؤ کرنے کے ہیں، اس طرح مساومہ کے لغوی معنی تو بیچنے والے اور خریدنے والے کے باہم قیمت طے کرنے کے ہوئے، لیکن فقہاء کے یہاں یہ ایک مخصوص اصطلاح ہے، خرید و فروخت میں بعض اوقات بیچی جانے والی چیز کی وہ قیمت ملحوظ ہوتی ہے، جس میں خود بیچنے والے نے اسے خرید کیا تھا، اگر بیچنے والا اسی قیمت میں فروخت کرے تو اسے تولیہ کہتے ہیں، اس سے زیادہ قیمت میں فروخت کرے، تو اس کو مرابحہ کہتے ہیں، اس سے کم قیمت میں فروخت کرے تو یہ وضعہ کہلاتی ہے، اور اگر اس کو فروخت کرتے وقت پہلی قیمت ملحوظ نہ ہو، اور اس کے ذکر کے بغیر خریدار اور فروخت کنندہ کسی قیمت پر راضی ہو جائیں تو یہ بیع مساومہ ہے، ”هو مبادلة المبيع بأى ثمن اتفق“۔ (۶)

(۲) مسلم ۱۲/۲

(۳) ہندیہ ۲۷۷-۲۸۵

(۶) بدائع الصنائع ۱۳۲/۵

(۱) الشرح الصغير ۱۲/۳، شرح مہذب ۴۰۰/۱۴، المغنی ۲۲۶/۵

(۳) ہندیہ ۲۷۷/۵

(۵) حوالہ سابق

(اس سے متعلق احکام کے سلسلے میں دیکھئے: بیج)

مسبق

مسبق کے لغوی معنی اس شخص کے ہیں، جس پر سبقت اور پہل کی گئی ہو، فقہ کی اصطلاح میں ایسے شخص کو کہتے ہیں، جس کی کم سے کم ایک رکعت امام کے ساتھ چھوٹ جائے اور وہ تاخیر سے جماعت میں شریک ہو، (۱) کیونکہ امام نماز میں اس پر سبقت کر جاتا ہے۔

مسبق امام کے ساتھ جتنی رکعتیں پائے، ان کو مقتدی ہی کی طرح ادا کرے گا، اور ان میں وہ امام کا تبع ہوگا، امام کی نماز ختم ہونے کے بعد اس کی حیثیت منفرد اور تہاء نماز پڑھنے والے کی ہوگی، اور اس کے لئے وہی احکام ہوں گے جو منفرد کے ہیں، البتہ چار مسائل میں اس کے احکام وہی ہیں جو مقتدی کے ہوتے ہیں، ان چار کا ذکر آگے آتا ہے۔

مسبق کی اس دوہری حیثیت کے اعتبار سے فقہاء نے اس سے متعلق احکام ذکر کئے ہیں، ضروری احکام یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

تعوذ اور ثنا کب پڑھے؟

مسبق جب جماعت میں شریک ہو تو اگر امام کو قیام کی حالت میں پائے، اور جہری قراءت والی نماز ہو، تو تعوذ اور ثنا پڑھے بغیر امام کے ساتھ شریک جماعت ہو جائے، اور اگر آہستہ قراءت والی نماز ہے، تو بہتر ہے کہ تعوذ اور ثنا پڑھے، اگر امام رکوع یا سجدہ کی حالت میں ہو اور اندازہ ہو کہ تعوذ اور ثنا پڑھ کر بھی رکوع یا سجدہ کو پاسکتا ہے، تو پڑھ کر رکوع یا سجدہ میں چلا جائے، اور اگر امام کو قعدہ کی حالت میں پائے، تو بعض فقہاء کی رائے پر ثنا اور

تعوذ نہیں پڑھنا چاہئے، لیکن قول صحیح یہی ہے کہ رکوع اور سجدہ کی طرح قعدہ کا بھی یہی حکم ہے، اگر ان چیزوں کو پڑھنے کے بعد قعدہ میں امام کو پالینے کی توقع ہو تو پڑھے ورنہ نہ پڑھے، قعدہ اولیٰ ہو یا قعدہ اخیرہ، دونوں صورت میں ایک ہی حکم ہے۔ (۲)

امام کی نماز مکمل ہونے کے بعد جب مسبوق کھڑا ہو تو پھر اسے قراءت سے پہلے ثناء اور تعوذ پڑھنا چاہئے گو پہلے پڑھ چکا ہو، ویاتی بہ ایضا اذا قام الی قضاء ما سبق بہ۔ (۳)

باقی رکعتیں ابتدائی رکعتیں

امام کی نماز مکمل ہونے کے بعد جو نماز مسبوق ادا کرے گا، وہ اس کی ابتدائی رکعات ہوں گی، چنانچہ سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے گا، جیسا کہ گذرا ثناء اور تعوذ پڑھے گا، البتہ تشہد کے اعتبار سے نماز کا آخری حصہ ہوگا، اور وہ قعدہ اخیرہ تصور کیا جائے گا چنانچہ وہ تشہد کے علاوہ درود اور دعاء بھی پڑھے گا۔

امام کے قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد کیا پڑھے؟

امام جب اپنا قعدہ اخیرہ کر رہا ہو، تو مسبوق بھی امام کے ساتھ تشہد میں شریک رہے گا، البتہ مسبوق صرف تشہد پڑھنے پر اکتفا کرے گا، درود اور دعاء نہیں پڑھے گا، تو آخر اس بچے ہوئے وقت میں وہ کیا کرے؟ اس سلسلہ میں قاضی خاں وغیرہ کی رائے ہے کہ تشہد کو اس قدر ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ امام کے سلام تک اس سے فارغ ہو، اور فقیہ ابن الشجاع سے منقول ہے کہ کلمہ شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ ہی کو کرر پڑھتا رہے، فتاویٰ غیاثیہ میں اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔ (۴)

امام کے سلام پھیرنے کے بعد کیا کرے؟

مسبق کو تشہد پورا ہونے کے بعد بھی جب تک امام سلام

(۲) البحر الرائق ۱۲۱-۱۲۱

(۳) ہندیہ ۹۱/۱

(۱) درمختار مع الرد ۲۳۶/۲، (تحقیق شیخ عادل وغیرہ)

(۳) البحر الرائق ۳۱۱/۱، نیز دیکھئے: درمختار مع الرد ۲۷۲-۲۷۲

نماز پڑھنے والے کے لئے امام صاحب کے نزدیک تکبیر تشریح نہیں ہے۔

(۳) تنہا نماز پڑھنے والا اگر نماز کو توڑنے اور دوبارہ نماز پڑھنے کے لئے محض تکبیر کہے تو وہ پہلی ہی نماز میں باقی رہے گا، وہ نماز منقطع نہ ہوگی، اور فقہ کی زبان میں نماز کا استیناف نہ ہو سکے گا، بہ خلاف مسبوق کے، کہ اگر وہ ایسا کرے تو پہلی نماز ختم ہو جائے گی، اور وہ از سر نو نماز ادا کرنے والا تصور کیا جائے گا۔

(۴) اگر مسبوق اپنی بقیہ رکعات پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا اس کے بعد امام نے سجدہ سہو کیا تو مسبوق پر واجب ہوگا کہ واپس آئے اور امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک ہو، اور اگر امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک نہ ہو تو پھر اس پر نماز کے اخیر میں سجدہ سہو کرنا واجب ہوگا۔ (۳)

اگر امام مسبوق کو نائب بنا دے؟

اگر امام کسی وجہ سے نماز کو جاری نہ رکھ سکے اور نائب بنانا پڑے تو بہتر ہے کہ ایسے شخص کو نائب بنائے جو شروع سے نماز میں شریک ہو، تاہم اگر مسبوق کو نائب بنا ہی دے تو یہ بھی درست ہے، اگر مسبوق کو معلوم ہو کہ امام نے کتنی رکعتیں پڑھائی تھیں تب تو امام کی رعایت کرتے ہوئے جس رکعت میں امام کو قعدہ کرنا تھا اس میں قعدہ کرے گا، اور اس کے بعد باقی رکعتیں پوری کرے گا، اور اگر مسبوق کو اس کی اطلاع نہ ہو، احتیاطاً ہر رکعت میں قعدہ کرتا جائے، تا کہ مقتدی اپنی نماز کے اعتبار سے قعدہ کر لے، پھر مقتدی حضرات اپنی نماز کی نسبت سے قعدہ کر کے بیٹھے رہیں، اور امام کا انتظار کریں، جب امام اپنی نماز پوری کر لے، اور سلام پھیرے تو مقتدی بھی امام کے ساتھ سلام میں شریک ہوں، اس طرح مقتدی

نہ پھیرے، اپنی باقی رکعتوں کو پورا کرنے کے لئے نہیں اٹھنا چاہئے، البتہ اس سے چند صورتیں مستثنیٰ ہیں، اگر مسبوق موزوں پر مسح کئے ہوا ہو، اور انتظار کرنے میں مسح کی مدت گزر جانے کا اندیشہ ہو یا معذور ہو، اور وقت نکل جانے کا خطرہ ہو کیونکہ وقت نکلتے ہی معذور شخص کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، یا نماز کا آخری وقت ہو، اور اندیشہ ہو کہ اگر امام کے سلام پھیرنے کا انتظار کریں اور اس کے بعد بقیہ رکعتیں پوری کریں تو نماز کا وقت ہی نکل جائے گا، یا اتنی دیر انتظار کرنے میں وضو ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو یا مسبوق کو اندیشہ ہو کہ امام کے سلام پھیرتے ہی لوگ سامنے سے گذرنے لگیں گے، اور اگر پہلے اٹھ جایا جائے تو یہ نوبت نہیں آئے گی، تو اس صورت میں بھی فقہاء نے مسبوق کو پہلے اٹھنے کی اجازت دی ہے۔ (۱)

سجدہ سہو میں امام کی اتباع

مسبوق سجدہ سہو میں امام کی اتباع کرے گا، مسبوق کے لئے بہتر یہ ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کسی قدر توقف کرے، یہاں تک کہ جب اندازہ ہو جائے کہ امام سجدہ سہو نہیں کرے گا، تو اب کھڑا ہو۔ (۲)

چار صورتیں جن میں مسبوق مقتدی کے حکم میں ہے!

چار مسائل جن میں مسبوق کی حیثیت امام کی نماز مکمل ہونے کے بعد بھی مقتدی کی ہوتی ہے، یہ ہیں:

- (۱) مسبوق کی اقتداء جائز نہیں ہے، اور نہ یہ جائز ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد خود وہ کسی اور کی اقتداء کرنے لگے۔
- (۲) جیسے امام اور اس کے ساتھ مقتدی سلام پھیرنے کے بعد ایام تشریح میں تکبیر تشریح کہتے ہیں، اور ان پر تکبیر کہنا واجب ہے اسی طرح مسبوق پر بھی تکبیر کہنا واجب ہوگا، جب کہ تنہا

(۲) ہندیہ ۹۱/۱، درمختار مع الرد ۳۲۹/۲

(۱) ہندیہ ۹۱/۱، درمختار مع الرد ۳۲۹/۲

(۳) درمختار وردالمختار ۳۲۷-۳۹۲، ہندیہ ۹۱/۱

اپنی نماز پوری کریں گے۔ (۱)

استحاضہ

اس عورت کو کہتے ہیں جسے بیماری کا خون آتا ہو، اور اس غیر طبعی خون کے آنے کو استحاضہ کہا جاتا ہے۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے: استحاضہ، حیض)

مستحب

لغوی معنی پسندیدہ بات کے ہیں، اصول فقہ کی اصطلاح میں حکم شرعی کا ایک خاص درجہ ہے، جو مطلوب تو ہوتا ہے، لیکن نہ واجب ہوتا ہے اور نہ سنت کے درجہ میں قابل اہتمام۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے: حکم)

مسجد

مسجد کے اصل معنی سجدہ کرنے کی جگہ کے ہیں، چونکہ سجدہ نماز کا نہایت اہم اور فضیلت کا حامل عمل ہے، اس لئے نماز گاہ کو مسجد سے تعبیر کیا گیا ہے، مسجدوں کے لئے یہ نام خود قرآن مجید میں بھی استعمال ہوا ہے، (البقرہ : ۱۱۴) — رسول اللہ ﷺ نے اس امت کی خصوصیات میں اس بات کو بھی شمار کیا ہے کہ اس امت میں اللہ کی عبادت کے لئے کسی خاص جگہ کا ہونا ضروری نہیں، اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو مومن کی سجدہ گاہ اور جائے عبادت بنایا ہے، عمارت ہو یا ویرانہ، صرف جگہ پاک ہونی چاہئے، وہاں نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

لیکن اس کے باوجود جہاں کہیں مسلمان آباد ہوں، وہاں کوئی ایسی جگہ ہونی چاہئے، جو ہمیشہ پاک صاف رہے، اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لئے وقف ہو، اور جس کا اپنا ماحول بھی انسان کو عبادت کی طرف دعوت دیتا ہو، مساجد اسی ضرورت کی تکمیل ہیں، گو مسجد کا بنیادی مقصد نماز پنج گانہ کا قیام اور جن آبادیوں میں جمعہ قائم کرنا

درست ہے، وہاں جمعہ کا قیام ہے، لیکن درحقیقت مسجد مسلمانوں کے لئے ایک ہمہ مقصدی مرکز ہے، نماز کا بھی، تلاوت قرآن اور ذکر کا بھی، اعتکاف کا بھی، اصلاح و دعوت، اور تبلیغ کا بھی، مسلمانوں کے باہمی نزاعات کو سلجھانے اور ان کے فیصلے کا بھی اور ان تمام کاموں کا جن کے ذریعے امت کی اجتماعی شیرازہ بندی ہو سکے، اسی لئے مساجد شعائر اللہ میں داخل ہیں، اسی نسبت سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مسجد دیکھو، یا مؤذن کی آواز سنو، تو کسی کو قتل نہ کرو۔ (۲)

تعمیر مسجد کی اہمیت

تعمیر مسجد کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ قرآن کے بیان کے مطابق، جب اللہ تعالیٰ نے اس کائنات ارضی کو بچھانے کا ارادہ فرمایا تو اس کا آغاز ایک ایسی جگہ سے فرمایا، جو مسجد تھی، یعنی کعبۃ اللہ کی زمین — مکہ مکرمہ میں کعبۃ اللہ کی موجودگی کی وجہ سے کسی اور مسجد کی تعمیر کی حاجت نہ تھی، لیکن چونکہ مشرکین نے کعبہ کو جھوٹے دیوتاؤں اور دیویوں کا مرکز بنا رکھا تھا، اور مسلمانوں کے لئے وہاں کھل کر اور اطمینان کے ساتھ نماز پڑھنے کی گنجائش نہیں تھی، اس لئے آپ ﷺ نے دار ارقم کو مرکز بنایا، جو دعوت و تبلیغ کا بھی مرکز تھا، اور نماز کا بھی، جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، تو قبا میں بھی چند روز قیام رہا، وہاں بھی آپ ﷺ نے مسجد کی بنیاد رکھی جس کا خود قرآن مجید نے ذکر کیا ہے۔ (التوبہ : ۱۰۸)

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد اکثر مہاجرین ابھی بے گھر تھے، خود حضور ﷺ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کو اپنی ضیافت سے مشرف فرما رہے تھے، مکہ کے اس لئے پٹے قافلہ کو اپنے مکانات کی ضرورت تھی، لیکن آپ ﷺ نے سب سے پہلے جس طرف توجہ

(۲) دیکھئے: حجة الله البالغة (مترجم) ۴۷۸/۱

(۱) درمختار وردالمختار ۳۶۵/۲

تعالیٰ، لرفع یدہ عنہ والصحیح انہ یصیر
مسجدا۔ (۴)

مسجد ہونے کے لئے عمارت ضروری نہیں!

البتہ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ مسجد ہونے کے لئے
عمارت ضروری نہیں، زمین ہے لیکن اس پر عمارت کی تعمیر نہ ہو سکی، یا
عمارت منہدم ہو گئی، اور اب اس کی حیثیت افتادہ زمین کی ہے،
جب بھی وہ مسجد ہی رہے گی، علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں:

لو کان لہ ساحة لابناء فیہا فامر قومہ ان
یصلوا فیہا بجماعة قالوا ان امرہم
بالصلاة فیہا ابدأ او امرہم بالصلاة فیہا
بالجماعة ولم یذکر ابدأ إلا انہ اراد بہا

الأبد ثم مات لایکون میراثا عنہ . (۵)

اگر کسی شخص کو کھلی زمین ہو جس کی کوئی عمارت نہیں،
اس نے لوگوں کو اس میں جماعت کے ساتھ نماز
پڑھنے کا حکم دیا، فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر اس نے
لوگوں کو اس میں ہمیشہ نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا، یا
جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا، اور ہمیشہ کے
لئے ہونے کا ذکر نہیں کیا، البتہ اس کی نیت ہمیشہ
کے لئے نماز پڑھنے کی اجازت کی تھی، پھر اس کا
انتقال ہو گیا، تو وہ زمین میراث نہ ہوگی، (یعنی
وقف مکمل ہو جائے گا)۔

تحت الثریٰ سے آسمان تک مسجد

مسجد کے سلسلے میں اصل قاعدہ تو یہ ہے کہ جو جگہ مسجد بن گئی وہ

فرمائی، وہ مسجد نبوی کی تعمیر ہے، آپ ﷺ نے اس کے لئے جس
زمین کا انتخاب کیا، اس کی قیمت ادا فرمائی، حضرات مہاجرین و
انصار کے پاک ہاتھوں نے اس مسجد کو تعمیر کیا، اور خود آپ ﷺ نے
بھی اس میں بنفس نفیس شرکت فرمائی، نیز اس سے متصل طالبان
علوم دین کے لئے صفہ (چبوترہ) کی تعمیر عمل میں آئی، تاکہ اللہ تعالیٰ
کی بندگی اور خلق اللہ کی تعلیم و تزکیہ کا کام ساتھ ساتھ ہو سکے، پھر اس
کے بعد حجرات تعمیر فرمائے، — اس اسوۂ نبوی سے خوب اندازہ
لگایا جاسکتا ہے، کہ اسلام میں مسجد اور تعمیر مسجد کی کیا اہمیت ہے؟ آپ
ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے چھوٹی یا بڑی مسجد
تعمیر کی، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائیں گے۔ (۱)

مسجد شرعی کب بنے گی؟

کوئی جگہ کب مسجد شرعی بنے گی؟ اس میں اختلاف ہے، امام
ابویوسفؒ کے نزدیک وقف کرنے والے کا یہ کہہ دینا کہ میں نے
اسے مسجد بنا دیا، کافی ہے، اب وہ مسجد شرعی ہو گئی مسجد شرعی ہونے
کے لئے اس میں نماز کی ادائیگی ضروری نہیں، (۲) امام ابوحنیفہؒ اور
امام محمدؒ کے نزدیک مسجد کو اس مقصد کے لئے سپرد کرنا (تسلیم) بھی
ضروری ہے، جیسا کہ دوسرے اوقاف میں ہوتا ہے، اب ہر چیز کی
حوالگی اس کی حیثیت کے لحاظ سے ہوتی ہے، مسجد کی حوالگی اس
طرح ہوگی، کہ اس میں نماز ادا کی جائے، لہذا وہ جگہ اس وقت مسجد
شرعی ہوگی، جب واقف کی اجازت سے اذان و اقامت کے ساتھ
علانیہ نماز باجماعت ادا کی جائے، (۳) تاہم فقہاء متاخرین کا
رجحان یہ ہے کہ متولی یا قاضی کو زمین کا حوالہ کر دینا بھی وقف کے
مکمل ہونے اور اس جگہ کے مسجد بننے کے لئے کافی ہے، لان
بالتسلیم الی المتولی ایضاً یحصل تمام التسلیم الیہ

(۱) ترمذی ۷۳۱

(۲) ہندیہ ۲۵۵/۲

(۳) حوالہ سابق

(۲) دیکھئے: فتح اللہیر ۲۳۲۶

(۳) البحر الرائق ۲۳۸۶

خالص نہیں رہا۔

اور اگر شروع میں ایسی نیت نہیں کی گئی، بلکہ تعمیر کے بعد زیریں یا بالائی منزل کو مستثنیٰ کیا گیا، تو یہ استثناء درست نہ ہوگا، غالباً یہی منشاء ہے، فقہاء کے اس ارشاد کا کہ :

إذا اراد انسان ان يتخذ تحت المسجد
حوانیت غلة لمرة المسجد اوفوقه ليس
له ذالك كذا فی الدخيرة . (۲)

اگر انسان مسجد کے نیچے یا اس کے اوپر کچھ دکانیں
بنائے کہ وہ مسجد کی اصلاح و مرمت کے لئے
ذریعہ آمدنی ہو تو اس کے لئے یہ جائز نہیں۔

تاہم احتیاط بہر حال عین مسجد کے حصہ کو اوپر اور نیچے مسجد ہی
رکھنے میں ہے، خاص کر اگر اوپر کا حصہ مسجد نہ ہو، تو مسجد کی بے احترامی
کا بہت کچھ اندیشہ ہے، اسی لئے امام محمدؒ کے ایک قول کے مطابق مسجد
کے اوپر گھریا دوکان بنانا درست نہیں، گو امام ابو یوسفؒ نے بغداد اور
امام محمدؒ نے رے آنے کے بعد وہاں جگہ کی تنگی اور لوگوں کی ضرورت
دیکھتے ہوئے، دونوں ہی صورتوں کو جائز قرار دیا ہے۔ (۳)

البتہ اگر عین مسجد کے علاوہ کھلی ہوئی جگہ موجود ہو، اور وہاں
دوکان بنانا مسجد کے مفاد میں ہوتا کہ اس کی آمدنی سے مسجد کی
ضروریات پوری کی جاسکے، تو ایسا کرنے کی گنجائش ہے، فلا باس
اذا كان لصلاح المسجد - (۴)

احاطہ مسجد کا وہ حصہ جو عین مسجد نہیں، یعنی جو نماز پڑھنے کے
لئے مخصوص نہیں، بلکہ افتادہ زمین چھوڑ دی گئی ہے، یا اس میں مسجد
کی ضروریات کے لئے کمرے بنائے گئے ہیں، مسجد سے ملحق
مکتب ہے، یا بیت الخلاء وغیرہ ہے، یہ سب مسجد کے حکم میں نہیں
ہیں، اس حصہ میں جنابت اور حیض کی حالت میں آمد و رفت یا

نیچے تخت لٹری تک اور اوپر آسمان تک مسجد ہے، اس لئے مسجد کا
حقیقی اہتمام اور ادب یہی ہے کہ مسجد کے نیچے یا اس کے اوپر ایسی
عمارت نہ بنائی جائے، جس کا مقصد مسجد سے مختلف ہو، تاہم اگر تعمیر
مسجد کے وقت ہی مسجد کی زیریں منزل کو مسجد سے مستثنیٰ کر لیا جائے،
یعنی شروع ہی سے یہ نیت کر لی جائے، کہ پہلی منزل دوسرے
کاموں مثلاً دوکانات وغیرہ کے لئے ہوگی، اور اس کی چھت سے
مسجد کا شمار ہوگا، تو ایسا کرنا درست ہوگا، اور نیچے دوکان کی تعمیر جائز
ہوگی، اسی طرح کسی شخص نے دو منزلیں تعمیر کیں، اور شروع سے
مسجد کی نیت نہ کی، اور تعمیر مکمل ہونے کے بعد اس طرح نیت کی، کہ
پہلی منزل مسجد کے لئے ہوگی، اور دوسری منزل کسی اور کام کے
لئے، اور دونوں کی آمد و رفت کے راستے بھی الگ کر دیئے، تو اس
صورت میں صرف پہلی منزل پر مسجد کا حکم لگے گا، اوپر کی منزل کا
شمار مسجد میں نہ ہوگا، صاحب ہدایہ لکھتے ہیں :

من جعل مسجدا تحتہ سرداب اوفوقه
بيت وجعل باب المسجد الى الطريق
وعزله عن ملكه فله ان يبيعه ، وان مات
يورث عنه لانه لم يخلص لله تعالى لبقاء
حق العبد متعلقا به . (۱)

جس نے ایسی مسجد بنائی کہ اسکے نیچے تہ خانہ یا اس
کے اوپر گھر ہو، اور مسجد کا دروازہ راستے کی طرف
رکھا اور اس کو اپنی ملکیت سے علاحدہ رکھا تو اس
کے لئے (اس تہ خانہ یا گھر) کو فروخت کرنا جائز
ہے، اور اگر اس کا انتقال ہو جائے، تو اس میں
میراث بھی جاری ہوگی، کیونکہ بندہ کا حق اس
سے متعلق ہونے کی وجہ سے وہ اللہ کے لئے

(۲) ہندیہ ۲/۲۵۵

(۳) البحر الرائق ۲۳۹/۵

(۱) ہدایہ مع الفتح ۲۳۳/۶

(۳) دیکھئے: ہدایہ مع الفتح ۲۳۵/۶

دنیوی گفتگو اور خرید و فروخت وغیرہ جائز ہے، جب ہی تو فقہاء نے فناء مسجد یعنی وہ حصہ جس پر مسجد کا چھجہ واقع ہو، اور وہ لوگوں کی رہگذر نہ ہو، میں تعمیر دوکان وغیرہ کی اجازت دی ہے۔ (۱)

تعمیر مسجد میں حلال پیسے ہی استعمال ہوں

مسجد اللہ کا گھر ہے، جب کوئی شخص مسجد کے لئے زمین وقف کرتا ہے، یا مسجد کی تعمیر کرتا ہے، یا تعمیر مسجد میں تعاون کرتا ہے، تو گویا وہ براہ راست اپنا مال اللہ کے حوالہ کرتا ہے، ظاہر ہے اللہ کی ذات والاصفات، پاک اور طیب ہے، اور اللہ تعالیٰ مال طیب ہی کو قبول کرتے ہیں، اس لئے تعمیر مسجد میں حرام مال کا استعمال، گناہ بالائے گناہ ہے، اور اس سے خوب بچنا چاہئے، علامہ شامی نے تاج الشریعہ کا قول نقل کیا ہے :

اما لو انفق فی ذالک مالا خبیثا او مالا سببه الخبیث والطیب ، لان اللہ لا یقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بمالا یقبله . (۲)

اگر اس میں ناپاک مال استعمال کیا گیا، یا ایسا مال جس کا ذریعہ حصول ناپاک اور پاک دونوں ہو تو چونکہ اللہ تعالیٰ صرف پاک ہی کو قبول کرتا ہے، اس لئے اس کے گھر (مسجد) کو ایسی چیز سے آلودہ کرنا جس کو وہ قبول نہ کرتا ہو، مکروہ ہے۔

تاہم اگر کسی شخص نے زمین یا تعمیری اشیاء کا معاملہ تو مطلقاً ایک متعین رقم پر طے کیا، مثلاً کہا کہ یہ زمین میں پانچ ہزار روپے ملے لیتا ہوں یا کہا کہ مجھے سو تھیلے سمٹ دس ہزار روپے میں چاہئے، اور بعد میں قیمت ادا کر دی، خریدتے وقت حرام طریقہ سے حاصل کئے

ہوئے روپیہ ہی کو متعین نہیں کیا، کہ خاص ان ہی روپیوں کے عوض خرید کر رہا ہوں، یا زمین کی خریدی اور تعمیر میں حلال و حرام دونوں طرح کی رقم مخلوط تھی، تو گو اس کا مال حرام کو تعمیر مسجد کے لئے استعمال کرنا گناہ ہے، لیکن شرعاً وہ عمارت مسجد ہی شمار کی جائے گی، اور اس کے وہی احکام ہوں گے، جو مسجد کے ہیں۔ (۳)

تعمیر میں غیر مسلم بھائیوں کا تعاون

بنیادی طور پر مسجد کی تعمیر اور مساجد کا قیام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، اور یہ ان ہی کے شایان شان ہے، اور ارشاد خداوندی: ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ، (التوبہ: ۱۸) کا تقاضا بھی یہی ہے، اسی لئے بعض فقہاء کے نزدیک تعمیر مسجد میں غیر مسلم کا تعاون لینا درست نہیں، بعض حضرات نے اس کی اجازت بھی دی ہے، اور قرآن کی مذکورہ آیت کو مسجد کی تعمیر معنوی پر محمول کیا ہے، علامہ شامی کی تحقیق یہ ہے کہ غیر مسلموں کا ایسا وقف قبول کرنا جائز ہے، جس کو وہ بھی قربت و نیکی خیال کرتے ہوں، اور ہمارے نزدیک بھی وہ کار قربت ہو، چنانچہ علامہ شامی نے لکھا ہے، کہ اہل کتاب (گوشامی نے ذمی کا لفظ استعمال کیا ہے، لیکن قرآن سے واضح ہے کہ یہاں ذمی سے اہل کتاب ہی مراد ہیں) کا بیت المقدس پر وقف درست ہوگا، کیونکہ بیت المقدس پر خرچ کرنا ان کے نزدیک بھی قربت خداوندی کا باعث ہے، اور ہمارے نزدیک بھی، حج و عمرہ پر ان کا وقف درست نہ ہوگا، کیونکہ حج و عمرہ ہمارے نزدیک باعث قربت ہے، نہ کہ ان کے نزدیک، شرط وقف الذمی ان یکون قربۃ عندنا وعندہم کالوقف علی الفقراء او علی مسجد القدس - (۴)

(۲) رد المحتار ۴۴۱/۱

(۱) البحر الرائق ۲۴۹/۵

(۳) اس سلسلے میں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کا فتویٰ جو "نیل المرام فی حکم المسجد المبنی بالمال الحرام" کے عنوان سے جواہر الفقہ ص ۳۶۰/۲

(۴) رد المحتار ۳۶۰/۲

چہارم میں شامل ہے، (۱۳۳۵/۱۳)

قبرستان میں مسجد کی تعمیر و توسیع

اگر کوئی زمین قبرستان کے لئے وقف ہو، اس زمین میں مسجد کی تعمیر یا پہلے سے تعمیر شدہ چھوٹی مسجد کی توسیع کی ضرورت ہو، تو اگر قبریں پرانی اور بوسیدہ ہو گئی ہوں، اور غالب گمان یہی ہو کہ اب لاشیں مٹی بن چکی ہوں گی، تو ایسی قبروں پر مسجد کی تعمیر کی گنجائش ہے، بشرطیکہ تعمیر مسجد کے لئے کوئی اور صورت قابو میں نہ ہو، چنانچہ شارح بخاری علامہ عینی کا بیان ہے :

لوان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنی فیها مسجدا لم ار بذلك باسا وذاك لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم ، لایجوز لاحد ان یملکها فاذا درست واستغنی من الدفن فیها جاز صرفها الی المسجد لان المسجد ایضاً وقف من اوقاف المسلمين لایجوز تملکہ لاحد فمعناهما واحد . (۳)

مسلمانوں کے قبرستان میں سے کوئی قبرستان اگر مٹ جائے اور اس میں مسجد بنا دی گئی تو میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا ہوں، کیوں کہ قبرستان مسلمانوں کے اوقاف میں سے ایک وقف ہے جو مردوں کے دفن ہونے کے لئے ہے، لہذا کوئی شخص اس کا مالک نہیں ہو سکتا، البتہ اگر قبرستان ختم ہو جائے اور اس میں تدفین کی ضرورت باقی نہ رہے تو اس کو مسجد میں استعمال کرنا جائز ہے، کیوں کہ مسجد بھی مسلمانوں ہی کا ایک وقف ہے،

ہمارے ملک میں ہندو بھائی کچھ ایسا مشرکانہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اپنے دیوی اور یوتاؤں کے ساتھ ساتھ خدائے برحق کے گھر کو بھی نگاہ احترام سے دیکھتے ہیں، اس لئے گویا مسجدوں کی خدمت ان کے عقیدہ کے مطابق بھی، باعث قربت و ثواب ہے، لہذا مسجد کی تعمیر میں ہندوؤں کا چندہ قبول کرنا جائز نظر آتا ہے، بشرطیکہ اس بات کا اندیشہ نہ ہو کہ وہ کل ہو کر مندر کی تعمیر میں مسلمان سے تعاون کے خواستگار ہوں، اس لئے کہ کسی مسلمان کا مندر اور غیر اسلامی عبادت گاہ میں تعاون کرنا شرک میں تعاون کی وجہ سے قطعاً حرام ہے، اس لئے جہاں یہ اندیشہ ہو کہ کل ہو کر غیر مسلم بھائی اپنی عبادت گاہوں یا تہواروں میں تعاون چاہیں گے، وہاں مساجد کی تعمیر میں نہ اس سے تعاون کی خواہش کی جائے، اور نہ قبول کیا جائے بلکہ خوش اسلوبی اور حکمت کے ساتھ معذرت کر دی جائے۔

غصب کی زمین پر مسجد کی تعمیر

کوئی جگہ اُس وقت مسجد قرار پاتی ہے، جب اس جگہ سے انسان کی ملکیت ختم ہو جائے، اور ملکیت اسی وقت ختم ہوگی، جب خود مالک اسے مسجد کے لئے وقف کر دے، لہذا اگر کسی نے زمین غصب کر لی، اور اس پر مسجد کے نام اور نیت سے کوئی عمارت تعمیر کر دی، تو وہ شرعاً مسجد نہ ہوگی، کیونکہ غصب کی ہوئی زمین پر غاصب کی ملکیت قائم نہیں ہوتی، بلکہ اصل مالک کی ملکیت باقی رہتی ہے، سوائے اس کے کہ زمین کے حقیقی مالک کو اس پر راضی کر لیا جائے، یا غصب کرنے والا پیسہ دیکر اسے حاصل کر لے، البتہ اگر اس میں نماز پڑھ لی جائے تو کراہت کے ساتھ نماز ادا ہو جائے گی، (۱) فتاویٰ عالمگیری میں ہے، مسجد بنی علی سور المدینہ قالو لایصلی فیہ لان السور حق العامة - (۲)

(۲) ہندیہ ۷/۱

(۱) درمختار علی الرد ۲۲۲

(۳) عینی شرح بخاری ۱۷۹/۲، البحر الرائق ۲۵۵/۵

والاولی ان تكون حیطان المسجد البیض

غیر منقوشة ولا مكتوبة علیہ . (۳)

بہتر ہے کہ مسجد کی دیواریں سفید ہوں، نہ منقش

ہوں اور نہ اس پر تحریر ہو۔

گو نقش و نگار کی اجازت ہے پھر بھی خاص کر دیوار قبلہ میں نقش و نگار کو فقہاء نے ناپسند کیا ہے، کیونکہ اس سے نمازی کی توجہ ہٹ جاتی ہے، اور یہ نقش و نگار بھی اس وقت درست ہے جب یا تو کوئی شخص اپنے اخراجات سے کرائے یا وقف کرنے والے نے اس کی اجازت دی ہو۔ (۴)

آج کل مساجد کی دیواروں پر آیات قرآنی لکھنے اور کندہ کرنے کا ذوق بھی عام ہے، بلکہ زمانہ قدیم ہی سے اس کا رواج ہے، حالانکہ اس میں قرآن کی اہانت کا اندیشہ ہوتا ہے، پرندے اس پر بیٹھتے ہیں، اور بیٹ کرتے ہیں، مزدور اسکی صفائی اور آہک پاشی میں اس پر پاؤں رکھتے ہیں، اسی لئے فقہاء نے اس عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کی ہے، علامہ ^{ھسکفی} لکھتے ہیں، کہ دیوار پر کتابت مناسب نہیں، ولا ینبغی الكتابة علی جدرانہ، (۵) اور علامہ ابن نجیم نے نہایہ کے حوالہ سے لکھا ہے، کہ دیواروں اور محرابوں پر آیت قرآنی کا لکھنا بہتر نہیں، ولیس بمستحسن کتابة القرآن علی المحاریب والجدران، (۶) اس لئے گو آیات قرآنی کا لکھنا جائز ہے، لیکن بہتر نہ لکھنا ہے، اور اسی میں قرآن کا زیادہ احترام ہے۔ واللہ اعلم

مساجد کو کسی کے نام سے موسوم کرنا

مسجد کو کسی نام سے موسوم کرنا درست ہے، حضور کے زمانہ میں

جس کا کسی اور کو مالک نہیں بنایا جاسکتا، پس

دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔

مساجد کی تزئین و آرائش

مساجد کی تزئین و آرائش میں اعتدال مطلوب ہے، حضور ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی ظاہری تعمیر کے اعتبار سے بہت معمولی حالت میں تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے توسیع فرمائی، اور عمارت بھی پہلے سے بہتر بنوائی، لیکن سادگی میں اب بھی کوئی کمی نہ آنے دی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں منقش پتھروں کی دیواریں بنوائیں اور عمدہ لکڑی کی چھت، (۱) کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں کا تعمیراتی معیار بدل چکا تھا، اور اپنے زمانہ وعہد کے معیار کی رعایت ضروری ہوتی ہے، ماراہ المسلمون حسنا فهو عند اللہ حسن، لیکن اس میں بہت مبالغہ درست نہیں، مسجد کی ظاہری تعمیر اور آرائش میں تفاخر کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے، اور اس کو علامات قیامت میں قرار دیا ہے، آج کی تزئین و آرائش کا کیا کہنا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعمیر پر بھی صحابہ کو اعتراض تھا، (۲) بد قسمتی سے فی زمانہ شہروں میں مساجد کی تعمیر میں بھی مقابلہ کی سی شکل پیدا ہو گئی ہے، اور لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپے مسجد کی تعمیر پر صرف کر دیا جاتا ہے، حالانکہ اس ملک میں اب بھی لاکھوں دیہات اور قریہ جات ایسے ہیں، جہاں غریب مسلمانوں کے کان اذان کو ترستے ہیں، اور جہاں میل ہا میل تک کسی مسجد کا وجود نہیں۔ والی اللہ المشتکی

مساجد کی زیبائش و آرائش کا مسئلہ دراصل ہر عہد کے عرف اور تعمیراتی معیار سے متعلق ہے، تاہم پھر بھی فقہاء نے اس سلسلے میں بعض ہدایات دی ہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

(۱) دیکھئے: ابوداؤد، باب فی بناء المسجد ۶۵/۱

(۲) ہندیہ ۷۵/۱

(۵) درمختار علی ہامش الرد ۳۳۵/۱

(۲) حوالہ سابق

(۳) درمختار علی الرد ۳۳۲/۱

(۶) البحر الرائق ۳۷/۲

مسجد کے آداب

آداب مسجد میں یہ بھی ہے کہ اگر ایسے وقت مسجد میں داخل ہو جس میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں تھا تو دو رکعت تحیۃ المسجد بھی ادا کر لے، حضرت ابو قتادہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم سے کوئی شخص مسجد جائے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے، (۴) اس نماز کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں، اور اس کا ادا کرنا ائمہ اربعہ کے نزدیک مسنون ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: تحیۃ المسجد)

مسجد میں کوئی بھی ایسا عمل جو احترام مسجد کے خلاف ہو درست نہیں، اسی لئے مسجد میں وضو کرنا، تھوکرنا، ناک صاف کرنا، مسجد کو رگڈر بنالینا، اس میں دنیا کی باتیں کرنا، بغیر پاکی کے مسجد میں داخل ہونا مکروہ ہے، (۵) اگر مسجد کے اوپر کوئی کمرہ واقع ہو تو اس میں بھی پیشاب و پاخانہ اور زن و شوکا تعلق پیدا کرنا مکروہ ہے، (۶) اسی طرح راستہ میں چلتے ہوئے جو مٹی لگ جائے اسے مسجد کی دیوار یا اس کے ستون یا مسجد کی حیر سے پونچھنا بھی کراہت سے خالی نہیں، ہاں اگر مسجد میں کوئی چیز اسی مقصد سے رکھی گئی کہ اس میں پاؤں پونچھ کر مسجد کے اندر جایا جائے تو اس کی گنجائش ہے، اسی طرح مسجد کی دیوار یا سطح مسجد پر تھوکرنا درست نہیں، اور اگر تھوک دے تو اسے صاف کر لینا چاہئے، اگر کچی زمین ہو تو اسے زمین ہی میں دفن کر دے اور اگر پختہ زمین ہو تو اسے پونچھ دے، (۷) جس آدمی پر غسل واجب ہو اس کے لئے اس حالت میں مسجد میں داخل ہونا قطعاً جائز نہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں جنبی اور حائضہ کے لئے مسجد کو حلال نہیں رکھتا، لا أحل المسجد لحائض ولا جنب، (۸) مسجد میں کسی ناپاک چیز کا لے جانا جائز نہیں اگر کسی

ایک مسجد ایک قبیلہ کی طرف منسوب ہو کر ”مسجد بنی زریق“ کہلاتی تھی، (۱) اسلام کی ابتدائی صدیوں میں بھی بعض صحابہ ﷺ کے نام سے موسوم مساجد کا ذکر ملتا ہے، اس لئے ازراہ تعارف مسجدوں کا نام رکھنا بھی جائز ہے، اور اس میں حرج نہیں، بہتر ہے کہ مسجدیں صحابہ ﷺ کے نام سے موسوم کی جائیں، کہ انبیاء کرام کے بعد حضرات صحابہ سے بڑھ کر کوئی اللہ کا ولی نہیں، اس سے اسلامی نسبت کا بھی اظہار ہوتا ہے، اور مسلمانوں میں اپنے بزرگوں اور سلف صالحین کی پہچان بھی پیدا ہوتی ہے۔

مساجد پر مسجد تعمیر کرانے والوں کے نام کے کتبے لگانا بھی مروج ہے، یہ صورت بہتر نہیں ہے، کیونکہ اس میں ایک گونہ ریا اور نمائش کا اظہار ہوتا ہے اور اخلاص و انفاق کی روح مجروح ہوتی ہے۔

مسجد میں داخل ہونے کے آداب

جب مسجد میں داخل ہو تو داخل ہوتے ہوئے پہلے درود شریف پڑھے پھر یہ دُعا پڑھے :

رب اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب
رحمتک .

اور جب مسجد سے نکلے تو پھر درود شریف پڑھے، اور یہ دُعا پڑھے :

رب اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب
فضلک . (۲)

بعض روایات میں مسجد میں داخل ہوتے ہوئے صرف اللہم افتح لی ابواب رحمتک، اور مسجد سے نکلے ہوئے ”اللہم انی اسئلك من فضلک“ بھی منقول ہے۔ (۳)

(۲) دیکھئے: ترمذی، باب ما یقول عند دخول المسجد

(۳) ترمذی، باب اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین

(۶) ہندیہ ۱۰۹/۱

(۸) ابوداؤد ۳۰/۱

(۱) دیکھئے: بخاری، حدیث نمبر ۲۸۶۸-۲۸۶۹، باب اضمار الخیل للسبق

(۳) مسلم، ابوداؤد، حدیث نمبر ۴۶۵

(۵) البحر الرائق ۲۵۱/۵

(۷) ہندیہ ۱۱۰/۱

ہے جو اسلامی تصورات سے عاری ہو اور ناروا قسم کے اشعار ہوں جیسا کہ عام طور پر شعراء کا مذاق ہے، ورنہ تو آپ ﷺ کے سامنے حضرت حسان ﷺ اور بعض اور صحابہ ﷺ کا اشعار پڑھنا ثابت ہے، (۷) لہذا مناسب اور صالح اشعار اور خاص کرمیہ اور نعتیہ کلام کا مسجد میں پڑھنا درست ہے، اسی طرح مساجد میں گمشدہ اشیاء کا اعلان بھی مناسب نہیں، اگر اعلان کرنا ہو تو حدود مسجد کے باہر آ کر اعلان کر دے، حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ جب تم مسجد میں کسی گمشدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے دیکھو تو کہہ دو کہ اللہ یہ تم کو نہ ملائے "لا ردھا اللہ علیک" (۸) مسجد میں بلا ضرورت دنیوی گفتگو کی بھی ممانعت ہے، البتہ اگر مسجد میں آنا تو نماز اور عبادت کے لئے ہو، لیکن ضمناً کوئی مباح گفتگو بھی کر لی، تو اس کی گنجائش ہے۔ (۹)

مسجد میں سونا

مساجد میں سونا بھی احترام مسجد کے خلاف ہے، جو شخص مسافر نہ ہو اور نہ مسجد میں سونے پر مجبور ہو، اس کے لئے مسجد میں سونا مکروہ ہے، یہی رائے حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی ہے، (۱۰) چنانچہ حضرت ابو ذر ﷺ سے مروی ہے کہ میں مسجد میں سویا ہوا تھا، آپ ﷺ تشریف لائے، مجھے پائے مبارک سے ٹھو کر دی اور فرمایا کہ کیا میں تم کو مسجد میں سویا ہوا نہیں دیکھ رہا ہوں؟ میں نے معذرت کی کہ میری آنکھ لگ گئی تھی، (۱۱) اس میں شبہ نہیں کہ اصحاب صفہ اور حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ وغیرہ کا مسجد نبوی میں سونا ثابت ہے، (۱۲) لیکن

کے ہاتھ پر نجاست لگی ہو تو اسے مسجد میں داخل ہونا نہیں چاہئے، (۱) مسجد میں خورد و نوش کی بھی ممانعت ہے، سوائے اس کے کہ مسافر یا مریض ہو، (۲) ایسی باتیں بھی مناسب نہیں جس سے نمازیوں کو تکلیف پہنچ سکتی ہو، اسی لئے آپ ﷺ نے بدبودار چیز جیسے کچی پیاز اور لہسن کھا کر مسجد میں آنے کو منع فرمایا، (۳) اسی حکم میں ایسی تمام چیزیں ہیں جن سے منہ میں یا جسم میں بدبو پیدا ہوتی ہو، اگر کسی کے منہ سے بیماری کی وجہ سے مستقل بدبو آتی ہو یا کسی کو ایسا زخم ہو جس سے بو آتی ہو تو اسے بھی مسجد میں آنے سے گریز کرنا چاہئے، اسی حکم میں کوڑھی بھی ہے، ایسے لوگوں کے لئے جماعت ترک کرنے کی گنجائش ہے، قصاب چھیرے اور اس طرح کا کام کرنے والے بھی اگر جسم میں بدبو ہو تو نہادھو کر مسجد میں آئیں، (۴) سگریٹ، بیڑی پینے والے اور کھینچی کھانے والے بھی اسی حکم میں ہیں کہ ان چیزوں کے استعمال کے بعد منہ صاف کئے بغیر مسجد میں نہیں آنا چاہئے، بچے اگر بہت چھوٹے ہوں اور ابھی ان میں شعور پیدا نہ ہوا ہو تو ان کی آمد بھی نمازیوں کے لئے ذہن بٹ جانے کا باعث بنتی ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے مسجد کو بچوں اور پاگلوں سے بچانے کا حکم فرمایا: جنبا و مساجد کم صبیانکم و مجانینکم۔ (۵)

مسجد میں ایسے کام کرنا روا نہیں جس سے مسجد کا احترام متاثر ہوتا ہو، اور جو بات مسجد کے بنیادی مقصد یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے میل نہ کھاتی ہو، چنانچہ آپ ﷺ نے مسجدوں میں خرید و فروخت اور اشعار پڑھنے سے منع فرمایا۔ (۶) ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا منشاء ایسے اشعار پڑھنے سے منع کرنا

- (۲) در علی الرد ۳۳۶/۹
 (۳) دیکھئے: ردالمحتار ۳۳۳/۱
 (۶) ترمذی، باب کراہیۃ البیع والشراء
 (۸) سنن دارمی ۲۶۶/۱
 (۱۰) ردالمحتار ۳۳۶/۳
 (۱۲) دیکھئے: بخاری مع الفتح ۶۳۶/۱، باب النوم فی الخ

- (۱) درمختار وردالمحتار ۳۳۶/۱
 (۳) مسلم، حدیث نمبر ۷۶۳
 (۵) ابن ماجہ ۵۴/۱
 (۷) ترمذی ۱۱۱/۲، باب ماجاء فی انشاد الشعر، عن عائشہ
 (۹) ردالمحتار ۳۳۶/۱
 (۱۱) دارمی ۲۶۵/۱، باب النوم فی المسجد

مسجد اللہ کے کلمہ کی بلندی کے لئے ہے، اور اس لئے کہ انسان اپنی ہر طرح کی انا کو خدا کی چوکھٹ پر فنا کر دے، اور یہی اسی وقت ہو سکتا ہے جب مسجدیں ”ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز“ کا منظر پیش کریں، اس لئے فقہاء نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص مسجد میں اپنے لئے کوئی جگہ مخصوص کر لے، ”ویکرہ للانسان ان یخص لنفسه مکانا فی المسجد یصلی فیہ“۔ (۶)

مسجدیں اصل میں عبادت کی جگہ ہیں اور عبادت کی روح اخلاص ہے، یعنی آدمی کا عمل خالصتہ لوجہ اللہ ہو اور اجر کے لئے ہونہ کہ اجرت کے لئے، اسی لئے فقہاء نے ایسے مدرسین کو مسجدوں میں تعلیم دینے کی اجازت نہیں دی ہے جو اجرت لے کر پڑھاتا ہو، کیونکہ یہ کام خالصتہ لوجہ اللہ باقی نہیں رہا، (۷) تاہم فقہاء نے ضرورت اس کی اجازت دی ہے، فتاویٰ عالمگیری میں خلاصہ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے :

واما المعلم الذی یعلم الصبیان باجر اذا
جلس فی المسجد یعلم الصبیان لضرورة
الحرأ وغیرہ لایکرہ . (۸)

جو معلم اجرت لے کر بچوں کو تعلیم دیتا ہو، اگر وہ
گرمی یا کسی اور مجبوری کی بنا پر بچوں کو تعلیم دینے
کے لئے مسجد میں بیٹھے تو مکروہ نہیں۔

موجودہ زمانہ میں جبکہ بچوں کی بنیادی دینی تعلیم کے لئے غیر
مسلم ممالک تو کیا مسلم ممالک میں بھی کوئی انتظام نہیں، اور ہر جگہ
مسلمان اس موقف میں نہیں ہیں کہ مکاتب کی الگ عمارتیں تعمیر
کریں، مساجد میں مکاتب کا قیام ایک بہت بڑی ضرورت ہے،
اور اس سے محض گرمی اور ٹھنڈک سے بچاؤ ہی متعلق نہیں، بلکہ دین کا

یہ مجبوری کی بناء پر تھا، جو لوگ مسافر ہوں یا دینی یا دعوتی مقصد کے
تحت مسجد میں قیام پذیر ہوں، اور مسجد سے متصل کمرے نہ ہوں
جہاں وہ ٹھہر سکیں تو ان کے لئے مسجد میں قیام کرنے کی گنجائش ہے،
جیسا کہ اصحاب صفہ مسجد نبوی میں قیام کرتے تھے، البتہ اس صورت
میں بھی بہتر ہے کہ اعتکاف نفل کی نیت کر لے۔ (۱)

نیند کی حالت میں خروج ریح کی نوبت آنا مستحب نہیں اور مسجد
میں خروج ریح کو بھی پسند نہیں کیا گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم
میں سے کوئی شخص جب تک اپنی نماز گاہ میں ہوتا ہے، فرشتے اس
کے حق میں دعاء رحمت کرتے ہیں، اور جب تک حدیث نہ پیش
آجائے، کہتے رہتے ہیں: اے اللہ! تو اس کی مغفرت فرما، تو اس پر رحم
فرما، (۲) حافظ ابن حجر نے اس حدیث سے یہ بات اخذ کی ہے کہ
مسجد میں اخراج ریح مسجد میں بلغم پھینکنے سے زیادہ ناشائستہ بات
ہے، کیونکہ تھوکنے یا ناک صاف کرنے کا کفارہ تو حدیث میں بتایا
گیا کہ اسے زمین میں دفن کرینا ہے، اور اس غلطی کا آپ ﷺ نے
کوئی کفارہ نہیں بتایا، بلکہ اس کو فرشتوں کی دعاء استغفار اور رحمت
سے محرومی کا باعث قرار دیا، (۳) علامہ ابن نجیم مصری نے بھی مسجد
میں قصد اخراج ریح کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ (۴)

کسی مسلمان کو مسجد سے روکنا درست نہیں!

مسجد اللہ کا گھر ہے، اور اس سے تمام مسلمانوں کا حق متعلق
ہے، اس لئے کسی پر بھی مسجد کے دروازہ کو بند کر دینا درست نہیں، اسی
لئے فقہاء نے مسجد کے دروازے بند کرنے کو منع کیا ہے، لیکن چونکہ
فی زمانہ اس کے بغیر مسجد کے سامان و اسباب کی حفاظت ممکن نہیں،
اس لئے غیر اوقات نماز میں مسجد بند کر دینے میں مضائقہ نہیں۔ (۵)

(۲) بخاری مع الفتح ۶۳۵/۱، باب الحدیث فی المسجد

(۳) دیکھئے: ردالمحتار ۴۲۹/۲، ط: مکتبہ زکریا

(۶) ہندیہ ۱۰۸/۱

(۸) ہندیہ ۱۱۰/۱

(۱) دیکھئے: ردالمحتار ۴۳۴/۱

(۳) فتح الباری ۶۳۱/۱

(۵) ہندیہ ۱۰۹/۱

(۷) البحر الرائق ۱۵۰/۵

بقا اور اسلام کے ساتھ ان کے رشتہ کو استوار رکھنے کا بھی مسئلہ ہے، اس لئے جہاں ایسی درسگاہوں کے لئے کوئی اور جگہ میسر نہ ہو مساجد میں بھی مکاتب کے قیام میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس کی کوشش کرنی چاہئے۔

درس و تعلیم کی غرض سے مسجد کی روشنی کا استعمال بھی درست ہے، (۱) اسی سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ تعلیمی اغراض کے لئے مسجد میں بچھے ہوئے فرش و سٹکھے وغیرہ کا استعمال بھی درس و تدریس کے اوقات میں درست ہوگا، کیونکہ تعلیم کا مقصد بھی اسلام ہی کی سر بلندی ہے، اور علم دین کا سیکھنا اور سکھانا بھی من جملہ عبادات کے ہے، بلکہ افضل العبادات ہے، البتہ ایسے کم عمر بچے مسجد میں نہ لائے جائیں جن کو ابھی پیشاب پائخانہ کی تمیز نہیں اور جن سے مساجد وغیرہ کے آلودہ ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ (۲)

البتہ آج کل بعض مواقع پر مساجد کی آرائش کے لئے روشنی کے غیر ضروری اور مسرفانہ استعمال کی جو صورت مروج ہو گئی ہے، وہ بھی کراہت سے خالی نہیں، اس سلسلہ میں فتاویٰ عالمگیری کی یہ صراحت اہل بصیرت کے لئے چشم کشا ہے :

سنل ابوبکر عن اوصی بثلث مالہ
لاعمال البرہل یجوز ان یسرج فی
المسجد؟ قال یجوز قال ولا یجوز ان
یزاد علی سراج المسجد سواء کان فی
شہر رمضان اوفی غیرہ قال ولا یزین بہ
المسجد کذا فی المحیط . (۳)

ابوبکر سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو اپنے تہائی مال کی نیکی کے کاموں کے لئے

وصیت کرے کہ کیا اس سے مسجد میں چراغ جلایا جاسکتا ہے؟ تو فرمایا: جائز ہے، البتہ مسجد کے چراغ سے زیادہ نہ جلایا جائے، چاہے رمضان کا مہینہ ہو یا کوئی اور، نیز فرمایا کہ اس پیسے سے مسجد کی آرائش نہیں کی جائے گی۔

اور مساجد میں قمقمے وغیرہ لگانا تو یوں بھی بہتر نہیں کہ اس طرح غیر مسلم تو میں اپنی عبادت گاہوں کی آرائش کرتی ہیں، اور مسلمانوں کو دوسری قوموں کی مشابہت اور مماثلت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

متفرق احکام

☆ مساجد میں مقدمات کی سماعت اور فیصلے کئے جاسکتے ہیں، یا نہیں؟ اس سلسلہ میں دو قول ہیں، تاہم احادیث نبویہ اور شریعت کے مجموعی مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر شور و شغب کے بڑھنے اور مسجد کی بے احترامی پیش آنے کا اندیشہ نہ ہو، اور مقدمہ سے متعلق لوگ ناپاکی کی حالت میں نہ ہوں تو مسجد میں فیصلہ کی گنجائش ہے، ورنہ نہیں۔ (۴)

☆ مسجد میں سزاؤں کا جاری کرنا مناسب نہیں، ایک تو یوں بھی مساجد نزول رحمت کی جگہ ہے، نہ کہ تعذیب و تادیب کی، دوسرے اس سے مسجد کے آلودہ ہونے کا بھی امکان ہے، چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں حدود جاری کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (۵)

☆ مسجدوں میں غیر مسلموں کا داخلہ درست اور جائز ہے۔ (۶)

☆ یہ مکروہ ہے کہ مسجد سے متصل سمت قبلہ میں قبرستان،

وضو خانہ، حمام وغیرہ ہو۔ (۷)

(۲) در مختار علی هامش الرد ۳۳۱/۱

(۳) تفصیل کے لئے دیکھئے: قضاہ

(۶) البحر الرائق ۲۵۱/۵

(۱) البحر الرائق ۲۵۰/۵

(۳) ہندیہ ۳۶۱/۲

(۵) ابن ماجہ ۵۳

(۷) حوالہ سابق

اعتکاف کرنا درست نہیں، ایسی جگہ کو فقہاء ”مسجد بیت“ کا نام دیتے ہیں۔

افضل مسجد

مسجدوں میں سب سے افضل مسجد حرام مکہ مکرمہ ہے، پھر مسجد نبوی مدینہ منورہ، پھر مسجد اقصیٰ بیت المقدس، پھر مسجد قبا جس کی بنیاد آپ ﷺ کے ہاتھوں پڑی، پھر وہ مسجد جو زیادہ قدیم ہو، پھر وہ جو زیادہ بڑی (اعظم) ہو یعنی وہاں بڑی جماعت ہوتی ہو، پھر وہ جو قریب ہو، ویسے اس پر اتفاق ہے، کہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے بعد وہ مسجد افضل ہوگی جس میں درس و بیان کا بھی انتظام ہو اور محلہ کی مسجد آبادی کی جامع مسجد سے بھی افضل ہے، گو مسجد محلہ کی جماعت میں کم لوگوں کی شرکت ہوتی ہو، نیز ایسی مسجد میں جانے کا اہتمام بہتر ہے جہاں امام علم و عمل کے اعتبار سے زیادہ فائق ہو — یہاں اس بات کا ذکر مناسب ہوگا کہ مسجد نبوی میں ہونے والا تعمیری اضافہ اسی مسجد کے حکم میں ہے، اور اس میں انشاء اللہ وہی اجر حاصل ہوگا۔ (۵)

(مسجد سے متعلق وقف کے احکام خود وقف کے ذیل میں مذکور ہونگے)۔



لغت میں ”مسح“ کسی چیز کو دوسری چیز پر اس طرح گزارنے کے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو مس کرتے ہوں، فقہ کی اصطلاح میں ترہاتھ کو لگانا مسح ہے، اصابة اليد المبتلة وضوء اور موزوں کے مسح وغیرہ میں مسح سے یہی فقہی اصطلاح مراد ہے، اور تتم میں لغوی معنی۔ (۶)

☆ مسجد میں وعظ و نصیحت، بیان و تقریر، قرآن و حدیث کا درس، مسائل فقہیہ کا بیان اور اس طرح کے تعلیمی، دعوتی کام کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہیں، اور یہ گویا مقاصد مسجد کی تکمیل ہے۔

☆ مسجد میں بہت بلند آواز میں ذکر، قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ مناسب نہیں؛ کیونکہ اس سے دوسروں کو خلل ہو سکتا ہے، البتہ تقریر اور بیان کی غرض سے آواز کا بلند کرنا درست ہے، علامہ ^{ہسکتی} نے مکروہات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ”ورفع الصوت بذكر الاللمتفقہ“۔ (۱)

☆ مسجد میں بھیک مانگنا جائز نہیں بلکہ بھیک دینا بھی کراہت سے خالی نہیں، (۲) — لیکن اس سے مراد اپنی ذات کے لئے سوال کرنا ہے، کسی دینی کار کے لئے مسجد میں اعانت کی اپیل کرنا درست ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض غزوات کے موقع پر مسجد میں مالی تعاون کی خواہش فرمائی ہے، اور مسجد میں اس کا اعلان کیا ہے۔

گھر کی مسجد

نماز ایسی عبادت ہے جو بحالت ہوش و حواس بہر حال ہر مسلمان کو ادا کرنی ہے، اس لئے گھر میں بھی ایک جگہ نماز کے لئے مخصوص رکھنی چاہئے، جسے صاف ستھرا رکھے اور ممکن ہو تو محراب وغیرہ کی طرح کوئی علامت بھی اس میں نماز کی بنا دے، گھر میں ایسی جگہ مخصوص رکھنا ہر صاحب ایمان کے لئے علامہ کرمانی نے مستحب قرار دیا ہے، لیکن یہ جگہ مسجد شرعی کے حکم میں نہیں ہوگی اور اس کے احکام مساجد کے نہیں ہونگے، (۳) البتہ خواتین کو چاہئے کہ وہ گھر میں اسی جگہ اعتکاف کریں، (۴) مردوں کا یہاں

(۱) درمختار علی الرد ۴۴۴/۱

(۲) درمختار ورد المحتار ۴۴۲/۱

(۳) دیکھئے: درمختار ورد المحتار ۴۴۲/۱

(۲) در علی الرد ۴۴۳/۱

(۳) حوالہ سابق ۴۴۳/۱

(۶) کبیری ۱۵

الی کل جزء من اجزاء المال المشترك۔ (۲)
یہ بات ظاہر ہے کہ جب حصوں کی تقسیم عمل میں آجائے گی،
اور تمام شرکاء کے حصے علیحدہ کر دیئے جائیں گے، تو اب یہ مشاع
باقی نہیں رہے گا۔ فقہاء کے یہاں یہ بحث آتی ہے کہ ایسی
مشترک چیز میں سے اپنا حصہ بہہ کرنا، یا وقف کرنا، یا کرایہ پر لگانا،
درست ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں مختلف معاملات کی بحثیں دیکھنی
چاہئیں، تاکہ مشترک چیزوں میں ان معاملات کے درست ہونے
اور نہ ہونے کی بابت جانا جاسکے۔

مشترک (اصول فقہ کی ایک اصطلاح)

اشتراک کے اصل معنی مساوات اور برابری کے ہیں، اسی
سے مشترک کا لفظ ماخوذ ہے، ایک لفظ دو معنوں کے لئے وضع
کیا گیا ہو تو وہ ”مشترک“ کہلاتا ہے، بعض دفعہ ایک لفظ کے دو معنی
اس طرح ہوتے ہیں کہ ایک معنی حقیقی ہوتا ہے، اور دوسرا مجازی،
اسے مشترک نہیں کہیں گے، کیونکہ وہ لفظ اصل میں دو معنوں کے
لئے وضع نہیں کیا گیا ہے، بلکہ اصل میں تو وہ معنی حقیقی کے لئے وضع
کیا گیا ہے، اور کثرت استعمال کی وجہ سے دوسرے معنوں میں بھی
استعمال ہونے لگا ہے، اسی طرح مشترک اور عام میں بھی فرق ہے،
عام میں معنی ایک ہی ہوتا ہے، لیکن اس معنی کے مصداق میں تعدد
پایا جاتا ہے، دوسرے عام جب استعمال کیا جاتا ہے، تو وہ تمام افراد
کو شامل ہوتا ہے، اور لفظ مشترک میں معنی ہی ایک سے زیادہ ہوتا
ہے، اور گو اس لفظ میں انفرادی حیثیت میں ان تمام معنوں کی
گنجائش ہوتی ہے، لیکن جب لفظ مشترک بولا جاتا ہے، تو اس سے
کوئی ایک ہی معنی مراد ہوتا ہے، جیسے عین، اس کے معنی آنکھ کے بھی
ہیں، پانی کے چشمہ کے بھی، دھوپ کے بھی، ترازو کے بھی، نقد مال
اور متعین شئی کے بھی، ظاہر ہے کہ جب یہ لفظ استعمال ہوگا تو ان

(مسح کے مختلف مواقع اور احکام کے لئے دیکھئے: خف،
جبیرة، وضوء، تیمم، عمامہ، خمار)۔

مسکین

مسکین اور فقیر کا لفظ نادار و محتاج شخص کے لئے قرآن مجید میں
استعمال ہوا ہے، زکوٰۃ کے باب میں یہ بحث آتی ہے، کہ مسکین کا
اطلاق کس درجہ کے حاجت مند پر ہوگا؟ زکوٰۃ اور ”فقیر“ میں اس
کی تشریح آچکی ہے۔

مسیل (پانی کی نکاسی کی جگہ)

”مسیل“ کے معنی بہانے کی جگہ کے ہیں۔

فقہاء کی اصطلاح میں حق مسیل فاضل پانی کی نکاسی کے حق کو
کہتے ہیں، خواہ یہ کھلی ہوئی نالی کے ذریعہ ہو، مستقف نالی کے ذریعہ
ہو، یا پائپ کے ذریعہ، اگر پانی کی نکاسی کا راستہ خود اس شخص کی
ملکیت میں ہو، یا گورنمنٹ کی طرف سے بنے ہوئے ڈریج نظام
سے منسلک ہو، تب تو ظاہر ہے کہ اس میں کوئی کلام نہیں، اگر کسی
دوسرے کی زمین سے گذرتا ہو، اور اس میں صاحب زمین کا کوئی
نقصان نہ ہو، اور وہاں سے فاضل پانی کے گزارنے کا فیصلہ سرکار
کی طرف سے ہوا ہو، تو یہ صورت بھی درست ہے، البتہ اگر پانی کی
نکاسی کے لئے متعین نظام میں کوئی خرابی پیدا ہو، تو اس پر اس کی
مرمت ضروری ہوگی۔ (۱)

مشاع (مشترک چیز)

مشاع ایسی مشترک چیز کو کہتے ہیں، جس میں کئی حصہ دار ہوں
اور ان کے حصے الگ الگ نہ ہوں بلکہ ایک متناسب مقدار جیسے
نصف، تہائی، چوتھائی وغیرہ ہر شریک کا حصہ ہو، چنانچہ مجلۃ الاحکام
میں حصہ مشاع کی تعریف اسی طرح کی گئی ہے: السهم الساری

میں سے کوئی ایک ہی معنی مراد ہوگا۔

کی کوشش میں کوتاہی روا نہ رکھی جائے، مشترک کی مراد یا تو خود اس لفظ میں غور کرنے سے معلوم ہوگی یا دوسرے قرائن سے، بہر حال مشترک کے مختلف معنوں میں سے اگر کسی معنی کو ترجیح دے دی جائے، تو اب وہ ”موؤل“ کہلائے گا۔

مشترک اور مجمل میں فرق یہ ہے کہ مجمل کی مراد میں جو ابہام پایا جاتا ہے، جب تک خود متکلم کی طرف سے وضاحت نہ ہو جائے ابہام دور نہیں ہو سکتا، بخلاف مشترک کے کہ مشترک میں اجتہاد اور قرائن سے بھی مراد متعین کی جاتی ہے، اور مراد متعین ہونے کے بعد وہ موؤل ہوتا ہے۔

لیکن چونکہ موؤل کی بنیاد اجتہاد و استنباط پر ہوتی ہے، خدا اور رسول کی نص پر نہیں، اس لئے اس سے جو احکام ثابت ہوں گے وہ قطعی نہ ہوں گے، ظنی ہوں گے، اس کے تقاضا پر عمل کرنا واجب تو ہوگا، لیکن وہ یقین کا فائدہ نہ دے گا۔ (۲)

مشترک و موؤل کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کے لئے تین ”قرء“ کو عدت قرار دیا ہے، (البقرہ : ۲۲۸) یہ مشترک لفظ ہے جس کے معنی حیض کے بھی ہیں اور طہر کے بھی، احناف نے ان دو میں سے حیض کے معنی کو ترجیح دی، کیونکہ :

(۱) عدت کا مقصد فراغت رحم کو جاننا ہے، اور یہ حیض ہی سے معلوم ہوتا ہے۔

(۲) حدیث میں باندی کی عدت دو حیض قرار دی گئی ہے۔

(۳) قرآن نے حیض سے مایوس عورتوں کی عدت تین ماہ

مقرر کی ہے۔ (الطلاق : ۴) تو معلوم ہوا کہ عدت میں اصل حیض

ہے، اور جب لفظ قرء میں حیض کا معنی متعین ہو گیا تو یہ لفظ موؤل ہو گیا۔

ہر چند کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ مشترک الفاظ کا عربی زبان میں پایا جانا ممکن ہے بھی یا نہیں؟ اور ممکن ہے تو اس کا وقوع بھی ہوا ہے یا نہیں؟ لیکن اہل علم کے نزدیک ترجیح اسی بات کو ہے کہ مشترک الفاظ کا وجود ممکن ہے، اور وہ نہ صرف عربی زبان میں موجود ہے، بلکہ قرآن و حدیث میں بھی ان کا استعمال ہوا ہے۔

اہل علم کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ لفظ مشترک بیک وقت اپنے ایک سے زیادہ معنوں میں استعمال ہوتا ہے، یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ، فقہاء شوافع میں فخر الدین رازی، امام کرخی، اور اکثر معتزلہ کا خیال ہے کہ ایک وقت میں لفظ مشترک کے ایک سے زیادہ معانی مراد نہیں ہو سکتے، کیونکہ جب کوئی شخص گفتگو کرتا ہے، تو ایک متعین معنی اس کے کلام کا مقصد ہوتا ہے، امام شافعی اور امام مالک، قاضی ابوبکر باقلانی، عبد الجبار معتزلی وغیرہ کا خیال ہے کہ لفظ مشترک کے دو ایسے معنی جو باہم متضاد نہ ہوں، مراد لئے جاسکتے ہیں، ایسا دو معنی جو ایک دوسرے کی ضد ہوں جیسے ”قرء“، کہ اس کے معنی حیض اور طہر کے ہیں، بالاتفاق مراد نہیں لئے جاسکتے، پھر امام شافعی، باقلانی اور امام غزالی وغیرہ کے یہاں یہ دونوں ہی معنی اس کے لئے حقیقی ہوتے ہیں، اور علامہ قرانی اور ابن حاجب مالکی کے یہاں ایک سے زیادہ معنوں پر اس کی دلالت مجازاً ہوتی ہے۔ (۱)

حکم

قرآن و حدیث میں جو مشترک الفاظ ہیں، ان کا حکم یہ ہے کہ جب تک مراد واضح نہ ہو جائے تو وقف سے کام لیا جائے، اور اس کے حق ہونے کا ایمان رکھا جائے، البتہ اس کے صحیح منشا و مراد کو سمجھنے

(۱) ملخص از: اصول السرخسی ۱۲۶/۱، فواتح الرحموت علی هامش المستصفی ۲۰۱/۱-۲۰۰

(۲) دیکھئے: اصول السرخسی ۱۶۳/۱-۱۶۴، فواتح الرحموت ۲۰۱/۱

مشکل

(أصول فقہ کی ایک اصطلاح)

جب کوئی شخص یا چیز اپنی ہم شکل اور مماثل چیزوں کے ساتھ مل جائے اور ان کے درمیان امتیاز دشوار ہو جائے، تو ایسے موقع پر عربی زبان میں ”أشکل علی“ کا لفظ بولا جاتا ہے، اسی سے ”مشکل“ ماخوذ ہے، مشکل وہ ہے جس کی مراد بذات خود واضح نہ ہو، جب تک کہ کوئی دلیل نہ آجائے، (۱) جیسے ارشاد خداوندی: قواریر من فضة قدر وھا تقدیرا، (دہر: ۱۶) قارورہ شیشہ کا ہوتا ہے نہ کہ چاندی کا، پس غور و فکر اور قرینہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ جنت کا قارورہ صفائی میں شیشہ کی طرح اور سفیدی میں چاندی کی طرح ہوگا۔

مشکل کا حکم یہ ہے کہ اس کے حق ہونے کا یقین رکھا جائے اور اس کی مراد جاننے کی پوری کوشش کی جائے، اور جب مراد واضح ہو جائے، تو پھر اس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے۔ (۲)

مشہور

یہ اصول فقہ اور اصول حدیث کی اصطلاح ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حدیث

مصادره

(ظلماً مال لینا)

”مصادره“ کے معنی ظلماً مال لینے کے ہیں، ظلماً مال لینے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ جبراً کسی کا مال چھین لیا جائے، اس کو ”غصب“ کہتے ہیں، دوسری صورت یہ ہے کہ کسی شخص سے کہا جائے وہ اپنا مال لا کر حوالہ کرے، جبر و ظلم کی یہ دوسری صورت فقہاء

کے یہاں ”مصادره“ سے عبارت ہے، (۳) اس کا حرام و گناہ ہونا تو ظاہر ہی ہے، اگر کسی شخص کا مال اس طرح لے لیا جائے، اور ایک عرصہ کے بعد واپس کیا جائے، تو اس میں زکوٰۃ بھی واجب نہیں، کیونکہ زکوٰۃ ایسے مال میں واجب ہوتی ہے جو کسی اور کے یہاں باقی ہو اور اس کے وصول ہو جانے کی توقع ہو، جس مال کے وصول ہونے کی امید نہ ہو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۴)

مصافحہ

مصافحہ ”صفح“ سے ہے، صفحہ کے اصل معنی ہتھیلی کے ہیں، مصافحہ کے معنی ہتھیلی سے ہتھیلی ملانے کے ہیں، (۵) بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے آپ ﷺ سے مصافحہ کا شرف اہل یمن نے حاصل کیا، خود ارشاد نبوی ﷺ ہے، ہم اول من حیانا بالمصافحة، (۶) احادیث میں مصافحہ کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ جب بھی دو مسلمان ملتے ہیں، اور مصافحہ کرتے ہیں، تو الگ ہونے سے پہلے ان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، (۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص نے سوال کیا، کہ ہم میں سے کوئی اپنے بھائی یا دوست سے ملے، تو کیا اس کے لئے جھکے؟ فرمایا: نہیں، دریافت کیا، کیا اس سے چمٹے اور اس کا بوسہ لے؟ اس کا جواب بھی آپ ﷺ نے نفی میں دیا، پھر اس نے پوچھا کہ اس کا ہاتھ تھامے، اور مصافحہ کرے، ارشاد فرمایا: ہاں۔ (۸)

خود آپ ﷺ کا معمول مبارک بھی مصافحہ کا تھا، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری جب بھی آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی آپ ﷺ نے ضرور ہی مصافحہ فرمایا، (۹) صحابہ رضی اللہ عنہم کے یہاں بھی

(۲) حوالہ سابق

(۳) دیکھئے: حوالہ سابق

(۴) دیکھئے: حوالہ سابق

(۵) حوالہ سابق عن انس وحسنہ الترمذی

(۱) اصول السرخسی ۱۶۸/۱

(۳) ردالمحتار ۹/۲

(۵) دیکھئے: فتح الباری ۱۱/۵۷

(۷) ترمذی: باب ماجاء فی المصافحة

(۹) ابوداؤد، عن ابی ذر، باب فی المعافحة

فجر وعصر کے وقت لوگوں کے مصافحہ کا عمل مستحب و مشروع طریقے کے مطابق نہیں؛ اس لئے کہ مصافحہ کا عمل آغاز ملاقات ہے، ان نمازوں میں لوگ بغیر مصافحہ کے باہم ملاقات کرتے ہیں، باہم گفتگو کرتے ہیں، علمی مذاکرہ کرتے ہیں، اور سب چیزوں میں خاصا وقت گزارتے ہیں، پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں، تو مصافحہ کرنے لگتے ہیں، اسی لئے ہمارے بعض علماء نے صراحت کی ہے کہ اس وقت مصافحہ مکروہ ہے، اور حقیقت یہ کہ یہ فتیح بدعتوں میں سے ہے، ہاں اگر کوئی مسجد میں آئے، لوگ مصروف نماز ہوں، یا نماز شروع ہی کیا چاہتے ہوں، پھر نماز سے فراغت کے بعد آنے والا شخص پہلے ان کو سلام کرنے پھر مصافحہ — تو یہ بلاشبہ مسنون مصافحہ ہوگا، تاہم اس کے باوجود اگر کوئی مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے، تو ہاتھ کھینچنا نہ چاہئے کہ اس میں ایک مسلمان کو ایذا پہنچانا ہے، جو رعایت آداب سے بڑھ کر ہے — حاصل یہ ہے کہ اس وقت مروجہ طریقہ پر مصافحہ کی ابتدا تو مکروہ ہے مگر بدخلقی (مجاہدہ) مناسب نہیں۔ (۸)

مصافحہ کا مسنون طریقہ

مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سے ہو، براہ راست ہاتھ ہاتھ سے ملایا جائے، کپڑا حائل نہ ہو، ملاقات کے

مصافحہ کا معمول پایا جاتا تھا، (۱) بلکہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام کی تکمیل ہی مصافحہ سے ہوتی ہے، تمام تحیاتکم بینکم المصافحة، ویسے یہ حدیثیں ضعیف ہیں۔ (۲) اسی لئے مصافحہ کے مسنون و مستحب ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے، امام نوویؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، اور ابن بطلال نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ ابتداءً اسے مکروہ خیال کرتے تھے، لیکن بعد کو وہ بھی اس کے مستحب ہونے کے قائل ہو گئے، (۳) مصافحہ کا وقت ملاقات ہے، آپ ﷺ سے اسی موقعہ پر مصافحہ ثابت ہے، اور امام نوویؒ کا بیان ہے، المصافحة سنة مجمع علیها عند التلاقی. (۴) البتہ غیر محرم عورت سے مصافحہ درست نہیں۔ (۵)

بعض نمازوں کے بعد مصافحہ

بعض نمازوں کے بعد خصوصی طور پر مصافحہ کا رواج پایا جاتا ہے، اس سلسلہ میں اہل علم کی رائیں مختلف ہیں، بعض حضرات نے مصافحہ کی عمومی اباحت کے پیش نظر اس کو جائز قرار دیا ہے، اور بعضوں نے ایک ایسے موقعہ کے خصوصی التزام و اہتمام کی وجہ سے اس کو منع کیا ہے جو سنت سے ثابت نہیں، امام نوویؒ کا رجحان اس کی اباحت اور حافظ ابن حجرؒ کا کراہت کی طرف ہے، (۶) فقہاء حنفیہ میں بھی ہکفیٰ کا رجحان اباحت کی طرف ہے، اور شامی نے ملقط کے حوالہ سے اس کی کراہت نقل کی ہے، کیونکہ عہد صحابہ میں اس طرح کا معمول نہیں تھا، اور اس لئے بھی کہ یہ روافض کا طریقہ ہے۔ (۷)

مجھے اس سلسلے میں معروف محدث و فقیہ ملا علی قاریؒ کی بات زیادہ بہتر اور متوازن معلوم ہوتی ہے، فرماتے ہیں :

(۲) دیکھئے: حوالہ مذکور

(۳) حوالہ سابق

(۴) حوالہ سابق

(۸) مرقاة ۵/۴، باب المصافحة والمعانقة

(۱) دیکھئے: ترمذی، عن قتادة باب ماجاء فی المصافحة

(۳) فتح الباری ۱۱/۵۷

(۵) حوالہ سابق

(۷) دیکھئے: درمختار ورد المختار ۲۳۲/۵

عبداللہ ابن مسعودؓ کے بھی دو ہاتھ رہے ہوں گے، ورنہ یہ بات سوء ادب کی ہوگی کہ حضورؐ تو اپنے دو ہاتھ بڑھائیں، اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ایک ہاتھ۔

(۲) امام بخاریؒ ”الادب المفرد“ میں عبدالرحمن بن رزیم سے نقل کیا ہے کہ ہم نے سلمہ بن اکوعؓ کی خدمت میں حاضری دی، ان کو سلام کیا، انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ نکالے اور فرمایا کہ میں نے ان دونوں ہاتھوں سے حضورؐ سے بیعت کی ہے، بیعت بھاتین نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۹)

خیال رہے کہ بیعت میں بھی مصافحہ ہوتا ہے، چنانچہ حضرت امیمہ بنت رقیقہؓ سے روایت ہے کہ میں کچھ عورتوں کے ساتھ بیعت کے لئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی، ہم نے عرض کیا، کہ آپؐ ہم سے مصافحہ نہیں فرمائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں، میرا بیک وقت سو عورتوں سے کہنا ایسا ہی ہے جیسا ایک عورت سے کہنا، اور حضرت اسماءؓ کی روایت میں ہے کہ میں نے کچھ خواتین کے ساتھ آپؐ سے بیعت کی، آپؐ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کے ساتھ مصافحہ نہیں کروں گا، لیکن تم سے وہی عہد لوں گا، جو اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ (۱۰)

(۳) بعض روایات میں مصافحہ کی کیفیت کو بتاتے ہوئے ہاتھ کو جمع کے صیغے سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسے حضرت انسؓ کی روایت ہے، لایفرق بین ایدیہما حتی یغفر لہما، کہ مصافحہ کرنے والے اپنے ہاتھوں کو الگ نہیں کرتے، کہ ان کی مغفرت ہو جاتی ہے، حضرت ابو امامہؓ اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ وغیرہ

وقت کیا جائے، پہلے سلام کیا جائے پھر مصافحہ، مصافحہ کے وقت دونوں کا رخ ایک دوسرے کی طرف ہونا چاہئے، (۱) مصافحہ کرتے ہوئے ”یغفر اللہ لنا ولكم“ کہنا مستحب ہے، (۲) رسول اللہؐ سے مصافحہ کرتے ہوئے ”ربنا اتنا فی الدینا حسنة وفی الآخرة حسنة“ پڑھنا بھی ثابت ہے، (۳) اگر استاذ، شیخ یا والدین وغیرہ سے مصافحہ کیا جائے، اور ازراہ احترام و عقیدت ان کے ہاتھ کا بوسہ لے لیا جائے، تو اس کی گنجائش ہے، (۴) چنانچہ حضرت ابولبابہ، کعب ابن مالک اور ان کے دو رفقاء کا نیز جہاد سے واپس ہونے والے صحابہ کی ایک جماعت کا اور بعض وفود کا آپؐ کے ہاتھوں کو بوسہ دینا ثابت ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اس سلسلے میں متعدد احادیث اور آثار جمع کئے ہیں، (۵) اور امام ترمذی نے اس پر اس روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں یہودیوں کے دست مبارک کا بوسہ لینے کا ذکر ہے، (۶) غیر مسلموں سے بھی مصافحہ کرنا درست ہے۔ (۷)

مصافحہ — دو ہاتھوں سے!

مصافحہ دو ہاتھ سے ہو، اس سلسلے میں متعدد احادیث و آثار موجود ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ راوی ہے کہ آپؐ نے مجھے اس طرح تشہد سکھایا، جیسے قرآن کی کوئی سورت سکھایا کرتے تھے، اور اس وقت میرا ہاتھ آپ کے دو ہاتھ کے درمیان تھا، (۸) معلوم ہوا کہ آپؐ نے دو ہاتھوں سے مصافحہ فرمایا اور جب آپؐ کے دو ہاتھ تھے، تو ظاہر ہے کہ حضرت

(۱) ردالمختار ۲۳۲/۵، فصل فی النظر واللمس

(۳) حوالہ سابق

(۵) فتح الباری ۵۹/۱۱

(۷) ہندیہ ۳۳۸/۵

(۹) دیکھئے: اوجز المسالك ۹۳۶، ط: ہند

(۲) عون المعبود ۵۲۱/۳

(۳) در مختار ۲۳۵/۵

(۶) ترمذی، باب ماجاء فی قبلة الید والرجل

(۸) بخاری مع الفتح ۵۸/۱۱، باب الاخذ بالید

(۱۰) حوالہ سابق

سے بھی ثابت ہے اور دونوں ہاتھوں سے بھی، لیکن چونکہ آج کل غیر مسلم اقوام کا طریقہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کا ہے، نیز ایک ہاتھ سے مصافحہ والی روایتیں مبہم ہیں، اور دو ہاتھ سے مصافحہ والی روایتیں مصافحہ کی کیفیت بیان کرنے کے لئے آئی ہیں اور زیادہ واضح ہیں اس لئے دو ہاتھوں سے مصافحہ کرنا افضل ہے اور ایک ہاتھ سے بھی جائز ہے، مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں :

والحق فیہ ان مصافحتہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابتۃ بالید والیدین الا ان المصافحۃ بید واحدۃ لما کانت شعار اہل الافرنج و جب ترکہ لذلک . (۴)
اس بارے میں حق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک ہاتھ سے بھی مصافحہ کرنا ثابت ہے اور دو ہاتھوں سے بھی، مگر ایک ہاتھ سے مصافحہ چوں کہ انگریزوں کا شعار ہے، اس لئے اس سے اجتناب واجب ہے۔

اور مولانا انور شاہ کشمیری کی رائے ہے :

فبید واحدۃ تجزی و بالیدین اکمل . (۵)
ایک ہاتھ سے بھی مصافحہ کرنا کافی ہے، اور دو ہاتھوں سے زیادہ اکمل طریقہ ہے۔

اس لئے اس مسئلہ میں زیادہ شدت اور اصرار نہ چاہئے،

وباللہ التوفیق۔



”ہصلحت“ منفعات حاصل کرنے اور مضرت کو دفع کرنے سے عبارت ہے، شریعت اسلامی جس کا مقصود انسانی گردنوں کو اصر

سے بھی اس طرح کے الفاظ منقول ہیں، یہ تعبیر بھی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کو ظاہر کرتی ہے، (۱) کیونکہ دونوں طرف سے دو ہاتھ مل کر ہی جمع بن سکتے ہیں، جو عربی قواعد کے مطابق، تین یا اس سے زیادہ کو شامل ہوتا ہے، اگر ایک ایک ہی ہاتھ ہو تو حدیث میں اس کے لئے ”یدین“ یعنی عربی قاعدہ کے مطابق ”تثنیہ“ کا صیغہ ہوتا نہ کہ جمع کا۔

(۴) سلف صالحین کا بھی یہی معمول تھا، اسی لئے امام بخاری نے مصافحہ کے لئے ”باب الاخذ بالیدین“ کا عنوان اختیار کیا ہے، اس میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما والی وہی روایت ذکر کی ہے جو شروع میں نقل کی گئی، پھر نقل کیا ہے کہ حماد بن زید نے عبداللہ ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا، (۲) امام بخاری اس طرح کی باتیں نقل کر کے تعامل کی طرف اشارہ کیا کرتے ہیں، پس گویا امام بخاری کے نزدیک سلف صالحین کا تعامل یہی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا تھا، اگر ایسا نہ ہوتا تو ضرور تھا کہ، بخاری نے ایک ہاتھ مصافحہ کی روایت بھی نقل کی ہوتی، اسی لئے مولانا زکریا صاحب مرحوم نے لکھا ہے :

ولایلہب علیک ان السنۃ فی المصافحۃ ان

تکون بالیدین کما هو المعروف عن الصحابۃ

والتابعین والمتوارث عن المشائخ . (۳)

اس میں شبہ نہیں کہ بہت سی روایات میں مصافحہ کے لئے

”ید“ (ہاتھ) کا لفظ آیا ہے، جو عربی قواعد کے لحاظ سے واحد ہے، اور

ایک ہاتھ کو بتاتا ہے، مگر عربی زبان میں یہ طریقہ کلام عام ہے کہ کبھی

لفظ واحد بولا جاتا ہے، اور مراد اس سے ایک فرد نہیں بلکہ پوری جنس

ہوتی ہے، اس لئے ممکن ہے کہ یہاں بھی ”جنس ہاتھ“ مراد ہو، جس

میں دونوں ہاتھ شامل ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مصافحہ ایک ہاتھ

(۲) دیکھئے: بخاری مع الفتح ۵۸/۱۱

(۳) اوجز المسالك ۱۹۳۶

(۱) دیکھئے: اوجز المسالك ۹۳۶، ط: ہند

(۲) اوجز المسالك ۱۹۳۶

(۵) العرف الشذی علی الترمذی ۱۰۱۲

باتیں جو وقتی لذت اندوزی کی ہیں، عین مطابق مصلحت ہیں، خواہ مال و انجام کے اعتبار سے ان میں کسی قدر بھی نقصان اور خسارہ ہو، مثلاً نشہ آور اشیاء وقتی طور پر ضرور لذت کام و دہن اور راحت و سکون کا باعث ہیں، لیکن انسانی صحت پر اس کا جو منفی اثر پڑتا ہے وہ محتاج اظہار نہیں، اس کے باوجود خلاف مصلحت نہیں کہ ایک ساعت کے لئے سہی سامانِ عیش و سکون تو ہے، اور اگر ان حضرات کی نگاہ میں پائیدار اور دیرپا نفع و نقصان کو ملحوظ رکھا جاتا ہے، تو اس کی انتہاء یہ دنیائے بے ثبات و فانی ہے، دین و آخرت کا یہاں گذر نہیں، لیکن شرع اسلامی میں مصلحت کا تصور عقیدہ آخرت، ایمان باللہ اور خدا کی رضا جوئی سے جڑا ہوا ہے۔

اسی لئے ہمیں شریعت میں بہت سے ایسے احکام ملتے ہیں جن میں دینی اور اخلاقی مفادات کے لئے دنیوی اور مادی مصلحت کو وقتی طور پر نظر انداز کیا گیا ہے، نماز میں بظاہر وقت کا ضیاع ہے، روزہ بھوک و پیاس ہے اور انسانی صحت و قوی پر اس کا اثر پڑنا عجیب نہیں، حج میں سفر کی مشقت اور مال کثیر کا صرفہ ہے، قربانی میں ایک ہی وقت میں بڑی مقدار میں جانوروں کو ذبح کرنا ہے، حالانکہ ان کو بتدریج ذبح کرنے میں زیادہ غذائی کفالت ممکن ہے، بہت سے جانور ہیں کہ ان کے کھانے کی ممانعت ہے، طہارت و نجاست کے احکام کی تفصیلات ہیں جن سے بادی النظر میں تنگی و دشواری کا احساس ہوتا ہے، موسم سرما کی خنک ہواؤں میں بھی غسل و وضوء کی ہدایت ہے، بڑے بڑے جرائم پر عبرت انگیز سزائیں ہیں، ان میں سے کوئی عمل نہیں جو مادی اعتبار سے ایک گونہ نقصان کا حامل نہ ہو، لیکن اسلام کی نظر جس بات پر ہے وہ یہ ہے کہ اس کے روحانی اور اخلاقی فوائد ان نقصانات سے بہت زیادہ ہیں۔

شریعت کے مقاصد

اسی لئے اسلامی قانون کے ماہرین نے مصلحت کے بارے

اور اغلال (اعراف : ۷) سے آزاد کرنا اور عدل و احسان قائم کرنا (انحل : ۹۰) ہے اور جس کے پیغامبر ﷺ کو تمام کائنات کے لئے پیکر رحمت بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے، (انبیاء : ۱۰۷) ممکن نہیں کہ وہ مصلحت انسانی سے خالی اور حکمت و دانش سے عاری ہو، چنانچہ مذاہب عالم کی موجودہ صورت اور اسلام کا تقابل کیا جائے، تو شریعت اسلامی کی شان رحمت اور حکمت و مصلحت سے ہم آہنگی قدم قدم پر دامن دل کو کھینچتی اور ایمان میں نشاط و تازگی بہم پہنچاتی ہے، — شریعت کے اس مزاج و مذاق کا اندازہ ان آیات سے ہوتا ہے، جن میں احکام خداوندی کے دوش بدوش ان کی مصلحتیں بھی واضح کی گئی ہیں، قصاص کا حکم دیا گیا تو فرمایا گیا کہ یہ بظاہر ایک قتل کے بعد دوسرا قتل ہے، مگر درحقیقت اس میں انسانیت کی حیات اور بقاء مضمر ہے: ولکم فی القصاص حیاة (بقرہ : ۱۷۹) شراب کی حرمت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ گو بظاہر اس میں کچھ نفع بھی ہے، لیکن اس کا نقصان نفع سے بڑھ کر ہے: اثمہما اکبر من نفعہما (بقرہ : ۲۱۹) شراب اور جوئے کی ممانعت کا ایک اور مقام پر ذکر ہوا تو بتایا گیا کہ یہ ایک طرف باہم عداوت و نفرت کا سرچشمہ ہے، اور دوسری طرف نماز اور خدا کی یاد سے غفلت و بے اعتنائی کا سامان (مانہ : ۹۱) — غسل اور وضوء دشوار ہو تو تیمم کی سہولت پیدا کی گئی کہ اصل مقصود پاکی اور تطہیر ہے، حرج و تنگی پیدا کرنا مقصود نہیں: ”ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج و لکن یرید لیطہرکم و یتیم نعمتہ علیکم“ (مانہ : ۶۵) اور ایک خاص حد میں یسر و سہولت کی رعایت اور تنگی و مشقت سے اجتناب ہی اس دین کی اصل روح اور مصالح سے اس کی ہم آہنگی کی اساس اور بنیاد ہے: یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ (بقرہ : ۸۵)

لیکن ہاں یہ ضرور ہے کہ اسلام اور خالص مادی تصورات و افکار دونوں کی میزان مصلحت جداگانہ ہے، اہل مادہ کی نظر میں وہ

خرید و فروخت بھی حرام ہے، اس کے بالوں سے بھی نفع اٹھانا روا نہیں، جس پانی سے پی لے وہ خود بھی ناپاک اور ناقابل استعمال ہے، لیکن صورت حال یہ ہے کہ ایک بھوکا مرگ برب ہے، غذا کا ایک لقمہ اس کے تار حیات کو بظاہر بچا سکتا ہے، اور سوائے اس جانور کے گوشت کے کچھ اور موجود نہیں، حفظ دین کا تقاضا ہے کہ اس گوشت سے جان بچانی جائز نہ ہو، لیکن ”حفظ نفس“ ملتی ہے کہ اس گوشت کو اس کے لئے جائز قرار دیا جائے، قرآن نے یہاں ”حفظ جان“ کو ”حفظ دین“ پر ترجیح دیا اور مضطر شخص کے لئے خنزیر کا گوشت کھا کر جان بچانے کی اجازت دی۔

اس کو سامنے رکھ کر فقہاء نے ان پانچوں طرح کے احکام کے تین درجات مقرر کئے ہیں، ضروریات، حاجیات اور تحسینات، ضروریات وہ ہیں جن پر دین، جان، نسل اور عقل و مال کا تحفظ موقوف ہو، جیسے حفاظت دین کے لئے ایمان اور نماز وغیرہ، حفاظت جان کے لئے خورد و نوش کی اباحت اور قتل نفس پر قصاص و دیت کو واجب قرار دیا جانا، حفظ نسل کے لئے نکاح کی اباحت اور زنا کی حرمت، حفظ عقل کے لئے مسکرات کی حرمت اور حفظ مال کے لئے بہت سے مالی معاملات کی اباحت اور چوری وغیرہ کی ممانعت — جن امور پر ان پانچوں مقاصد کا حصول موقوف نہ ہو، لیکن ان کی اجازت نہ ہو تو ان مقاصد کے حصول میں تنگی اور دشواری پیدا ہو جائے، ایسے مواقع پر رفع حرج کے لئے اور تنگی کو دور کرنے کی غرض سے جو احکام دئے جاتے ہیں، وہ ”حاجیات“ ہیں، جیسے حالت سفر میں روزہ کا افطار، شکار کی اباحت، قرض وغیرہ جیسے معاملات کی اجازت، جن کو شریعت کے عام اصول کے تحت جائز نہ ہونا چاہئے۔

اور وہ امور کہ اگر ان کی اجازت نہ دی جاتی تو کوئی قابل لحاظ تنگی بھی پیدا نہ ہوتی ہو ”تحسینات“ ہیں، جن کو ”تکمیلیات“ اور ”کمالیات“ بھی کہا جاتا ہے، مکارم اخلاق، محاسن عادات، آداب معاشرت،

میں اسلام کے نقطہ نظر کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ شریعت کے مقاصد پانچ ہیں، حفظ دین، حفظ نفس، حفظ عقل، حفظ نسل اور حفظ مال، غور کیا جائے تو شریعت کے احکام ان ہی پانچوں مقاصد کے گرد گردش کرتے ہیں، نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ، صدق و راستی کا حکم، کذب و افتراء کی ممانعت، توحید و رسالت اور آخرت کا عقیدہ و یقین اور سینکڑوں احکام ہیں کہ ان کا منشاء و مقصود ”دین“ کی حفاظت اور اس کے مقتضیات اور مطالبات کی تکمیل ہے، ظلم کی ممانعت، قصاص و دیت کے قوانین، نفقہ و حضانت کے احکام، انسان کی عزت و آبرو کا لحاظ، کسی کی پاک دامنی پر تہمت لگانے کی صورت قذف و بہتان کی سزا وغیرہ ہدایات کا مقصود ”حفاظت نفس“ ہے، نکاح کی اجازت، رہبانیت اور تجرد کی ممانعت، زنا اور اس کے دوائی کی حرمت اور اس کے ارتکاب پر شدید ترین تعزیر و عقوبت، ثبوت نسب میں کمال احتیاط نسل کے تحفظ سے عبارت ہے، مختلف مالی معاملات کی اباحت اور اس باب میں کشائش و وسعت، چوری، راہزنی کی ممانعت اور اس کے لئے عبرت ناک سزاؤں کا تعین، سود کی حرمت، معاملہ کے فریقین کی دھوکہ و غرر سے حفاظت وغیرہ کا تعلق ”حفظ مال“ سے ہے اور احکام دین میں غورو تدبر کی اجازت، اظہار رائے اور تنقید کا حق، اجتہاد کے دروازہ کو کھلا رکھنا، نشہ کی حرمت اور اس کا قابل سزا ہونا، یہ اور اس طرح کے احکام ”حفظ عقل“ کے قبیل سے ہیں۔

ان پانچوں مقاصد کی تکمیل ”مصلحت“ ہے اور جو بات ان میں سے کسی مقصد کے لئے مضر ثابت ہو وہ ”مفسدہ“ ہے۔

احکام شریعت کے مدارج

لیکن نظام زندگی میں صبح و شام اس باب کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ بہت سے مواقع پر یہ مصلحتیں باہم متصادم محسوس ہوتی ہیں، خنزیر نہ صرف حرام ہے، بلکہ نجس العین ہے، خورد و نوش ہی نہیں، اس کی

نے اس کے موثر ہونے کی صراحت کر دی ہو، مثلاً چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹے جانے کی سزا، اس کو ”موثر“ یا ”علت“ سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ مصالح جن کا شارع نے خود اعتبار کیا ہے، ”مصالح معتبرہ“ ہیں۔

تیسری وہ مصلحتیں ہیں جو فی الجملہ شارع کے مقاصد میں داخل ہیں لیکن نہ خاص اس مصلحت یا اس نوع کی مصلحت کے معتبر ہونے پر نص وارد ہے، اور نہ ہی نصوص اس کو غیر معتبر قرار دیتی ہیں، شیخ زرقاء کے الفاظ میں :

ہی کل مصلحة داخلہ فی مقاصد الشرع
ولم یرد فی الشرع نص علی اعتبارھا
بعینھا او بنوعھا ولا علی استبعادھا . (۲)

ان ہی کو ”مصالح مرسلہ“ کہا جاتا ہے، مرسلہ کے معنی ”مطلقہ“ کے ہیں یعنی غیر محدود اور غیر منصوص مصلحتیں۔

معتبر ہونے کی دلیلیں

دین میں مصالح مرسلہ کو حجت اور اصل ماننے پر جو دلیلیں پیش کی جاتی ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ :

(۱) احکام شریعت اصل میں مبنی بر مصلحت ہیں، اور ممنوعات کی بنیاد مفسد پر ہے، اس لئے مصلحتیں بجائے خود قابل قبول اور مفسد قابل رد ہیں، علامہ قرانی کے بقول :

فان اوامر الشرع تتبع المصالح الخالصة
او الراجحة والنواہی تتبع المفسد
الخالصة او الراجحة . (۳)

شریعت کے احکام خالص یا غالب مصلحتوں کے اور ممنوعات خالص یا غالب مفسد کے تابع ہیں۔

(۲) عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں مختلف ایسے فیصلے کئے گئے ہیں

وغیرہ ان ”تحسینی امور“ کی فہرست میں ہیں، ان مصلحتوں میں ترتیب اس طرح ہے کہ دین، پھر جان پھر عقل، اس کے بعد نسل اور سب کے بعد مال کو اہمیت حاصل ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ یہ سب ایک ہی درجہ کے ہوں، اگر ان پانچوں مقاصد میں سے مختلف درجات کے احکام میں ترجیح کی نوبت آئے تو ضروریات، پھر حاجیات اور اس کے بعد ”تحسینیات“ کا درجہ ہوگا۔ (۱)

مصالح مرسلہ

ان مصلحتوں کے قابل اعتبار ہونے کے لحاظ سے مصلحت کی تین قسمیں کی گئی ہیں، ایک وہ جس کو شارع نے نامعتبر قرار دیا ہے، ایسی مصلحت کا اعتبار نہیں، اور نہ اس پر کسی حکم شرعی کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے، مثلاً کفارہ واجب قرار دینے کا مقصد زجر و تنبیہ ہے، اسی مقصد کے لئے رمضان میں قصداً روزہ توڑنے پر غلام کو آزاد کرنے، ساٹھ روزے رکھنے یا ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانے کا حکم دیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ کسی بادشاہ کے لئے سوائے روزوں کے باقی دو صورتیں باعث زجر نہیں بن سکتیں، اسی مصلحت کے پیش نظر بعض فقہاء مالکیہ نے بعض سلاطین کے حق میں فتویٰ دیا کہ سوائے روزوں کے اور کوئی کفارہ ان کے حق میں معتبر نہیں، عام طور پر علماء نے اس استدلال کو غیر درست قرار دیا ہے، کیونکہ قرآن مجید نے کفارات میں سلطان اور رعایا کی کوئی تفریق نہیں کی ہے، پس یہ مصلحت شرعاً غیر معتبر ہے، ایسی مصالح کو ”مصالح ملغاة“ کہا جاتا ہے۔

دوسری قسم ان مصلحتوں کی ہے جن کا شارع نے اعتبار کیا ہے، چاہے شارع نے اس مصلحت کے اس حکم کے لئے موثر ہونے کی صراحت نہ کی ہو، جیسے عدت طلاق کہ اس کی مصلحت نسب کی حفاظت ہے، ایسی مصلحت کو ”مناسب“ کہا جاتا ہے، یا خود شارع

(۱) مقاصد مدارج شریعت کے لئے امام غزالی کی ”المستصفیٰ ۲۰۷/۱-۱۳۰، اور شاطبی کی الموافقات ۱۱/۲-۸، دیکھنی چاہئے

(۲) کتاب الفروق ۵۱/۱

(۳) الاستصلاح والمصالح المرسلہ ۳۹

مالکی نقطہ نظر

”مصالح مرسلہ“ کے بارے میں اہل سنت کے چاروں دبستان فقہ کا نقطہ نظر کیا ہے؟ اس کی ابتداء ”زمانی“ ترتیب کے اعتبار سے فقہ حنفی سے ہونی چاہئے تھی، لیکن یہ گنہگار اس کا آغاز فقہ مالکی سے کر رہا ہے، کیونکہ مالکیہ ہی نے ”اصطلاح“ یا ”مصالح مرسلہ“ کی اصطلاح وضع کی ہے، انھوں نے ہی اس کے اصول و قواعد منضبط کئے ہیں، اس موضوع پر غور و بحث کا دروازہ کھولا ہے اور غالباً دوسرے مکاتب فقہ کی نسبت اس سے زیادہ کام بھی لیا ہے۔

”مصالح مرسلہ“ کے سلسلہ میں امام ابو اسحاق شاطبی نے مالکیہ کے نقطہ نظر کو اپنی مایہ ناز کتابوں ”الموافقات“ اور ”الاعتصام“ میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ احکام شریعت دو طرح کے ہیں: ایک وہ جن کا تعلق آخرت سے ہے، اور وہ ”عبادات“ ہیں، دوسرے وہ جو دنیوی مسائل، یعنی معاملات اور ”امور عادیہ“ سے متعلق ہیں، عبادات میں علت و مصلحت اور چون و چرا کی گنجائش نہیں، بلکہ ان میں بن سمجھے پیروی (تعبد) ہی مقصود ہے، لیکن دوسری قسم بندوں کی مصلحت اور دنیوی زندگی کے مصالح سے مربوط ہے اور خود شارع کی نصوص سے اس کا اندازہ ہوتا ہے، اسی لئے امام مالک نے شریعت کے مصالح کے ایسے احکام میں علت اور مصلحت پر نظر رکھی ہے اور اس میں وسعت سے کام لیا ہے اور اسی لئے حضرت الامام ”مصالح مرسلہ“ اور ”استحسان“ کے قواعد کے قائل ہیں اور ”استحسان“ کو ظلم کے دس حصوں میں نو حصہ قرار دیتے ہیں: الاستحسان تسعة اعشار العلم - (۵)

چنانچہ مالکیہ نے ”مصالح مرسلہ“ کو احکام شریعہ کے لئے ایک

جن کے بارے میں نہ نصوص میں حکم ہے نہ ممانعت، بلکہ وہ ایسی مصلحتوں پر مبنی ہیں جو مقاصد شریعت سے ہم آہنگ ہیں، مثلاً عہد صدیقی میں جمع قرآن، عہد فاروقی میں شراب نوشی کی سزا (۸۰ کوڑے) کا تعین، ایک مقتول کے بدلہ تمام قاتلوں کے قتل کا حکم، کاریگر کو دئے گئے سامان کا اس کو ضامن قرار دینا اور امانت کا حکم جاری نہ کرنا، پانی ملائے ہوئے دودھ کو ضائع کر دینا تاکہ عامۃ الناس کو دھوکہ سے بچایا جاسکے۔ (۱)

(۳) ایسی ہی نظیریں تابعین کے عہد میں ملتی ہیں، جن کو رسول اللہ ﷺ نے من جملہ ”قرون خیر“ کے قرار دیا ہے، — اس کی سب سے واضح مثال کتب حدیث کی تدوین و ترتیب اور حدیث کے صحت و ضعف کی تحقیق کے لئے فن ”جرح و تعدیل“ کی ایجاد ہے، اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد خلافت میں خراسان کے راستہ میں بیت المال کے اخراجات سے مسافر خانوں کی تعمیر فرمائی، (۲) منیٰ میں پختہ مکانات کی تعمیر پر پابندی عائد کر دی، تاکہ حجاج کے لئے تنگی نہ پیدا ہو۔ (۳)

یہ اور اس طرح کے اقدام اور ان پر اہل علم و افتاء و ارباب اجتہاد کا سکوت، بلکہ قبول ”مصالح مرسلہ“ کے احکام شریعت میں ایک اہم اصل ہونے کا ثبوت ہے، — اسی لئے الفاظ اور تعبیر کے اختلاف کے باوجود فی نفسہ ”مصالح مرسلہ“ کے معتبر ہونے پر قریب قریب اتفاق ہے، چنانچہ ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوٹی نے اپنی مبسوط اور مدلل بحث کے بعد جو نتیجہ قائم کیا ہے وہ یہی ہے کہ:

صفوة القول المصالح المرسله مقبولة
بالاتفاق و اما اعني بالاتفاق اتفاق
الصحابه والتابعين والائمة الاربعة . (۴)

(۲) طبقات بن سعد ۲۵۲/۵

(۳) ضوابط المصلحة ۴۰۷

(۱) الاعتصام ۲۵/۲

(۲) حوالہ سابق ۲۶۸/۵

(۵) الموافقات ۲/۳۰۷، (ملخصاً)

شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور اس کی امارت کو تسلیم کرنا بھی جائز ہے، کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو بڑے فتنوں کا اندیشہ ہے، خزانہ (بیت المال) خالی ہو جانے اور فوجی ضروریات کے لئے مذبذبت رہنے تو فرماں روا اہل ثروت پر مناسب ٹیکس بھی عائد کر سکتا ہے، اگر کسی علاقہ میں سوائے مالِ حرام کے حلال طریقہ سے حاصل ہونے والی اشیاء دستیاب نہ ہوں نہ حلال ذریعہ معاش ہی حاصل ہو سکتا ہو اور نہ وہاں سے نقل مقامی کی گنجائش ہو تو اس کے لئے بقدر حاجت ایسے مال اور ذریعہ معاش سے فائدہ اٹھانا جائز ہوگا۔ (۳)

اس لئے اس امر کا اعتراف کیا جانا چاہئے کہ ”مصالح مرسلہ“ جیسی اصل کے انضباط کے لئے مالکیہ تمام فقہاء کی تحسین و اطمینان کے حقدار ہیں جس کے ذریعہ نئے مسائل کے حل، زندگی سے شریعت اسلامی کے ربط میں تسلسل اور اجتماعی دقتوں اور مشکلات کے علاج میں مدد ملی جاتی رہی ہے اور لی جاتی رہے گی۔

احناف

فقہائے احناف نے گو ”استصلاح“ یا ”مصالح مرسلہ“ کی اصطلاح استعمال نہیں کی ہے، مگر ان کے اصول استنباط اور اجتہادات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی ایسی مصالح کو معتبر مانتے ہیں، اس سلسلہ میں حنفیہ کے یہاں ”استحسان“ کے قاعدے پر غور کیا جائے اور اس کے مقصد پر نظر رکھی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ احناف اسی اصطلاح کے ذریعہ ”استصلاح“ کے مقصد کو بھی پورا کرتے ہیں، امام سرخسی ”استحسان پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں:

استحسان قیاس کو ترک کرنے اور ایسی چیز کے قبول کرنے کو کہتے ہیں جو لوگوں کی ضروریات کے

مستقل ماخذ اور اصل قرار دیا ہے، (۱) یہاں تک کہ مصالح سے مطابقت کو اجر و ثواب کی کثرت اور قلت کے لئے اساس بنایا ہے:

”الاصل فی کثرة الثواب وقلته کثرة المصالح وقلتها، (۲)

اور ہر چند کہ مالکیہ کے اس طریق اجتہاد پر بعض اہل علم اور خصوصاً شوافع نے نقد کیا ہے، لیکن یہ نظر انصاف دیکھا جائے تو سبھی فقہاء نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے، اور امام قرانی کی یہ بات غلط نہیں کہ:

المصلحة المرسله غیرنا یصرح بانکارها
ولکنهم عند التفریح تجدہم یعللون
بمطلق المصلحة ولا یطالبون انفسہم
عند الفروق والجوامع بابداء الشاہد لہا
بالاعتبار بل یعتمدون علی مجرد المناسبتہ
وهذا هو المصلحة المرسله. (۳)

ہمارے علاوہ دوسرے لوگ مصلحت مرسلہ کا انکار کرتے ہیں، لیکن تم دیکھو گے کہ مسائل کی تفریح کرتے وقت وہ مطلقاً مصلحت کو علت بناتے ہیں اور احکام میں فرق یا یکسانیت کے لئے کسی منصوص شاہد کی موجودگی کے طالب نہیں ہوتے، بلکہ مجرد مناسبت اور مقاصد شریعت سے ہم آہنگی پر اعتماد کرتے ہیں، اور اسی کا نام ”مصلحت مرسلہ“ ہے۔

”مصالح مرسلہ“ کے تحت مالکیہ کے یہاں جو فتاویٰ دئے گئے ہیں، ان کو سامنے رکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے نہایت حزم اور احتیاط کے ساتھ اس سے کام لیا ہے، اور بالعموم اس کے ذریعہ مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کو حل کرنے اور فتنوں کو دور کرنے کی سعی کی ہے، مثلاً افضل تر شخص کی موجودگی میں نسبتاً کم تر

(۱) مالک لابی زہرہ ۲۲۵، مالکیہ کا مصالح مرسلہ کو ایک مستقل اصل ماننا ایک معروف بات ہے، مگر اسے ایک عجوبہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ ابن حاجب نے خود امام مالک کی طرف

”مصالح مرسلہ“ کے معتبر نہ ہونے کی نسبت کی ہے، منتهی الوصول والامل ۲۰۸، ”المصلحة المرسله“

(۲) کتاب الفروق ۵۱/۱

(۳) تنقیح الفصول ۲۰۰

(۴) الاعتصام ۳۰۶/۲-۲۹۷

صرف ”اموال زکوٰۃ“ ہی صدقہ میں جائیں گے، تاکہ خود اس کو دست سوال دراز نہ کرنا پڑے، (۴) زندگی کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، (۵) مشترک کاریگر جو مختلف لوگوں کے سامان بناتا ہے، ضائع شدہ سامان کا ضامن ہوگا، (۶) اعداء اسلام کی فوج کچھ مسلمانوں کو ڈھال بنائے اور تیر اندازی کی صورت میں پہلے ان یرغمال مسلمانوں کے نشانہ بننے کا اندیشہ ہو تو مجبوراً اس اندیشہ کے باوجود حملہ کیا جائے گا، (۷) وغیرہ — غور کیا جائے تو ان میں سے متعدد مسائل ہیں کہ مالکیہ نے ان کو ”مصالح مرسلہ“ کی فہرست میں جگہ دی ہے اور احناف نے ان ہی کو ”استحسان“ کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

حنابلہ

فقہاء حنابلہ نے احکام شرعیہ کے جن مصادر کا ذکر کیا ہے، گوان میں مصالح مرسلہ کا ذکر نہیں ملتا، لیکن ان فقہاء کی تصریحات اور اجتہادات کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حنابلہ بھی معاملات اور عادات کے باب میں مصالح مرسلہ کو فیصلہ کی بنیاد اور اساس بنانے میں مالکیہ سے پیچھے نہیں ہیں، البتہ وہ مصالح کو قیاس صحیح ہی کے ذیل میں استعمال کرتے ہیں، بقول ابو زہرہ: لانه یروی انه داخل فی باب القیاس الصحیح، (۸) اسی بنا پر مختلف علماء نے حنابلہ کی طرف ”مصالح مرسلہ“ کے معتبر ہونے کی نسبت کی ہے، خود نجم الدین طوفی حنبلی جو اپنی آزاد خیالی میں خاصے بدنام ہیں، فرماتے ہیں: الراجع المختار اختیار المصالح المرسلہ - (۹)

مطابق اوفق للناس ہوں بعض لوگوں نے کہا: ان احکام میں سہولت کی جستجو کا نام ہے، جن میں عام و خاص مبتلا ہوں — حاصل یہ ہے کہ استحسان آسانی کے لئے دشواری کو چھوڑنے سے عبارت ہے اور یہ دین میں ایک اصل ہے، کیونکہ ارشاد باری ہے، اللہ تم سے آسانی چاہتے ہیں، نہ کہ دشواری۔ (۱)

غور کیا جائے اور مصالح مرسلہ سے مستنبط احکام پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ احکام میں سہولت اور اوفق للناس کی جستجو ہی ”مصالح مرسلہ“ کا بھی مقصود ہے، — اسی لئے شیخ زرقاء نے لکھا ہے کہ ”استحسان قیاسی“ جس میں ایک ”قیاس“ کو دوسرے قیاس پر ترجیح دی جاتی ہے، تو ”قیاس“ میں داخل ہے، لیکن ”استحسان ضرورت“ جس میں کسی مصلحت کے پیش نظر اس قیاس کو رد کر دیا جاتا ہے، جو حرج اور تنگی کا باعث ہو ”مصالح مرسلہ“ کی ایک قسم ہے، اور اسی لئے احناف کو اس اصطلاح پر مستقل بحث کرنے اور اس کے اصول و قواعد مرتب کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔ (۲)

احناف کی فقہی آراء کا تجزیہ کیا جائے اور بالخصوص ان آراء کا جو استحسان پر مبنی ہیں، تو مصالح کی رعایت میں وہ بھی قریب قریب مالکیہ کے ہم دوش نظر آتے ہیں، مال غنیمت میں بنی ہاشم کا خصوصی مد باقی نہ رہے تو ابو عاصمہ کی روایت کے مطابق بنو ہاشم کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، (۳) کوئی شخص کہے کہ میرا تمام مال صدقہ ہے، تو

(۱) الاستحسان ترك القیاس والاخذ بما هو اوفق للناس وقيل الاستحسان طلب السهولة فی الاحكام فی ما یبتلی فیہ الخاص والعام وحاصل هذه العبارات انه ترك العسر لیسر وهو اصل فی الدین قال اللہ تعالیٰ یرید اللہ بكم الیسر ولا یرید بكم العسر (المبسوط ۱۰/۱۳۵)

(۲) الاستصلاح والمصالح المرسلہ ۶۱

(۳) البحر الرائق ۲/۲۶۶

(۴) المبسوط ۱۲/۹۳

(۵) رد المحتار ۳/۳۵۸

(۶) بدائع الصنائع ۳/۲۱۱

(۷) الاشباه والنظائر لابن نجیم ۵۵

(۸) احمد بن حنبل ۳۰۹

(۹) شرح مختصر الروضہ ۳/۲۱۱

الشیخ ابا محمد فی کتبہ اذا استغرقوا فی
توجیہ الاحکام یتمسکون بمناسبات
مصلحیۃ . (۲)

شواہع

استحسان اور استصلاح کے سب سے بڑے ناقد امام شافعیؒ اور
فقہائے شواہع ہیں، یہاں تک کہ امام شافعیؒ استحسان کو ایک نئی
شریعت کو وضع کرنے کے مترادف قرار دیا ہے اور استحسان کے رد
میں اپنی مایہ ناز کتاب ”الرسالہ“ میں ایک مستقل باب ”کتاب
ابطال الاستحسان“ کے عنوان سے قائم کیا ہے، (۵) لیکن کوئی
بھی فقہ جو رواں دواں زندگی کا ساتھ دینا چاہتی ہو اور مختلف عہد،
علاقوں اور تہذیبوں میں اپنی نافیعت کی ضمانت چاہتی ہو، اس کے
لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ وہ استحسان یا مصالح مرسلہ وغیرہ کو
نئے حالات پر احکام شرعیہ کے انطباق کے لئے اساس و بنیاد
بنائے، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بعد کے فقہاء شواہع نے بتدریج
مصالح مرسلہ کو ایک اصل شرعی کی حیثیت سے قبول کیا ہے، چنانچہ
علامہ زنجانی لکھتے ہیں :

ذهب الشافعی الی ان التمسک
بالمصالح المستندہ الی کلی الشرع ،
ان لم تکن مستندة الی الجزئیات
الخاصة المعینة جائز . (۶)

امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ اگر مخصوص و مقرر
جزئیات کی بجائے شریعت کی کلیات اور عمومی
مقاصد و اصول سے ہم آہنگ مصلحتیں ہوں تو ان
کو بھی قبول کر لینا جائز ہے۔

چنانچہ فقہ حنبلی کے مشہور نمائندہ اور ترجمان حافظ ابن قیم کا یہ
قول بہت معروف اور بعد کے مصنفین کے درمیان زبان زد عام و
خاص ہے کہ جن احکام سے عدل و انصاف کے تقاضے پورے
ہوتے ہوں، وہ اللہ کی شریعت اور اس کا دین ہے: فاذا ظهرت
امارات العدل و اسفر وجہہ بای طریق کان فثم شرع
اللہ و دینہ، (۱) — یہی وجہ ہے کہ فقہاء حنابلہ کی آراء میں قدم
قدم پر مصالح کی رعایت اور مصالح کی بنا پر فتاویٰ ملتے ہیں، مثلاً
مخنث کو شہر بدر کر دینے کا حکم اور شہر بدر کرنے میں بھی فتنہ ہو تو جس و
قیر، تاکہ لوگ اس کے فتنہ سے محفوظ رہ سکیں، صحابہ کو بڑا بھلا کہنے
والے کے لئے توبہ یا سزا کا وجوب اور سلطان کے لئے اس بات کی
اجازت نہ دیا جانا کہ وہ ایسے مجرمین کو معاف کر دے، رمضان میں
دن کے وقت شراب پینے والے پر حد کے علاوہ مزید شدت برتنا، (۲)
کاشتکاروں اور اہل صنعت کو لوگوں کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے
ہوئے مناسب اجرت لے کر کام پر مجبور کرنا، نیز بعض خاص
حالات میں گراں فروشی کرنے والے تجار کے لئے اشیاء کی لازمی
قیمت متعین کر دینا کہ اس سے زیادہ میں سامان فروخت کرنے کے
مجاز نہ ہوں، (۳) — اس لئے حق یہی ہے کہ فقہاء حنابلہ بھی
”مصالح مرسلہ“ کا اعتبار کرتے ہیں، البتہ اس اصطلاح اور تعبیر کو
اختیار نہیں کرتے، اسی لئے طوفی کہتے ہیں کہ گو بعض لوگوں نے
فقہاء حنابلہ کی طرف مصالح کے معتبر نہ ہونے کی نسبت کی ہے اور
خاص کر شیخ ابو محمدؒ سے یہ رائے نقل کی ہے، لیکن میرا تجربہ ہے کہ
جب ہمارے فقہائے احکام کی توجیہ کرتے ہیں تو مصلحت کی بنیاد
پر بھی رائے قائم کرتے ہیں :

رایت من وقف علی کلامہ منہم حتی

(۱) الطرق الحکمیۃ ۱۳

(۲) الطرق الحکمیۃ ۲۲۲-۲۳۹۱

(۵) دیکھئے: الرسالہ ۵۰۳

(۲) اعلام الموقعین ۳/۳۷۷

(۳) شرح مختصر الروضة ۳/۲۱۰

(۶) تخریج الفروع علی الاصول ۱۶۹

اور مفاسد کے قریب جانا جائز نہیں، گو ان مصالح کے سلسلے میں اجماع، یا قیاس، یا نص نہ ہو، (۵) اسی لئے صاحب مختصر الروضہ کا بیان ہے کہ علاوہ مالکیہ کے بعض شوافع بھی ”مصالح مرسلہ“ کو حجت مانتے ہیں :

وقال مالک وبعض الشافعية هي حجة

لانا علمنا انها من مقاصد الشرع بادلۃ

كثيرة . (۶)

اس لئے امام قرانی نے جو بات کہی ہے کہ عملاً مصالح مرسلہ کے معتبر ہونے پر اتفاق ہے، واقعہ یہ ہے کہ وہ صحیح اور مبنی بر حقیقت ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ الفاظ و تعبیر اور بعض جگہ مصالح مرسلہ پر عمل کرنے کے قواعد اور اصول میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

مصالح مرسلہ کے لئے شرطیں

اہم بات یہ ہے کہ مصالح مرسلہ پر عمل کرنے کی کیا شرطیں ہیں، علامہ شاطبی مالکی اس پر روشنی ڈالتے ہوئے تین شرطوں کا ذکر فرماتے ہیں، اول یہ کہ اس مصلحت اور مقاصد شریعت کے درمیان ہم آہنگی (ملائمت) پائی جاتی ہو، نہ اصول شرع میں سے کسی اصل کے منافی ہو، نہ شریعت کے ادلہ قطعیہ میں سے کسی دلیل کے مغائر — دوسرے یہ کہ مصلحت ان امور سے متعلق ہو جن میں عقل و مصلحت کو ملحوظ رکھا جاتا ہو، تعبدی امور میں سے نہ ہوں — تیسرے اس مصلحت کو قبول کرنے کا مقصود دین میں کسی حرج کا دفع کرنا یا شریعت کی کسی بات کا تحفظ کرنا ہو۔ (۷)

فقہاء شوافع میں امام غزالی کی تحریروں سے بھی وہ شرطیں منقح

امام الحرمین کے بارے میں بھی نقل کیا جاتا ہے کہ وہ مصلحتیں جو نصوص سے ثابت، معتبر مصالح سے قریب ہوں امام شافعی کے نزدیک بھی قابل قبول ہیں، (۱) اور اسی طرح کی بات امام غزالی کی کتاب ”المختول“ کی طرف بھی منسوب کی گئی ہے، (۲) یہی وجہ ہے کہ مختلف فقہاء نے فقہائے شوافع کی طرف مصالح مرسلہ کے معتبر ہونے کی صراحت تک نقل کی ہے، چنانچہ اسنوی نے امام الحرمین کی طرف مصالح مرسلہ کے مطلقاً حجت ہونے کی نسبت کی ہے، اور ابن حاجب نے یہی بات خود امام شافعی کے بارے میں کہی ہے، خود امام غزالی کی طرف منسوب ہے کہ وہ خاص شرطوں کے ساتھ مصالح مرسلہ کو معتبر مانتے تھے، (۳) امام غزالی نے گواستصلاح کا رد کیا ہے لیکن ان کی پوری بحث دیکھی جائے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ بعض خاص شرطوں کے ساتھ وہ بھی ضرورت کے درجہ کے احکام میں معتبر مانتے ہیں اور فرماتے ہیں :

فاذا فسرنا المصلحة بالمحافظة على

مقصد الشرع فلا وجه للخلاف في

اتباعها . (۴)

امام عزالدین بن عبدالسلام اپنی مشہور اور مایہ ناز کتاب ”قواعد الاحکام“ میں جہاں کتاب و سنت، اجماع اور قیاس کا بحیثیت دلیل شرعی ذکر کرتے ہیں، وہیں پانچویں دلیل شرعی کی حیثیت سے ”استدلال معتبر“ کا ذکر بھی آتا ہے، اور مختلف جزوی احکام کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں کہ مصالح کے حصول اور مفاسد کے ازالہ کے سلسلہ میں شریعت کے مقاصد کے نتیجے کے بعد اس بات کا عرفان و اعتقاد حاصل ہوتا ہے، کہ مصلحتوں کو نظر انداز کرنا

(۱) ضوابط المصلحة ۴۳-۴۲، بحوالہ مخطوطہ ”البرهان“ لامام الحرمین

(۲) حوالہ سابق ۳۷۵

(۳) المستصفی ۱۳۱/۱

(۶) قواعد الاحکام ۱۸۱/۲

(۳) دیکھئے: الشافعی لابی زہرہ ۲۰-۲۱۹

(۵) قواعد الاحکام ۲۶/۲

(۷) الاعتصام ۳۰۷/۲

اور راجح ہوگی۔ (۳)

احناف کے یہاں غالباً اس سلسلے میں زیادہ وضاحت نہیں ملتی، البتہ شیخ ابوزہرہ نے عام حنفیہ کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ وہ مصالح مرسلہ کو اس وقت معتبر مانتے ہیں جب کہ وہ شریعت کے اصول ثابتہ سے قریب ہو۔ (۴)

فقہاء کی ان وضاحتوں سے جو بات واضح ہوتی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ مصالح مرسلہ کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ :

(۱) مصلحت مقاصد شریعت سے مطابقت رکھتی ہو، جیسے کسی حرج کو دفع کرنا۔

(۲) جن احکام میں مصلحت کو بنیاد بنایا جائے، ضروری ہے کہ وہ تعبیدی امور نہ ہوں کہ ایسے احکام میں بن سبھے ہی تسلیم و رضا کا سرخم کرنا مقصود ہے۔

(۳) اس مصلحت میں یا تو مجرد نفع ہو، یا اگر نقصان و مفسدہ بھی ہو، تو اس کی نافییت اور مصلحت کا پہلو غالب ہو۔

امام غزالی اور شوافع نیز بعض حنابلہ نے ”مصلحت“ پر عمل کو جو اضطرار کے درجہ کے ساتھ مخصوص رکھا ہے، وہ کافی محل غور ہے اور خود شوافع اور حنابلہ کی کتابوں میں مصالح پر مبنی جو جزئیات ہیں ان کا تجزیہ کیا جائے تو ان سے شاید اس اصول کی تصدیق نہ ہو سکے، فقہاء کا عام طریقہ ہے کہ ”حاجت“ کے درجہ کے ایسے احکام جو عام لوگوں سے متعلق ہوں، کے بارے میں وہی رعایت برتی جاتی ہے، جو ”ضرورت“ کی صورت میں دی جاتی ہے، بلکہ خود سیوطی کے بقول ”حاجت“ عمومی ہو یا خصوصی، بعض اوقات ضرورت کے حکم میں ہوتی ہے :

الحاجة قد تنزل منزلة الضرورة عامة

ہوتی ہیں جو مصالح مرسلہ کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہیں، وہ بھی تین ہیں، اول یہ کہ وہ مصلحت ضرورت کے درجہ کی ہو، حاجت اور تحسین کے قبیل سے نہ ہو، (۱) دوسرے وہ مصلحت اپنے مقصد کے حاصل کرنے میں قطعی ہو، محض احتمال و ظن کے درجہ کی نہ ہو، تیسرے وہ مصلحت جو کلی یعنی عمومی ہو جو کسی ایک فرد یا چند متعین افراد سے متعلق نہ ہو بلکہ عام مسلمانوں سے کسی ضرر کو دفع کرنا مقصود ہو۔

فقہائے حنابلہ میں صاحب ”مختصر الروضہ“ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، کہ بعض فقہائے حنابلہ بھی امام غزالی کی طرح ضرورت ہی کے درجہ کی مصلحت کو معتبر تسلیم کرتے ہیں، تحسینی اور خارجی احکام میں ”مصلحت مرسلہ“ کو معتبر نہیں مانتے، (۲) خود نجم الدین طونی شارح ”مختصر الروضہ“ نے بھی اس موضوع پر گفتگو کی ہے اور ضرورت و حاجت اور تحسین میں فرق کو تکلف قرار دیا ہے، طونی کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی فعل میں محض مصلحت ہو تو اسے قبول کیا جائے گا اور فساد محض ہو تو ایسا عمل نادرست ہوگا اور اگر مفسدہ اور مصلحت دونوں پہلو موجود ہوں اور کوئی ایک پہلو راجح اور غالب ہو تو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا، اور اگر دونوں برابر ہوں تو یا تو دونوں میں سے ایک پہلو کو اختیار کریں یا جب تک کوئی وجہ ترجیح نہ قائم ہو جائے، توقف کریں گے، پس اگر مصلحت حاجت یا تحسین کے درجہ کی بھی ہو، لیکن اس میں فساد کا پہلو نہ ہو تو وہ مصلحت یقیناً معتبر ہوگی، ہاں اگر اس مصلحت کے مقابلہ میں کوئی مفسدہ بھی موجود ہو اور وہ مصلحت شریعت کے پانچوں مقاصد میں سے کسی مقصد کی تکمیل کے لئے ”ضرورت“ کا درجہ رکھتی ہو تو ایسی صورت میں مفسدہ کا پہلو پائے جانے کے باوجود یہ مصلحت معتبر

(۱) ضرورت، حاجت اور تحسین کی تشریح پیچھے گزر چکی ہے

(۲) شرح مختصر الروضہ ۱۶۱۳-۲۱۱۲، ملخصاً

(۲) مختصر الروضہ مع الشرح ۲۰۲۳-۲۰۹

(۳) ”مالک“ لابی زہرہ ۳۳۹

کانت اوخاصة . (۱)

اگر ان مصالح اور نصوص میں تعارض ہو؟

اخیر میں اس بات پر روشنی ڈالنی ضروری ہے کہ اگر ایک طرف ایسی مصلحت ہو جو مقاصد شریعت سے پوری طرح ہم آہنگ ہو، دوسری طرف کسی قضیہ خاص میں کوئی ایسی نص موجود ہو جو اس مصلحت پر عمل کی اجازت نہ دیتی ہو، تو نص اور مصلحت میں کس کو ترجیح حاصل ہوگی اور کس کو نظر انداز کیا جائے گا؟ اس پر فقہاء کے ان اصول سے روشنی حاصل کی جاسکتی ہے، جو ”قیاس“ اور ”نص“ کے درمیان اختلاف سے متعلق ہے، اور ان کا خلاصہ یہ ہے کہ :

(۱) ایسی نصوص جو اپنے ذریعہ ثبوت کے اعتبار سے بھی یقینی ہوں اور اپنے معنی و مقصود پر ان کی دلالت بھی بے غبار ہو ”مصلحت“ کے ان سے متعارض ہونے کی اول تو شاید ہی کوئی نظیر مل سکے، لیکن اگر ایسی صورت پیش ہی آجائے تو بمقابلہ ”نص“ مصلحت کو نظر انداز کر دیا جائے گا، اس سلسلہ میں صرف ”نجم الدین طونی“ کا شاذ قول ہے، جو قطعی نصوص کو بھی ”مصالح“ کے مقابلہ رد کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ (۲)

(۲) نص اپنے ذریعہ ثبوت کے اعتبار سے یا معنی پر دلالت اور اپنے مفہوم میں وضاحت کے لحاظ سے قطعی نہ ہو، ظنی ہو، ایسی صورت میں فقہاء کے تین نقاط نظر سامنے آتے ہیں۔

(الف) شواہغ کا، کہ صرف اضطرار ہی کی صورت میں مصلحت کی بنا پر نص سے کسی خاص جزئیہ اور واقعہ کا استثناء کیا جاسکتا ہے۔

(ب) حنا بلہ کا، کہ مصلحت اس صورت میں بھی ناقابل قبول ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک حدیث ضعیف اور آثار

صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی قیاس پر ترجیح حاصل ہے۔

(ج) احناف اور مالکیہ کا کہ ایسی صورت میں مصلحت کی بنا پر نہ صرف نص کے عمومی حکم میں استثنائی صورتیں پیدا کی جاسکتی ہیں بلکہ اگر نص کا ذریعہ ثبوت ظنی ہو، مثلاً حدیث خبر واحد ہو، تو اس کو ترک بھی کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک مصالح کی بنا پر ”نصوص“ میں استثناء اور تخصیص کی بات ہے تو اس کی مثالیں تو ان دونوں مکاتب فکر میں بہ کثرت موجود ہیں، جو احناف کے یہاں ”استحسان“ اور مالکیہ کے نزدیک ”مصلحت مرسلہ“ یا ”سد ذریعہ“ وغیرہ کے عنوان سے ذکر کی گئی ہیں، — اور جہاں تک نصوص کو نظر انداز کرنے کی بات ہے تو اصولی طور پر اس کا اندازہ اس قاعدہ سے ہوتا ہے، جو شاطبی نے ابن عربی سے نقل کیا ہے کہ خبر واحد اگر شریعت کے قواعد میں سے کسی قاعدہ کے خلاف ہو تو امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک اس پر عمل جائز نہیں، (۳) اور ان میں سے اکثر احکام میں حنفیہ بھی مالکیہ کے ہم خیال ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ یہی صحیح ہے، اس لئے کہ ”مصلحت مرسلہ“ کی وجہ سے منصوص احکام سے استثناء یا ثبوت کے اعتبار سے مشکوک اور معنی کے اعتبار سے مجمل و مبہم احادیث کو ترک کر دینا نص سے پہلو تہی نہیں ہے، بلکہ شریعت کے اساسی، مقاصد اور اس کے مسلمہ قواعد کو ایسی نصوص پر ترجیح دینا ہے۔

ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوطی نے یہ ثابت کرنے کی بڑی سعی کی ہے، (۴) کہ ائمہ مجتہدین میں سے کوئی بھی کسی بھی قسم کی نص کی موجودگی میں مصلحت کو معتبر نہیں مانتے، موصوف نے غالباً ایسا ان تجدید پسندوں کی زبان بندی کی غرض سے کیا ہے، جو طونی کے ایک قول شاذ کو بنیاد بنا کر منصوصات پر یکسر خطِ پھیر دینا چاہتے ہیں،

(۱) الاشباہ والنظائر، للسيوطی ۱۴۷/۱ ودیگر کتب قواعد

(۲) شرح مختصر الروضہ ۲۱۶/۳، طونی کی فکر پر مفصل رد، اور خود طونی کے مسلک و مشرب کے لئے ملاحظہ ہو: ضوابطہ المصلحة ۱۶-۲۰۲

(۳) الموافقات ۲۳/۳-۲۴-۲۵

(۴) الموافقات ۲۳/۳

لیکن راقم سطور کا خیال ہے کہ نفس مصلحت کے مقابلہ میں ”نص“ کو ترک کرنا اور ایک ایسی مصلحت جس سے شریعت کے کسی اساسی مقصود کی تکمیل ہوتی ہو، — کے مقابلہ کسی ایسی نص کو ترک کرنا جو اپنے ذریعہ ثبوت یا اجمال و ابہام کی وجہ سے قطعی نہ ہو، کے درمیان غیر معمولی فرق ہے۔ (۱)

مصراة

مصراة کے معنی شہر کے ہیں، حنفیہ کے یہاں جمعہ کے درست ہونے کے لئے مصرا ہونا ضروری ہے، اس ذیل میں یہ بحث آتی ہے کہ مصرا سے کیا مراد ہے؟ (تفصیل کے لئے دیکھئے: جمعہ)۔

مصراة

مصراة کا لفظ تصریہ سے ماخوذ ہے، تصریہ کے معنی جمع کرنے کے ہیں، عرب بعض اوقات ایسا کرتے تھے، کہ جس دودھ دینے والے جانور کو بیچنا ہوتا، چند روز اس کا دودھ نہ دوہتے یہاں تک کہ اس کے تھن میں دودھ جمع ہو جاتا، جب خریدار دودھ کی وافر مقدار دیکھتا تو زیادہ قیمت میں خریدنے کو تیار ہو جاتا، ایسے ہی جانور کو ”مصراة“ کہتے ہیں، کیونکہ اس کا دودھ تھن میں گویا جمع کیا گیا ہے۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ اور بکری کو اس طرح دودھ روک کر نہ بیچو، اگر اس طرح فروخت کیا تو جو اسے خریدے گا اسے دودھ دوہنے کے بعد اختیار ہوگا، اگر پسند ہو تو روک رکھے، ناپسند ہو تو ایک صاع کھجور کے ساتھ لوٹا دے، (۳) اس حدیث کی روشنی میں اس بات پر اتفاق ہے کہ اونٹنی، گائے، بکری یا کسی بھی مادہ کا دودھ روک رکھنا تا کہ خریدار دھوکہ کھا جائے حرام ہے، (۴) اور

اس پر بھی اتفاق ہے کہ اگر کسی کو اس طرح دھوکہ دیا گیا تو اسے معاملہ کو رد کرنے کا اختیار ہوگا، لیکن کیا خریدار جانور واپس کرتے ہوئے ایک صاع کھجور بھی واپس کرے گا، جیسا کہ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے (۵) یا خرید و فروخت کے عام قانون کے مطابق خریدار کا صرف سامان واپس کر دینا کافی ہوگا؟ اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، اکثر فقہاء کے نزدیک ایک صاع کھجور واپس کرے گا، اور امام ابوحنیفہ ایک روایت کے مطابق امام مالک، اور بعض مالکیہ کے نزدیک صرف جانور کا واپس کر دینا کافی ہے، دودھ کے بدلہ ایک صاع کھجور واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔ (۶) احناف کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اول تو دودھ کتنا بھی استعمال کیا ہو، اس کے بدلہ میں متعین طور پر ایک صاع کھجور واپس کرنا شریعت کے اصول مکافات سے ہم آہنگ نہیں؛ کیونکہ اصول یہ ہے کہ انسان دوسرے کی جو چیز استعمال کرے، یا تو وہی واپس کرے یا اس کی قیمت، سامان کم ہو یا زیادہ لیکن واپس کیا جائے ایک صاع، یہ عام اصول کے خلاف ہے، دوسرے خریدار کو جانور کے جس دودھ سے اس نے فائدہ اٹھایا ہے، اس کا معاوضہ ادا کرنے کی حاجت ہی نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نقصان کا ذمہ دار ہوگا، وہی نفع کا بھی حق دار ہوگا الخراج بالضمان، (۷) تو اگر یہ جانور خریدار کے یہاں ہلاک ہو گیا ہوتا تو ظاہر ہے کہ یہ خریدار کا نقصان ہوتا، لہذا جانور کے دودھ پر بھی اس کا حق ہونا چاہئے، اور اس کا اس پر کوئی معاوضہ واجب نہیں ہونا چاہئے، رہ گیا حدیث میں ایک صاع کھجور دینے کا حکم، تو یہ حکم بہ طور دیانت و تقویٰ کے طور پر ہے، (۸) یعنی چونکہ خریدار نے ایک ایسی چیز سے

(۱) یہ مقالہ سہ ماہی: صفا، حیدرآباد کے خصوصی شمارہ ”فقہ اسلامی، اصول، خدمات اور تقاضے“ میں طبع ہوا تھا

(۲) شرح نووی علی مسلم ۳۶۲

(۳) شرح نووی علی مسلم ۳۶۲

(۴) شرح نووی علی مسلم ۳۶۲

(۸) فیض الباری ۲۳۱/۳

(۳) مسلم عن ابی ہریرہ ۳۶۲

(۵) مسلم عن ابی ہریرہ ۳۶۲

(۷) ابوداؤد، حدیث نمبر ۳۵۰۸، باب فیمن اشتری عبداً فاستعمله الخ

درمیان وجود میں آتا ہے، اور دونوں منافع کے حصہ دار ہوتے ہیں، یا مضاربت تجارت کا ذریعہ ہوتی ہے، اور تجارت کے لئے عام طور پر سفر کی ضرورت پیش آتی ہے، انہی مناسبتوں سے اس معاملہ کو مضاربت کہا جاتا ہے۔

اصطلاح میں مضاربت یہ ہے کہ سرمایہ دار کسی شخص کو اپنا مال تجارت کی غرض سے دے، تاکہ نفع میں مقررہ تناسب کے مطابق دونوں شریک ہوں، اس طرح مضاربت میں ایک فریق کی طرف سے مال اور دوسرے فریق کی طرف سے عمل اور محنت پائی جاتی ہے، ہی شركة بمال من جانب وعمل من جانب، (۳) مضاربت کو ”قراض“ اور ”معاملہ“ بھی کہا جاتا ہے، علماء عراق کے یہاں زیادہ تر ”مضاربت“ اور فقہاء حجاز کے یہاں عموماً ”قراض“ کی تعبیر مروج ہے۔ (۴)

ثبوت

اہل علم نے شریعت میں مضاربت کے جواز اور ثبوت پر یوں تو بعض آیات قرآنی سے بھی استدلال کیا ہے، اور ان آیات کا ذکر کیا ہے جن میں مطلق تجارت، کسب معاش، اور کسب معاش کی غرض سے سفر کا ذکر ہے، (۵) لیکن میرے ناقص فہم میں ان آیات سے مضاربت پر استدلال بہت دور اذکار محسوس ہوتا ہے، زیادہ سے زیادہ ان آیات سے استیناس ہی کیا جاسکتا ہے۔

البتہ بعض روایات میں مضاربت کا ذکر موجود ہے، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک صاحب کو مضاربت کے طور پر مال دیا، اور شرط لگائی کہ اس مال کو لے کر نہ سمندر کا سفر کریں گے، نہ کسی وادی میں قیام کریں گے اور

فائدہ اٹھایا ہے جو مال اس کی ملکیت نہیں رہی، اس لئے کچھ کھجور اصل مالک کو پیش کر دے۔ واللہ اعلم

مضاجعت (ایک ساتھ سونا)

صحیح (”ض“ اور ”ج“ پر زبر) کے معنی زمین پر پہلور کھنے کے ہیں، (۱) اسی سے ”مضاجعت“ کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں، دو آدمی کا ایک ساتھ لیٹنا، خواہ دو مرد ہو یا دو عورتیں یا ایک مرد اور ایک عورت، ظاہر ہے اس طرح دو آدمیوں کا سوائے میاں بیوی کے سونا تو حرام ہے ہی، خود حدیث شریف میں صراحتاً اس کی ممانعت آئی ہے، صحابی رسول حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مردوں اور دو عورتوں کے درمیان کسی ساتر کے بغیر ”مکامعہ“ سے منع فرمایا، مکامعہ سے مراد ایک دوسرے سے ہم آغوش ہونا اور گلے لگانا ہے۔ (۲)

ساتر لباس کے ساتھ بھی عمر شعور کو پہنچنے کے بعد ساتھ سونا مکروہ، اور لڑکوں اور لڑکیوں کا بستر الگ کر دینا ضروری ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بچوں کی عمر سات سال ہو جائے تو انہیں نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو نماز کے لئے ان کی سرزنش کرو اور ان کے بستر الگ کر دو۔

مضاربت

مضاربت، ”ضرب“ سے ماخوذ ہے، ضرب کے اصل معنی تو مارنے کے ہیں، لیکن عربی زبان میں بعض حروف کے اتصال کی وجہ سے معنی میں تغیر بھی واقع ہوتا رہتا ہے، اس لحاظ سے ضرب کے معنی بعض دفعہ حصہ لگانے اور حصہ دینے اور بعض اوقات چلنے اور سفر کرنے کے بھی آتے ہیں، مضاربت کا معاملہ دو فریق کے

(۲) دیکھئے: نصب الراية ۲/۵۷۷-۲۵۶

(۳) کنز الدقائق علی هامش البحر ۳۶۳/۷

(۱) القاموس المحيط ۹۵۷

(۲) مسند احمد ۱۸۰۶۲

(۵) دیکھئے: بدائع الصنائع ۷۹/۶

نہ اس پیسے سے جانور خریدینگے، اگر مضارب نے ایسا کیا تو وہی اس کا ذمہ دار ہوگا، پھر حضور ﷺ کے سامنے اس معاملہ کو رکھا، آپ ﷺ نے اس معاملہ کو جائز قرار دیا، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، لیکن اس میں ابو جارد اعمیٰ ناہمی ایک ایسے راوی آئے ہیں، جن کو بعض محدثین نے نہایت جھوٹا اور قابل ترک قرار دیا ہے، (۱) اسی طرح حضرت صہیب سے مروی ہے کہ تین چیزوں میں برکت ہے، ادھار فروخت، مقارضہ یعنی مضاربت، اور گھریلو استعمال کے لئے گیہوں اور جو کو ملا کر رکھنا، (۲) لیکن اس حدیث میں بھی صالح بن صہیب نامی راوی مجہول ہیں، (۳) — اس لئے حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں کوئی صحیح روایت شاید موجود نہیں، لیکن اہل سیر قریب قریب اس پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ کو حضرت خدیجہؓ نے اپنا مال مضاربت کے لئے دیا تھا، اور غزوہ بدر کے موقعہ سے ابوسفیان کا جو تجارتی قافلہ شام گیا تھا، اس سلسلے میں بھی اہل سیر کا بیان موجود ہے کہ مکہ کا کوئی گھرا ایسا نہیں تھا، جس نے اپنا تجارتی سرمایہ ان کے حوالہ نہ کیا ہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں میں اسلام سے پہلے مضاربت کا تصور موجود تھا، اگر مضاربت میں شرعاً کوئی قباحت ہوتی، تو رسول اللہ ﷺ نے جیسے زمانہ جاہلیت کی خرید و فروخت کے بعض طریقوں کو منع فرمایا، ضرور تھا کہ آپ ﷺ نے اس کو بھی منع فرمایا ہوتا، اس لئے یہ بجائے خود اسلام میں مضاربت کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔

اسی لئے مضاربت کے جائز ہونے پر علامہ ابو بکر بن منذر نے فقہاء کا اجماع نقل کیا ہے، (۴) حضرات صحابہؓ سے یتیم اور بیت المال کے مال میں مضاربت ثابت ہے، اور بقول علامہ کاسانی عہد نبوی ﷺ سے آج تک ہر عہد میں مضاربت پر

مسلمانوں کا تعامل رہا ہے، جو اس پر اجماع کی دلیل ہے۔ (۵) حقیقت یہ ہے کہ مضاربت میں بڑی مصلحت ہے، اور اس میں مالداروں اور غرباء دونوں کا نفع ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں نعمتوں اور صلاحیتوں کی تقسیم فرمائی ہے، بعض لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کو دولت و ثروت سے سرفراز فرمایا ہے، لیکن ان میں تجارت اور کاروبار کی صلاحیت اور لوگوں سے مؤثر رابطہ کا شعور اور تجربہ نہیں، اور بعض حضرات کے اندر تاجرانہ سوجھ بوجھ اور کاروباری صلاحیت تو ہے لیکن سرمایہ نہیں ہے، اس کے نتیجے میں اگر یہ دونوں طبقے ایک دوسرے سے مدد نہ لیں تو ایک کی دولت اور دوسرے کی صلاحیت بیکار رہے گی اور ضائع ہوگی، اور اگر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کریں تو ان دونوں کو بھی نفع ہوگا، اور بحیثیت مجموعی قوم اور سماج کو بھی ان کے فوائد ہوں گے، اسی لئے شریعت نے مضاربت کو جائز رکھا۔

ارکان

دوسرے معاملات کی طرح مضاربت بھی ایجاب و قبول کے ذریعے منعقد ہوتی ہے، یعنی ایک کی طرف سے اس معاملہ کی پیش کش ہو، اور دوسرا اسے قبول کرے، ایجاب و قبول یا تو مضاربت، معاملہ، یا مقارضہ کے صریح لفظ سے ہو، یا کسی بھی ایسی عبارت سے جس سے مضاربت کا مفہوم ادا ہوتا ہو، جیسے کہے، کہ یہ مال، اور اس میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نفع عطا فرمائے، اس کا آدھا یا تہائی، یا کوئی اور تناسب مقرر کرے، کہ وہ مجھے دے دو، (۶) سرمایہ لگانے والے کو رب المال، اس مال سے تجارت کرنے والے عامل کو مضارب، سرمایہ کار کی طرف سے دیئے جانے والے بنیادی سرمایہ کو رأس

(۲) ابن ماجہ ۳۴۲۲، باب الشركة والمضاربة

(۳) الاجماع ۱۲۲، کتاب المضاربة

(۶) بدائع الصنائع ۷۹۶

(۱) مجمع الزوائد ۱۶۱/۳

(۳) تعلیق الاعظمی بحوالہ زوائد ابن ماجہ، حوالہ سابق

(۵) بدائع الصنائع ۷۹۶

المال اور اس پر حاصل ہونے والے نفع کو ربح کہا جاتا ہے۔

درست ہونے کی شرطیں

بعض شرطیں معاملہ کے دونوں فریق سے، بعض سرمایہ سے، اور بعض اس کے نفع سے متعلق ہیں، سرمایہ کار ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں، جیسے چند آدمی مل کر کسی کے پاس مضاربت کے لئے سرمایہ حوالہ کریں، مضارب بھی ایک سے زیادہ ہو سکتے ہیں، یعنی ایک شخص مشترکہ طور پر ایک سے زیادہ آدمی کو تجارت کے لئے سرمایہ حوالہ کرے، (۱) اسی سے معلوم ہوا کہ موجودہ انوسٹمنٹ کمپنیاں جو مختلف لوگوں سے سرمایہ حاصل کر کے اپنی صلاحیت کو استعمال کرتی ہیں، اور اس پر نفع حاصل کرتی ہیں یہ صورت جائز ہے، اور قانون مضاربت کے دائرہ میں آتی ہے۔

مضاربت کے صحیح ہونے کے لئے درج ذیل شرطیں ہیں :

- (۱) معاملہ کے دونوں فریق اس بات کی صلاحیت رکھتے ہوں کہ وہ کسی کو وکیل بنائیں اور خود وکیل بن سکیں، اسی لئے مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان بھی مضاربت ہو سکتی ہے، کیونکہ یہ ایک دوسرے کے وکیل بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ (۲)
- (۲) سرمایہ کار نے مضاربت کے لئے جو مال دیا ہو، جس کو اصطلاح میں رأس المال کہتے ہیں، وہ درہم و دینار اور مروج کرنسی کی صورت میں ہو، دوسرے سامان چاہے، منقولہ ہوں یا غیر منقولہ، جیسے مکان اور کپڑا وغیرہ ان کو مضاربت کا سرمایہ نہیں بنایا جاسکتا۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک تو سونے اور چاندی ہی کا سکہ ضروری ہے، دوسری کرنسی مضاربت کا سرمایہ نہیں بن سکتی، لیکن امام محمد کے یہاں بن سکتی ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (۳)

کرنسی کے علاوہ دوسری اشیاء میں مضاربت کی صورت اس طرح ہو سکتی ہے، کہ مضارب کو سامان دے، اور کہے کہ اسے کرنسی سے فروخت کر دو اور اسی سے مضاربت کرو، تو یہ صورت جائز ہے، لو دفع الیہ عرضا او عبدا فقال بعہ واقبض ثمنہ واعمل بہ مضاربتہ فباعہ بدرہم او دنانیر وتصرف لیہا جازت المضاربتہ، کذا فی محیط السرخسی۔ (۴)

(۳) مضاربت کا اصل سرمایہ معلوم و متعین ہو، تاکہ یہ بعد میں نزاع کا باعث نہ ہو، چاہے زبان سے تعین کی جائے، یا اشارہ سے متعین کر دیا جائے، تاہم اگر بعد میں سرمایہ کی مقدار یا اس کی نوعیت و کیفیت کی بابت فریقین کے درمیان اختلاف ہو جائے، اور کوئی ثبوت اس سلسلے میں موجود نہ ہو تو قسم کے ساتھ مضارب کی بات معتبر ہوگی۔ (۵)

(۴) یہ سرمایہ نقد ہو، نہ کہ دین، مثلاً الف کے ”ب“ پر دس ہزار روپے تھے، ”الف“ نے ”ب“ سے کہا کہ اسی دین میں جو تمہارے ذمہ ہے، مضاربت کرو اور اسی میں مضاربت کی، تو یہ مضاربت فاسد ہوگی۔ (۶)

(۵) یہ بھی ضروری ہے کہ صاحب سرمایہ سرمایہ کو مضارب کے حوالہ کر دے، اور اس کے قبضہ میں دیدے، تاکہ اس کے تصرف میں کوئی مانع باقی نہ رہے، (۷) البتہ حنا بلہ کے نزدیک صاحب سرمایہ اس پر اپنا قبضہ برقرار رکھ سکتا ہے۔ (۸)

(۶) نفع میں یہ بات ضروری ہے کہ مضارب اور سرمایہ دار دونوں کی نفع میں شرکت ہو، کیونکہ اگر تمام نفع کی شرط سرمایہ دار کے لئے لگا دی جائے، تو یہ معاملہ بضاعت کا ہوگا نہ کہ مضاربت کا،

(۲) ہندیہ ۸۱/۶

(۳) حوالہ سابق

(۶) بدائع الصنائع ۸۳/۶

(۸) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸۳/۶

(۱) ہندیہ ۲۹۶/۳

(۳) ہندیہ ۲۸۶/۳

(۵) حوالہ سابق

(۷) بدائع الصنائع ۸۳/۶

اور نفع و نقصان مکمل طور پر سرمایہ کار سے متعلق ہو جائے گا، اور اگر پورا نفع مضارب کے لئے طے کر دیا جائے، تو یہ سرمایہ اس پر قرض ہوگا، اور نفع و نقصان اسی سے متعلق ہوگا، (۱) اور اگر اصل سرمایہ میں سے بھی مضارب کو دینا طے کیا گیا، تو مضاربت کا معاملہ فاسد ہو جائے گا، (۲) اس لئے ضروری ہے کہ نفع میں دونوں فریق کی شرکت ہو، اور سرمایہ پر سرمایہ کار کی تنہا ملکیت باقی رہے۔

(۷) یہ بھی ضروری ہے کہ سرمایہ کار کے لئے نفع کی قطعی مقدار جیسے ایک ہزار، دو ہزار متعین نہ کر دی جائے، بلکہ نفع کا تناسب متعین کیا جائے مثلاً نفع کا نصف، چوتھائی، تہائی وغیرہ۔ (۳)

شرط لگانا

مضاربت سے ایک اہم مسئلہ شرائط کا متعلق ہے، مضاربت میں ایسی شرط کا لگانا کہ جس سے نفع متعین باقی نہ رہے، یا نفع میں دونوں فریق کی شرکت باقی نہ رہ پائے، مضاربت کے معاملہ کو فاسد کر دیتی ہے، اور اگر اس طرح کی شرط تو نہیں لگائی لیکن ایسی شرط لگائی جو مضاربت کے اصول کے خلاف ہو، تو معاملہ درست ہوگا، اور خود شرط فاسد ہو جائے گی، مثلاً سرمایہ کار نے کہا کہ نفع کا تہائی حصہ اور مزید ایک ہزار روپے تمہیں ملا کریں گے، تو مضاربت جائز ہوگی، نفع کا ایک تہائی حصہ مضارب کو ملے گا، اور ایک ہزار روپے کی شرط نامعتبر ہوگی۔ (۴)

حکم

مضاربت پر کیا حکم اور اثر مرتب ہوگا؟ اس سلسلے میں حاکم شہید کی کتاب ”الکافی“ کے حوالے سے بڑا جامع بیان فقہاء نے نقل کیا ہے، اور وہ یہ کہ مضارب ابتدائی مرحلہ میں جب تک کہ اس

نے سرمایہ میں تصرف نہیں کیا ہو، امین کا درجہ رکھتا ہے اور سرمایہ کی نسبت سے اس پر وہی احکام جاری ہوں گے، جو امانت پر جاری ہوتے ہیں، پھر جب مضارب نے اس پر تصرف کیا، تو اس کی حیثیت اس مال میں وکیل کی ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے نفع دیا، تو وہ اس نفع میں متعینہ تناسب کے مطابق شریک تصور کیا جائے گا، اگر کسی وجہ سے مضاربت کا معاملہ فاسد ہو گیا، تو وہ اس میں اجیر ہوگا، پورے نفع کا حقدار سرمایہ کار ہوگا اور اس کام کی مروجہ اجرت کا مستحق قرار پائے گا، اگر مضارب نے سرمایہ کار کی ہدایت کی خلاف ورزی کی حالانکہ اس کو شرعاً اس معاملہ میں اس کے حکم کے خلاف ورزی کی اجازت نہیں تھی، تو اب مضارب اس سرمایہ کی نسبت سے غاصب تصور کیا جائے گا۔ (۵)

مضاربت میں اگر اصل سرمایہ میں بھی نقصان ہو جائے، تو یہ نقصان سرمایہ کار کا ہوگا، (۶) تاہم یہاں اس امر کی وضاحت مناسب ہوگی کہ اگر دو اشخاص کے درمیان مسلسل تین سال مضاربت کا معاملہ جاری رہا، پہلے اور دوسرے سال علی الحساب نفع کی تقسیم عمل میں آئی، اور تیسرے سال بجائے نفع کے نقصان ہو گیا، تو یہ سہ سالہ مدت ایک ہی معاملہ مضاربت کی ہے، لہذا تیسرے سال جو نقصان ہوا، پہلے اس نقصان کی تلافی گذشتہ دو سال کے نفع سے کی جائے گی، پھر اگر اس سے بھی نقصان کی تلافی نہیں ہوئی تو اصل سرمایہ سے نقصان کی تلافی ہوگی۔

مضاربت کی دو قسمیں

مضاربت میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ مضارب کو اس سرمایہ میں کن تصرفات کا حق حاصل ہوگا؟ اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے،

(۲) ہندیہ ۲۸۷/۲

(۳) ہندیہ ۲۸۷-۸۸/۲

(۶) دیکھئے: کنز الدقائق مع البحر ۲۶۳/۷

(۱) ہندیہ ۲۸۵/۲

(۳) بدائع الصنائع ۸۵/۶

(۵) ہندیہ ۲۸۸/۲، کنز علی ہامش البحر ۲۶۳/۷

نہیں ہوتا، بلکہ اس وقت مالک ہوتا ہے، جب کہا جائے کہ تم جو بھی مناسب سمجھو کرو، اذا قیل له اعمل برایک، مثلاً یہ کہ وہ کسی اور کو یہی مال مضاربت کی غرض سے دے یا اس مال میں کسی اور سے شرکت کا معاملہ کر لے، یا مضاربت کا مال اپنے یا دوسرے کے ساتھ خلط کر لے۔ (۵)

ان میں خاص طور پر یہ مسئلہ بہت اہم ہے کہ مضارب خود مال مضاربت کو کسی اور شخص کو مضاربت پر دے، یہ درست ہوگا، یا نہیں؟ حنفیہ کے یہاں اسی صورت میں اس کی گنجائش ہوگی، جب سرمایہ کار نے اس کو اپنی صواب دید پر تصرف کا مکمل اختیار دے دیا ہو، اس کے بغیر سرمایہ خود مضارب کو مضاربت پر لگانے کا حق حاصل نہ ہوگا۔ تاہم اگر مضارب نے مالک کی اجازت کے بغیر مضاربت پر لگا ہی دیا، تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ — حنفیہ کے یہاں جب تک دوسرے مضارب نے مال میں تصرف نہیں کیا ہو، اس وقت تک پہلا یعنی اصل مضارب اور دوسرا یعنی پہلے مضارب سے مال لینے والا ضامن نہیں ہوگا، جب دوسرا مضارب اس مال میں تصرف کر دے تو اب ضمان واجب ہوگا، پھر اس ضمان میں بھی یہ تفصیل ہے کہ اصل صاحب سرمایہ دونوں میں سے کسی بھی مضارب سے ضمان کا مطالبہ کر سکتا ہے، اگر پہلے مضارب سے وہ ضمان وصول کر لے، یعنی اپنا راس المال اس سے وصول کر لے، تو اس اصل مضارب اور دوسرے مضارب کے درمیان مضاربت کا معاملہ صحیح قرار پائے گا، اور نفع حسب معاہدہ دونوں کے درمیان تقسیم ہوگا۔

اور اگر سرمایہ دار نے دوسرے مضارب کو ضامن بنایا اور اس سے اپنا سرمایہ وصول کیا، اور دوسرے شخص نے پہلے مضارب سے ادا کئے ہوئے پیسے وصول کر لئے، تو پہلے اور دوسرے کے درمیان

کہ مضاربت کی دو قسمیں ہیں، مضاربت مطلقہ، مضاربت مقیدہ، مضاربت مطلقہ سے مراد یہ ہے کہ مضارب کو کسی خاص عمل، مقام، وقت، عمل کی کیفیت، اور کس سے معاملہ کرنا ہے؟ اس کی وضاحت اور قید کے بغیر مال حوالہ کر دیا جائے۔

مضاربت مقیدہ، اس کے مقابل ہے، کہ اس میں کسی خاص عمل، جگہ، وقت وغیرہ کی قید رکھی جائے۔ (۱)

مضاربت مطلقہ میں مضارب کے تصرفات

مضاربت مطلقہ کے سلسلے میں اصول یہ ہے، کہ مضارب کے تصرفات اپنے حکم و اثر کے لحاظ سے تین قسم کے ہوں گے، ایک وہ تصرفات جن کا مضارب مطلق مضاربت کی وجہ سے مجاز ہوتا ہے، ان میں خود خرید و فروخت کرنا جہاں ضرورت ہو وہاں دوسروں کو خرید و فروخت کا وکیل بنانا، رہن رکھنا، اور خود رہن لینا، کرایہ پر لگانا کسی کو مزدور رکھنا، کسی کے پاس بطور امانت رکھنا، کسی کو مال حوالہ کرنا کہ وہ خود نفع لئے بغیر اس کو فروخت کر دے، جس کو فقہ کی اصطلاح میں "البضاع" کہتے ہیں، سمندر یا خشکی کا سفر کرنا وغیرہ۔ (۲)

مضارب نقد بھی فروخت کر سکتا ہے، اور ادھار بھی، (۳) اگر مضارب نے کوئی چیز، اتنی زیادہ قیمت میں خرید کی یا اتنی کم قیمت میں فروخت کر دی جو باعث نقصان ہے، اور ایسا دھوکہ ناقابل قیاس ہے، (لا یتغابن فیہ الناس) تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو اس کا یہ تصرف بھی درست سمجھا جائے گا، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کا یہ تصرف درست نہیں ہوگا، اور اسی پر فتویٰ ہے، (۴) یہی رائے مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کی بھی ہے۔

مضارب کسی اور سے مضاربت کرے

بعض تصرفات وہ ہیں کہ آدمی محض مضاربت سے ان کا مالک

(۲) ہندیہ ۲۹۳/۳

(۳) ہندیہ ۲۹۳/۳

(۱) بدائع الصنائع ۸۷/۶

(۳) ہندیہ ۲۹۳/۳

(۵) الفقہ الاسلامی ۸۵۵/۳

میں مال ہی نہیں ہے، اور کوئی مسلمان ان کی خرید و فروخت کا مجاز ہی نہیں ہے، لہذا ایسی چیز کا خریدنا گویا اس مال کو ضائع کرنے کے مترادف ہوگا۔

مقید مضاربت

مضاربت کے ساتھ قید، تحدید کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں :

(۱) کسی خاص جگہ کی تحدید، مثلاً اس مال سے شہر دہلی میں تجارت کی جائے، اس شرط کی افادیت ہے، کیونکہ امن اور خطرات اور گرانی اور ارزانی کے اعتبار سے مختلف شہروں کے حالات مختلف ہوتے ہیں، مضارب کو حق نہیں ہوگا کہ وہ خود مالی مضاربت کو شہر سے باہر لے جائے یا کسی اور کے ذریعہ بھیجے، اب اگر اس نے شرط کی خلاف ورزی کی، اور دوسری جگہ مال لے گیا، تو وہ اس کا ضامن ہوگا، اور جو کچھ اس نے خرید و فروخت کی ہے، اس کا نفع و نقصان خود اس کی ذات سے متعلق ہوگا، اور اس پر واجب ہوگا، کہ جو کچھ نفع اسے حاصل ہوا ہے، اسے صدقہ کر دے، یہ رائے امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی ہے۔ (۵)

(۲) مضاربت میں اشخاص و افراد کی تعیین کر دی جائے، مثلاً تم یہ مال فلاں شخص ہی سے فروخت کرو یا فلاں شہر والوں ہی سے فروخت کرو، دوسروں سے فروخت نہ کرنا، تو یہ شرط بھی معتبر ہوگی، کیونکہ بعض لوگ معاملات میں معتبر اور قابل بھروسہ ہوتے ہیں، اور بعض لوگ قابل بھروسہ نہیں ہوتے، (۶) مالکیہ اور شوافع کے نزدیک اس شرط کا اعتبار نہیں۔ (۷)

(۳) مضاربت میں مال کی نوعیت متعین کر دی جائے، مثلاً اس سرمایہ سے گیہوں کی خرید و فروخت کا کاروبار کیا جائے، یہ

معاملہ درست ہوگا، اور حسب معاہدہ نفع دونوں پر تقسیم ہوگا، البتہ یہ نفع دوسرے کے لئے تو پاک و حلال ہوگا، پہلے کے لئے نہیں۔ (۱) دوسرے فقہاء کو اس تفصیل کے بعض نکات پر اختلاف ہے، اس پر تو سبھی متفق ہیں کہ مضارب کا بلا اجازت اس مال کو دوسروں سے مضاربت پر لگانا جائز نہیں، البتہ مالکیہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں دوسرے مضارب کے عمل سے جو نفع حاصل ہوا ہو، وہ نفع صاحب سرمایہ اور دوسرے مضارب کے درمیان تقسیم ہوگا، اور پہلے مضارب کو کوئی نفع نہیں ملے گا، اور شوافع کے نزدیک اس صورت میں مضاربت کے اصل سرمایہ کار اور پہلے مضارب کو کوئی نفع نہیں ملے گا، اور شوافع کے نزدیک اس صورت میں مضاربت اصل سرمایہ کار اور پہلے مضارب کے درمیان ہی سمجھی جائے گی، البتہ دوسرے مضارب کو اس کے محنت کی مروجہ اجرت ادا کی جائے گی۔ (۲)

جو تصرفات بلا صراحت جائز نہیں

تیسرے قسم کے تصرفات وہ ہیں، کہ جو ان تصرفات کی صراحت اور ان کو نامزد کئے بغیر جائز نہیں، ان تصرفات میں قرض دینا، قرض لینا، ہبہ کرنا، اور صدقہ وغیرہ ہے، (۳) — کیونکہ اس طرح کے تصرفات میں یا تو کاروباری پہلو سے نقصان یقینی ہے، یا اس کا کافی امکان ہے۔

جو تصرفات صراحت کے باوجود معتبر نہیں

بعض تصرفات ایسے بھی ہیں کہ اگر سرمایہ کار نے اسکی اجازت دی ہو یا ان کا حکم دیا ہو، پھر بھی وہ تصرفات جائز نہیں، جیسے مردار، خون، شراب، خنزیر، وغیرہ کو خریدنا، (۴) کیونکہ یہ شریعت کی نگاہ

(۲) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸۶۰/۳

(۳) بدائع الصنائع ۹۸/۶

(۶) ہندیہ ۳۹۸/۳، بدائع الصنائع ۱۰۰/۶

(۱) ہندیہ ۲۹۹/۳

(۳) دیکھئے: بدائع الصنائع ۹۰/۶، ہندیہ ۲۹۳/۳

(۵) ہندیہ ۳۹۸/۳، بدائع الصنائع ۹۹/۶

(۷) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸۶۳/۳

شرط بھی معتبر ہوگی، اس لئے کہ بعض اشیاء کی تجارت بمقابلہ بعض اشیاء کے زیادہ نافع ہوتی ہے۔ (۱)

(۲) مضاربت کے ساتھ مدت کی تحدید کر دی جائے، جیسے کہ، ایک سال تک تجارت کی اجازت ہے، یہ صورت بھی حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک جائز ہے، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک مدت کی تحدید درست نہیں، کیونکہ بعض اوقات متعینہ مدت کاروبار کے نتیجہ خیز ہونے کے لئے کافی نہیں ہوتی، (۲) حنفیہ اور حنابلہ کے پیش نظر یہ ہے کہ مضاربت ایک طرح کا اجارہ ہے، مضارب گویا صاحب سرمایہ کا اجیر ہوتا ہے، اور اجارہ ایک مقررہ محدود مدت کے لئے ہوتا ہے۔

مضاربت میں وقت کی اس طرح کی تحدید بھی حنفیہ کے یہاں درست ہے کہ بعض ایام میں بیچنے کی اجازت دی جائے، اور بعض ایام میں نہیں، جیسے آج اور پرسوں بیچ سکتے ہو، کل اور ترسوں بیچنے کی اجازت نہیں۔ (۳)

مضاربت میں شرائط و قیود کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ اگر قید کسی اعتبار سے معاملہ کے لئے مفید ثابت ہو سکتی ہے، تو اس کا اعتبار ہوگا، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان اپنی تسلیم شدہ شرطوں کے پابند ہیں، المسلمون عند شروطہم . (۴) علامہ کاسانی نے اس سلسلے میں لکھا ہے: الاصل فیہ ان القید ان کان مفیداً یثبت . (۵)

مضارب کے حقوق

مضاربت میں مضارب کا حق دو ہے، ایک تو نفع میں مقررہ

حصہ کے مطابق سا جھے داری جس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، لیکن نفع سے مضارب کا حق تقسیم کے بعد یعنی معاملہ ختم ہونے اور سرمایہ کار کا اپنا اصل سرمایہ واپس لینے کے بعد متعلق ہوگا، نفع حاصل ہوتے ہی اس کے لئے اپنا حصہ لینا درست نہیں، مثلاً کسی کاروبار میں ایک ہزار نفع ہوا، اصل سرمایہ ابھی سرمایہ کار نے نہیں لیا، اور وہ مضارب ہی کے ہاتھ میں زیر معاملہ رہا، اسی درمیان ہزار روپے سے زیادہ کا نقصان ہو گیا، یا اصل سرمایہ اتنی مقدار ضائع ہو گیا، تو اب وہ نفع کی تقسیم کا عدم ہو جائے گی، اور پہلے اس نقصان کی تلافی کی جائے گی، اس کے بعد نفع بچتا ہے تو قابل تقسیم ہوگا۔ (۶)

مضارب کا دوسرا حق سفر کرنے کی صورت سفر کے اخراجات اور مضارب کا نفقہ ہے، جس میں کھانا، کپڑا، بستر، سواری، روشنی، کپڑا دھلائی، وغیرہ کے اخراجات شامل ہیں، اپنے شہر میں رہتے ہوئے مضارب کا نفقہ مال مضاربت میں سے نہیں دیا جائے گا، اور حالت سفر کا نفقہ بھی اولاً نفع میں سے محسوب ہوگا، اگر نفع نہ ہوا ہو تو پھر اصل سرمایہ میں سے، (۷) امام شافعیؒ کے نزدیک مضارب کا نفقہ مال مضاربت میں سے نہیں دیا جائے گا چاہے سفر ہو یا حضر، یہی رائے حنابلہ کی ہے، مالکیہ اس مسئلہ میں حنفیہ کے ہم خیال ہیں۔ (۸)

سرمایہ کاری کا حق

سرمایہ کار کا حق ظاہر ہے کہ نفع سے متعلق ہے، کہ اگر نفع ہو تو مقررہ شرط کے مطابق وہ اپنا نفع حاصل کر لے، اگر کوئی نفع نہیں ہوا تو مضارب پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ (۹)

(۲) بدائع الصنائع ۹۹/۶، الفقہ الاسلامی ۸۶۳/۳

(۳) بخاری، حدیث نمبر ۲۲۷۳، کتاب الاجارۃ

(۶) ہندیہ ۳۲۱/۳

(۸) بدایۃ المجتہد ۲۳۰/۲، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸۶۵/۳

(۱) بدائع الصنائع ۹۹/۶

(۳) بدائع الصنائع ۹۹/۶

(۵) بدائع الصنائع ۹۸/۶

(۷) بدائع الصنائع ۱۰۷/۶-۱۰۵

(۹) بدائع الصنائع ۱۰۸/۶

مضاربت فاسد ہو جائے

اگر مضاربت فاسد ہو جائے تو مضاربت کے لئے سرمایہ میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں اور نہ وہ نفع یا اخراجات سفر کا حقدار ہے، بلکہ اس کو اپنی مدت کار کی اجرت (اجرت مثل) ملے گی، اور اگر اس کے تصرف سے کچھ نفع حاصل ہوا، تو یہ پورا نفع سرمایہ کار کا ہوگا۔ (۱)

مضاربت عقد لازم نہیں؟

مضاربت کا معاملہ فریقین میں سے کسی کے لئے لازمی نہیں ہوتا ہے، فقہ کی اصطلاح میں یہ ”عقد غیر لازم“ ہے، سرمایہ کار یا مضاربت ایک طرفہ طور پر معاملہ کو ختم کر سکتا ہے، لیکن دو باتوں کا پایا جانا ضروری ہے، اول یہ کہ دوسرے فریق کو معاملہ کے ختم کئے جانے کی اطلاع ہو جائے، دوسرے مضاربت کا بنیادی سرمایہ اس وقت کرنسی کی صورت میں موجود ہو، اگر سرمایہ کار نے اس وقت مضاربت کو ختم کرنا چاہا، جب کہ اصل سرمایہ سامان کی صورت میں ہو، تو ایسا کرنا درست نہ ہوگا، تاکہ مضاربت اس کو فروخت کر کے اس کو کرنسی کی صورت دے سکے، اور نفع نقصان ظاہر ہو، اور مضاربت کو بھی اس کا حق مل پائے۔ (۲)

مضاربت ختم ہونے کی صورتیں

مضاربت درج ذیل صورتوں میں ختم ہو جاتی ہے۔

- (۱) فریقین میں سے کوئی معاملہ فسخ کر دے، یا سرمایہ کار مضاربت کو تصرف سے روک دے، اور وہ شرطیں پائی جاتی ہوں جو اس معاملہ کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہیں۔
- (۲) فریقین میں سے کسی ایک کی موت واقع ہو جائے۔
- (۳) فریقین میں سے کسی ایک کا دماغی توازن متاثر ہو

جائے۔

(۴) اصل سرمایہ کوئی سامان خریدے بغیر ہی ضائع ہو جائے، اب بھی مضاربت باطل ہو جائے گی۔

(۵) مسلم ملک میں سرمایہ کار کا خدا نخواستہ اسلام سے مرتد ہو جانا (العیاذ باللہ) بھی ان اسباب میں سے ہے جن کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مضاربت ختم ہو جاتی ہے۔ (۳)

مضیب

”مضیب“ کا لفظ تصیب سے ماخوذ ہے، کوئی جگہ ٹوٹی ہوئی ہو، اس کو درست کرنے کے لئے وہاں چاندی رکھ دی جائے، اس کو تصیب کہتے ہیں، (۴) فقہاء کے یہاں برتن، کرسی، آئینہ وغیرہ میں چاندی سونا جڑا ہوا ہو تو اس کو ”مضیب“ کہا جاتا ہے، ایسے برتن سے پینا اور ایسی کرسی پر بیٹھنا جائز ہے، لیکن اس جگہ پر منہ اور جسم لگانے سے اجتناب ضروری ہے، جہاں چاندی یا سونا بھرا گیا ہے۔ (۵)

مضمضہ

(کلی کرنا)

کلی کرنا حنفیہ کے نزدیک وضوء میں سنت اور غسل میں واجب ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: وضو)

مطل

(ٹال مٹول)

”مطل“ کے اصل معنی کسی چیز کو پھیلانے اور طول دینے کے ہیں، عربی زبان میں رسی کے کھینچنے کو ”مطل الجبل“ کہتے ہیں، (۶) اسی مناسبت سے ادا ینگی دین میں تاخیر اور ٹال مٹول کو بھی ”مطل“ کہا جاتا ہے، یعنی جس چیز کی ادا ینگی واجب ہے، بلا عذر اس میں تاخیر مطل ہے، تاخیر ما استحق اداؤہ بغیر عذر۔ (۷)

(۲) بدائع الصنائع ۱۰۹/۶

(۳) دیکھئے: عمدة السالك ۵

(۶) القاموس المحيط ۱۳۶۶

(۱) بدائع الصنائع ۱۰۸/۶

(۳) ملخص از: بدائع الصنائع ۱۵۶-۱۱۲

(۵) دیکھئے: درمختار ورد المحتار ۳۹۶/۹

(۷) فتح الباری ۵۲۳/۳

ہی دنوں روزہ رکھ لے، نہ مہینہ اور تاریخ کی قید ہے، نہ مسلسل رکھنے کی قید ہے، فعدة من ایام اخر - (البقرہ : ۱۸۵)

اور اگر اللہ تعالیٰ کے خطاب میں ہی کوئی قید ملحوظ رکھی گئی ہو، تو حکم بھی اسی قید کے ساتھ ہوگا، جیسے کوئی شخص اپنی بیوی سے ظہار کر لے، اس پر کفارہ واجب قرار دیا گیا ہے، اور وہ کفارہ قرآن مجید کے الفاظ میں اس طرح ہے :

فمن لم یجد فصیام شہرین متابعین من
قبل ان یتماسا . (بخاری : ۴)
جس کو غلام میسر نہ ہو وہ صحبت کرنے سے پہلے مسلسل
دو ماہ روزے رکھے۔

اس آیت میں کفارہ ظہار کے روزوں میں دو باتوں کی قید ہے، ایک یہ کہ یہ روزے مسلسل رکھے جائیں، دوسرے بیوی سے ہمبستری سے پہلے رکھے جائیں، چنانچہ اسی کے مطابق کفارہ ظہار کے روزوں کا حکم ہوگا۔

اگر ایک جگہ مطلق اور دوسری جگہ مقید ہو

مسئلہ اہم اور قابل توجہ اس وقت ہو جاتا ہے، جب ایک ہی لفظ ایک نص میں مطلق، اور دوسری نص میں قید کے ساتھ ذکر کیا جائے، اس کی چند صورتیں ہوتی ہیں :

(۱) سبب اور حکم دونوں مختلف ہوں، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

والسارق والسارقة فاقطعوا یدیہما . (مائدہ : ۳۸)

چوری کرنے والے مرد و عورت کے ہاتھ کاٹو۔

اور دوسری جگہ وضوء کا حکم دیتے ہوئے کہا گیا :

اذا قمتم الی الصلاة فاغسلوا وجوہکم

اسلام جس کی تمام تعلیمات سرتاپا عدل اور اعتدال پر مبنی ہے، اس نے ایک طرف قرض خواہوں کو تلقین کی کہ اگر مقروض تنگ دست اور حاجت مند ہو تو اس کے ساتھ فراخ دلی کا معاملہ کریں اور اسے مہلت دیں، وان کان ذو عسرة فنظرة الی میسرة، (البقرہ : ۲۸۰)

دوسری طرف مقروض سے کہا گیا ہے کہ وہ قرض کو اپنے اوپر ایک بوجھ تصور کرے، اور خواہ مخواہ دین کی ادائیگی میں ٹال مٹول اور بلا عذر تاخیر سے کام نہ لے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا یعنی جو شخص ادائیگی پر قادر ہو اس کا ٹال مٹول سے کام لینا ظلم ہے، ”مطل الغنی ظلم“ (۱) اسی لئے ایسا کرنا حرام ہے۔ (۲)

مطلق (أصول فقہ کی ایک اصطلاح)

مطلق اور مقید اصول فقہ کی دو اصطلاحیں ہیں، جو ایک دوسرے کے مقابل ہیں، عام طور پر اصولیین نے مطلق اور مقید کی تعریف ایسی معنوی تعبیر کے ذریعے کی ہے کہ وہ اصطلاح کو واضح کرنے کے بجائے اور بھی غیر واضح کر دیتا ہے، (۳) مطلق اور مقید کی واضح تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے، کہ جو اپنی حقیقت پر بلا کسی قید دلالت کرے وہ مطلق ہے، جیسے کتاب، مسجد، وغیرہ اور مقید وہ لفظ ہے جس میں صفت، اضافت یا کسی اور طرح کی قید لگادی جائے، جیسے رقبة مومنة (مومن غلام) شہرین متابعین (مسلسل دو ماہ) ان مثالوں میں غلام کے ساتھ ایمان اور مہینوں کے ساتھ تسلسل قید کا درجہ رکھتی ہے، اس لئے یہ مقید کہلائیں گے۔

اگر اللہ تعالیٰ کا خطاب مطلق ہو، تو حکم بھی مطلق ہوگا، مثلاً عذر کی وجہ سے آدمی رمضان کے جو روزے نہ رکھ پائے، قرآن نے ان کی قضاء واجب قرار دی ہے، اور اس حکم کو مطلق رکھا ہے، اتنے

(۲) فتح الباری ۵۳۳/۳

(۱) بخاری مع الفتح ۵۳۲/۳، کتاب الحوالہ

(۳) رکھے: فواتح الرحموت ۳۶۰/۱، ارشاد الفحول ۱۲۴/۱

وايدىكم الى المرافق .

جب نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہرے اور کہنیوں

سمیت ہاتھ دھوؤ۔

ان دونوں آیتوں میں ”ید“ کا لفظ استعمال ہوا ہے، لیکن دونوں جگہ سبب اور حکم مختلف ہے، پہلی آیت میں سبب چوری ہے، اور دوسری آیت میں وضوء، پہلی آیت میں ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے، اور دوسری آیت میں ہاتھ دھونے کا۔

ایسی صورت میں مقید کی حیثیت مطلق کے لئے بیان کی نہیں ہوتی ہے، یعنی مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جاتا، قاضی ابوبکر باقلانی، جوینی اور آمدی وغیرہ نے اس پر فقہاء کا اتفاق نقل کیا ہے۔

(۲) سبب اور حکم دونوں ایک ہو، تو بالاتفاق مطلق مقید پر محمول ہوگا، جیسے ایک جگہ ارشاد ہے کہ تم پر مردار اور خون حرام کیا گیا حرمت علیکم المیتة والدم، (ماندہ : ۳۰) دوسری جگہ خون کے ساتھ بہتے ہوئے ہونے کی قید لگائی گئی : ودما مسفوحا، (انعام : ۱۳۵) لہذا جہاں مطلق خون کا ذکر آیا ہے، وہاں بھی بہتا ہوا خون مراد ہوگا، کیونکہ دونوں آیتوں میں حکم حرام ہونے کا ہے، اور خون ہونے کو اس کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

(۳) حکم مختلف ہو اور سبب ایک ہو، تب بھی ایک کو دوسرے پر محمول نہیں کیا جائے گا، ابن حابط وغیرہ نے اس پر محققین کا اجماع نقل کیا ہے، جیسے کسی شخص نے کہا یتیم کو کپڑا پہنادو، پھر کہا: ایک عالم یتیم کو کھانا کھلا دو، یہاں سبب دونوں احکام میں نہیں، تو یہ دو الگ الگ حکم سمجھے جائیں گے، ایک کو دوسرے پر محمول نہیں کیا جائے گا۔

(۴) حکم ایک ہو اور سبب الگ الگ ہو، جیسے کفارہ ظہار

میں بھی غلام آزاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور کفارہ قتل میں بھی، حکم دونوں جگہ غلام آزاد کرنے کا ہے، اسباب مختلف ہیں ایک میں ظہار اور دوسرے میں قتل، کفارہ ظہار میں غلام آزاد کرنے کا حکم ہے، اور کفارہ قتل میں مومن غلام آزاد کرنے کا حکم ہے، لہذا حنفیہ کے نزدیک کفارہ ظہار میں کافر غلام کو بھی آزاد کرنا کافی ہو جائے گا، اور کفارہ قتل میں مومن غلام کو آزاد کرنا ضروری ہوگا۔

یہ رائے حنفیہ اور اکثر مالکیہ کی ہے، شوافع کے نزدیک اس صورت میں بھی مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، چنانچہ ان حضرات کے نزدیک کفارہ ظہار میں بھی مومن غلام کو آزاد کرنا ضروری ہوگا۔ (۱)

معانقہ

معانقہ کا لفظ ”عنق“ سے ماخوذ ہے، عنق کے معنی گردن کے ہیں، اس طرح معانقہ کے معنی گلے ملنے کے ہوئے، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت زید بن حارثہؓ مدینہ تشریف لائے، تو رسول اللہ ﷺ بہت پر تپاک انداز پر کھڑے ہوئے، ان سے معانقہ فرمایا، اور ان کو بوسہ بھی دیا، (۲) یہ فتح خیبر کا موقع تھا، حضرت جابرؓ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ مجھے جعفرؓ کے آنے سے زیادہ مسرت ہوئی یا خیبر کی فتح سے؟ (۳) حضرت جعفرؓ کے علاوہ آپ ﷺ کا حضرت ابوذرؓ سے بھی معانقہ کرنا مروی ہے، (۴) نیز حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جب آپس میں ملتے تو مصافحہ کرتے، اور سفر سے آتے تو باہم معانقہ فرماتے، (۵) خود علامہ عیسیٰ ہی نے مجمع الزوائد میں اس روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے رواۃ بخاری کے رواۃ ہیں۔ (۶)

(۱) دیکھئے: فواتح الرحموت مع المستصفی ۳۶۷/۱، اصول السرخسی ۲۶۷/۱، ارشاد الفحول ۶۵/۱-۱۶۳..... راقم الحروف نے آخر الذکر کتاب کو زیادہ پیش نظر رکھا ہے

(۲) ترمذی، حدیث نمبر ۲۷۳۲، باب ماجاء فی المعانقۃ والقبلة وقال حدیث حسن

(۳) نصب الرایہ ۲۵۴/۳، بحوالہ مستدرک حکم

(۴) ابوداؤد، حدیث نمبر ۵۲۱۳، باب فی المعانقۃ

(۵) مجمع الزوائد ۳۶۷/۸

(۶) مجمع البحرین ۲۶۲/۵

ان معاملات میں کبھی دونوں فریق کی طرف سے عین شئی ہوتی ہے، جیسے خرید و فروخت کا معاملہ، اور کبھی ایک فریق کی طرف سے عین شئی ہوتی ہے، اور ایک کی طرف سے مالی یا غیر مالی نفع، جیسے، اجارہ، کہ اس میں ایک فریق کی طرف سے کرایہ ہوتا ہے، اور دوسرے فریق کی طرف سے مکان یا سواری کی صورت میں مالی نفع، اسی طرح نکاح، اس میں مرد کی طرف سے ”مہر“ ہوتا ہے، اور عورت کی طرف سے اس کی عصمت، جو معنوی نفع ہے۔

معاوضہ

”عام“ کے معنی سال کے ہیں، درختوں کا پھل دو یا اس سے زیادہ سالوں کے لئے فروخت کر دیا جائے، اس صورت کو حدیث میں ”بیع معاومہ“ اور ”بیع سنین“ سے تعبیر کیا گیا ہے، اور آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، (۳) کیونکہ ایسی ہی چیز کو پہنچنا جائز ہے، جو وجود میں آچکی ہے، اور معاومہ کی صورت میں آدمی ان پھلوں کو فروخت کرتا ہے، جن کا ابھی سرے سے کوئی وجود ہی نہیں، اسی لئے اس معاملہ کے باطل اور نادرست ہونے پر فقہاء کا اجماع ہے۔ (۵)

معدن (کان)

معدن کے معنی ”کان“ کے ہیں، معدن سے وہ مال مراد ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر تخلیق فرمایا ہے، جیسے سونا، چاندی، لوہا، تانبا، تیل اور پٹرول وغیرہ۔ خود انسان نے جو مال زیر زمین دفن کر رکھا ہو جیسا کہ پہلے زمانے میں چاندی اور سونے کے سکے دفن کئے جاتے تھے وہ کنز کہلاتا ہے، اردو زبان میں اس کو ”دفینہ“ کہا جاتا ہے، اور رکاز کا لفظ حنفیہ کے نزدیک ان دونوں ہی پر بولا جاتا ہے۔

ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ طویل فصل کے بعد معاوضہ کرنا مسنون ہے، اور یہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب سے ثابت ہے، یہی عام طور پر فقہاء محدثین کا نقطہ نظر ہے، امام مالک رحمہ اللہ معاوضہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں، وہ حضرت جعفر رحمہ اللہ سے حضور ﷺ کے معاوضہ کو ایک خصوصی واقعہ قرار دیتے تھے، نہ کہ عمومی حکم، (۱) علامہ حسکفی نے لکھا ہے کہ اگر صرف ایک تہبند پر معاوضہ کیا جائے تو امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بھی درست ہے، امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک مکروہ، لیکن اگر تہبند کے علاوہ جسم کے اوپری حصہ پر کرتا یا جبہ وغیرہ ہو تو بالاتفاق اور بلا کراہت معاوضہ درست ہے، (۲) البتہ یہ ظاہر ہے کہ غیر محرم سے معاوضہ یا نفسانی جذبہ کے تحت شوہر و بیوی کے سوا کسی اور سے معاوضہ قطعاً حرام ہے، اس کو حدیث میں ”مکامعہ“ سے تعبیر کیا گیا ہے، صحابی رسول حضرت ابو ریحانہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس بات سے منع فرماتے تھے، کہ مرد مرد سے یا عورت عورت سے اس طرح گلے ملیں کہ ان دونوں کے درمیان کوئی کپڑا نہ ہو۔ (۳)

معاوضہ (لین دین)

”معاوضہ“ کے معنی ایک دوسرے کو عوض ادا کرنے کے ہیں۔ شریعت میں معاملات دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ کہ جس میں ایک فریق کچھ ادا کرے اور دوسرے فریق کی طرف سے اس کے مقابلہ میں کوئی عوض نہ ہو، ایسے معاملات ”تبرعات“ کہلاتے ہیں، جیسے ہبہ، صدقہ، وقف، عاریت وغیرہ، دوسری قسم ان معاملات کی ہے جن میں فریقین ایک دوسرے کو عوض ادا کرتے ہیں، جیسے خرید و فروخت، ایسے معاملات کو عقد معاوضہ کہا جاتا ہے،

(۲) الدر المختار علی هامش الرد ۴۷۹-۵۲۶

(۳) دیکھئے: مسلم عن جابر ۱۱۷۲

(۱) دیکھئے: فتح الباری ۱۱/۶۲

(۳) نصب الرایہ ۳/۵۷۶-۲۵۶

(۵) الاجماع لابن المنذر ۱۱۵

زکوٰۃ کا مسئلہ

معدنیات سے متعلق اہم مسئلہ اس میں زکوٰۃ (ڈھائی فیصد) یا خمس (بیس فیصد) کے واجب ہونے کا ہے، — علامہ کاسانی نے اس سلسلہ میں حنفیہ کے نقطہ نظر کو تفصیل سے پیش کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ معدنیات تین طرح کی ہیں، ایک وہ جامد معدنیات جن کو آگ میں پگھلایا جاتا ہے، جیسے سونا، چاندی، لوہا، تانبا اور سیسہ وغیرہ، دوسرے وہ جامد معدنیات جو آگ میں پگھلائے نہیں جاسکتے، جیسے چونا، سرمہ، یا قوت اور نمک وغیرہ، تیسرے وہ معدنیات جو سیال صورت میں پائے جاتے ہیں، جیسے تیل، پٹرول، آج کل جو بعض قیمتی گیس زمین سے نکالی جاتی ہیں، ان کو بھی اسی حکم میں سمجھنا چاہئے۔

ان میں سے پہلی قسم میں خمس واجب ہوگا خواہ کسی شخص کی مملوکہ زمین ہو، یا سرکاری زمین اور وہ کسی کے زیر کاشت اور زیر استعمال ہو، یا کسی کے مکان ہی میں یہ کان نکل آئے، البتہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکان میں نکلنے والی کان میں خمس واجب نہیں۔

دوسری اور تیسری قسم میں نہ خمس واجب ہوگا، نہ زکوٰۃ ہوگی، البتہ ”پارہ“ میں حنفیہ کے یہاں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، جن معدنیات میں حنفیہ نے زکوٰۃ واجب قرار دی ہے ان کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ یہ ایک درجہ میں مالی غنیمت ہے، کیونکہ اب جو کچھ علاقہ مسلمانوں کے زیر قبضہ ہے وہ دراصل کافروں کی ملکیت تھی، مسلمانوں نے اس پر قبضہ کیا ہے تو گویا اسے کافروں سے حاصل کیا گیا، اور وہ مالی غنیمت ہوا، اور مالی غنیمت میں خمس واجب ہے، — دوسرے آپ ﷺ نے رکاز میں خمس واجب قرار دیا ہے، (۱) اور رکاز میں دینہ اور کان دونوں صورتیں داخل ہیں — دوسری

معدنیات میں خمس اس لئے واجب نہیں کہ یا تو وہ پتھر کے قبیل سے ہے، اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ پتھر میں خمس نہیں، لا خمس فی الحجر، (۲) اور جو چیزیں سیال ہوں، وہ زمین پر غلبہ حاصل کرنے میں مقصود نہیں ہوتیں، ان کا شمار مال غنیمت میں نہ ہوگا۔ (۳)

کاسانی کی یہ بات شاید اپنے عہد کے اعتبار سے درست ہو، لیکن اس دور میں پٹرول کی دولت سونے چاندی سے بھی بڑھ کر ہے، اور جن علاقوں میں پٹرول دستیاب ہے، ان پر پوری دنیا کی لپچائی ہوئی نظر مرکوز ہے، اس لئے جیسے پارہ میں خمس واجب ہونے کے امام صاحب ابتداء قائل نہیں تھے، بعد کو قائل ہو گئے، اگر ان حضرات نے موجودہ حالات دیکھے ہوتے تو غالباً وہ پٹرول اور قیمتی گیسوں میں بھی خمس واجب ہونے کے ضرور قائل ہوتے۔ واللہ اعلم حنفیہ کے نزدیک سمندر سے نکلنے والی معدنیات جیسے، موتی، مرجان، عنبر وغیرہ میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس میں بھی خمس واجب ہے، کیونکہ حضرت عمرؓ نے موتی اور عنبر میں بھی خمس وصول کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ (۴)

مالکیہ کا مسلک

مالکیہ کے نزدیک معدنیات سرکاری زمین سے نکلے یا کسی مسلمان کی مملوکہ زمین سے، وہ حکومت کی ملکیت ہوگی، البتہ جو زمین صلح کے ذریعہ غیر مسلموں کے حوالے کی گئی ہو وہ جب تک ان غیر مسلموں کے پاس رہیں، وہی افراد و اشخاص ان کے مالک ہوں گے، اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو پھر اسلامی بیت المال کی ملکیت ان پر بھی قائم ہو جائے گی، حکومت چاہے تو کسی مسلمان کو جاگیر کے طور پر دیدے یا عام مسلمانوں کے نفع کے لئے بیت المال کے تحت رکھے، اگر کسی شخص کو اس کی ملکیت دیدی جائے، تو پھر اس

(۱) اس حدیث کو صحاح ستہ کی تمام کتابوں نے روایت کیا ہے، دیکھئے: نصب الرایہ ۲۸۰/۲ (۲) دیکھئے: نصب الرایہ ۲۸۳/۲

(۳) یہ پوری بحث: بدائع الصنائع ۶۸۲-۶۵ سے ملخص ہے (۴) دیکھئے: بدائع الصنائع ۶۸۲

حالات اور اجتماعی مفاد سے قریب تر ہے، ورنہ ملک کی دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جائے گی۔ واللہ اعلم

کان کن مزدور کی موت ہو جائے

معدنیات میں کان کنی کا کام کرنے والے اگر حاشہ کا شکار ہو جائیں، اور موت واقع ہو جائے، تو ان کا خون بہا کان کے مالک پر واجب نہیں، خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے شخص کا خون ہدر ہے یعنی کسی اور پر اس کی ذمہ داری نہیں، (۵) — یہی فقہاء کی رائے ہے، (۶) لیکن ظاہر ہے کہ یہ اس وقت ہے جبکہ آجر اور مزدور کے درمیان اس ذمہ داری کا کوئی معاہدہ نہ ہو، اگر پہلے ہی سے معاہدہ ہو گیا ہو تو خون بہا کی ذمہ داری حکومت یا کان کنی کا کام کرنے والی کمپنی پر ہوگی، و او فوا بالعقود (مائدہ : ۱) ”عہد کو پورا کرو“ کے تحت معاہدہ کے مطابق عمل کرنا واجب ہوگا۔

معدوم

معدوم سے ایسی چیز مراد ہے جو عالم واقعہ میں موجود نہ ہو، جیسے ”مضامین“ اور ”ملاخ“ مضامین سے مراد وہ بچہ ہے جو زکے صلب میں ہو، اور ملاخ سے مراد وہ ہے جو مادہ کے صلب میں ہو، اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں ایسی غیر موجود چیزوں کی خرید و فروخت بھی کیا کرتے تھے، بلکہ جانور کے حمل میں موجود جنین کو آئندہ جو بچہ ہو سکتا ہے، اس کی بھی خرید و فروخت کی جاتی تھی، اور اس کو بیع جبل الحبلی کہا جاتا تھا، آپ ﷺ نے اس طرح کی چیزوں کی خرید و فروخت سے منع فرمادیا، (۷) — اسی لئے اُس کے باطل ہونے پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ (۸)

میں وہی احکام جاری ہوں گے جو زکوٰۃ کے ہیں یعنی زکوٰۃ سونے، چاندی کی کان میں ہی واجب ہوگی، لیکن خمس یعنی بیس فیصد واجب ہوگی نہ کہ ڈھائی فیصد، البتہ دینہ میں مالکیہ کے یہاں بھی مطلقاً خمس واجب ہوگا، (۱) سمندر سے جو معدنیات حاصل ہوں ان میں مالکیہ کے نزدیک خمس واجب نہیں، جس نے نکالا ہے، وہی اس کا مالک ہوگا۔ (۲)

شواہح کی رائے

شواہح کے نزدیک سونے اور چاندی کی کان میں زکوٰۃ واجب ہوگی، خواہ ایسی زمین میں نکلے جو کسی شخص کی ملکیت ہو، یا ایسی زمین ہو جو حکومت کی ملکیت ہو، اس کا حکم زکوٰۃ ہی کا سا ہے کہ اس میں ڈھائی فیصد واجب ہوگا، گو امام شافعی کا ایک قول خمس واجب ہونے کا بھی ہے، ہاں البتہ ان کے نزدیک بھی اس میں زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے سال کا گذرنا شرط نہیں، جس وقت کان سے سونا اور چاندی نکالا، اسی وقت زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ (۳)

حنابلہ کا نقطہ نظر

حنابلہ کے نزدیک زمین سے جو کچھ بھی نکلے اس میں ڈھائی فیصد کے لحاظ سے زکوٰۃ واجب ہوگی، سونا چاندی ہو یا کچھ اور، بشرطیکہ سونا ۷:۲۱ تولہ یا کوئی اور چیز سونے چاندی کے نصاب کی قیمت کے برابر دستیاب ہو، سال کا گذرنا شرط نہیں اور سمندر سے حاصل ہونے والی معدنیات میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۴)

حقیقت یہ ہے کہ فی زمانہ مالکیہ کا یہ نقطہ نظر کہ معدنیات جو بھی ہوں اور جہاں سے بھی نکلیں، قومی ملکیت تصور کی جائیں گی،

(۱) الشرح الصغیر ۱/۵۵۴-۵۵۰

(۲) دیکھئے: شرح مہذب ۶/۴۵-۸۲

(۳) بخاری: باب فی الرکاز والخمس

(۴) بخاری ۱/۲۸۷، باب بیع الغرر وحبل الحبلی

(۲) الشرح الصغیر ۱/۶۵۵

(۳) المغنی ۲/۳۳۰-۳۲

(۴) دیکھئے: فتح الباری ۳/۲۲۷

(۸) دیکھئے: الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳/۵۰۴

معروف

معروف کا لفظ ”عرف“ سے ماخوذ ہے، عرف کے معنی جانی، پہچانی چیز ہونے کے ہیں، اس طرح معروف کے لغوی معنی ایسی بات کے ہوئے جو سماج کے لئے جانی پہچانی بات ہو، یعنی سماج میں اس کا رواج اور چلن ہو، — قرآن و حدیث میں معروف ایسا مستقل اصطلاح ہے، وہ تمام باتیں جو دین میں مطلوب ہیں، معروف ہیں، ابو حیان اندلسی کے الفاظ میں ہر وہ بات جس کا شریعت میں حکم دیا گیا ہو معروف ہے، مامور بہ فی الشرع، (۱) یہ ایک جامع لفظ ہے، جس میں تمام ہی نیکیاں داخل ہیں، علامہ ابن اثیر کے بقول :

هو اسم جامع لكل ما عرف من طاعة الله
والتقرب اليه والاحسان الى الناس . (۲)
یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و قربت اور ان کے
ساتھ بہتر سلوک سے متعلق تمام افعال کے لئے
جامع نام ہے۔

کون سی باتیں معروف ہیں، اور کون سی باتیں معروف کے دائرہ میں نہیں آتیں؟ اس کے جاننے کا سب سے اہم ذریعہ شریعت اسلامی ہے، شریعت جن باتوں کا مطالبہ کرتی ہے وہ یقیناً معروف ہے، تاہم اس کے ساتھ ساتھ معروف و منکر کے ادراک میں عقل سلیم کو بھی دخل ہے، چنانچہ امام ابو راعب اصفہانی نے شریعت کی تحسین اور عقل کی معرفت دونوں ہی کو معروف و منکر کے جاننے کا ذریعہ بنایا ہے، المعروف اسم لكل فعل يعرف بالعقل او الشرع حسنه، (۳) تاہم حکم شریعت کے خلاف اگر کوئی عمل مروج ہو جائے اور رواج و چلن کی وجہ سے انسانی عقل و

دانش کے لئے بھی وہ بات گوارا ہو جائے جب بھی وہ منکر ہی ہوگی نہ کہ معروف، کیونکہ عقل و رواج شریعت پر فیصلہ نہیں ہو سکتی، اس لئے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ شریعت جن چیزوں کو نیکی قرار دیتی ہو وہ بہر حال معروف ہے، خواہ اس کا رواج ہو یا نہ ہو،

سواء جرت به العادة ام لا - (۴)

(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: امر بالمعروف، اور منکر)

معصوم

(لائق حفاظت و احترام)

معصوم کا مادہ ”عصم“ ہے، عصم کے معنی روکنے اور حفاظت کرنے کے ہیں، اس طرح معصوم کے معنی ہوئے، محفوظ اور لائق حفاظت — فقہ کی اصطلاح میں معصوم اس جان یا مال کو کہتے ہیں، جو شریعت کی نگاہ میں محفوظ اور قابل احترام ہو، جو جان یا مال شریعت کی نگاہ میں مامون و محفوظ نہ ہو، بلکہ اس کا قتل یا اس مال کو تلف کرنا جائز ہو، اسے مباح کہتے ہیں، چنانچہ حربی کی جان اور اس کا مال، شریعت کی نگاہ میں مباح ہے نہ کہ معصوم اور اسی لئے امام ابو حنیفہؒ نے حربیوں سے دارالحرب میں ربوا کو جائز قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: دارالحرب)

مفاوضہ

شرکت کی ایک قسم ہے، دیکھئے: شرکت۔

مفسر

(أصول فقہ کی ایک اصطلاح)

فسر کے معنی وضاحت کے ہیں، اسی سے مفسر ہے، جو اصول فقہ کی ایک اصطلاح ہے۔

مفسر ایسے کلام کو کہتے ہیں، جس کی مراد نہایت واضح ہو، یہاں تک کہ اس میں تاویل اور تخصیص کی بھی گنجائش نہ ہو، جیسے

(۲) النہایۃ لابن اثیر ۲۱۶/۳

(۳) فتح الباری ۳۴۲/۱

(۱) البحر المحیط ۲۰۶/۳

(۳) مفردات القرآن

ارشاد خداوندی ہے :

الزانية والزانی فاجلدوا کل واحد منهما

مائة جلدة . (النور : ۲)

زنا کرنے والے مرد و عورت میں سے ہر ایک کو سو
کوڑے لگاؤ۔

اس آیت میں ماۓ کے معنی سو کے ہیں جو بالکل واضح ہے،
اور جس میں کسی تاویل و توجیہ کی کوئی گنجائش نہیں، اسی طرح اللہ
تعالیٰ کا ارشاد ہے :

فسجد الملائكة کلهم اجمعون . (ص : ۷۳)

تمام فرشتے ایک ساتھ سجدہ ریز ہو گئے۔

اس آیت میں ”کلهم“ کے لفظ نے واضح کر دیا کہ تمام ہی
فرشتے سجدہ ریز ہوئے، ایسا نہیں کہ کچھ فرشتوں نے سجدہ کیا ہے،
اور کچھ نے نہیں۔

مفسر کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے، اس میں تاویل
معتبر نہیں، البتہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ تک اس میں نسخ کا
احتمال موجود تھا، اب جب کہ سلسلہ وحی منقطع ہو گیا، نسخ کا احتمال
بھی باقی نہ رہا، — اگر مفسر اور نص (جو ایک مستقل اصولی
اصطلاح ہے) میں تعارض ہو جائے، تو مفسر کو ترجیح دی جائے گی،
جیسے ”تزوجت“ (میں نے نکاح کیا) کا لفظ نکاح صحیح کے لئے
نص ہے، اب اگر کسی نے ”تزوجت“ کے ساتھ ”شہرا“ کہا
تو ”شہرا“ اس نکاح کے نکاح متعہ ہونے پر ”مفسر“ ہو گیا،
لہذا اب یہ نکاح باطل قرار پائے گا۔ (۱)

مفقود

مفقود کے معنی گم شدہ کے ہیں، مفقود ایسے لاپتہ شخص کو کہتے ہیں،

جس کے بارے میں یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ زندہ ہے یا مرچکا، (۲)
— مفقود سے متعلق تین باتیں اہم ہیں، اول یہ کہ اس کے
چھوڑے ہوئے مال کا کیا حکم ہوگا؟ دوسرے وراثت کے باب میں
اس کے کیا احکام ہونگے؟ تیسرے مفقود شخص کا نکاح اس کی بیوی
سے باقی رہے گا، یا قاضی اس کی بیوی کا نکاح فسخ کر سکتا ہے؟

مفقود کے مال کا حکم

جہاں تک مفقود کے چھوڑے ہوئے مال کی بات ہے، تو وہ
اپنے مال کے بارے میں زندہ تصور کیا جائے گا، اس کے مال میں
اس وقت تک میراث جاری نہ ہوگی، جب تک قاضی اس کی موت کا
فیصلہ نہ کر دے، قاضی اس کے مال کا ولی ہوگا، وہی اس کے مال کی
حفاظت کے لئے نگران متعین کرے گا، اگر کوئی مال جلد خراب
ہو جانے والا ہو، تو اسے فروخت کر کے اس کی قیمت محفوظ کر دے گا،
مفقود کی بیوی، اس کے محتاج والدین، نابالغ بیٹے، بیٹیوں اور بالغ
محتاج و معذور بیٹوں، اور محتاج و ضرورت مند بیٹیوں کا نفقہ اس مال
میں سے ادا کرے گا، تاہم امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قاضی ان
حضرات کا نفقہ مفقود کے مال میں سے اسی وقت ادا کرے گا، جبکہ
اس کا چھوڑا ہوا مال، کھانا، کپڑا یا روپے، پیسے (درہم و دینار) کی
صورت میں ہو، قاضی اس مقصد کے لئے دوسری قسم کے مال کو یا غیر
منقولہ جائیداد کو فروخت کرنے کا حق نہیں رکھتا، باپ، امام ابو حنیفہؒ
کے نزدیک اپنے نفقہ کے لئے مفقود کی منقولہ جائیداد کو تو فروخت
کر ہی سکتا ہے، غیر منقولہ جائیداد بھی قاضی کی اجازت سے فروخت
کر سکتا ہے، تا کہ اپنی بنیادی ضروریات کو پورا کر سکے۔ (۳)

مفقود کے مال میں میراث

اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ مفقود کے مال میں وراثت نہیں

(۲) بدائع الصنائع ۱۹۶/۲

(۱) دیکھیے: اصول السرخسی ۱۶۵-۲۶/۱

(۳) بدائع الصنائع ۱۹۶-۹۷/۲

اس کی بیوی کو دوسرے نکاح کی اجازت نہ ہوگی، (۴) اور قول جدید کے مطابق امام شافعیؒ کی بھی یہی رائے ہے، (۵) ان حضرات نے اپنے مسلک کی بنیاد حضرت علیؓ کی رائے پر رکھی ہے، (۶) دوسری رائے یہ ہے کہ شوہر کے غائب ہونے کے بعد جب مقدمہ قاضی کے پاس جائے، تو قاضی اسے چار سال انتظار کا حکم دے، اور اس مدت کے گزرنے کے بعد قاضی اسے چار ماہ دس روز عدت وقات گزرنے کے بعد نکاح کی اجازت دے، حضرت عمرؓ و حضرت عثمان غنیؓ سے اسی کے مطابق فیصلہ کرنا منقول ہے، (۷) اور یہی رائے مالکیہ اور حنابلہ کی ہے۔ (۸)

حنفیہ میں بھی فقہاء متاخرین نے مالکیہ ہی کے قول کو اختیار کیا ہے، علامہ قہستانی مالکیہ کا مسلک نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں، فلو افتی بہ فی موضع الضرورة ینبغی ان لا یاس بہ علی ما اظن، (۹) علماء ہند میں مولانا عبدالحی لکھنویؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا عبدالصمد رحمانی نے بھی اس پر بحثیں کی ہیں اور مالکیہ کے قول کو اختیار کیا ہے، (۱۰) اور اسی پر اس وقت ہندوستان میں دارالقضاء اور شرعی پنچایتوں کا عمل ہے۔

فقہ مالکی کی تفصیلات

چونکہ اس مسئلہ میں فقہ مالکی پر فتویٰ ہے، اس لئے مناسب ہے کہ فقہ مالکی کی اس بابت تفصیل نقل کر دی جائے۔

امام مالکؒ کے ہاں مفقود کی پانچ صورتیں ہیں :

(۱) وہ جو دارالاسلام سے لاپتہ ہو اور کسی وبائی مرض کا

جاری ہوگی تا آنکہ قاضی اس کی موت کا فیصلہ کر دے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مفقود دوسرے کا وارث بھی نہیں ہوگا، اور نہ اس کے حق میں وصیت ہی معتبر ہوگی، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اب زندہ نہ ہو، اور حق میراث اور کسی بھی قسم کا مالی حق ثابت ہونے کے لئے زندہ ہونا ضروری ہے، (۱) مالکیہ، شوافع، حنابلہ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک مفقود بھی وارث بنتا ہے۔ (۲)

کتنی مدت کے بعد وفات کا حکم لگے گا؟

قاضی کسی شخص کے لاپتہ ہونے کے کتنی مدت بعد اس کی وفات کا حکم لگائے؟ اس میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں، مالکیہ کے نزدیک جب اس کی عمر ستر سال ہو جائے، حنابلہ کے نزدیک جب عمر نوے سال کو پہنچ جائے، امام محمدؒ سے سو سال کی مدت منقول ہے، اور امام ابوحنیفہؒ سے حسن بن زیاد نے ایک سو بیس سال کا قول نقل کیا ہے، تاہم حنفیہ کے یہاں قول راجح یہی ہے، کہ اس کے لئے کوئی مدت متعین نہیں، قاضی اس کے ہم عمر لوگوں کی موت سے اس کی موت و حیات کا اندازہ کرے گا، اور عادتاً اس زمانہ میں جو زیادہ سے زیادہ عمر ہوتی ہو، اس کی تکمیل پر اس کی موت کا حکم لگایا جائے گا، اور اس کی میراث لوگوں میں تقسیم کر دی جائے گی، جو اس وقت زندہ ہوں۔ (۳)

مفقود کی بیوی کا نسخ نکاح

جہاں تک مفقود شخص کی بیوی کا مسئلہ ہے، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب تک مفقود کی موت کا فیصلہ نہ ہو جائے، اس وقت تک

(۲) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/۸

(۳) حوالہ سابق، جامع الرموز ۱۶۵/۲، تبیین الحقائق ۳/۳۱۲

(۶) دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ ۳۲۷/۳-۲۳۶

(۸) دیکھئے: المدونۃ الکبریٰ ۹۲/۲، الاقناع ۱۱۳/۳

(۱) بدائع الصنائع ۶/۹۷-۱۹۶

(۳) بدائع الصنائع ۶/۱۹۷

(۵) کتاب الام ۳/۳۹

(۷) حوالہ سابق

(۹) جامع الرموز ۳/۱۶۵

(۱۰) دیکھئے: عمدة الرعاہ فی حل شرح الوقایہ ۲/۳۹۳، الحیلۃ الناجزۃ، کتاب الفسخ والتفریق

زمانہ نہیں ہو۔

کرے تو بھی قاضی پھر اس کے لئے مدت انتظار (چار سال) متعین کرے گا، وان قامت عشرين سنة۔ (۲)

(۲) جو دارالاسلام سے کسی وبائی مرض مثلاً طاعون وغیرہ کے درمیان مفقود ہو گیا ہو۔

(۳) جہاں قاضی شریعت موجود نہ ہو وہاں ”جماعت المسلمین“ (۳) بھی یہ کام انجام دے سکتی ہے۔

(۳) اہل اسلام کی باہمی جنگ کے دوران لاپتہ ہو۔

(۵) چار سال کے انتظار کے بعد بھی اگر مرد نہ آئے تو

(۴) جو دارالحرب سے لاپتہ ہو۔

اب عورت از خود چار ماہ دس دنوں کی عدتِ وفات گزارے، اس کے بعد وہ دوسرے نکاح کی مجاز ہوگی، اس عدت کے لئے قاضی کے پاس رجوع ہونا ضروری نہیں، بلکہ خود اس کا ارادہ بھی ضروری نہیں، اگر نیت نہ تھی دونوں کے حساب میں غلطی ہوگئی، اور ”عدت وفات“ گذر گئی تو اب وہ گذر چکی۔ (۴)

(۵) جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان جنگ کے موقع سے لاپتہ ہو جائے۔ (۱)

ہمارے زمانہ میں اخباری اشتہارات بھی کسی معاملہ کی تحقیق و تفحص کے لئے ایک اہم ذریعہ ہیں، اور اس کے ذریعہ بھی قاضی تحقیق کر سکتا ہے۔ (۵)

ہندوستان دارالحرب تو نہیں ہے، البتہ یہ دارالاسلام بھی نہیں ہے، تاہم مفقود کے مسئلہ میں ہندوستان کا حکم دارالاسلام کا ہی ہونا چاہئے، اس لئے کہ قانونی طور پر جس طرح ایک مسلمان شہری ”دارالاسلام“ میں مامون ہوتا ہے، اسی طرح ہندوستان کے سیکولر قانون میں بھی اس کو تحفظ حاصل ہے۔

دارالاسلام میں عام مفقود لاپتہ شخص کا حکم یہ ہے کہ :

اگر مفقود نے مال نہ چھوڑا ہو؟

(۱) عورت قاضی کے پاس نسخ نکاح کا دعویٰ دائر کرے

رفعت امرها الى السلطان۔

تاہم یہ حکم اس وقت ہے، جب مفقود شخص ایسا مال چھوڑ کر گیا ہو جس سے بیوی کا نفقہ ادا کیا جاسکے، اور عورت اس پر قادر بھی ہو، اگر وہ نفقہ چھوڑ کر نہ گیا ہو، تو ایسی صورت میں قاضی اپنی صواب دید سے اس سے کم مدت میں بھی نکاحِ نسخ کر سکتا ہے، (۶) نفقہ سے زیادہ اہم مسئلہ عورت کے لئے عفت و عصمت کا ہے، کیونکہ نفقہ تو دوسرے ذرائع سے بھی پورا کیا جاسکتا ہے، لیکن اگر عورت کی عصمت و عفت کو خطرہ درپیش ہو، اور وہ اپنے آپ کو مجرد کی زندگی میں گناہ سے محفوظ رکھنے کی طاقت نہ پاتی ہو تو اس صورت میں بھی

(۲) قاضی اولاً معاملہ کی تحقیق کرے، لوگوں سے دریافت کرے، جہاں ہو وہاں سے پتہ لگائے، ينظر فيها ويكتب الى موضعه الذى خرج اليه۔

(۳) جب کوئی پتہ نہ لگ سکے تو اب قاضی اس کو چار سال کی مہلت دے کہ اس میں وہ شوہر کا انتظار کرے، فاذا ينس منه ضرب لها في تلك الساعة اربع سنين، از خود عورت کا انتظار معتبر نہیں، چنانچہ سخون مالکی نے امام مالک کا قول نقل کیا ہے کہ عورت از خود بیس سال تک انتظار کے بعد بھی قاضی سے رجوع

(۱) حاشیہ شیخ احمد بن صاوی مالکی علی الشرح الصغیر ۲/۲۹۳ (۲) المدونة الكبرى ۲/۹۳-۹۲

(۳) چونکہ فقہاء احناف کے یہاں ہندوستان جیسے غیر اسلامی ملکوں میں بھی دارالقضاء قائم ہو سکتا ہے، اس لئے جماعت المسلمین کی ضرورت نہیں

(۴) المدونة الكبرى ۲/۱۰۹۳، الشرح الصغیر ۲/۶۹۵

(۵) جیسا کہ دارالقضاء امارت شرعیہ بہار واڑیسہ میں اسی پر عمل ہے

(۶) دیکھئے: سبل السلام ۳/۲۰۷

منطوق وہ ہے جس پر براہ راست اس کلام کے الفاظ دلالت کرتے ہوں، آمدی کے الفاظ میں :

المنطوق مافہم من دلالة اللفظ قطعاً في محل النطق. (۱)

منطوق وہ ہے جو یقینی طور پر موقع نطق سے خود لفظ کی دلالت سے سمجھ میں آجائے۔

جیسے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چرائی جانے والی بکریوں میں زکوٰۃ ہے، فی الغنم السائمة زکوٰۃ، یہاں سائمہ یعنی سرکاری چراگاہ میں چرنے والی بکریوں پر زکوٰۃ واجب قرار دی گئی یہ اس حدیث کا منطوق ہے، اب اگر منطوق میں تاویل کا احتمال ہو تو اسے ظاہر کہتے ہیں، اور احتمال نہ ہو تو نص۔ (۲)

مفہوم موافق

مفہوم اس معنی کو کہتے ہیں جو کلام کے اصل الفاظ سے سمجھ میں نہ آئے، مافہم من اللفظ فی غیر محل النطق، (۳) — پھر مفہوم کی بھی دو قسمیں ہوتیں، مفہوم موافق، مفہوم مخالف۔ مفہوم موافق یہ ہے کہ جس صورت کا کلام میں ذکر نہیں، اس کا وہی حکم ہو جس کا کلام میں ذکر ہے، حیث یکون المسکوت عنه موافقاً للملفوظ، اگر منطوق کے مقابلہ یہ ”مسکوت“ یعنی غیر مذکور صورت بدرجہ اولیٰ اس حکم کی حامل ہو، تو اسے ”فحوی الخطاب“ کہتے ہیں، جیسے: ارشاد ربانی ہے کہ ماں باپ کو ”أف“ نہ کہو، ”لا تنقل لهما أف“ (اسراء: ۲۳) یہ آیت ماں، باپ کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے یا ان پر دست درازی کی حرمت کو بدرجہ اولیٰ بتاتی ہے، اور کبھی مسکوت یعنی نص میں صریحاً غیر مذکور صورت، نص میں مذکورہ صورت کے برابر درجہ کی ہوتی ہے، اس کو

اس کے لئے فسخ نکاح کی گنجائش ہے، جب اللہ تعالیٰ نے ایلاء کو (جس میں عورت چار ماہ حق ازدواجی سے محروم رہتی ہے) باعث تفریق قرار دیا ہے، تو ظاہر ہے کہ شوہر کا مدتوں غائب رہنا، اور اپنی بیوی کو اس کے جائز حق سے محروم رکھنا کس طرح شریعت کو گوارا ہو سکتا ہے؟

(تفصیل کے لئے دیکھئے: راقم الحروف کا مقالہ: مفقود الخمر اور غائب شخص کی بیوی کا حکم، اسلام اور جدید معاشرتی مسائل)۔

مفلس

اس شخص کو کہتے ہیں جس کو عدالت نے دیوالیہ قرار دے دیا ہو، اس کے مالی تصرفات کا حق عدالت سلب کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، ملاحظہ ہو: ”حجر“۔

مفوضہ

(جس عورت کو حق طلاق سونپ دیا گیا ہو) تفویض کے معنی سپرد کرنے کے ہیں، اس طرح مفوضہ کے معنی اس عورت کے ہوئے جس کو کوئی چیز سپرد کی جائے، فقہ کی اصطلاح میں جس عورت کو اس کے شوہر نے حق طلاق سپرد کر دیا ہو، اور اختیار دے دیا ہو کہ وہ اپنے آپ پر طلاق واقع کر لے، اس کو ”مفوضہ“ کہتے ہیں، لفظ طلاق کے تحت تفویض طلاق کے احکام مذکور ہو چکے ہیں۔

مفہوم

(أصول فقہ کی ایک اصطلاح) بعض اوقات ایک ہی کلام سے کئی معانی پھوٹتے ہیں، کسی معنی کا تعلق کلام سے زیادہ واضح ہوتا ہے، اور کسی کا کم واضح، اس لحاظ سے اصولیین نے کلام سے کسی معنی کو اخذ کرنے کے تین درجات مقرر کئے ہیں، منطوق، مفہوم موافق اور مفہوم مخالف۔

(۲) ارشاد الفحول ۱۷۸

(۱) الاحکام ۷۲۳

(۳) الاحکام ۷۲۳

(۳) غایت، یعنی ابتدائی یا انتہائی حد کا مفہوم مخالف، جیسے اللہ تعالیٰ نے حالت حیض میں مقاربت سے منع فرمایا اور پاک ہونے کو اس کی حد بتایا، ولا تقربوہن حتی یطہرن، (البقرہ : ۲۲۲) اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ پاک ہونے کے بعد مقاربت درست ہوگی۔

(۴) حروف حصر کا مفہوم، جیسے آپ ﷺ نے فرمایا: انما الولاء لمن اعتق، ولاء عتق اسی کو حاصل ہوگا، جس نے آزاد کیا ہو، معلوم ہوا کہ جس نے آزاد نہ کیا ہو، اس کو ولاء حاصل نہ ہوگا۔

(۵) مفہوم عدد یعنی جب کسی حکم کے ساتھ کسی خاص عدد کی صراحت کر دی جائے، تو اس عدد کے ماسوا پر وہ حکم جاری نہ ہوگا، مثلاً کتے کا جھوٹا پاک ہونے کے لئے آپ ﷺ نے تین بار دھونے کا حکم فرمایا، معلوم ہوا کہ تین سے کم میں پاکی حاصل نہ ہوگی۔

(۶) مفہوم لقب، یعنی حکم کو کسی متعین نام یا نوع سے متعلق کر دیا جائے، جیسے آپ ﷺ نے فرمایا کہ بکری میں زکوٰۃ ہے، فی الغنم زکوٰۃ، اس سے یہ بات اخذ کی جائے کہ بکری کے ماسوا میں زکوٰۃ نہیں — عام طور پر فقہاء شوافع نے جو مفہوم مخالف کی حجیت کے وکیل ہیں، بھی اس کو قبول نہیں کرتے، البتہ ابو بکر دقاق شافعی اس کے قائل ہیں۔

(۷) مفہوم زمان یعنی حکم کسی زمانہ کے ساتھ منسوب ہو کر ذکر ہو جیسا کہ الحج اشھر معلومات، (البقرہ : ۱۹۷) یعنی حج کے متعین مہینے ہیں، ظاہر ہے کہ ان مہینوں کے علاوہ میں حج نہیں ہو سکتا۔

(۸) مفہوم مکان، جیسے: انتم عاکفون فی المساجد (البقرہ : ۱۸۷) معلوم ہوا کہ غیر مسجد میں اعتکاف درست نہیں۔

ہر چند کہ اہل علم نے بعض اور صورتیں بھی ذکر کی ہیں، لیکن وہ

”لحن الخطاب“ کہا جاتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے ظلماً یتیموں کا مال کھانے سے منع فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ یتیموں کے مال کو تلف کرنا بھی جائز نہیں۔

سوائے داؤد ظاہری کے تمام ہی فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ مفہوم موافق معتبر ہے، اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ جو حکم مفہوم موافق کے طور پر سمجھا جاتا ہے، وہ قیاس سے ثابت ہوتا ہے یا نص سے، اور ترجیح اس کو ہے کہ اس کا ثبوت خود نص ہی سے ہوتا ہے، (۱) — غور کیا جائے تو یہی وہ صورت ہے جسے حنفیہ دلالت النص سے تعبیر کرتے ہیں۔

مفہوم مخالف

مفہوم مخالف یہ ہے کہ محل سکوت میں ایسا حکم لگایا جائے جو منطوق کی ضد ہو، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عدت طلاق گزارنے والی عورت حالت حمل میں ہو تو اس کا نفقہ ادا کرو، وان کن اولات حمل فانفقوا علیہن، (الطلاق : ۶) اب اس سے اس بات پر استدلال کیا جائے کہ اگر عدت گزارنے والی عورت حالت حمل میں نہ ہو، تو اس کا نفقہ واجب نہیں ہوگا، گویا غیر حاملہ کے لئے اس حکم کی ضد ثابت کی گئی، جس کا حاملہ عورت کے لئے قرآن نے ذکر کیا تھا — اس کو ”دلیل خطاب“ بھی کہا جاتا ہے۔

مفہوم مخالف کی متعدد صورتیں ذکر کی گئی ہیں :

(۱) صفت کا مفہوم مخالف، جیسے حدیث میں سائمه (چرنے والے جانور) میں زکوٰۃ واجب قرار دی گئی ہے، اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ جو جانور سواری، اور بار برداری وغیرہ کے لئے رکھا جائے اس میں زکوٰۃ نہیں۔

(۲) شرط کا مفہوم مخالف جیسا کہ اوپر حمل کی شرط کے ساتھ عدت گزارنے والی عورتوں کا نفقہ واجب ہونے کا ذکر آچکا ہے۔

(۱) ملخص از: الاحکام فی اصول الاحکام ۷۶۳-۷۶۴، ارشاد الفحول ۱۷۸

میں فرمایا گیا، لا تاكلوا الربوا ضعافاً مضعفة، (آل عمران : ۱۳۰) یعنی سودور سود نہ کھاؤ، اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلا سود جائز ہے، اور اس پر لیا جانے والا سود ناجائز۔

(۴) نص، تاکید اور کسی معاملہ کی اہمیت کے اظہار کے لئے وارد ہوئی ہو، جیسے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے تین دنوں سے زیادہ سوگ جائز نہیں لایحل لامرأة تو من بالله والیوم الآخر ان تحدد الخ یہاں ایمان کی قید کا یہ مطلب نہیں کہ غیر مومن کے لئے تین دن سے اوپر سوگ جائز ہے۔

(۵) یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کلام ضمناً اور تبعاً نہ آیا ہو، ضمناً برسمیل تذکرہ جو بات کہی جائے اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، لا تباشروہن وانتم عاکفون فی المساجد، (البقرة : ۱۸۷) یعنی عورتوں سے جماع نہ کرو، حالانکہ تم مسجد میں معتکف ہو، ”یہاں مسجد میں معتکف ہو“ کے الفاظ ضمناً ہیں، اصل حکم اعتکاف کی حالت میں بیوی سے مقاربت کی ممانعت کا ہے، لہذا اس میں مفہوم مخالف کا اعتبار نہ ہوگا یعنی یہ مطلب نہ ہوگا، کہ معتکف مسجد سے باہر کسی اور جگہ ہمبستری کر سکتا ہے۔

(۶) کوئی بات بطور حکایت واقعہ اور عمومی احوال کے کہی گئی ہو، اس کا مفہوم مخالف بھی معتبر نہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے سوتیلی بیٹیوں سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے، اور سوتیلی بیٹیوں کے ساتھ یہ قید لگائی کہ وہ تمہارے زیر پرورش ہو، و ربائبکم الّتی فی حجورکم، (النساء : ۲۳) اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو لڑکیاں زیر پرورش نہ ہوں ان سے نکاح جائز ہے، بلکہ چونکہ عام طور پر مرد اپنی سوتیلی بچیوں کی بھی پرورش کرتا ہے، اور اس کی ترغیب دینا مقصود ہے، اس لئے اس قید کے ساتھ قرآن نے ذکر فرمایا ہے۔

ان مذکورہ صورتوں میں شامل ہیں بلکہ خود ان صورتوں میں بھی ایک دوسرے کے دائرے میں داخل ہیں۔

عام طور پر فقہاء شوافع نے مفہوم کو قبول کیا ہے، لیکن مفہوم کی مختلف صورتوں کے بارے میں فقہاء شوافع اور دوسرے فقہاء کے یہاں بھی خاصا اختلاف ہے، شوکانی نے کسی قدر تفصیل سے ان کا ذکر کیا ہے۔ (۱)

حنفیہ کے یہاں بھی اس مسئلہ میں اختلاف کی گونج نظر آتی ہے، خود امام محمدؒ سے نقل کیا جاتا ہے، کہ وہ نصوص میں مفہوم مخالف کو معتبر جانتے تھے، لیکن بالآخر متاخرین نے جس رائے کو قبول کیا وہ یہ کہ مفہوم مخالف نصوص میں معتبر نہیں، فقہاء کے کلام میں اس کا اعتبار ہے، علامہ شامی کے الفاظ میں: والحاصل ان العمل الآن علی اعتبار المفہوم فی غیر کلام الشارع۔ (۲)

مفہوم مخالف کے معتبر ہونے کی شرطیں

مفہوم مخالف کو جو حضرات معتبر مانتے ہیں، ان کے نزدیک بھی اس کے اعتبار کے لئے کچھ شرطیں ہیں، ان میں سے اہم شرطیں یہ ہیں:

(۱) قرآن و حدیث کا منطوق، مفہوم موافق یا قیاس، غرض اس سے قوی دلیل اس سے معارض نہ ہو۔

(۲) نص بطور امتنان یعنی اللہ تعالیٰ کے احسانات جتانے اور یاد دلانے کے طور پر وارد نہ ہوئی ہو مثلاً اللہ تعالیٰ نے بطور امتنان کے ذکر فرمایا ہے، لتا کلو منها لحمًا طریاً، (النحل : ۱۳) اس کا یہ مطلب نہیں کہ گوشت تازہ نہ ہو تو اس کا کھانا روا نہیں۔

(۳) کسی خاص واقعہ یا حکم سے متعلق سوال کا جواب نہ ہو، جیسے زمانہ جاہلیت میں جو سودور سود کا سلسلہ چلتا تھا، اس پس منظر

مکاتب (غلام کی ایک قسم)

غلام کی ایک قسم ہے، غلام سے اس کا مالک کہے کہ تم اتنا پیسہ دو، تو آزاد ہو، اس غلام کو مکاتب کہتے ہیں، اور اس طرح مشروط آزادی دینے کو کتابت، اور جو پیسہ غلام کو ادا کرنے کو کہا گیا ہو، اس کو ”بدل کتابت“۔

(دیکھئے: عبد، رق)

مکروہ

”مکروہ“ کراہت سے ہے، جس کے معنی ناپسند کرنے کے ہیں، اس طرح مکروہ کے معنی ہوئے ”ناپسندیدہ“ فقہاء کے یہاں یہ ایک اہم اصطلاح ہے، جس چیز کو شریعت نے تاکید و قوت سے منع کیا ہو، اس کو حرام کہتے ہیں، اور جس کی ممانعت اس درجہ شدید نہ ہو، اسے مکروہ، پھر مکروہ کی دو قسمیں کی گئی ہیں، جو حرام کے قریب نہ ہو، مکروہ تحریمی، اور جو جائز و حلال کے قریب ہو وہ مکروہ تنزیہی، ان اصطلاحات کی تعریف و توضیح حکم کے ذیل میں ہو چکی ہے۔

مکہ

مکہ پورے روئے ارض پر سب سے افضل جگہ ہے، آپ ﷺ نے مکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو مجھے سب سے زیادہ محبوب اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ شرافت کی حامل ہے، انک احب بلاد اللہ الیٰ واکرمہ علی اللہ، (۳) ایک اور روایت میں ہے کہ شیطان اس شہر میں اپنی پرستش سے مایوس ہو گیا۔ (۴)
(مزید وضاحت کے لئے دیکھئے: ”مدینہ“)

مکہ میں داخل ہونے کا ادب یہ ہے کہ پہلے غسل کرے، یہ غسل بطور نظافت کے ہے، اس لے حیض و نفاس سے دوچار

اس کے علاوہ کچھ اور شرطیں بھی اہل علم نے ذکر کی ہیں، یہاں اہم شرائط کے بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ (۱)

مقاصہ (دین کا ادل بدل)

”مقاصہ“ کے اصل معنی مماثلت کے ہیں، دو اشخاص کے ایک دوسرے پر دین ہوں اور وہ برابر برابر پر معاملہ طے کر لیں، کہ دنوں میں سے ہر ایک کا جو دین ہے، وہ اس کے ذمہ واجب الاداء دین کے مقابلہ ہو جائے گا اس کو، ”مقاصہ“ کہتے ہیں۔

مقایضہ (سامان سے سامان کی فروخت)

اگر سامان کی بیع سامان کے بدلہ ہو، اور کسی طرف سے روپیہ پیسہ یا سونا چاندی نہ ہو تو اس کو اصطلاح میں ”مقایضہ“ کہتے ہیں، یہ صورت بالاتفاق جائز ہے، سوائے اس کے کہ طرفین کی جانب سے ایک ہی جنس کا سامان ہو اور مقدار میں فرق ہو کہ یہ صورت سود کے دائرہ میں آجاتی ہے۔

مقتضی (اصول فقہ کی ایک اصطلاح)

بعض دفعہ عبارت میں کوئی لفظ مذکور نہیں ہوتا ہے، لیکن وہاں وہ لفظ محذوف مانا جاتا ہے، تو اگر یہ محذوف ماننا نحوی اور صرفی قواعد کے تحت ہو تو اسے ”مقدر“ کہتے ہیں، اور اگر شریعت کے کسی کلام کو واضح کرنے کے لئے ہو تو اسے مقتضی کہتے ہیں، (۲) جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہ تم پر مردار حرام کئے گئے حرمت علیکم المیتة، (المائدہ: ۳۲) اب ظاہر ہے کہ ”میتہ“ کے حرام ہونے سے مراد یہ ہے کہ مردار کا کھانا حرام ہے، اس لئے سمجھا جائے گا کہ اصل میں یہ ”حرم علیکم“ ”اکل“ ”المیتة“ ہے۔ (تفصیل کے لئے لفظ ”نص“ کے تحت اقتضاء النص کی بحث دیکھی جائے)۔

(۲) غمز عیون البصائر ۵۲/۱

(۳) حوالہ سابق ۲۸۵/۳

(۱) دیکھئے: ارشاد الفحول ۸۰-۱۷۹

(۲) مجمع الزوائد ۲۸۳/۳، بحوالہ مسند ابو یعلیٰ

ہے کہ بلا احرام میقات سے آگے نہ بڑھا جائے، لا یجاوز الوقت الا باحرام، (۳) خود امام شافعیؒ نے اپنی سند میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے والوں کو واپس لوٹا دیا کرتے تھے، (۴) — جہاں تک فتح مکہ کی بات ہے تو وہ ایک استثنائی مسئلہ ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ اس دن مکہ کو ہمارے لئے حلال کر دیا گیا تھا، اس کو عام دلیل بنانا درست نہیں۔ (۵)

البتہ حنفیہ نے ایسے شخص کے لئے جو احرام باندھ کر جانے میں دقت محسوس کرتا ہو یہ حیلہ بتایا ہے کہ ایسا شخص ابتداءً میقات اور حدود حرم کے درمیان ”حل“ کے کسی مقام جیسے بستان بنی عامر کا قصد کرے، اور وہاں بلا احرام آجائے، پھر وہاں سے بلا احرام حرم میں داخل ہو جائے، کیوں کہ حدود میقات کے اندر سے حرم میں آنے والوں کو احرام باندھنا ضروری نہیں، (۶) موجودہ دور میں تیز رفتار ذرائع حمل و نقل کی ایجاد اور تجارت کے دائرہ کے وسیع ہو جانے کی وجہ سے بعض اوقات تجار اور ڈرائیوروں کو روز روز میقات کے باہر سے حرم آنا ہوتا ہے، اب ہر بار آتے ہوئے ان کو احرام کا مکلف کرنے اور ان پر عمرہ واجب قرار دینے میں جو دشواری ہے وہ ظاہر ہے، ان حالات میں ایسے لوگوں کے لئے ائمہ ثلاثہؒ کی رائے پر عمل کر لینے کی گنجائش ہے، اسلامک فقہ اکیڈمی کے دسویں سیمینار منعقدہ بمبئی نیز ”ادارۃ المباحث الفقہیہ، جمعیت علماء ہند“ کے ایک اجتماع منعقدہ دیوبند میں علماء و ارباب افتاء کا بحالت موجودہ اس کے جواز پر اتفاق ہو چکا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: میرا مقالہ حج — نئے اور اہم مسائل)

عورتیں بھی غسل کریں گی، اور داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسجد حرام جائے، دن کے وقت مکہ میں ہونا بہتر ہے، یہ بھی بہتر ہے کہ مکہ میں بالائی حصہ کی طرف سے داخل ہو جائے، اور نشیبی حصہ کی طرف سے نکلا جائے، نیز کعبہ میں بھی باب السلام سے داخل ہو جائے، جس کو آج کل باب الفتح کہا جاتا ہے، یہ بہتر ہے، مکہ میں داخل ہوتے ہوئے تلبیہ اور دعاء کے کلمات زبان پہ ہونے چاہئیں اور دل کو تواضع اور خشیت سے مامور ہونا چاہئے — مسجد حرام داخل ہونے کے بعد اگر فرض نماز یا جماعت یا وتر کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو داخل ہوتے ہی بیت اللہ شریف کا طواف کرنا چاہئے، جیسے مسجدوں کے لئے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ہے اسی طرح بیت اللہ شریف کے لئے طواف تحیۃ البیت۔ (۱)

ایک اہم مسئلہ مکہ میں بلا احرام داخل ہونے کا ہے، جو لوگ حدود میقات کے اندر ہوں، جن کو حلی کہا جاتا ہے، وہ بلا احرام مکہ میں داخل ہو سکتے ہیں، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اس پر بھی اتفاق ہے کہ جو لوگ میقات کے باہر سے حج یا عمرہ کے ارادہ سے آئیں، ان کے لئے احرام باندھ کر آنا ضروری ہے، اختلاف اس صورت میں ہے کہ میقات کے باہر سے حج و عمرہ کے علاوہ کسی اور ضرورت مثلاً تجارت وغیرہ کے لئے کوئی شخص مکہ کا سفر کرے، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ایسے شخص کے لئے احرام باندھ کر آنا ضروری نہیں، (۲) ان حضرات کے پیش نظر فتح مکہ کا واقعہ ہے، کہ فتح مکہ کے موقع سے آپ ﷺ اپنے رفقاء کے ساتھ بلا احرام مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

حنفیہ کے پیش نظر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت

(۱) دیکھئے: الدر المختار و رد المحتار ۱۶۵/۲

(۲) کتاب الايضاح للنووی ۱۹۷، نیز دیکھئے: المدونة الكبرى ۳۰۲/۱، المغنی ۱۱۶/۳

(۳) نصب الراية ۱۵۳/۳، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحديث ۱۵۳۵۸ (۴) مسند امام شافعی ۱۱۶

(۵) ملاحظہ ہو: بخاری ۱۳۳/۱، رقم الحديث ۱۸۳۲ (۶) عنایة علی ہامش فتح القدير ۳۲۶/۲

ملتزم

رکھ کر ملک کی تعریف اس طرح کی ہے :

اختصاص صاحب شرعاً صاحبہ التصرف
الامناع . (۵)

ملکیت ایسی اختصاصی کیفیت کا نام ہے ، جو
صاحب شئی کے سوا دوسروں کو انتفاع اور تصرف
سے روکتی ہے ، اور صاحب شئی کو تصرف کا حق
دیتی ہے ، سوا اس کے کہ کوئی بات اس کے
تصرف کے لئے مانع ہو۔

ہر وہ شئی جو مال ہو ، بنیادی طور پر اس بات کی صلاحیت رکھتی
ہے کہ اس پر ملکیت ثابت ہو ، سوائے اس کے کہ کسی خاص عارض کی
وجہ سے اس میں ملکیت قائم ہونے کی گنجائش نہ رہے ، جیسے وہ
اموال جن سے لوگوں کے اجتماعی حقوق متعلق ہیں بہ سڑکیں ، بڑی
نہریں اور دریا ، پل ، لیکن عوامی اور اجتماعی ملکیت ان پر بھی ثابت
ہوتی ہے۔ (۶)

ملکیت کی دو قسمیں

ملک کی دو قسمیں ہیں : ملک تام اور ملک ناقص۔

ملک تام وہ ہے جس میں اصل شئی کا بھی مالک ہو ، اور اس کی
منفعت کا بھی ، اس طور پر کہ وہ شئی اس کے قبضے میں ہو ، ہو ما
اجتمع فیہ الملک والید ، (۷) اگر آدمی شئی کا مالک ہو ، لیکن
ابھی وہ قبضہ میں نہ آئی ہو ، جیسے مہر پر قبضہ نہ ہو ، تو یہ ملک ناقص
تصور ہوگا ، (۸) اسی طرح اگر صرف منفعت کا مالک ہو ، اصل شئی کا
مالک نہ ہو ، جیسا کہ کرایہ پر کسی چیز کو حاصل کرنے میں ہوتا ہے ، تو
یہ بھی ملک ناقص ہوگی۔

ملتزم (”م“ پر پیش ، ”ت“ اور ”ز“ پر زبر) حجر اسود اور کعبۃ
اللہ کے درمیانی حصہ کو کہتے ہیں ، ملتزم کے اصل معنی ایسی جگہ کے
ہیں ، جس سے چمٹا جائے ، ملتزم ان مقامات میں سے ہے جہاں
رسول اللہ ﷺ نے دعاء فرمائی ہے ، (۱) اور جو دعاء کی قبولیت کی
جگہوں میں سے ایک ہے۔

ملک (مالک ہونا)

لغت میں ملک کے معنی کسی چیز کے احاطہ اور اس میں تصرف
پر قادر ہونے کے ہیں ، (۲) علامہ ابن ہمام نے ملک کی اصطلاحی
تعریف اس طرح کی ہے :

الملک هو قدرة یثبت بها الشرع ابتداء
على التصرف . (۳)
ملکیت تصرف کی ایسی قدرت سے عبارت ہے ،
جس کو شریعت نے مستقل طور پر ثابت کیا ہو ، نہ
کہ نیابت۔

ابن نجیم نے اس تعریف پر تنقید کی ہے ، اور لکھا ہے کہ اس میں
اس قید کا اضافہ ہونا چاہئے کہ سوائے اس کے کہ کوئی چیز اس کے حق
تصرف کے لئے مانع ہو ، جیسے مسلوب الاختیار (مجبور) آدمی اپنی چیز
کا مالک ہوتا ہے ، لیکن اس میں تصرف نہیں کر سکتا ، اسی طرح منقولہ
چیز جسے خرید کیا گیا ہو ، اور ابھی خریدار نے اس پر قبضہ نہ کیا ہو کہ
خریدار اس کا مالک تو ہوتا ہے ، مگر قبضہ سے پہلے اسے فروخت نہیں
کر سکتا۔ (۴)

چنانچہ شیخ مصطفیٰ زرقاء نے فقہاء کی مختلف تعبیرات کو سامنے

(۱) ابوداؤد ، باب الملتزم ، ۲۶۱/۱ ، حدیث نمبر ۱۸۹۸

(۳) فتح القدیر ، ۲۵۶/۵ ، کتاب البیوع

(۵) المدخل الفقہی ، ۲۴۱/۱

(۷) ہندیہ ، ۱۷۳/۱ ، نیز دیکھئے : رد المحتار ، ۲۶۲

(۲) لسان العرب ، ۸۳۱/۳ ، اویضاً أنظر القاموس المحيط ، ۲۸۱/۲

(۳) الاشباہ والنظائر ، ۳۳۹ ، (ط : مکتبۃ نزار مکہ مکرمہ)

(۶) دیکھئے : المدخل لدراسة الشريعة الاسلامیہ (ڈاکٹر عبدالکریم زیدان ، ۲۲۵)

(۸) دیکھئے : حوالہ مذکور

اباحت

اس کا مالک نہیں ہوگا۔

(۲) مالک ہونے کا دوسرا ذریعہ عقد یعنی معاملہ ہے، متعدد معاملات ہیں جن کے ذریعے اصل شئی کا مالک ہوا جاتا ہے، جیسے خرید و فروخت، ہبہ وغیرہ، یا منفعہ کا مالک ہوا جاتا ہے، جیسے اجارہ — ایسے معاملات کے درست ہونے کے لئے بنیادی طور پر مالک ہونے والے شخص میں مالک ہونے کی اہلیت اور ارادہ و اختیار کے ساتھ معاملہ کی انجام دہی ضروری ہے۔

(۳) ملکیت کا تیسرا ذریعہ نیابت (خلفیۃ) ہے، چاہے ایک شخص دوسرے شخص کے نائب کی حیثیت سے مالک بنے، جیسا کہ میراث میں ہوتا ہے، کہ وراثت گویا متوفی کے نائب اور اس کے جانشین ہوتے ہیں، یا ایک شئی دوسرے شئی کی نائب کی حیثیت سے ملکیت میں آئی ہو، مثلاً ”الف“ کا سامان کسی نے ضائع کر دیا، اور ضائع کرنے والے نے ”الف“ کا تاوان ادا کیا تو یہ تاوان کے ذریعہ حاصل ہونے والا مال اصل شئی کی جگہ ہے۔

(۴) مملو کہ چیز میں اضافہ بھی ملکیت کا ایک ذریعہ ہے، جیسے کھیت میں غلہ، درخت میں پھل، جانوروں میں دودھ اور بچے، ان اشیاء میں اسی بنیاد پر زمین، درخت اور جانور کے مالک کی ملکیت ثابت ہوتی ہے۔ (۲)

ملکیت تامہ کی خصوصیات

ملکیت تامہ کی تین اہم خصوصیات ہیں :

(۱) محدود وقت تک کے لئے نہیں ہوتی، کہ اس کے ختم ہونے پر ملکیت ختم ہو جائے، بلکہ ہمیشہ مالک کی ملکیت میں باقی رہتی ہے، سوائے اس کے کہ وہ خود کسی اور کو اس کا مالک بنا دے خواہ بیچ کر ہو، یا ہبہ کر کے، اور سوائے اس کے کہ اس کی موت واقع ہو جائے کہ اس صورت میں وہ مال اس کے وراثت کی طرف منتقل

منفعت کے مالک ہونے سے قریب ہی ایک اور صورت اباحت کی ہے، اباحت کبھی کسی خاص شخص اور فرد کے لئے ہوتی ہے، جیسے آپ کسی کو کھانے پر مدعو کریں، اور کبھی اباحت عمومی نوعیت کی ہوتی ہے، جیسے عام سڑکیں، نہریں کہ ہر ایک کو اس سے نفع اٹھانے کا حق حاصل ہے۔

نفع کا مالک ہونا اور اباحت کی وجہ سے نفع اٹھانے کے حق دار ہونے میں فرق یہ ہے کہ نفع کا مالک اس منفعت میں تصرف بھی کر سکتا ہے، دوسروں کو اس کا مالک بھی بنا سکتا ہے، مثلاً کوئی گاڑی کرایہ پر لی گئی، اس میں خود بھی بیٹھ سکتا ہے، دوسروں کو بھی بٹھا سکتا ہے، لیکن اگر کسی نے کسی شخص کو سواری پر خود بیٹھنے کی اجازت دی، تو دوسرے کو نہیں بٹھا سکتا، کسی شخص کو کھانے پر مدعو کیا، تو وہ دوسروں کو نہیں کھلا سکتا۔ (۱)

ملکیت تامہ حاصل ہونے کے اسباب

ملکیت تامہ کے حصول کے اسباب بنیادی طور پر چار ہیں :

(۱) ایسی مباح چیز کو حاصل کر لینا جو کسی کی ملکیت میں داخل نہیں، اور نہ اس کو لینے میں کوئی شرعی رکاوٹ ہو، جیسے شکار، غیر مملو کہ جنگلات کے درخت اور گھاس، دریاؤں کا پانی وغیرہ — ایسی مباح چیزوں کے مالک ہونے کے لئے دو باتیں ضروری ہیں، ایک یہ کہ اس نے اس مباح چیز کو حاصل کرنے میں سبقت کی ہو، اگر کوئی دوسرا شخص پہلے قبضہ کر چکا تھا، اور پھر اس نے قبضہ کیا، تو یہ غصب ہوگا، دوسرے اس نے مالک بننے ہی کے ارادہ سے اس مباح چیز کو حاصل کیا ہو، اگر اس کی جانب سے ارادہ نہ پایا جائے، تو پھر وہ اس کا مالک نہ ہو سکے گا، جیسے کسی شخص نے اپنا جال اس لئے پھیلا یا کہ خشک ہو جائے، اور اس میں کوئی شکار آ پھنسا، تو وہ

(۳) یہ ضروری ہے کہ جس شخص کو منفعت کا مالک بنایا گیا ہے، جیسے کرایہ دار، اصل شی اس کے حوالہ کردی جائے، اور خود اس شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ مناسب طریقہ پر اس کی حفاظت کرے، اگر اس کی کسی زیادتی کے بغیر وہ شی ہلاک ہوگئی، تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوگا، اور اگر اس کی زیادتی اور کوتاہی کو دخل ہو، اور اس کی وجہ سے وہ چیز ضائع ہوگئی یا عیب زدہ ہوگئی تو اب اس پر تاوان واجب ہوگا۔

(۴) اگر نفع اٹھانے والے سے اس کا کوئی معاوضہ نہیں لیا جاتا، جیسے عاریت، تو اس صورت میں اس شی سے متعلق حفاظت اور بقاء وغیرہ کے اخراجات خود اس شخص پر عائد ہوں گے، اور اگر وہ اس کا معاوضہ ادا کرتا ہو، جیسے کہ کرایہ وغیرہ کی صورت میں ہوتا ہے، تو اس شی سے متعلق اخراجات کی ذمہ داری اصل مالک پر ہوگی۔

(۵) مقررہ مدت کے گزرنے کے بعد اور جس نفع کا حاصل کرنا مقصود تھا، اس نفع کے حاصل کرنے کے بعد شی، اصل مالک کو لوٹادی جائے گی۔ (۳)



حج کے افعال جن مقامات سے متعلق ہیں، ان میں ایک اہم مقام منی کا ہے، ایام حج میں حجاج کے لئے کم از کم چار راتیں منی میں گزارنا مسنون ہے، منی ہی میں جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ واقع ہے، جس پر گیارہ اور بارہ تاریخ کو رمی کرنی ہے، منی ہی میں حج کی قربانی مسنون ہے۔

یہ ایک مستطیل علاقہ ہے، جو جمرہ عقبہ کے بعد شروع ہوتا ہے اور خود جمرہ عقبہ مکہ میں واقع ہے، اور وادی محسر پر آ کر ختم ہوتا ہے، یہ وادی منی اور مزدلفہ کے درمیان حد فاصل ہے، اور اس کی لمبائی ۵۴۵ ہاتھ ہے۔ (۴)

ہو جائے گا۔

(۲) مالک کو اس میں استعمال اور تصرف کا پورا حق حاصل ہوتا ہے، وہ براہ راست اس سے نفع اٹھائے، یا کسی کو حوالہ کر کے بالواسطہ نفع اٹھائے۔

(۳) اگر مالک اسے ضائع کر دے، تو اس پر کوئی تاوان واجب نہیں ہوگا، کیوں کہ اس نے اپنی ہی چیز ضائع کی، ہاں اگر اس نے کسی ذمی روح کو بے مقصد ہلاک کر دیا ہو، تو وہ اس سفاکی پر لائق سرزنش ہوگا۔ (۱)

منافع کا مالک ہونے کے تین ذرائع

منفعت کے مالک ہونے کے تین ذرائع ہو سکتے ہیں :

- (۱) اجارہ، یعنی کوئی چیز کرایہ پر حاصل کی جائے۔
- (۲) اعارہ، یعنی بلا معاوضہ کسی شی سے نفع حاصل کرنے کا مالک بنا دیا جائے۔

(۳) وقف، اس میں بھی کسی شی سے نفع حاصل کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے، اس شی پر ملکیت حاصل نہیں ہوتی۔ (۲)

منافع سے متعلق چند احکام

منفعت سے متعلق چند احکام اس طرح ہیں :

(۱) اس میں وقت، جگہ اور نفع اٹھانے کی مخصوص کیفیت کی قید لگائی جاسکتی ہے، مثلاً کوئی سواری ایک ہفتہ کے لئے حاصل کی جائے، یا شہر دلی میں چلانے کے لئے لی جائے، یا زمین کرایہ پر دی جائے، اور کہا جائے کہ اس میں گیہوں ہی کی کھیتی کی جاسکتی ہے۔

(۲) حنفیہ کے نزدیک منافع کی ملکیت میں وراثت جاری نہیں ہوتی، یعنی اصل صاحب معاملہ کی وفات کے بعد معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔

(۲) حوالہ سابق ۲۳۰

(۳) ردالمحتار ۱۷۹/۲

(۱) المدخل لدراسة الشريعة الاسلامية ۲۴۱

(۲) حوالہ سابق ۳۱۰-۳۲۰

مناسک آتی ہے، حج بھی چوں کہ عبادت ہے، اور قربانی اس عبادت کا ایک اہم فعل ہے، اس مناسبت سے افعال حج کو ”مناسک“ کہتے ہیں، اور فقہاء و محدثین کے یہاں یہ لفظ اسی معنی میں معروف و مستعمل ہے۔ (۵) (احکام کے لئے دیکھئے: حج

منخفہ (گلا گھونٹ کر مارا گیا جانور)

جس کو گلا گھونٹ کر مار دیا گیا ہو، یہ مردار ہے، اور اس طرح جس جانور کو مارا گیا ہو، اس کا کھانا حلال نہیں، خود قرآن مجید میں اس کی صراحت موجود ہے، (المائدہ: ۳) — مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ”میتہ“۔

مندوب

”ندب“ کے معنی بلانے، پکارنے اور دعوت دینے کے ہیں، اسی لئے فقہاء کے یہاں مندوب ان افعال کو کہتے ہیں کہ جن کی طرف بہ طریقہ ترغیب دعوت دی گئی ہو، اسے واجب قرار نہ دیا گیا ہو، اس کے کرنے پر اجر تو ہو، لیکن نہ کرنے پر گناہ بھی نہ ہو۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: حکم)

مندیل (رومال)

یہ لفظ ”ندل“ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی میل و پچیل کے ہیں، مندیل (”م“ اور ”ذ“ پر زبر) کے معنی ایسی چیز کے ہیں جس سے پونچھا جائے، کیوں کہ اس سے میل و پچیل کا ازالہ ہوتا ہے، بعض حضرات نے اس لفظ کا کچھ اور بھی ماخذ بتایا ہے، اور ”م“ پر زبر کے ساتھ بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے، اسی طرح ”یاء“ کے بغیر ”مندل“ (”م“ پر زبر اور ”ذ“ پر زبر) بھی اسی معنی میں ہے۔ (۶)

منیٰ کی لمبائی دو میل کے قریب ہے، اور چوڑائی اس سے کم ہے، یہ علاقہ دونوں طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، پہاڑ کا جو حصہ منیٰ کی طرف ہے اس کا شمار بھی حدود منیٰ میں ہے، اور پہاڑ کی پشت کا حصہ منیٰ میں داخل نہیں ہے۔ (۱)

منابذہ

بیچ کی ایک خاص صورت ہے، جو اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں مروج تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ (۲) (دیکھئے: بیچ)

مناسب

یہ اصول فقہ کی اصطلاح ہے، اصولیین نے قیاس کی بحث میں وصف مناسب کی تعبیر استعمال کی ہے۔ (۳) (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: قیاس)۔

مناسخہ (علم الفرائض کی ایک اصطلاح)

مناسخہ نسخ سے ماخوذ ہے، کے معنی منتقل کرنے کے ہیں، علم الفرائض کی اصطلاح میں ”مناسخہ“ اس کو کہتے ہیں کہ بعض ورثاء کا حصہ تقسیم سے پہلے ہی اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے، (۴)، مناسخہ بنیادی طور پر ایک حسابی مسئلہ ہے، کہ میراث کی تقسیم کے لئے کیا طریقہ حساب اختیار کیا جائے، ورنہ اصل حصص پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، تفصیل فرائض کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

مناسک

نسک کے معنی عبادت کے ہیں، اسی مناسبت سے عرب قربانی کو بھی نسک کہتے تھے، اور قربانی کی جگہ کو ”نسک“ جس کی جمع

(۱) الفقہ الاسلامی و ادلتہ ۱۹۳/۳

(۲) اصول الشاشی ۹۱

(۳) ردالمحتار ۵۱۹/۳

(۲) ردالمحتار ۲۵۵/۷

(۳) دستور العمل ۴۱۲/۳

(۶) حاشیہ شیخ احمد محمد شاکر علی الترمذی ۷۴/۱

استعمال مکروہ ہے، کیوں کہ یہ وضوء کے پانی کو کم کرنے کے مترادف ہوگا، لیکن اس دلیل میں کوئی وزن نہیں، کیوں کہ وضوء کے پانی سے وہ پانی مراد ہے جو وضوء کے وقت استعمال کیا گیا ہو، ورنہ کچھ دیر بعد تو پانی کو قدرتی طور پر خشک ہو جانا ہی ہے۔

منفعت

کسی شے سے متعلق فوائد کو ”منفعت“ کہتے ہیں، جیسے مکان میں رہائش، سواری پر سوار ہونا وغیرہ — حنفیہ کے نزدیک منافع مال نہیں ہیں، جمہور کے نزدیک مال ہیں۔ (۶)

منافع کے مالک ہونے کی کیا صورتیں ہیں، اور اس کے احکام کیا ہیں؟ اس سلسلہ میں تفصیل ”ملک“ کے تحت گزر چکی ہے — اہل علم نے ایک بحث یہ کی ہے کہ منفعت کے مالک ہونے اور حق انتفاع میں فرق ہے یا نہیں؟ علامہ قرانی نے بھی اس پر روشنی ڈالی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ منفعت کا مالک شے میں تصرف کا حق رکھتا ہے، جیسے کسی شخص نے کرایہ مکان اور سواری حاصل کی، تو وہ خود بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، اور دوسروں کو بھی دے سکتا ہے، اور اس کا کرایہ وصول کر سکتا ہے، بخلاف حق انتفاع کے، کہ جس کو نفع اٹھانے کا حق حاصل ہو، وہ اس میں مالکانہ انداز کا تصرف نہیں کر سکتا، وہ دوسرے کو نہیں دے سکتا، اور نہ کسی سے اس کا عوض وصول کر سکتا ہے، جیسے مساجد میں بیٹھنے کی جگہ، سرائے میں قیام کی جگہ وغیرہ، (۷) نیز منفعت کا مالک انسان کسی معاملہ کے ذریعہ ہوتا ہے، جیسے اجارہ، عاریت، اور حق انتفاع کے لئے کسی عقد و معاملہ کی ضرورت نہیں۔ (۸)

عام حالات میں رومال اور تولیہ سے بدن پونچھنے میں کچھ حرج نہیں، لیکن وضوء کے بعد تولیہ کے استعمال کرنے میں کسی قدر اختلاف ہے، ابن شہاب زہری اسے مکروہ قرار دیتے ہیں، کیوں کہ حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وضوء کے بعد کپڑا پیش کیا گیا، تو آپ ﷺ نے نہیں لیا، اور ہاتھ جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے، (۱) ائمہ اربعہ اور اکثر فقہاء کے نزدیک وضوء کے بعد تولیہ کے استعمال میں حرج نہیں، البتہ قاضی خان اور ابن نجیمؒ نے اسے مباح قرار دیا ہے، (۲) اور علامہ حلبیؒ نے مستحب، (۳) راجح یہی ہے کہ وضوء کے بعد رومال کا استعمال جائز ہے، کیوں کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے کپڑا کا ایک ٹکڑا تھا، جس سے آپ ﷺ وضوء کے بعد پونچھا کرتے تھے، لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے، (۴) نیز حضرت معاذؓ سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ وضوء فرماتے تو اپنے کپڑے کے ایک حصہ سے چہرہ مبارک پونچھ لیتے، اس کی سند پر بھی محدثین کو کلام ہے، (۵) ان حدیثوں کے ضعیف ہونے کے باوجود چونکہ ممانعت پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، اور اصل جائز ہونا ہے، اس لئے جمہور کے نزدیک وضوء کو پونچھنا جائز ہے۔

رہ گئی حضرت میمونہؓ والی روایت تو اس میں ممانعت پر کوئی دلیل نہیں، ممکن ہے آپ ﷺ نے کسی اور وجہ سے یا ٹھنڈک کی بناء پر کپڑا استعمال نہ کیا ہو، بعض محدثین کا خیال ہے کہ چونکہ وضوء کے پانی قیامت کے دن تولے جائیں گے، اس لئے تولیہ کا

(۱) بخاری ۳۱/۱، باب نفض الیدین من غسل الجنابة

(۳) الکبریٰ ۵۲

(۵) ترمذی: حدیث نمبر ۵۳

(۷) کتاب الفروق ۱۸۷/۱، فرق ۳۰، نیز دیکھئے: تہذیب الفروق علی هامش الفروق، للقرافی ۱۹۳/۱

(۸) المدخل الفقہی العام ۲۸۵/۱

(۲) قاضی خان ۱۵۷/۱، نیز دیکھئے: البحر الرائق ۱۲۸/۱

(۴) ترمذی: حدیث نمبر ۵۳، باب ماجاء فی التمدل بعد الوضوء

(۶) المدخل لدراسة الشريعة الاسلامیة للکتور عبدالکریم زیدان ۲۱۸

منقول

علاوہ اس کے صالح اور نیکو کار لوگ جو دین پر عمل کرنے کی وجہ سے ایک ذوق سلیم کے حامل ہو چکے ہیں، وہ جس بات کو برا سمجھیں وہ بھی من جملہ منکرات کے ہیں، اسی لئے مفسر طبری نے منکر کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے: ما انکرہ اللہ وراوہ قبیحاً فعلمہ۔ (۴)
(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ”نہی عن المنکر“)

منی

منی سے مراد وہ چکنا آمیز مادہ ہے، جس سے انسان کی تولید عمل میں آتی ہے، فقہاء کا خیال ہے کہ مردوں کا مادہ منویہ سفید اور عورتوں کا رقیق اور زرد ہوتا ہے۔ (۵)
فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ شہوت کے ساتھ منی نکلنے سے غسل ٹوٹ جاتا ہے۔ (۶)

(اس سلسلے میں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ”جنابت“)

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک منی ناپاک ہے، البتہ امام مالکؒ کے یہاں دھوئے بغیر پاکی حاصل نہیں ہو سکتی، اور حنفیہ کے نزدیک اگر منی مرطوب ہو تو دھونا ضروری ہے، اور کپڑے پر خشک ہو گئی ہو، تو کھرچ دینا کافی ہے، امام شافعی کے نزدیک آدمی کی منی تو پاک ہے ہی، صحیح قول کے مطابق کتے اور سور کے سوا تمام جانوروں کا مادہ منویہ بھی پاک ہے، امام احمدؒ سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں، امام ابوحنیفہؒ کی موافقت میں بھی، اور امام شافعی کی رائے کے مطابق بھی، (۷) — حقیقت یہ ہے کہ حنفیہ کی رائے احادیث سے قریب تر ہے، منی کی وجہ سے غسل کا واجب ہونا بجائے خود اس کے ناپاک ہونے کی دلیل ہے، اور حضرت عائشہؓ کی روایت سے منی کا آپ ﷺ کے کپڑے سے دھونا ثابت ہے، اور

منقول کے معنی ایسی چیز کے ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی گئی ہو، فقہاء کے یہاں مال کی دو قسمیں کی گئی ہیں: منقول اور غیر منقول، جو مال اس لائق ہو کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ کیا جاسکتا ہو، جیسے زمین، مکان، ان کو ”مال غیر منقول“ کہا جاتا ہے، آج کل کشتیاں، ہوائی جہاز، بسیں وغیرہ مال منقول میں شامل ہیں، حنفیہ کے نزدیک درخت اور مکان اگر زمین سمیت فروخت کئے جائیں تو مال غیر منقول ہے، اور تنہا فروخت کیا جائے تو اس کا شمار بھی مال منقول میں ہوگا، اسی لئے ان میں حق شفعہ جاری نہ ہوگا، (۱) نیز فقہاء حنفیہ کے اس اصول پر کہ اموال منقولہ کا وقف درست نہیں، زمین کو چھوڑ کر تنہا درخت اور مکان کا وقف درست نہیں ہوگا، اگر وہاں مجرد مکان یا درخت کا وقف مروج نہ ہو، ہاں اگر اس کا عرف ہو تو پھر اس کا وقف درست ہوگا، (۲) — حنفیہ کے نزدیک قبضہ کے باب میں مال منقول اور مال غیر منقول کے حکم میں فرق کیا گیا ہے، مال منقول کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں، مال غیر منقول کو قبضہ کئے بغیر بھی فروخت کرنا درست ہے۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے: قبضہ)

منکر

عربی زبان میں منکر کا مادہ ”نکر“ ہے، ہر وہ بات جس کو شریعت نے قبیح سمجھا ہو، یا حرام و مکروہ قرار دیا ہو، وہ منکر ہے، (۱) معروف و منکر کو جاننے کا اصل ذریعہ تو قرآن و حدیث ہے، الدلیل علی کون ذالک الشئ معروف او منکر هو الکتاب او السنة، لیکن

(۲) ردالمحتار ۵۹۲/۶، کتاب الوقف

(۳) تفسیر طبری ۱۱۵/۳

(۶) الافصاح ۸۴/۱

(۱) دیکھئے: مجلة الاحکام، دفعہ ۲۰-۱۹

(۳) النہایۃ لابن اثیر ۱۱۵/۵

(۵) ہندیہ ۱۰/۱

(۷) دیکھئے: ہندیہ ۲۴/۱، شرح مہذب ۵۵۲-۵۵۳

سے بھی ہوتی ہے، جس کا نماز کے بعد پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، کہ اے اللہ جب آپ کسی قوم کے ساتھ آزمائش کا ارادہ فرمائیں تو مجھے فتنہ و آزمائش میں پڑنے سے پہلے اٹھالے، اذا اردت بقوم فتنۃ فتوفنی الیک غیر مفتون۔ (۳)

اگر دُعاء کرنی ہو تو حضور ﷺ نے اس طرح دُعاء کرنے کی تلقین فرمائی :

اللہم احینی ما کانت الحیوة خیرا لی ،
وتوفنی اذا کانت الوفاة خیرا لی . (۵)

اے اللہ! مجھے زندہ رکھے جب تک کہ زندگی میرے لئے بہتر ہو، اور مجھے موت دے دیجئے اگر موت ہی میرے لئے بہتر ہو۔

موضوعی

زخم کی ایک خاص صورت۔ (دیکھئے: شجہ، ذیت)

موقوف

موقوف کی اصطلاح محدثین کے یہاں بھی استعمال ہوتی ہے اور فقہاء کے یہاں بھی، محدثین کے یہاں موقوف وہ ہے جس کی سند صحابی پر ختم ہو جاتی ہو، اور فقہاء کے یہاں موقوف عقد (معاملہ) کی ایک قسم ہے، ایسا معاملہ جو اپنی اصل کے اعتبار سے درست ہو، لیکن کسی اور کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے ناکمل، اسے عقد موقوف کہتے ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: حدیث، ”عقد“)

مؤلفۃ القلوب

جن لوگوں کو اسلام سے مانوس رکھنے کے لئے کچھ مال و متاع دیا جائے ان کو قرآن مجید نے مؤلفۃ القلوب کے لفظ سے موسوم کیا

کھرچنا بھی، (۱) اس طرح تمام روایتوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ واضح ہو کہ کسی چیز کے پاک ہونے سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ اس کا کھانا بھی حلال ہو، اسی لئے شوافع کے یہاں قول صحیح و مشہور یہی ہے کہ اس کا کھانا جائز نہیں، گو ایک قول جواز کا بھی ہے، جو شیخ ابوزید مروزی سے مروی ہے۔ (۲)

موات

”موات“ افتادہ زمین کو کہتے ہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: احياء موات)

مواقیت

میقات کی جمع ہے، وہ خاص مقامات جہاں سے حاجی کو احرام باندھ کر آگے بڑھنا ضروری ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: حج)

موت

رسول اللہ ﷺ نے موت کی دُعاء اور تمنا کو ناپسند فرمایا ہے، اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائشوں اور اس کی مقرر کی ہوئی تقدیر سے راہ فرار اختیار کرنا ہے، حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ اگر حضور ﷺ نے موت کی دُعاء سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں اس کی دُعاء کرتا، (۳) البتہ اہل علم کا خیال ہے کہ موت کی تمنا اس وقت ممنوع ہے جب ابتلاء دنیا سے عاجز آ کر اس طرح کی دُعاء کی جائے، اگر دین کی نسبت سے فتنہ کا اندیشہ ہو، اور اخروی مضرت سے بچنے کے لئے موت کی تمنا کی جائے، تو اس کی گنجائش ہے، کیوں کہ ابن حبان کی روایت میں صراحت ہے کہ تم میں سے کوئی ایسی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے، جو دنیا کی نسبت سے آئی ہو، بضر نزل بہ فی الدنيا، اور اس کی تائید اس دُعاء

(۲) شرح مہذب ۵۵۶/۲

(۳) فتح الباری ۱۳۳/۱۰

(۱) دیکھئے: ترمذی، حدیث نمبر ۱۱۶، باب ماجاء فی المنی یصیب الثوب
(۲) بخاری مع الفتح ۱۳۲/۱۰، باب تمنی المریض الموت
(۳) بخاری مع الفتح ۱۳۲/۱۰، باب تمنی المریض الموت، ترمذی، حدیث نمبر ۹۷۰، باب ماجاء فی النہی عن التمنی للموت

ہے، اور ان کو زکوٰۃ کا مصرف بنایا ہے۔

(تفصیل کے لئے خود لفظ ”زکوٰۃ“ ملاحظہ ہو)

مولیٰ

جو شخص اپنا غلام یا باندی آزاد کرے، اسے اس آزاد شدہ غلام یا باندی کی نسبت سے ”ولاء“ حاصل ہوتا ہے، آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ رشتہ ویسا ہی لازمی رشتہ ہے جیسے نسبی رشتہ ”الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب“، (۱) — ولاء سے ایک حکم وراثت کا متعلق ہے، یعنی اگر آزاد کیا ہوا شخص اس طرح فوت ہو گیا کہ اس نے اپنا کوئی وارث نہیں چھوڑا تو آزاد کرنے والے شخص کو اس کا متروکہ ملے گا، اگر آزاد کنندہ کا انتقال ہو گیا تو اس کی اولاد ذکور عصبہ قرار پائے گی، اور اسے میراث ملے گی، البتہ اس کی بیٹی میراث نہیں پائے گی۔ (۲) حق ولاء کی خرید و فروخت نہیں ہو سکتی اور نہ اس کو ہبہ کیا جاسکتا ہے۔ (۳)

مولی الموالاة

ولاء کی ایک صورت مولی الموالاة کی ہے، مولی الموالاة سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہو، اور اسی شخص سے یا کسی اور مسلمان شخص سے کہے کہ میں تم سے موالاة کرتا ہوں، اس طرح کہ اگر میری موت ہو تو میری میراث تمہیں حاصل ہوگی، اور اگر مجھ سے کوئی جنایت ہوگی، تو دیت کی ادائیگی میں تم اور تمہارے عاقلہ رشتہ دار شریک ہوں گے، اس صورت میں اگر اس شخص کا انتقال ہو جائے تو ذوی الفروض عصبہ اور ذوی الارحام کا حق مقدم ہوگا، اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں وہ شخص متروکہ کا حق دار ہوگا جس سے اس نے ولاء موالاة کیا تھا۔

ولاء عتاقہ اور ولاء موالاة میں تین باتوں میں فرق ہے، اول یہ کہ ولاء موالاة کو ختم کیا جاسکتا ہے، ولاء عتاقہ ختم نہیں کیا جاسکتا، دوسرے یہ کہ ولاء موالاة (جس سے نو مسلم شخص نے ولاء کا معاہدہ کیا ہے) میراث کا مستحق ہونے میں ذوی الارحام سے مؤخر ہے، جب کہ مولائے عتاقہ ذوی الارحام پر مقدم ہے، تیسرے ولاء عتاقہ میں آزاد کنندہ آزاد شدہ سے میراث پائے گا نہ کہ آزاد شدہ آزاد کنندہ سے، لیکن ولاء موالاة میں اگر دونوں نے ایک دوسرے سے وارث ہونے کا معاہدہ کیا ہو، تو دونوں ایک دوسرے سے وارث ہوں گے۔ (۴)

یہ تقسیم حنفیہ کے مسلک پر ہے، اور یہی صحابہ میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی رائے ہے، ائمہ ثلاثہ ولاء موالاة کے قائل نہیں، اور یہی نقطہ نظر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہے۔ (۵)

مہایاة (باری باری استفادہ)

ایک شی سے دو آدمی باری باری استفادہ کرے، اس کو مہایاة کہتے ہیں، یہ ”تھیو“ سے ماخوذ ہے، جس کے لغوی معنی تیار ہونے کے ہیں، گویا ایک شخص اپنے شریک کی باری ختم ہونے کے وقت سامان سے انتفاع کے لئے تیار ہوتا ہے۔ (۶)

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: قسمت)

مہر

اسلام میاں بیوی کے رشتہ کو ایک مقدس اور قابل احترام رشتہ باور کرتا ہے، اس لئے اس نے نکاح کی حوصلہ افزائی کی ہے، نکاح کے ذریعہ زوجین کے لئے ایک دوسرے کی عصمت حلال ہوتی ہے،

(۲) البحر الرائق ۹۹/۸-۹۹/۸، الشرح الصغیر للدرر ۵۷۳-۵۷۱

(۳) دیکھئے: البحر الرائق ۳۹۹/۸

(۶) دستور العلماء ۳۵۵/۳

(۱) سنن دارمی، کتاب الفرائض، باب بیع الولاء، حدیث نمبر ۲۱۶۳

(۳) البحر الرائق ۳۹۸/۸

(۵) الفقہ الاسلامی وادلته ۲۸۴/۸

اور چوں کہ مرد سربراہ خاندان کی حیثیت رکھتا ہے، اسی لئے گویا وہ اپنی بیوی کی عصمت کا مالک ہو جاتا ہے، اور شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس کے لئے عورت سے حظ اٹھانا اور نفع اندوز ہونا جائز ہوتا ہے، انسان کو جو چیز دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے، ان میں کوئی نہیں، جس میں انسان کی طرح نکاح ہوتا ہو، اور بیوی کی عصمت اس کے شوہر ہی کے لئے مخصوص ہوتی ہو، رشتہ نکاح گویا آنکھوں سے دیکھی جانے والی مخلوقات میں حضرت انسان ہی کے ساتھ مخصوص ہے، اور یہ اس پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے، کہ اسی سے خاندانوں کا وجود ہے، قبائلی کی شناخت ہے، اور نسب کی حفاظت ہے!

اس رشتہ کی اہمیت اور عصمت نسوانی کے احترام کے طور پر نکاح کے ساتھ مہر کا تصور رکھا گیا ہے، یہ عورت اور اس کی عصمت کی قیمت نہیں، ایسا نہیں ہے کہ مرد مہر ادا کر کے عورت کا مالک بن جاتا ہے، بلکہ شوہر کی طرف سے ایک تحفہ احترام ہے، جو وہ اپنی رفیق حیات کے لئے پیش کرتا ہے۔

مہر اور اس کا وجوب

اہل علم نے مہر کے دس نام بناتے ہیں، اور اس کو اس شعر میں نظم کیا ہے:

صداق ومہر نحلۃ وفریضۃ

حباء واجر ، ثم عقر ، علائق

مہر وہ مال ہے، جو عقد نکاح یا جنسی ارتباط کی وجہ سے کسی عورت کا مرد پر واجب ہوتا ہے، (۱) — اگر نکاح صحیح ہو تو محض عقد ہی مہر واجب کے واجب ہونے کے لئے کافی ہے، اور اگر نکاح

فاسد ہو، تو عورت سے جنسی ارتباط کے بعد ہی مہر واجب ہوتا ہے۔ مہر کا واجب ہونا قرآن و حدیث اور اجماع سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ نے متعدد مواقع پر مہر کا ذکر فرمایا ہے، (النساء : ۳-۲۳) احادیث بھی بکثرت مہر کے سلسلے میں موجود ہیں، خود آپ ﷺ نے بھی اپنی ازواج مطہرات کے مہر مقرر فرمائے، اپنے کئی ارشادات میں آپ ﷺ نے مہر کی تاکید بھی فرمائی ہے، اور اس کے احکام بھی بیان کئے ہیں، (۲) اسی لئے نکاح کے ساتھ مہر کے واجب ہونے پر حضرات صحابہ کے زمانہ سے آج تک امت کا اجماع نظر آتا ہے۔

مہر گو نکاح کے واجبات میں ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اسی شرط پر نکاح کرے کہ اس کا کچھ مہر نہ ہوگا، جب بھی نکاح درست ہو جائے گا، اور مہر مثل واجب ہوگا، لیکن نکاح کے وقت اگر مہر متعین نہ کیا جائے تو اس سے نکاح کے انعقاد پر کوئی اثر نہ پڑے گا، نکاح بہر حال منعقد ہو جائے گا، (۳) — اگر مہر فوراً ادا نہ کیا گیا ہو جب بھی مرد کے ذمہ وہ ایک دین ہے، جس کی جلد از جلد ادائیگی کی سعی کرنی چاہئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی نے نکاح کیا، مہر بھی متعین کیا، لیکن مہر ادا کرنے کی نیت نہیں ہے، تو آپ ﷺ نے ایسے شخص کو زانی اور بدکار قرار دیا، (۴) اگر زندگی میں مہر ادا نہیں کیا، تو موت کے بعد اس کے ترکہ میں سے مہر ادا کیا جائے گا، اور مہر کی ادائیگی، وصیت اور میراث کی تقسیم پر مقدم ہوگی، اگر شوہر و بیوی دونوں کو انتقال ہو گیا، مہر متعین تو تھا، لیکن ادا نہ ہوا، تو عورت کے ورثاء شوہر کے متروکہ سے مہر وصول کریں گے۔ (۵)

کوئی چیزیں مہر بن سکتی ہیں؟

کوئی چیزیں ہیں جو مہر بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں؟ — اس

(۱) الاحوال الشخصية فی الشریعة الاسلامیة ۱۲۵، (محمد علی الدین عبدالحمید)

(۲) نسائی ۷۳۲

(۳) ہدایہ ۳۲۲۲۲۲

(۵) ہدایہ ۳۳۷۲

(۴) مجمع الزوائد و منبع الفوائد، حدیث نمبر ۷۵۰۶

ہے، تاکہ اس کی وجہ سے کوئی نزاع پیدا نہ ہو اور جہاں کہیں مہر کی ایسی تعیین نہ ہو پائے، جو وجہ نزاع سے محفوظ ہو، وہاں مقررہ مہر کی بجائے مہر مثل واجب ہوتا ہے۔

مالکیہ کے نزدیک مہر کے لئے پاک، قابل انتفاع، اس کی حوالگی پر قدرت اور معلوم و متعین ہونا ضروری ہے، (۴) حنابلہ کے نزدیک جو چیز بھی بیع میں قیمت اور اجارہ میں اجرت بن سکتی ہو، وہ مہر بھی بن سکتی ہے، (۵) قریب قریب یہی رائے شوافع کی بھی ہے۔ (۶)

مہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار

حنفیہ کے نزدیک مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم چاندی (۳۳.۹۲)

ہے، (۷) چنانچہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہر دس درہم سے کم نہیں ہونا چاہئے، لا مہر اقل من عشرة درہم، (۸) نیز دارقطنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ نہ دس درہم سے کم کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے، اور نہ دس درہم سے کم مہر ہو، (۹) — البتہ زیلعی اور ابن ہمام وغیرہ نے ان روایتوں کو ضعیف قرار دیا ہے، (۱۰) مالکیہ کے نزدیک کم سے کم چوتھائی دینار سونا (۱.۹۳۵) یا تین درہم چاندی کی مقدار مہر کے لئے ضروری ہے، (۱۱) فقہاء شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مہر کی کم سے کم مقدار متعین نہیں، فریقین جس پر متفق ہو جائیں، درست ہے، کیوں کہ احادیث میں دس درہم سے کم کی اشیاء پر بھی نکاح کرنا ثابت ہے، (۱۲) حنفیہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جن روایتوں میں معمولی چیزوں مثلاً لوہے کی انگوٹھی، یا ایک جوڑا جوتا، کے مہر بنانے

سلسلے میں حنفیہ کے یہاں یہ اصول ہے کہ ہر اس چیز کو مہر بنایا جاسکتا ہے، جو مال ہو، شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت ہو، یعنی ایسی چیز ہو، جس کا شرعی عوض لیا جاسکتا ہو، معلوم و متعین ہو، خواہ گفتگو کے ذریعے مقدار مہر کی صراحت کر دی جائے، یا اشارہ کے ذریعے مہر کی تعیین ہو جائے، موجود ہو اور وہ اس کے حوالہ کرنے پر قادر ہو۔ (۱)

ایسی چیز جو مال نہ ہو، مہر نہیں بن سکتی، اسی لئے تعلیم قرآن اور تعلیم دین کو مہر نہیں بنایا جاسکتا، کیوں کہ یہ مال نہیں ہے، اور قرآن مجید میں مال کو مہر بنانے کا حکم دیا گیا ہے، ان تبتغوا باموالکم (النساء : ۲۳) دوسرے فقہاء کے نزدیک تعلیم قرآن اور کسی بھی ایسے کام کو مہر بنایا جاسکتا ہے، جس کی اجرت لینے کی گنجائش ہے، (۲) چنانچہ روایت ہے، کہ ایک صاحب کے پاس مہر ادا کرنے کے لئے کچھ نہ تھا، لیکن قرآن کا کچھ حصہ ان کو یاد تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خاتون کا نکاح فرمادیا، اور ارشاد فرمایا: قد انکحتکھا بما معک من القرآن، (۳) حنفیہ کے نزدیک ”بما معک“ میں ”باء“ سبب اور اجل کے معنی میں ہے، یعنی میں نے اس سبب سے تمہارا نکاح اس عورت سے کیا ہے، کہ تم کو قرآن مجید یاد ہے، دوسرے فقہاء کے نزدیک ”باء“ عوض کے معنی میں ہے، کہ میں نے قرآن کے عوض تمہارا نکاح اس سے کیا ہے، کہ تم اتنا قرآن مجید اسے پڑھاؤ۔

یہ بھی ضروری ہے کہ جس مال کو مہر بنایا جائے، وہ شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت بھی ہو، اگر کوئی مسلمان شراب اور سور کو مہر بنائے، تو درست نہیں، کیوں کہ یہ شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت اور لائق فروخت نہیں، — مہر کا معلوم و متعین ہونا بھی ضروری

(۱) بدائع الصنائع ۲/۲۷۷

(۲) بخاری ۷/۷۷۲، حدیث نمبر ۵۱۳۹

(۳) المغنی ۱/۱۲۷

(۴) الدر المختار علی هامش الرد ۲/۳۲۹

(۵) دارقطنی ۱/۱۳۰، حدیث نمبر ۳۳۱۶

(۶) الشرح الصغير ۲/۲۹۰-۲۸۸

(۲) المغنی ۱/۱۲۷

(۳) الشرح الصغير ۲/۳۰۲-۳۶۹

(۴) شرح مہذب ۱۶/۳۲۸

(۸) سنن دارقطنی ۳/۱۳۰، حدیث نمبر ۳۳۱۶

(۱۰) دیکھئے: نصب الرایۃ ۳/۱۹۹، فتح القدیر ۳/۳۱۹

(۱۲) دیکھئے: المغنی ۱/۱۶۱، شرح مہذب ۱۶/۳۲۲

کا ذکر ہے، اس میں مہر متجمل مراد ہے، جو نکاح کے بعد بیوی کے ساتھ استمتاع سے پہلے ادا کر دینا مسنون ہے۔

مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار کی کوئی حد متعین نہیں، اس پر فقہاء کا اجماع ہے، (۱) چنانچہ قرآن مجید میں مہر کو قطار قرار دیا گیا ہے، (النساء: ۲۰) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قطار بارہ سو اوقیہ چاندی یعنی اڑتالیس ہزار درہم کے برابر ہے۔ (۲)

تاہم مہر میں اعتدال اور میانہ روی بہتر ہے، حضرت ام حبیبہ کو چھوڑ کر، آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور بنات طاہرات کا مہر پانچ سو درہم (۳۳۹.۲) تھا، (۳) یہی مہر مقرر کرنا مستحب ہے، آپ ﷺ کے طریقہ کار سے معلوم ہوا کہ مہر کی مقدار اتنی کم بھی نہ ہونی چاہئے کہ بالکل غیر محسوس ہو، اور بہت کثیر مقدار میں مہر مقرر کرنا یہ بھی آپ کو پسند نہیں، امام احمد اور طبرانی نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ زیادہ بابرکت عورت وہ ہے جس کا مہر کم ہو، "اخف النساء صداقاً اعظمهن برکاً" (۴) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مہر میں غلو نہ کرو، کہ اگر مہر کا زیادہ رکھنا دنیا میں عزت اور اللہ کے نزدیک تقویٰ کی بات ہوتی تو حضور ﷺ اس کے زیادہ مستحق تھے۔ (۵)

مختلف حالتوں میں مہر کے احکام

مہر واجب کی مقدار کے اعتبار سے چار حالتیں ہوتی ہیں :

- (۱) نکاح کے وقت یا نکاح کے بعد باہمی رضامندی سے مہر متعین ہو گیا، شوہر نے بیوی کے ساتھ خلوت بھی کر لی، اس کے بعد طلاق یا علیحدگی کی نوبت آئی، یا خلوت تو نہیں ہوئی لیکن شوہر کا انتقال ہو گیا — ایسی صورت میں پورا مہر متعین (بشرطیکہ اس کی

مقدار دس درہم سے زیادہ ہو) واجب ہوگا۔

(۲) نکاح کے وقت مہر متعین ہو گیا، اور پھر خلوت (دخول) سے پہلے ہی طلاق یا علیحدگی ہو گئی ہو، اس صورت میں مہر متعین کا آدھا ملے گا۔

(۳) نکاح کے وقت مہر متعین ہی نہ کیا، یا ایسی چیز کو مہر بنایا، جس میں مہر بننے کی صلاحیت نہیں، یا اس شرط پر نکاح کیا کہ اس کا کوئی مہر ہی نہ ہوگا، اور خلوت کے بعد علیحدگی ہوئی، یا خلوت تو نہیں ہوئی، لیکن شوہر کا انتقال ہو گیا، ان صورتوں میں عورت کا مہر مثل واجب ہوگا۔

(۴) نکاح کے وقت مہر متعین نہیں ہوا، یا ایسی چیز کو مہر بنایا گیا، جس میں مہر بننے کی صلاحیت نہیں، اور خلوت سے پہلے ہی زوجین میں علیحدگی ہو گئی، تو اب ایسی عورت کے لئے متعہ واجب ہوگا، — یہ بات پیش نظر رہے کہ جس عورت کا مہر عقد کے وقت متعین نہ ہوا ہو، بعد میں باہمی رضامندی سے طے ہوا تو، اگر خلوت سے پہلے ہی علیحدگی ہو جائے تو اس کا مہر غیر متعین ہی مقصود ہوگا، اور وہ متعہ کی مستحق ہوگی، نہ کہ مہر مثل کی، (۶) "متعہ" اور "خلوت" کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے لئے ان ہی الفاظ کو ملاحظہ کر لیا جائے۔

عقد کے بعد مہر میں اضافہ اور کمی درست ہے، اور مہر کی ادائیگی میں اس کا اعتبار ہے، البتہ اگر مہر میں شوہر کی طرف سے رضا کارانہ اضافہ ہو جائے، اور خلوت سے پہلے ہی طلاق کی نوبت آجائے، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف عقد کے وقت مقررہ مہر کا نصف واجب ہوگا، اور امام ابو یوسف کے یہاں اضافہ شدہ مہر کو ملا کر مجموعہ کا نصف واجب ہوگا۔ (۷)

(۲) شرح مہذب ۳۲۲/۱۶

(۳) مجمع الزوائد ۵۱۶/۳، حدیث نمبر ۷۲۸۱

(۵) ابن ماجہ: حدیث نمبر ۱۸۸۷، باب المہر، ابوداؤد، باب نمبر ۲۹، حدیث نمبر ۲۱۰۶، ترمذی: حدیث نمبر ۱۱۱۳

(۷) حوالہ سابق

(۱) المغنی ۱۶۱/۷

(۳) مسلم: حدیث نمبر ۳۲۸۹

(۶) ہدایہ ۲۵۲-۳۲۳

امام محمد کے قول پر عمل کر لیا جائے تو معاشرتی الجھنوں کے حل میں شاید آسانی بہم پہنچے، مثلاً اگر کوئی عورت شرط لگائے کہ اگر تم نے میری موجودگی میں دوسرا نکاح کیا، تو میرا مہر پچاس ہزار ہوگا، اور اگر دوسرا نکاح نہ کیا تو میرا مہر دس ہزار، تو اس سے غیر منصفانہ اور محض تذوق پر مبنی کثرت ازدواج کے واقعات کو روکنے میں مدد ملے گا۔

مہر مثل

مہر مثل سے مراد وہ مقدار ہے جو عورت کے دادھیالی خاندان کی عورتوں کا مہر رہا ہو، اور عقد نکاح کے وقت، سن و سال، جمال و خوبصورتی، دولت مندی، اسی شہر میں سکونت جس میں عورت کامیکہ ہو، کنوار پن، اور شوہر دیدہ ہونا، عفت و پاکیزگی، علم و ادب، اور کمال اخلاق کے اعتبار سے دونوں ایک درجہ کی ہوں، ان شرطوں کا یہ مقصد نہیں، کہ دونوں خواتین بالکل یکساں ہوں، مثلاً دونوں کی عمر عقد کے وقت بالکل ایک ہی ہو، بلکہ فی الجملہ ان امور کے اعتبار سے دونوں کا قریب ہونا اور زیادہ تفاوت کا نہ پایا جانا کافی ہے، (۵) — دادھیالی رشتہ دار سے پھوپھی، بہن، چچا زاد بہن، وغیرہ مراد ہیں۔ (۶)

مہر مثل کے ثبوت کے لئے — اگر زوجین میں اختلاف ہو جائے، — دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے، جو اس بات کی شہادت دیں کہ اس کی فلاں دادھیالی عزیزہ کا مہر اتنا متعین ہوا تھا، اور وہ ان مطلوبہ اوصاف میں عقد کے وقت اسی منکووحہ کے مساوی و مماثل تھی۔ (۷)

یوں تو متعہ واجب صرف اس عورت کے لئے ہے، جس کا مہر متعین نہیں ہوا تھا، اور خلوت سے پہلے ہی طلاق کی نوبت آگئی تھی، لیکن ان خواتین کے لئے بھی متعہ مستحب ہے، جن کو خلوت کے بعد طلاق واقع ہوئی ہے، خواہ نکاح کے وقت ان کا مہر متعین ہوا ہو یا نہیں۔ (۱)

دو حالتوں سے مشروط مہر کی دو مقدار

اگر مہر اس طرح متعین کیا جائے، کہ مہر کی دو مقدار کو دو حالتوں کے ساتھ مشروط کر دیا جائے، تو کیا اس کا اعتبار ہوگا؟ مثلاً ایک شخص نے نکاح کیا کہ اگر وہ اپنی بیوی کو اس شہر میں رکھے گا، تو اس کا مہر دس ہزار ہوگا، اور اگر شہر سے باہر لے گیا تو بیس ہزار، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پہلی شرط معتبر ہوگی، دوسری معتبر نہ ہوگی، یعنی اگر وہ اپنی منکووحہ کو شہر سے باہر لے گیا، تو اسے مہر مثل ادا کرنا ہوگا، جو دس ہزار سے کم نہ ہو اور بیس ہزار سے زیادہ نہ ہو، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں ہی شرطیں معتبر ہوں گی، اور اگر اس شہر میں رکھا، تو مہر دس ہزار ہوگا، اور باہر لے گیا، تو بیس ہزار، (۲) — یہی رائے ائمہ اربعہ میں امام احمد بن حنبلؒ کی ہے، (۳) اور محدثین میں امام بخاریؒ کی ہے، (۴) البتہ مناسب ہوگا کہ طلاق یا ایک سے زیادہ نکاح کی صورت میں، مہر کے اضافہ کی شرط کو اس طرح رکھا جائے کہ مہر دس ہزار ہوگا، لیکن اگر میں نے قاضی شریعت (اور جہاں دارالقضاء نہ ہو، وہاں تین دین دار علماء) کی اجازت کے بغیر دوسرا نکاح کیا یا طلاق دی تو مہر مثلاً پچاس ہزار ہوگا، تاکہ جائز اور مناسب طلاق اور نکاح ثانی میں رکاوٹ بھی پیدا نہ ہو، اور مردان حقوق کا غلط استعمال بھی نہ کر پائے، فی زمانہ اگر امام ابو یوسف اور

(۱) ہدایہ ۳۲۶/۲

(۳) المغنی ۱۷۱/۷

(۵) درمختار وردالمختار ۳۵۳/۲

(۶) حوالہ سابق، ہدایہ ۳۳۳/۲

(۲) ہدایہ ۳۲۹/۲

(۴) بخاری ۵۱۵۱، فتح الباری ۲۷۱/۹ و ایضاً ۲۷۲۱ باب الشروط فی النکاح

(۷) حوالہ سابق ۳۵۵/۲

مہر - معجل اور مؤجل

اس پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ نکاح کے وقت ہی مہر کا ادا کر دینا ضروری نہیں، ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ پورا مہر فوراً ادا کر دیا جائے، اس کو ”مہر معجل“ کہتے ہیں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پورا مہر ادھار ہو، مہر ادھار ہونے کی صورت میں بہتر ہے کہ ادائیگی مہر کی مدت متعین کر دی جائے، تاہم اگر مدت متعین نہیں کی گئی، تب بھی نکاح درست ہو جاتا ہے، البتہ ایسا مہر جلد از جلد ادا کرنے کی سعی کرنی چاہئے، اور یہ بھی درست ہے کہ مہر کا کچھ حصہ نقد اور کچھ حصہ ادھار ہو، بلکہ مسنون طریقہ ہے کہ مہر کا کچھ حصہ یکجائی کے وقت ادا کر دے، اگر مطلق مہر متعین کیا، اور معجل یا مؤجل (نقد یا ادھار) کی تعیین نہیں کی، تو فقہاء اس کو ”معجل“ شمار کرتے ہیں، (۱) لیکن ہمارے یہاں کے عرف میں ایسا مطلق مہر مؤجل یعنی ادھار ہی شمار کیا جاتا ہے، اسی طرح اگر مہر تو مؤجل متعین کیا، لیکن ادائیگی کا وقت ذکر نہیں کیا، تو فقہاء کے نزدیک اس کا شمار ”مہر معجل“ نقد میں ہے، (۲) اور عورت کو فوری طور پر مطالبہ کا حق حاصل ہے، اور کاسانی کی یہ بات اصول شریعت کے مطابق ہے، اس لئے مہر مؤجل میں مدت کا بھی ذکر کرنا چاہئے۔

اگر کسی عورت کا مہر معجل ہو، تو شوہر کے مہر ادا کرنے تک وہ شوہر کو اپنے نفس پر قدرت دینے اور اس کے گھر جانے سے انکار کرنے کا حق رکھتی ہے، اور ایسی صورت میں باوجود انکار کے، عورت کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا۔ (۳)

اگر زوجین کے درمیان مہر کی مقدار کے بارے میں اختلاف ہو جائے، تو اول تو گواہان کے بیان پر فیصلہ ہوگا، لیکن اگر کسی کے

پاس بھی گواہان فراہم نہیں ہیں، تو پھر مہر مثل سے جس کا دعویٰ قریب ہوگا، اسے قبول کیا جائے گا، (۴) چاہے اختلاف زندگی میں ہو یا موت کے بعد ان کے ورثاء کے درمیان، یا ایک زندہ ہو اور ایک کی وفات ہو گئی ہو، (۵) قریب قریب یہی رائے شوافع اور حنابلہ کی ہے، مالکیہ کے نزدیک دونوں فریق سے قسم لی جائے گی، اور نکاح فسخ کر دیا جائے گا، اگر میاں بیوی میں صحبت نہ ہوئی ہو، اگر صحبت ہو چکی ہو، تو قسم کے ساتھ شوہر کی بات معتبر ہوگی۔ (۶)

اگر نکاح صحیح نہ ہو، نکاح فاسد ہو، جیسے ایسی عورت سے نکاح ہو، جو ابھی عدت کی حالت میں تھی، اور صحبت سے پہلے ہی مرد و عورت میں علیحدگی ہو گئی، تو عورت کا کوئی مہر نہ ہوگا، اگر خلوت ہو چکی ہو، لیکن ہمبستری کر چکا تھا، پھر علیحدگی عمل میں آئی، تو مہر مثل اور مہر مقررہ میں جو کم ہو واجب ہوگا۔ (۷)

اگر کسی عورت سے شبہہ میں صحبت کر لی جائے، یعنی غلط فہمی میں اپنی بیوی سمجھ کر ہمبستری کر لے، جس کو فقہ کی اصطلاح میں ”وطی بالشبہہ“ کہتے ہیں، تو اس صورت میں بھی عصمت انسانی کی حرمت و عظمت کے پہلو کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس عورت کا مہر مثل واجب ہوگا۔ (۸)



میت کے معنی فوت شدہ آدمی کے ہیں۔

انتقال کے بعد ڈاڑھوں کو کپڑوں سے باندھ دینا چاہئے، اس طرح کہ ٹھوڑی کے نیچے سے کپڑا لیا جائے اور سر کے اوپر باندھ دیا جائے، تاکہ منہ کھلا نہ رہ جائے، بد ہیبتی نہ پیدا ہو، اور منہ میں کپڑے وغیرہ کے داخل ہونے کا امکان نہ رہے، آنکھوں کو بھی بند

(۲) حوالہ سابق

(۳) ردالمحتار ۲/۲۹۷، نیز دیکھئے: التاتار خانہ ۳/۱۱۹

(۶) الفقہ الاسلامی وادلته ۷/۳۰۹

(۸) العناية بہامش فتح القدير ۳/۲۵۹

(۱) دیکھئے: بدائع الصنائع ۲/۲۸۸

(۳) حوالہ سابق، ردالمحتار ۲/۳۵۸

(۵) درمختار ۲۲۲-۲۶۱

(۷) ہدایہ ۲/۳۳۲

کہ انہوں نے اپنی وفات کے وقت قبلہ رخ کر دینے کی وصیت کی تھی، آپ نے سن کر ارشاد فرمایا کہ اس نے فطرت کو پایا، اصاب الفطرة۔ (۲)

پڑوسیوں اور اہل تعلق کو وفات کی اطلاع دینے میں قباحت نہیں، تا کہ وہ نماز اور دُعاء میں شریک ہو سکیں، یہ بھی مستحب ہے، کہ جو دین اس کے ذمہ باقی ہو، اسے جلد از جلد ادا کر دیا جائے، یا حق دار بخوشی معاف کرنے کو آمادہ ہوں تو معاف کر دیا جائے، اور تجہیز و تکفین میں عجلت کی جائے، تاخیر نہ کی جائے، (۳) آج کل لوگ دور دراز سے رشتہ داروں کو بلانے کے لئے جو تکلیف روا رکھتے ہیں، اور اس کی وجہ سے تدفین میں جو تاخیر ہوتی ہے، وہ کسی بھی طرح مزاج شریعت کے موافق نہیں، رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر میں تشریف لے جاتے ہوئے حضرت رقیہؓ پر حضرت عثمانؓ کو تیمار دار بنا کر تشریف لے گئے، حضرت رقیہؓ اس وقت قریب المرگ تھیں، لیکن آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ ﷺ کو وفات کی اطلاع دی جائے اور آپ کی واپسی تک تدفین کے مرحلوں کو ملتوی رکھا جائے، حالاں کہ بدر مدینہ سے کچھ بہت دور نہیں تھا، آپ ﷺ نے تدفین میں عجلت کی خاص طور پر تاکید فرمائی ہے، حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جنازہ لے جانے میں عجلت کرو، کہ اگر وہ نیک ہے، تو ایک نیک انجام کی طرف تم اسے لے جا رہے ہو، اور اگر ایسا نہیں ہے تو ایک خراب شخص سے تو اپنی گردن آزاد کر رہے ہو۔ (۴)

جب تک مردہ کو غسل نہ دے دیا جائے، وہاں پر قرآن شریف پڑھنا مکروہ ہے، (۵) مردہ کے پاس حائضہ عورت اور ناپاک آدمی کے بیٹھنے میں قباحت نہیں ہے۔ (۶)

کر دیا جائے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوسلمہؓ کی وفات کے بعد ان کی آنکھیں بند کر دی تھیں، آنکھ بند کرتے ہوئے موقعہ کی مناسبت سے فقہاء نے اس دُعاء کی تلقین کی ہے :

بسم الله وعلى ملة رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم يسر عليه امره وسهل عليه مابعده واسعده بلقائك واجعل

ماخرج اليه خيرا مما خرج عنه. (۱)

اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر، اے اللہ! اس پر اس کے معاملہ کو آسان فرما، آئندہ کے مرحلہ کو سہل کر، اپنی ملاقات کی سعادت عطا کر، اور جہاں جا رہا ہے، اس کو اس سے بہتر بنا جہاں سے جا رہا ہے۔

پھر مردہ کے ہاتھ بازو کی طرف لے جا کر کسی قدر کھینچ کر سیدھا کر دیا جائے، ہاتھ کی انگلیوں کو ہتھیلی کی طرف لے پھر سیدھا کر لیا جائے، رانوں کو پیٹ سے اور پنڈلیوں کو رانوں سے ملا کر پھر اسے بھی سیدھا کر دیا جائے، یہ بھی مستحب ہے کہ جن کپڑوں میں موت واقع ہوئی ہے، انھیں اتار دیا جائے، پورے بدن کو کسی کپڑے سے ڈھک دیا جائے، اور لاش کو کسی تخت وغیرہ پر رکھ دیا جائے، تا کہ زمین کی رطوبت کی وجہ سے بونہ پیدا ہو جائے، نیز پیٹ پر کوئی وزنی چیز رکھ دی جائے تاکہ پیٹ پھولنے نہ پائے، مرنے کے بعد لاش کو چت قبلہ کی طرف لمبائی میں رکھنا چاہئے، جیسے نماز پڑھتے ہوئے مریض شخص کی کیفیت ہوتی ہے، قبلہ کی طرف مردہ کا چہرہ ہو، اس کی دلیل حضرت ابوقادہؓ کی روایت ہے کہ جب حضرت براء بن معرور کے بارے میں آپ کو اطلاع ملی

(۲) دیکھئے: نصب الراية ۲۵۲/۲، بحوالہ مستدرک حاکم

(۳) بخاری: حدیث نمبر ۱۳۱۵، باب السرعة بالجنازة

(۶) کبیری ۵۳۳

(۱) ہندیہ ۱۵۷/۱

(۳) ملخص از: ہندیہ ۱۵۷/۱، کبیری ۵۳۳

(۵) ہندیہ ۱۵۷/۱

پاکی و ناپاکی کے احکام

میتہ کے سلسلے میں اہم مسئلہ اس کی پاکی اور ناپاکی کا ہے، موت بھی اسباب نجاست میں سے ہے، اس لئے اصولی طور پر مردار ناپاک ہوتا ہے، کیوں کہ کسی بھی ذی روح چیز میں جو بہتا ہوا خون پایا جاتا ہے، اور وہ ناپاک ہوتا ہے، موت کی وجہ سے وہ اس کے جسم ہی میں جذب ہو کر رہ جاتا ہے۔

اس سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ :

(۱) پانی کے جانور باوجود مرنے کے پاک ہوتے ہیں، اس پر ائمہ مذاہب کا اتفاق ہے۔ (۳)

(۲) خشکی کے ایسے ذی روح جن میں بہتا ہوا خون پایا نہ جاتا ہو، جیسے مکھی، مچھر، بھڑ، بچھو وغیرہ یہ حنفیہ کے نزدیک ناپاک نہیں ہوں گے، (۵) حنابلہ کے نزدیک بھی اگر اس کی پیدائش پاک چیز سے ہوتی ہو، تو زندہ و مردہ پاک ہی سمجھا جائے گا، اور اگر ناپاک چیز سے ہوئی ہو، جیسے پانچخانہ اور گندی موڑیوں سے پیدا ہونے والے کیڑے، تو یہ زندہ و مردہ ہر دو حال میں ناپاک ہی ہوں گے۔ (۶)

(۳) ایسے مردار جن میں بہتا ہوا خون پایا جاتا ہو، ان کے وہ اعضاء و اجزاء جن میں خون کا دوران پایا جاتا ہو، جیسے گوشت، چربی، چمڑا وغیرہ، بالاتفاق موت کی وجہ سے یہ اجزاء ناپاک ہو جائیں گے۔ (۷)

(۴) ایسے ہی مردار کے وہ اجزاء جن کے اندر خون نہ پہنچتا ہو، جیسے سینگ، ہڈی، کھر، ناخن، بال وغیرہ، حنفیہ کے نزدیک یہ بھی ناپاک نہیں ہوتے، کیوں کہ ان میں موت حلول ہی نہیں کرتی، (۸) — دوسرے فقہاء کے نزدیک مردار کے تمام ہی اجزاء ناپاک ہیں، یہاں تک کہ فقہاء شوافع تو مردار کے بال اور اون کو بھی ناپاک قرار

جہاں انتقال ہو، مردہ کو اسی شہر میں دفن کر دینا چاہئے، یہی بہتر طریقہ ہے، گو دوسرے شہر کو منتقل کرنا بھی درست ہے، (۱) آج کل لوگ اس مسئلہ میں بہت غلو اور تکلف سے کام لیتے ہیں، اور نہ صرف ایک شہر سے دوسرے شہر کو بلکہ ایک ملک سے دوسرے ملک کو نعش منتقل کرتے ہیں، حالاں کہ یہ مزاج شریعت کے خلاف ہے، اس میں لاش کے بھی خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے، متوفی کے اقارب کے لئے بھی باعث تکلیف ہے، اور اسراف و فضول خرچی بھی ہے، سیدنا حضرت عائشہؓ جب اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ کی قبر پر آئیں، تو ایک شعر پڑھا، جو آپؓ کے غم اندوہ کا مظہر تھا، اور فرمایا کہ اگر میں تمہاری موت کے وقت موجود ہوتی، تو جہاں تمہارے موت ہوئی ہے وہیں تمہاری تدفین ہوتی، کیوں کہ حضرت عبدالرحمنؓ کا انتقال حبشی میں ہوا، جو مکہ سے قریب ہی تھا، اور لاش مکہ لائی گئی، اور یہیں تدفین عمل میں آئی۔ (۲)

البتہ اگر بلا اجازت کسی دوسرے کی زمین میں مردہ کو دفن کر دیا جائے، اور مالک زمین کو قبر کی منتقلی پر اصرار ہو، تو پھر لاش منتقل کی جاسکتی ہے۔ (۳)

(اس سلسلے میں دیگر احکام کے لئے "تلقین"، غسل، کفن، دفن، تجمیر، لحد، شق، قبر، جنازہ اور مختصر کے الفاظ بھی دیکھنے مناسب ہوں گے)۔

میتہ (مردار)

میتہ کے معنی مردار کے ہیں، مرے ہوئے جانور کے لئے "میتہ" اور فوت شدہ انسان کے لئے "میت" کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔

(۲) ترمذی باب ماجاء فی زیادة القبور للنساء، حدیث نمبر ۱۰۵۵

(۳) الفقہ الاسلامی وادلته ۱۵۲/۱

(۶) المغنی ۳۲/۱

(۸) حوالہ سابق

(۱) ہندیہ ۱۶۷/۱

(۳) ہندیہ ۱۶۷/۱

(۵) بدائع الصنائع ۶۲/۱

(۷) بدائع الصنائع ۶۳/۱

کے محض ایک دو فرد میں مرتکز نہیں کیا، بلکہ والدین، اولاد، اور زوجین کو تو میراث میں لازمی طور پر حصہ دار بنایا، ان رشتہ داروں کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کو بھی بعض مواقع پر میراث میں شریک رکھا گیا، اور اس کے لئے یہ اصول مقرر کیا گیا کہ نسبتاً قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دور کا رشتہ رکھنے والا، میراث میں حصہ پانے سے محروم رہے گا، ہم درجہ رشتہ داروں کو میراث میں برابر کا حقدار رکھا، البتہ اکثر مواقع پر بمقابلہ عورت کے مرد کا حصہ دو گنا رکھا گیا، کیوں کہ شریعت نے قریب قریب تمام مالی ذمہ داریاں مرد ہی سے متعلق رکھی ہیں، بیوی اور بال بچوں کی کفالت کا ذمہ مرد ہی کا ہے، پس ذمہ داریوں کی نسبت سے اس کے حقوق بھی زیادہ رکھے گئے۔

اسلام نے نظام میراث کے سلسلے میں جو انقلابی تصور دیا، کہ عورتوں کو حق دلایا، اور نظام میراث کو تقسیم دولت کا ایک وسیلہ بنایا، آج پوری دنیا میں اس کی بازگشت سنی جاسکتی ہے، اور دنیا کا شاید ہی کوئی قانون ہو جس نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا ہو۔

متروکہ سے متعلق چار حقوق

متوفی جو مال و اسباب چھوڑ کر جائے، اس سے بنیادی طور پر چار حقوق متعلق ہیں، ان حقوق کی ترتیب اس طرح ہے:

(۱) سب سے پہلے ترکہ سے واجب اخراجات میں کمی، اور زیادتی کے بغیر تجہیز و تکفین اور دفن کا انتظام کرنا، اگر تمام ورثہ یا ان میں بعض اپنے ذاتی اخراجات سے تجہیز و تکفین کا انتظام کر لیں، تو یہ بھی درست ہے، متروکہ ہی سے تجہیز و تکفین ضروری نہیں، — آج کل بعض حضرات نے زیارت، سوم، چہلم کے نام سے دعوت کے اہتمام کی جو رسمیں ڈالی ہیں، اور اس میں بے فائدہ کثیر رقم خرچ

دیتے ہیں، البتہ مالکیہ اور حنابلہ بال اور اون کو پاک قرار دیتے ہیں۔ (۱)

(۵) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مردار کا دودھ بھی پاک ہے، امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک ناپاک ہے، اور یہی دوسرے فقہاء کی رائے ہے، (۲) تاہم خود مشائخ حنفیہ کی صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے، (۳) — مردار کا چمڑا دباغت سے پاک ہوگا یا نہیں؟ اور دباغت کا طریقہ کیا ہوگا، اس سلسلے میں ”جلد“ اور ”دباغت“ کے الفاظ دیکھے جائیں۔

مردار کی خرید و فروخت

شرعاً خرید و فروخت کے درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ جس چیز کو فروخت کیا جا رہا ہو، وہ شریعت کی نگاہ میں مال ہو، اور قابل قیمت ہو، مردار چوں کہ شریعت کی نگاہ میں مال نہیں، اس لئے اس کی خرید و فروخت باطل ہے، نہ درست ہے اور نہ معتبر، البیع بالمیتة و الدم باطل۔ (۴)

میراث

اسلام نے دولت و ثروت کی تقسیم کا جو نظام قائم کیا ہے، اس کا ایک حصہ ”میراث“ ہے، اسلام سے پہلے بعض مذاہب میں صرف مردوں کو ترکہ میں حصہ ملتا تھا، عورتوں کو نہیں ملتا تھا، بعض مذاہب میں میراث کا حقدار صرف ”پہلوٹھا“ یعنی بڑا لڑکا ہوا کرتا تھا، خود عرب سماج میں میراث کے تین بڑی بے اعتدالی پائی جاتی تھی، یتیم بچوں کو بھی میراث سے محروم کر دیا جاتا تھا، اسلام نے اس باب میں بھی ایک منصفانہ، متوازن اور مصالح سے ہم آہنگ قانون دیا۔

دولت کی تقسیم کا وسیع نظام قائم کیا، اور تمام دولت کو خاندان

(۱) دیکھئے: الفقہ الاسلامی و ادلتہ ۵۷۱-۱۵۶، الشرح الصغیر ۴۴۱
(۲) ردالمحتار علی الدر المختار ۳۲۱/۱، ط: دار احیاء التراث العربی
(۳) ہدایۃ ۳۹۶/۳، باب البیع الفاسد
(۴) بدائع الصنائع ۶۳۱

خاتون جو دوسری خاتون کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہے، جیسے بیٹی کے ساتھ مل کر بہن، یہ ”عصبہ مع الغیر“ کہلاتی ہیں۔ (۲)

ذوی الفروض سے جو کچھ بچ رہے، وہ عصبہ کے حصہ میں آئے گا، اور اگر وہ تنہا ہو تو وہی پورے متروکہ کا حق دار ہوگا۔

(۳) اگر عصبات نہ ہوں، تو پھر زوجین کے علاوہ دوسرے ذوی الفروض کو ان کے حصہ شرعی کے تناسب سے ملے گا۔

(۴) اگر ذوی الفروض اور عصبات موجود نہ ہوں، تو اب ذوی الارحام متروکہ میں حقدار ہوں گے، ذوی الارحام سے وہ رشتہ دار مراد ہیں، جو نہ عصبات میں سے ہوں اور نہ ذوی الفروض میں سے، جیسے نواسے، بھانجے، وغیرہ۔

(۵) ان سبھوں کی عدم موجودگی میں متروکہ سے اس شخص کا حق متعلق ہوگا، جس کا نسب معروف نہ ہو، اور متوفی نے اس کے نسب کا اقرار کیا ہو، جیسے وہ کسی کے چچا اور بھائی ہونے کا اقرار کرے۔

(۶) ان کی عدم موجودگی میں وہ شخص متروکہ کا مستحق ہوگا، جس کے لئے اس نے پورے مال کی وصیت کی ہو۔

(۷) اگر کوئی مستحق نہ ہو، تو پھر اس کا متروکہ بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا، (۳) — مولانا نظام الدین کیرانوی نے لکھا ہے کہ چوں کہ فی زمانہ بیت المال موجود نہیں، اس لئے اگر عصبہ نسبی، اور ذوی الارحام وغیرہ موجود نہ ہو، تو بیت المال کے بجائے متروکہ کا یہ حصہ بھی زوجین کو حوالہ کر دیا جائے۔ (۴)

موانع میراث

میراث کا حقدار ہونے کے لئے ضروری ہے، کہ کوئی ایسی

کرتے ہیں، یہ تجہیز و تکفین کے اخراجات میں شامل نہیں ہیں، بلکہ یہ محض فضول خرچی ہے۔

(۲) اس کے بعد جو مال بچ رہے، اس سے سب سے پہلے وہ دین اور قرض ادا کئے جائیں، جو متوفی کے ذمہ تھے، — اس میں بیوی کا مہر بھی داخل ہے اگر زندگی میں ادا نہ کیا ہو۔

(۳) اگر متوفی نے کوئی وصیت کی ہو، تو دین کی ادائیگی کے بعد بچ رہنے والے مال کا ایک تہائی حصہ میں وصیت پوری کی جائے، اگر وارث کے لئے وصیت نہ کی ہو — یہ تو وصیت کے عام اصول کے تحت ہے، اور ایک تہائی مال میں تو وصیت نافذ ہوگی ہی، اگر وصیت ایک تہائی مال سے زیادہ کی ہو، اور تمام ورثاء اس کے نافذ کرنے پر متفق ہوں تو پھر ایک تہائی سے زیادہ میں بھی وصیت کا جاری کرنا درست ہے۔

(۴) اب اس کے بعد جو مال بچ رہے، ان کی ورثاء کے درمیان تقسیم عمل میں آئے گی۔ (۱)

ورثہ میں ترتیب

ورثہ میں بھی ترتیب اس طرح ہے :

(۱) اصحاب فرائض، یعنی وہ ورثہ جن کے حصے قرآن مجید میں مذکور ہیں، (النساء : ۱۲، ۱۱) ان کو ”ذوی الفروض“ بھی کہا جاتا ہے۔

(۲) نسبی عصبہ رشتہ دار، — عصبہ کی تین صورتیں ہیں، اول متوفی کا وہ مرد رشتہ دار جس کی میت کی طرف نسبت میں کسی عورت کا واسطہ نہ ہو، ان کو ”عصبہ بنفسہ“ کہا جاتا ہے، دوسرے وہ خواتین جن کا حصہ نصف یا دو تہائی ہے، وہ اپنے بھائیوں کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں، ان کو اصطلاح میں ”عصبہ بغیرہ“ کہا جاتا ہے، تیسرے وہ

(۱) دیکھئے: السراجی فی المیراث ۵۲۳

(۲) کتاب التعریفات ۱۷۲

(۳) سراجی ۶-۵، اس میں عصبہ بسبب (جن کا تعلق غلام کو آزاد کرنے سے ہے)، اور مولی الموالاة کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، کیوں کہ یہ دونوں صورتیں عملاً اس وقت موجود نہیں ہیں۔

(۴) حاشیہ سراجی ۶

شرط ہے کہ متوفی اور اس کے درمیان کسی عورت کا واسطہ نہ ہو، شوہر، آزاد کرنے والا مولیٰ۔

غور کیا جائے تو ان میں ایک شخص کو ازدواجی رشتہ کی وجہ سے میراث مل رہی ہے، اور ایک کو آزاد کرنے کی نسبت سے، باقی تیرہ اشخاص وہ ہیں کہ جن کو میراث ملنے کا باعث قرابت و رشتہ داری ہے، پھر یہ قرابت بھی چار طرح کی ہے، کچھ تو میت کے اصول ہیں، باپ، دادا، اور اوپر کا آبائی سلسلہ، کچھ میت کے فروع ہیں، بیٹا، پوتا، اور نیچے کا اولادی سلسلہ، کچھ متوفی کے والدین کے فروع ہیں، بھائی، یا بھتیجے، کچھ متوفی کے دادا کے فروع ہیں، چچا اور چچا زاد بھائی۔

مردوں میں دو کی بابت اختلاف ہے، ایک تو مولی الموالاة، (تشریح کے لئے خود لفظ کو دیکھا جائے) کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وارث ہوں گے، دوسرے فقہاء کے نزدیک وارث نہیں ہوں گے، دوسرے ذوی الارحام جیسے نانا، ماموں، نواسے، کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ نیز فقہاء مالکیہ اور شوافع متاخرین ان کو وارث قرار دیتے ہیں، خود امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ وارث نہیں ہوتے۔ (۲)

خواتین میں میراث کے حق دار

خواتین میں دس ہیں، جن کے فی الجملہ وارث ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے، اور وہ یہ ہیں :

بیٹی، پوتی، اور پوتے کے اولادی سلسلہ میں سے کسی کی بیٹی، بشرطیکہ اس کے اور متوفی کے درمیان کوئی عورت کا واسطہ نہ ہو، ماں، نانی اور نانی کے اوپر کا مادری سلسلہ، براہ راست دادی،

بات نہ پائی جائے، جو شرعاً میراث کا حقدار ہونے میں رکاوٹ ہو، جن اسباب کی وجہ سے آدمی حق میراث سے محروم ہو جاتا ہے، وہ ”موانع ارث“ کہلاتے ہیں، چار چیزیں موانع ارث ہیں :

(۱) قتل، یعنی قاتل، مقتول کے مال میں وارث نہ ہوگا، چاہے اس نے قتل عمد کیا ہو یا شبہ عمد، یا قتل خطا، یا قائم مقام خطا، (دیکھئے: قتل) قتل بالسبب مانع وراثت نہیں۔

(۲) اختلاف دین، یعنی مسلمان غیر مسلم کا اور غیر مسلم مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔

(۳) اختلاف دار، یعنی رشتہ مندی کے اعتبار سے جو دو اشخاص مورث اور وارث بنتے، ان میں سے ایک وطن اسلامی مملکت (دارالاسلام) میں ہو، اور دوسرے کا وطن دارالحرب، یعنی ایسے ملک میں ہو، جہاں دستوری طور پر مسلمانوں کو اپنے مذہب پر رہنے کی اجازت نہ ہو۔

(۴) غلام، یعنی غلام اپنے اقرباء سے میراث نہیں پاسکتا، کیوں کہ اس میں مال کا مالک بننے کی صلاحیت نہیں۔ (۱)

مردوں میں میراث کے حق دار

امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فی الجملہ پندرہ مرد ہیں، کہ جو میراث کے مستحق ہو سکتے ہیں :

بیٹا، پوتا، اور پوتا سے نیچے کا اولادی سلسلہ، باپ، دادا، اور اس سے اوپر آبائی سلسلہ، سگا بھائی، سگا بھتیجے، باپ شریک بھائی، باپ کا سگا بھائی، چچا زاد بھائی، باپ کا باپ شریک بھائی، باپ کے باپ شریک بھائی کا بیٹا، ان تمام رشتوں میں

(۱) سراجی ۸-۷، فصل فی الموانع

(۲) ملخص از: احکام الموارث علی مذاہب الائمة الاربعہ (محمد محی الدین عبدالحمید) ۹۲-۹۱

سگی بہن، باپ شریک بہن، ماں شریک بہن، بیوی، آزاد کرنے والی مالکہ۔

مستحق مردوں اور عورتوں کی چار قسمیں بنتی ہیں۔

(۱) وہ جو ذوی الفروض کی حیثیت سے ہی میراث کے مستحق ہوتے ہیں، بحیثیت عصبہ ان کو کوئی حق نہیں ملتا، اور یہ سات ہیں: شوہر، ماں شریک بھائی، بیوی، ماں، ماں شریک بہن، نانی اور اس کا مادری سلسلہ، دادی اور اس کا مادری سلسلہ۔

(۲) جو صرف عصبہ کی حیثیت سے وارث ہوں گے، ذوی الفروض کی حیثیت سے ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا، یہ بارہ ہیں، جن میں گیارہ مرد اور ایک عورت ہے، اور وہ یہ ہیں:

بیٹا، پوتا، اور اس کا اولاد سلسلہ، سگا بھائی، سگے بھائی کا بیٹا، باپ شریک بھائی، اور اس کا بیٹا، باپ کا سگا بھائی، یعنی حقیقی چچا، اور اس کا بیٹا، باپ کا باپ شریک بھائی اور اس کا بیٹا، آزاد کرنے والا آقا، اور آزاد کرنے والی مالکہ۔

(۳) وہ اقارب جن کو ذوی الفروض کی حیثیت سے بھی میراث ملتی ہے، کبھی عصبہ کی حیثیت سے بھی، اور کبھی یہ دونوں حیثیتیں اس میں جمع ہو جاتی ہیں، یہ دو مرد ہیں: باپ اور دادا۔

(۴) جو کبھی ذوی الفروض کی حیثیت سے وارث ہوتے ہیں، اور کبھی عصبہ کی حیثیت سے، لیکن یہ دونوں حیثیتیں اس میں جمع نہیں ہوتیں، یہ چار خواتین ہیں: بیٹی، پوتی، سگی بہن، باپ شریک بہن، خواہ یہ ایک ہوں یا ایک سے زیادہ۔ (۲)

ورثہ کے احوال

جو لوگ شرعاً میراث کے مستحق ہیں، ضروری نہیں کہ ہر حال میں ان کا حصہ یکساں ہو، مختلف حالات میں حصوں کی مقدار میں تفاوت ہو سکتا ہے، اس سلسلہ میں مختلف رشتہ داروں کے حصوں کی تقسیم اس طرح ہے:

ان میں ایک خاتون، ازدواجی رشتہ سے مستحق میراث ہوتی ہے، یعنی بیوی، ایک ملکیت کے رشتہ سے، یعنی آزاد کرنے والی خاتون، باقی آٹھ وہ ہیں، جو قرابت کی بنیاد پر میراث کی حقدار ہیں، پھر یہ اہل قرابت بھی تین طرح کی ہیں، ایک میت کی فروع، بیٹی پوتی، دوسرے، میت کے اصول ماں، دادی اور نانی، تیسرے اصول کی فروع، جیسے سگی بہن، باپ شریک بہن وغیرہ۔

خواتین میں تین کے بارے میں اختلاف ہے، ذوات الارحام، جیسے پھوپھی، خالہ، پھوپھی زاد، خالہ زاد، بہن، نواسی، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور مالکیہ اور شوافع میں متاخرین ان کو وارث قرار دیتے ہیں، امام مالک اور امام شافعی کا اصل مسلک اس کے خلاف ہے، دوسرے مولی الموالاة (دیکھئے: مولی الموالاة) یہ امام ابوحنیفہ کے یہاں وارث ہیں، دوسرے فقہاء کے یہاں نہیں، تیسرے دادی، جب اس کے اور اس کے متوفی کے والد کے درمیان ایک سے زیادہ واسطہ ہو، امام ابوحنیفہ کے نزدیک بالواسطہ دادی اس وقت وارث ہوگی، کہ اس کے اور متوفی کے درمیان کوئی ایسا مرد نہ آئے جو وارث نہیں ہو سکتا، اور قاعدہ یہ ہے کہ جو مرد رشتہ کے اعتبار سے دو عورتوں کے درمیان آئے، وہ وارث نہیں ہو سکتا، یہی رائے امام شافعی کی ہے، دوسرے فقہاء کی رائے اس سے مختلف ہے۔ (۱)

ورثہ کی چار قسمیں

میراث میں حصص کی مقدار کے اعتبار سے مختلف رشتہ داروں کے جو احوال ہیں، وہ ابھی ذکر کئے جائیں گے، اس سے پہلے اجمالاً اس بات کی وضاحت مناسب ہوگی، کہ بحیثیت مجموعی میراث کے

(۲) دیکھئے: حوالہ سابق ۹۳-۹۴

(۱) تفصیل و وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو: حوالہ سابق ۹۳-۹۴

۱- شوہر :

جیسے دادا، نانی، بہن، یا ان کا حصہ کم ہو جاتا ہے۔

شوہر کی دو حالتیں ہیں، (۱) اگر متوفیہ کی اولاد یا اولاد کی اولاد نہ ہو تو نصف اور اگر اولاد یا ان کا اولاد سلسلہ ہو تو ایک چوتھائی خواہ اولاد زینہ ہو یا اناث، — البتہ شوہر کبھی میراث سے مکمل طور پر محروم نہیں ہو سکتا۔

۲- بیوی :

بیوی کی بھی دو حالتیں ہیں، (۲) اگر شوہر متوفی کی اولاد یا اولاد کا سلسلہ اولاد نہ ہو تو چوتھائی، اور ہو تو آٹھواں حصہ (۸/۱) خواہ اولاد زینہ ہو یا اناث، — بیوی بھی بہر حال مستحق میراث ہوتی ہے، کسی رشتہ دار کی وجہ سے وہ میراث سے محروم نہیں رہ سکتی۔

۳- باپ :

باپ کی تین حالتیں ہیں: اول یہ کہ باپ کو صرف اصحاب فروض کی حیثیت سے ملے، جیسے متوفی لڑکے کے بیٹے، پوتے، پر پوتے یا ان کی اولاد زینہ موجود ہو، — دوسری حالت یہ ہے کہ اس کو صرف عصبہ کی حیثیت سے حصہ ملے، اگر میت کی کوئی اولاد موجود نہ ہو، اور اصحاب الفروض میں سے کوئی موجود ہو تو اس کا حصہ نکال کر، باقی سب باپ کا ہوگا، اور اگر اصحاب الفروض میں سے بھی کوئی نہ ہو تو پورا متروکہ باپ کو ملے گا، — تیسری صورت یہ ہے کہ باپ کو اصحاب الفروض میں سے ہونے کی حیثیت سے چھٹا حصہ ملے ہی اور دوسرے اصحاب فروض کو دینے کے بعد جو بیچ رہے، وہ بھی بحیثیت عصبہ مل جائے، جیسے متوفی کی صرف بیٹی، پوتی یا پر پوتی موجود ہو۔

باپ بھی کسی اور قرابت دار کی وجہ سے میراث سے محروم نہیں رہ سکتا البتہ اس کی موجودگی سے بعض رشتہ دار محروم ہو جاتے ہیں،

(۲) سراجی ۱۱-۱۲

(۱) دیکھئے: حوالہ سابق ۹۳-۹۳

(۳) دیکھئے: سراجی ۱۰

۴- دادا :

دادا کی چار حالتیں ہیں، اگر متوفی کا باپ موجود ہو تو وہ محروم ہوگا، باقی تین حالتیں اس کی وہی ہیں، جو باپ کی ہیں، یعنی ان حالتوں میں دادا کو بھی وہی حصہ ملے گا جو باپ کو ملا کرتا تھا، البتہ چار صورتوں کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ (۳)

۵- ماں :

ماں کی تین حالتیں ہیں: اگر متوفی کی اولاد بیٹا یا بیٹی یا ان کے سلسلہ اولاد کے لڑکے یا لڑکیاں موجود ہوں، یا متوفی کے دو یا اس سے زیادہ بھائی یا بہن موجود ہوں، خاص سگے بھائی بہن ہوں یا باپ شریک یا ماں شریک، تو اس صورت میں ماں کا حصہ پورے متروکہ کا چھٹا حصہ (۶/۱) ہوگا، دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے متوفی لڑکے کی مذکورہ اولاد اور بھائی بہن نہ ہوں اس صورت میں اس کا حصہ پورے متروکہ کا ایک تہائی ہوگا، تیسری صورت یہ ہے کہ ماں کے علاوہ متوفی لڑکے کی بیوی کا حصہ نکالنے کے بعد جو بیچ رہے، اس کا تہائی ماں کو ملے گا، مثلاً زینب نے ماں، باپ اور شوہر کو چھوڑا، اور کوئی اولاد نہ چھوڑی تو نصف شوہر کا ہوگا، اور باقی نصف میں ایک تہائی (جو پورے متروکہ کا چھٹا حصہ ہے) ماں کا حصہ ہوگا۔

۶- دادی، نانی :

دادی، نانی کو متروکہ کا چھٹا حصہ (۶/۱) ملے گا، اگر ماں موجود ہو تو دادی، نانی دونوں اور باپ موجود ہو تو دادی کو کچھ نہ ملے گا۔

۷- بیٹی :

بیٹی کی تین صورتیں ہیں: ایک ہی بیٹی ہو، کوئی دوسری اولاد نہ

ہو، تو آدھے متروکہ کی مستحق ہوگی، دو یا دو سے زیادہ صرف بیٹیاں ہوں، تو دو تہائی کی حق دار ہوں گی، — تیسری صورت یہ ہے کہ بیٹیوں کے ساتھ بیٹا بھی ہو، ایسی صورت میں اس کا شمار عصبہ میں ہوگا، یعنی اصحاب الفروض کا حصہ نکالنے کے بعد جو بیچ جائے، اس کی اس طرح تقسیم ہوگی کہ لڑکے کو دو گنا اور لڑکی کو اس کا آدھا ملے۔

۸- پوتی :

پوتی کی چھ صورتیں ہیں: تین صورتیں تو وہی ہیں، جو بیٹی کی ہیں، بشرطیکہ بیٹی نہ ہو، چوتھی صورت یہ ہے کہ متوفی کی ایک بیٹی بھی ہو، تو اسے متروکہ کا چھٹا حصہ بھی ملے گا، پانچویں صورت یہ ہے کہ بیٹیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں، یا متوفی کا ایک بھی بیٹا ہو، تو اس صورت میں پوتیاں محروم ہوں گی، چھٹی صورت یہ ہے کہ پوتیوں کے ساتھ پوتا، یا پر پوتا موجود ہو، ایسی صورت میں یہ عصبہ بن جائے گی، اور اصحاب الفروض کا حصہ نکالنے کے بعد اس طرح تقسیم عمل میں آئے گی کہ پوتا کا حصہ بمقابلہ پوتی کے دو گنا ہوگا۔

۹- ماں شریک بھائی :

ماں شریک بھائی کے بھی تین احوال ہیں: اگر متوفی کی اولاد یا اولاد کی اولاد یا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بھی موجود ہوں، تو اسے کچھ بھی نہیں ملے گا، دوسری صورت یہ ہے کہ یہ اعزہ موجود نہ ہوں اور وہ تنہا ہو، تو اسے چھٹا حصہ ملے گا، اور اگر دو یا اس سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی جو ان سب بھائیوں میں تقسیم ہوگا، اگر ماں شریک بہنیں بھی ہوں تو بھائیوں اور بہنوں کو مساوی حصہ ملے گا۔

۱۰- سگی بہن :

سگی بہن سے ماں باپ شریک بہن مراد ہے، اس کی پانچ صورتیں ہیں :

☆ اگر متوفی کا بیٹا، پوتا، یا اس سے نیچے کا اولاد سلسلہ موجود ہو، یا باپ، دادا موجود ہو، تو اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

☆ اگر ایک ہی سگی بہن ہو، دوسرا بھائی بہن نہ ہو، تو نصف کی حقدار ہوگی۔

☆ اگر دو یا اس سے زیادہ بہنیں ہوں، تو بحیثیت مجموعی دو تہائی کی حق دار ہوں گی۔

☆ اگر کوئی سگا بھائی ہو، تو بھائی کو دو ہرا اور بہن کو اس کے مقابلہ نصف ملے گا، اور یہ عصبہ ہو جائیں گے۔

☆ اگر بہن کے علاوہ متوفی کی بیٹی یا پوتی بھی موجود ہو تو اس صورت میں بھی وہ عصبہ بن جائے گی، اور بیٹی یا پوتی کا حصہ نکالنے کے بعد جو بیچ رہے گا، وہ اس بہن کے حصہ میں آئے گا۔

۱۱- باپ شریک بہن :

باپ شریک بہن کی سات حالتیں ہیں، پانچ تو وہی ہیں جو سگی بہن کی ہیں، چھٹی صورت یہ ہے کہ اگر باپ شریک بہن کے ساتھ ایک سگی بہن بھی موجود ہو تو اس باپ شریک بہن کو چھٹا حصہ (۶/۱) ملے گا، جیسے ایک بیٹی کی موجودگی میں پوتی کو ملا کرتا ہے، ساتویں صورت یہ ہے کہ سگی بہن دو یا اس سے زیادہ ہوں، اور باپ شریک بھائی نہ ہو، تو ایسی صورت میں باپ شریک بہنیں محروم رہیں گی، ہاں اگر باپ شریک بہن کے ساتھ باپ شریک بھائی بھی موجود ہو تو اب وہ عصبہ بن جائے گی، اور سگی بہنوں کا حصہ نکالنے کے بعد جو بیچ رہے، اس میں باپ شریک بھائی بہن اس طرح حصہ پائیں گے، کہ بھائی کے مقابلہ بہن کا حصہ آدھا ہوگا۔

۱۲- ماں شریک بہن :

ماں شریک بہن کے وہی احکام ہیں، جو ماں شریک بھائی کے ہیں۔ (۱)

(۱) حصص شرعی سے متعلق یہ تمام احکام ہراجی ۸۲۲۱ سے ماخوذ ہیں۔

عصبہ کی تین صورتیں

میراث سے متعلق عصبہ رشتہ داروں کا بار بار ذکر آیا ہے، عصبہ کی تین قسمیں ہیں، عصبہ بنفسہ (جو اپنے آپ عصبہ ہو)، عصبہ لغيرہ (جو دوسرے کی وجہ سے عصبہ ہوئے ہیں)، عصبہ مع غیرہ (جو دوسرے کے ساتھ مل کر عصبہ ہوتے ہیں)۔

عصبہ بنفسہ سے وہ مرد مراد ہے، جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں کسی عورت کا واسطہ نہ آئے — یہ کل چودہ مرد ہیں: (۱) متوفی کا بیٹا، (۲) متوفی کا پوتا، پر پوتا وغیرہ، (۳) متوفی کا باپ، (۴) متوفی کا دادا، پردادا وغیرہ، (۵) متوفی کا سگا بھائی، (۶) باپ شریک بھائی، (۷) سگے بھائی کا بیٹا، (۸) باپ شریک بھائی کا بیٹا، (۹) باپ کا سگا بھائی، (۱۰) باپ کا باپ شریک بھائی، (۱۱) سگے چچا کا بیٹا، (۱۲) باپ شریک چچا کا بیٹا، (۱۳) باپ کا سگا چچا، پھر باپ شریک چچا، (۱۴) باپ کے سگے چچا کا بیٹا، پھر اس کے باپ شریک چچا کا بیٹا — عصبہ کے اس قسم کے رشتہ داروں میں یہی ترتیب ملحوظ ہے۔ (۱)

غور کیا جائے تو ان رشتہ داروں کی بحیثیت مجموعی چار صورتیں بنتی ہیں، ایک یہ کہ خود متوفی کی اولاد ہو، جیسے بیٹے، پوتے، پر پوتے وغیرہ، دوسرے وہ جو متوفی کے اصول ہوں، جیسے باپ، دادا، پردادا وغیرہ، تیسرے وہ جن سے متوفی کا اخوت کا رشتہ ہے، جیسے سگا بھائی، باپ شریک بھائی، بھتیجے وغیرہ، چوتھے متوفی کے دادا کی اولاد، جیسے سگا اور چچا زاد چچا، ان کی وراثت میں رشتہ کی قربت ملحوظ ہوگی، قریب کی موجودگی میں دور کے رشتہ دار کو کچھ نہ ملے گا، اگر میت کی اولاد موجود ہے، تو اس کے اصول کو بحیثیت حصہ کچھ نہ ملے گا، گواہ صاحب الفروض ہونے کی حیثیت سے اس کو اس کا حصہ ملے گا، پھر میت کی فروع میں بھی بیٹا موجود ہو تو پوتا محروم رہے گا، اور میت

کے اصول میں باپ موجود ہو تو دادا کو کچھ نہ ملے گا — اسی طرح رشتہ کی قوت بھی ترجیح کا باعث بنے گی، سگا بھائی موجود ہو تو باپ شریک بھائی کا کوئی حصہ نہیں، سگا چچا موجود ہو تو باپ شریک چچا کا کوئی حصہ نہیں۔

عصبہ لغيرہ

عصبہ لغيرہ وہ خواتین ہیں، جن کو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے تہا ہونے کی صورت میں نصف اور دو یا دو سے زیادہ ہونے کی صورت میں دو تہائی ملتا ہے، اگر ان کے بھائی موجود ہوں تو وہ عصبہ ہو جاتی ہیں، بیٹی بیٹے کے ساتھ، پوتی پوتے کے ساتھ، سگی بہن، سگے بھائی کے ساتھ اور باپ شریک بہن، باپ شریک بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائیں گی، یہی چار خواتین عصبہ لغيرہ ہیں، گویا عورت مرد کی وجہ سے عصبہ بن جائے، تو یہ عصبہ لغيرہ کہلاتی ہیں۔

عصبہ مع غیرہ

عصبہ مع غیرہ سے وہ عورت مراد ہے، جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بن جائے، مثلاً بہن، بیٹی کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے۔

محبوب

احکام میراث سے متعلق ایک اور اصطلاح کا ذکر مناسب ہوگا، اور وہ ہے حجب، حجب کی دو قسمیں ہیں: حجب نقصان، حجب حرمان، حجب نقصان سے مراد کسی وارث کے حصہ میں دوسرے وارث کی موجودگی کی وجہ سے کمی پیدا ہو جانے کے ہیں، اگر وہ دوسرے ورثاء نہ ہوتے، تو ان کا حصہ زیادہ ہوتا، یہ پانچ ہیں: شوہر، بیوی، ماں، پوتی، اور باپ شریک بہن، جیسے اولاد نہ ہو تو شوہر کو نصف اور بیوی کو چوتھائی ملتا ہے، اولاد نہ ہو تو شوہر کا حصہ چوتھائی، اور بیوی کا حصہ آٹھواں (۸/۱) ہو جاتا ہے۔ (۲)

شریک اشاعت ہے) مختصر لیکن بہت جامع اور عام فہم ہے، راقم سطور نے بھی ان تحریروں سے استفادہ کیا ہے، میراث سے متعلق بعض اور احکام کے لئے اس کتاب میں، ان الفاظ کو ملاحظہ کرنا مناسب ہوگا: حمل، مفقود، غرق، حرق، ہدمی۔

میل

ایک خاص مسافت کو کہتے ہیں، فقہاء کے یہاں کئی مواقع پر یہ لفظ زیر بحث آیا ہے، خاص کر تیمم اور مسافت سفر کے سلسلہ میں، کیوں کہ بعض فقہاء احناف نے اس وقت تیمم کی اجازت دی ہے، جب پانی کم سے کم ایک میل کے فاصلہ پر ہو، اسی طرح مسافت سفر بھی فرسخ اور میل ہی سے متعلق ہے — فقہاء کے یہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ میل ایک فرسخ کا تہائی ہے، اب ایک میل کی مقدار کیا ہے؟ اس سلسلہ میں اختلاف ہے، علامہ شامی کی تحقیق کے مطابق قول راجح یہ ہے کہ ایک میل چار ہزار ہاتھ (ذراع) کا ہوتا ہے، اور ایک ہاتھ سے مراد چوبیس انگلی ہے، جب کہ ایک انگلی کی چوڑائی چھ چھوٹی جو کے برابر مانی گئی ہے، (۲) فتاویٰ عالمگیری میں بھی تبیین الحقائق سے یہی قول نقل کیا گیا ہے، اور اس کو اقرب الاقوال کہا گیا ہے۔ (۳)

فقہاء کی اس رہنمائی کی روشنی میں میل شرعی اور موجودہ مروجہ میل انگریزی میں فرق واقع ہوگا، مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے رسالہ ”اوزان شرعیہ“ میں اس پر چشم کشا گفتگو فرمائی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ میل شرعی میل انگریزی سے دو سو چالیس گز بڑا ہے، یعنی انگریزی ایک میل اور دو سو چالیس گز ایک میل شرعی کے برابر ہے۔ (۴)

جب حرمان سے وہ ورثہ مراد ہیں، جو دوسرے اقارب کی موجودگی کی وجہ سے میراث سے بالکل ہی محروم ہو جائیں، جیسے بیٹے کی موجودگی میں پوتا، اور باپ کی موجودگی میں دادا میراث سے محروم ہو جائے گا، اس سلسلے میں فقہاء کے یہاں دو قیدی ہیں، ایک یہ جس شخص سے متوفی کی قرابت کسی واسطہ سے ہو، جب تک وہ واسطہ موجود ہو، وہ میراث کا مستحق نہیں ہوگا، جیسے دادا اور پوتا کہ اس سے قرابت باپ اور بیٹے کے واسطے سے ہے، لہذا باپ کی موجودگی میں دادا، اور بیٹا کی موجودگی میں پوتا محروم رہے گا۔

دوسرے قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں نسبتاً دور کا رشتہ دار محروم رہے گا، جیسے بھائی کی موجودگی میں چچا کو اور سگے بھائی کی موجودگی میں باپ شریک بھائی کو حصہ نہیں ملے گا۔ (۱)

(یہ حصص، میراث سے متعلق احکام و قواعد کا خلاصہ ہے، عربی اور اردو زبان میں اس موضوع پر متعدد اہم اور مفید تالیفات موجود ہیں، عربی کتابوں میں، فرائض کی مشہور، مستند اور قدیم کتاب علامہ سراج الدین سجاوندی حنفی کی السراجی فی المیراث تو ہے ہی، علاوہ اس کے ماضی قریب میں بھی اس موضوع پر متعدد اور اہم کتابیں آگئی ہیں، جن میں شیخ محمد محی الدین عبد الحمید کی ”احکام الموارث فی الشریعۃ الاسلامیہ علی مذاہب الائمة الاربعہ“ نہایت نفیس اور عمدہ چیز ہے، اردو زبان میں اس موضوع پر جو کام ہوا ہے، ان میں میرے استاذ گرامی مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کا مختصر رسالہ ”آسان فرائض“ (جو فتاویٰ محمودیہ جلد آٹھ میں

(۱) دیکھئے: سراجی فی المیراث ۲۷

(۲) ہندیہ ۲۷۱

(۳) منحة الخالق علی البحر الرائق ۳۰۱-۳۰۹

(۴) دیکھئے: جواهر الفقہ ۳۳۸/۱

میلین اخضرین

صفا اور مروہ کے درمیان وہ حصہ جہاں تیز چلنا بلکہ ایک گونہ دوڑنا ہے، اس کی نشاندہی کے لئے دونوں طرف سبز پائے بنائے گئے ہیں، ان کو ”میلین اخضرین“ کہا جاتا ہے، بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ میلین اخضرین کے درمیان حقیقی فاصلہ چھ ہاتھ کا ہے۔ (۱)



(۱) دیکھئے: رد المحتار ۵۱۳/۳، (بہ تحقیق شیخ عادل وغیرہ)

نار (آگ)

تین چیزیں مباحات میں داخل ہیں، جس کو روکنے سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزوں سے روکا نہ جائے پانی، آگ، اور گھاس، (۱) نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: کس چیز کا روکنا جائز نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پانی، نمک، آگ — آگ آپ ﷺ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: کہ جس نے آگ دی تو گویا اس آگ سے جو کچھ پکایا گیا ہو سب اس کی جانب سے صدقہ ہے، فکانما تصدقت بجمع مانضجت تلک النار، (۲) چنانچہ مفسرین نے ”ماعون“ یعنی وہ عام چیزیں جس کے نہ دینے کی مذمت کی گئی ہے، اس میں آگ کو بھی شامل رکھا ہے، (۳) — البتہ یہ حکم فقہ کی اصطلاح میں دیانت کے طریقہ پر ہے نہ کہ بہ طریق قضاء، یعنی قانونی اعتبار سے کسی شخص کو اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، یہ محض اخلاقی واجبات میں سے ہے۔

آگ میں جلانے کی ممانعت ہے (دیکھئے: احراق) آگ میں جلنے کی وجہ سے بھی چیزیں پاک ہو جاتی ہیں۔ (دیکھئے: تطہیر)

ناصیہ

پیشانی سے اوپر سر کے اگلے حصے کو ”ناصیہ“ کہتے ہیں، کم سے کم ناصیہ کے بقدر سر کا مسح کرنا حنفیہ کے نزدیک وضوء میں فرض ہے۔ (تفصیل خود لفظ ”وضوء“ میں دیکھی جائے)

ناقہ (اونٹنی)

دیکھئے: اہل

نبات (پودا)

دنیا میں جتنے حیوانات ہیں وہ عام طور پر دو طرح کے ہیں، یا تو ان کی غذا نباتات ہے جیسے: گائے، بھینس، بکری، مرغی وغیرہ، عام طور پر شریعت نے ایسے جانوروں کو حلال رکھا ہے، بعض حیوانات وہ ہیں کہ ان کی غذا گوشت ہے، جیسے شیر، بھڑیا، کتا، سانپ وغیرہ، ایسے جانوروں کو انسان کی غذا کے لئے حرام قرار دیا گیا ہے، انسان کو بھی حالانکہ حیوان ہی کی ایک قسم ہے لیکن اس کے جسم میں ایسی صلاحیت دی گئی ہے کہ وہ نباتاتی اور حیوانی دونوں طرح کی غذائیں استعمال کر سکتا ہے، بلکہ اس کی جسمانی ضروریات کے لحاظ سے دونوں طرح کی غذاؤں کا استعمال ضروری ہے۔

جہاں تک نباتات کی بات ہے، یہ اصلاً حلال ہیں، سوائے اس کے کہ کوئی وجہ ممانعت پائی جائے، نباتات کے کھانے کی ممانعت تین وجوہ سے ہو سکتی ہے، یا تو وہ نشہ آور ہو کیونکہ آپ ﷺ نے ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دیا اور فرمایا: کل مسکر حرام۔ (۴) یا وہ زہر اور انسانی زندگی کے لئے مہلک ہو، کیونکہ آپ ﷺ نے خود کشتی کو حرام قرار دیا اور فرمایا: کہ جو زہر کھا کر خود کشتی کریگا وہ جہنم میں بھی ہمیشہ زہر ہی پیتا رہے گا، (۵) یا ناپاک ہو، نجاست اس کے ساتھ مل گئی ہو، کیونکہ ناپاک چیز کا کھانا جائز نہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گھی میں چوہا گر کر مر جائے تو اگر گھی جما ہوا ہو تو اس کے گرد و پیش کا گھی نکال کر پھینک دو اور کھا لو، اور اگر گھی بہتا ہوا ہو تو اسے بہا دو، (۶) تو اگر ناپاک چیز کا کھانا بھی جائز ہوتا تو آپ ﷺ نے گھی پھینکنے کا حکم نہ فرمایا ہوتا۔

ایسی چیزیں جو زہر اور نشہ آور تو نہ ہوں، لیکن جسم کے لئے

(۱) ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۳۹۸، اسنادہ صحیح

(۲) ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۳۹۹، اسنادہ ضعیف، نیز دیکھئے: موارد الظمان، حدیث نمبر ۱۱۳۲

(۳) بخاری، حدیث نمبر ۶۱۲۳، مسلم، حدیث نمبر ۵۲۱۹، کتاب الاشربة

(۴) دیکھئے: تفسیر قرطبی ۱۵/۲۰-۲۱۳

(۵) بخاری عن میمونہ، حدیث نمبر ۲۳۵-۲۳۶، کتاب الوضوء

(۶) ترمذی، حدیث نمبر ۲۰۴۳، کتاب الطب

نقصان وہ ہوں جیسے تمباکو، ان کا کھانا یا ان کا سگار اور حقہ پینا مکروہ ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے ایسی چیزوں سے منع فرمایا ہے جو صحت کو نقصان پہنچانے والی (مفتر) ہو، نہی عن کل مسکر و مفتر، (۱) نیز اس لئے بھی کہ جسم اللہ کی امانت ہے اور اس کی حفاظت میں کوتاہی امانت میں خیانت کرنے کے مترادف ہے۔ واللہ اعلم

نبش (کفن کی چوری)

نبش کے معنی کسی چیز کو کھود کر نکالنے کے ہیں، جب اس کی نسبت قبر کی طرف کی جائے تو قبر سے مردے یا مردے کی ہڈیوں کے نکالنے کو کہتے ہیں، نباش کفن چور کو بھی کہا جاتا ہے۔ قبر کھود کر مردہ یا اس کی ہڈیوں کو نکالنے والے اور کفن چور کی نسبت سے یہ لفظ کتب فقہ میں استعمال ہوا ہے۔

تدفین کے بعد قبر کھولنے کا حکم

مردہ کی حرمت اور اس کی تکریم کا تقاضا ہے کہ مردہ کی تدفین کے بعد اس کی قبر کھولی نہ جائے، کیونکہ اس میں بے ستری کا اندیشہ ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ دفن کے بعد طبعی اسباب یا عذاب قبر کی وجہ سے اس کے جسم میں مذموم قسم کا تغیر پیدا ہو گیا ہو، قبر کھولنے کی صورت میں ایسے عیوب کا اظہار اور اس کی تشہیر ہو سکتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اس کے اکرام و احترام کے منافی ہے۔

اسی لئے عام حالت میں قبر کو کھولنا یا لاش کو قبر سے نکالنا جائز نہیں، (۲) البتہ بعض اعدار اور ضروریات کی وجہ سے قبر کھولنے کی گنجائش ہے، جس کا فقہاء نے ذکر کیا ہے اور اس کی دلیل خود رسول اللہ ﷺ کا عبد اللہ ابن ابی کی قبر سے اس کی نعش کو نکالنا ہے، چنانچہ اگر مردہ کو کسی دوسرے کی زمین میں بلا اجازت دفن کر دیا گیا اور

مغصوبہ زمین کا مالک اس کے باقی رہنے دینے یا اس کی قیمت لینے کے لئے تیار نہیں تو مردہ کو اس قبر سے نکالا جاسکتا ہے، ویسے مالک زمین کو اس بات کا اختیار ہے کہ چاہے تو قبر کے حصہ کو بھی برابر کر کے اس پر کھیتی کر لے بشرطیکہ اس نے اس کی قیمت وصول نہ کی ہو، (۳) اسی طرح اگر قبر میں کوئی قیمتی سامان دفن ہو گیا ہو تو احتیاط کے ساتھ قبر کو کھودنا اور سامان نکالنے کے بعد قبر کو درست کر دینے کی گنجائش ہے، (۴) البتہ اگر میت کو قبلہ کی طرف رخ کئے بغیر قبر میں لٹا دیا گیا یا جدھر پاؤں ہونا چاہئے اُدھر سر یا جس طرف سر ہونا چاہئے اُدھر پاؤں رکھ دیا گیا، تو قبر کھولنے کی ضرورت نہیں۔ (۵)

قبر پر نماز جنازہ

اسی طرح اگر بغیر غسل کے تدفین ہو گئی جب بھی قبر کھود کر مردہ نکالا نہیں جائے گا، اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، نیز اگر غسل دے کر دفن کیا گیا، لیکن نماز جنازہ اس پر نہیں ہوئی تو امام ابو یوسفؒ کے ایک قول کے مطابق تین دنوں کے اندر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے، اس کے بعد نہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ دن کا اعتبار نہیں بلکہ جب تک لاش پھٹی نہ ہو اس وقت تک نماز پڑھنے کی گنجائش ہے، (۶) اور یہی صحیح ہے، اس لئے کہ مختلف علاقوں کے موسم کے لحاظ سے جسم کے پھٹنے کی مدت میں فرق ہو سکتا ہے۔

قبرستان میں مسجد

اگر قبرستان میں مسجد واقع ہو اور مسجد تنگ پڑ رہی ہو، نیز مسجد کے قریب کی قبریں پرانی اور بوسیدہ ہوں تو اس بات کی گنجائش ہے کہ قبرستان کے حصہ میں مسجد کی توسیع کر دی جائے، اور اس میں جو ہڈیاں وغیرہ نکلیں ان کو نکال کر کہیں اور دفن کر دیا جائے، (۷)

(۱) مسند احمد و ابوداؤد عن أم سلمة بسند صحيح، الجامع الصغير مع الفيض ۳۳۸/۶

(۲) بدائع ۳۱۵/۱

(۳) ہندیہ ۶۷/۱

(۴) حوالہ سابق

(۵) حوالہ سابق

(۷) عمدة القاری ۱۵۲/۱۰، ہندیہ ۱۳۱/۱

(۶) بدائع الصنائع ۳۱۵/۱

نے حضرات فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس بارے میں استفسار کیا تو سبھی اس بات پر متفق تھے کہ ایسے شخص کو مار پیٹ کی جائے اور پورے مدینہ میں پھرایا جائے، (۶) — حقیقت یہ ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے علامہ زیلعی کی تحقیق کے مطابق ضعیف ہے، اب دونوں نقطہ نظر پر آثار صحابہ ہی رہ جاتے ہیں، اور احتیاط بہر حال ”حد“ سے بچنے میں ہے، اس لئے امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا نقطہ نظر صحیح معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک بھی کفن چور کا حکم عام چور ہی کا ہے اور اس پر چوری کی شرعی سزا جاری کی جائے گی۔ (۷)



یہ لفظ ”نبأ“ سے ماخوذ ہے، اور اس کے معنی ”خبر“ کے ہیں، عربی زبان میں فعلیل کا وزن کسی بات میں مبالغہ کو ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے، اسی لئے قرآن مجید نے بہت سی صفات باری کو اسی وزن سے تعبیر کیا ہے، جیسے: نصیر، خبیر، کریم وغیرہ، نبی بھی اسی وزن پر ہے، کیونکہ نبی اللہ کی طرف سے خبر دینے والا ہوتا ہے، اس کے اخیر میں ہمزہ کے ساتھ بھی تلفظ کیا جاسکتا ہے، اور بغیر ہمزہ کے بھی؛ تاہم بہتر ہے کہ بغیر ہمزہ کے ”نبی“ کہا جائے، (۸) — نبأ کے مقابلہ میں ”تباء“ کا لفظ ہے تباء کے معنی بہ تکلف ”خبر“ دینے کے ہیں یعنی خلاف واقعہ خبر، اسی لئے جھوٹے مدعی نبوت کو ”متنبی“ کہا جاتا ہے۔

بعض حضرات نے نبی کو ”نباوة“ سے مشتق مانا ہے ”نباوة“ اور ”نباوة“ کے معنی بلند زمین کے ہیں، کیونکہ نبی بھی بلند مرتبت اور عالی درجہ ہوتا ہے، لیکن ترجیح اسی کو ہے کہ یہ ”نبأ“ سے ماخوذ ہے،

البتہ اس کا خیال رکھا جائے کہ ہڈیاں توڑی نہ جائیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردہ کی ہڈیوں کو توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈیوں کو توڑنا، (۱) اگر غیر مسلموں کا قبرستان مسلمان خرید کر لیں تو اس بات کی گنجائش ہے کہ ہڈیاں نکال کر منتقل کر دی جائیں اور مسلمانوں کے قبرستان یا مسجد وغیرہ کے مصرف میں بھی ان کو استعمال کیا جائے، البتہ ان کی ہڈیوں کا بھی انسانی نقطہ نظر سے احترام ملحوظ رکھا جائے، (۲) چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جگہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر فرمائی وہاں پہلے مشرکین کی کچھ قبریں بھی تھیں، جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکلوادیا تھا۔ (۳)

کفن چوری کی سزا

کفن کی چوری حد درجہ دنائت اور خساست کی بات ہے، امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک گو کفن چور کی تعزیر اور مناسب سزائش کی جائے گی، لیکن چوری کی جو شرعی سزا ”ہاتھ کاٹنا“ مقرر ہے، کفن چور پر یہ سزا نافذ نہیں ہوگی؛ کیونکہ چوری مال محفوظ کے لئے لینے کا نام ہے، اور کفن مال غیر محفوظ ہے، کیونکہ مردہ خود اپنے کفن کی حفاظت نہیں کر سکتا، امام ابو یوسف کے نزدیک کفن چور کے بھی ہاتھ کاٹے جائیں گے، (۴) چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کفن چرائے اس کے ہم ہاتھ کاٹیں گے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہمارے مردوں سے چوری کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے زندہ سے چوری کرنے والا، (۵) امام ابوحنیفہ کے پیش نظر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ کفن چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب مدینہ میں ایک ایسا مقدمہ سامنے آیا اور والی مدینہ

(۱) ابوداؤد، حدیث نمبر ۳۲۰۷، کتاب الجنائز

(۲) نسائی، حدیث نمبر ۷۰۳، کتاب المساجد

(۳) نصب الراية ۶۷۳-۳۶۶، بحوالہ بیہقی فی کتاب المعرفة

(۴) الفقه الاسلامی وادلتہ ۱۱۳۶

(۲) درمختار ورد المختار ۷/۷

(۳) البحر الرائق ۵۵/۵

(۴) نصب الراية ۶۸/۳-۳۶۷، بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ

(۸) دیکھئے: القاموس المحيط ۶۷، النہایہ لابن اثیر ۳/۵

اور یہی معنی کارِ نبوت کو ظاہر کرتا ہے۔ (۱)

نبی اور رسول میں فرق

نبی اور رسول میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے، علامہ ابن ہمام کے نزدیک یہ دونوں ہم معنی الفاظ ہیں اور نبی و رسول میں کوئی فرق نہیں، لیکن اکثر اہل علم کے نزدیک نبی اور رسول میں معنی و مصداق کے اعتبار سے کسی قدر فرق پایا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے اس کی تائید ہوتی ہے:

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی . (الحج : ۵۲)

آیت میں نبی اور رسول کا عطف کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے اور عطف دو چیزوں کے ایک دوسرے سے مختلف ہونے کو ظاہر کرتا ہے، اسی لئے قاضی عیاضؒ نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک نبی عام ہے اور رسول خاص۔ (۲)

پھر جن حضرات نے رسول اور نبی میں فرق کیا ہے ان کے درمیان بھی اس بارے میں اختلاف ہے، کہ بناء فرق کیا ہے؟ ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ رسول وہ ہے جو نئی شریعت لے کر آئے یا شرائع سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرے، اس کے لئے صاحب شریعت ہونا ضروری نہیں، جس پر بھی وحی نازل ہوئی وہ نبی ہے، جس کا سلسلہ پیغمبر اسلام ﷺ پر ختم ہو چکا۔

دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ جس نبی کو اللہ تعالیٰ نے دوسری اقوام میں بھی دعوت و تبلیغ کا حکم دیا ہو وہ رسول ہے اور جس کو حکم نہ دیا گیا ہو وہ نبی ہے، غالباً یہی منشا ہے شیخ علی بن ابی العزائمیؒ کی اس عبارت کا کہ: "امرہ ان یبلغ غیرہ فہو نبی و رسول وان لم یامر ان یبلغ غیرہ فہو نبی ولیس برسول"۔ (۳) واللہ اعلم

انبیاء کی عصمت

انبیاء و رسل کی حیثیت انسانیت کے لئے اسوہ و نمونہ کی ہے، اسی لئے انبیاء معصوم ہوتے ہیں تاکہ ان کی حیات طیبہ کو انسان اپنے لئے اسوہ بنا سکے، اگر پیغمبر بھی اسی طرح گناہوں اور غلطیوں کا مرتکب ہو جیسے عام انسان ہوتے ہیں تو پھر کیسے اس کے قول و فعل کو اسوہ بنایا جاسکے گا؟ — البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ کن گناہوں اور کس درجہ کی غلطیوں سے انبیاء معصوم و محفوظ ہوتے ہیں؟ اس سلسلہ میں تفصیل ہے اور تفصیلات میں خود اہل سنت و الجماعت کے درمیان بھی کسی قدر اختلاف رائے ہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ نبوت کے بعد ان سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہیں ہو سکتا۔ (۴)

(۲) اس بات پر بھی اجماع ہے کہ منصب نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد ایسی کسی بات کا ارتکاب ان سے نہیں ہو سکتا جو خست اور دنائت کے قبیل سے ہو اور جو ان کے منصب و مقام سے فروتر ہو۔ (۵)

(۳) اس بات پر بھی امت کا اجماع ہے کہ پیغمبر نبوت ملنے سے پہلے اور نبوت ملنے کے بعد کفریہ قول و فعل کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ (۶)

(۴) اس بات پر بھی اجماع ہے کہ نبوت کے بعد احکام شریعت اور ارشاد و ہدایت کی بابت عمداً جھوٹ نہیں بول سکتا۔ (۷)

(۵) کیا پیغمبر کی زبان سے سہواً کوئی جھوٹ بات صادر ہو سکتی ہے؟ اس میں اختلاف ہے، لیکن اہل علم کے نزدیک پیغمبر سے سہواً بھی جھوٹ صادر نہیں ہوتا، (۸) — اور یہی صحیح ہے ورنہ تو

(۲) حاشیہ شاہ عبدالعزیز دہلوی علی شرح العقائد ۱۳۷

(۳) شرح عقیدۃ الطحاوی ۱۰۸/۱

(۶) إرشاد الفحول ۳۳

(۸) شرح عقائد ۱۳۹

(۱) دیکھئے: النہایۃ ۱۱/۵-۳

(۳) کتاب اصول الدین، منصور القاہر البغدادی ۵۴

(۵) إرشاد الفحول ۳۳

(۷) شرح عقائد نسفیہ للتفتازانی ۱۳۹

انبیاء کی ہدایات مشکوک ہو جائیں گی۔

سہو و نسیان

انبیاء سے سہو و نسیان ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں ابواسحاق اسفرائینی اور اہل علم نے انبیاء سے سہو و نسیان کو بھی ناممکن قرار دیا ہے (۶) لیکن اکثر اہل علم کے نزدیک سہو و نسیان کا صدور ممکن ہے، بلکہ بعض حضرات نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے، (۷) کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

انابشر مثلکم انسی کما تنسون نسیت
فلذکرونی، (۸) — اور اس سے شاید ہی انکار ممکن ہو کہ آپ ﷺ سے متعدد مواقع پر سہو و نسیان کا صدور ہوا ہے، نماز میں بھی، قرآن مجید کی تلاوت میں بھی اور بعض دیگر مواقع پر بھی، اس لئے صحیح یہی ہے، انبیاء سے سہو و نسیان کا صدور ہوتا ہے، البتہ تبلیغ دین اور احکام شرعیہ کے اظہار و بیان میں انبیاء سے سہو و نسیان نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ انکا اصل فریضہ منصبی ہے، اور اگر اس میں سہو و نسیان ہو تو ان کی شان ہدایت پر حرف آتا ہے، اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ انبیاء کے سہو و نسیان کا امکان ہے یا نہیں؟ اور اکثر اہل علم کے نزدیک ایسا ممکن ہے۔ (۹)

اہانت انبیاء

انبیاء کا احترام واجب ہے، اور انبیاء کی اہانت باعث کفر، ممتاز حنفی فقیہ عبدالرشید طاہر بخاری نے اس سلسلہ میں تفصیل سے گفتگو کی ہے، فرماتے ہیں:

وفی المحيط : من شتم النبی صلی اللہ
علیہ وسلم وأهانہ أو عابہ فی أمور دینہ أو

(۶) ایسے گناہ صغائر جن سے دنائت اور خسرت کا اظہار نہ ہوتا ہو، کیا پیغمبروں سے ان کا صدور ہو سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں بھی اختلاف ہے، سہو اتو ایسی باتوں کا ارتکاب ہو سکتا ہے اس پر اتفاق ہے، (۱) عمد اس کے صادر ہونے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، امام الحرمین نے اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے کہ انبیاء سے صغائر کا بھی صدور نہیں ہوتا، اور قاضی عیاض نے امام طبری اور فقہاء و محدثین کی اکثریت کا نقطہ نظر نقل کیا ہے کہ انبیاء سے صغائر کا ارتکاب ہو سکتا ہے، یہی رائے امام رازی کی بھی ہے، (۲) علامہ تفتازانی نے لکھا ہے کہ یہی جمہور کی رائے ہے۔ (۳)

البتہ انبیاء سے اگر صغائر کا ارتکاب ہو جائے تو من جانب اللہ ان کو اس پر متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ (۴)

(۷) الفقہ الاکبر جو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے، اس میں فرمایا گیا ہے کہ انبیاء کبار و صغائر گناہوں سے معصوم ہیں، البتہ زلیتیں اور لغزشیں ہو سکتی ہیں، پھر شارح کتاب ملا علی قاری نے اس کو مثال سے واضح کیا ہے، کہ جیسے حضرت آدم علیہ السلام سے شجر ممنوعہ کے کھانے کا ارتکاب ہوا تھا، (البقرہ : ۳۵) اسی طرح کی لغزشیں مراد ہیں، (۵) اور جن حضرات نے انبیاء سے صغائر کے ارتکاب کو جائز قرار دیا ہے، انہوں نے اس طرح کے واقعات کو مثال میں پیش کیا ہے، اس لئے صحیح یہی ہے کہ صغائر اور لغزشوں کا صدور پیغمبر سے بھی ہو سکتا ہے، اور غالباً اللہ تعالیٰ پیغمبروں سے اس کا ارتکاب کراتے ہیں تاکہ بشریت اور ان کے انسان ہونے کا پہلو لوگوں کی نگاہ میں رہے۔ واللہ اعلم

(۱) شرح عقائد ۱۳۰

(۲) شرح عقائد ۱۳۰، الأحکام للآمدی ۲۲۵/۱

(۳) دیکھئے: شرح فقہ اکبر ۸۹-۹۰

(۴) إرشاد الفحول ۳۵

(۵) إرشاد الفحول ۳۵

(۲) إرشاد الفحول ۳۳

(۳) إرشاد الفحول ۳۳، شرح عقائد ۱۳۰

(۴) دیکھئے: الأحکام للآمدی ۲۲۲/۱، شرح فقہ اکبر ۹۰

(۵) بخاری، رقم الحدیث ۴۰۱، باب التوجیہ نحو الخ

بابت علامہ شامیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ حنفیہ اور شوافع کے نزدیک اس کی توبہ مقبول ہوگی، خواہ وہ مسلمان تھا اور شتم رسول کا ارتکاب کر کے مرتد ہو گیا یا کافر تھا، اور اسلام قبول کر لیا ہو، مالکیہ اور حنابلہ سے اس سلسلے میں دو روایتیں منقول ہیں، لیکن امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا قول مشہور یہی ہے کہ ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہوگی، (۲) بہ ہر صورت اس بات پر امت کا اجماع اور ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ شتم رسول کافر اور موجب قتل ہے۔ (۳)

انبیاء کے فضلات

انبیاء کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ ان کے فضلات (پیشاب، پانسخانہ) پاک ہیں، آنحضور ﷺ کے بول و براز کے بارے میں شوافع اور حنفیہ نے اس کی صراحت کی ہے، اور حافظ ابن حجرؒ کا بیان ہے کہ اس پر بکثرت دلائل موجود ہیں۔ (۴)

نیند ناقض وضوء نہیں

انبیاء کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ ان کی نیند ناقض وضوء نہیں ہوتی، (۵) کیونکہ وضوء ٹوٹنے کا اصل باعث یہ ہے کہ بعض دفعہ نیند کی حالت میں نواقض کا صدور ہوتا ہے، اور آدمی اس کا ادراک نہیں کر پاتا، نبی کی شان یہ ہے کہ گو اس کی آنکھ بند ہو لیکن قلب بیدار رہتا ہے، اور کسی وقت بھی شعور و ادراک سے محروم نہیں ہوتا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تنام عینای ولا ینام قلبی . (۶) اسی لئے انبیاء کا خواب بھی وحی الہی کے حکم میں ہوتا ہے۔

انبیاء اور ان کے خاندان کے لئے زکوٰۃ

حضرات انبیاء اپنے آپ کو تہمت اور بدگمانیوں کے مواقع

فی شخصہ او فی وصف من اوصاف ذاته سواء كان الشاتم مثلاً من امته او غيرها وسواء كان من اهل الكتاب او غيره ، ذميا كان او حربيا ، سواء كان الشتم او الإهانة او العيب صادراً عنه عمداً او سهواً او غفلة او جذاً او هزلاً فقد كفر خلوداً بحيث ان تاب لم يقبل توبته ابداً لا عند الله ولا عند الناس وحكمه في الشريعة المطهرة عند المتأخرين المجتهدين إجماعاً وعند المتقدمين القتل قطعاً . (۱)

محیط میں ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہا، آپ کی اہانت کی، یا کسی دینی معاملہ میں یا شخصی معاملہ میں یا کسی ذاتی وصف میں عیب لگایا، تو برا بھلا کہنے والا چاہے مسلمانوں میں سے رہا ہو یا غیر مسلموں میں سے، اہل کتاب میں سے ہو، یا غیر اہل کتاب میں، ذمی ہو یا حربی، نیز چاہے سب و شتم، اہانت یا عیب لگانا عمداً ہو یا سہواً، غفلت میں ہو یا ارادہ، یا ہنسی مذاق میں، بہر صورت وہ ہمیشہ کے لئے کافر ہے، یہاں تک کہ اگر توبہ بھی کر لے تو توبہ قبول نہیں ہوگی، نہ عند اللہ اور نہ عند الناس، اور شریعت مطہرہ میں متاخرین کے نزدیک اجماعاً نیز متقدمین کے نزدیک بھی ایسے شخص کی سزا یقینی طور پر قتل ہے۔

شتم رسول کی توبہ

تاہم شتم رسول کی توبہ کے مقبول ہونے اور نہ ہونے کی

(۱) خلاصة الفتاوى ۳۸۶/۳

(۲) حوالہ سابق

(۳) ابوداؤد، حدیث نمبر ۲۰۲، باب الوضوء عن النوم

(۲) ردالمحتار ۹۱/۳-۲۹۰

(۳) دیکھئے: ردالمحتار ۲۱۲/۱

(۶) ابوداؤد، حدیث نمبر ۲۰۲، باب الوضوء من النوم، کتاب الطہارۃ

انبیاء کے مال میں زکوٰۃ نہیں

چونکہ انبیاء کا سارا کچھ اللہ کی راہ میں وقف ہوتا ہے، اسی لئے خود انبیاء کے مال میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، فقہاء نے اس کی مصلحت یہ لکھی ہے کہ زکوٰۃ کا مقصد مال کی گندگی کو دور کرنا ہے اور حضرات انبیاء کرام کا مال ہر طرح کی گندگی سے مبرا ہے، اس لئے ان کے مال میں زکوٰۃ واجب قرار دینے کی ضرورت نہیں۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی اس آیت سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ ”جب تک میں زندہ رہوں مجھے اللہ نے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے“ (مریم: ۳۱) سے شبہ ہو سکتا ہے، لیکن اہل علم کا خیال ہے کہ اس سے مراد زکوٰۃ الفطر (صدقۃ الفطر) یا حکم زکوٰۃ کی تبلیغ یا زکوٰۃ نفس یعنی ان رذائل سے تزکیہ مراد ہے جو انبیاء کے شایان شان نہیں۔ (۵) واللہ اعلم



عربی زبان میں ”نبذ“ کے معنی پھینکنے اور ڈالنے کے ہیں، جس چیز کو ڈالا جائے اس کو لغت میں نبیذ کہتے ہیں، (۶) — فقہاء کے نزدیک نبیذ وہ مشروب کہلاتا ہے، جس میں کھجور وغیرہ ڈالا جائے اور اس کی وجہ سے پانی میں حلاوت پیدا ہو جائے۔ (۷)

نبیذ کی حلت و حرمت

عام طور پر کتب فقہ میں نبیذ سے متعلق دو مسائل زیر بحث آئے ہیں، اول وہ خاص نبیذ جو بطور مشروب کے استعمال کیا جاتا تھا، اس سلسلہ میں دو قسم کی نبیذ کا ذکر ملتا ہے، ایک کشمش کی نبیذ یعنی ایسا پانی جس میں کشمش ڈالی گئی ہو اسے معمولی طور پر پکا یا گیا ہو،

سے بالاتر رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے اور اپنے اہل خاندان کے لئے زکوٰۃ کو روا نہیں سمجھتے تھے، من جملہ دوسری مصلحتوں کے اس کی ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ لوگوں کو اس بدگمانی کا موقع نہ مل پائے کہ نبوت کا ڈھونگ (نعوذ باللہ) زکوٰۃ وصول کرنے اور اپنے خاندان پر خرچ کرنے کے لئے رچایا گیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے آپ پر اور اپنے اہل خاندان پر زکوٰۃ و صدقات کو حرام قرار دیا، ان الصدقة لاتحل لنا، (۱) — یہ بات تو حضور ﷺ نے اپنے اور اپنے اہل خاندان کے بارے میں فرمائی، رہ گئے دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور ان کی اولاد، تو اس بارے میں اختلاف ہے، لیکن قول معتمد یہ ہے کہ خود حضرات انبیاء کے لئے تو صدقہ حلال نہیں تھا، لیکن ان کے خاندان کے لئے حلال ہے، واعتمد فی النہر حلہا لا قربانہم لالہم۔ (۲)

انبیاء اور میراث

اسی قبیل سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ انبیاء کرام کا متروکہ صدقہ ہوا کرتا ہے، ان کے اقرباء کا حصہ میراث اس سے متعلق نہیں ہوتا، چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، اس میں میراث جاری نہیں ہوگی، لانورث ماتر کنا صدقۃ، (۳) اسی لئے فقہاء نے نبوت کو بھی موانع میراث میں سے مانا ہے، نہ انبیاء کے مال میں میراث جاری ہوگی اور نہ خود انبیاء اپنے اقرباء کے مال میں میراث کے حق دار ہوں گے، یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہئے کہ حضرت خدیجہؓ کے مال میں آپ ﷺ کو میراث حاصل ہوئی، حقیقت یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے اپنی حیات ہی میں سارا مال آپ ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا۔ (۴)

(۲) درمختار ۶۷/۲

(۳) ردالمحتار ۳۹۰/۵

(۶) دیکھئے: القاموس المحيط ۳۳۲

(۱) ترمذی ۸۷

(۳) بخاری ۹۹۵/۲

(۵) دیکھئے: ردالمحتار ۲/۲

(۷) خانیہ علی ہامش الہندیہ ۱۸/۱

بعض برتن کے استعمال کی ممانعت پھر اجازت

ابتداء اسلام میں آپ ﷺ نے ایسے برتنوں کے استعمال سے منع فرما دیا تھا، (۵) جس میں شراب بنائی جاتی تھی، ایسے چار برتنوں کا ذکر احیث میں وارد ہے، ”دباء“ یعنی کدو کو کھوکھلا کر کے بنایا جانے والا برتن، ”حلتیم“ (سبز ٹھیلے اور گھڑے) ”مزفت“ یعنی ایسا برتن جس میں ایک خاص قسم کا روغن لگایا ہوا ہوتا تھا اور ”نقیہ“ کھجور اور کسی درخت کی جڑ کو اندر سے کھوکھلا کر کے بنایا جانے والا برتن۔ بعد کو آپ ﷺ نے ان برتنوں کے استعمال کی اجازت بھی دیدی تھی، (۶) اس لئے ان برتنوں میں بھی نبیذ بنانا جائز ہے۔ (۷)

نبیذ تمر سے وضوء

نبیذ سے متعلق دوسرا اہم مسئلہ نبیذ تمر سے وضوء کرنے کا ہے، اگر پانی میں کھجور ڈالنے کے بعد نہ اُسے پکایا گیا نہ نشہ پیدا ہوا، نہ پانی میں کوئی تغیر آیا، نہ مٹھاس پیدا ہوئی اور نہ پانی کا پتلا پن ختم ہوا، تو بالاتفاق ایسے پانی سے وضوء کرنا جائز ہے، اگر کھجور کو پانی میں اُبالا گیا یا اس میں نشہ پیدا ہو گیا یا پانی کا پتلا پن ختم ہو گیا تو بالاتفاق اس سے وضوء کرنا جائز نہیں۔

البتہ ایسی نبیذ جس میں پتلا پن تو باقی ہو لیکن مٹھاس پیدا ہو گئی ہو، البتہ نہ اسے پکایا گیا ہو اور نہ نشہ پیدا ہوا ہو، اس صورت کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، سفیان ثوری کے نزدیک اس سے وضوء کیا جاسکتا ہے، (۸) امام ابوحنیفہ کا بھی قول مشہور یہی ہے؛ کیونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے وضوء کے لئے پانی مانگا، میں نے عرض کیا کہ

اس میں جوش آ گیا ہو اور شدت پیدا ہو گئی ہو، دوسرے نبیذ تمر یعنی پانی میں کھجور ڈالی گئی ہو پھر اسے پکایا گیا ہو، یا نہ پکایا گیا ہو، لیکن جوش و شدت پیدا ہو گئی ہو اور جھاگ اٹھنے لگی ہو، ان دونوں ہی صورتوں میں اگر شدت نہ پیدا ہوئی ہو تو بالا جماع حلال ہے، اور اگر نشہ کی کیفیت پیدا ہو گئی ہو اور اتنا پی لیا جائے کہ اس سے نشہ پیدا ہو جائے تو بالاتفاق حرام ہے اور اس کی وجہ سے حد بھی واجب ہوگی، اگر اتنی مقدار میں پی کہ جس سے نشہ پیدا نہیں ہو تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کی گنجائش ہے، امام محمد کے نزدیک وہ بہر حال حرام ہے، کم مقدار ہو یا زیادہ، پھر امام محمد کے ایک قول کے مطابق اس پر حد بھی جاری ہوگی، اور ایک قول کے مطابق حد جاری نہ ہوگی، گنہ گار ہوگا، لیکن فقہاء کے نزدیک فتویٰ امام محمد کے اس قول پر ہے کہ اس کا پینا بھی حرام ہے اور اس کی وجہ سے حد بھی جاری ہوگی، (۱) جو، گیہوں، انجیر اور شہد کی شراب کا بھی یہی حکم ہوگا، اسی لئے قاضی خان نے مطلق لکھا ہے کہ جس مشروب میں بھی نشہ کی کیفیت پیدا ہو جائے اس کا پینا حرام ہے، فان کان مسکورا لایحل شربه (۲) دوسرے فقہاء کی رائے بھی یہی ہے کہ جس مشروب میں نشہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہو وہ مطلقاً حرام ہے چاہے وہ کم مقدار میں پی جائے یا زیادہ مقدار میں، اور چاہے بالفعل اس سے نشہ پیدا ہو یا نہ ہو، (۳) اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو چیز نشہ آور ہے اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ بہر صورت حرام ہے، ما اسکر کثیرہ

فقہیہ حرام - (۴)

(۱) دیکھئے: ہندیہ ۳۱۲/۵

(۳) المغنی ۳۹۵/۱۲

(۵) ترمذی ۸/۲

(۷) البحر الرائق ۲۱۹/۸

(۲) خانیہ علی ہامش الہندیہ ۱۸/۱

(۴) ترمذی ۸/۲، باب ماجاء ما اسکر کثیرہ فقہیہ حرام

(۶) حوالہ سابق

(۸) ترمذی، باب الوضوء بالنبیذ، حدیث نمبر ۸۸

والزيت والدهن اذا اتن لا يحرم ، والطعام اذا تغير واشتد تنجس والاشربة بالتغير لا تحرم ، كذا في خزنة الفتاوى . (۵)
گوشت میں سڑن پیدا ہو جائے تو اس کا کھانا حرام ہے، گھی، دودھ، تیل، اور زیتون کا تیل سڑ جائے تو حرام نہیں ہے، کھانے میں تغیر پیدا ہو جائے اور جھاگ اٹھ جائے تو ناپاک ہے، مشروبات تغیر کی وجہ سے حرام نہیں ہوتے۔

نثار (لٹانا)

”نثار“ کے معنی بکھیرنے کے ہیں، — زمانہ قدیم ہی سے خوشی اور بالخصوص شادی بیاہ کے مواقع پر روپے، پیسے اور میٹھی چیزوں کے بکھیرنے کا طریقہ مروج ہے، مالکیہ اور شوافع کے یہاں اس طرح کسی چیز کا بکھیرنا، لٹانا اور حاضرین کا اسے لوٹ کر حاصل کرنا گومباح ہے لیکن کراہت سے خالی نہیں، (۶) حنفیہ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے، (۷) امام احمد سے دو قول منقول ہے، ایک قول کراہت کا اور یہی ان کے نزدیک زیادہ مشہور ہے، دوسرا قول مکروہ نہ ہونے کا، بعض فقہاء حنابلہ نے اسی کو ترجیح دیا ہے، (۸) جو لوگ مکروہ قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اس میں چھیننے اور جھیننے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (۹)
جو حضرات اس کو بلا کراہت جائز کہتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ لوٹنے کی ممانعت اس وقت ہے جب کہ ناجائز اور غیر مشروع طریقہ پر کسی کے مال پر ٹوٹ پڑا جائے، یہاں تو خود مالک کی طرف سے اس کو لوٹنے کی اجازت ہوتی ہے، اس لئے اس کے

صرف نبیذ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھجور بھی پاک ہے، اور پانی بھی پاک، پھر آپ ﷺ نے اس سے وضوء فرمایا۔ (۱)
ائمہ ثلاثہ اور دوسرے فقہاء و محدثین نبیذ سے وضوء کے قائل نہیں ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی سے وضوء کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ پانی نہیں بلکہ اس کا نام نبیذ ہے، رہ گئی مذکورہ حدیث تو وہ حد درجہ ضعیف ہے، امام ترمذی نے خود اس روایت کو ناقابل استدلال قرار دیا ہے اور امام طحاوی اور حافظ زلیعی جیسے حنفی محدثین نے بھی اس حدیث کے ضعف کو تسلیم کیا ہے، (۲) — نیز خود امام ابوحنیفہ نے اپنی اس رائے سے رجوع کر لیا تھا اور آخری قول امام صاحب کا یہی ہے کہ نبیذ تمر سے وضوء جائز نہیں، (۳) اس طرح اب گویا اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

نتاج

چوپائے کے وضع حمل کو ”نتاج“ کہتے ہیں، (۴) اسلام سے پہلے خرید و فروخت میں بہ طور مدت وضع حمل کا ذکر کیا کرتے تھے، یا حمل کے حمل کی بیج کیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ (دیکھئے: بیج)

سڑی ہوئی چیز

نخن (”ن“ پر زبر اور ”ت“ پر زبر) ایسی چیز کو کہتے ہیں جس میں بدبو پیدا ہو جائے، ظاہر ہے یہ سڑنے کی علامت ہوتی ہے — فقہاء کے یہاں اس سلسلہ میں کچھ زیادہ وضاحت نہیں ملتی، تاہم فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

واللحم اذا اتن يحرم اكله والسمن واللبن

(۲) دیکھئے: شرح معانی الآثار ۷۵/۱، نصب الراية ۲۸۱-۳۷۲

(۳) القاموس المحيط ۲۶۳

(۶) المغنی ۲۲۰/۷

(۸) المغنی ۲۱۹/۸

(۱) ترمذی، باب الوضوء، بالنبیذ، حدیث نمبر ۸۸

(۳) قاضی خان علی ہامش الہندیہ ۱۸۱، البحر الرائق ۷۰/۱

(۵) ہندیہ ۳۳۹/۵

(۷) فتاویٰ سراجیہ ۷۵، باب الولیمة والختان

(۹) ترمذی، حدیث نمبر ۱۱۲۳

نجاست (ناپاکی)

نجاست کے معنی ناپاکی کے ہیں، فقہاء نے نجاست کی کئی قسمیں کی ہیں، ادراک و احساس کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: نجاست حقیقی اور نجاست حکمی، جن صورتوں میں ہم شریعت کے حکم کی بناء پر ناپاک ہونے کو تسلیم کرتے ہیں، گو بظاہر ناپاکی نظر نہیں آتی، اس کو ”نجاست حکمی“ یا ”حدث“ کہتے ہیں، جیسے: نواقض وضوء کے پیش آجانے کی وجہ سے اعضاء وضوء کا ناپاک ہو جانا اور نواقض غسل پیش آجانے کی وجہ سے پورے جسم کا ناپاک ہونا۔

(اس سلسلہ میں تفصیل ”حدث“ کے تحت مذکور ہو چکی ہے)

جو نجاست محسوس ہو اور عقل بھی اس کا ادراک کرتی ہو وہ ”نجاست حقیقی“ ہے جیسے: پیشاب، پانسخانہ، خون، وغیرہ۔

پھر نجاست حقیقی کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ نجاست خشک ہونے کے بعد نظر آئے جیسے: پانسخانہ، اس کو نجاست ”مرئیہ“ کہتے ہیں — دوسری قسم کی نجاست حقیقی وہ ہے جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے جیسے: پیشاب یا ناپاک پانی وغیرہ، اس کو ”نجاست غیر مرئیہ“ کہتے ہیں۔

مرئی نجاست کو دور کرنے کا طریقہ

نجاست مرئیہ کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اصل نجاست دور ہو جائے، اگر ایک دفعہ میں دور ہو جائے تو یہی کافی ہے، نیز اگر ایسی نجاست ہے کہ اس کا اثر بھی بلا مشقت زائل ہو سکتا ہے تو اسے زائل کر دیا جائے اور اگر بلا مشقت اس کا ازالہ ممکن نہ ہو جیسے صابن کے استعمال یا گرم پانی میں جوش دئے بغیر نجاست کا اثر زائل نہ ہو پائے تو پھر نجاست کے اثر کو دور کرنا ضروری نہیں، جیسے ناپاک رنگ میں کپڑا رنگ دیا تو اتنا دھونا کافی ہوگا کہ دھون

نا جائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں، پھر ان حضرات نے ایک حدیث بھی پیش نظر رکھی ہے، یہ روایت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ہے، اس میں نکاح کے موقع سے آپ ﷺ نے لٹانے کی اجازت دی، بلکہ آپ ﷺ نے خود بھی اس میں شرکت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میں نے مال غنیمت کے لوٹنے سے منع کیا تھا نہ کہ شادی بیاہ کے موقع سے، لیکن یہ روایت ضعف سے خالی نہیں۔ (۱)

متفرق احکام

☆ صحیح قول کے مطابق ایسے روپے پیسے کا لٹانا بھی جائز ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا نام یا کلمہ شہادت لکھا ہوا ہو۔

☆ اگر لٹانے کے درمیان کسی شخص نے اپنا دامن یا کپڑا اس چیز کے حاصل کرنے ہی کی نیت سے پھیلا یا اور اس میں وہ چیز آ رہی تو وہی اس کا مالک سمجھا جائے گا، کسی اور شخص کا اٹھالینا جائز نہیں۔

☆ اگر کسی شخص نے اپنا دامن نہیں پھیلا یا لیکن لٹائی ہوئی شئی اس کی گود میں آگئی تو محض اس کے گود میں آ کر گرنے کی وجہ سے وہ اس کا مالک نہیں ہوگا اور دوسرے شخص کے لئے اس کو اٹھانا جائز ہوگا۔

☆ اگر بیٹھائی کسی کو لٹانے کے لئے دی تو عام طور پر ایسے مواقع سے لوگوں کو جو حصہ ملتا ہے اتنی مقدار لٹانے والے کا اپنے لئے روک رکھنا جائز ہے۔ (۲)

☆ اگر لٹانے کے بجائے بیٹھائی حاضرین میں تقسیم کر دی جائے تو یہ بالاتفاق جائز ہے، اس کے جائز ہونے میں اختلاف نہیں، (۳) — اس لئے یہ صورت بہر حال بہتر ہے، کیونکہ یہ تقاضہ تہذیب سے قریب بھی ہے اور اس میں فقہاء کا اختلاف بھی نہیں۔ واللہ اعلم

(۲) دیکھئے: ہندیہ ۲۶۵-۲۲۵

(۱) مجمع الزوائد ۲۹۰/۳

(۳) دیکھئے: المغنی ۲۰/۷

نجاست غلیظہ کا حکم

نجاست غلیظہ اور خفیفہ میں حکم کے اعتبار سے فرق یہ ہے کہ نجاست غلیظہ کی مقدار درہم ہی معاف ہے، یعنی اگر ایک درہم کی مقدار تک کپڑے یا جسم میں نجاست لگی ہو تو اس میں نماز پڑھنے کی گنجائش ہے، ”گنجائش“ سے مراد یہ ہے کہ کراہت پھر بھی باقی رہے گی، اگر مقدار درہم نجاست ہو تب تو اس کے ساتھ نماز ادا کرنا بالاجماع مکروہ تحریمی ہے، اگر مقدار درہم سے کم ہے اور نماز میں داخل ہونے کے بعد نظر پڑی اور وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ ناپاکی کو دھو کر دوبارہ نماز پڑھ سکتا ہے تو دھو کر دوبارہ نماز ادا کر لینا ہی بہتر ہے۔

پھر مقدار درہم سے کیا مراد ہے؟ اس میں بھی اختلاف ہے، ایک درہم کا وزن یا ایک درہم کی پیمائش؟ دونوں طرح کے اقوال موجود ہیں، علامہ ہندوائی نے اس کو ترجیح دیا ہے کہ اگر نجاست رقیق ہو، جیسے: پیشاب، تو مساحت مراد ہے، اور اگر نجاست گاڑھی ہو تو ایک درہم کا وزن مراد ہے، بہت سے مشائخ احناف نے ہندوائی کی اس ترجیح کو پسند کیا ہے، زیلیعی، ابن ہمام اور کاسانی وغیرہ بھی اسی طرف رجحان رکھتے ہیں، (۲) — واضح ہو کہ اس میں درہم سے بڑا درہم مراد ہے جو ایک مثقال یعنی بیس قیراط کا ہو، (۵) اور ایک درہم کی مساحت سے انگلیوں کے جوڑ کے حصہ کو الگ کرنے کے بعد ہتھیلی کا حصہ گویا ہتھیلی کی گہرائی والا حصہ مراد ہے۔ (۶)

نجاست خفیفہ کا حکم

نجاست خفیفہ ایک چوتھائی معاف ہے، یعنی اس کے ساتھ نماز ادا ہو سکتی ہے، یہی قول صحیح ہے، گو اس بارے میں امام ابوحنیفہ

رنگین نہ رہے، گو کپڑے پر رنگ باقی ہو۔ (۱)

غیر مرئی نجاست سے پاکی کا طریقہ

اگر نجاست غیر مرئی ہو تو تین بار دھونا ضروری ہے، اور اگر وہ چیز نچوڑی جا سکتی ہے تو ہر بار نچوڑنا بھی ضروری ہے، اسی میں احتیاط ہے، گو ایک قول یہ بھی ہے کہ ایک بار کا نچوڑنا کافی ہے، اور بعض حضرات نے اسی پر فتویٰ دیا ہے — اور جن چیزوں کا نچوڑنا ممکن نہ ہو تو اس کو تین بار ایسا دھویا جائے کہ ہر بار پانی کے قطرات اچھی طرح نکل جائیں، گو بالکل خشک نہ ہونے پائیں، خواہ اس شے نے کسی قدر بھی نجاست اپنے اندر جذب کر لی ہو، یہ صورت اس کو پاک کرنے کے لئے کافی ہو جائیگی، یہاں تک کہ اگر نیا گھڑایا اینٹ ہو تو اس کو پاک کرنے کے لئے بھی یہ صورت کافی ہوگی، اور ہاں یہ تینوں پانی ناپاک سمجھا جائے گا۔ (۲)

نجاست غلیظہ و خفیفہ

پھر نجاستیں تمام ایک ہی درجہ کی نہیں ہوتیں، بعض نجاستیں زیادہ شدید ہوتی ہیں اور بعض کم، اس اعتبار سے بھی نجاست کی دو قسمیں کی گئی ہیں: نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ، جس چیز کے ناپاک ہونے پر دلیل قطعی موجود ہو اور اس سلسلہ میں نصوص متعارض نہ ہوں جیسے: انسان کا پیشاب، پانچانہ، خون، وہ نجاست غلیظہ کہلاتی ہے اور جو ایسی نہ ہو وہ نجاست خفیفہ، جیسے ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھانا حلال ہے، یہ تعریف امام ابوحنیفہ کی رائے پر ہے، صاحبین کے نزدیک جس چیز کے ناپاک ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہو وہ نجاست غلیظہ ہے، اور جس کی بابت اختلاف ہو، وہ نجاست خفیفہ ہے۔ (۳)

(۱) ہندیہ ۲۲۱-۲۱

(۲) دیکھئے: ہدایہ مع الفتح ۲۰۵/۱-۲۰۳

(۵) حوالہ سابق، ہدایہ مع الفتح ۲۰۳/۱

(۲) ہندیہ ۲۳۱

(۳) البحر الرائق ۲۲۸/۱

(۶) البحر الرائق ۲۲۹/۱، درمختار مع الرد ۲۱۱/۱

پیشاب ناپاک ہیں، اس پر سبھوں کا اتفاق ہے، جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہو، ان کا پیشاب امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ناپاک اور امام محمدؒ اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک پاک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ازراہ علاج اس کا استعمال جائز ہے، (تفصیل کے لئے دیکھئے: بول، حیوان) — جانوروں کا پانچانہ بھی حنفیہ اور اکثر فقہاء کے نزدیک ناپاک ہے، خواہ ان کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو، امام مالکؒ اور حنفیہ میں امام زفرؒ کے نزدیک جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہو ان کا پانچانہ بھی پاک ہے۔

ایسے پرندے جو فضاء میں بیٹ کرتے ہوں اور ان کا گوشت کھایا جاتا ہو جیسے: کبوتر، گوریے وغیرہ، ان کی بیٹ حنفیہ کے نزدیک پاک ہے، اور شوافع کے نزدیک ناپاک، اور جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا جیسے: چیل، شاہین، ان کی بیٹ بھی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پاک اور امام محمدؒ کے نزدیک ناپاک ہے، البتہ جو پرندے زمین میں بیٹ کرتے ہوں جیسے: مرغی اور بٹخ وغیرہ، تو ان کی بیٹ ناپاک ہے۔

(۳) وہ مردار جس میں بہتا ہو خون ہو۔ جس مردار میں بہتا ہو خون (دم سائل) نہ ہو وہ ناپاک نہیں جیسے، مچھر، مکھی، بھڑ وغیرہ، اسی طرح مردار کے جن اعضاء میں خون نہ پایا جاتا ہو جیسے ہڈی، سینگ، دانت، کھر، بال وغیرہ، یہ بھی حنفیہ کے نزدیک ناپاک نہیں، بعض فقہاء کے نزدیک تمام مردار اور ان کے تمام اجزاء ناپاک ہیں۔

(۴) سورا اپنے تمام اجزاء کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناپاک ہے اور اسی لئے وہ ”نجس العین“ کہلاتا ہے۔

(۵) کتے کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ نجس العین

سے مختلف اقوال منقول ہیں، (۱) — تاہم اس میں اختلاف ہے کہ ایک چوتھائی سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں تین قول ہیں: ایک یہ کہ جسم یا کپڑے کے جس عضو میں نجاست لگی ہو اس کا ایک چوتھائی جیسے: آستین میں لگی ہو تو آستین کا چوتھائی، دامن میں لگی ہو تو دامن کا چوتھائی، بہت سے مشائخ حنفیہ اس کے قائل ہیں اور تبیین الحقائق میں اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے، شامی کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے، دوسری رائے یہ ہے کہ پورے کپڑے اور پورے بدن کا چوتھائی مراد ہے، علامہ سرخسیؒ نے اس کو ترجیح دیا ہے، تیسری رائے یہ ہے کہ کم سے کم جتنے کپڑے میں نماز درست ہو سکتی ہے جیسے: تہبند اس کا چوتھائی مراد ہے۔ (۲)

تاہم نجاست غلیظہ اور خفیہ کے حکم میں یہ فرق کپڑا، جسم اور اسی طرح کی جامد چیزوں کے بارے میں ہے، پانی میں نجاست غلیظہ گرے یا نجاست خفیہ، دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ (۳)

مختلف نجاستیں

علامہ کاسائی نے اپنے ذوق خاص کے مطابق نجاست کی مختلف قسموں کا ذکر کر کے نجاستوں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے جس کا خلاصہ اس طرح ہے:

(۱) انسانی جسم سے نکلنے والی وہ تمام چیزیں جن سے وضوء یا غسل واجب ہو جاتا ہے ناپاک ہیں اور وہ یہ ہیں: پیشاب، پانچانہ، ودی، مذی، منی، حیض و نفاس اور استحاضہ کا خون، بہتا ہوا خون، پیپ اور منہ بھرتے، ان میں صرف منی کی بابت اختلاف ہے کہ شوافع کے نزدیک یہ پاک ہے۔

(۲) حیوانات کے جسم سے نکلنے والے فضلات، پیشاب، پانچانہ — جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہو ان کے

(۲) ردالمحتار ۱۴۱/۲۱۳

(۱) بدائع الصنائع ۸۰/۱

(۳) درمختار ۲۱۵/۱

طرح کی کوئی ایسی نجاست ہو تو کھر چنے اور رگڑنے کی وجہ سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے، جو نجاستیں جسامت والی نہ ہوں، جیسے: پیشاب اور شراب، تو وہ دھونے سے پاک ہونگی، لیکن اگر اس پر مٹی ڈال دی جائے اور وہ مٹی کے ساتھ جذب ہو جائے پھر وہ مٹی کھرچ دی جائے تو یہ اس کی پاکی کے لئے کافی ہے، چرمی موزے میں اگر پائخانہ یا لید لگ جائے تو اس کو بھی کھرچ دینا کافی ہے۔

(۵) خشک ہو جانا اور اثر نجاست کا دور ہو جانا بعض اشیاء میں پاکی کا سبب ہے مثلاً زمین پر پیشاب تھا، زمین خشک ہو گئی اور نجاست کا اثر دور ہو گیا تو اس پر نماز ادا کی جاسکتی ہے، البتہ اس پر تیمم کرنا درست نہیں، زمین دھوپ کی وجہ سے خشک ہوئی ہو یا آگ کی وجہ سے یا ہوا کی وجہ سے، سب کا حکم یہی ہے، اسی طرح جو چیزیں زمین میں لگی ہوئی ہوں اور اس سے پوست ہوں جیسے: دیواریں، درخت، بانس، ان کا بھی یہی حکم ہے، لیکن جب درخت یا بانس کاٹ لیا جائے تو پھر ان کو دھونا ضروری ہوگا، اینٹ اگر بچھی ہوئی ہو تو وہ زمین کے حکم میں ہے اور رکھی ہوئی ہو کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اس کا منتقل کرنا ممکن ہو تو پھر اس کو دھونا ضروری ہوگا، یہی حکم پتھر کا بھی ہے۔

اگر زمین خشک ہو گئی، پھر دوبارہ اس پر پانی آ گیا تو کیا زمین کے تر ہونے سے ناپاکی لوٹ آئیگی؟ اس میں اختلاف ہے، لیکن صحیح تر قول یہی ہے کہ ناپاکی نہیں لوٹے گی۔

(۶) جلانا بھی پاک کرنے کا ایک ذریعہ ہے، چنانچہ اگر جانور کے یا خود انسان کے فضلے جلا کر رکھ کر دئے جائیں تو امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہو جائے گا، اور اسی پر فتویٰ ہے، اسی طرح بکری کے سر کا حصہ خون میں لت پت تھا اس کو آگ میں ڈال دیا گیا یہاں تک کہ خون جل گیا تو اب وہ پاک شمار کیا جائے گا، ناپاک پانی سے

ہے یا نہیں؟ لیکن قول صحیح اس کا نجس العین نہ ہونا ہے۔

(۶) کتا، سورا اور درندہ جانوروں کا جھوٹا بھی ناپاک ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: سور)

(۷) شراب بھی ناپاک ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ”رجس“ یعنی نجس قرار دیا ہے۔

(۸) نجاست حقیقی کا دھون (غسالہ) بھی ناپاک ہے، نجاست حکمیہ کا دھون جسے ماء مستعمل کہتے ہیں صحیح تر قول کے مطابق ناپاک نہیں۔ (۱) (دیکھئے: غسالہ، ماء)

نجاست دور کرنے کے ذرائع

نجاست حکمی یعنی حدث کا ازالہ تو صرف پانی ہی سے ہو سکتا ہے کسی اور چیز سے نہیں، یعنی وضوء و غسل کے لئے پانی ہی ضروری ہے، البتہ اگر پانی موجود نہ ہو یا موجود ہو لیکن کسی وجہ سے اس کے استعمال کرنے پر قادر نہ ہو، تو مٹی اور جنس ارض سے تیمم کیا جاسکتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: وضوء، غسل، تیمم)

لیکن نجاست حقیقی کے ازالہ کے لئے مختلف ذرائع ہیں اور وہ اس طرح ہیں:

(۱) پانی بیٹھا ہو یا کھارا۔

(۲) ہر ایسی بہنے والی پاک چیز جس سے نجاست کو زائل کرنا ممکن ہو، جیسے سرکہ، عرق گلاب وغیرہ جس کو نچوڑا جاسکتا ہو، جو چیزیں پوری طرح نچوڑی نہ جاسکتی ہوں جیسے: تیل، ان سے نجاست کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔

(۳) مسح یعنی پونچھنا — تلوار، چھڑی، آئینہ اور ان جیسی چیزوں پر نجاست لگ جائے، خواہ نجاست ذی جرم ہو یا غیر ذی جرم، یعنی جسامت والی ہو یا نہ ہو، پونچھنے سے پاک ہو جاتی ہیں۔

(۴) فرک یعنی کھرچنا — گاڑھا، خشک مادہ منویہ یا اس

(۱) ملخص از: بدائع الصنائع ۲۰۶۱-۲۰۶۰

ہے کیونکہ کاغذ علم کے نشر و اشاعت کا ذریعہ ہے، لہذا اس کے احترام کا تقاضہ ہے کہ اس کو ایسے مواقع پر استعمال نہ کیا جائے، فقہاء نے اس کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ کاغذ میں بہت چکنائٹ ہوتی ہے اس لئے اس سے پوی طرح نجاست کا ازالہ دشوار ہے۔ (۲)

لیکن آج کل جو کاغذ خاص اسی مقصد کے لئے تیار کیا جاتا ہے نہ وہ تحریر و کتابت کے لائق ہوتا ہے، اور نہ چکنا، اس لیے اس کے استعمال میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی، ظاہر ہے کہ استنجاء میں کاغذ کے استعمال کا حکم وہی ہوگا جو ڈھیلوں کے استعمال کا ہے، یعنی نجاست کا مکمل ازالہ اس سے نہ ہوگا، بلکہ نجاست میں صرف کمی واقع ہوگی اور چونکہ نجاست کی معمولی مقدار معاف ہے، اس لئے ایسے شخص کی نماز درست ہو جائیگی لیکن اگر وہ پانی کی معمولی مقدار (ماء قلیل) میں اتر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا، اس لئے کہ ماء قلیل نجاست کی معمولی مقدار سے بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم

نجاست حقیقی و حکمی میں پاک کرنے کے اعتبار سے فرق

مذکورہ سطور سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ نجاست حکمی یعنی حدث و جنابت اور نجاست حقیقی میں کیا فرق ہے؟ — ایک فرق تو یہ ہے کہ نجاست حکمی کے ازالہ کے لئے پانی ہی ہونا ضروری ہے، اور نجاست حقیقی پانی کے علاوہ ہر بہتی ہوئی چیز سے بھی دھوئی جاسکتی ہے، نیز بعض صورتوں میں دھونے کے بجائے پونچھنے، خشک ہو جانے اور اس طرح کی بعض دوسری صورتوں کے ذریعے بھی نجاست کا ازالہ ہو جاتا ہے، دوسرے: نجاست حکمی کو دور کرنے کے لئے ایک دفعہ دھونا کافی ہے، وضوء ہو یا غسل، لیکن نجاست حقیقی کی بعض ایسی صورتیں بھی ہیں کہ جن میں تین بار دھونا ضروری ہے، اس سلسلہ میں تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ (۳)

مٹی کا برتن تیار کیا گیا اور اسے آگ میں پکایا گیا تو اب برتن پاک سمجھا جائے گا، تنور کو ناپاک پانی سے پونچھا گیا پھر سلگایا گیا، آگ کی گرمی سے تراوٹ ختم ہو گئی تو اب اس میں روٹی پکانا درست ہوگا۔

(۷) پاک کرنے کے طریقوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی ناپاک شے میں ایسا تغیر پیدا ہو کہ اس کی حقیقت ہی بدل جائے فقہ کی اصطلاح میں اس کو استحالہ کہتے ہیں۔ (دیکھئے: استحالہ)

(۸-۱۰) پاک کرنے کے طریقوں میں چمڑے کو دباغت دینا اور جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کرنا بھی ہے، (تفصیل کے لئے دیکھئے: دباغت، ذکاۃ) — اسی طرح ایک صورت پانی نکالنے کی ہے کہ پانی کی ایک متعینہ مقدار نکالنے سے کواں پاک ہو جاتا ہے۔ (۱)

(کنویں کی پاکی اور ناپاکی کے احکام کے لئے ملاحظہ ہو: بشر)

پٹرول سے نجاست کا ازالہ

آج کل بعض اشیاء کے دھونے میں پٹرول کا استعمال کیا جاتا ہے، چونکہ یہ بھی ایک بہتی ہوئی چیز ہے اور اس میں دوسری چیزوں کے اثر کو زائل کرنے کی غیر معمولی صلاحیت موجود ہے، یہاں تک کہ بعض رنگ جو پانی سے دور نہیں ہوتا، پٹرول سے وہ بھی دور ہو جاتے ہیں، اس لئے پٹرول بھی نجاست کو زائل کرنے کے لئے کافی ہے۔

کاغذ سے استنجاء

اسی طرح فی زمانہ ایسے کاغذ بھی تیار کئے جاتے ہیں جن کا مقصد آلائش کو دور کرنا ہے اور استنجاء کے لئے بھی ان کا استعمال کیا جاتا ہے، نجاست حقیقی اگر کاغذ کے استعمال سے دور ہو جائے تو اس کا استعمال بھی کافی ہوگا، فقہاء نے کاغذ سے استنجاء کو مکروہ قرار دیا

(۲) ردالمحتار ۵۵۲/۱

(۱) ملخص از: ہندیہ ۳۵۱-۳۱، بدائع الصنائع ۸۶۱-۸۳

(۳) دیکھئے: بدائع الصنائع ۸۷۱، ہدایہ مع الفتح ۱۹۲/۱

نجش

یہ لفظ ”ن“ پر زبر اور ”ج“ پر جزم کے ساتھ ہے۔ اصطلاح میں نجش یہ ہے کہ کسی چیز کو خریدنے کا ارادہ نہ ہو، لیکن بڑھا کر قیمت بولی جائے، ان تزیید فی ثمن سلعة ولا رغبة لک فی شراءها۔ (۳) اس کا مقصد چونکہ دھوکہ دینا ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

(تفصیل لفظ بیع کے تحت آچکی ہے)

نخر

لغت میں ”نخر“ قلاذہ پہننے کی جگہ کو کہتے ہیں، فقہاء کی اصطلاح میں گردن اور سینے کے درمیان اونٹ کی شہ رگ پر نیزہ مارنے کو نخر کہا جاتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: ذبح)

نخامہ، نخاعہ (بلغم اور ریٹ)

نخامہ اور نخاعہ ”ن“ کے پیش کے ساتھ ہے، اس کے معنی بلغم اور ریٹ کے ہیں، (۴) اسی معنی میں عربی زبان کا لفظ ”مخاط“ بھی آتا ہے۔

ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے کہ بلغم ناپاک ہے اور ابن حزم کی روایت ہے کہ سلمان فارسیؓ اور ابراہیم نخعی کا خیال تھا کہ لعاب جب منہ سے باہر آجائے تو ناپاک ہو جاتا ہے، (۵) تو ظاہر ہے کہ یہی حکم ان حضرات کے نزدیک بلغم کا بھی ہوگا، لیکن جمہور فقہاء انسان کے بلغم اور تھوک کو پاک قرار دیتے ہیں، بلکہ بعض نے تو اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، (۶) — اس کا پاک ہونا ظاہر ہے؛ کیونکہ اس میں کسی نجاست کی آمیزش نہیں ہوتی اور جب تک نجاست کی آمیزش نہ ہو انسانی جسم سے باہر آنے والی چیز

یہ تفصیل حنفیہ کی رائے پر ہے، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک نجاست حقیقی کے ازالہ کے لئے بھی پانی ہی کا استعمال ضروری ہے، امام احمد سے دونوں طرح کی روایتیں منقول ہیں۔ (۱)

کیا پاکی کے لئے نجاست پر پانی ڈالنا ضروری ہے؟

جیسا کہ مذکور ہوا ناپاک چیز کو پاک کرنے کا اصل اور بنیادی طریقہ دھونا ہے، اس سلسلہ میں یہ وضاحت قابل ذکر ہے کہ ناپاک چیز کو دھونے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ بہتے ہوئے پانی میں دھویا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ خود اس پر پانی بہایا جائے، یہ دونوں صورتیں بالاتفاق درست ہیں، اگر پانی کی مقدار فقہاء کی اصطلاح کے مطابق کثیر ہو جیسے بڑے تالاب یا حوض تو یہ بھی جاری پانی ہی کے حکم میں ہے، اس لئے پاک کرنے کا یہ طریقہ بھی بالاتفاق درست ہوگا۔

لیکن اختلاف اس صورت میں ہے جب کپڑے برتن میں دھوئے جائیں یا خود انسان کے جسم میں نجاست لگی ہو اور ٹب میں یکے بعد دیگرے غسل کیا تو تیسرے برتن اور ٹب کے بعد پاکی حاصل ہوگئی، ظاہر ہے کہ یہی حکم اس صورت میں بھی ہوگا جب ایک ہی برتن میں تین بار اس طرح دھوئے کہ پچھلا پانی پھینک دے اور نیا پانی استعمال میں لائے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک اس صورت میں پاکی حاصل نہیں ہوگی، ان کے نزدیک ناپاک کپڑوں یا بدن میں لگی ہوئی ناپاکی کو اس وقت تک دور ہی نہیں کیا جاسکتا، جب تک اس پر پانی نہ ڈالا جائے، امام ابو یوسف کی رائے میں جو مشقت ہے وہ ظاہر ہے اسی لئے امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی رائے راجح ہے۔ (۲)

(۲) دیکھئے: بدائع الصنائع ۸۷/۱

(۳) القاموس المحيط ۳۳۳/۲

(۴) حوالہ سابق

(۱) الافصاح ۲۰/۱

(۳) دستور العلماء ۳۹۶/۲

(۵) فتح الباری ۲۲۱/۱

نذر کے مشروع اور معتبر ہونے کی دلیل قرآن و حدیث اور اجماع ہے، قرآن میں ایک سے زیادہ مواقع پر نذر کو پورا کرنے کا ذکر ہے، (الدھر : ۷، الحج : ۲۹) — جو اللہ کی فرماں برداری کی نذر مانے تو اسے نذر پوری کرنی چاہئے اور جو نافرمانی کی نذر مانے تو اسے نافرمانی نہیں کرنی چاہئے، من نذر ان یطیع اللہ فلیطعه ومن نذر ان یعص اللہ فلا یعصہ۔ (۵)

نیز ابن قدامہ نے نقل کیا ہے کہ فی الجملہ نذر کے صحیح ہونے اور اس کے ایفاء کے واجب ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (۶)

ارکان

حنفیہ کے نزدیک نذر کارکن ایک ہی ہے اور وہ ہے زبان سے صیغہ نذر کو ادا کرنا، جیسے یوں کہنا: مجھ پر اللہ کیلئے یہ واجب ہے، یا کہے: میرا مال اللہ کی راہ میں صدقہ ہے، وغیرہ۔ (۷) دوسرے فقہاء کے نزدیک علاوہ صیغہ نذر، نذر ماننے والا (ناذر) اور جس چیز کی نذر ماننی جائے یہ تینوں چیزیں نذر کے ارکان ہیں۔ (۸)

شرائط

نذر سے متعلق شرائط تین طرح کی ہیں: ایک وہ جن کا تعلق نذر ماننے والے سے ہے، دوسرے: وہ جن کا تعلق اس چیز سے ہے جن کی نذر ماننی جائے، تیسرے: وہ جن کا تعلق خود صیغہ نذر سے ہے۔ نذر ماننے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ عاقل و بالغ اور مسلمان ہو، پاگل سمجھ دار یا نا سمجھ بچہ اور کافر کی نذر کا اعتبار نہیں، اگر کافر نے مسلمان ہونے سے پہلے کوئی نذر ماننی پھر مسلمان ہو گیا تو اس نذر کا پورا کرنا اس پر واجب نہ ہوگا، البتہ حنفیہ کے نزدیک یہ

پاک ہی تصور کی جائیگی، امام بخاری نے اس پر صلح حدیبیہ کے اس واقعہ سے استدلال کیا ہے جس میں ذکر آیا ہے کہ آپ ﷺ جب بھی ناک صاف کرتے صحابہ اس کو زمین پر گرنے نہ دیتے اور اپنے ہاتھوں میں لے کر چہرے اور جسم پر اسے مل لیتے۔ (۱)

روزہ کی حالت میں بلغم نکلنے

اگر بلغم منہ سے باہر آجائے اور پھر کوئی شخص اسے نکل جائے تب تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، جیسا کہ فقہاء نے اپنے یا دوسرے کا تھوک چاٹنے کا حکم بیان کیا ہے اور اگر ابھی بلغم اندر ہی ہو جیسے ناک میں آگیا پھر آدمی نے سانس لے کر کھینچا اور بلغم حلق میں داخل ہو گیا تو اس کی وجہ سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (۲)

(مزید دیکھئے: بلغم)

ندب

ندب کے اصل معنی پکارنے اور میت پر رونے کے ہیں، علماء اصول کی اصطلاح میں ندب ایک حکم شرعی ہے جسے مندوب اور مستحب کے لفظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: حکم)

نذر

نذر کے لغوی معنی کسی چیز کو واجب اور لازم کر لینے کے ہیں، (۳) عربی زبان میں اس کی جمع ”نذور“ اور ”نذر“ (ن اور ”ذ“ کے پیش کے ساتھ) آتی ہے — شریعت کی اصطلاح میں کسی مباح کام کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اجلال کی نیت سے اپنے اوپر واجب کر لینا ”نذر“ ہے۔ (۴)

(۱) بخاری، باب البزاق و المخاط ۲۲/۱

(۲) دیکھئے: القاموس المحيط ۶۱۹، حاشیہ صاوی علی الشرح الصغير ۲۳۹/۲

(۳) بخاری ۹۹۱/۲

(۴) بدائع الصنائع ۸۱/۵

(۲) ہندیہ ۲۰۳/۱

(۳) کتاب التعريفات ۲۶۸

(۶) المغنی ۶۷/۱۰

(۸) الفقہ الإسلامی وأدلته ۳۶۸/۳

پینا، جماع، تو اس کا بھی اعتبار نہیں، اور ایسی صورت میں نذر منعقد نہیں ہوگی۔

(۳) یہ بھی ضروری ہے کہ جس بات کی نذر مانی جائے وہ عبادت مقصودہ کا درجہ رکھتی ہو، جیسے نماز، روزہ، حج، عمرہ، اعتکاف، قربانی، وغیرہ، جو چیزیں عبادت مقصودہ کا درجہ نہیں رکھتیں، جیسے مریضوں کی عیادت، جنازہ کے ساتھ چلنا، وضوء و غسل، مسجد میں داخل ہونا، مصحف قرآنی کو چھونا اور اذان وغیرہ، ان کی نذر معتبر نہیں۔ شوافع کے نزدیک ایسی نیکی کی نذر ماننا بھی درست ہے جو آدمی پر مستقل طور پر واجب نہیں، جیسے مریض کی عیادت، جنازہ کی مشایعت اور سلام وغیرہ۔ (۶)

اس سلسلہ میں فقہاء کے یہاں یہ بات متفق علیہ ہے کہ ان تمام اعمال کی نذر معتبر ہے جن کی جنس آدمی پر واجب ہوتی ہے، جیسے نماز، روزہ، حج، صدقہ، اس میں ایک شبہ اعتکاف کے سلسلہ میں ہوتا ہے کہ بظاہر اعتکاف کی جنس واجب نہیں، لیکن اہل علم کا خیال ہے کہ اعتکاف ایک ہی جگہ پر رہنے کا نام ہے جس کی جنس نماز میں قعدۂ اخیرہ اور حج میں وقوف عرفہ ہے، اور یہ دونوں فرض ہیں، (۷) اس لئے اعتکاف کی نذر بھی بالاتفاق معتبر ہے۔

(۴) یہ بھی ضروری ہے کہ جس چیز کی نذر مان رہا ہے، نذر ماننے کے وقت وہ اس کی ملکیت میں ہو یا نذر مانی ہی ہو ملکیت کی شرط کے ساتھ۔ یعنی اگر کوئی شخص مثلاً بکری کا مالک نہ ہو اور کسی متعین بکری کی نذر مان لے جو دوسرے کی ملکیت میں ہو کہ فلاں بکری صدقہ ہے، تو اس کا اعتبار نہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو اس کی نذر ماننے کا اعتبار نہیں، لانذر

ضروری نہیں کہ اس شخص نے برضاء و رغبت نذر مانی ہو، اگر اس نے جبر و اکراہ کے تحت نذر مانی تب بھی نذر منعقد ہو جائے گی۔ (۱)

نذر مانی ہوئی شئی سے متعلق شرطیں

جس چیز کی نذر مانی جائے اس سے متعلق شرطیں یہ ہیں :

(۱) شرعاً اس کا وجود ممکن ہو، اگر کسی شخص نے رات میں روزہ رکھنے کی نذر مان لی، یا کسی عورت نے زمانہ حیض میں روزہ کی نذر مانی تو نذر منعقد نہیں ہوگی، کیونکہ رات میں اور حیض کی حالت میں شرعاً روزہ ہو ہی نہیں سکتا، علامہ ابن نجیم مصری نے اس بات کو کسی قدر عموم کے ساتھ یوں کہا ہے کہ جس چیز کی نذر مانی جائے وہ ناممکن نہ ہو مثلاً یوں کہا جائے: میں کل گذشتہ کے روزہ یا ماہ گذشتہ کے اعتکاف کی نذر مانتا ہوں، ایسی نذر بھی غیر معتبر ہے۔ (۲)

(۲) یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عبادت اور اللہ تعالیٰ سے تقرب کا ذریعہ ہو۔

معصیت کی نذر صحیح نہیں، جیسے کوئی شخص شراب پینے یا کسی ایسے شخص کو قتل کرنے کی نذر مانے جس کا قتل جائز نہیں، تو یہ نذر بھی صحیح نہیں، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی نافرمانی کی نذر درست نہیں، لانذر فی معصیۃ اللہ۔ (۳) — اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ ایسی نذر پوری نہیں کی جائے گی، البتہ حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس صورت میں نذر ماننے والے کو کفارہ قسم ادا کرنا پڑے گا، (۴) کیونکہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: معصیت میں نذر کا اعتبار نہیں اور اس کا کفارہ کفارہ یمین ہے، لانذر فی معصیۃ و کفارۃ کفارۃ یمین۔ (۵)

اسی طرح اگر ایسی چیز کی نذر مانی جو محض مباح ہے جیسے کھانا

(۱) بدائع الصنائع ۸۱-۸۲/۵

(۲) البحر الرائق ۲۹۴/۲

(۳) مسلم عن عمران بن حصین، حدیث نمبر ۱۶۴۱

(۴) المغنی ۶۹/۱۰، البحر الرائق ۲۹۴/۲

(۵) ابوداؤد، باب من رأى علیہ کفارۃ اذا کان فی معصیۃ، حدیث نمبر ۳۲۹۰، مسند احمد عن عائشہ

(۷) دیکھئے: البحر الرائق ۲۹۴/۲، مغنی المحتاج ۳۷۰/۳

(۶) الفقہ الإسلامی وأدلته ۲۷۱/۳

وقت کو شریعت نے اس عبادت کے لئے ناپسند کیا ہے، جیسے: عید الفطر کے دن یا ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی نذر، تو حنفیہ کے نزدیک یہ نذر معتبر ہوگی، البتہ اس پر واجب ہے کہ وہ اس دن روزہ نہ رکھے اور دوسرے دنوں میں اس کی قضاء کر لے، حنفیہ میں امام زفرؒ نیز دوسرے فقہاء کے نزدیک ایسی نذر کا سرے سے کوئی اعتبار نہیں، نہ اس دن روزہ رکھے اور نہ دوسرے دن۔ (۵)

بیٹے کی قربانی کی نذر

اگر کسی شخص نے اپنے بیٹے یا کسی انسان کی قربانی کی نذر مان لی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نذر تو منعقد ہو جائیگی، لیکن بجائے لڑکے کے کسی جانور کی قربانی واجب ہوگی، اونٹ کی قربانی افضل ہے ورنہ گائے کی پھر بکری کی، یہ رائے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی ہے، امام ابو یوسفؒ، امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ نذر غیر معتبر ہے۔ (۶)

پیدل حج کرنے کی نذر

اگر کسی شخص نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی تو یہ نذر معتبر ہے اور اس پر اتفاق ہے، کیونکہ پیدل حج کرنے میں اجر و ثواب زیادہ ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے پیدل حج کیا اس کو ہر قدم کے بدلہ حرم کی نیکیوں میں سے ایک نیکی حاصل ہوگی، دریافت کیا گیا کہ حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک نیکی دس کروڑ نیکیوں کے برابر، (۷) — البتہ اگر پیدل چلنے میں مشقت ہو تو اس بات کی گنجائش ہے کہ سواری کا استعمال کریں، اور نذر پوری نہ کرنے کی وجہ سے کم سے کم بکری کی قربانی دے دیں، (۸) یہی رائے شوافع اور مالکیہ کی بھی ہے، البتہ ان فقہاء کے نزدیک

فیما لا یملکہ ابن آدم، (۱) اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ البتہ اگر یوں نذر مانے کہ اگر میں فلاں بکری کا مالک ہو گیا تو وہ اللہ کے راستہ میں صدقہ ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس صورت میں نذر منعقد ہو جائے گی اور جب بھی وہ بکری اس کی ملکیت میں آئے گی نذر کی تکمیل واجب ہوگی، یہ حنفیہ کی رائے ہے اور ان کا استدلال قرآن کریم کی اس آیت سے ہے:

ومنہم من عہد اللہ لئن اتنا من فضلہ لنصدقن ولنكونن من الصالحین. (توبہ: ۷۵)

لوگوں میں بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد و پیمان کیا کہ اگر اللہ اپنے فضل سے کچھ عنایت کرے تو ہم ضرور تصدیق کریں گے اور ضرور نیک لوگوں میں ہوں گے۔

پھر آگے اللہ تعالیٰ نے ان کی عہد شکنی کی مذمت فرمائی (توبہ:

۷۷-۷۶) — یہی رائے مالکیہ کی بھی ہے، (۲) شوافع کے نزدیک ایسی نذر معتبر نہیں کیونکہ یہ ارشاد نبوی ﷺ: لا نذر فیما لا یملکہ ابن آدم، (آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو، اس کی نذر معتبر نہیں) کے دائرہ میں آتی ہے۔ (۳)

(۵) جس چیز کی نذر مانی جا رہی ہو وہ پہلے ہی سے فرض عین یا فرض کفایہ یا واجب عین یا واجب کفایہ نہ ہو، اس لئے نماز، حج گناہ، نماز جنازہ، وتر، صدقۃ الفطر اور مردہ کی تجہیز و تکفین کی نذر معتبر نہیں، کیونکہ یہ تو پہلے ہی سے فرض یا واجب ہیں۔ (۴)

ممنوعہ اوقات میں عبادت کی نذر

اگر ایسے وقت عبادت کو انجام دینے کی نذر مانی جائے جس

(۱) ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۱۲۳، باب النذر فی المعصیۃ

(۳) الفقہ الإسلامی وأدلته ۲/۳۷۳

(۵) دیکھئے: بدائع الصنائع ۸۳/۵، رحمۃ الأمة ۱۵۳

(۷) صحیح ابن خزیمہ ۲۳۳/۳، مگر یہ روایت ضعیف ہے

(۲) دیکھئے: الشرح الصغیر ۲/۲۶۳

(۳) ملخص از: بدائع الصنائع ۸۲-۹۰/۵

(۶) بدائع الصنائع ۸۵/۵

(۸) بدائع الصنائع ۸۴/۵

ہے، کسی ایسی بات سے مشروط نذر جو معصیت کی نہ ہو جیسے: اگر میں شفا یاب ہو جاؤں تو مجھ پر صدقہ ہے، کے بارے میں مالکیہ کے یہاں اختلاف ہے، علامہ درودی، علامہ باجی اور ابن شاس کے نزدیک مکروہ ہے، اور ابن رشد کے نزدیک مباح، ایسی نذر جو کسی عمل طاعت میں تکرار کا تقاضہ کرتی ہو، جیسے کہا جائے کہ میں ہر جمعرات کے روزہ کی نذر مانتا ہوں، تو یہ مکروہ ہے۔ (۷)

حنابلہ کے نزدیک نذر مستحب نہیں، بلکہ مکروہ تزیہی ہے، (۸) کیونکہ آپ ﷺ نے نذر کو پسند نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ نذر سے تقدیر نہیں بدلتی بلکہ یہ بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے، (۹) شوافع کا عام قول بھی کراہیت ہی کا ہے، البتہ امام نووی اور امام غزالی اور بعض مشائخ شافعیہ استحباب کے قائل ہیں۔ (۱۰)

نذر کا اثر

نذر پر کیا اثر مرتب ہوگا؟ اس سلسلہ میں حنفیہ کے یہاں یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی متعین بات کی نذر مانی گئی ہو تو چاہے نذر مطلق ہو، جیسے کہا جائے کہ ”میں اللہ کے لئے حج کی نذر مانتا ہوں“ یا نذر مشروط ہو جیسے: یوں کہے کہ اگر میں بیماری سے شفا یاب ہو گیا تو میں ایک ہزار روپے صدقہ کرونگا، ہر دو صورت میں جس چیز کی نذر مانی ہے، اس کو پورا کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نذر کو پورا کرنے کا حکم فرمایا ہے: ولیوفوا نذورہم، (الحج: ۲۹) اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی اسے نذر پوری کرنی چاہئے، من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ۔ (۱۱) نیز اس پر اُمت کا اجماع و اتفاق ہے۔

اونٹ ہی کی قربانی ضروری ہوگی، (۱) امام احمد کا بھی ایک قول اسی طرح کا ہے، لیکن قول مشہور یہ ہے کہ اس کو قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا، (۲) ائمہ ثلاثہ نے اس حدیث کو پیش نظر رکھا ہے، کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضور سے اپنی بہن کے بارے میں پوچھا: جنہوں نے پیدل کعبہ جانے کی نذر مانی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس نذر سے بے نیاز ہے، اسے چاہئے کہ سوار ہو اور اونٹنی کی قربانی دے، (۳) اور مستدرک حاکم کی روایت میں اونٹ کی تعیین نہیں ہے، بلکہ مطلقاً قربانی کا ذکر ہے۔ (۴)

نذر میں استثناء

نذر کے اصل رکن یعنی صیغہ و تعبیر سے متعلق شرط یہ ہے کہ استثناء کے ذریعہ کلام کو بے اثر نہ کر دیا جائے، (۵) چنانچہ اگر کوئی شخص صیغہ نذر کے ساتھ انشاء اللہ کہے، مثلاً: مجھ پر چار رکعت نماز ہے انشاء اللہ، تو یہ انشاء اللہ کا کلمہ فقہاء کی اصطلاح میں استثناء تعطیل ہے یعنی کلام سابق کو بے اثر کر دیتا ہے۔

نذر ماننے کا حکم

نذر سے متعلق حکم کی بابت بنیادی طور پر دو پہلو ہیں: اول یہ کہ خود نذر ماننا کیسا عمل ہے؟ مستحب ہے؟ مکروہ ہے؟ یا محض مباح ہے؟ — دوسرے نذر ماننے کے بعد کیا اثر مرتب ہوتا ہے؟ اور کن صورتوں میں نذر کو پورا کرنا یا کفارہ ادا کرنا واجب ہوتا ہے؟ پہلے مسئلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک ایسی باتوں کی نذر ماننا جن کا شمار طاعات میں ہے مباح ہے، نذر مطلق ہو یا مشروط، (۶) مالکیہ کے نزدیک نذر مطلق مستحب

(۱) المہذب ۸۶۲/۲، الشرح الصغیر ۲۵۸/۲

(۳) صحیح بن خزیمہ ۲۲۷/۲

(۵) بدائع الصنائع ۹۰۵

(۷) بدائع الصنائع ۹۰-۹۳

(۹) دیکھئے: الشرح الصغیر، اور اس پر حاشیہ صاوی ۲۵۲/۲

(۱۱) بخاری، حدیث نمبر ۶۶۹۳، باب الوفاء والنذور

(۲) المغنی ۷۴۱۰

(۴) دیکھئے: نصب الراية ۳۰۵/۳

(۶) بخاری، حدیث نمبر ۶۶۹۶

(۸) الفقہ الإسلامی وأدلته ۴۷۲/۳

(۱۰) المغنی ۶۷۱۰

غائب شخص آجائے تو میں دو رکعت نماز ادا کرونگا تو جب تک شرط نہ پائی جائے بالاتفاق نذر کا ایفاء واجب نہ ہوگا، یہاں تک کہ اگر شرط کے پائے جانے سے پہلے ہی وہ اسی نیت سے دو رکعت نماز ادا کر لے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۳) اگر نذر کو کسی خاص جگہ سے متعلق کیا تھا مثلاً یہ کہ میں فلاں جگہ دو رکعت نماز پڑھوں گا یا فلاں مقام کے فقراء پر صدقہ کرونگا، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جگہ کی قید غیر معتبر ہے، کہیں بھی نماز پڑھ لے اور صدقہ کر دے کافی ہے، البتہ امام زفرؒ کے نزدیک اسی جگہ نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔

(۴) اگر نذر کو وقت سے متعلق کیا تھا مثلاً یوں کہا کہ ”میں رجب کا روزہ رکھوں گا، یا فلاں دن صدقہ کروں گا، تو اس صورت میں بھی وقت کی قید غیر معتبر ہے، اگر بدنی عبادات جیسے نماز و روزہ کی نذر ہو تو وقت سے پہلے اس کی ادائیگی کافی نہیں ہوگی۔ (۲)

ادائیگی فوراً واجب ہے یا بہ تاخیر؟

نذر کے واجب ہونے کے بعد پھر یہ مسئلہ باقی رہ جاتا ہے کہ اس کو ادا کرنا فوراً واجب ہوگا یا بتاخیر بھی ادا کر سکتا ہے؟ فقہاء کی اصطلاح میں اس کا وجوب علی الفور ہوگا یا علی التراخی؟ — تو اگر نذر کسی وقت متعین سے متعلق ہو مثلاً کوئی شخص کہے: میں کل کے روزہ کی نذر مانتا ہوں، یا کہے: ماہ رجب کے روزہ کی نذر مانتا ہوں اور رجب سے پہلے روزہ نہیں رکھ پایا، تو ایسی صورت میں وقت مقررہ ہی پر روزہ رکھنا ضروری ہوگا۔

اور اگر غیر متعین وقت کی طرف نذر کی نسبت کی، جیسے: نذر مانی کہ میں ایک ماہ کا روزہ رکھوں گا لیکن مہینہ متعین نہیں کیا تو کرخی کا خیال ہے کہ نذر کو فوراً پورا کرنا واجب ہے اور ابن شجاعؒ نے نقل کیا ہے کہ فوری طور پر نذر کا پورا کرنا واجب نہیں، زندگی میں

البتہ اگر کسی شخص نے نذر کو ایسی بات کے ساتھ مشروط کیا کہ وہ اس کے وقوع کو نہیں چاہتا ہو، مثلاً کسی نے غصہ میں کہہ دیا کہ ”اگر فلاں سے بات کروں تو مجھ پر دس ہزار روپیہ صدقہ“ حالانکہ وہ چاہتا ہے کہ اس سے بات کرے — اس صورت کو فقہاء شوافع ”بیمین غضب“ کہتے ہیں اور شوافع کے نزدیک اس صورت میں اس کو اختیار ہے کہ یا تو جس چیز کی نذر مانی ہے اسے پورا کرے یا قسم کا کفارہ ادا کر لے، امام ابوحنیفہؒ کے قول مشہور کے مطابق نذر کو پورا کرنا ضروری ہے، لیکن عبد اللہ ابن مبارکؒ اور عبد العزیز بن خالدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے اور علی بن معبدؒ نے امام محمدؒ سے نقل کیا ہے کہ ان حضرات نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا تھا، اور اس بات کے قائل ہو گئے تھے کہ کفارہ قسم کا ادا کر دینا کافی ہے۔

اگر نذر مانی اور متعین نہیں کیا کہ کس چیز کی نذر مان رہا ہے؟ مثلاً یوں کہا: ”مجھ پر اللہ کے لئے نذر ہے“ تو اگر اس نے اپنے دل میں کسی خاص عمل جیسے نماز، روزہ، حج یا عمرہ کی نیت کی تھی تو نیت کے مطابق نذر کو پورا کرنا واجب ہوگا، اور اگر کوئی نیت نہیں تھی تو کفارہ قسم ادا کریگا، ہر دو صورت میں اگر نذر مطلق ہے تو فی الحال حانت ہو جائے گا، اور اگر کسی شرط سے متعلق ہے تو شرط کے پوری ہونے کے وقت نذر کو اسی تفصیل کے مطابق ادا کرنا واجب ہوگا۔ (۱)

نذر پوری کرنی کب واجب ہے؟

نذر کو پورا کرنا کب واجب ہوگا؟ — اس سلسلہ میں مجموعی طور پر چار صورتیں ہیں:

(۱) نذر مطلق ہونہ کوئی شرط ہو، نہ کسی جگہ اور وقت کی قید ہو، اس صورت میں فوراً ہی نذر کا وجود ہو جاتا ہے، اور وہ نذر ماننے والے کے ذمہ واجب ہو جاتی ہے۔

(۲) نذر کسی شرط سے متعلق ہو، جیسے کہا جائے کہ اگر فلاں

(۱) بدائع الصنائع ۹۳/۵-۹۳

(۲) ملخص از: بدائع الصنائع ۹۳/۵-۹۳

نساء (عورتیں)

”نساء“ امرأۃ کی جمع ہے نساء، نسوان (ن کے زیر کے ساتھ) ایک ہی معنی میں ہے، اسی معنی میں نسوة کا لفظ بھی ہے جو ”ن“ پر پیش اور زیر دونوں طرح آیا ہے، (۲) — اسلام یوں تو ہر طبقہ کے لئے رحمت بن کر آیا اور ہر ایک کو اس کی بارانِ رحمت نے سیراب کیا ہے، لیکن دو طبقات ہیں جو پیغمبر اسلام ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت سب سے زیادہ مظلوم اور ستم رسیدہ تھے، خواتین اور غلام، اس لئے ان دونوں کے حالات کو سنوارنے اور سماج کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کی آپ ﷺ نے خصوصی جدوجہد فرمائی، حجۃ الوداع کے موقع سے عام مسلمانوں سے آپ ﷺ نے آخری خطاب فرمایا، اور اس وقت بھی ان کے حقوق کا بلکہ اخیر وقت تک آپ ﷺ اس سلسلہ میں فکر مند رہے، اس لئے یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام نے سماج میں عورت کو عزت و احترام کا مقام دیا، اس کو خاندان کی ملکہ بنایا، اس کی مستقل شخصیت کو تسلیم کیا، نکاح میں مرد کی طرح عورت کو برابر کا درجہ دیا، اسے اپنے نفس اور مال و جائداد کے بارے میں خود مختار بنایا، اسے متروکہ کا حق دار قرار دیا، علوم و فنون کی تحصیل اور ترقی کے مواقع عطا کئے اور جن کو سماج میں منحوس، مرد کی ملکیت، گناہ کا دروازہ اور مرد کے لئے ایک کھلونا تصور کیا جاتا تھا اور بڑے بڑے فلاسفہ روزگار، جن کے بارے میں خیال کرتے تھے کہ ان میں انسانی روح کے بجائے انسان سے کمتر درجہ کی روح پائی جاتی ہے، اس مظلوم طبقہ کو یہ مقام دیا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے، بیوی کے بارے میں فرمایا: کہ بہتر شخص وہ ہے جس کا سلوک اپنی بیوی کے ساتھ بہتر ہو اور بیٹی کے بارے میں فرمایا: کہ جو شخص محبت کے

کبھی بھی اس کو ادا کر دے کافی ہے۔ (۱)

حکم کے اعتبار سے نذر کی چار صورتیں

اصولی طور پر نذر کو پورا کرنا واجب ہوتا ہے، لیکن اس کا تعلق اس بات سے بھی ہے کہ جس فعل کی نذر مانی گئی ہے وہ فعل شریعت میں مطلوب ہے یا مذموم؟ — اس اعتبار سے اہل علم نے نذر کی چار صورتیں کی ہیں:

(۱) ایسی چیز کی نذر مانی گئی ہو جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی قبیل سے ہو جیسے: نماز، روزہ وغیرہ تو ایسی نذر کو پورا کرنا بالاتفاق واجب ہے۔

(۲) جس چیز کی نذر مانی گئی ہو وہ معصیت ہو، جیسے شراب پینے کی نذر، ایسی نذر کو پورا کرنا حرام اور ترک کرنا واجب ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے، البتہ جیسا کہ اس سے پہلے مذکور ہوا، اس صورت میں کفارہ قسم ادا کرنا واجب ہوتا ہے — آج کل میلاد منعقد کرنے کی نذر مانتے ہیں یہ سب اسی حکم میں ہے اور اس کو پورا کرنا جائز نہیں، بلکہ کفارہ قسم ادا کر دینا چاہئے اور آئندہ ایسی نذر سے توبہ کرنا چاہئے۔

(۳) ایسی چیز کی نذر مانی گئی ہو جو مکروہ ہو تو اس کو پورا کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۴) ایسی چیز کی نذر مانی گئی ہو جو محض مباح ہے جیسے: کھانا پینا، تو اس سے نذر منعقد نہیں ہوتی، چاہے تو اسے کرے یا چھوڑ دے۔ (۲)

(نذر سے متعلق یہ اصولی اور ضروری احکام ہیں، جزوی تفصیلات کے لئے ہندیہ ۱۰۱-۲۰۸، البحر الرئق ۲/۹۸-۲۹۴ اور دوسری کتب فقہ دیکھی جاسکتی ہیں)۔

(۲) الفقہ الإسلامی وأدلته ۳/۲۶۹

(۱) ملخص از: بدائع الصنائع ۵/۹۴-۹۳

(۳) القاموس المحيط ۱۷۲۵

کے مطابق اس کے بازو بھی احکام ستر سے مستثنیٰ ہیں، اور ایک قول کے مطابق عورت کی آواز بھی قابل ستر ہے۔

○ نماز کی حالت میں خواتین اپنے ہاتھوں کو کانوں تک نہیں اٹھائیں گی، نہ زور سے قرأت کریں گی، رکوع اور سجدہ میں بدن کو سمیٹ کر رکھیں گی، رکوع میں اپنی انگلیوں کو کھول کر نہیں رکھیں گی، سینہ پر ہاتھ باندھیں گی، قعدہ میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھیں گی اور ”تورک“ کریں گی۔

○ نماز میں کوئی بات پیش آجائے تو تصفیق کریں گی یعنی ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ ماریں گی، مردوں کی طرح تسبیح نہیں پڑھیں گی۔

○ خواتین کی جماعت مکروہ ہے، لیکن جماعت کر ہی لیں تو امام وسط میں کھڑی ہوگی۔

○ خواتین مردوں کی امام نہیں بن سکتیں۔

○ خواتین کا جماعت میں شریک ہونا مکروہ ہے اور گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

○ خواتین پر جمعہ نہیں، لیکن اس کی شرکت سے بھی جمعہ منعقد ہو جاتا ہے۔

○ خواتین پر نماز عید اور تکبیر تشریق نہیں۔

○ شوہر یا محرم کے بغیر سفر نہیں کریں گی۔

○ سفر میں شوہر یا محرم کی رفاقت میسر نہ ہو تو ان پر حج فرض نہیں۔

○ تلبیہ آہستہ پڑھیں گی نہ کہ زور سے، سلا ہوا کپڑا احرام میں بھی پہنیں گی سر کھلا ہوا نہیں رکھیں گی، نہ صفا اور مروہ کے

درمیان سعی میں میلین اخضرین کے درمیان دوڑیں گی، نہ طواف میں رمل کریں گی، طواف میں بھی ان کے لئے بیت اللہ سے دور دور چلنا افضل ہے۔

ساتھ اپنی دو بیٹیوں کی پرورش کرے گا، وہ جنت میں مجھ سے اتنا قریب ہوگا جیسے یہ میری دو انگلیاں۔

تاہم اس وقت اس موضوع پر گفتگو مقصود نہیں بلکہ خواتین سے متعلق فقہی احکام کا ذکر پیش نظر ہے، اکثر مسائل و احکام وہ ہیں کہ جن میں شریعت نے مردوں اور عورتوں میں کوئی فرق نہیں رکھا ہے، جن احکام میں مردوں اور خواتین میں فرق رکھا گیا ہے ان کا ذکر بھی اپنی اپنی جگہ وضاحت کے ساتھ آچکا ہے، اس وقت ان احکام کی طرف محض اشارہ مقصود ہے، علامہ ابن نجیم مصری نے ان احکام کو نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ اپنی کتاب ”الاشباہ والنظائر“ کے فن ثالث ”الجمع و الفرق“ کے تحت ”احکام الانثی“ کے عنوان سے جمع کر دیا ہے، یہاں اسی کا خلاصہ درج کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے:

○ مردوں کے حق میں زیر ناف بال کا موٹا نامسنون ہے اور عورتوں کے حق میں اکھیرنا۔

○ عورتوں کے لئے ختنہ مسنون نہیں بلکہ ”مکروہ“ کے درجہ میں ہے۔

○ اگر عورتوں کو داڑھی کے بال اُگ آئیں تو اس کو موٹا دینا مسنون ہے۔

○ عورتوں کو سر کے بال موٹا ناجائز نہیں۔

○ ایک قول کے مطابق کھرچنے کی وجہ سے عورتوں کی منی سے پاکی حاصل نہیں کی جاسکتی۔

○ علاوہ انزال کے، حیض کا آنا اور حاملہ ہونا بھی عورت کے حق میں بالغ ہونے کی علامت ہے۔

○ عورت کا اذان و اقامت کہنا مکروہ ہے۔

○ حنفیہ کے یہاں صحیح تر قول کے مطابق چہرہ، ہتھیلی اور

پاؤں کو چھوڑ کر پورا بدن حصہ ستر میں داخل ہے اور مرجوح قول

بمقابلہ مرد کے نصف ہے، کیونکہ عورتوں سے معاشی کفالت متعلق نہیں۔

○ اپنے قرابت داروں کے نفقہ میں بھی عورت کی ذمہ داری بمقابلہ مرد کے آدھی ہوگی۔

○ گواہی میں دو عورتیں ایک مرد کے برابر سمجھی جائیں گی۔

○ عورتوں کو منصب قضاء پر فائز کرنا مناسب نہیں تاہم اگر ان کو قاضی بنا ہی دیا جائے تو حدود و قصاص کو چھوڑ کر دوسرے مقدمات میں خاتون قاضی کا فیصلہ معتبر ہوگا۔

○ عورت کی عصمت کے مقابلہ مرد پر مہر کی ذمہ داری ہوگی مرد کی نسبت سے عورت پر یہ ذمہ داری نہیں ہوگی۔

○ عورت کے دودھ سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی، مرد کو بالفرض اگر دودھ آ بھی جائے تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

○ چھوٹے بچے کے حق پرورش میں خواتین کو مردوں پر ترجیح حاصل ہے۔

○ حج میں عورتیں بھی جماعت میں شریک ہوں تو نماز ختم ہونے کے بعد وہ پہلے واپس ہوں گی۔

○ نماز کی جماعت میں خواتین کی صف مردوں کے پیچھے ہوگی۔

○ عرفات اور مزدلفہ میں بھی وقوف میں خواتین پیچھے رہیں گی۔

○ اگر مردوں اور عورتوں کے جنازے جمع ہو جائیں تو مرد کا جنازہ امام سے قریب ہوگا اور عورت کا نسبتاً دور، قبلہ کی سمت میں۔

○ اگر ایک قبر میں مرد و عورت کو دفن کرنا پڑے تب بھی ایسا ہی حکم ہے۔

○ احرام سے حلال ہونے کے لئے بال ترشوائیں گی، مونڈائیں گی نہیں۔

○ وقوف عرفہ میں کنارے وقوف کریں گی اور بیٹھ کر، خطبہ نہیں دیں گی۔

○ حالت احرام میں موزے بھی پہن سکتی ہیں۔

○ اگر حیض آجائے تو طواف زیارت کو مؤخر کر سکتی ہیں۔

○ حیض کی وجہ سے طواف و داع معاف ہو جاتا ہے۔

○ بہتر ہے کہ ان کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے۔

○ عورتوں کو نماز جنازہ کی امامت نہیں کرنی چاہئے، تاہم کر لیں تو فریضہ ادا ہو جائے گا۔

○ عورت کا جنازہ جس تابوت میں لے جایا جائے، مناسب ہے کہ وہ اوپر سے گنبد نما ہوتا کہ جسم کی ساخت نظر نہ آئے۔

○ مال غنیمت میں خواتین کا حصہ نہیں ہوگا، کیونکہ ان پر جہاد فرض نہیں، البتہ اگر وہ جہاد میں شریک ہو ہی جائیں تو ان کو بطور انعام کچھ دیا جاسکتا ہے۔

○ مشرک خواتین کو بھی جہاد میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

○ اگر مرد مرتد ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے، لیکن عورت مرتد ہو تو قتل نہیں کی جائے گی بلکہ اسے سزائے قید دی جائیگی۔

○ حدود و قصاص کے مقدمات میں عورت کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

○ عورت اپنے گھر ہی میں اعتکاف کریگی، نہ کہ مسجد میں۔

○ عورت اپنے ہاتھ اور پاؤں میں ازراہ آرائش مہندی لگا سکتی ہے، مرد نہیں لگا سکتا۔

○ میراث میں عام طور پر عورت کا حصہ اس کے ہم درجہ

مرد رشتہ دار کے مقابلہ نصف ہوتا ہے۔

○ جان یا جزوی جسمانی نقصان کی دیت عورت کی

شدیدہ) اس کے ساتھ گفتگو مکروہ ہے۔

○ اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا عورتیں نبی ہو سکتی ہیں؟ ”مسامرہ“ میں جس بات کو ترجیح دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ عورت نبی تو ہو سکتی ہے، رسول نہیں ہو سکتی، کیونکہ رسالت میں تبلیغ و تشہیر مطلوب ہے، اور عورتوں کیلئے ستر ضروری ہے۔ (۱)

(خواتین سے متعلق احکام کے لئے حیض، نفاس، استحاضہ، حمل، حجاب، جلباب، حضانت، رضاعت، نفقہ، نکاح، طلاق، ولایت، تفریق، عدت، نماز کی بحث میں مرد و عورت کی نماز کا فرق، اور حج کی بحث میں خواتین کے خصوصی احکام، وغیرہ عناوین کو دیکھنا مناسب ہوگا)۔

نسخ

عام طور پر ”نسخ“ تبدیل کرنے، کسی چیز کو اٹھا دینے (رفع) اور ہٹا دینے (ازالہ) کے لئے بولا جاتا ہے ”دھوپ نے سایہ کو ختم کر دیا“ اس کے لئے نسخت الشمس الظل کی تعبیر عربوں کے یہاں عام ہے، (۲) علامہ آلوسیؒ کی یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ نسخ میں ازالہ کے معنی پائے جاتے ہیں، خواہ یہ ازالہ محسوس اشیاء میں ہو یا معنوی طور پر سواء كان في الأعراض أوفى الأعيان۔ (۳)

نسخ کی اصطلاحی تعریف کے سلسلہ میں گواہل علم اور اصحاب فن کی تعبیرات مختلف ہیں، لیکن ان کا حاصل یہی ہے کہ ”نسخ شریعت کے ایسے احکام کا نام ہے جس کا مقصد شارع کی جانب سے آنے والے پہلے حکم کو ختم کرنا ہو، اور یہ پہلے سے متصل نہ ہو بلکہ ایک وقتی فاصلہ کے ساتھ ہو“۔

○ اگر عورت کے پستان یا پستان کی گھنڈی کاٹ دی جائے تو پوری دیت واجب ہوگی بخلاف مرد کے، کہ مردوں کے حق میں ”حکومت عدل“ واجب ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیے: حکومت)

○ عورتوں کا عضو کاٹ دیا جائے تو دیت واجب ہوگی نہ کہ قصاص۔

○ اگر عورت بلا قصد خطا کسی کو قتل کر دے تو اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی، خود عورت دیت کی ادائیگی میں شریک نہیں رہے گی، اگر مرد قاتل ہو تو خود وہ بھی دیت کی ادائیگی میں شریک ہوگا۔

○ اگر عورت کا زنا کرنا ثابت ہو جائے اور شادی شدہ ہو تو اس کے لئے گڑھا کھودا جائے گا اور اس میں بٹھا کر رجم کیا جائے گا، اور غیر شادی شدہ ہو تو بٹھا کر کوڑے لگائے جائیں گے بخلاف مرد کے۔ اسی طرح اگر مرد نے زنا کیا ہو تو ازراہ مصلحت اس کو ایک سال کے لئے شہر بدر کیا جاسکتا ہے، عورت شہر بدر نہیں کی جائے گی۔

○ پردہ نشین خواتین کو عدالت میں حاضر ہو کر دعویٰ اور رفع الزام کا مکلف نہیں کیا جائے گا بلکہ خود قاضی یا اس کا نائب جائے گا، اور گواہوں کی موجودگی میں اس کی طرف سے وکالت کو قبول کیا جائے گا۔

○ نوجوان لڑکیوں کے لئے نہ سلام اور تعزیت میں پہل کرنا درست ہے اور نہ اس کا جواب دینا، بلکہ چھینک کا جواب بھی اسے نہ دینا چاہئے۔

○ اجنبی خواتین کے ساتھ تنہائی حرام اور (بلا ضرورت

(۱) الأشباه والنظائر لابن نجيم ۲۵-۲۴۳

(۲) كتاب التعريفات للجرجاني ۳۰۹، نیز دیکھیے: لسان العرب ۶/۳، تاج العروس ۲۸۲/۲

(۳) روح المعاني ۳۵۱/۱

جیسا کہ بعد میں آنے والی دلیل شرعی کی بناء پر پہلے سے موجود حکم شرعی کے ختم کرنے کو نسخ کہتے ہیں۔

نسخ اور تخصیص میں فرق

گو نسخ اور تخصیص دونوں کا مقصد افراد پر حکم کے اطلاق کو روک دینا ہے، لیکن بعض وجوہ سے ان دونوں میں فرق پایا جاتا ہے، تخصیص کا تعلق بعض افراد سے ہوتا ہے، اور نسخ کا بعض زمانہ سے، یعنی نسخ کے ذریعہ ایک حکم کی مدت بیان کی جاتی ہے، (۳) تخصیص عقل اور قیاس کے ذریعہ بھی ہوتی ہے لیکن نسخ میں عقل و قیاس کا کوئی دخل نہیں، نسخ قرآن یا حدیث کی نص ہی سے ہو سکتی ہے، (۴) تخصیص ہمیشہ علت پر مبنی ہوتی ہے، چنانچہ اگر وہی علت کسی اور فرد میں پائی جائے تو وہ بھی تخصیص کے دائرہ میں آجائے گا، اسی لئے خاص پر دوسرے کو قیاس کیا جاسکتا ہے، جبکہ نسخ کسی علت سے مربوط نہیں ہوتی ہے، اس لئے ایک حکم منسوخ پر قیاس کر کے کسی اور حکم کو منسوخ قرار نہیں دیا جاسکتا، وإن دلیل الخصوص یقبل التعلیل و دلیل النسخ لا یقبلہ - (۵)

طحدین کا شبہ

نسخ کے مسئلہ پر ہمیشہ طحدین کی طرف سے اعتراض ہوتا رہا ہے کہ نسخ اللہ تعالیٰ کے علم کو ناقص قرار دینا ہے؛ کیونکہ نسخ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ جس حکم کو اپنے بندوں کے لئے لائق اور مناسب جانا وہ بندوں کے لئے ناموزوں اور نامناسب ثابت ہوا، چنانچہ خدا اس بات پر مجبور ہوا کہ پہلے حکم کے بجائے دوسرا حکم دے، ظاہر ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے علم کا نقص ظاہر ہوتا

فخر الدین رازی، علامہ سرخسی، ابن حاجب مالکی، ابو بکر باقلانی، امام غزالی، آمدی اور متعدد اہل علم نے الفاظ کے کسی قدر فرق کے ساتھ اسی طرح نسخ کی تعریف کی ہے۔ (۱) — حکم شرعی عام ہے، قرآن ہو یا حدیث، اور حدیث قولی ہو یا حدیث فعلی، اس تعریف سے یہ بات بھی واضح ہے کہ نسخ اور منسوخ قرآن و حدیث کی نص ہی ہو سکتی ہے، اجماع یا قیاس نہ نسخ ہو سکتا ہے، اور نہ منسوخ، دوسرے حکم کا پہلے حکم سے کسی قدر مؤخر ہونا بھی نسخ کے لئے ضروری ہے، کیونکہ اگر دوسرا حکم پہلے حکم سے متصل ہو تو دوسرے حکم کی حیثیت استثناء اور قید کی ہوگی نہ کہ نسخ کی۔

کیا تخصیص اور قید بھی نسخ ہے؟

یہاں اس بات کی بھی وضاحت مناسب ہوگی کہ بعض اہل علم خصوصیت سے متقدمین کے نزدیک نسخ کے مفہوم میں بہت وسعت ہے، ان حضرات کے نزدیک کسی حکم کی جگہ مکمل طور پر دوسرا حکم دیا جانا ہی نسخ نہیں ہے، بلکہ عام کی تخصیص اور کسی مطلق کو مقید کرنا بھی ”نسخ“ ہی کہلاتا ہے، علامہ شاطبی کا بیان ہے :

فقد یطلقون علی تقييد المطلق نسخا
وعلى تخصيص العموم بدليل متصل او
منفصل نسخا وعلى بيان المبهم و
المجمل نسخا، كما یطلقون علی رفع
الحکم الشرعی بدلیل شرعی متاخر
نسخا . (۲)

یہ حضرات مطلق کے مقید کرنے، عام کے دلیل متصل یا غیر متصل کی بناء پر خاص کرنے اور مبہم اور مجمل کی وضاحت کرنے کو بھی نسخ کہتے ہیں،

(۱) المحصول فی علم أصول الفقہ ۲۸۲/۳، کشف الأسرار للبخاری ۲۹۹/۳

(۲) الموافقات للشاطبی ۷۲۳

(۳) کشف الأسرار ۳۷۲/۳

(۳) أصول الفقہ للزحبی ۹۳۱

(۵) السابق

ہے، اور اس کے علیم وخبیر اور حکیم ہونے پر حرف آتا ہے۔

لیکن اگر غور کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ محض ایک مغالطہ ہے، نسخ انسان کے علم کے اعتبار سے حکم میں تبدیلی ہے، اللہ تعالیٰ کے علم کے اعتبار سے کوئی تبدیلی نہیں، بلکہ اللہ کے منصوبہ کے مطابق پہلے ہی سے جس حکم کے لئے جو مدت مقرر تھی، یہ اسی کا بیان و اظہار ہے، اسی لئے بعض علماء اصول نے نسخ کی تعریف ہی اس طرح کی ہے کہ وہ حکم شرعی کی انتہاء مدت کو بیان کرنے کا نام ہے، ہو بیان انتہاء الحکم الشرعی . (۱) جیسے ایک دانا طبیب مریض کو بیک وقت مختلف مراحل میں آنے والی دواؤں سے آگاہ نہیں کرتا، بلکہ ایک نسخہ لکھتا ہے، پھر چند دنوں کے بعد اس کی جگہ دوسری دوا تجویز کرتا ہے، مریض یہ خیال کر سکتا ہے کہ یہ دوا میں تبدیلی ہے، لیکن درحقیقت یہ کوئی تبدیلی نہیں ہے، معالج پہلے سے جانتا ہے کہ ایک ہفتہ کے بعد اس کے لئے یہ دوائیں ناموزوں ہو جائیں گی، اور اس کے لئے دوسری دوائیں تجویز کی جائیں گی، قریب قریب یہی حال احکام خداوندی میں نسخ کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا تقاضہ یہی تھا کہ انسانی تہذیب و تمدن جوں جوں پایہ کمال کو پہنچے اور ارتقاء کی منزلیں طے کرے اسی کے مطابق اس کے لئے زندگی کے احکام تجویز کئے جائیں اور جیسے یہ بات عقل و حکمت کے خلاف ہے کہ پانچ سال کے بچہ کو اسی وقت بالغ ہونے اور نکاح کرنے کے بعد کے مسائل سے روشناس کیا جائے اسی نظر سے یہ بات بھی حکمت کے خلاف تھی کہ انسان کو ابتداء کائنات سے آخر تک مرحلہ وار آنے والے احکام سے آگاہ کر دیا جائے، اس لئے حقیقت یہ ہے کہ نسخ علم ربانی اور حکمت الہی کے نقص کو نہیں بلکہ کمال کو ظاہر کرتا ہے، (۲) البتہ پیغمبر اسلام

خاتم النبیین ﷺ اس عہد میں مبعوث فرمائے گئے جب انسانی تہذیب اپنے ارتقاء کے مراحل طے کر چکی تھی اور وہ بچپن سے کہولت تک پہنچ چکی تھی، اس لئے آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے بعد نسخ کی نہ ضرورت باقی رہی اور نہ گنجائش۔

نسخ کا ثبوت

قرآن و حدیث میں نسخ کے جائز ہونے پر اُمت کا اجماع و اتفاق ہے، (۳) البتہ معتزلہ میں ابو مسلم اصفہانی نسخ کے قائل نہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں نسخ کے پائے جانے پر اتنی دلیلیں اور نظیریں موجود ہیں کہ ان کے باوجود نسخ کا انکار مہر نیم روز کے انکار سے کم نہیں، قرآن مجید نے تو صراحتاً نسخ کا ذکر کیا ہے، ارشاد ہے :

مانسخ من آية أو نسهات بخير منها
أو مثلها . (البقرة : ۱۰۶)

جب ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اسی کے مثل بھیج دیتے ہیں۔

وإذا بدلنا آية مكان آية والله اعلم
بما ينزل قالوا انما انت مفتور . (النحل : ۱۰۱)
جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں اور اللہ خوب جانتے ہیں جو نازل فرماتے ہیں، تو وہ کہتے ہیں کہ تم تو گھڑ کر لے آئے ہو۔

نیز حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میری حدیثوں میں سے ایک دوسرے کو منسوخ کر سکتی ہے ان احادیثی
ینسخ بعضها بعضا، (۴) اس کے علاوہ اور بھی متعدد آیات و

(۱) کشف الأسرار للبخاری ۳/۳۰۰، نیز دیکھئے: أصول سرخسی ۵۳۲، الابہاج ۲۶۲۲

(۲) اس میں اصول السرخسی ۵۶۲، اور فواتح الرحموت ۵۵۲، میں چشم کشا گفتگو کی گئی ہے

(۳) کتاب الإعتبار للحازمی ۲۲

(۴) أصول السرخسی ۵۳۲

آثار علامہ حازمی نے اس سلسلہ میں نقل کئے ہیں۔ (۱)

نسخ جاننے کے ذرائع

یہ بات ظاہر ہے کہ دو متعارض احکام میں تاریخی اعتبار سے جو پہلے ہو وہ منسوخ، اور جو بعد میں ہو وہ ناسخ ہوگا، لیکن قرآن کی تمام آیات اور آپ ﷺ کی تمام احادیث میں تاریخ اور زمانہ کی تعیین، اور تقدیم و تاخیر کی تحدید ممکن نہیں، اسی لئے کسی حکم کا منسوخ ہونا بعض اوقات شارع کی صراحت سے معلوم ہوتا ہے، بعض اوقات تاریخی شواہد سے اور بعض دفعہ اس کا فیصلہ قرآن سے کیا جاتا ہے۔ اسی پس منظر میں اہل علم نے یہ بحث اٹھائی ہے کہ نسخ کو جاننے اور ناسخ و منسوخ کو متعین کرنے کے ذرائع کیا ہیں؟ اہل علم نے اس سلسلہ میں درج ذیل نکات ذکر کئے ہیں :

(۱) شارع کی جانب سے ایسی صراحت منقول ہو جو کسی حکم کے منسوخ ہونے کو بتاتی ہو جیسے آپ ﷺ کا ارشاد :

كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها . (۲)

میں نے قبر کی زیارت سے منع کیا تھا، اب زیارت کر سکتے ہو۔

(۲) صحابی نے کسی حکم کے منسوخ ہونے کی صراحت کی ہو جیسے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے ہمیں جنازہ گزرتے وقت کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا پھر اس کے بعد آپ ﷺ بیٹھنے لگے اور ہمیں بھی بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ (۳)

(۳) دو متعارض احکام میں صحابی کے بیان سے تاریخ معلوم ہو جائے کہ کون سا حکم پہلے کا ہے اور کون بعد کا؟ جیسے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر صحبت میں انزال نہ ہو تو اس

صورت میں آپ ﷺ نے غسل کو ضروری قرار نہیں دیا، بلکہ وضو اور مقام مخصوص کے دھو لینے کو کافی قرار دیا لیکن حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ سے پہلے آپ ﷺ کا یہ عمل تھا، فتح مکہ کے بعد ایسی صورت میں آپ ﷺ غسل فرمایا کرتے تھے اور صحابہ کو بھی اس کا حکم فرماتے تھے۔

(۴) کسی حکم کے دوسری نص سے منسوخ ہونے پر اُمت کا اجماع و اتفاق ہو جائے، جیسے قرآن میں اولاد وغیرہ کے لئے وصیت کا ذکر ہے جس کے مقابلہ میں وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وارث کے لئے وصیت معتبر نہیں، لا وصیة لوارث۔ (۴)

علامہ حازمی نے نسخ کے جاننے کے بنیادی وجوہ یہی چار لکھے ہیں۔ (۵)

بعض امور کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ یہ نسخ کی دلیل ہے یا نہیں؟ — من جملہ ان کے یہ ہے کہ صحابی کسی نص کو منسوخ قرار دے اور دوسرے کو ناسخ، شوافع کے نزدیک یہ دلیل نسخ نہیں، علامہ آمدی نے اس نقطہ نظر کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا ہے کہ شوافع کے نزدیک یہ دلیل نسخ نہیں، کیوں کہ صحابی کی یہ رائے مبنی بر اجتہاد بھی ہو سکتی ہے، (۶) حنفیہ کے نزدیک یہ نسخ کے لئے کافی دلیل ہے، اس لئے کہ تمام صحابہ عادل اور معتبر ہیں اور بظاہر یہ بات مستبعد معلوم ہوتی ہے کہ صحابی کسی حکم کے بارے میں حضور ﷺ سے سنے بغیر اس کو منسوخ قرار دے، کیونکہ محض قیاس سے کسی حکم شرعی کے منسوخ ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ (۷) اسی طرح ایک روایت پہلے اسلام قبول کرنے والے راوی کی

(۲) مسلم، حدیث نمبر ۹۷۷، کتاب الجنائز

(۳) ابوداؤد، حدیث نمبر ۲۸۷۰

(۶) الإحكام في أصول الأحكام ۱۹۷۳

(۱) دیکھئے: کتاب الإعتبار للحازمی ۲۲

(۲) حوالہ سابق، کتاب الإعتبار ۱۱۹

(۵) کتاب الإعتبار ۷

(۷) دیکھئے: تیسیر التحرير ۲۲۲/۳

ہے اور دوسری روایت ایسے راوی کی ہے جو بعد میں مسلمان ہوا، تو حنا بلہ کے نزدیک متاخر الاسلام راوی کی روایت بعد کی سمجھی جائے گی اور اگر دونوں کی روایت متعارض ہو، تو اس راوی کی روایت کو ترجیح ہوگی، (۱) حنفیہ کے نزدیک متاخر الاسلام راوی کی روایت کا نسخ ہونا ضروری نہیں، (۲) ایسی مثالیں موجود ہیں کہ متاخر الاسلام راوی کی روایت منسوخ مانی گئی ہے اور متقدم الاسلام راوی کی روایت نسخ، جیسے آگ میں پکی ہوئی چیزوں سے وضو واجب ہونے کی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور اس کے منسوخ ہونے پر قریب قریب اتفاق ہے، حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے وضو واجب نہیں، یہ پہلے اسلام لائے ہیں اور ان کی اس روایت کو نسخ سمجھا گیا ہے۔

اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ چونکہ مصحف قرآنی کی موجودہ ترتیب نزولی ترتیب نہیں ہے، اس لئے اس ترتیب کے لحاظ سے کسی حکم کا پہلے مذکور ہونا اور کسی حکم کا اس کے بعد مذکور ہونا پہلے حکم کے منسوخ ہونے کی دلیل نہیں۔ (۳)

نسخ سے متعلق شرائط

اہل علم نے نسخ کے لئے کچھ شرطیں متعین کی ہیں جو نسخ سے متعلق اصول و قواعد کا احاطہ کرتی ہیں، وہ شرائط یہ ہیں :

- (۱) منسوخ حکم شرعی ہو، محض عقل پر مبنی نہ ہو۔
- (۲) منسوخ ایسا حکم ہو جو مشروع ہونے اور نہ ہونے کا احتمال رکھتا ہو، جس حکم کے بارے میں مشروع ہونا ہی متعین ہو جیسے ایمان باللہ تو اس میں نسخ واقع نہیں ہو سکتا۔
- (۳) یہ بھی ضروری ہے کہ منسوخ فروعی مسائل میں سے ہو،

کیونکہ عقائد اور اصول میں نسخ نہیں ہو سکتا۔

(۴) ایسا حکم منسوخ نہیں ہو سکتا جو ابدی اور دوامی ہو خواہ خود نص ہی کی عبارت سے اس حکم کا دوام اور ابدیت ظاہر ہو یا اس لئے کہ ان احکام کو اسی طرح چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لئے گئے، کیونکہ سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد اب یہ احکام بھی محکم ہو گئے اور اب ان میں نسخ کا احتمال نہیں رہا۔

(۵) اگر کسی حکم کے ساتھ اس کی مدت بھی بیان کر دی گئی ہو اور اس مدت کے گزرنے کے بعد دوسرا حکم دیا جائے تو یہ نسخ نہیں۔

(۶) یہ بھی ضروری ہے کہ نسخ منسوخ سے مؤخر ہو اور دونوں حکم کے درود کے درمیان کسی قدر فاصلہ ہو۔

(۷) نسخ کو اپنے ذریعہ ثبوت کے اعتبار سے منسوخ سے قوی یا اس کے ہم درجہ ہونا ضروری ہے۔

(۸) نسخ کا تحقق اس وقت ہوگا جب دونوں احکام متعارض ہوں، ان کا تقاضا ایک دوسرے سے مختلف ہو اور ان کے درمیان توفیق ممکن نہ ہو۔

(۹) منسوخ مکلف کے علم میں آچکا ہو، خواہ اس پر عمل کی نوبت آئی ہو یا نہ آئی ہو۔ (۴)

جن نصوص میں نسخ کا احتمال نہیں

نسخ کی شرائط ہی کے ذیل میں اس امر کی وضاحت بھی مناسب ہوگی کہ وہ کون سی نصوص ہیں جن میں نسخ کا احتمال نہیں، ماضی قریب کے علماء اصول نے اس نکتہ کو بھی اپنے اظہار خیال کا موضوع بنایا ہے — اصولی طور پر تین قسم کی نصوص ہیں جن میں

(۲) تیسیر التحریر ۲۲۲-۲۲۳

(۱) دیکھئے: شرح مختصر الروضہ لنجم الدین طوفی ۳۲۲-۳۲۳

(۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: کشف الأسرار ۳۲۳-۳۲۴، الإحکام للآمدی

(۳) الإحکام فی أصول الأحکام ۱۹۸/۳

۱۲۶/۳، البحر المحیط ۷۹/۳-۷۸، فواتح الرحموت مع المستصفی ۶۱/۳-۶۲، أصول الفقہ لابی زہرة ۱۷۸، حاشیة الحسامی ۱۸، أصول الفقہ

الاسلامی للزحیلی ۵۸/۲-۹۵۵، اور علم أصول الفقہ للخلاف ۲۲۷

نسخ کا احتمال نہیں۔ (۱)

(۱) وہ نصوص جو اساسی احکام کے درجہ میں ہیں، اشخاص و ادوار کے فرق کی وجہ سے ان میں تغیر نہیں ہوتا، جیسے ایمانیات، صدق و عدل اور امانت و دیانت کے احکام، شرک، خونِ ناحق، جھوٹ، دھوکہ دہی، والدین کی نافرمانی اور ظلم و زیادتی کی ممانعت وغیرہ۔

(۲) وہ نصوص جن کا تعلق ماضی یا مستقبل کی خبروں سے ہے جیسے انبیاء اور ان کی قوموں کے قصص و واقعات، فتن اور علامات قیامت کے بارے میں آپ ﷺ کے ارشادات۔

(۳) وہ نصوص جن میں ابدیت اور ہمیشگی کی صراحت کے ساتھ کوئی حکم دیا گیا ہو، جیسے تہمت اندازوں کی سزا متعین کرتے ہوئے یہ ارشاد کہ کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو: لا تقبلوا الہم شہادۃ ابدأ۔ (النور: ۴)

نسخ کی چار صورتیں

نسخ اور منسوخ کا تعلق قرآن سے ہے یا حدیث سے؟ اس اعتبار سے نسخ کی چار صورتیں ہیں: قرآن کا نسخ قرآن سے، حدیث کا نسخ حدیث سے، حدیث کا نسخ قرآن سے، قرآن کا نسخ حدیث سے، ان میں سے پہلی دو صورتوں پر اتفاق ہے اور بعد کی دونوں صورتوں کی بابت اختلاف۔ (۲)

قرآن سے قرآن کے نسخ پر متعدد شواہد موجود ہیں، عدت و وفات کا ذکر اوپر آچکا ہے، اسی طرح آیت وصیت (البقرہ: ۱۸) مفصل احکام میراث والی آیت (النساء: ۷) سے منسوخ ہے، ان کے علاوہ بھی ایسے متعدد احکام ہیں جن کا مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ حدیث سے حدیث کا نسخ، اس کی مثالیں تو بکثرت ہیں،

زیارت قبور کی ممانعت، پھر اس کی اجازت، ان برتنوں کے استعمال کی ممانعت جن میں شراب بنائی جاتی تھی پھر اجازت، کتے کو مارنے کا حکم پھر اس کی ممانعت، بلا انزال جماع سے غسل کا واجب نہ ہونا اور بعد میں اس کا واجب قرار دیا جانا وغیرہ۔ اس سلسلہ میں ابوبکر حازمیؓ کی ”کتاب الاعتبار فی النسخ و النسخ من الآثار“ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

آیات سے احادیث کے منسوخ کئے جانے کی بابت اختلاف ہے، جمہور فقہاء، متکلمین اور محققین شوافع کے نزدیک قرآن سے حدیث کا نسخ جائز ہے، امام شافعیؒ کے دو قول ہیں لیکن ان کا قول مشہور جواز کا ہے، (۳)۔ جمہور کے نقطہ نظر کا قوی ہونا ظاہر ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد بھی بدرجہ وحی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے: وما یَنطِقُ عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی (انجم: ۵) اس لئے قرآن سے حدیث کا نسخ ایک حکم الہی سے دوسرے حکم الہی کا نسخ ہے اور بظاہر اس میں کچھ حرج نہیں، رمضان المبارک میں ابتداء رات میں بھی بیوی سے صنفی تعلق کی ممانعت تھی، جس کا ذکر قرآن میں نہیں، تو ظاہر ہے کہ وہ حکم حدیث ہی پر مبنی ہوگا، اور قرآن سے اس کا نسخ عمل میں آیا۔ (البقرہ: ۱۸۷)

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء آپ ﷺ نے یوم عاشوراء کے روزہ کو فرض قرار دیا تھا پھر جب قرآن میں رمضان کے روزہ کا حکم نازل ہوا، (البقرہ: ۱۸۵) تو یوم عاشوراء کے روزہ کا حکم منسوخ ہو گیا، بیت اللہ کو قبلہ قرار دے کر قبلہ اول کا حکم منسوخ ہوا یہ قبلہ اول حدیث ہی پر مبنی تھا۔

احادیث کے ذریعہ آیات قرآنی کے منسوخ ہونے کے بارے میں بھی اختلاف ہے، احناف، متکلمین، اکثر اصولیین اور

(۲) اصول السرخسی ۶۷۲

(۱) دیکھئے: علم اصول الفقہ للخلاف ۲۷-۲۶

(۳) دیکھئے: تیسیر التحرير ۲۰۲/۳، المحصول ۵۵۲/۲، فواتح الرحموت

جانب اللہ پیغمبر کے قلب و ذہن سے محو کر دی جاتی ہیں، اس لئے قرآن میں اس کی کوئی مثال ملنی ممکن نہیں، البتہ علماء اصول نے اس کی مثال میں تو رات، انجیل، صحائف ابراہیمی اور پہلی آسمانی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ (۵)

تلاوت باقی ہو اور حکم منسوخ، اس کی متعدد مثالیں قرآن میں موجود ہیں، جیسے ایک سالہ عدت و وفات والی آیت (البقرہ: ۲۳)، زانیہ عورتوں کو ازراہ سزا گھر میں مجبوس رکھنے والی آیت (النساء: ۱۵)، کیونکہ ابتداء میں یہی زنا کی سزا تھی بعد کو اس کی جگہ باضابطہ حد زنا مقرر کی گئی ہے، (النور: ۲) وغیرہ۔

حکم باقی ہو اور تلاوت منسوخ، اس کی بھی کچھ مثالیں اہل علم نے ذکر کی ہیں، جیسے قسم کے کفارہ میں مسلسل تین روزے فصیام ثلثہ ایام متتابعات، کے الفاظ تھے اب بھی تسلسل کا حکم باقی ہے، لیکن متتابعات کا لفظ حذف کر دیا گیا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق اخیانی بھائی بہن کا چھٹا حصہ قرآن میں مقرر تھا یہ حکم بھی باقی ہے، لیکن اس کی تلاوت منسوخ ہے، اسی طرح کہا جاتا ہے کہ شادی شدہ میاں بیوی کیلئے رجم یعنی سنگسار کرنے کی سزا قرآن میں مذکور تھی، یہ حکم ابھی باقی ہے لیکن ان الفاظ کی تلاوت باقی نہ رہی۔ (۶)

کیا شرط و قید کا اضافہ بھی نسخ ہے؟

ایک اہم مسئلہ جس میں اہل علم کے درمیان اختلاف رائے ہے اور احکام شرعیہ کے اخذ و استنباط میں جس کا بہت گہرا اور دور رس اثر پڑا ہے یہ ہے کہ ایک حکم پر کسی شرط یا قید کا اضافہ نسخ کے دائرہ میں آتا ہے یا نہیں؟ شواہد، حنا بلہ اور اکثر اہل علم کے نزدیک

محققین شواہد نسخ کی اس صورت کو بھی جائز قرار دیتے ہیں، امام شافعی کے نزدیک یہ صورت بھی درست نہیں، (۱)۔ جمہور کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منصب و مقام متعین کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لئے قرآن کا بیان و توضیح کرنے والے ہیں: و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم۔ (النحل: ۴۴) اور نسخ بھی دراصل بیان ہی کی ایک صورت ہے جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ اس حکم کی مدت اب ختم ہو چکی۔ (۲)

حدیث سے قرآن کے نسخ کی مثال وارث کے لئے وصیت کا مسئلہ ہے، قرآن مجید نے وصیت کے حکم کو عام رکھا ہے جس میں وارث اور غیر وارث کا کوئی فرق نہیں، (البقرہ: ۱۸۰) حدیث میں فرمایا گیا کہ وارث کے لئے وصیت معتبر نہیں، لا وصیة لوارث، (۳) اور مقدار وصیت کی بھی تحدید کر دی گئی کہ زیادہ سے زیادہ ایک تہائی کی وصیت کی جاسکتی ہے۔ (۴)

تلاوت و حکم کے اعتبار سے نسخ کی صورتیں

قرآن مجید میں الفاظ بھی مقصود ہیں، اور معانی بھی، اس لئے قرآن میں نسخ کا تعلق تلاوت سے بھی ہوتا ہے، اور احکام سے بھی — اس لحاظ سے اہل علم نے قرآن میں نسخ کی تین صورتیں کی ہیں، تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو جائیں، تلاوت باقی ہو حکم منسوخ ہو جائے، حکم منسوخ ہو تلاوت باقی رہے۔

ان میں سے پہلی صورت کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے: سنقرنک فلا تنسی الا ماشاء اللہ۔ (الاعلیٰ: ۶) یعنی ہم جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھا رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بھولیں گے سوائے اس کے جسے اللہ ہی بھلانا چاہے، چونکہ ایسی آیت من

(۱) دیکھئے: أصول السرخسی ۶۷۲، كشف الاسرار للبزوی ۳۶۷۳-۳۳۵، المحصول ۵۵۵، الاحکام للآمدی ۱۶۵/۳

(۲) دیکھئے: أصول السرخسی ۷۲۲

(۳) ابوداؤد، حدیث نمبر ۲۸۷۰

(۴) دیکھئے: أصول السرخسی ۷۸۲

(۵) دیکھئے: تیسیر التحرير ۲۰۲۳، كشف الاسرار ۳۵۹/۲

یہ نسخ میں داخل نہیں ہے، حنفیہ کے نزدیک یہ صورت بھی نسخ ہے اور چونکہ نسخ کو ثبوت کے اعتبار سے منسوخ سے کم قوی نہ ہونا چاہئے، اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کسی حکم پر اسی طرح کی زیادتی کے لئے اسی درجہ کی نص مطلوب ہے، اسی لئے خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی نہیں ہو سکتی، جمہور کے نزدیک اس طرح کی زیادتی بیان کے درجہ میں ہے اور خبر واحد کتاب اللہ کا بیان ہو سکتا ہے، لہذا خبر واحد سے کتاب اللہ کے عام میں تخصیص اور مطلق میں تقیید کی گنجائش ہے۔

یہ اصولی اختلاف بہت سے مسائل میں اختلاف رائے کا سبب بنا ہے، مثلاً قرآن نے وضوء کا طریقہ ذکر کیا ہے اور اس میں نیت کا ذکر نہیں ہے، حدیث میں ہر عمل کے ساتھ نیت کو ضروری قرار دیا گیا ہے، تو شوافع نے نیت کو ضروری قرار دیا اور حنفیہ نے کہا کہ اس زیادتی سے ایک حکم قرآنی کا نسخ لازم آتا ہے؛ اس لئے نیت رکن وضوء تو نہیں ہو سکتی البتہ مستحب یا مسنون ہوگی۔ قرآن میں زنا کی سزا صرف سو کوڑے مقرر کی گئی، حدیث میں اس کے ساتھ ایک سال جلاوطن کرنا بھی مذکور ہے؛ اسی لئے شوافع کے یہاں ایک سال کے لئے شہر بدر کرنا بھی حد زنا کا حصہ ہے، حنفیہ کے یہاں ایک سال شہر بدر کرنے کا حکم بطور سماجی مصلحت (سیاست مدنیہ) کے ہے اور قاضی کی صواب دید پر ہے، اس طرح کے کتنے ہی احکام ہیں جن کو اس اصولی اختلاف نے متاثر کیا ہے۔

قرآن مجید میں نسخ کی تعداد

ایسی احادیث جو منسوخ ہیں، سینکڑوں ہیں، اور ان میں سے بعض روایات کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف بھی ہے کہ یہ منسوخ ہیں یا نہیں؟ — لیکن آیات قرآنی میں نسخ بہر حال

محدود ہے، متقدمین کے یہاں جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے، نسخ کا دائرہ بہت وسیع تھا، وہ قید کے اضافہ اور عام کی تخصیص کو بھی نسخ شمار کرتے تھے، زمانہ جاہلیت سے مروج طریقوں کی ممانعت اور شریعت سابقہ کے کسی حکم کی تبدیلی کو بھی اسی دائرہ میں رکھتے تھے، اس لئے ان کے یہاں قرآن میں نسخ کی تعداد پانچ سو تک پہنچتی ہے، بلکہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بقول فکر و تامل سے کام لیا جائے تو ایسی آیتیں بے شمار ہوں گی، بان تاملت متعمقاً فهو غیر محصورة۔ (۱)

متاخرین نے ان ہی آیات کو منسوخ شمار کیا ہے جن پر اب بالکل ہی عمل نہیں، چنانچہ جلال الدین سیوطیؒ کی تحقیق کے مطابق اس اصول پر بیس آیات منسوخ ہیں، (۲) علامہ سیوطیؒ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ بعض اہل علم کے نزدیک صرف دو، بعضوں کے نزدیک تین اور بعض حضرات کے نزدیک چار آیات ہی منسوخ ہیں — شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس موضوع پر بڑی چشم کشا بحث کی ہے شاہ صاحب کی رائے ہے کہ منسوخ آیتیں صرف پانچ ہیں: البقرة: ۱۸۰، البقرة: ۲۴۰، الانفال: ۶۵، الاحزاب: ۵۲ اور المجادلة: ۱۲، — مولانا عبدالصمد رحمانیؒ نے بھی اس موضوع پر تفصیل سے قلم اٹھایا ہے اور ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں ایک آیت بھی منسوخ نہیں، مولانا کی یہ کتاب ”قرآن محکم“ کے نام سے طبع ہو چکی ہے، ویسے خیال ہوتا ہے کہ جب قرآن نے فی الجملہ نسخ کو تسلیم کیا ہے، متعدد آیات میں اس کا ذکر فرمایا گیا ہے اور عقل و قیاس سے بھی اس کا کچھ تصادم نہیں، تو قرآن میں نسخ کے پائے جانے سے بالکل ہی انکار کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ واللہ اعلم۔

احکام پر نسخ کا اثر

احکام پر نسخ کا جو اثر پڑتا ہے، اس اعتبار سے اہل علم نے نسخ

(۲) دیکھئے: الإتقان فی علوم القرآن ۲۳۶۲ ط: سہیل اکیڈمی، لاہور

(۱) الفوز الكبير ۱۹، ط: رحیمہ دیوبند

بیوی پر بدکاری کا الزام لگاتا ہو اور گواہ فراہم نہ ہوں۔ (النور : ۶)

نسل

اہل علم اور علماء اصول نے لکھا ہے کہ احکام شریعت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ”حفظ نسل“ بھی ہے، زنا کی حرمت، ان اسباب کا سدباب جو زنا تک پہنچاتے ہوں، نکاح کی ترغیب، شوہر سے علاحدگی یا وفات کے بعد عورت کا عدت گزارنا، اسقاطِ حمل اور افزائش نسل کو روکنے کا جائز نہ ہونا، ان سب کا مقصد یہی نسل و نسب کا تحفظ ہے، اس لئے شریعت میں نسل اور نسلی شناخت کی حفاظت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

نسل پر وقف

فقہاء کے یہاں یہ مسئلہ زیر بحث آیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی نسل پر کوئی چیز وقف کرے تو یہ وقف کن لوگوں پر سمجھا جائے گا؟ — فقہاء نے اس کا مصداق اولاد اور سلسلہ اولاد کو قرار دیا ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ بیٹیوں کی اولاد اس میں داخل ہوگی یا نہیں؟ دونوں طرح کے اقوال ہیں، بعض اہل علم نے ایک قول کو ترجیح دیا ہے اور بعض نے دوسرے کو، علامہ حسکفی کا خیال ہے کہ لڑکیاں بھی اس میں داخل ہوں گی، (۳) — قریب قریب یہی رائے دوسرے فقہاء کی بھی ہے، البتہ حنابلہ کے یہاں ایسی صورت میں اگر اس کی نسل میں ایک سے زیادہ پشتوں کے لوگ بیک وقت موجود ہوں تو وقف کی آمدنی میں وہ سب بیک وقت شریک رہیں گے، (۴) اور شوافع کے نزدیک بالترتیب یعنی جب پہلے پشت کے لوگ باقی نہ رہیں تب دوسری پشت والوں کا استحقاق رہے گا،

وعلى هذا القياس - (۵)

(۲) ابن ساجہ ۱۱۲، ۱۳

(۳) المغنی ۳۵۴، ۵

کی چار قسمیں کی ہیں: صریحی، ضمنی، کلی، جزئی۔ (۱)

(۱) نسخ صریحی وہ ہے جس میں کسی حکم کے منسوخ ہونے پر شارع کی صراحت موجود ہو، جیسے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا تو اب تم قبروں کی زیارت کر سکتے ہو کہ اس سے زہد پیدا ہوگا اور آخرت کی یاد تازہ ہوگی، (۲) یا جیسے ابتداء مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس تھا پھر صراحتاً اس کو منسوخ کیا گیا اور ارشاد باری ہوا: فلول وجھک شطر المسجد الحرام۔ (البقرہ : ۱۴۴)

(۲) نسخ ضمنی یہ ہے کہ نص میں تو کسی حکم کے نسخ یا منسوخ ہونے کی صراحت نہ ہو، لیکن قرآن و شواہد سے کسی حکم کے منسوخ ہونے کا فیصلہ کیا جائے، جیسے ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورتوں کے لئے ایک سال عدت و وفات مقرر فرمائی ہے، (البقرہ : ۲۳۳) پھر دوسری جگہ باری تعالیٰ نے بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کی ہے، (البقرہ : ۲۳۳) ان دونوں احکام کے درمیان بالاجماع ثانی الذکر حکم نسخ ہے اور پہلا حکم منسوخ۔

(۳) نسخ کلی سے یہ مراد ہے کہ شارع نے کسی حکم کو تمام مکلفین سے ختم کر دیا ہو، ایسا نہ ہو کہ بعض افراد کے حق میں حکم باقی ہو اور بعض کے حق میں منسوخ، جیسے بیوہ عورت کی عدت یا تحویل قبلہ کا مسئلہ۔

(۴) نسخ جزئی سے مراد یہ ہے کہ بعض افراد کے حق میں حکم منسوخ ہو گیا ہو اور بعض افراد کے حق میں باقی ہو، جیسے ابتداء تہمت لگانے اور ثبوت فراہم نہ کرنے کی صورت میں چالیس کوڑے کی سزا تمام ہی لوگوں کے لئے مقرر ہوئی تھی، (النور : ۴) لیکن پھر شوہر کے لئے استثنائی طور پر ”لعان“ کا حکم رکھا گیا، اگر وہ

(۱) علم اصول الفقہ للخلاف ۲۲۳، ۲۵

(۲) دیکھئے: درمختار وردالمختار ۳۳۹، ۳

(۵) دیکھئے: شرح مہذب ۳۵۱، ۱۵

نسی

”نسی“ کے معنی مؤخر کرنے کے ہیں، حدیث میں متعدد مواقع پر یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، (۱) اسی سے ”نسی“ کا لفظ ماخوذ ہے جو زمانہ جاہلیت میں کسی مہینہ کو اپنے وقت سے ہٹا کر مؤخر کر دینے کو کہا جاتا تھا۔ فقہاء کے یہاں ایک اصطلاح ”ربو نسیہ“ کی ہے جو سود کی ایک خاص صورت ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ربوا)

نسیہ

نساء کے معنی تاخیر کے آتے ہیں، عرب بعض مہینوں کو اپنے وقت سے مؤخر کر دیتے تھے اور اس کو ”نسی“ کہتے تھے، فقہ کی اصطلاح میں یہ سود کی ایک قسم ہے، تفصیل ربو کے تحت مذکور ہو چکی ہے۔

نسیان

(بھول)

”نسیان“ حفظ (یا درہنے) کی ضد ہے، (۲) ایک شئی معلوم ہو، لیکن ذہن اس سے غافل ہو، تو اس کیفیت کو ”نسیان“ کہتے ہیں، (۳) علامہ ابن ہمام نے نسیان کی تعریف اس طرح کی ہے کہ بوقت ضرورت کوئی چیز یاد نہ رہے، (۴) — اس سلسلہ میں اہل لغت کا اختلاف ہے کہ سہو اور نسیان کے درمیان فرق ہے یا یہ دونوں ہم معنی الفاظ ہیں اور قول صحیح یہی ہے کہ یہ دونوں مترادف ہیں۔ (۵) اس پر اہل علم کا اتفاق ہے (۶) کہ بھول کی وجہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الله وضع عن امتي الخطاء والنسيان
وما استكرهوا عليه . (۷)

دنیوی احکام میں بعض صورتوں میں نسیان مؤثر ہوتا ہے، اور بعض صورتوں میں مؤثر نہیں ہوتا، عبادات میں اگر بھول ہو تو، اگر اس بھول کے لئے کوئی داعی نہ ہو، نیز مذکر یعنی یاد دہانی کرنے والی کیفیت موجود ہو، تو بھول سے ہونے والی کوتاہی معاف نہیں ہوگی، جیسے کوئی شخص نماز میں کھالے تو نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ نماز کی کیفیت اس کو اس کی خصوصی حیثیت یاد دلاتی رہتی ہے، برخلاف روزہ کے، کہ روزہ میں کوئی باعث یاد دہانی امر موجود نہیں، اس لئے اس حال میں آدمی بھول کر کھالے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہنا بھول گیا تو جانور حلال ہو جائے گا، اس لئے کہ کوئی ایسا سبب داعی موجود نہیں جو بسم اللہ کی طرف متوجہ کرنے والا ہو۔

البتہ بھول جانے کی وجہ سے آدمی کوئی ایسا کام نہ کر پائے جس کا شریعت نے حکم دیا ہے، یا کسی ایسی بات کا ارتکاب کر جائے جس کو شریعت نے منع کیا ہے، تو اس کا تدارک واجب ہے، جیسے نماز، روزہ، نذر، وغیرہ بھول جائے، حج کرنے میں وقوف عرفہ بھول جائے، نماز کا کوئی رکن بھول جائے، نجاست اتنی لگی ہو کہ نماز اس کے ساتھ نہیں ہو سکتی، اور اسی حال میں بھول کر نماز ادا کر لے، تو ان صورتوں میں اس کو ان افعال کی قضاء کرنی ہوگی، قسم اور طلاق کے معاملہ میں بھی قصد اور بھول کا حکم یکساں ہے، بھول کر بھی قسم کھالے یا طلاق دیدے، تو طلاق واقع ہو جائے گی اور قسم منعقد ہو جائے گی، یہی حال احرام کی ممنوعات کا ہے کہ بھول کر بھی ارتکاب کر لے تو اس کو وہی جنائیت ادا کرنی ہوگی، جو قصداً ممنوعات احرام کے ارتکاب کی وجہ سے واجب ہوتی۔

(۲) القاموس المحيط ۱۷۲۵

(۳) دیکھئے: الأشباه والنظائر لابن نجيم ۳۰۲

(۶) حوالہ سابق

(۱) النہایہ لابن اثیر ۳۴-۳۵/۵

(۳) کتاب التعريفات ۲۶۹

(۵) حوالہ سابق

(۷) ابن ماجہ ۳۷۸/۱، باب طلاق المکرہ والناسی

ہو سکتی ہیں :

○ یا تو اس کی حرمت و ممانعت عبادت کے ساتھ مخصوص ہوگی یا عبادت کے ساتھ مخصوص نہیں ہوگی، اگر عبادت سے متعلق ہو اور اس میں تلف کرنے کی کیفیت پائی جاتی ہو جیسے: احرام کی حالت میں شکار کا قتل، بال موٹنا، تو اس کا کفارہ ساقط نہیں ہوگا، کیوں کہ کمی پیدا ہوئی ہے، اس کی تلافی کی صورت موجود ہے۔

○ اور اگر تلف کرنے کی کیفیت نہیں پائی جاتی ہو تو اب اس کا گناہ بھی ساقط ہو جائے گا اور کوئی بدل بھی واجب نہ ہوگا۔

○ اگر اس کی ممانعت عبادت سے متعلق نہ ہو، تو نسیان کی وجہ سے گناہ ساقط ہو جائے گا اور تاوان واجب ہوگا، جیسے کسی نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دی، پھر اس بات کو بھول گیا اور اس سے صحبت کر لی، یا کھانے کو فروخت کر چکا تھا، یاد نہیں رہا، اور اسے کھا لیا، تو ان صورتوں میں گناہ گارتو نہیں ہوگا، لیکن اس کا تاوان واجب ہوگا، کیوں کہ ان امور کی تلافی کی صورت موجود ہے، اور بھول کی وجہ سے تلافی کے اسباب معاف نہیں ہو جاتے۔ (۳)

نشوز

”نشوز“ کے معنی نافرمانی کے ہیں، قرآن مجید میں یہ لفظ بیوی کی نافرمانی کے معنی میں استعمال ہوا ہے، (النساء : ۳۴) اسی کی رعایت کرتے ہوئے فقہ کی اصطلاح میں جن چیزوں میں شوہر کی اطاعت واجب ہے ان میں شوہر کی عدول حکمی کرنے کو نشوز کہا جاتا ہے، جیسے: شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا گھر سے نکلنا، شوہر کے منع کرنے کے باوجود غیر محرم سے گفتگو کرنا، شوہر کو اپنے نفس پر قدرت نہ دینا، اور غسل جنابت نہ کرنا وغیرہ — جو عورت نشوز یعنی بے جانا نافرمانی کا ارتکاب کرے اس کو ”ناشزہ“ کہتے ہیں۔

اگر ایسی عورت کی اصلاح دشوار ہو تو طلاق دی جاسکتی ہے،

ہاں اگر بھول سے اس نے ایسی بات کا ارتکاب کیا جو حد شرعی کی موجب ہے جیسے، بھول کر شراب پی لی، کسی کا سامان چوری کر لیا وغیرہ، تو شبہ پیدا ہو جانے کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ حدود شہات سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ (۱)

علامہ سید شریف جرجانی نے نسیان کے سلسلہ میں اصولی بات لکھی ہے کہ نسیان کسی بات کے واجب ہونے یا جو چیز واجب تھی اس کی ادائیگی کے واجب ہونے میں مانع نہیں ہے، (۲) اسی لئے نسیان بنیادی طور پر حکم اخروی میں مؤثر ہوتا ہے کہ آدمی گناہ سے بچ جاتا ہے، دنیوی احکام عام طور پر اسی طرح مرتب ہوتے ہیں جس طرح قصد و ارادہ کے ساتھ کسی فعل کو انجام دینے پر، فقہاء نے صرف ان صورتوں کو مستثنیٰ کیا ہے جن میں خود نصوص میں رخصت و سہولت ثابت ہے، یا اس کا تعلق حدود و تعزیرات سے ہے۔ واللہ اعلم

شیخ الاسلام عزالدین ابن عبدالسلام نے لکھا ہے کہ بھول کی وجہ سے گناہ تو معاف ہوتا ہے، لیکن کیا بھول کی وجہ سے حکم شرعی ساقط ہو جاتا ہے؟ تو اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ یا تو وہ شریعت کی مامورات کو بھولا ہوگا یا منہیات کو :

○ اگر مامورات کو بھولا ہے اور اب اس کا تدارک ممکن ہے تو حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد، تدارک واجب ہوگا، جیسے کوئی شخص نماز، روزہ یا قصاص وغیرہ کو بھول جائے تو یاد آنے کے بعد اس کو ادا کرنا ہوگا۔

○ اور اگر اس کا تدارک ممکن نہ ہو جیسے: جہاد، جمعہ، نماز کسوف، کسی خاص شخص کی نماز جنازہ، بیوی، ماں باپ کے لئے رہائش گاہ کا انتظام، تو ان امور کے فوت ہو جانے کی وجہ سے اب ان کا وجوب ہی ساقط ہو جائے گا۔

○ اور اگر بھول کا تعلق منہیات سے ہو تو اس کی دو صورتیں

(۱) ملخص از: الأشباه والنظائر ۲۰۳-۳۰۲، ط: بیروت
(۲) کتاب التعریفات ۲۶۹
(۳) ملخص از: قواعد الأحکام فی مصالح الأنام، فصل فیما یفوت من المصالح، الخ

نص وہ ہے جس کے معنی الفاظ ہی سے واضح ہوں اور وہی کلام کا مقصود ہو، البتہ اس میں تخصیص و تاویل کا احتمال بھی پایا جاتا ہو، تخصیص و تاویل کے احتمال کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس حکم میں تخصیص یا تاویل کی ہی گئی ہو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کلام میں تخصیص و تاویل کی گنجائش ہو۔

نص کا حکم یہ ہے کہ ظاہر کے مقابلہ سے ترجیح ہوتی ہے، اور اگر نص اور مفسر میں ٹکراؤ محسوس ہو تو بہ مقابلہ نص کے مفسر کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے کچھ محرمات کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا ہے کہ: ”اس کے سوا عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں“ و احل لکم ما وراء ذالکم، (النساء: ۲۴) اس آیت کا ظاہر یہ ہے کہ ان عورتوں کے علاوہ عورتیں حلال ہیں، خواہ ان کی تعداد چار سے زیادہ ہو، لیکن سورہ نساء کی آیت نمبر: ۴ آئی ہی اس لئے ہے کہ نکاح کی چار تک حد بندی کی جائے، پس یہ آیت چار سے زیادہ نکاح کے جائز نہ ہونے میں نص کا درجہ رکھتی ہے، اس لئے اس آیت کو ترجیح حاصل ہے کہ چار سے زیادہ نکاح جائز نہیں۔ (۱)

اسی طرح نص پر مفسر کو ترجیح ہوتی ہے جیسے ایک شخص نکاح کرتے ہوئے کہتا ہے تزوجت (میں نے شادی کی) تو نکاح صحیح کے لئے یہ عبارت نص کے درجہ میں ہے، جو نکاح کے ایجاب و قبول کے لئے استعمال ہوتی ہے، لیکن اگر ایک شخص نے ”شہرا“ کا لفظ بڑھا کر کہہ دیا: تزوجت شہراً (میں نے ایک ماہ کے لئے نکاح کیا) تو اب یہ نکاح درست نہیں ہوگا، کیونکہ ایک ماہ کی قید نے اس کلام کو مفسر بنا دیا، اور یہ بات واضح ہوگئی کہ اس سے عارضی نکاح (نکاح موقت) مراد ہے، جو شرعاً درست نہیں ہے۔

(دوسری اصطلاحات ”ظاہر، مفسر، محکم، خفی، مشکل، مجمل، متشابہہ“ کے سلسلہ میں ان ہی الفاظ کو ملاحظہ کیا جائے)۔

نص سے مربوط فقہاء احناف کے نزدیک ایک اور اصطلاح

اور ناشزہ عورت اگر شوہر کے گھر سے چلی جائے تو شوہر پر اس کا نفقہ واجب نہیں رہتا، نافرمانی کے باوجود اگر وہ شوہر کی فراہم کی ہوئی رہائش گاہ میں موجود ہو تو وہ نفقہ کی مستحق ہے۔

(تفصیل کے لئے طلاق اور نفقہ کے احکام دیکھے جائیں)

اگر بیوی کی طرف سے بے جانا نافرمانی ہو اور خلع پر معاملہ طے پا جائے تو مرد نے مہر کے طور پر جو رقم دی ہے، وہ اسے واپس لے سکتا ہے۔ (دیکھئے: خلع)

نص

لغت میں ”نص“ کے معنی تیز چلنے کے آئے ہیں اور حدیث میں یہ لفظ ایک موقع پر اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، اہل علم کی اصطلاح میں نص ایسی صریح اور واضح بات کو کہتے ہیں جس میں تاویل و توجیہ کی گنجائش نہ ہو، عام طور پر اللہ اور اس کے رسول کے کلام کے لئے نص کا لفظ بولا جاتا ہے، اور اسی لئے ”دلیل معقول“ کے مقابلہ ”دلیل منصوص“ کی تعبیر استعمال کی جاتی ہے، لیکن شارع تعالیٰ کے علاوہ انسان کی عبارتوں کے لئے بھی نص کے لفظ کا استعمال عام ہے، خاص کر جب کسی کی عبارت بلفظ نقل کی جائے تو اس وقت ”نص“ کی تعبیر اختیار کی جاتی ہے۔

یہ تو اس لفظ کا عمومی استعمال ہے، لیکن علماء اصول فقہ کے نزدیک ”نص“ ایک مستقل اصطلاح ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ کلام کبھی واضح ہوتا ہے اور کبھی مبہم، پھر وضاحت و ابہام بھی ایک درجہ کا نہیں ہوتا، کوئی بات اپنے مقصد کے اظہار میں زیادہ واضح ہوتی ہے اور کوئی کم واضح، کسی میں زیادہ ابہام و اشتباہ ہوتا ہے اور کسی میں کم، اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے اصولیین نے وضاحت کے اعتبار سے کلام کی چار قسمیں کی ہیں اور ابہام کے اعتبار سے بھی، وضاحت کے اعتبار سے کلام کی چار قسمیں یہ ہیں: ظاہر، نص، مفسر، محکم، اور ابہام کے اعتبار سے چار قسمیں یوں ہیں: خفی، مشکل، مجمل، متشابہہ۔

(۱) ملخص از: فتح الرحموت ۲، علی ہامش المستصفی ۱۹۳، ط: بولاق

فرمایا: انما الاعمال بالنیات اگر اعمال سے پہلے ثواب و اجر یا صحت کا لفظ نہ بڑھایا جائے اور یوں نہ کہا جائے کہ اعمال پر اجر و ثواب یا اعمال کا صحیح و درست ہونا نیت پر موقوف ہے، تو اس حدیث کا کوئی صحیح معنی نہیں کیا جاسکے گا، اسی لئے شرعی ضرورت کے تحت ایسی نصوص میں الفاظ محذوف مانے جاتے ہیں، پس اس حدیث میں ثواب یا صحت کا لفظ اقتضاء النص سے ثابت ہے۔ (۳)

دلالیت کی ان چار صورتوں سے احکام ثابت ہوتے ہیں، اور یہ قیاس پر مقدم ہیں، البتہ تعارض کے وقت عبارت النص کو اشارۃ النص پر اور اشارۃ النص کو دلالت النص پر ترجیح دی جائے گی مثلاً:

یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی . (البقرۃ : ۱۷۸)

اے مومنو! تم پر مقتولین کے سلسلہ میں قصاص فرض قرار دیا گیا ہے۔

اس آیت کا عبارت النص یہ ہوا کہ قتل عمد میں قصاص واجب ہوگا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالداً فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ . (النساء : ۹۳)

جو کسی مسلمان کا جان بوجھ کر قتل کرے اس کی جزاء جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب ہو اور اللہ کی لعنت۔

اس آیت میں قتل مومن کی پوری سزا جہنم کو قرار دیا گیا ہے، کیونکہ جزاء پورے بدلہ کو کہتے ہیں، اس کا اشارۃ النص یہ ہوا کہ قتل عمد کی صورت میں قصاص واجب نہ ہوگا، ورنہ جہنم اس کی پوری سزا نہ ہوتی، پس پہلی آیت کے عبارت النص کو اس آیت کے اشارۃ النص پر ترجیح دی جائے گی، اور قصاص واجب ہوگا۔

بھی ہے، اور وہ یہ کہ قرآن و حدیث کی نصوص میں لفظ کی اپنی معنی پر دلالت کے اعتبار سے چار قسمیں کی گئی ہیں، عبارت النص، اشارۃ النص، دلالت النص اور اقتضاء النص۔ لفظ جس معنی کو بتلانے کے لئے لایا گیا ہے وہ عبارت النص ہے، اور جو معنی لفظ سے معلوم ہو لیکن کلام اس کے لئے لایا نہ گیا ہو، وہ اشارۃ النص ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وعلی المولود لہ رزقہن و کسوتہن بالمعروف . (البقرۃ : ۲۳۲)

اس کلام کا اصل مقصود یہ بتانا ہے کہ نفقہ والد پر واجب ہوتا ہے، لیکن اس میں کئی باتوں کی طرح اشارہ ہوتا ہے، اول یہ کہ بچوں کا نسب باپ سے ثابت ہوگا، دوسرے: اولاد کے مال میں والد کو ولایت حاصل ہوگی، تیسرے: تنہا والد ہی پر نفقہ واجب ہوگا، اولاد کا نفقہ ادا کرنے میں کسی اور کی شرکت نہ ہوگی، چوتھے: اگر والد محتاج ہو تو اولاد پر بھی بلا شرکت غیرے والد کا نفقہ واجب ہوگا، کیونکہ ”مولود“ میں لام ملکیت کو بتلانے کے لئے ہے، پس گویا اولاد اور اس کا مال اس کے باپ کی ملکیت کے درجہ میں ہے۔ (۱)

جو حکم نص کے الفاظ میں مذکور نہ ہو مگر زبان کے لب و لہجہ کے تقاضے سے غور و فکر کے بغیر بھی وہ سمجھ میں آتا ہو، اس کو دلالت النص کہتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کو اف بھی نہ کہو، فلا تنقل لہما اف، (اسراء : ۲۳) اس سے ایک عامی شخص بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے، کہ ماں باپ پر ہاتھ اٹھانا یا گالی دینا بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا تو ماں باپ کو مار پیٹ اور گالی گلوچ کی حرمت اس آیت کا دلالت النص ہے۔ (۲)

نص میں ایسی زیادتی کہ اس کے بغیر کلام درست نہ ہو سکے، اقتضاء النص اور مقتضی کہلاتا ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

(۲) حوالہ سابق ۱۲۰

(۱) أصول البزدوی ۱۱۷

(۳) أصول البزدوی ۱۲۵

حدود کے مقدمات میں خواہ کوئی بھی حد ہو، زبان ہی سے اقرار معتبر ہے تحریر اور اشارہ سے اقرار کا اعتبار نہیں، گو نگا اگر اقراری تحریر لکھ دے یا واضح اشارہ کے ذریعہ اقرار کرے، جب بھی یہ اقرار غیر معتبر ہوگا۔ (۲)

نظر

”نظر“ کے معنی نظر لگنے کے بھی ہیں، اور حدیث میں یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے، (۳) حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی کو دیکھا جس کے چہرے پر ایک دھبہ سا تھا، تو فرمایا کہ اس کو جھاڑ پھونک کرو کیونکہ اسے نظر لگ گئی ہے۔ (۴)

حدیث میں نظر لگنے کا دو علاج منقول ہے، ایک یہ کہ دُعاء پڑھ کر پھونکا جائے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خود مجھے اس کا حکم فرمایا، (۵) دوسرے آپ ﷺ نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ جس شخص کی نظر لگ جائے وہ اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے، پاؤں اور تہبند کے اندرونی حصہ کو ایک برتن میں دھوئے اور اس پانی سے نظر لگے ہوئے شخص کو غسل دیا جائے۔ (۶)

اہل علم نے لکھا ہے کہ نظر لگنے سے نقصان تو ہوتا ہے، لیکن اس سے ہلاکت واقع نہیں ہوتی، اور یقین کے ساتھ کہا بھی نہیں جاسکتا کہ کس کو نظر لگی ہے اور کس کی؟ اس لئے نظر کی بنیاد پر قصاص، دیت یا کفارہ وغیرہ کے احکام جاری نہیں ہو سکتے۔ (۷)

نظر لگنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کی نظر لگ جائے وہ بدخواہ ہی ہو، کوئی چیز نگاہ کو بہت بھا جائے اس سے بھی نظر لگتی ہے، اس لئے جب کوئی چیز اچھی لگے تو ”ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ“ کہنا

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

من قتل مومنا خطاء فتحریر رقبة مومنة ودية
مسلمة الى اہله الا ان یصدقوا . (النساء : ۹۳)

اس آیت کا دلالت النص یہ ہے کہ قتل عمد پر بہ درجہ اولیٰ کفارہ

واجب ہونا چاہئے، دوسری جگہ فرمایا گیا :

ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم
خالدا فیہا . (النساء : ۹۳)

جو کسی مسلمان کا قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اس آیت کا اشارہ النص ہے کہ قتل عمد میں کفارہ واجب نہ ہو کیونکہ قتل عمد کی سزا جہنم کو قرار دیا گیا ہے، اور جہنم اسی صورت میں واجب ہوتی ہے کہ اس گناہ کا کفارہ ممکن نہ ہو، پس اس آیت کا اشارہ النص کو پہلی آیت کے دلالت النص پر ترجیح دی جائے گی۔

نطق

(بولنا)

نطق کے معنی بولنے کے ہیں، یوں فقہاء کے یہاں ”گویائی“ اور ”قوت گویائی“ دونوں پر نطق کا اطلاق کیا جاتا ہے — شریعت میں بعض معاملات میں اشارہ کو بھی نطق کے قائم مقام سمجھا گیا ہے، اور جو شخص بولنے پر قادر نہ ہو جس کو ”اخرس“ یا ”ابکم“ کہتے ہیں اس کے لئے بہت سے ان امور میں اشارہ سے مافی الضمیر کا اظہار کافی ہے، جن میں قوت گویائی رکھنے والوں کے لئے بول کر اپنے مقصد و منشاء کا اظہار ضروری ہوتا ہے۔ (دیکھئے: اخرس)

فقہاء نے لکھا ہے کہ گواہی میں نطق ضروری ہے، اشارہ کافی نہیں خواہ کسی بھی معاملہ کی گواہی ہو، اسی لئے تحریر اور اشارہ سے گواہی نہیں دی جاسکتی خواہ وہ بولنے پر قادر ہو یا نہ ہو، (۱) اسی طرح

(۱) دیکھئے: بدائع الصنائع ۲/۶۸۶

(۲) بخاری، عن ام سلمہ، حدیث نمبر ۵۷۳۹

(۳) بخاری، حدیث نمبر ۵۷۳۸

(۴) فتح الباری ۲/۱۰۱۶

(۲) بدائع الصنائع ۲/۶۸۷

(۳) حوالہ مذکور

(۴) دیکھئے: فتح الباری ۲/۱۰۱۶-۱۱۴

چاہئے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تلقین فرمائی۔ (۱)

نعاس

نعاس کے معنی اونگھنے کے ہیں، مولانا انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ ایسا سونا کہ دل میں غفلت کی کیفیت پیدا ہو جائے نوم ہے، اور اونگھنا کہ جس میں آدمی جھولنے لگے اور سر میں حرکت ہو نعاس ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: نوم)

نعل

عربی زبان میں ”نعل“ پاؤں میں پہننے والی ایسی چیز کو کہتے ہیں جو زمین سے پاؤں کی حفاظت کرے ماوقیت بہ القدم من الارض اس کی جمع ”نعال“ آتی ہے، (۲) اس طرح چپل اور جوتا دونوں پر نعل کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

نعل سے متعلق تین فقہی احکام قابل ذکر ہیں، اول یہ کہ پاؤں دھونے کی جگہ کیا نعلین پر مسح کرنے پر اکتفا کیا جاسکتا ہے؟ دوسرے کیا نعلین کے ساتھ نماز پڑھی جاسکتی ہے؟ تیسرے رسول اللہ ﷺ کی نعلین مبارکین کس وضع کی تھیں؟

وضوء میں نعلین پر مسح

جہاں تک وضوء میں نعلین پر مسح کی بات ہے تو گواہی روایت میں یہ بات آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پائے مبارک اور نعل مبارک پر مسح فرمایا، (۳) لیکن قرآن مجید میں پاؤں کے دھونے کا حکم اور صحیح و مشہور احادیث میں صرف موزوں پر مسح کرنے کی اجازت سے یہ روایت متعارض ہے، اسی لئے جمہور فقہاء اور خود ائمہ اربعہ نعلین پر مسح کے قائل نہیں، اس روایت کی توضیح حضرت

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے وضوء کیا اور موزوں (جوربین) اور نعلین پر مسح فرمایا، (۴) اس سے ظاہر ہے کہ اصل میں تو آپ ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا تھا، لیکن چونکہ آپ ﷺ ان موزوں پر نعلین پہنے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے نعلین میں اوپری حصے اس طرح کھلے ہوئے تھے کہ ان کو اتارے بغیر بھی مسح کیا جاسکتا تھا، اس لئے راوی نے اس کو موزے اور نعلین دونوں پر مسح کرنے سے تعبیر کر دیا اور چونکہ یہ ایک طرح سے بالواسطہ پاؤں ہی پر مسح کرنا ہے، اس لئے بعض روایتوں میں نعلین اور قد میں کا ذکر کیا گیا — امام طحاوی اور علامہ زیلعی نے اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔ (۵)

جوتے میں نماز

جہاں تک نعلین میں نماز پڑھنے کی بات ہے، تو اگر ایسی چپل ہو جس میں انگلیاں کھلی ہوئی ہوں اور ان کو زمین پر رکھا جاسکتا ہو، نیز اس میں ناپاکی لگی ہوئی نہ ہو تو اس میں نماز پڑھی جاسکتی ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی نعلین میں بھی نماز ادا فرمائی ہے، (۶) — نعلین میں نماز پڑھنا مباح ہے یا مستحب یا مکروہ؟ اس سلسلہ میں تینوں طرح کے اقوال ہیں، جو حضرات مباح قرار دیتے ہیں، انہوں نے اس روایت کو جواز و اباحت پر محمول کیا ہے، کیونکہ حضور ﷺ کا عام معمول مبارک اس طرح نماز پڑھنے کا نہیں تھا، یہی رائے ابن دقیق العید کی ہے، جو حضرات استحباب کے قائل ہیں انہوں نے ابوداؤد اور حاکم کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: یہودیوں کی مخالفت کرو کہ وہ نعلین اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے، علامہ عینی کا رجحان اسی طرف ہے، ہمارے زمانہ میں اب یہ علت باقی نہیں

(۲) القاموس المحيط ۱۳۷۳

(۱) فتح الباری ۲۱۵/۱۰، بحوالہ مسند بزار

(۳) ترمذی، باب فی المسح علی الجوربین و النعلین، حدیث نمبر ۹۹

(۳) ابوداؤد مع بذل المجہود ۹۸/۱-۹۷

(۵) دیکھئے: شرح معانی الآثار للطحاوی، باب المسح علی النعلین ۵۸/۱ (۶) ترمذی، حدیث نمبر ۴۰۰، باب ماجاء فی الصلاة فی النعال

ایسے جنین کے ساقط ہونے کے بعد جو خون آئے وہ بھی ”نفاس“ ہی تصور کیا جائے گا، (۴) اگر بچہ کم حصہ باہر آیا ہو اور زیادہ حصہ اندر ہو اس وقت جو خون آئے وہ استحاضہ ہوگا نہ کہ حیض، (۵) اسی طرح اگر حمل پر ایک سو بیس دن نہیں گذرے اور اعضاء ظاہر نہیں ہوئے اسی حال میں جنین ساقط ہو گیا، تو یہ نفاس نہیں ہوگا، اگر مدت طہر کم سے کم پندرہ دن گذر چکی تھی اور خون کا سلسلہ تین دنوں تک باقی رہا تو حیض شمار کیا جائے گا ورنہ استحاضہ، اگر کسی عورت کے حمل میں دو بچے ہوں جو یکے بعد دیگرے پیدا ہوں، لیکن پیدائش میں چھ ماہ سے کم کا فاصلہ ہو تو پہلے بچہ کی پیدائش ہی سے آنے والا خون نفاس شمار کیا جائے گا، البتہ دوسرے بچہ کی پیدائش پر وضع حمل کی تکمیل ہوگی، یعنی اگر حاملہ طلاق یا وفات کی عدت کی حالت میں تھی تو دوسرے بچہ کی پیدائش پر عدت مکمل ہوگی۔ (۶)

نفاس کی مدت

نفاس کی کم سے کم کوئی مدت نہیں، اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، (۷) زیادہ سے زیادہ مدت کے بارے میں البتہ اختلاف ہے، حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن کی ہے، (۸) چنانچہ حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں خواتین ولادت کے بعد چالیس شب و روز بیٹھتی تھیں، (۹) یعنی نماز وغیرہ ادا کرنے سے مجتنب رہتی تھیں، امام ترمذی نے اس پر حضرات صحابہؓ کا اتفاق نقل کیا ہے۔ (۱۰)

فقہاء شوافع کے نزدیک زیادہ سے زیادہ مدت ساٹھ دن ہے، لیکن شوافع میں امام مزنی کی رائے وہی ہے جو حنفیہ اور حنابلہ

رہی؛ اس لئے اب یہود کی مخالفت کی نسبت سے نعلین میں نماز پڑھنے کو اولیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

جو لوگ مکروہ کہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ اس میں سوء ادب ہے اور اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ ﷺ سے کوہ طور پر حاضری کے موقعہ پر ارشاد فرمانا کہ آپ ﷺ نعلین اتار لیں، فاخلع نعلیک۔ (طہ : ۱۲) سے بھی اس نقطہ نظر کو تقویت پہنچتی ہے، (۱) — اور فی زمانہ یہی درست معلوم ہوتا ہے، کیونکہ مشرق میں بڑوں کے سامنے جوتے پہن کر بیٹھنے کو خلاف ادب تصور کیا جاتا ہے، اور اس لئے بھی کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں مسجد کا فرش کچا تھا اور اس پر کنکر بچھائے گئے تھے، اس لئے اگر چیل میں کچھ گندگی لگ گئی ہو تو اس سے مسجد کا فرش آلودہ نہیں ہوتا تھا، آج کل مسجدوں میں جس قسم کے فرش بنائے جاتے ہیں، ان میں آلودگی کے پھیل جانے اور زمین میں جذب نہ ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے اور چیل جوتے میں چاہے نجاست نہ لگے، لیکن گندگی کا لگا رہنا عین ممکن ہے۔ واللہ اعلم

نفاس

”نفاس“ کے اصل معنی عورت کے بچہ جننے کے ہیں، (۲) فقہاء کی اصطلاح میں نفاس سے مراد وہ خون ہے جو بچے کی مکمل پیدائش یا اس کا زیادہ حصہ باہر آنے کے بعد آیا ہو، خواہ فطری طریقہ پر بچہ کی ولادت ہو جائے یا کسی وجہ سے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالنا پڑے، (۳) اگر جنین ابھی ناقص الخلق تھا، لیکن بعض اعضاء جیسے ہاتھ یا پاؤں یا ناخن یا انگلی یا بال کی تخلیق ہو گئی تھی اور عام طور پر یہ تخلیقی عمل ایک سو بیس دنوں کے بعد ہی وجود میں آتا ہے،

(۱) دیکھئے: معارف السنن ۲/۲۶۳، (مولانا محمد یوسف بنوری)

(۲) درمختار ۱۹۹/۱

(۳) حوالہ سابق ۱۹۹

(۴) البحر الرائق ۲۱۹/۱، بدایۃ المجتہد ۵۲۶/۱، المغنی ۲۰۹/۱

(۵) ترمذی، باب ماجاء فی کم تمکث النفساء، حدیث نمبر ۱۳۹

(۲) القاموس المحيط ۷۴۵

(۳) حوالہ سابق ۲۰۱/۱

(۴) درمختار ۲۰۰/۱

(۵) البحر الرائق ۲۲۰/۱، المغنی ۲۰۹/۱

(۶) حوالہ سابق

دلیل ہے۔

(۴) حیض استبراء رحم کی دلیل ہے اور نفاس بعض اوقات استبراء کے لئے کافی نہیں ہوتا، مثلاً کسی باندی کو حمل میں تو اُم بچے تھے، پہلا بچہ پیدا ہو، اور اس کے بعد خون شروع ہو گیا تو دوسرے بچہ کی پیدائش تک جو خون آیا وہ نفاس سمجھا جائے گا، لیکن چوں کہ ابھی حمل میں بچہ موجود ہے اس لئے استبراء رحم ابھی نہیں ہوا۔

(۵) حیض کے ذریعہ عدت گذرتی ہے نہ کہ نفاس کے ذریعہ، مثلاً کسی نے بچہ کی ولادت کے ساتھ مشروط طلاق دی تو ولادت کے ساتھ ہی طلاق پڑ جائیگی، لیکن نفاس عدت میں شمار نہ ہوگا بلکہ نفاس ختم ہونے کے بعد تین حیض کا آنا بھی ضروری ہوگا۔

(۶) جن کفارات میں مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنے ہیں اگر اس روزہ کے درمیان بیچ میں نفاس کی نوبت آگئی تو روزہ میں تسلسل باقی نہیں رہا، اور دوبارہ اُسے روزہ رکھنے ہوں گے بخلاف حیض کے، چونکہ حیض ہر ماہ عادۃً آیا ہی کرتا ہے، اس لئے حیض کی وجہ سے گوروزہ کا تسلسل ٹوٹ جائے پھر بھی اسے مسلسل ہی سمجھا جائے گا۔

(۷) اگر دو طلاقوں کے درمیان ایک حیض کا فاصلہ ہو جائے تو طلاق سنت ہوتی ہے، اور اگر پاکی کی حالت میں طلاق دی اور پھر حیض کے گذرنے سے پہلے ہی دوبارہ طلاق دے دی تو یہ طلاق بدعت ہوتی ہے۔ (۶)

(نفاس کے احکام کے سلسلہ میں حیض اور جنابت کے الفاظ بھی دیکھے جائیں)۔

نفاق

نفاق ”نافقہ“ سے ماخوذ ہے، کہا جاتا ہے کہ نیولہ اپنی پناہ گاہ

کی ہے، (۱) امام مالکؒ کا ایک قول ساٹھ دن کا ہے، لیکن امام صاحب نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور آپؒ کی آخری رائے یہ تھی کہ اس سلسلہ میں اہل تجربہ خواتین سے دریافت کیا جائے، تاہم مالکیہ کا عمل امام مالکؒ کی اسی ابتدائی رائے پر ہے جس سے آپؒ نے رجوع کر لیا ہے۔ (۲)

حنفیہ کے یہاں ایک صورت میں نفاس کی کم سے کم مدت بھی متعین ہوتی ہے، چنانچہ ولادت کے کچھ دنوں بعد عورت عدت گذر جانے کا دعویٰ کرتی ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کم سے کم مدت نفاس پچیس دن متصور ہوگی، اس کے بعد طہر اور تین حیض شمار کیا جائے گا، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس صورت میں گیارہ دن اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک لمحہ نفاس شمار ہوگا، (۳) — حافظ ابن رشدؒ کو اس سے یہ غلط فہمی ہوئی کہ انھوں نے امام ابوحنیفہؒ کی طرف مطلقاً یہ بات منسوب کر دی کہ آپؒ کے یہاں نفاس کی کم سے کم مدت متعین ہے، (۴) حالانکہ یہ تعین ایک خاص صورت سے متعلق ہے۔

جن امور میں حیض و نفاس کے احکام میں فرق ہے!

اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ نفاس حدیث یعنی ناپاک ہونے کے اسباب میں سے ایک ہے، جو چیزیں حیض کی وجہ سے حرام ہیں وہ نفاس کی وجہ سے بھی حرام ہیں، اور حیض کی وجہ سے جو فرائض ساقط ہو جاتے ہیں نفاس کی وجہ سے بھی ساقط ہو جاتے ہیں، (۵) البتہ حنفی نے سات احکام نقل کئے ہیں جن میں حیض اور نفاس کا حکم مختلف ہے:

(۱) حیض کی کم سے کم مدت مقرر ہے، نفاس کی کم سے کم مدت مقرر نہیں۔

(۲) حیض بالغ ہونے کی علامت ہے اور نفاس علامت بلوغ نہیں، کیونکہ اس کا حاملہ ہونا بجائے خود اس کے بالغ ہونے کی

(۱) المہذب ۱۶۳/۱

(۳) دیکھئے: درمختار ۱۹۹/۱

(۵) الإفصاح ۹۹/۱

(۲) دیکھئے: بدایۃ المجتہد ۵۲/۱

(۳) دیکھئے: بدایۃ المجتہد ۵۲/۱

(۶) درمختار ورد المختار ۱۹۹/۱

مناسب طور پر جاری رہتے ہیں، فان بھاہلاک المال و رواج الحال، (۱) — شامی نے زمخشری سے ایک اچھا نکتہ نقل کیا ہے کہ عربی زبان میں ہر وہ لفظ جس کا ابتدائی حرف (ف کلمہ) ”ن“ اور درمیانی حرف (ع کلمہ) ”ف“ ہو تو اس میں نکلنے اور جانے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ (۲)

اصطلاح میں نفقہ خوراک، پوشاک اور رہائش کے انتظام کو کہتے ہیں، ہی الطعام والكسوة والسكنی . (۳) — نفقہ کی یہ تعریف تمام صورتوں کو شامل ہے، انسان اور حیوان دونوں کے نفقہ کو بلکہ فقہاء نے تو زمین کو بھی لائق نفقہ قرار دیا ہے کہ سیراب کرنا۔ اس کا نفقہ ہے، یہ اور بات ہے کہ اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ (۴) خود اپنا نفقہ

سب سے پہلے تو انسان پر خود اپنا نفقہ واجب ہے کہ آدمی اپنے آپ کی ضروریات کو پورا کرے، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے اپنے آپ سے شروع کرو پھر اپنے زیر پرورش لوگوں پر خرچ کرو، ابدأ بنفسک فتصدق علیہا فان فضل شئی فلاھلک، (۵) کیونکہ انسان کے ہاتھ میں اس کا وجود اللہ کی امانت ہے، اور حتی المقدور اس کی حفاظت وصیانت واجب ہے۔

قرابت داری کی وجہ سے نفقہ کا وجوب

دوسرے شخص کا نفقہ آدمی پر تین اسباب کے تحت واجب ہوتا ہے، ازدواجی رشتہ، قرابت مندی اور ملکیت (۶)۔ بحیثیت مجموعی قرابت کی بناء پر نفقہ واجب ہونے کے سلسلہ میں وسعت و تنگی کے اعتبار سے مذاہب اربعہ کی ترتیب اس طرح ہے کہ سب سے زیادہ وسعت حنابلہ کے یہاں ہے، پھر حنفیہ کے یہاں، پھر شوافع کے یہاں اور آخری درجہ مالکیہ کا ہے۔

میں دو طرح کا بل رکھتا ہے، ایک کھلا ہوا جو نظر آتا ہے، اور دوسرا چھپا ہوا، جو عام نگاہوں سے مخفی ہوتا ہے تاکہ وقت ضرورت وہ اس بل سے باہر نکل کر اپنی جان بچا سکے، اسی سے نفاق کا لفظ ماخوذ ہے، نفاق یہ ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے، حالانکہ بہ باطن کافر ہو، اسلام کے ایسے خفیہ دشمنوں کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں منافق کہا جاتا تھا، قرآن و حدیث میں بے شمار مواقع پر یہ اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔

سلسلہ وحی بند ہونے کے بعد چونکہ یہ جاننا ممکن نہیں کہ کون شخص نفاق کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، البتہ اگر کسی شخص کے بارے میں معلوم اور ثابت ہو جائے کہ یہ شخص اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے، لیکن اندرونی طور پر مسلمان نہیں ہے، یا وہ دین کے کسی اساسی حکم کی بے جاتاویل کرتا ہو جیسا کہ قادیانی خاتم النبیین کی من چاہی توجیہ کرتے ہیں، تو ان کو ”زندیق“ کہتے ہیں۔

(ایسے لوگوں کے احکام جاننے کے لئے دیکھئے: زندیق)

نفقہ

نفقہ یا تو ”نفوق“ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہلاک ہونے کے ہیں، اس لئے جانور کے ہلاک ہونے کو ”نفقت الدابة نفوقا“ کہتے ہیں، یا نفاق (ن پر زبر) سے مشتق ہے، نفاق کے معنی مروج ہونے کے ہیں؛ اسی لئے جس سودے کا چلن ہو جائے اس کے لئے ”نفقت السلعة“ کی تعبیر استعمال ہوتی ہے، نفقہ کے اصطلاحی مفہوم کی اس کے لغوی معنی سے مطابقت اور قرابت یہ ہے کہ انفاق میں مال ہلاک اور خرچ ہو جاتا ہے، اور حالات

(۱) دیکھئے: رد المحتار ۶۳۳/۲، القاموس المحيط ۱۱۹۵

(۲) حوالہ سابق

(۳) رد المحتار ۶۳۳/۲

(۴) درمختار علی هامش الرد ۶۳۳/۲

(۵) الجامع الصغیر و فیض القدیر بحوالہ نسائی عن جابر ۷۴-۷۵/۱ (۶) درمختار ۶۳۳/۲

تعالیٰ نے صاحب گنجائش پر اپنی گنجائش کے مطابق نفقہ ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے، (الطلاق : ۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ تم پر بیویوں کی رزق اور ان کا لباس معروف طریقہ پر واجب ہے، ولهن علیکم رزقهن وکسوتهن بالمعروف .. (۵)

بیوی کا نفقہ، نکاح صحیح کی وجہ سے واجب ہوتا ہے نکاح فاسد اور نکاح باطل کی وجہ سے واجب نہیں ہوتا، مسلمان ہو یا کتابیہ، بالغہ ہو یا ایسی نابالغہ جس سے صحبت کی جاسکتی ہو، یا وہ شہوت کی عمر کو پہنچ گئی ہو، مالدار ہو یا غریب، شوہر اس سے صحبت کر چکا ہو یا کسی عذر کی وجہ سے نہیں کر پایا ہو، سلیم العقل ہو یا فاقر العقل، اتنی سن رسیدہ ہو کہ شوہر کے لائق ہو یا کم عمر ہو، لیکن شوہر کے گھر میں ہو اور کم سے کم خدمت اور موانست کے لائق ہو، خود شوہر نابالغ اور اس کی وجہ سے صنفی تعلق سے معذور ہو یا نہ ہو اور مالدار ہو یا محتاج، بہر صورت اگر یہ کسی جائز حق اور عذر کے بغیر شوہر کے گھر سے باہر نہ ہو تو اس کا نفقہ واجب ہوگا بلکہ اگر والد کے گھر ہو اور خود شوہر نے اس کی رخصتی کا مطالبہ نہ کیا ہو، جب بھی اس کا نفقہ واجب ہے، شوہر کے گھر میں ہو، لیکن مریض ہو تب بھی اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے، اسی طرح اگر وہ اپنے کسی جائز حق کے مطالبہ کی وجہ سے اپنے میکہ میں مقیم ہو تب بھی وہ مستحق نفقہ ہے، جیسے مہر معجل ہو اور وہ مہر لے کر ہی شوہر کے یہاں رخصت ہونے کے لئے تیار ہو تب بھی وہ نفقہ کی مستحق ہے اور ایک مہر ہی پر موقوف نہیں کسی بھی جائز حق کی بناء پر اپنے آپ کو روک رکھنے کی وجہ سے وہ نفقہ سے محروم نہیں رہ سکتی۔ (۶)

مالکیہ کے نزدیک نفقہ صرف والدین، بیٹے اور بیٹیوں کا واجب ہے، دادا، دادی، نانا، نانی یا پوتے، نواسے وغیرہ کا واجب نہیں، شواہخ کے نزدیک علاوہ والدین کے والدین کا جو آبائی سلسلہ دادا، دادی، نانا، نانی اور اولاد ہی کی طرح اولاد کے ذیلی سلسلے پوتے، نواسے وغیرہ کا نفقہ بھی واجب نہیں، حنفیہ کے نزدیک ان رشتہ داروں کے علاوہ بعض حالات میں دوسرے محرم رشتہ داروں کا نفقہ بھی واجب ہوا کرتا ہے، غیر محرم رشتہ داروں کا نفقہ واجب نہیں ہوتا، حنابلہ نے محرم ہونے کی بھی شرط نہیں رکھی، بلکہ غیر محرم رشتہ داروں جیسے چچا زاد بھائی وغیرہ کا نفقہ بھی بوقت ضرورت واجب قرار دیتے ہیں۔ (۱)

نفقہ — جس سے ضرورت پوری ہو جائے

نفقہ کا مقصد بنیادی ضروریات کی تکمیل ہے، جو ہر زمانہ کے عرف و رواج اور زیر کفالت شخص کے حالات کے لحاظ سے مختلف ہو سکتا ہے، (۲) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نفقہ کے ساتھ ”بالمعروف“ (مروج طریقہ کے مطابق) کی قید لگائی ہے، (البقرہ : ۲۳۳) اور حضرت ہندہ کے نفقہ کے بارے میں اپنے شوہر کی طرف سے ہونے والی تنگی کی بابت استفسار پر آپ ﷺ نے یہی جواب دیا کہ اتنا لے سکتی ہو جو ”معروف“ طریقہ پر تمہارے اور تمہارے بچوں کے لئے کفایت کر جائے، مایکفیک و ولدک بالمعروف۔ (۳)

بیوی کا نفقہ

بیوی کا نفقہ واجب ہونے پر اُمت کا اجماع و اتفاق ہے، (۴) اور کیوں نہ ہو خود قرآن کریم میں اس کی صراحت موجود ہے، اللہ

(۲) المغنی ۱۵۷/۸

(۱) ملخص از: الفقہ الإسلامی وأدلته ۶۸/۷-۶۹

(۳) بخاری، باب إذا لم ینفق الرجل للمرأة ان تأخذ بغیر علمہ ما یکفہا وولدها بالمعروف، حدیث نمبر ۵۳۶۴

(۵) ابوداؤد، عن جابر بن عبد اللہ، حدیث نمبر ۱۹۰۵

(۴) المغنی ۱۵۶/۸

(۶) ملخص از: درمختار ۳۶۲-۳۶۳

جب بیوی نفقہ کی حقدار نہیں ہوتی!

علامہ حسکفیؒ نے لکھا ہے کہ گیارہ صورتوں میں بیوی نفقہ کی حقدار نہیں رہتی، اگر وہ مرتد ہوگئی ہو یا اس نے اپنے سوتیلے بیٹے کے ساتھ کوئی شہوانی فعل کیا ہو، کیونکہ اس کی وجہ سے وہ اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی ہے، عدت و فوات میں ہو، نکاح فاسد یا اس کی عدت میں ہو، کسی اور کی باندی ہو شوہر کے پاس قیام پذیر نہ ہو، اتنی کم عمر ہو کہ اس سے صحبت نہ کی جاسکے، کسی وجہ سے جیل میں ہو، اسے اغواء کر لیا گیا ہو۔

بعض فقہاء نے اسی زمرہ میں ایسی مریض خاتون کو بھی رکھا ہے جو شوہر کے ساتھ میکہ سے اس کے گھر منتقل نہ ہو سکتی ہو، کیونکہ ایک درجہ میں اس کی طرف سے اپنے نفس کی حواگی مفقود ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ مریضہ کی طرف سے تسلیم نفس موجود ہے یہ اور بات ہے کہ قدرتی مجبوری کی وجہ سے شوہر کے یہاں اس کی منتقلی ممکن نہیں، شامیؒ کا رجحان بھی ایسی عورت کے مستحق نفقہ ہونے کی طرف ہے، فرماتے ہیں:

و حينئذ فلا ينبغي ادخالها فيمن لانفقة لهن . (۱)

اگر عورت شوہر کی بجائے کسی اور محرم کے ساتھ حج کو گئی ہو تو اس کا نفقہ بھی بقول حسکفیؒ شوہر پر واجب نہیں، حج فرض ہو یا نفل، البتہ شوہر ساتھ ہو، تو حالت اقامت کا نفقہ اس پر واجب ہوگا، سفر کے لحاظ سے نفقہ واجب نہیں ہوگا۔ لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حج فرض کی صورت میں شوہر ساتھ نہ ہو پھر بھی حالت اقامت کا نفقہ اس کو ادا کرنا ہوگا، کیونکہ سفر حج بھی اس کے لئے ایک عذر ہے، — غالباً یہی رائے مزاج شریعت سے قریب تر ہے۔ واللہ اعلم

ناشرزہ کا نفقہ

جن صورتوں میں نفقہ واجب نہیں ہوتا ان میں ایک صورت

عورت کے ناشرزہ ہونے کی ہے، ناشرزہ کے لغوی معنی نافرمان کے ہیں، فقہ کی اصطلاح میں ہر وہ عورت ناشرزہ ہے جو کسی جائز حق کے بغیر شوہر کے گھر سے باہر رہے خار جة من بيتہ بغیر حق، اسی حکم میں وہ عورت بھی ہے جو اپنے گھر میں رہتی ہو، وہیں شوہر آتا جاتا ہو اور اس نے شوہر کو وہاں آنے سے روک دیا ہو، اسی طرح اگر عورت شب کے وقت تسلیم نفس کرتی ہو، دن میں نہ کرتی ہو، تو شوہر پر اس کا نفقہ نہیں، علامہ حسکفیؒ کا خیال ہے کہ وہ عورتیں جو دن میں ملازمت وغیرہ کرتی ہوں یا خود کوئی ذریعہ معاش رکھتی ہوں، اور شب میں شوہر کے پاس رہتی ہوں، تو ان کا نفقہ واجب نہیں، علامہ شامیؒ نے اس ذیل میں عالمگیری کا ایک جزئیہ نقل کیا ہے کہ اگر کسی کی بیوی باندی ہو، آقا دن میں اس سے خدمت لیتا ہو، اور رات میں شوہر کے حوالہ کر دیتا ہو، تو صرف رات کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا نہ کہ دن کا، پھر لکھا ہے کہ اسی مسئلہ پر اس کو قیاس کیا جاسکتا ہے، مگر یہ بات بھی ظاہر ہے کہ عورت اس وقت ناشرزہ ہوتی ہے جب وہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر رہے، اگر شوہر کی اجازت سے باہر رہے تو ناشرزہ نہیں۔ (۲)

اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ عورت اصطلاحی اعتبار سے اس وقت ناشرزہ ہوتی ہے جب وہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر رہے، اگر گھر میں رہتے ہوئے نافرمانی کا ثبوت دے یا اپنے کسی جائز حق کی بناء پر اپنے آپ کو روک لے تو وہ نفقہ سے محروم نہیں ہوگی، اسی طرح ملازمت پیشہ خواتین اگر ملازمت شوہر کی اجازت سے کر رہی ہوں تو وہ نفقہ کی حقدار ہیں، اور اگر بلا اجازت دن میں چلی جاتی ہوں اور رات میں چلی آتی ہوں جب بھی ان کا رات کا نفقہ شوہر کے ذمہ رہے گا، گو شوہر کو حق ہے کہ وہ اس کو اس عمل سے روکے اور اس کے لئے شرعی حدود میں رہتے ہوئے سرزنش کرے، اور عورت اس نافرمانی کی وجہ سے گنہگار ہوگی۔

(۲) درمختار علی هامش الرد ۶۳۶/۲

(۱) ردالمحتار ۲/۲۳۸

نفقہ میں شامل چیزیں

قرآن و حدیث اور شریعت کے مزاج و مذاق کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کے نفقہ میں اس کی تمام بنیادی ضروریات شامل ہیں، جو اصل میں ہر زمانہ کے عرف اور حالات سے متعلق ہیں اور اس سلسلہ میں قطعی تحدید و تعیین نہیں کی جاسکتی، تاہم پھر بھی فقہاء نے ایک حد تک ان کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ بعض فقہاء شوافع نے سات چیزوں کا ذکر کیا ہے: کھانا، سالن، صفائی ستھرائی کا سامان، لباس، گھر کا ضروری اثاثہ، رہائش گاہ، اور اگر عورت ایسے سماج سے تعلق رکھتی ہو جس میں خدام اور چاکروں سے کام لیا جاتا ہو تو خادم کا نظم۔ (۱)

خوراک

خوراک مہیا کرنے کی دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں، یہ بھی کہ کچا سامان بیوی کے حوالہ کر دے تاکہ وہ اسے پکالے، چاول، آٹا، نمک، پانی، تیل، جلاون، (۲) اور یہ بھی کہ پکا پکایا کھانا فراہم کرے، اگر عورت ایسے خاندان سے تعلق رکھتی ہے جس میں خواتین خود کھانا پکایا کرتی ہوں تو مرد پر پکا ہوا کھانا فراہم کرنا ضروری نہیں، اور اگر عورت ایسے گھرانے سے تعلق رکھتی ہو، جس میں لوگ خود کھانا بنانے کے عادی نہ ہوں، شوہر کی طرف سے کوئی خادم بھی فراہم نہ ہو، اور بیوی مریض بھی نہ ہو، صحت کے اعتبار سے اس لائق ہو کہ اپنا پکوان کر سکتی ہو تو بھی شوہر پر پکا ہوا کھانا فراہم کرنا ضروری ہوگا۔ (۳)

کھانے کی ظاہر ہے کہ کوئی مقدار متعین نہیں کی جاسکتی، جتنا کافی ہو جائے، اتنا دینا ضروری ہے، لان المقصود من النفقة

الكفاية ، (۴) اسی طرح یہ بات بھی ظاہر ہے کہ مختلف علاقوں اور مقامات میں غذا کی نوعیت مختلف ہوا کرتی ہے، اس کا لحاظ کرتے ہوئے ہی عرف اور رواج کے مطابق کھانا اور سالن کا انتظام کرنا ہوگا، امام شافعیؒ کے نزدیک مقدار متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور وہ اس طرح کہ تنگ دست شخص پر ایک مد اور خوشحال شوہر پر دو مد کے بقدر دانے دینا واجب ہے، پھر شوافع کے یہاں دانے ہی دینا ضروری ہے، آٹا یا بنی ہوئی روٹی دی جائے تو عورت پر اس کا قبول کرنا ضروری نہیں، ائمہ ثلاثہ کی رائے اس کے برخلاف ہے۔ (۵)

سالن — نوعیت اور مقدار

بعض فقہاء نے سالن کی نوعیت متعین کرنے کی زحمت بھی اٹھائی ہے، مثلاً یہ کہ ہر جمعہ کو گوشت دینا چاہئے، اور گوشت کی مقدار ایک رطل ہونی چاہئے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ مقامی حالات و آداب پر مبنی ہے جہاں گوشت زیادہ ہوتا ہو اور زیادہ مقدار میں کھایا جاتا ہو، وہاں اسی لحاظ سے کمی غذا فراہم کرنی ہوگی۔ (۶)

جیسے نفقہ میں غذا کی مقدار متعین نہیں کی جاسکتی، اسی طرح کوئی رقم بھی متعین نہیں کی جاسکتی، کیونکہ گرانی اور ارزانی ہوتی رہتی ہے، (۷) نفقہ سالانہ بنیاد پر بھی دیا جاسکتا ہے، ماہانہ بھی مقرر کیا جاسکتا ہے، ہفتہ وار بھی اور یومیہ بھی، یہ اپنے حالات اور سہولت پر مبنی ہے۔ (۸)

جیسے غذا کی فراہمی شوہر کے ذمہ ہے، اسی طرح کھانے سے متعلق دوسری ضروریات بھی شوہر ہی کے ذمہ ہیں، جیسے: کھانے پینے کے برتن، گھڑے، چکی، (۹) — ہمارے زمانہ میں شہری

(۲) ہندیہ ۵۴۹/۱

(۳) ہدایۃ مع الفتح ۳۸۱/۳

(۶) دیکھئے: المغنی ۱۵۸/۸، شرح مہذب ۲۵۴/۱۸

(۸) در مختار ۶۵۰/۲

(۱) مغنی المحتاج ۳۲۶/۳

(۳) البحر الرائق ۲۹۶/۳ ط: دیوبند، تحقیق الشیخ زکریا عمیرات

(۵) المغنی ۱۵۷/۸

(۷) در مختار ۶۵۰/۲

(۹) دیکھئے: ہندیہ ۵۴۸/۱

کنگھی، تیل، نہانے اور کپڑا دھونے کا صابن، ایسا خوشبودار پاؤڈر یا کریم جس سے پسینہ وغیرہ کی بو دور کی جاسکے، ان کی فراہمی شوہر پر واجب ہے، ایسی چیزیں جو اس درجہ ضروری نہیں ہیں بلکہ خصوصی آرائش کے درجہ میں آتی ہوں جیسے سرمہ، کاجل، خضاب، عطریات وغیرہ شوہر پر واجب نہیں، لیکن اگر شوہر خود بیوی سے ان چیزوں سے آراستہ ہونے کا تقاضا کرتا ہو تو پھر اس کے لئے ان کا فراہم کرنا بھی واجب ہوگا۔ (۷)

بستر اور فرش

تکلیف، بستر اور فرش کا انتظام بھی شوہر پر واجب ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ شوہر اپنی حیثیت کے مطابق موسم کی رعایت کرتے ہوئے ان چیزوں کو فراہم کرے، خوشحال آدمی ہے، تو ٹیٹہ میں اسٹینج کا گدا، اور غریب آدمی ہے تو ادنیٰ فرش وغیرہ (۸) اسی طرح لحاف اوڑھنے کا انتظام اور عورت کے لئے ان چیزوں کا مستقل انتظام کہ اگر بیماری وغیرہ کی وجہ سے عورت، شوہر سے الگ سونا چاہے تو اسے دقت نہ ہو، ضروری ہے، (۹) — علامہ شامی نے نفقہ کے ذیل میں آنے والی ان تمام چیزوں کو اس طرح بیان فرمایا ہے :

والحاصل ان المرأة ليس عليها الاتسليم
نفسها في بيته وعليه لها جميع ما يكفيها
بحسب حالهما من اكل وشرب ولبس
وفرش . (۱۰)

حاصل یہ ہے کہ عورت پر صرف یہ بات واجب ہے
کہ شوہر کے گھر میں اپنے نفس کو حوالہ کر دے، اور

زندگی گزارنے والوں کے لئے گیس اور اس کا چولہا، ریفریجیٹر اور گرائنڈر وغیرہ اسی حکم میں ہے۔

پوشاک

بیوی کی پوشاک کا انتظام بھی بالاتفاق شوہر کے ذمہ ہے، (۱) کہ خود قرآن اس پر ناطق ہے، (البقرة : ۲۳۳) لباس میں بھی مقدار اور نوعیت متعین نہیں، اور نہ اس کو مکمل طور پر متعین کرنا ممکن ہی ہے، بلکہ مختلف مقامات کے عرف کی رعایت کرتے ہوئے لباس کا فراہم کرنا واجب ہے، (۲) ظاہر ہے کہ کم سے کم ایسا لباس واجب ہے جو ستر کے تقاضا کو پورا کر دے، رہ گیا لباس کا معیار تو یہ شوہر کی معاشی استطاعت اور عورت کے خاندان کے لوگوں کے معیار زندگی کے اعتبار سے واجب ہوگا، یختلف ذالک يساراً و اعساراً و حالاً و بلداً۔ (۳)

سال میں کم سے کم دو جوڑے بنانے ضروری ہیں، اور اگر قبل از وقت کپڑا پھٹ گیا تو قانوناً نیا کپڑا دینا شوہر کی ذمہ داری نہ ہوگی (۴) لیکن اگر عورت کپڑے کی ضرورت مند ہو تو دیانتہ شوہر کا فریضہ ہے کہ وہ اس کے لئے کپڑا فراہم کرے، کپڑے میں یہ بھی ضروری ہے کہ جاڑے اور گرمی کے موسم کی ضرورت کے لحاظ سے کپڑا فراہم کئے جائیں۔ (۵)

اسی طرح جو تا چیل اور جاڑے کے موسم کی رعایت کرتے ہوئے موزوں کا فراہم کرنا بھی شوہر کی ذمہ داری ہے۔ (۶)

آرائشی اشیاء

سامان آرائش میں بعض چیزیں تو لازمی درجہ کی ہیں، جیسے

- (۲) ردالمحتار ۶۳۹/۲
(۳) ہندیہ ۵۵۶/۱، درمختار ۶۳۹/۲
(۶) ردالمحتار ۶۵۲/۲
(۸) ہندیہ ۵۵۶/۱، المغنی ۱۵۹/۸
(۱۰) ردالمحتار ۶۵۲/۲

- (۱) المغنی ۱۵۹/۸
(۳) درمختار ۶۵۲/۲
(۵) دیکھئے: درمختار ۶۵۲/۲، ہندیہ ۵۵۶/۱
(۷) دیکھئے: ہندیہ ۵۳۹/۱، شرح مہذب ۲۵۳/۱۸، المغنی ۱۵۹/۸
(۹) درمختار ۶۵۲/۲

(ب) ایسا مکان کہ جس کے احاطہ میں کوئی اور شخص مقیم نہ ہو، اور عورت کو وہاں رہنے میں خوف دامن گیر نہ ہو، یہ صورت بالاتفاق کافی ہے۔

(ج) مکان کا ایک احاطہ ہو اس میں کئی علاحدہ کمرے ہوں، ہر کمرہ مستقل طور پر مقفل کیا جاسکتا ہو، بیت الخلاء اور باورچی خانہ بھی الگ الگ ہو، دوسرے کمروں میں سوکن کے علاوہ دوسرے سرالی رشتہ دار رہتے ہوں، اور عورت کو ان سے کوئی اذیت نہ پہنچ رہی ہو، تو اس صورت میں یہ کافی ہو جائے گا، یہی راجح ہے، گو بعض فقہاء کے نزدیک اس صورت میں بھی وہ علاحدہ مکان کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

(د) مکان ان ہی خصوصیات کا حامل ہو، لیکن دوسرے کمرے میں سوکن مقیم ہو، تو اس صورت کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ شوہر بیوی کو اس میں اقامت پر مجبور کر سکتا ہے یا نہیں؟ قول راجح یہ ہے کہ مجبور نہیں کر سکتا، کیونکہ سوکنوں کے درمیان اختلاف بہت شدید ہوتا ہے۔

(ه) ایک بڑا احاطہ ہو، متعدد کمرے ہوں اور بیت الخلاء مشترک ہو، شوہر غریب آدمی ہو، اس سے بہتر مکان لینے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہو، تو اس صورت میں وہ اپنی بیوی کو اسی مکان میں رہائش پر مجبور کر سکتا ہے یہ زیادہ صحیح قول ہے، گو اس میں بھی اختلاف ہے۔

(۴) یہ بھی ضروری ہے کہ مکان ایسی جگہ ہو جہاں صالحین کا پڑوس ہو، اور عورت خوف نہ محسوس کرتی ہو، اگر پڑوس میں لوگ نہ ہوں تو ضروری ہے کہ مکان محفوظ ہو، اور شوہر بیوی کے ساتھ ایسی خاتون کو بھی رکھے، جس سے وہ مانوس ہو۔ (۳)

شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ، بیوی کے رشتہ

عورت کے لئے شوہر کے ذمہ کھانا، پینا، لباس اور رہائش سے متعلق تمام چیزیں دونوں کے حالات کی رعایت کرتے ہوئے شوہر پر واجب ہے۔

پھر فقہاء نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ اگر عورت کے پاس اپنے کپڑے اور بستر ہوں جب بھی اس کے لئے ان کا استعمال واجب نہیں اور شوہر اس بہانہ اپنے فرائض سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ (۱)

رہائش

نفقہ میں رہائش کا انتظام بھی شامل ہے، اس کو فقہاء ”سکنی“ سے تعبیر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بیوی کے لئے رہائش کے انتظام کو واجب قرار دیا ہے ارشاد ہے، اسکنو ہن من حیث سکنتم من وجدکم، (الطلاق : ۶) رہائش گاہ کے سلسلے میں حسب ذیل احکام ہیں :

(۱) یہ ضروری نہیں کہ رہائش مکان مملوکہ ہی ہو، کرایہ یا عاریت کا مکان ہو، یہ بھی کافی ہے، سواء کان ملکاً او اجارۃ او عاریۃ۔ (۲)

(۲) معیار کے اعتبار سے زن و شوہر دونوں کی رعایت ہو، بقدر حالہما۔

(۳) بیوی کو ایسا گھر فراہم کیا جائے جس میں اس کی خواہش کے بغیر اس کو دوسروں کے ساتھ رہنے پر مجبور نہ ہونا پڑے، اس سلسلے میں فقہاء نے خاصی تفصیلات ذکر کی ہیں اور ان میں کسی قدر اختلاف رائے بھی محسوس ہوتا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ :

(الف) ایک صورت یہ ہے کہ مکان ایک ہی کمرہ کا ہو، اور اس میں زوجین کے ساتھ کوئی اور مرد یا خاتون مقیم ہو یا ایسا بچہ جو صنفی تعلق کا شعور رکھتا ہو، بالاتفاق ایسا مکان سکنی کے لئے ناکافی ہے۔

(۲) ردالمحتار ۶۶۲/۲

(۱) ردالمحتار ۷۵۲/۲

(۳) ملخص از : درمختار ورد المحتار ۶۶۲-۶۶۲

خادم کا نفقہ

اس خادم کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ واجب ہوگا، نفقہ سے مراد خوراک، پوشاک اور رہائش وغیرہ کا انتظام ہے، اور اس میں بھی زمانہ و حال کی رعایت ضروری ہے؟ کیونکہ نفقہ بیوی کا ہو یا خادم کا مقدار کفایت مطلوب ہے، (۹) — موجودہ حالات میں جو خادم اور خادماں اجرت پر رکھے جاتے ہیں ان کو متعینہ اجرت ادا کر دینا کافی ہوگا، اسی طرح اس دور میں بعض ایسی مشینی اشیاء ایجاد ہو گئی ہیں، جو جزوی اعتبار سے خادم کا کام کرتی ہیں، جیسے کپڑے ڈھلنے کی مشین وغیرہ، تو ایسے شوہر کے لئے جو مستقل خادم کا نظم تو نہ کر سکتا ہو، لیکن اس طرح کی اشیاء ضرورت فراہم کر سکتا ہو، تو اس کی فراہمی اس پر واجب ہوگی۔

پکوان اور گھریلو کام

فقہاء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ پکوان کرنا عورت کی ذمہ داری نہیں، اس لئے اسے اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، لیکن یہ حکم قضاء ہے یعنی اگر کبھی اس مسئلہ پر زوجین میں نزاع پیدا ہو جائے اور معاملہ قاضی کے پاس جائے تو قاضی یہ ذمہ داری عورت پر لازم قرار نہیں دے گا، سوائے اس کے کہ عورت کھانا پکانے پر قدرت رکھتی ہو اور مرد اتنی صلاحیت نہیں رکھتا ہو کہ الگ سے طبخ کا انتظام کرے یا پکا ہوا کھانا مہیا کرے، لیکن دیانتہ بہر حال عورت پر کھانا پکانا اور امور خانہ داری کو انجام دینا واجب ہے، آپ ﷺ نے خود حضرت فاطمہؓ کو نکاح کے بعد تلقین فرمائی تھی کہ گھر کے کام وہ کر لیں اور باہر کے کام حضرت علیؓ نے اسے ابن ہمامؓ نے لکھا ہے: ان هذه الاعمال

داروں اور کسی اور شوہر سے ہونے والی عورت کی اولاد کو اقامت سے منع کرے، (۱) البتہ بیوی کے والدین کو ہفتے میں ایک دن اور دوسرے محرم رشتہ داروں کو سال میں ایک دن آنے کا حق حاصل ہوگا، شوہر اس سے اس کو نہیں روک سکتا، البتہ ان کو اپنے گھر میں قیام پذیر ہونے سے روک سکتا ہے، اسی طرح بیوی کو بھی حق ہے کہ اگر والدین نہ آسکتے ہوں تو وہ ہفتے میں ایک دن والدین سے ملاقات کے لئے جائے، (۲) یہ کچھ ہفتے اور سال کی قید کوئی لازمی قید نہیں، بلکہ درحقیقت یہ ہر جگہ کے عرف پر موقوف ہے، ینبغی ان یاذن لہا فی زیارتہما فی الحین بعد الحین علی قدر متعارف۔ (۳)

اگر بیوی کے والدین معذور ہوں اور کوئی دیکھ کر رکھنے والا نہ ہو تو عورت ان کی تیمارداری کر سکتی ہے، اور شوہر کو حق نہیں کہ وہ اس کو اس سے روکے۔ (۴)

خادم کا انتظام

اگر شوہر کی معاشی حالت بہتر ہو تو بیوی کے لئے خادم کا انتظام کرنا بھی شوہر کی ذمہ داری ہے، امام ابوحنیفہؒ، امام محمدؒ اور اکثر فقہاء کے نزدیک ایک خادم کا نظم کافی ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو خادم کا نظم کرنا ہوگا، ایک گھریلو کاموں کے لئے اور ایک باہر کے کاموں کے لئے (۵) مالکیہ کے نزدیک بھی دو خادم ہونا چاہئے، (۶) ہاں اگر گھر میں افراد خانہ زیادہ ہوں تو بالاتفاق ایک سے زیادہ خادم کا نظم کیا جانا چاہئے، (۷) — خادم یا تو اس کا غلام ہو، یا کوئی اور کام کرنے والی خاتون ہو، (۸) اگر کوئی مرد ہو لیکن اس عورت کا محرم ہو تو ظاہر ہے کہ یہ بھی کافی ہوگا۔

(۲) درمختار ۶۶۴/۲

(۳) درمختار ۶۶۵/۲

(۶) دیکھئے: الفقہ الاسلامی وأدلته ۸۰۶/۷

(۸) فتح القدير ۳۸۸/۳

(۱) درمختار ۶۶۴/۲

(۳) ردالمحتار ۶۶۴/۲

(۵) دیکھئے: ہدایہ مع الفتح ۸۸/۳-۳۸۷، المغنی ۱۶۰/۸

(۷) ردالمحتار ۶۵۵/۲

(۹) دیکھئے: فتح القدير ۳۸۸/۳

ہے نہ کہ عوض؛ اس لئے ان خصوصی حالتوں کے سوا گزرے ہوئے دنوں کا نفقہ واجب نہیں ہوگا۔ (۳) — دوسرے فقہاء مالکیہ، شوافع اور حنابلہ وغیرہ کے نزدیک گزرے ہوئے دنوں کا نفقہ بھی واجب ہوتا ہے، اور شوہر اس سے اسی وقت بری الذمہ ہو سکتا ہے، جب ادا کر دے یا بیوی ان دنوں کا نفقہ معاف کر دے، (۵) ان حضرات کا نقطہ نظر یہ ہے کہ نفقہ عورت کے شوہر کے لئے مجبوس رہنے کا عوض ہے، لہذا یہ دین واجب ہے، اور دین خواہ کوئی سا بھی ہو ان ہی دو صورتوں میں معاف ہوتا ہے، (۶) خیال ہوتا ہے کہ جمہور فقہاء کی رائے شریعت کے مزاج و مذاق اور اصول عامہ سے زیادہ قریب ہے، اور ہندوستان کے موجودہ حالات میں زیادہ قابل عمل بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر پیشگی نفقہ ادا کر دیا اور نفقہ کی حقدار نہیں رہی؟

اگر کسی شخص نے پیشگی بیوی کا نفقہ ادا کر دیا، اس کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا یا طلاق واقع ہو گئی، یا کسی وجہ سے بیوی نفقہ کی مستحق باقی نہ رہی، تو جتنے زیادہ دنوں کا نفقہ اس سے وصول ہو چکا ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس سے واپس نہیں لیا جاسکتا، امام محمدؒ کے نزدیک زائد ایام کا نفقہ اگر اصل شکل میں باقی ہے تو اس کو واپس کرنا ہوگا، اور اگر اسے خرچ کر لیا ہے، تو اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی، (۷) یہی رائے دوسرے فقہاء کی بھی ہے۔ (۸)

نفقہ کب ساقط ہو جاتا ہے؟

نفقہ واجب ہونے کے بعد دو ہی صورت میں ساقط ہوتا ہے، زوجین میں سے کسی ایک کی موت کی وجہ سے یا بیوی کے شوہر کو بری

واجبہ علیہا دیانۃ ولا یجبرہا القاضی۔ (۱) — جو حکم پکوان کرنے کا ہے وہی حکم کپڑے دھونے، گھر میں جھاڑو دینے اور بچے کو دودھ پلانے کا بھی ہے۔ (۲)

گزرے ہوئے دنوں کا نفقہ

بیوی کے نفقہ کے باب میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ گزرے ہوئے دنوں کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب الادا ہوتا ہے یا نہیں؟ یعنی اگر کسی شخص نے چھ ماہ یا ایک سال کا نفقہ ادا نہ کیا ہو اور عورت گزرے ہوئے دنوں کے نفقہ کی طالب ہو، تو اس مدت کا نفقہ ادا کرنا واجب ہوگا یا نہیں؟ — حنفیہ کے نزدیک گزرے ہوئے دنوں کا نفقہ تین ہی صورتوں میں واجب ہوتا ہے، یا تو ان دنوں میں عورت نے قاضی کی اجازت سے قرض لے کر اپنی ضروریات پوری کی ہو، یا قاضی نے اس مدت سے پہلے اپنے فیصلہ کے ذریعہ نفقہ متعین کر دیا ہو، اس کے باوجود شوہر نے نفقہ ادا نہیں کیا، یا زوجین کے درمیان ماہانہ نفقہ کی مقدار متعین ہو گئی اور اس پر باہم صلح ہو گئی، پھر اس کے باوجود شوہر نے نفقہ ادا نہیں کیا ہے، ان ہی تین صورتوں میں گزرے ہوئے دنوں کا نفقہ شوہر پر واجب ہوتا ہے، اگر ان تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہ پائی جائے تو گزرے ہوئے دنوں کا نفقہ واجب نہیں ہوتا، پھر ان میں سے پہلی صورت جو قرض لینے کی ہے اس میں تو یہ شوہر یا بیوی کی موت یا طلاق کے باوجود نفقہ واجب الادا رہتا ہے، لیکن قاضی کے فیصلے اور باہمی صلح کی وجہ سے عائد ہونے والا نفقہ زوجین میں سے ایک کی موت یا طلاق، گو طلاق رجعی ہو، کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ (۳)

حنفیہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ نفقہ ایک طرح کا تبرع اور صلہ رحمی

(۱) فتح القدیر ۳/۳۸۹

(۳) دیکھئے: درمختار علی ہامش الرد ۲/۶۵۷-۶۵۷

(۵) المغنی ۸/۱۶۶

(۷) ردالمحتار ۲/۶۶۰

(۲) فتح القدیر ۳/۳۱۲

(۴) دیکھئے: ہدایۃ مع الفتح ۳/۳۹۳

(۶) المغنی ۸/۱۶۶

(۸) الفقہ الإسلامی وأدلته ۷/۸۱۸

الذمہ کر دینے کی صورت میں، حنفیہ کے یہاں چونکہ گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ اسی وقت واجب ہوتا ہے جب قاضی کی جانب سے نفقہ مقرر کیا گیا ہو، یا زوجین نے باہمی صلح کے ذریعہ نفقہ کی ایک مقدار طے کر لی ہو، یا عورت نے قاضی کی اجازت سے نفقہ کی تکمیل کے لئے قرض حاصل کیا ہو، اس لئے ان ہی صورتوں میں عورت کے گذرے ہوئے دنوں کے نفقہ سے بری الذمہ کرنے کا اثر پڑے گا، دوسرے فقہاء کے نزدیک چونکہ یہ بھی عام دیون کی طرح ہے اسی لئے گو قاضی وغیرہ کا فیصلہ نہ پایا جائے پھر بھی گذشتہ مدت کا نفقہ معاف کرنا مؤثر ہوگا۔

اگر قبل از وقت بیوی نفقہ معاف کر دے؟

البتہ اگر مستقبل کا نفقہ عورت معاف کر دے تو بالاتفاق اس کا اعتبار نہیں اور آئندہ عورت دوبارہ نفقہ کی طلب گار ہو سکتی ہے، اس لئے کہ ابھی تو یہ نفقہ واجب ہی نہیں ہوا ہے، اور جو چیز واجب ہی نہیں ہوئی اس پر معافی کا ترتب کیسے ہو سکتا ہے؟ البتہ دو صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں: اول یہ کہ خلع یا طلاق کے عوض عورت نفقہ عدت معاف کر دے، دوسرے ایسی مدت کا نفقہ معاف کرے جو عملاً شروع ہو چکی ہے، جیسے مہینہ شروع ہو چکا ہے، اور اس مہینے کا نفقہ معاف کر دے۔ (۱)

نفقہ میں کس کا معیار معتبر ہے؟

نفقہ میں صرف شوہر کے معیار کی رعایت ہوگی یا شوہر و بیوی دونوں کی؟ اس میں اختلاف ہے یعنی اگر بیوی خوش حال ہو اور اس کے گھر کا معیار زندگی اونچا ہو اور شوہر کی حالت اس سے مختلف ہو تو کس کا معیار معتبر ہوگا؟ — اگر دونوں کے معیار زندگی میں یکسانیت ہو، دونوں خوش حال یا دونوں تنگ دست ہوں تو ظاہر ہے

کہ اسی معیار کے مطابق نفقہ واجب ہوگا، لیکن اگر دونوں کے معیار زندگی میں فرق ہو تو کس کا اعتبار ہوگا؟ فقہاء حنفیہ میں خصاف کہتے ہیں کہ دونوں کی رعایت رکھی جائے گی، مثلاً بیوی کسی ایسے گھر سے تعلق رکھتی ہو جس کا معیار زندگی اونچا ہے اور شوہر ایسے گھر سے تعلق رکھتا ہو، جس کے یہاں معیار اس سے کمتر ہو، تو ان دونوں کے درمیانی معیار کا نفقہ مرد کو ادا کرنا ہوگا، صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے، امام کرخی کے نزدیک ایسی صورت میں شوہر کی معاشی حالت معتبر ہوگی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اہل گنجائش اپنی گنجائش کے اعتبار سے نفقہ ادا کریں، لینفق ذو سعة من سعته، (الطلاق : ۷) اور علامہ ابن ہمام کا بیان ہے کہ یہی ظاہر روایت ہے، تحفہ الفقہاء میں اسی کو قول صحیح قرار دیا گیا ہے، امام محمد سے اس کی صراحت مروی ہے، اور بہت سے مشائخ حنفیہ اسی کے قائل ہیں، (۲) — یہی قول دوسرے فقہاء کا بھی ہے، اور غالباً یہ رائے قرآن و حدیث کی نصوص سے قریب تر ہے۔ واللہ اعلم

اولاد کا نفقہ

شوہر پر بیوی کا نفقہ تو بطور معاوضہ کے واجب ہوتا ہے، بیوی اپنے آپ کو شوہر کے لئے مجبوس رکھتی ہے اور شوہر اس کے بدلہ نفقہ ادا کرتا ہے — نفقہ کے واجب ہونے کا دوسرا سبب قرابت و رشتہ داری ہے، پھر قرابت کی بھی مختلف صورتیں ہیں، ان میں سب سے اہم قرابت ولاد ہے، قرابت ولاد سے مراد اولاد اور والدین ہیں، کیونکہ اولاد اور والدین کی حیثیت ایک دوسرے کے لئے ان کے وجود کے ایک حصہ کی ہے۔ (۳)

فی الجملہ اولاد کا نفقہ باپ پر واجب ہونے کے سلسلے میں فقہاء اُمت کا اجماع و اتفاق ہے، (۴) یہ خود قرآن سے بھی ثابت ہے،

(۲) دیکھئے: ردالمحتار ۶۳۵/۲، باب النفقة

(۳) المغنی ۱۶۹/۸

(۱) دیکھئے: بدائع الصنائع ۲۹/۳، الفقہ الإسلامی وأدلته ۸۱۹/۷

(۳) دیکھئے: بدائع الصنائع ۳۱/۳

اسی لئے بچے کے دودھ پینے کی اجرت باپ پر واجب قرار دی گئی (طلاق : ۶) بلکہ ان عورتوں کی کفالت بھی باپ کے ذمہ رکھی گئی جو اس کے بچے کی پرورش کرنے میں مشغول ہوں اور ان کو دودھ پلاتی ہوں، (البقرہ : ۲۳۳) یہ حدیث سے بھی ثابت ہے، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اخراجات کی ادائیگی میں کسی قدر تنگی سے کام لیا کرتے تھے، ان کی بیوی حضرت ہندہ نے آپ ﷺ سے اس تنگی کی شکایت کی، اور دریافت کیا کہ کیا میں شوہر کی اجازت کے بغیر ان کے مال میں سے خرچ کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اتنی مقدار لے سکتی ہو جو تمہارے اور تمہارے بچے کے لئے کفایت کر جائے، خذی ما یکفیک و ولدک بالمعروف - (۱)

کن صورتوں میں اولاد کا نفقہ واجب ہوگا اور کب واجب نہیں ہوگا؟ علامہ ابن ہمام نے اس کو بہت بہتر تجزیہ کے ساتھ بیان فرمایا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بحیثیت مجموعی چار حالتیں ہو سکتی ہیں :

(۱) باپ مالدار ہو، بچے نابالغ ہوں، اگر بچے خود اتنی جائیداد کے مالک نہ ہوں جس سے ان کی کفالت ہو سکے تو لڑکوں کے کمانے کے لائق ہونے تک اور لڑکیوں کی شادی تک باپ پر نفقہ کی ذمہ داری ہوگی، اور باپ کو تنہا کفالت کی ذمہ داری اٹھانی پڑے گی اور اگر بچے خود بھی صاحب استطاعت ہوں اور مال ان کے پاس موجود ہو، تو باپ ان ہی کا مال ان پر خرچ کر سکتا ہے، اور اگر مال ان کی دسترس میں نہ ہو اور قاضی کی اجازت سے باپ خرچ کرے یا اس نیت سے خرچ کرے کہ یہ پیسے بچے کی جائیداد سے وصول کرنے ہیں اور اس نیت پر گواہ بھی بنالے تو بعد کو جب بچے کا مال حاصل ہو جائے وہ اس میں سے اپنا پیسہ وصول کر سکتا ہے، اور اگر قاضی کا فیصلہ بھی نہ ہو اور بعد میں وصول کرنے کی نیت سے گواہ بھی نہ بنایا ہو، تو قانوناً وہ اپنے پیسے واپس نہیں لے سکتا، اور دیانۃً

اگر پہلے ہی سے واپس لینے کی نیت رہی ہو تو لے سکتا ہے۔ لڑکیاں بھی اگر سلائی وغیرہ کے ذریعہ اپنی ضرورت کے بقدر پیسے حاصل کر لیں تو باپ پر ان کا نفقہ واجب ہوگا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ باپ مالدار ہو اور اولاد بالغ ہوں تو اگر بچے خود اپنی کفالت کے لائق اور صاحب معاش ہوں، تو ان کی کفالت باپ کے ذمہ نہ ہوگی، اگر بچے محتاج ہوں تو :

(الف) نکاح تک لڑکیوں کا نفقہ باپ کے ذمہ ہوگا، اسی طرح شادی شدہ لڑکیاں مطلقہ یا بیوہ ہو جائیں تب بھی باپ ان کے نفقہ کا ذمہ دار ہوگا۔

(ب) لڑکے مفلوج، نابینا، فاقر العقل یا معذور ہونے کی وجہ سے کسب معاش کی صلاحیت نہیں رکھتے ہوں، یا ابھی حصول تعلیم میں مشغول ہوں، تو ان کا نفقہ بھی باپ کے ذمہ ہوگا۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ باپ خود محتاج اور نفقہ ادا کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو، بچے نابالغ ہوں لیکن مالدار یا نابالغ ہوں اور مالدار، یا خود کسب معاش کے لائق، ان صورتوں میں باپ پر نفقہ کی ذمہ داری نہیں ہوگی۔

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ باپ محتاج ہو، بچے بھی نابالغ و محتاج ہوں، یا نابالغ ہوں لیکن کسب معاش نہیں کر سکتے، تو باپ کو کسب معاش کرنا چاہئے اور نہ کرے تو اسے اس پر مجبور کیا جائے گا، اور اس پر مجبور کرنے کے لئے اسے قید کی سزا بھی دی جاسکتی ہے، پھر اگر باپ کفالت نہ کر سکتا ہو اور دادایا ماں یا ماموں یا چچا اس کی کفالت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو اس پر ان لوگوں کی کفالت واجب ہوگی اور وہ اس پر مجبور کئے جائیں گے، البتہ جب اس کے والد کے حالات بہتر ہو جائیں تو ان قرابت داروں کو حق ہوگا کہ وہ اپنے کئے ہوئے اخراجات ان سے وصول کر لیں، دادا اور ماں دونوں خوش معاش ہوں، تو دونوں کو حصہ میراث کی نسبت

(۱) بخاری، باب إذا لم ینفق الرجل فللمراة أن تاخذ بغير علمه ما یکفیهها وولدها بالمعروف، حدیث نمبر ۵۳۶۴

دودھ کا مناسب متبادل انتظام موجود ہو، مرد اس پر قادر ہو اور عورت نہیں پلانا چاہتی ہو تو شوہر قانوناً بیوی کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کر سکتا، کیونکہ دودھ بچے کے لئے نفقہ کے درجہ میں ہے اور بچہ کا نفقہ باپ پر ہے نہ کہ ماں پر، اگر ماں اس مرد کے نکاح میں رہتے ہوئے یا اس شخص نے طلاق دیدی اور عورت عدت کی حالت میں ہو اور وہ چاہتی ہو کہ دودھ پلا کر اس شخص سے دودھ پلانے کی اجرت وصول کریں، تو یہ درست نہیں، اگر مرد نے اس کو قبول کر لیا ہو تب بھی اجرت کی ادائیگی اس پر واجب نہیں ہوگی؛ کیونکہ گویا قانوناً اس پر دودھ پلانا واجب نہیں، لیکن یہ اس کے اخلاقی فرائض میں داخل ہے۔ (۳)

بیٹے کا نکاح

جیسے بیٹے کا نفقہ باپ پر واجب ہے، اسی طرح جب اولاد بالغ ہو جائے اور نکاح کی حاجت محسوس کرے تو اس کا نکاح کر دینا بھی باپ کی اخلاقی ذمہ داری ہے؛ کیونکہ یہ بھی من جملہ ضروریات کے ہے، اور اس سے عفت و پاک دامنی متعلق ہے، رسول اللہ ﷺ نے باپ پر بچوں کے جو حقوق رکھے ہیں من جملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے لئے مناسب رشتہ کا انتخاب کر کے نکاح کر دے، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ: *قُوا انفسکم واهلیکم ناراً*، (التحریم: ۶) میں بھی اس طرف اشارہ موجود ہے، البتہ حنفیہ اور شوافع وغیرہ کے نزدیک بیٹے کا نکاح باپ کی قانونی ذمہ داری نہیں، (۴) اور حنابلہ کے نزدیک یہ قانوناً بھی باپ پر واجب ہے۔ (۵)

تاہم اگر باپ نے، اپنے نابالغ بچے کا نکاح کر دیا اور بچہ

سے نفقہ بھی ادا کرنا ہوگا، یہ ظاہر مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کے ایک قول کے مطابق تہا دادا پر نفقہ کی ذمہ داری ہوگی؛ کیونکہ دادا باپ کے درجہ میں ہے۔

اگر کفالت کی کوئی صورت نہ ہو؟

اگر باپ غریب ہو، نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو اور کفالت کی کوئی اور راہ نہ ہو تو آخری درجہ میں بعض حضرات کی رائے ہے کہ نفقہ کی ذمہ داری بیت المال پر ہوگی، اور امام خصاصؒ کے نزدیک ایسی صورت میں لوگوں سے سوال کرنے اور اس طرح بچوں کی ضروریات پوری کرنے کی تدبیر اختیار کی جائے گی۔ (۱)

اولاد کی اولاد کا نفقہ

نفقہ کے سلسلے میں جو حکم اولاد کا ہے وہی حکم دوسری فروع یعنی سلسلہ اولاد کا بھی ہے، کہ اگر باپ نفقہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور کسب معاش سے بھی عاجز ہو اور دادا نفقہ ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، تو دادا کو نفقہ ادا کرنا ہوگا، اسی طرح دادی اہد نانی، ماں کے نہ ہونے کے وقت ماں کے درجہ میں ہوں گی، جیسے باپ کو بلا شرکت غیر اولاد کا نفقہ ادا کرنا ہے اسی طرح مذکورہ صورت میں دادا کو بھی بلا شرکت غیر پوتے، پوتی کا نفقہ ادا کرنا ہوگا۔ (۲)

بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری

اسی سے بچہ کے دودھ کا مسئلہ بھی متعلق ہے، اگر کوئی حقیقی عذر نہ ہو تو بچہ کو دودھ پلانا ماں کا اخلاقی اور شرعی فریضہ ہے، اسی طرح اگر بچہ کسی اور کا دودھ نہیں پکڑتا ہو اور اس کے لئے دودھ کا کوئی معقول اور مناسب متبادل فراہم نہ ہو سکے تو ایسی صورت میں دودھ پلانا ماں پر قانونی فریضہ بھی ہے، البتہ اگر بچہ کے لئے ماں کے

(۲) بدائع الصنائع ۳۲/۳

(۳) شرح مہذب ۳۱۰/۱۸

(۱) دیکھئے: فتح القدیر ۱۱/۳-۳۱۰، رد المحتار ۶۷۱/۲

(۳) دیکھئے: ہدایہ مع الفتح ۴۱۲/۳

(۵) دیکھئے: المغنی ۱۷۲/۸

صلاحیت رکھتا ہو، لیکن نہ کماتا ہو، جب بھی اس کا نفقہ بیٹے کے ذمہ واجب ہے، وہ اپنے باپ کو کمانے پر مجبور نہیں کر سکتا، یہ حنفیہ کی رائے ہے، حنابلہ وغیرہ کے نزدیک بشمول والدین اقارب کا نفقہ اسی وقت واجب ہوتا ہے کہ وہ کمانے کی صلاحیت بھی نہ رکھتا ہو۔ (۳)

والدین کا نفقہ جس میں کھانا، پینا، رہائش سبھی شامل ہیں، بقدر کفایت واجب ہوتا ہے، (۵) اگر کسی شخص کے ماں باپ دونوں ہوں اور اس کی معاشی پوزیشن اچھی نہ ہو تو اول تو تنگی کے ساتھ سہی اسی میں دونوں کی کفالت کرنی چاہئے، لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو، تو نفقہ کے اعتبار سے ماں کا حق مقدم ہے، کیونکہ بظاہر ماں کے لئے کسب معاش دشوار ہے، (۶) اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ہمارے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے اس کے جواب میں تین دفعہ ماں کا اور چوتھی دفعہ باپ کا نام لیا، (۷) — لیکن اگر باپ کسب معاش سے معذور ہو اور ماں کسب معاش کی صلاحیت رکھتی ہو تو باپ کا حق مقدم ہوگا؛ کیونکہ باپ ہی نے بچپن میں اس کی کفالت کا فریضہ سرانجام دیا ہے، اسی لئے بعض فقہاء نے تو مطلقاً باپ کو ماں پر مقدم رکھا ہے، قال بعضهم الاب احق۔ (۸)

باپ کا نکاح

اگر باپ نکاح کی حاجت رکھتا ہو اور خود اس موقف میں نہ ہو تو کیا اس کا نکاح کرنا بھی اولاد کی ذمہ داری ہوگی؟ شوافح اور حنابلہ کے نزدیک بیٹے پر باپ کی شادی کا انتظام واجب ہوگا اور اس کے مہر کی ذمہ داری بھی اس کے بیٹے پر ہوگی، (۹) حنفیہ کے یہاں دو

محتاج ہو، یا نابالغ لیکن معذور ہو، تو باپ پر اس کی بہو کا نفقہ واجب ہوگا، اسی طرح اگر بیٹا غائب ہو اور بیوی کا نفقہ چھوڑ کر نہ گیا ہو، جب بھی باپ پر اس بہو کا نفقہ واجب ہے اور قانوناً وہ اس پر مجبور کیا جائے گا۔ (۱)

نفقہ میں والدین کو ترجیح ہے یا اولاد کو؟

اگر کسی شخص کے والدین بھی ہوں اور بچے بھی، اور وہ ان دونوں میں سے کسی ایک ہی کا نفقہ ادا کرنے کا صلاحیت رکھتا ہو تو اول تو یہ کوشش ہونی چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو دونوں کی پرورش کی جائے، لیکن اگر ایسا ممکن ہی نہ ہو تو جو بچے کسب معاش کے لائق نہیں ہیں وہ مقدم ہیں۔ (۲)

والدین کا نفقہ

قرابت کی وجہ سے جن لوگوں کا نفقہ واجب ہوتا ہے، ان میں والدین کا نفقہ واجب ہونے پر بھی فی الجملہ فقہاء کا اجماع و اتفاق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے، وبالوالدین احسانا، (الاسراء: ۲۳) اور والدین کی کفالت حسن سلوک میں داخل ہے، اسی طرح حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے پاکیزہ کھانا وہ ہے جو آدمی کی اپنی کمائی کا ہو اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے، ان اطیب ما اکل الرجل من کسبه وان ولده من کسبه، (۳) والدین کا نفقہ اس وقت واجب ہوتا ہے جب ان میں خود اپنی ضروریات مکمل کرنے کی صلاحیت نہ ہو، باپ اگر محتاج ہو اور کسب معاش کی

(۱) درمختار ۶۷۳/۲

(۲) درمختار ۶۷۳/۲

(۳) ابوداؤد، کتاب البیوع، باب الرجل يأکل من مال ولده، حدیث نمبر ۳۵۲۸، عن عمارہ بن عمیر عن عمته

(۴) المغنی ۱۶۹/۸

(۵) بدائع الصنائع ۳۸/۳

(۶) درمختار ۶۷۳/۲

(۷) ترمذی، باب ماجاء فی بر الوالدین، حدیث نمبر ۱۸۹۷

(۸) ردالمحتار ۶۷۳/۲

(۹) شرح مہذب ۳۱۰/۱۸، المغنی ۱۷۲/۸

دادا، نانا وغیرہ کا نفقہ

نفقہ کے ان احکام میں جو والدین سے متعلق ہیں دادا، دادی، اور نانا، نانی بھی شامل ہیں، اگر وہ محتاج ہوں تو پوتے، پوتیاں اور نواسے، نواسیاں، ان کا نفقہ ادا کریں گے۔ (۶)

تنہا اولاد — نفقہ کی ذمہ دار

والدین وغیرہ کا نفقہ ادا کرنے میں اولاد کے ساتھ کوئی اور شریک نہیں ہوگا، یعنی اولاد کو تنہا اپنے مال سے باپ کی کفالت کرنی ہوگی، والدین اور دادا، دادی وغیرہ کا نفقہ لڑکوں اور لڑکیوں دونوں پر واجب ہوتا ہے، اگر تنہا ایک لڑکا یا ایک لڑکی ہو، تو پورا نفقہ اسی کے ذمہ ہوگا، اگر ایک سے زیادہ ہوں تو سب پر تقسیم ہو جائے گا، سب مل کر ادا کریں گے، پھر اس میں لڑکوں اور لڑکیوں کی ذمہ داری تولی صحیح کے مطابق مساوی ہوگی، شوافع، حنابلہ اور امام ابوحنیفہ کے ایک قول (جو حسن بن زیاد سے منقول ہے) کے مطابق حصہ میراث کے تناسب سے لڑکوں کی ذمہ داری بمقابلہ لڑکیوں کے دوگنا ہوگی۔ (۷)

دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ

اقرباء میں بیٹے، پوتے، نواسے اور نواسیوں کا ذیلی سلسلہ ”فروع“ کہلاتا ہے، باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی اور ان کا آبائی سلسلہ ”اصول“ کہلاتا ہے، جن کے استحقاق نفقہ کی تفصیلات اوپر ذکر کی گئیں، کیا ان کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ بھی واجب ہوگا؟ اس سلسلہ میں اختلاف ہے — حنفیہ کے نزدیک ہر ذی رحم محرم رشتہ دار کا نفقہ واجب ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ محتاج ہو،

قول ہے ایک واجب ہونے کا دوسرا واجب نہ ہونے کا، (۱) اسی طرح علامہ ابن قدامہ نے ماں کے نکاح کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ وہ بھی اولاد کے ذمہ ہوگا۔ (۲)

سوتیلی ماں کا نفقہ

اسی سے ایک دوسرا مسئلہ باپ کی بیوی یعنی سوتیلی ماں کے نفقہ کا متعلق ہے، اگر باپ میں نفقہ ادا کرنے کی صلاحیت نہیں ہو تو مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک بیٹے پر اس کا نفقہ بھی واجب ہوگا، کیونکہ یہ بھی باپ کی ضروریات میں داخل ہے، (۳) حنفیہ کا بھی ایک قول یہی ہے جس کو علامہ حصکفی نے ترجیح دیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اگر باپ مریض یا معذور ہونے کی وجہ سے محتاج خدمت ہو تب اس کی بیوی کا نفقہ بیٹے کے ذمہ ہے؛ کیونکہ وہ گویا باپ کی خادمہ ہے، (۴) بہر حال جمہور کا مسلک قرآن و حدیث کے مزاج سے قریب تر ہے، کیونکہ والدین کے ساتھ حسن سلوک اور معروف رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ حسن سلوک نہیں ہو سکتا کہ اس کی بیوی کو نفقہ سے محروم رکھا جائے؛ بلکہ فقہاء نے ان جزئیات سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے، کہ اگر والدین اپنی طبعی ضرورت اور خدمت کے لئے نکاح کے ضرورت مند ہوں، تو اولاد کو اس کی رعایت کرنی چاہئے۔

خادم کا نظم

جہاں والدین کی خوراک و پوشاک وغیرہ کی ضروریات کا پورا کرنا واجب ہے، وہیں اگر وہ خادم کے محتاج ہوں تو خادم کا نظم کرنا اور اس کے اخراجات کو برداشت کرنا بھی اولاد کے فرائض میں داخل ہے۔ (۵)

(۲) المغنی ۱۷۲/۸

(۳) دیکھئے: رد المحتار ۶۷۳/۲، فتح القدیر ۱۹/۳-۳۱۸

(۶) ہدایہ مع الفتح ۳۱۵/۳

(۱) درمختار ورد المحتار ۶۷۳/۲

(۳) الفقہ الإسلامی وأدلته ۷۷۷/۷

(۵) رد المحتار ۶۷۳/۲

(۷) ہدایہ وفتح القدیر ۳۱۸/۳

ضروری اصول اس طرح ہیں :

- (۱) بیوی کے علاوہ دوسرے اقرباء کا نفقہ اسی وقت واجب ہوتا ہے جب کہ وہ محتاج و ضرورت مند ہوں۔ (۴)
- (۲) بیوی اور والدین و اجداد کے سوا دوسرے اقرباء کا نفقہ اسی صورت میں واجب ہوگا، جب وہ خود کمانے پر قادر نہ ہوں، اگر وہ خود کمانے کی قدرت رکھتے ہوں تو ان کا نفقہ کسی اور پر عائد نہیں ہوگا۔ (۵)

- (۳) بیوی، والدین اور اولاد کے رشتہ سے واجب ہونے والے نفقہ کے علاوہ دوسرے اقرباء کا نفقہ اسی وقت واجب ہوگا جب کہ اس سلسلے میں قاضی کا فیصلہ موجود ہو۔ (۶)
- (۴) بیوی، اولاد اور والدین کے سوا دوسرے لوگوں کا نفقہ اسی وقت واجب ہوگا جب کہ وہ فقہ کی اصطلاح میں دولت مند (موسر) ہوں گو وہ کمانے پر قادر ہو، لیکن صاحب ثروت نہ ہو تو اس پر ان لوگوں کے سوا دوسروں کا نفقہ واجب نہ ہوگا۔ (۷)

- (۵) جیسا کہ ذکر کیا گیا خوشحالی سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی مال اس کے پاس نصاب کے بقدر ہو، جو کسی شخص پر زکوٰۃ حرام ہونے اور صدقۃ الفطر واجب ہونے کا نصاب ہے، یہ امام ابو یوسف کا قول ہے، اور بعض مشائخ نے اسی کو ترجیح دی ہے، امام محمد کے نزدیک جس کے پاس اپنے ماں، باپ، بال، بچوں کے ایک ماہ کے نفقہ کے علاوہ مال موجود ہو وہ خوشحال ہے، (۸) اور امام محمد ہی کے قول کی طرف علامہ کا سائی کار حجان ہے۔

- (۶) بیوی، والدین اور اولاد یعنی زوجہ، اصول و فروع کو چھوڑ کر دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ اسی وقت واجب ہوتا ہے جب

نابالغی، نابینائی، مرض یا عورت ہونے کی وجہ سے کسب معاش کرنے سے عاجز ہو مسلمان ہو اور جس کے ذمہ نفقہ واجب قرار دیا جائے، وہ صاحب گنجائش ہو، صاحب گنجائش ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نصاب زکوٰۃ کا مالک ہو یعنی کسی بھی نوعیت کا اتنا مال ہو جو نصاب زکوٰۃ کی قیمت کو پہنچ جائے، یہ امام ابو یوسف کا قول ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، امام محمد کے نزدیک اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ایک ماہ کی ضروریات سے زیادہ مال اس کے پاس موجود ہو، اور جو روز کماتا روز کھاتا ہو، تو اس کے حق میں صاحب وسعت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دن نفقہ ادا کرنے کے بعد اس کے پاس بچ رہتا ہو، (۱) علامہ ابن ہمام کی رائے ہے کہ جو لوگ کسب معاش میں مشغول نہ ہوں ان کے حق میں تو خوش معاش ہونے یعنی فقہ کی اصطلاح میں ”یبار“ کا معیار مالک نصاب ہونا ہے، اور جو لوگ کسب معاش پر انحصار کرتے ہوں ان کے لئے وہ قول مناسب ہے جو امام محمد کا ہے۔ (۲)

ذی رحم محرم کے نفقہ کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ یہ میراث کے تناسب سے واجب ہوگا، یعنی جو رشتہ دار، اس محتاج شخص کی موت کی صورت میں اس سے جتنی میراث پاسکتے ہیں، اسی تناسب سے وہ نفقہ بھی ادا کریں گے، مثلاً اگر ایک شخص کی ایک حقیقی، ایک باپ شریک اور ایک ماں شریک بہن ہوں، تو حقیقی بہن پر تین خمس (۳/۵) اور باپ شریک اور ماں شریک بہن پر ایک ایک خمس (۱/۵) واجب ہوگا۔ (۳)

متفرق اہم احکام

نفقہ سے متعلق جو احکام ذکر کئے گئے ہیں، اس سلسلے میں کچھ

(۲) فتح القدیر ۴۲۳/۴
 (۳) بدائع الصنائع ۳۴-۳۵/۴
 (۶) بدائع الصنائع ۳۴-۳۵/۴
 (۸) فتح القدیر ۴۲۲-۴۲۳/۴

(۱) ہدایہ مع الفتح ۴۱۹-۴۲۳
 (۳) درمختار ورد المحتار ۶۸۲/۶
 (۵) بدائع الصنائع ۳۵-۳۵/۴
 (۷) بدائع الصنائع ۳۵/۴

غلام کو حکم دیگا کہ وہ خود اپنے آپ کو کمانے میں مشغول کرے اور اپنی ضروریات پوری کرے، اگر کمانے کے لائق بھی نہ ہو، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قاضی اسے فروخت کر دینے کا حکم جاری کرے گا، اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک خود قاضی اس غلام کو فروخت کریگا۔ (۵)

جانوروں کا نفقہ

اسلام دین رحمت ہے اور جیسے اس نے انسانوں کے ساتھ ظلم و جبر کو دور کیا ہے، اسی طرح حیوانات پر بھی اپنا دامن رحمت دراز کیا ہے، آپ ﷺ نے جانور کو عذاب دینے سے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: لا تعذبوا خلق اللہ، (۶) نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک خاتون محض اس لئے جہنم میں داخل کی جائیگی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ کر رکھا ہوگا، نہ خود کھانے کا انتظام کیا ہوگا، اور نہ اسے چھوڑا ہوگا، یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہوگئی۔ (۷)

اس لئے جانور کا نفقہ بھی انسان پر واجب ہے اور اس کو بھوکا رکھنا گناہ ہے، البتہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ وجوب دینتہ ہے، قاضی جانور کے مالک کو اس پر مجبور نہیں کر سکتا، دوسرے فقہاء کے نزدیک قاضی مالک کو اس پر مجبور کرے گا کہ یا تو جانور کو چارہ دے یا اسے فروخت کر دے، حنفیہ میں امام ابو یوسفؒ کی بھی یہی رائے ہے، اور اسی کو امام طحاویؒ اور ابن ہمامؒ نے ترجیح دیا ہے، (۸) — یہ تو اس صورت میں ہے جب کہ کوئی شخص تنہا جانور کا مالک ہو اگر اس کی ملکیت میں دو آدمی شریک ہوں، ایک فریق چارہ دیتا ہو اور دوسرا فریق اپنی باری میں بھوکا رکھتا ہو، تو بالاتفاق اس دوسرے شخص کو مجبور کیا جائے گا، یا تو اسے چارہ دے یا اپنا حصہ فروخت

کہ دونوں ہم مذہب ہوں، اسی لئے اگر کسی کا بھائی غیر مسلم ہو تو اس کا نفقہ اس پر واجب نہیں، یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں ایک ہی ملک کے شہری ہوں، اگر ایک دارالاسلام کا ہو اور دوسرا دارالحدیب کا، تو ایک کا نفقہ دوسرے پر واجب نہیں ہوگا، گو اس کا بھائی دارالحدیب سے سفر کر کے وقتی طور پر دارالاسلام آ گیا ہو۔ (۱)

(۷) بیوی کا گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ قاضی کے فیصلہ کی وجہ سے واجب ہوتا ہے، مثلاً قاضی نے نفقہ کا فیصلہ کر دیا، لیکن چھ ماہ تک اس نے نفقہ ادا نہیں کیا تو اب اس پر یہ بات واجب نہیں رہی کہ اس گذری ہوئی مدت کا نفقہ ادا کرے، ہاں اگر قاضی کی اجازت سے وہ اپنی ضروریات کے لئے قرض لیتا رہا، تو اب اس قرض کی ادائیگی اس شخص کے ذمہ ہوگی۔ (۲)

(۸) اگر کوئی شخص غائب ہو اور اس کا مال موجود ہو تو قاضی اس مال میں سے بیوی، نابالغ اولاد اور والدین کا نفقہ دلائے گا، (۳) اور یہ ظاہر ہے کہ غیر شادی شدہ لڑکیاں بھی بشرطیکہ محتاج ہوں، نابالغ بچوں ہی کے حکم میں ہیں۔

والدین وغیرہ نفقہ کے لئے اس کا منقولہ سامان قاضی کے فیصلہ سے فروخت کر سکتے ہیں، غیر منقولہ جائداد فروخت نہیں کر سکتے۔ (۴)

غلام کا نفقہ

جن لوگوں کا نفقہ کسی شخص سے متعلق ہوتا ہے ان میں ایک غلام بھی ہے، خواہ وہ غلام کا مکمل مالک ہو، یا صرف اس سے خدمت لینے کا مجاز ہو، اگر غلام کے نفقہ میں تنگی کی جائے تو قاضی اسے نفقہ ادا کرنے پر مجبور کریگا، پھر بھی یہ عمل آوری نہ ہو، تو قاضی

(۲) درمختار ۶۸۵/۲

(۳) حوالہ سابق ۳۲۳/۲

(۶) مسند احمد عن ابی زر، حدیث نمبر ۲۱۲۷۲

(۸) درمختار ۶۸۸/۲، فتح القدیر ۳۲۸/۲

(۱) بدائع الصنائع ۳۷۳/۳

(۳) ہدایہ مع الفتح ۳۹۹/۳

(۵) دیکھئے: درمختار ۶۷۸-۸۸/۲

(۷) مسند احمد، حدیث نمبر ۷۸۳

کردے تاکہ دوسرے فریق کو نقصان نہ پہنچے۔ (۱)

جمادات کے حقوق

فقہاء نے تو ”جمادات“ یعنی زمین و مکانات کے نفقہ کا بھی ذکر کیا ہے، یعنی زمین اور مکانات کو باقی اور محفوظ رکھنے کے لئے جو لوازم ہوں ان کو پورا کرنا ضروری ہے، اگر اس میں غفلت برتی جائے تو کراہت ہے، کیونکہ یہ مال کو ضائع کرنا ہے، تاہم یہ حکم قانونی و جوب کے درجہ میں نہیں ہے۔ (۲)



لغت میں ”نفل“ کے معنی زیادہ ہونے کے ہیں، اس کی جمع ”نوافل“ ہے، فقہ کی اصطلاح میں نفل عبادت میں ایسی زیادتی ہے جو ہم پر واجب نہیں کی گئی ہو، (۳) — فقہاء کے یہاں نفل کے اطلاق کا دائرہ بہت وسیع ہے، اس میں سنن مؤکدہ، سنن غیر مؤکدہ اور مستحبات تینوں ہی داخل ہیں، اس طرح سنت خاص ہے اور نفل عام ہے، ہر سنت نفل ہے کیونکہ وہ ایک زائد عمل ہے جو فرض کی تکمیل کے لئے کیا جاتا ہے، لیکن ہر نفل سنت نہیں، جیسے وہ نمازیں کہ شریعت میں بعینہ ان کا مطالبہ نہ ہو تو وہ نفل تو کہلائیں گی، لیکن ان کو سنت نہیں کہا جائے گا۔ (۴)

نفل شروع کرنے کے بعد توڑنا

نفل عبادت کے سلسلے میں ایک اہم اختلاف فقہاء کے درمیان یہ ہے کہ نفل کو شروع کرنے کے بعد اس کا کیا درجہ رہتا ہے؟ یعنی کسی نفل عبادت کو شروع کرنے کے بعد بلا عذر اس کو توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ دوسرے اگر کسی وجہ سے اس عبادت کو مکمل نہیں کیا تو

اس کی قضاء واجب ہوگی یا نہیں؟ — حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک نفل نماز اور روزہ شروع کرنے کے بعد اس کو بلا عذر توڑا نہیں جاسکتا، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک جیسے وہ شروع کرنے میں مختار تھا اسی طرح اب اس کو باقی رکھنے میں بھی مختار ہے کہ چاہے تو اس عبادت کو جاری رکھے یا اسے توڑ دے، (۵) تاہم حنفیہ میں صاحب منشی کا رجحان یہ ہے کہ بلا عذر بھی نفل عبادتیں منقطع کی جاسکتی ہیں اور علامہ ابن ہمام نے اسی کو ترجیح دیا ہے، (۶) تاہم حنفیہ نے بہت ہی معمولی باتوں جیسے ضیافت وغیرہ کو بھی نفل عبادت کے توڑنے کیلئے کافی عذر تسلیم کیا ہے، اور اگر ان عوارض کو سامنے رکھا جائے جن کی بناء پر حنفیہ نے نفل روزہ کو توڑنے کی اجازت دی ہے، تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کوئی غیر معمولی اختلاف نہیں۔

کیا نفل شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتی ہے؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کیا نفل عبادت شروع کرنے کے بعد اس کی قضاء واجب ہو جاتی ہے؟ حنفیہ کے یہاں واجب ہو جاتی ہے (۷) کیونکہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں اور حضرت حفصہؓ روزہ سے تھیں، کھانا آیا، ہمیں خواہش تھی، ہم نے کھالیا، آپ ﷺ تشریف لائے، حضرت حفصہؓ نے اس بارے میں استفسار کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس دن کی جگہ ایک اور دن قضاء کر لینا، اقصیا یوما آخر مکانہ، (۸) — شوافع، حنابلہ اور خود مالکیہ بھی قضاء واجب ہونے کے قائل نہیں، (۹) ان حضرات کا استدلال حضرت ام ہانیؓ کی روایت سے ہے کہ حضور ﷺ کے پاس کوئی مشروب آیا، آپ ﷺ نے نوش فرما کر مجھے عطا فرمایا میں نے پی لیا، پھر میں نے

(۲) دیکھئے: بدائع الصنائع ۴۰۶/۳

(۳) درمختار ودر المختار ۳۶۱-۳۴۵

(۶) فتح القدیر ۳۶۰/۲

(۸) ترمذی، حدیث نمبر ۷۳۵، باب ماجاء فی إيجاب القضاء علیہ

(۱) درمختار ۶۸۸/۲، فتح القدیر ۳۲۸/۳

(۳) ردالمحتار ۳۲۵/۱

(۵) المغنی ۳۲۶/۳

(۷) ہدایہ مع الفتح ۳۶۰/۲

(۹) المغنی ۳۲۶/۳

نزدیک نقد متعین ہوں گے، بعض حضرات کے نزدیک اس صورت میں بھی نقد متعین نہیں رہیں گے، اور بعض اہل علم نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر اپنی اصل ہی کے اعتبار سے معاملہ فاسد ہو تو متعین ہوگا، اور اگر اصل کے اعتبار سے معاملہ صحیح ہو، کسی اور وجہ سے فاسد ہو جائے تو متعین نہیں ہوگا، اسی طرح نذر، وکالت اور زکوٰۃ میں بھی نقد متعین نہیں ہوں گے — شرکت، مضاربت، غصب، ہبہ و صدقہ اور ان تمام صورتوں میں جب کہ ان کی حیثیت امانت کی ہو، نقد متعین ہوتے ہیں، یعنی بعینہ انہی نقد کا ادا کرنا ضروری ہوگا۔ (۳)

راقم الحروف کا خیال ہے کہ سونے اور چاندی کے سکے میں تو تعین فائدہ بخش ہو سکتی ہے، کیونکہ ان کی خود بھی ایک قدر ہوتی ہے اور سونے اور چاندی کے تمام سکوں میں خالص اور غیر خالص مواد کے تناسب میں فرق ہوتا ہے، یعنی یہ بات ممکن ہے کہ چاندی کے درہم کے سکوں میں سے کسی میں چاندی کا حصہ آٹھ فیصد ہو اور کسی میں نوے فیصد، لہذا اگر اصل سکے متعین رہیں تو گو بحیثیت سکے ان سب کی قیمت مساوی ہے، لیکن اپنے ”مادہ صنعت“ کے اعتبار سے سکوں کی قدر میں فرق بھی پایا جاتا ہے، موجودہ زمانہ کی کرنسی خاص کر نوٹوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے، کیونکہ ان کاغذی نوٹ یا معمولی دھات (آج کل جن سے سکے ڈھالے جاتے ہیں) کی اصل قیمت نہایت معمولی ہوتی ہے، اس کی مروجہ اور قانونی قدر سے کوئی نسبت نہیں ہوتی، لہذا ایسے نوٹ اور سکوں کا متعین کرنا اور انہی کی ادائیگی کو لازم قرار دینے میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا، اس لئے موجودہ حالات میں یہ بات ممکن ہے کہ جن مواقع پر نقد متعین ہو جاتے ہیں، ان مواقع پر بھی تعین نقد کے حکم سے صرف نظر کیا جائے۔

ذکر کیا کہ میں روزہ سے تھی، میں نے روزہ توڑ لیا، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا قضاء روزہ تھا؟ میں نے عرض کیا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ حرج نہیں، فلا یضرک، (۱) اس مضمون کی بعض اور روایات بھی ہیں، حنفیہ کہتے ہیں کہ ان کا مقصد محض اتنا ہے کہ نفل عبادت کو کسی غیر معمولی عذر کے بغیر بھی توڑا جاسکتا ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کی قضاء واجب ہی نہیں ہوگی۔

اگرچہ حج کے بارے میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ احرام باندھنے کے بعد حج واجب ہو جاتا ہے اور اگر احرام فسخ کر دے تو قضاء واجب ہے۔ (۲)

(مختلف عبادتوں میں نوافل و سنن اور ان کی نیت وغیرہ کے احکام، نیت اور خود ان عبادتوں کے ذیل میں مذکور ہیں)۔

نقد

”نقد“ کا لفظ فقہاء کے یہاں دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے، ایک تو سونا اور چاندی کے سکوں کے لئے، اس کی جمع ”نقود“ ہے، پھر فقہاء نے اس کے استعمال میں توسع برتتے ہوئے ہر طرح کے سکے اور کرنسی پر ”نقود“ کا اطلاق کیا ہے — دوسرے ”نقد“ کے معنی فوری ادا کرنے کے ہیں، اس کے مقابلہ میں ادھار کا لفظ ہے، خود اردو زبان میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں بولا جاتا ہے۔

کرنسی کب متعین ہوتی ہے اور کب نہیں؟

کرنسی کے بارے میں فقہاء کی رائے یہ ہے کہ عقد معاوضہ (جس میں دوطرفہ لین دین ہوتا ہے) میں یہ متعین نہیں ہوتے، یعنی خرید و فروخت کے وقت آپ نے جو روپے دکھائے، ادا کرتے وقت اس کے بجائے دوسرے نوٹ ادا کر دیں تو اس کی گنجائش ہے، البتہ معاملہ فاسد ہو جائے تو اس صورت میں بعض حضرات کے

(۱) ترمذی، باب ماجاء فی إفتار الصائم المتطوع، حدیث نمبر ۷۳۱

(۲) الفقہ الإسلامی و أدلتہ ۱۲/۳

(۳) الأشباه والنظائر ۳۱۵/۲، احکام النقد

قیمت کو پہنچ جائے یا اس سے بڑھ جائے تو اس کو ”نقص فاحش“ کہتے ہیں۔ (۲)

معنوی نقص کا احکام پر اثر

معنوی یعنی شعوری نقص بھی ایک طرح کی مشقت ہی ہے اور شریعت میں مشقت اور اس کے کم اور زیادہ ہونے کے اعتبار سے احکام میں تخفیف کی جاتی ہے، اسی لئے علماء اصول نے نقص کو بھی من جملہ اسباب تخفیف کے رکھا ہے، اور اسی وجہ سے نابالغ بچے اور مجنون کی ولایت باپ، دادا وغیرہ کو دی گئی ہے، اور ان کی پرورش ماں، دادی، نانی وغیرہ کے ذمہ رکھی گئی ہے، یہی معنوی نقص خواتین میں بھی پایا جاتا ہے، چونکہ ان میں جسمانی اور عقلی قویٰ بمقابلہ مردوں کے کم درجہ کے ہیں، اسی لئے جمعہ، جماعت، جہاد، جزیہ، دیت کی ادائیگی میں شرکت اور اس طرح کے احکام سے ان کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔

(کشمش کی خام شراب)

نقص

”نقص“ کی نسبت اگر پانی کی طرف ہو تو پانی میں بھگونے کے معنی ہوتے ہیں، اس سے ”نقص“ کا لفظ ہے، فقہاء کی اصطلاح میں کشمش پانی میں ڈالا جائے اور اس سے کچا مشروب تیار ہو، اس کو ”نقص“ یا ”نقص زبیب“ کہتے ہیں، یہ بھی ان مشروبات میں ہے کہ اگر شدت پیدا ہو جائے تو ان کا پینا حرام ہے، البتہ کشمش کی کچی شراب کا حکم احکام خمر یعنی اصل انگوری شراب سے کسی قدر مختلف ہے کہ اگر کوئی شخص اسے حلال سمجھے تو اس کو کافر نہیں سمجھا جائے گا، اگر اس سے نشہ پیدا نہ ہو تو اس سے حد جاری نہ ہوگی، اس کی نجاست، نجاست خفیفہ کے درجہ کی ہوگی۔ (۳)

(فقہاء کے یہاں ایک مسئلہ یہ آتا ہے کہ کوئی شخص اس طرح خرید و فروخت کا معاملہ طے کرے کہ اگر خریدار نے اتنے دنوں میں قیمت ادا نہیں کی تو فروخت کنندہ کو معاملہ کے ختم کر دینے کا اختیار رہے گا، اس کو اختیار نقد کہتے ہیں، اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو ”خیار“ — نیز کرنسی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یہ خود زر ہیں یا وثیقہ زر؟ اس کے لئے دیکھئے: ثمن)۔

نقص

نقص کے معنی کمی کے ہیں، یہ کمی مادی بھی ہو سکتی ہے، اور معنوی بھی، مادی نقص تو محسوس ہوتا ہے، جیسے کپڑے کا پھٹنا ہونا یا انسان کی بینائی کا ضائع ہو جانا، معنوی نقص سے میری مراد قوت عقلیہ کا نقص ہونا ہے۔

مادی اعتبار سے فقہاء نے نقص کی دو قسمیں کی ہیں، معمولی نقص، اس کو ”نقص یسیر“ کہتے ہیں، غیر معمولی نقص، اس کو ”نقص فاحش“ کہا جاتا ہے، ”نقص یسیر“ یہ ہے کہ جس سے منفعت میں کسی قدر کمی تو واقع ہو، لیکن منفعت بالکل ہی فوت نہ ہو جائے، یا اصل شئی میں ہی نقص پیدا ہو جائے — فقہاء نے یہ بحث غصب کے ذیل میں کی ہے کہ اگر غاصب کے یہاں مال میں نقص پیدا ہو جائے تو مالک کو وہی مغصوب شئی قبول کرنا ہوگا، البتہ جو نقص پیدا ہوا ہے، غاصب اس کی تلافی کریگا اور اگر مغصوبہ سامان میں نقص فاحش پیدا ہو گیا تو اسے اختیار ہوگا کہ چاہے، تو وہی سامان تلافی نقصان کے ساتھ قبول کر لے یا مکمل سامان کی قیمت غاصب سے لے لے۔ (۱)

مجلۃ الاحکام میں ایسے نقصان کو ”نقصان یسیر“ قرار دیا گیا ہے، جو مال مغصوب کی چوتھائی قیمت کو نہیں پہنچتا ہو، اگر چوتھائی

(۲) مجلۃ الأحکام: دفعہ ۹۰۰

(۱) دیکھئے: الفقہ الاسلامی وأدلته ۲۹/۵

(۳) دیکھئے: البحر الرائق ۲۱۸/۸

نکاح

نکاح کے بارے میں اسلامی تصور

اسلام سے پہلے متعدد مذاہب گذرے ہیں، جو مرد و عورت کے تعلق کو مطلق ناروا اور نامناسب تصور کرتے تھے، اور اس تعلق کو خدا سے قربت اور تقویٰ کے منافی تصور کیا کرتے تھے، ہندو اور عیسائی مذہب کا خاص طور سے ذکر کیا جاسکتا ہے، ایران کا ”مانی فلسفہ“ جو مزدکی تحریک کے رد عمل میں اٹھا، اس کی کھلی مثال ہے۔

اسلام سے پہلے عربوں میں نکاح کے طریقے

اس کے بالکل مقابل وہ فکر و فلسفہ تھا جس نے انسان کو حیوانات کی صف میں لاکھڑا کیا تھا، اور انسانی سماج کو اس مقام پر پہنچا دیا تھا، جہاں اس کی خاندانی شناخت بھی گم ہو جائے، خود عربوں کا حال یہ تھا کہ حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق نکاح کی اس صورت کے علاوہ جس کو اسلام نے باقی رکھا، تین اور صورتیں مروج تھیں، ایک طریقہ وہ تھا جسے ”نکاح استبضاع“ کہا جاتا تھا، اس کی صورت یہ تھی کہ شوہر اپنی بیوی کو اعلیٰ خاندان کا بچہ حاصل کرنے کی غرض سے کسی دوسرے مرد کے پاس بھیج دیتا تھا، اور جب تک وہ عورت اس سے حاملہ نہ ہو جاتی یہ شخص اس سے ہم آغوش نہیں ہوتا تھا، اور اس سے مقصود عمدہ خصوصیات کی حامل اولاد کا حصول تھا۔

دوسری صورت ”نکاح رھط“ کی تھی کہ ایک عورت متعدد مرد جن کی تعداد دس کے اندر ہوتی تھی، ہم آغوش ہوتے تھے، جب بچہ پیدا ہوتا تو خاتون ان تمام مردوں کو طلب کرتی اور کسی طرف اس بچہ کو منسوب کر دیتی اور جس کی طرف منسوب کرتی اس کے لئے مجال انکار نہ ہوتا۔ نکاح کا تیسرا طریقہ بالکل وہی تھا جو آج کل پیشہ ور طوائف کا ہے، کہ جو بھی چاہتا، ان کے پاس آسکتا تھا اور یہ بد قماش

”نکاح“ کے اصل معنی دو چیزوں کے انضمام اور ملانے کے ہیں، انہ حقیقۃ فی الضم، (۱) اسی مناسبت سے لغت میں مرد و عورت کے صنفی تعلق کو بھی نکاح کہا گیا، اور خود عقد نکاح کو بھی، البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ نکاح کا معنی حقیقی کیا ہے؟ بعض حضرات کا خیال ہے کہ نکاح، وطی اور عقد نکاح کے درمیان مشترک لفظ ہے، گویا دونوں ہی معنی حقیقی ہیں، اسی طرف ابن ہمام کا رجحان معلوم ہوتا ہے، بعض حضرات کے نزدیک اصل معنی ”ہم بستری“ کے ہیں، مجازاً عقد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، زیادہ تر مشائخ حنفیہ اسی کی طرف رجحان رکھتے ہیں، تیسری رائے اس کے برعکس ہے، کہ اصل معنی عقد کے ہیں، مجازاً وطی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، (۲) — اگر قرآن و حدیث کی تعبیر پر نگاہ کی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ دونوں معنوں میں بکثرت استعمال ہوا ہے، اس لئے غالباً یہ بات زیادہ قرین صواب ہے کہ یہ لفظ مشترک ہے، اور قرآن کے اعتبار سے اس کے معنی کی تاویل کی جاتی ہے۔

فقہ کی اصطلاح میں

فقہ کی اصطلاح میں نکاح مرد و عورت کے درمیان طے ہونے والا وہ شرعی معاہدہ ہے جس کے ذریعہ ایک دوسرے سے استمتاع جائز ہو جاتا ہے، بشرطیکہ کوئی مانع نکاح موجود نہ ہو، (۳) — اس تعریف کے مطابق عقد نکاح مرد و عورت ہی کے درمیان ہو سکتا ہے، منث سے یا ہم جنس سے نکاح نہیں ہو سکتا، جیسا کہ مغرب کی حیا باختہ تہذیب نے اس کی اجازت دے رکھی ہے، اسی طرح اگر مرد و عورت کے درمیان محرم کا رشتہ ہو یا ان میں سے کوئی ایک مشرک ہو جب بھی نکاح شرعی منتقد نہیں ہوگا۔

(۲) حوالہ سابق، نیز دیکھیے: درمختار علی ہامش الرد ۲۲۲

(۱) فتح القدیر ۱۸۵/۳

(۳) درمختار علی ہامش الرد ۵۹۲-۲۵۸

وقت تشریف فرما نہیں تھے، انہوں نے ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کی عبادت کی کیفیت معلوم کی، پھر ان میں سے ایک نے ارادہ کیا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، دوسرے نے کہا میں رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا، اور تیسرے نے نکاح نہ کرنے اور عورتوں سے علیحدہ رہنے کا عزم کیا، آپ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا: کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کی خشیت رکھتا ہوں اور پرہیزگار ہوں، لیکن میں کبھی روزہ بھی رکھتا ہوں اور کبھی افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں، نکاح بھی کرتا ہوں اور بیوی سے تعلق بھی رکھتا ہوں، پھر ارشاد ہوا کہ جس نے میرے راستے سے گریز کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے، (۲) ایک صحابی رسول حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی نیت سے خصی ہونے کا ارادہ کر لیا، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا، (۳) آپ ﷺ نے خاص طور پر نوجوانوں سے فرمایا کہ جن میں شادی کی استطاعت ہو ان کو شادی کر لینی چاہئے، یہ بد نگاہی سے بچنے اور عفت و عصمت کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ (۴)

نکاح کے مقاصد

نکاح کا اولین مقصد، عفت و عصمت کی حفاظت ہے، جیسا کہ اوپر آنحضرت ﷺ کا ارشاد مذکور ہوا کہ یہ نگاہ کو پست رکھنے اور عفت و پاکدامنی کو باقی رکھنے کا باعث ہے، فانہ اغض للبصر و احسن للفرج، اسی لئے قرآن مجید میں نکاح کو احسان یعنی قلعہ بند ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے، اور شادی شدہ مرد و عورت کو محسن اور محسنہ کہا گیا ہے، (النساء: ۲۳، المائدہ: ۵) نکاح کا دوسرا مقصد نسل انسانی کی افزائش اور اس میں تسلسل کو باقی رکھنا ہے، اسی لئے قرآن مجید نے زوجین کے صنفی تعلق کو کاشت سے مشابہت دی

عورتیں اپنی شناخت کے لئے اپنے دروازوں پر جھنڈے نصب کئے رہتی تھیں، اگر یہ حاملہ ہوتیں اور بچہ ہوتا تو قیافہ شناس ان کے جس گاہک کے بارے میں فیصلہ کرتا، اسی سے بچہ منسوب ہوتا۔ (۱)

اسلام جس کا سب سے بڑا امتیاز اس کا اعتدال اور فطرت انسانی سے ہم آہنگی اور موافقت ہے، اس نے اس باب میں بھی افراط و تفریط سے اپنا دامن خوب بچایا ہے، اور ایسی تعلیم دی ہے کہ اس سے بہتر کوئی اور طریقہ کسی انسانی سماج کے لئے نہیں ہو سکتا، اس نے زنا اور غیر قانونی تعلق کو حرام قرار دیا، ایسی کسی بھی صورت کو روا نہیں رکھا، جس سے انسانی نسبت تک مشتبہ ہو جائے، اور اس شدت کے ساتھ اس کی ممانعت کی کہ کم ہی کسی جرم کو اس شد و مد کے ساتھ منع کیا گیا ہوگا، اور دوسری طرف نکاح کی نہ صرف اجازت دی، بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی، اور اس کو تقویٰ، عفت و پاکبازی اور خدا سے قربت کا ذریعہ بتایا، کیوں کہ اگر انسان کی فطری ضرورتوں کے لئے جائز اور قانونی مواقع پیدا نہیں کئے گئے تو ان کو غیر قانونی راستے سے بچانا دشوار ہوگا۔

نکاح کی ترغیب

اسی لئے قرآن مجید نے جا بجا نکاح کی ترغیب دی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو انبیاء کی سنت اور ان کا طریقہ قرار دیا، ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک وجعلناہم ازواجاً وذریۃ، (رعد: ۳۴) جو لوگ اپنی معمولی معاشی صلاحیت کی وجہ سے نکاح کرنے میں دقت محسوس کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی نکاح کی ترغیب دی اور حوصلہ دلایا کہ اگر آج یہ محتاج ہیں تو اللہ تعالیٰ کل ان کو غنی بنا دے گا۔ (نور: ۳۲)

ایک دفعہ تین صحابہ در اقدس پہ حاضر ہوئے، آپ ﷺ اس

(۲) بخاری ۷۵۷/۲

(۳) بخاری ۷۵۸/۲

(۱) بخاری ۷۶۹/۲

(۳) ترمذی ۲۰۷/۱

محبت پا کر جینے کا حوصلہ پاتے ہیں اور زندگی کا سفر ان کے لئے آسان ہو جاتا ہے، اس لئے جہاں جوانی میں زوجین کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے وہیں بڑھاپے میں بھی وہ ایک دوسرے کے لئے کم درجہ کی ضرورت نہیں۔

مختلف حالات میں نکاح

اسی لئے اسلام نے نکاح کو بڑی اہمیت دی ہے، اور قرآن و حدیث میں بمقابلہ دوسرے معاملات کے نکاح اور ازدواجی زندگی سے متعلق مسائل پر زیادہ تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے، فقہاء نے کتاب و سنت کی ہدایات کو سامنے رکھ کر مختلف حالات میں نکاح کے احکام متعین کئے ہیں، چنانچہ مہر اور نفقہ ادا کرنے پر قادر ہو اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں پڑ جانے کا یقین ہو تو نکاح فرض ہے، فان تیقن الزنا إلا بہ فرض، اور اگر زنا میں پڑنے کا اندیشہ ہو نہ کہ یقین، اور نفس میں نکاح کا سخت تقاضا پاتا ہے، تو نکاح کرنا واجب ہے، ویسکون واجبا عند التوقان، ظاہر ہے یہاں مہر سے ایسا مہر مراد ہے جو فوری قابل ادائیگی ہو، اگر مہر مؤجل پر نکاح کرنا ممکن ہو تو فی الحال مہر کا مالک ہونا ضروری نہ ہوگا، بلکہ نکاح کیے لئے قرض لینا پڑے تو اس میں بھی قباحت نہیں، بہتر ہے کہ قرض لے کر نکاح کر لے۔

اگر نکاح نہ کرنے کی صورت میں برائی میں پڑنے کا اندیشہ نہیں اور مالی اور جسمانی اعتبار سے نکاح کرنے پر قادر ہے تو ایسے شخص کے لئے نکاح کر لینا سنت مؤکدہ ہے، اگر اپنی عفت و عصمت کی حفاظت اور حصول اولاد کی نیت سے نکاح کر لے تو مستحق ثواب ہوگا، اور نکاح نہ کرے تو ترک سنت کا گناہ، بلکہ بعض فقہاء نے اس صورت میں بھی نکاح کو واجب قرار دیا ہے۔

اگر نکاح کے بعد اندیشہ ہو کہ وہ بیوی کے ساتھ جور و ظلم کا

ہے، (البقرہ : ۲۲۳) اور آپ ﷺ نے بحیثیت رفیق حیات ایسی عورت کے انتخاب کی تلقین کی ہے، جس میں تو والد کی صلاحیت زیادہ ہوں، تزوجوا اللودود اللودود، (۱) شوہر دیدہ عورت میں تو اس کا اندازہ لگانا آسان ہے، کنواری لڑکیوں میں نسلی اور موروثی تجربہ سے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

نکاح کا تیسرا اہم مقصد باہمی تسکین اور طمانیت قلب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے تم ہی سے تمہارے جوڑے اس لئے بنائے کہ تم اس سے سکون حاصل کرو، اور اللہ نے تمہارے درمیان ہمدردی اور محبت بھی عطا فرمائی، (روم : ۲۱) یہ نکاح کا ایک اہم مقصد ہے، انسان جو بعض اہل دانش کی نگاہ میں سماجی جانور ہے، اور انس و محبت جس کا مادہ ہے، وہ اس کے بغیر قلب و ذہن کا سکون نہیں پاسکتا کہ کوئی انیس ہو جو دل کی بے قراری کے لئے قرار و سکون کا سامان بن سکے، قرآن نے جس سکون قلب کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کا تعلق صرف جسمانی اور صنفی سکون ہی سے نہیں، بلکہ یہ ایک جامع لفظ ہے، جو قلب و نظر اور ہر طرح کے سکون کو شامل ہے، ایک شخص گھر سے باہر کی دنیا میں طرح طرح کی ذہنی اُلجھنوں میں مبتلا ہوتا ہے، خلاف طبیعت بات پیش آتی ہے، جب وہ اپنے گھر پہنچتا ہے تو بیوی کا تبسم آمیز استقبال اس کے ذہن کے بوجھ کو ہلکا کر دیتا ہے، اسی طرح ایک عورت اپنے گھر میں متضاد ذہن و فکر کے لوگوں کے ساتھ رہتی ہے، اور شب و روز میں کتنی ہی خلاف طبیعت باتیں اسے پیش آتی ہیں، لیکن شوہر کا ایک کلمہ محبت اس کے دل کا بوجھ ہلکا کر دیتی ہے، اور اپنائیت کا احساس دوسرے افراد خانہ کا مداوا ثابت ہوتی ہے، جب انسان بوڑھاپے کی منزل میں داخل ہوتا ہے، اور تنہائی کا احساس اسے ہمہ دم آزرده و افسردہ رکھتا ہے، اس وقت خاص کر زوجین ایک دوسرے سے اپنائیت اور

در اصل اسلام کی نگاہ میں نکاح کا اصل مقصد عفت و عصمت کی حفاظت اور نسب انسانی کی شناخت کو باقی رکھنا ہے، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جس سماج میں قانونی طور پر یک زوجگی کی پابندی لگائی جاتی ہے، وہاں غیر قانونی صنفی تعلق کی کثرت ہو جاتی ہے، اور قانونی تعدد ازدواج کی جگہ غیر قانونی تعدد ازدواج اتنا عام ہو جاتا ہے کہ شاید شیطان بھی اس سے حیا محسوس کرتا ہو، ڈاکٹر گستاوی بان کے الفاظ میں :

مغرب میں بھی..... ایک ہی شادی کی رسم کا وجود صرف کتابوں ہی میں ہے، اور میں خیال کرتا ہوں کہ کوئی شخص انکار نہ کرے گا کہ یہ رسم ہماری واقعی معاشرت میں نہیں پائی جاتی ہے، میں نہیں جانتا کہ مشرقیوں کا جائز تعدد کس امر میں مغربیوں کے ناجائز تعدد ازدواج سے کمتر سمجھا جاتا ہے، بلکہ میں یہ کہوں گا کہ اول کو ہر طرح دوسرے پر ترجیح ہے۔ (۵)

— اس وقت مغرب اور مغرب زدہ معاشرہ اس کی کھلی ہوئی مثال ہے :

اسی لئے اسلام نے تعدد ازدواج کو جائز رکھا، لیکن چار تک تحدید کر دی، اور بیویوں کے درمیان عدل اور مساویانہ سلوک کی شرط لگادی، اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر عدل کا برتاؤ نہ کر سکو تو پھر ایک ہی نکاح کی اجازت ہے، فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة، (النساء : ۳) قرآن مجید کے مجموعی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عام حالات میں ایک ہی نکاح پر اکتفا کرنے کو پسند کیا گیا ہے، اور اگر

مرتب ہوگا، تو نکاح مکروہ تحریمی ہے، اور اس کا یقین ہو تو حرام، یہاں تک کہ اگر نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو اور نکاح کر لے تو جور کے مرتکب ہونے کا، ایسی صورت میں بھی نکاح کرنا فرض ہے، کیوں کہ زنا سے بچنا اللہ کا حق ہے، اور جور و تعدی سے بچنا بندے کا حق ہے، اور بندے کا حق، ادائیگی کے اعتبار سے حق اللہ پر مقدم ہے، اس لئے کہ بندہ اپنے حقوق کا محتاج ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر طرح کی حاجت سے مستغنی ہے۔ (۱)

تعدد ازدواج کا مسئلہ

اسلام نے انسانی ضرورت کی رعایت کرتے ہوئے مردوں کو چار تک نکاح کرنے کی اجازت دی ہے، (نساء : ۳) کیوں کہ بعض اوقات عفت و عصمت کی حفاظت کے لئے، یا لڑکیوں کی شرح پیدائش کا اضافہ کے مسئلے سے نمٹنے نیز بیواؤں اور یتیموں کی پرورش کے نقطہ نظر سے تعدد ازدواج ایک سماجی ضرورت بن جاتی ہے، اسی لئے قریب قریب تمام ہی مذاہب نے تعدد ازدواج کو جائز رکھا ہے، بائبل میں حضرت موسیٰ کی دو بیویوں، (۲) اور حضرت داؤد کی چھ بیویوں (اخفصو عم، امجیل، معکھ، حجیت، ابیطال، عجلاہ) کا ذکر ملتا ہے، (۳) ہندو مذہب کے ماخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرد کے لئے بیک وقت ایک سے زیادہ نکاح کی گنجائش ہے اور بیویوں کی تعداد کے سلسلے میں کوئی تحدید بھی نہیں ہے، (۴) عیسائی دنیا کے بارے میں و سٹر مارک (Vister Marc) کا بیان ہے کہ کلیسا اور حکومت دونوں ہی سترہویں صدی کے نصف تک تعدد ازدواج کو مباح قرار دیتے تھے، اور ان کے یہاں بکثرت اسی کا رواج تھا۔ (۴)

(۱) نکاح کے یہ احکام درمختار و ردالمحتار ۶۱۲-۲۶۰، سے ماخوذ ہے، البتہ مہر مجمل اور مؤجل میں فرق راقم سطور نے کیا ہے

(۲) کنز : ۲۷ : ۸

(۳) الفللسفۃ القرآنیہ ۵۲

(۴) دیکھئے: مالک رام کی اسلامیات، بحوالہ: رگ وید (۱۰۵:۱-۱۰۸ وغیرہ)

(۵) تمدن عرب ۳۶۶

کوئی حقیقی ضرورت داعی نہ ہو تو ایک ہی نکاح پر اکتفا کرنا افضل ہے، اس لئے کہ ایک طرف فرمایا کہ اگر عدل نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو ایک ہی نکاح کرو، اور دوسری طرف یہ بات بھی فرمائی گئی کہ تمہارے لئے ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان عدل کو قائم رکھنا آسان نہیں۔ (نساء: ۱۲۹)

ایجاب و قبول

نکاح کے ارکان ایجاب و قبول ہیں، جس کی طرف سے پہلے نکاح کی پیشکش ہو اس کے کلام کو "ایجاب" کہتے ہیں، اور دوسرے فریق کی طرف سے اس پیشکش کے قبول کر لینے کو "قبول" کہتے ہیں، (۱) ایجاب و قبول عاقدین براہ راست بھی کر سکتے ہیں، عاقدین کے وکیل یا ولی بھی کر سکتے ہیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ جس مجلس میں ایجاب ہو اسی مجلس میں قبول بھی ہو جائے، اگر اس مجلس میں قبول نہیں کیا اور بعد میں قبول کر لیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، بلکہ دوبارہ ایجاب و قبول کرنا ہوگا، حتیٰ لو اختلف المجلس لا ینعقد النکاح، (۲) یہ بھی ضروری ہے کہ ایجاب و قبول میں مطابقت ہو، اگر مطابقت نہ ہو تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، مثلاً لڑکی یا اس کا ولی یا وکیل دس ہزار روپیہ مہر پر نکاح کا ایجاب کرے، اور مرد پانچ ہزار پر نکاح قبول کرے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، ومنہا ان لا ینخالف القبول ایجاب۔ (۳)

نکاح منعقد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب و قبول کرنے والا ایجاب کو سنے، و شرطہ سماع کل من العاقدین لفظ الآخر لیتحقق رضاهما، (۴) — اگر طرفین موجود ہوں اور بولنے پر قادر ہوں تو ضروری ہے کہ ایجاب و قبول کا عمل

گفتگو کے ذریعہ ہو، تحریری ایجاب و قبول معتبر نہیں ہوگا، ولا ینعقد بالکتابۃ بین الحاضرین، (۵) ہاں جو شخص بولنے پر قادر نہ ہو اور لکھنے پر قادر ہو وہ تحریر کے ذریعہ بھی ایجاب و قبول کر سکتا ہے، (۶) لکھنے پر بھی قادر نہ ہو تو واضح اشارہ کے ذریعہ ایجاب و قبول کیا جاسکتا ہے، ینعقد بالاشارة من الاخرس ان کانت اشارتہ معلومة۔ (۷)

خط اور فون کے ذریعہ نکاح

اگر عاقدین میں سے ایک موجود نہ ہو تو ضروری ہے کہ ایک کی طرف سے تحریر اور کم سے کم ایک کی طرف سے بشرط قدرت کلام پایا جائے، مثلاً مرد نے خط لکھا کہ میں تم سے نکاح کی پیشکش کرتا ہوں، تو عورت کا صرف لکھ دینا کافی نہیں کہ مجھے منظور ہے، بلکہ ضروری ہے کہ وہ دو گواہوں کے سامنے خط پڑھ کر سنائے، اور پھر اپنی قبولیت کا اظہار کرے، اگر عورت بھی اپنی طرف سے قبولیت لکھ لے اور گواہوں کو دکھا دے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، ولو کتب الایجاب والقبول لا ینعقد۔ (۸)

غائبانہ نکاح کی بہتر صورت یہ ہے کہ خط کے ذریعے کسی کو نکاح کا وکیل بنادے، اور وکیل مجلس عقد میں ایجاب کرے، اور دوسرا فریق قبول کر لے، یہی حکم ٹیلیفون کا بھی ہوگا۔

ایجاب و قبول کے الفاظ

نکاح صریح الفاظ سے منعقد ہو جاتا ہے، اور الفاظ کنایہ سے بھی، کیوں کہ خود قرآن مجید سے "ہبہ" کے لفظ سے نکاح کا منعقد ہونا معلوم ہوتا ہے، (الاحزاب: ۵۰) اور ظاہر ہے کہ "ہبہ" کنایہ ہی

(۲) بدائع الصنائع ۲/۲۳۲

(۳) درمختار ۱/۱۸۶

(۶) حوالہ سابق

(۸) ہندیہ ۱/۲۶۹

(۱) عالمگیری ۱/۲۶۷

(۳) ہندیہ ۱/۲۶۹

(۵) ہندیہ ۱/۲۷۰

(۷) حوالہ سابق

لڑکی کے والد سے کہے، تو اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دے اور وہ کہے کہ میں نے قبول کیا، (۶) اگر حال کا صیغہ استعمال کیا جائے جیسے مرد نے کہا کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں اور لڑکی نے کہا کہ میں قبول کرتی ہوں، تو نکاح منعقد ہو جائے گا، — عربی زبان میں زمانہ موجودہ کو بتانے کے لئے بھی فعل مضارع آیا کرتا ہے اور فعل مضارع حال اور استقبال دونوں زمانہ کے لئے آتا ہے، اس لئے عام طور پر فقہاء نے فعل مضارع سے ایجاب و قبول کو کافی نہیں سمجھا، لیکن اگر مضارع کے ساتھ کوئی ایسا لفظ ذکر کیا جائے جو حال کے معنی کو متعین کر دے، یا کوئی دوسرا قرینہ حال کا معنی مراد لینے پر موجود ہو، تو ان صورتوں میں مضارع کے صیغے سے بھی نکاح منعقد ہو جائے گا، حنفیہ اور مالکیہ ان تفصیلات میں متفق ہیں، شوافع کے نزدیک صرف ماضی ہی کے صیغے سے نکاح منعقد ہوتا ہے، (۷) — تاہم اس پر تمام فقہاء متفق ہیں کہ اگر ایجاب و قبول مستقبل کے صیغے سے ہو جیسے ایک فریق کہے: میں نکاح کروں گا، دوسرا فریق کہے: میں قبول کروں گا، نکاح منعقد نہیں ہوگا، کیوں کہ اس تعبیر میں یہ معنی مراد لینے کی گنجائش بھی موجود ہے کہ ان دونوں نے آئندہ نکاح کرنے اور اسے قبول کرنے کا محض ارادہ کیا ہے، اور نکاح جیسا نازک اور اہم معاملہ ایسے مبہم اور ذوق معنیین عبارت سے کیسے منعقد ہو سکتا ہے؟ اگر مرد و عورت ایسا فقرہ استعمال کرے جو ماضی میں منعقد شدہ نکاح کے اقرار کو ظاہر کرتا ہو، تو اس سے بھی نکاح منعقد ہو جائے گا، بشرطیکہ اس وقت دو گواہ موجود ہوں، وجعل الاقرار انشاءً وهو الاصح - (۸)

- (۲) دیکھئے: الشرح الصغير ۳۵۰/۲
 (۳) شرح مہذب ۲۱۲/۱۶
 (۶) فتح القدير ۱۹۱/۳
 (۸) تاتار خانيه ۵۸۷/۲

ہے نہ کہ صریح، نکاح اور تزویج صریح الفاظ ہیں، اردو زبان میں شادی بیاہ اور انگریزی زبان میں ”میرج“ کے الفاظ بھی نکاح کے لئے صریح سمجھے جائیں گے — الفاظ کنایہ سے ایسے الفاظ مراد ہیں جس میں فی الفور کسی شئی کے مالک بنانے کے معنی پایا جاتا ہو، جیسے ہبہ، صدقہ، عطیہ وغیرہ، ایسے الفاظ جو اصل شئی کے بجائے شئی کی منفعت کا مالک بنانے کے لئے ہیں وہ ایجاب و قبول کے لئے کافی نہیں، جیسے اجارہ، عاریت، اسی طرح جن الفاظ کے ذریعے فی الفور مالک نہ بنایا جاسکتا ہو اس سے بھی نکاح منعقد نہیں ہوتا، جیسے وصیت، (۱) یہی رائے مالکیہ کی بھی ہے، بشرطیکہ مہر کا ذکر کیا جائے، (۲) شوافع اور حنابلہ کے نزدیک صریح الفاظ ہی سے نکاح منعقد ہوگا، کنایہ الفاظ کا کہنا کافی نہیں۔ (۳)

یہ بھی ضروری نہیں کہ ایجاب و قبول عربی ہی زبان میں ہو، غیر عربی زبان میں بھی ایجاب و قبول ہو سکتا ہے، (۴) البتہ حنابلہ کے نزدیک جو شخص عربی زبان میں ایجاب و قبول پر قادر ہو اس کا غیر عربی میں ایجاب و قبول کرنا معتبر نہیں، بلکہ فقہاء حنابلہ میں ابو الخطاب کو تو اس پر اتنا اصرار ہے کہ ان کے نزدیک جو عربی نہ جانتا ہو اس کو بھی عربی میں ایجاب و قبول کے الفاظ سیکھنے چاہئیں۔ (۵)

ایجاب و قبول کا صیغہ

نکاح میں ضروری ہے کہ ایجاب و قبول کے لئے ایسا صیغہ استعمال کیا جائے جو فی الفور نکاح کے انعقاد کو بتاتا ہو، اسی ضابطہ کے پیش نظر فقہاء نے لکھا ہے کہ یا تو ایجاب و قبول دونوں ماضی کے صیغے سے ہو، اس پر سب کا اتفاق ہے، یہ بھی درست ہے کہ ایک طرف سے امر کا صیغہ ہو اور دوسری طرف سے ماضی کا صیغہ، جیسے مرد

- (۱) ہدایہ ۳۰۶/۲-۳۰۵
 (۳) شرح مہذب ۲۱۰/۱۶
 (۵) المغنی ۶۱/۷
 (۷) دیکھئے: الفقہ الإسلامی وأدلته ۳۳۷-۳۲

النکاح لا یصح تعلیقہ بالشرط۔ (۵)

نکاح کی اجازت میں کنواری اور شوہر دیدہ کا فرق

نکاح کے قبول کرنے کے سلسلے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مرد اور شوہر دیدہ عورت (ثیبہ) سے نکاح کی بابت استفسار کیا جائے تو صراحتاً رضامندی کا اظہار ضروری ہے، کنواری لڑکی سے بھی قریب ترین ولی کی بجائے ستادور کا ولی استفسار کرے جب بھی صراحتاً اظہار رضامندی ضروری ہوگا، جیسے کہ میں نے اس نکاح کو قبول کیا، یا پوچھا جائے کہ کیا تم نے قبول کیا؟ اور جواب میں کہے: ہاں، فان استاذنہا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرة بسکونہا، (۶) لیکن قریب تر ولی یا اس کا ولی وقاصد کنواری لڑکی سے نکاح کے بارے میں دریافت کرے یا مسکرائے یا روئے اور وہاں کے عرف میں نکاح کے وقت اس طرح کا عمل رضامندی کے اظہار کے لئے کیا جاتا ہے، تو نکاح منعقد ہو جائے گا، (۷) اظہار رضامندی کے طریقہ کے سلسلہ میں کنواری اور شوہر دیدہ عورت کے درمیان جو فرق کیا گیا ہے، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ کنواری پر حیا کا غلبہ ہوتا ہے اور زبان سے اظہار کرنے کا مکلف قرار دینے میں اس کے لئے دشواری ہے، بہ خلاف شوہر دیدہ عورت یا لڑکیوں کے، اس لئے خود احادیث میں کنواری اور شوہر دیدہ کے درمیان یہ فرق مذکور ہے۔ (۸)

اجازت کب لی جائے؟

لڑکی سے نکاح کی اجازت مجلس میں ایجاب و قبول کے بعد بھی لی جاسکتی ہے، لیکن بہتر اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس

مذاق اور دباؤ کے تحت ایجاب و قبول

حنفیہ کے نزدیک ہنسی مذاق کے طور پر یا جبر و دباؤ کے تحت کیا ہوا ایجاب و قبول بھی منعقد ہو جاتا ہے، (۱) اس لئے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں وہ ہیں کہ جن کا ارادہ بھی ارادہ ہے اور ہنسی مذاق (ہزل) بھی ارادہ کے درجہ میں ہے، نکاح، طلاق اور رجعت، (۲) گویا نکاح کا انعقاد الفاظ و عبارت سے متعلق ہے نہ کہ بولنے والے کی نیت اور کیفیت سے، دوسرے فقہاء کے نزدیک جبر و دباؤ کی حالت میں کیا ہوا ایجاب و قبول معتبر نہیں۔ (۳)

زبان سے ایجاب و قبول ضروری ہے

شریعت میں بعض معاملات ایسے ہیں کہ ان کے انعقاد کے لئے زبان و بیان ضروری نہیں ہوتا، عملی لین دین کافی ہو جاتا ہے، جیسے خرید و فروخت، خریدار نے کچھ کہا نہیں اور قیمت بیچنے والے کو دے دی، تاجر نے بھی کچھ کہے بغیر سامان خریدار کے حوالہ کر دیا، تو محض اس لین دین ہی سے بیع منعقد ہو جائے گی، لیکن نکاح چونکہ انسانی عصمت سے متعلق ہے، اس لئے محض لین دین انعقاد نکاح کے لئے کافی نہیں، مثلاً مرد و گواہوں کی موجودگی میں مہر کی رقم دے دے، اور عورت اس رقم کو اٹھالے، تو اس سے نکاح منعقد نہیں ہوگا، ولا بتعاط احتراماً للفرج۔ (۴)

ایجاب و قبول مشروط نہ ہو

نکاح منعقد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب و قبول مشروط نہ ہو مثلاً یوں کہا جائے کہ یہ نکاح مجھے منظور ہے بشرطیکہ میرے والدین راضی ہو جائیں تو اس طرح نکاح منعقد نہیں ہوگا،

(۲) دارقطنی ۱۷۹۳، حدیث نمبر ۳۵۹۳

(۳) درمختار علی ہامش الرد ۲۷۱/۲

(۶) درمختار ۱۹۲/۱

(۸) دیکھئے: نصب الرایہ ۹۵/۳-۱۹۴

(۱) درمختار ۲۱۷/۱

(۳) ردالمحتار ۷۲-۷۳/۲

(۵) درمختار ۱۹۱/۱

(۷) دیکھئے: درمختار ۱۹۱/۱

سے اجازت حاصل کر لی جائے کہ فلاں شخص نے تمہارے لئے نکاح کا پیغام دیا ہے، کیا یہ رشتہ تمہیں قبول ہے؟ اگر پہلے سے اجازت نہیں لی اور ایجاب و قبول کر لیا تو یہ خلاف سنت ہوگا، بعد میں اگر لڑکی نے قبول کر لیا تو منعقد ہوگا ورنہ نہیں، والسنة ان يستامر البكر وليها قبل النكاح۔ (۱)

گواہ ضروری ہیں

نکاح منعقد ہونے کے لئے بنیادی شرط گواہ کا پایا جانا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا، لا نکاح إلا بولی وشاہدی عدل، (۲) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو عورتیں بغیر گواہوں کے نکاح کر لیں وہ زانیہ ہیں، (۳) البتہ یہ روایت عیسیٰ ابن میمون کی وجہ سے ضعیف ہے، چنانچہ گواہوں کی موجودگی کی شرط پر تمام فقہاء متفق ہیں، البتہ مالکیہ کے نزدیک عین عقد نکاح کے وقت تو گواہ کا ہونا ضروری نہیں، مستحب ہے، لیکن زوجین کی یکجائی سے پہلے دو عادل شخص کو گواہ بنانا ضروری ہے، گویا نکاح پر گواہی مالکیہ کے نزدیک بھی ضروری ہے، لیکن عین عقد ہی کے وقت گواہ بنانا ضروری نہیں، حنفیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ایجاب و قبول ہی کے وقت گواہ بنانا ضروری ہے۔ (۴)

گواہان کے اوصاف

یہ گواہان عاقل و بالغ اور آزاد ہوں، ایجاب و قبول کو سنیں اور سمجھ سکیں، دو مرد گواہ ہوں تو زیادہ بہتر ہے، ورنہ حنفیہ کے نزدیک ایک

مرد اور دو عورتیں بھی ہو سکتی ہیں، (۵) جیسا کہ دوسرے معاملات میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی مطلوب ہوتی ہے، امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے، (۶) شوافع، مالکیہ اور قول مشہور کے مطابق حنابلہ کے نزدیک نکاح منعقد ہونے کے لئے دو مرد گواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔ (۷)

گواہان کو عادل یعنی دین دار اور معتبر ہونا چاہئے تاکہ اگر کبھی نکاح کے منعقد ہونے اور نہ ہونے کے سلسلے میں اختلاف ہو جائے تو اس کی گواہی کام آئے، تاہم حنفیہ کے نزدیک فاسق اور تہمت کے سزا یافتہ اشخاص کی گواہی بھی نکاح کے منعقد ہونے کے لئے کافی ہے، (۸) دوسرے فقہاء کے نزدیک گواہ کا عادل یعنی دین دار ہونا ضروری ہے، فاسق کی شہادت کافی نہیں، البتہ ایسے شخص کا گواہ بننا کافی ہے جس کے حالات کی تحقیق نہ ہو اور بظاہر وہ عادل نظر آتا ہو، (۹) — حنفیہ کے نزدیک ناپینا گواہوں کی موجودگی نکاح منعقد ہونے کے لئے کافی ہے، (۱۰) شوافع سے دونوں طرح کا قول منقول ہے۔

اگر مسلمان مرد کا نکاح کتابیہ یعنی یہودی یا عیسائی عورت سے ہو تو حنفیہ کے یہاں ایسے نکاح پر اہل کتاب کی گواہی بھی نکاح منعقد ہونے کے لئے کافی ہو جائے گی، کیوں کہ نکاح کی گواہی گویا اس بات کی گواہی ہے کہ مرد کو اس عورت پر ملکیت نکاح حاصل ہے، اس طرح یہ مرد کے حق میں اور عورت کے خلاف گواہی ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ غیر مسلم کی شہادت مسلمان کے خلاف معتبر نہیں، اس کے حق میں معتبر ہے، (۱۱) دوسرے فقہاء کے نزدیک اہل کتاب کی

(۱) البحر الرائق ۱۱۳/۳

(۲) ترمذی باب ماجاء لا نکاح إلا ببینة، حدیث نمبر ۱۱۰۳، باب ماجاء فی إعلان النکاح

(۳) دیکھئے: درمختار ۲/۲۳۲، المغنی ۷/۷، الشرح الصغیر ۲/۳۳۹

(۴) درمختار ۲/۲۴۲

(۵) دیکھئے: الشرح الصغیر ۲/۳۳۹، شرح مہذب ۱۶/۱۹۸، المغنی ۷/۷

(۶) المغنی ۸/۷

(۷) دیکھئے: شرح مہذب ۱۶/۱۹۸، المغنی ۸/۷

(۸) درمختار ۲/۲۳۲

(۹) دیکھئے: ہدایة مع الفتح ۳/۲۰۴

(۱۰) درمختار ۲/۲۳۲

یہ تمام مسائل فقہاء کے نزدیک متفق علیہ ہیں۔

سسرالی نسبت سے حرام رشتے

حرمت مؤبدہ کا دوسرا سبب مصاہرت یعنی سسرالی رشتہ سے ہونے والی حرمت ہے، اس رشتہ سے حرمت کی تفصیل اس طرح ہے :

- (۱) بیوی کی فروع، یعنی اس کی بیٹیاں اور ان کا اولادی سلسلہ بشرطیکہ بیوی سے دخول کر چکا ہو۔
- (۲) بیوی کی ماں، نانی، دادی، اور ان کا مادری سلسلہ — اگر بیوی سے دخول نہ ہوا ہو پھر بھی یہ خواتین حرام ہو جائیں گی۔
- (۳) وہ خواتین جن سے باپ یا اس کے اوپر کے پدری سلسلہ میں کسی نے وطی کی ہو چاہے یہ حرام طریقے پر ہو۔
- (۴) وہ عورتیں جن سے اولاد یا سلسلہ اولاد میں سے کسی نے وطی کی ہو، گو بصورت حرام ہو۔
- (۵) اپنے اصول یعنی باپ، دادا وغیرہ کی بیویاں اور اپنے فروع یعنی بیٹے پوتے وغیرہ کی بیویاں محض عقد نکاح ہی کی وجہ سے حرام ہو جائے گی، گو وطی کی نوبت نہ آئی ہو۔

زنا سے حرمت مصاہرت

ان میں سے اکثر مسائل فقہاء کے نزدیک متفق علیہ ہیں، اور قرآن نے ان کو بوضاحت ذکر فرمایا ہے، (دیکھئے: النساء: ۲۲-۲۳) البتہ حرمت مصاہرت کے بارے میں ایک بنیادی مسئلہ پر فقہاء کی رائیں مختلف ہیں، اور وہ یہ کہ کسی عورت سے وطی کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں، اول یہ کہ اس کا اس عورت سے وطی کرنا حلال ہو، یعنی شوہر و بیوی ہوں، اس سے بالاتفاق حرمت مصاہرت پیدا ہو جائے گی، دوسری صورت یہ ہے کہ ہو تو وطی حرام، لیکن باعث گناہ نہ ہو،

شہادت سے نکاح منع نہیں ہوگا، (۱) البتہ اگر زوجین میں اختلاف ہو جائے تو حنفیہ کے نزدیک بھی فاسق، حد کا سزا یافتہ، نابینا اور غیر مسلم گواہان کی شہادت نکاح کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہوگی۔ (۲)

موانع نکاح

نکاح کے صحیح ہونے کے لئے ضروری شرط یہ ہے کہ کوئی مانع نکاح موجود نہ ہو، یعنی مرد و عورت میں کوئی ایسا سبب نہ پایا جائے جس کی وجہ سے شریعت ہمیشہ کے لئے یا عارضی طور پر ان دونوں کے درمیان نکاح کو حرام قرار دیتی ہو۔

جن اسباب کے تحت رشتہ نکاح حرام ہوتا ہے، وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے دو قسم کے ہیں، ایک وہ کہ جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے، اس کو فقہاء ”حرمت مؤبدہ“ سے تعبیر کرتے ہیں، حرمت مؤبدہ کے تین اسباب ہیں، نسبی قرابت، مصاہرت، یعنی سسرالی قرابت، رضاعت، یعنی دودھ کی بناء پر پیدا ہونے والے رشتے — نسبی حرام رشتے کی وجہ سے درج ذیل اقارب سے نکاح حرام ہوتا ہے :

- (۱) اصول یعنی مائیں، نانیاں، باپ، دادا، اور والدین کا آبائی اور مادری سلسلہ۔
- (۲) فروع یعنی اپنی اولاد، بیٹے، بیٹیاں، اور ان کا اولادی سلسلہ۔
- (۳) والدین کے فروع یعنی بھائی، بہن اور ان کا اولادی سلسلہ۔
- (۴) دادا، اور دادی، نانی کے فروع، یعنی چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ، البتہ چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ کی اولاد سے نکاح درست ہے۔

انتشار نہ ہو اور انتشار پیدا ہو جائے، اور اگر پہلے سے انتشار ہو تو اس میں اضافہ ہو جائے، اور اگر سن رسیدہ ہے کہ اعضاء میں تحریک باقی نہ رہی تو دل میں شہوت انگیز تحریک کا پیدا ہونا شہوت شمار کیا جائے گا، حنفیہ ان امور کو اس لئے حرمت مصاہرت کا باعث قرار دیتے ہیں کہ یہ جماع تک مفصّی ہوتے ہیں اور اس کا ذریعہ بنتے ہیں، اور قاعدہ یہ ہے کہ ذرائع کا وہی حکم ہوتا ہے جو ان امور کا ہوتا ہے جن کے لئے وہ ذریعہ بنتے ہیں، (۵) نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس شخص نے کسی عورت کی شرم گاہ دیکھی، اس کے لئے ماں اور بیٹی حرام ہے، من نظر الی فرج لم تحل لہ امہا و بنتہا، (۶) نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک باندی کا بوسہ لیا اور دیکھا، پھر اپنے بعض بچوں کو ہبہ کیا تو ہدایت فرمادی کہ تمہارے لئے حلال نہیں، اما انہا لا تحل لک، (۷) نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مرد جس عورت سے جماع کرے یا اس کا بوسہ لے، یا شہوت کے ساتھ چھوئے یا شہوت کے ساتھ اس کی شرم گاہ کو دیکھے وہ خاتون اس مرد کے باپ اور بیٹے پر اور خود اس عورت کی ماں، بیٹی اس مرد پر حرام ہو جائیں گی، (۸) یہی نقطہ نظر فقہاء حنابلہ کا بھی ہے۔ (۹)

البتہ اگر مساس اور دوسرے دواعی جماع کی وجہ سے انزال ہو گیا تو اب حرمت ثابت نہیں ہوگی، کیوں کہ ان دواعی کے باعث جماع ہونے کا احتمال باقی نہ رہا، یہی حکم اس وقت بھی ہے، جب عورت کے ساتھ غیر فطری عمل کیا جائے، (۱۰) — حرمت مصاہرت ثابت ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ لڑکے اور

یعنی شہبہ کی بناء پر وطی، اس سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی، اس میں صرف لیث ابن سعد کا اختلاف ہے، اور بقول حافظ ابن رشد ان کا قول شاذ ہے، (۱) تیسری صورت زنا کی ہے، حنفیہ کے نزدیک زنا سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، یعنی بیوی کے جو رشتہ دار شوہر کے لئے، اور شوہر کے بیوی کے لئے حرام ہوں وہی رشتہ دار زانی اور زانیہ کے بھی ان دونوں پر حرام ہوں گے، (۲) کیوں کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ جس سے تمہارے آباء و اجداد نے ”نکاح“ کیا ہو اس سے نکاح نہ کرو، لا تنکحوا ما نکح آباؤکم، (النساء: ۲۲) اور حنفیہ کا خیال ہے کہ نکاح کا اصل معنی وطی کے ہیں، پس معنی یہ ہوئے کہ جن سے تمہارے آباء نے وطی کی ہو، ان سے تم کو نکاح نہ کرنا چاہئے، شوافع کے نزدیک زنا سے حرمت ثابت نہیں گی، امام مالک سے دونوں طرح کی رائیں منقول ہیں، لیکن خود امام مالک میں جو قول مذکور ہے، وہ شوافع کی رائے سے مطابقت رکھتا ہے، اور یہی ان کے نزدیک راجح ہے، (۳) حنابلہ اس مسئلے میں حنفیہ کے ساتھ ہیں، (۴) اور اس میں جو احتیاط ہے وہ ظاہر ہے۔

حنفیہ کے یہاں حرمت مصاہرت ثابت ہونے کے لئے مرد و عورت کا ایک دوسرے سے مساس کرنا، شہوت کے ساتھ چھونا، شہوت کے ساتھ بوسہ لینا اور مرد کا عورت یا عورت کا مرد کی شرم گاہ کو دیکھنا بھی کافی ہے، عورت کی شرم گاہ دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ شرم گاہ کے اندرونی حصے کی طرف نظر پڑ جائے، بیرونی حصہ کا دیکھنا موجب حرمت نہیں، اور شہوت سے مراد یہ ہے کہ پہلے سے عضو میں

(۲) درمختار ۱۸۸/۱
(۳) المغنی ۹۱/۷
(۶) فتح القدیر ۲۲۳/۳
(۸) حوالہ سابق
(۱۰) ہدایہ مع الفتح ۲۲۳/۳

(۱) بداية المجتهد ۳۳۲/۲
(۳) بداية المجتهد ۳۳۲/۲
(۵) دیکھئے: ہدایہ، فتح القدیر و عنایہ ۲۲۳/۳
(۷) حوالہ سابق
(۹) المغنی ۹۳/۷

کی وجہ سے بھی حرام ہیں، (۵) البتہ سوتیلی ماں اور بیٹی کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے اور اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ایسا کرنا ثابت ہے۔ (۶)

اگر ایسی باہم دورشتہ دارخواتین سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا تو پہلا نکاح جائز ہوگا، دوسرا ناجائز، اگر دونوں سے ایک ساتھ نکاح کیا، تو دونوں میں سے کوئی نکاح منعقد نہیں ہوگا، اور اگر نکاح تو یکے بعد دیگرے کیا، لیکن یاد نہیں رہا کہ پہلے کس سے نکاح کیا گیا اور بعد میں کس سے؟ اور دونوں ہی پہلے نکاح ہونے کی مدعی ہوں، تو دونوں سے ہی نکاح حرام ہوگا، البتہ صحبت ہونے کی صورت میں دونوں کا پورا پورا مہر اور صحبت نہ ہونے کی صورت میں دونوں کے مجموعہ کے لئے نصف مہر واجب ہوگا۔ (۷)

مشرک عورت سے نکاح

حرمت نکاح کے اسباب میں سے ایک شرک ہے، کسی مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے نہیں ہو سکتا اور نہ کسی مسلمان مرد کا نکاح کافر عورت سے ہو سکتا ہے، سوائے یہودی اور عیسائی عورت کے، کہ ان سے کراہت کے ساتھ نکاح جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَا تَنْكُحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَ"۔ (البقرہ: ۲۲۱)

(تفصیل کے لئے دیکھئے: "اہل کتاب")

عارضی حرمت کے کچھ اور اسباب

عارضی حرمت کے کچھ اور اسباب یہ ہیں:

(۱) جو عورت کسی دوسرے مرد کے نکاح میں ہو، جب تک وہ اسے طلاق نہ دے دے، یا قاضی اس کا نکاح فسخ نہ کر دے یا اس

لڑکی عمر اشتہاء کو پہنچ چکے ہوں، اگر وہ عمر اشتہاء کو نہ پہنچے ہوں تو ان سے یا ان پر ان افعال کا صدور حرمت کا باعث نہیں، مشتی سے مراد وہ لڑکے اور لڑکیاں ہیں جو بالغ تو نہ ہوں لیکن ان میں جنسی خواہش پائی جاتی ہو، لڑکیوں میں اس کی عمر نو سال تسلیم کی گئی ہے، (۱) اس حکم میں وہ عورتیں بھی داخل ہیں جو سن رسیدہ ہوں، گو ان میں شہوت باقی نہیں رہی۔ (۲)

حرمت مؤبدہ کا تیسرا سبب رضاعت یعنی دودھ سے پیدا ہونے والا رشتہ ہے، اس سلسلے میں تفصیل رضاعت کے تحت گذر چکی ہے۔

عارضی حرمت کے اسباب

حرمت کی دوسری قسم "حرمت موقتہ" یعنی عارضی حرمت ہے، عارضی طور پر جن مرد و خواتین سے نکاح حرام ہے، وہ اس طرح ہیں:

(۱) دو ایسی عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جو باہم محرم ہوں، یعنی اگر ان دونوں میں سے کسی کو بھی مرد تسلیم کر لیا جائے تو ان دونوں کا آپس میں نکاح حرام قرار پائے، (۳) جیسے دو بہنیں، خود قرآن مجید نے اس کی حرمت کا ذکر کیا ہے، (نساء: ۲۳) پھوپھی اور بھتیجی، خالہ اور بھانجی کو جمع کرنا، کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا، (۴) کیوں کہ دو قریبی قرابت مند خواتین کو نکاح میں جمع کرنا سوکن ہونے کی نسبت سے ان دونوں کے درمیان اختلاف اور دوری کو جنم دے گا، اور صلہ رحمی کی بجائے قطعی رحمی کا باعث ہوگا، اسی طرح دو رضاعی بہنوں اور رضاعی رشتہ سے پھوپھی بھتیجی، خالہ اور بھانجی کا بھی نکاح میں جمع کرنا درست نہیں، کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت

(۲) فتح القدير ۲۲۱/۳

(۳) دیکھئے: ابوداؤد ۲۸۲/۱، حدیث نمبر ۲۰۶۶، باب ما یکرہ أن یجمع بینہن من النساء

(۶) فتح القدير ۲۱۸/۳

(۱) ردالمحتار ۲۸۲/۲

(۳) ہدایہ مع الفتح ۲۱۷/۳

(۵) فتح القدير ۲۱۸/۳

(۷) درمختار علی ہامش الرد ۸۷۲-۲۸۶

کر سکتا، اس لئے کہ ازدواجی رشتہ میاں بیوی کو معاہدہ نکاح کا قریب قریب ہم درجہ فریق قرار دیتا ہے، اور مالک اور مملوک کے رشتہ کی نوعیت یقیناً اس سے مختلف ہے، (۳) — اسی طرح آزاد بیوی کے موجود ہوتے ہوئے باندی سے نکاح کرنا درست نہیں، (۴) کیوں کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (۵)

احرام کی حالت میں نکاح

اس سلسلے میں ایک مسئلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، اور وہ یہ کہ حنفیہ کے نزدیک حالت احرام میں نکاح درست ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے حالت احرام میں نکاح فرمایا ہے، (۶) مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک حالت احرام میں نکاح درست نہیں، (۷) کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: محرم نہ نکاح کرے، اور نہ اس کا نکاح کیا جائے، لا ینکح المحرم لا ینکح، (۸) حنفیہ کے نزدیک اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ محرم کے لئے نکاح نہ کرنا مستحب ہے، نہ کہ نکاح کرنا حرام ہے، تاکہ دونوں حدیثوں میں مطابقت پیدا ہو سکے۔

زنا سے حاملہ

وہ عورت جو زنا کی وجہ سے حاملہ ہو، باوجود حاملہ ہونے کے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس سے نکاح جائز ہوگا، البتہ جب تک وضع حمل نہ ہو جائے، اس سے صنفی تعلق قائم کرنا درست نہ ہوگا، کیوں کہ حاملہ سے نکاح کی حرمت میں اس شخص کا احترام ملحوظ ہے، جس سے حمل کا استقرار ہوا ہے، اور زانی قابل احترام نہیں، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے، فتویٰ امام

کی وفات نہ ہو جائے اور ہر صورت میں اس کی عدت نہ گذر جائے، اس وقت تک دوسرے مرد سے اس کا نکاح جائز نہیں۔

(۲) جو عورت طلاق، فسخ نکاح یا وفات کی عدت گزار رہی ہو، اس سے بھی نکاح درست نہیں۔

(۳) کسی شخص کی زوجیت میں پہلے سے چار بیویاں موجود ہوں یا ان میں سے بعض عدت گزار رہی ہوں، جب بھی پانچویں عورت کو نکاح میں لانا درست نہیں ہوگا۔

یہ تمام احکام کتاب و سنت سے ثابت ہیں، اور اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، البتہ حنفیہ کے نزدیک عدت گزارنے والی عورت کو بھی منکوحہ کے حکم میں رکھتے ہوئے عدت کے درمیان پانچویں عورت یا اس کی بہن سے نکاح کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ عدت بھی نکاح ہی کا اثر ہے، گویا ایک درجہ میں نکاح باقی ہے، (۱) دوسرے فقہاء کے نزدیک عدت گزارنے والی عورت منکوحہ کے حکم میں نہیں ہے۔ (۲)

(۳) اگر لعان کی بناء پر میاں بیوی کے درمیان تفریق ہوگئی تو دوسرے فقہاء کے نزدیک یہ حرمت مؤبدہ ہے، اور یہ دونوں کبھی بھی باہم ازدواجی رشتہ سے منسلک نہیں ہو سکتے، حنفیہ کے نزدیک مرد و عورت میں سے کوئی ایک جب بھی اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار و اعتراف کر لے، لعان کا اثر ختم ہو جائے گا اور پھر ان کا آپس میں نکاح کرنا حلال قرار پائے گا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: لعان)

مالک اور باندی سے نکاح

عارضی حرمت کی بعض صورتیں غلام اور باندی سے متعلق ہیں، غلام اپنی مالک سے نکاح نہیں کر سکتا، آقا اپنی باندی سے نکاح نہیں

(۲) الموسوعة الفقهية ۳۲۵/۲۹

(۳) ہدایہ مع الفتح ۲۳۶/۳

(۶) نصب الراية ۱۷۱/۳

(۸) نصب الراية ۱۷۰/۳

(۱) بدائع الصنائع ۳۲۳/۳

(۳) دیکھئے: درمختار ۲۸۸/۲

(۵) دیکھئے: نصب الراية ۱۷۵/۳، بحوالہ دارقطنی عن عائشة بسند ضعیف

(۷) ترمذی، باب ماجاء فی کراہیة تزویج المحرم: حدیث نمبر ۸۴۰

گئی اور تین ہی دنوں بعد دوبارہ یہ اجازت منسوخ ہو گئی۔ (۸)
روافض نکاح متعہ کے جواز کے قائل ہیں، بلکہ اسے باعث
اجر و ثواب قرار دیتے ہیں، حالاں کہ غزوہ خیبر کے دن متعہ کی
حرمت کے راوی خود حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس مسئلہ میں
کسی قدر نرم گوشہ اختیار کرتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا کہ ابن عباس!
اس سے رُک جاؤ کہ حضور ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن متعہ اور پالتو
گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔ (۹)

نکاح موقت

متعہ ہی سے قریب ”نکاح موقت“ کی صورت ہے، یہ بھی
باطل ہے، نکاح موقت کی صورت یہ ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی
میں ایک متعین مدت مثلاً دس روز کے لئے نکاح کرے، امام زفر
کے نزدیک ایسی صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا، اور متعینہ
مدت کی شرط کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، (۱۰) نکاح متعہ اور نکاح موقت
میں دو فرق کیا گیا ہے، ایک یہ کہ متعہ میں متعہ کا لفظ استعمال کیا جاتا
ہے، اور نکاح موقت میں نکاح اور ازدواج کا، دوسرے متعہ میں
گواہ نہیں ہوتے اور نکاح موقت میں گواہ ہوتے ہیں۔ (۱۱)

نکاح میں شرطیں

نکاح کے باب میں ایک اہم مسئلہ عقد نکاح کے ساتھ لگائی
جانے والی شرطوں کے معتبر اور نامعتبر ہونے کا ہے، نکاح کے سلسلے
میں یہ بات تو ظاہر ہے کہ اگر کوئی نامناسب شرط لگادی جائے تو خود
شرط لغو ہو جاتی ہے، اور نکاح پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، النکاح

ابو حنیفہ اور امام محمد کے قول پر ہے، (۱) لیکن ظاہر ہے کہ امام
ابو یوسف کا قول مزاج شریعت سے قریب تر ہے، تاہم اس پر
اتفاق ہے کہ نکاح صحیح ہو یا نکاح فاسد، یا کسی عورت سے اشتباہ کی
بناء پر صحبت کر لی گئی ہو، حمل کسی مسلمان سے ہو یا کافر سے، ان کے
ذریعے ہونے والے حمل کی موجودگی میں نکاح درست نہیں۔ (۲)
متعہ حرام ہے

اسلام نے نکاح کی جن صورتوں کو منع کیا ہے، ان میں ایک
نکاح متعہ ہے، یہ نکاح باطل اور قطعاً غیر معتبر ہے، اس کی صورت
یہ ہے کہ مرد کسی عورت سے کہے کہ میں تم سے اتنے روپیہ یا سامان
پر اتنے دنوں کے لئے متعہ کرتا ہوں، (۳) اس کے حرام ہونے پر
اہل سنت والجماعت کا اجماع اور اتفاق ہے، بعض حضرات نے
امام مالک کی طرف اس کے جواز کی نسبت کی ہے، لیکن یہ نسبت
غلط ہے، (۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ابتداء اس کے جواز
کے قائل تھے، لیکن بعد میں انھوں نے رجوع کر لیا۔ (۵)

اس میں شبہ نہیں کہ ابتداء اسلام میں متعہ کی اجازت تھی، اور
غالباً یہ اس اصول پر مبنی تھا کہ لوگ جن باتوں کے خوگر ہو چکے ہیں،
بتدریج ان کو حرام قرار دیا جائے، تاکہ لوگوں کے لئے اس کو قبول کرنا
آسان ہو جائے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ خیبر کے
دن متعہ کو حرام قرار دیا گیا، (۶) اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ
فتح مکہ کے سال غزوہ اوطاس کے موقع سے آپ ﷺ نے اسے حرام
فرمایا، (۷) اسی لئے ابن ہمام کا خیال ہے کہ دو دفعہ اس کی اجازت دی

(۱) دیکھئے: رد المحتار ۲/۲۹۷

(۳) ہدایہ مع الفتح ۳/۲۳۶

(۵) ترمذی، حدیث نمبر ۱۱۲۱، باب نکاح المتعہ

(۷) مسلم عن سمرہ بن معبد جہنی، حدیث نمبر ۲۲۲۸

(۹) دیکھئے: نصب الرایہ ۳/۱۷۸

(۱۱) دیکھئے: فتح القدير ۳/۲۳۶

(۲) حوالہ سابق

(۴) دیکھئے: فتح القدير ۳/۲۳۷

(۶) بخاری، حدیث نمبر ۵۱۱۵، باب نہی رسول اللہ من نکاح المتعہ، الخ

(۸) دیکھئے: فتح القدير ۳/۲۳۷

(۱۰) دیکھئے: ہدایہ مع الفتح ۳/۲۳۸-۲۳۹

ممانعت پر مستقل عنوان قائم فرمایا ہے، (۵) تاہم — جیسا کہ مذکور ہوا — اگر اس طرح کی شرطیں لگا ہی دی جائیں تو نکاح پر بالاتفاق ان کا کوئی اثر نہیں ہوگا، نکاح منعقد ہو جائے گا اور شرطیں بے اثر ہو جائیں گی۔ (۶)

تیسری قسم کی شرطیں وہ ہیں جن سے عورت کو نفع پہنچتا ہو، اور شریعت نے نہ ان کو واجب قرار دیا ہو اور نہ ان سے منع کیا ہو، گویا ان شرطوں کو مان کر مرد اپنے بعض ایسے حقوق سے دستبردار ہو جاتا ہے، جن سے دستبردار ہونے کا اس کو اختیار ہے، مثلاً: عورت کا یہ شرط لگانا کہ وہ اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں کرے گا، یا یہ کہ اس کو اس کے میکہ میں رکھے گا، یا یہ کہ اس کو اس کے شہر سے باہر نہیں لے جائے گا وغیرہ۔ (۷)

ایسی شرطوں کے ساتھ نکاح کیا جائے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، اس پر اتفاق ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ شرطیں معتبر ہوں گی اور ان کی تکمیل واجب ہوگی یا نہیں؟ حنفیہ، مالکیہ اور شوافع ایسی شرطوں کے پورا کرنے کو واجب قرار نہیں دیتے، (۸) البتہ مالکیہ کے یہاں ایسی شرطوں کا ایفاء مستحب ہونے کی صراحت ملتی ہے، (۹) ان حضرات کے پیش نظر وہ حدیث ہے کہ جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے، کل شرط لیس فی کتاب اللہ فہو باطل، (۱۰) فقہاء حنابلہ کے نزدیک ایسی شرطوں کا پورا کرنا واجب ہے، (۱۱) کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے عہد کو پورا کرنے کا حکم فرمایا ہے، یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود، (مائدہ: ۱) نیز حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے

لا تبطلہ الشروط الفاسدة، (۱) اسی لئے اگر کوئی شخص ایک ساتھ دو ایسی عورتوں سے نکاح کر لے جن میں ایک سے نکاح حلال ہو اور دوسری نکاح کا محل نہ ہو، جیسے: محرم ہو، کسی کی بیوی ہو یا مشترکہ ہو تو جس عورت سے نکاح حلال ہو اس سے نکاح ہو جائے گا اور پورے مہر متعین کی حقدار وہی ہوگی، کیوں کہ ایجاب و قبول میں اس عورت کا ذکر جو نکاح کا محل نہیں، شرط فاسد کے درجہ میں ہے اور نکاح میں شرط فاسد خود فاسد ہو جاتی ہے، اور نکاح پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، (۲) لیکن اصل مسئلہ ان شرطوں کے معتبر ہونے اور نہ ہونے کا ہے۔

نکاح میں لگائی جانے والی شرطیں بنیادی طور پر تین طرح کی ہو سکتی ہیں:

اول: وہ شرطیں جو انہی حقوق و فرائض کو مؤکد کرتی ہیں، جن کو شریعت نے نکاح کی وجہ سے عائد کیا ہے، جیسے بیوی کا نفقہ، معروف میں شوہر کی اطاعت وغیرہ، ایسی شرطیں بالاتفاق معتبر ہیں، کیوں کہ یہ بجائے خود نکاح کے مقاصد میں ہیں، نکاح کے وقت ان کا تذکرہ محض احکام شریعت پر عمل اور اپنے فرائض و واجبات کی ادائے گی کے عہد کی تجدید و توثیق ہے۔ (۳)

دوسری قسم کی شرطیں وہ ہیں، جو نکاح سے متعلق احکام شریعت سے متصادم ہوں، حافظ ابن رشد کے الفاظ میں یہ نکاح کے واجب احکام میں سے کسی حکم میں تغیر و تبدیلی کو مستلزم ہو، (۴) جیسے یہ شرط کہ بیوی کا مہر نہیں ہوگا یا یہ کہ شوہر کے ذمہ بیوی کا نفقہ نہیں ہوگا، ایسی شرطیں بالاتفاق نامعتبر ہیں، امام بخاری نے ایسی شرطوں کی

(۱) بدائع الصنائع ۲/۲۷۷

(۳) دیکھئے: فتح الباری ۲/۲۱۷

(۵) بخاری مع الفتح ۲/۲۱۹، باب الشروط التي لاتحل فی النکاح

(۷) المغنی ۷/۷۱

(۹) دیکھئے: حاشیہ صاوی علی الشرح الصغیر ۲/۳۸۵

(۱۱) المغنی ۷/۷۱

(۲) ردالمحتار ۲/۲۹۳

(۳) بدایة المجتہد ۲/۵۹

(۶) بدایة المجتہد ۲/۵۹

(۸) دیکھئے: بدایة المجتہد ۲/۵۹، شرح مہذب ۱۶/۲۵۰

(۱۰) بخاری ۱/۳۷۷

نکاح کر سکتی ہے، وہ بالغ ہونے کے بعد انعقاد نکاح کے لئے ولی کی محتاج نہیں، (۴) مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک عورت خود اپنا نکاح نہیں کر سکتی، بلکہ عورت کی طرف سے مجلس نکاح میں ولی کی موجودگی ضروری ہوگی۔ (۵)

(تفصیل کے لئے دیکھئے: ولایت)

نابالغ یا فاقر العقل کا کیا ہوا نکاح منعقد نہیں ہوگا، اور نہ وہ اپنی طرف سے نکاح کا وکیل ہی مقرر کرنے کا مجاز ہے، البتہ ولی ان کی طرف سے ایجاب و قبول کر سکتا ہے، الولی شرط صحۃ نکاح صغیر او مجنون۔ (۶)

ایجاب و قبول عاقدین خود بھی کر سکتے ہیں، اور اس کے لئے اپنا وکیل بھی متعین کر سکتے ہیں، فقہ حنفی میں ایک ہی شخص مرد و عورت دونوں کی طرف سے ایجاب و قبول کا وکیل بن سکتا ہے، اگر وہ دو ایسے نابالغ لڑکے اور لڑکی کا ولی ہو، جن کے درمیان نکاح کی گنجائش ہو تو طرفین کے ولی کی حیثیت سے خود ہی ایجاب و قبول کے فرائض انجام دے سکتا ہے، (۷) شوافع کے نزدیک ایک شخص صرف ایجاب یا صرف قبول ہی کا وکیل بن سکتا ہے، بیک وقت ایجاب و قبول دونوں ذمہ داری انجام نہیں دے سکتا — البتہ وکیل کے ذریعہ ہونے والا نکاح اسی وقت نافذ ہوگا، جب وکیل نے مؤکل کی عائد کی ہوئی شرطوں کی پوری پوری رعایت کی ہو، اور اس سے تجاوز نہ کیا ہو، مثلاً اس نے مہر کی جو مقدار بتائی، وکیل اپنے طور پر اس سے زیادہ مقدار متعین کر دی، تو مؤکل پر یہ نکاح لازم نہیں ہوگا۔ (۸)

زیادہ قابل ایفاء شرطیں وہ ہیں، جن کے ذریعے عصمتوں کو تم حلال کرتے ہو، احق ما اوفیتم من الشروط ان توفوا به ما استحللتم به الفروج۔ (۱)

اگر کوئی عورت نکاح کے وقت یہ شرط لگا دے کہ شوہر کو اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا، تو مرد پر اس شرط کی پابندی واجب ہوگی یا نہیں؟ اور اگر مرد نے اس کی پابندی نہیں کی تو بیوی کو مطالبہ تفریق کا حق حاصل ہوگا، (۲) دوسرے فقہاء کے نزدیک عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا۔

فی زمانہ جو سماجی مفاسد پیدا ہو گئے ہیں، اور جس میں عام طور پر دوسرا نکاح کسی سنجیدہ و متین فیصلہ کے تحت نہیں، بلکہ وقتی رد عمل کے تحت کیا جاتا ہے، اور دوسرے نکاح کے لئے سہارا تو شریعت کا لیا جاتا ہے، لیکن اس کے بعد اسلام کے اصول عدل کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا، اس سے ہمارے سماجی ڈھانچہ کو جو نقصان پہنچتا ہے، وہ تو اپنی جگہ، دوسری اقوام کے درمیان جو جگہ ہنسائی ہوتی ہے اور شریعت مطہرہ پر جو چوٹیں کسی جاتی ہیں، ان کا باعث بھی بالواسطہ ہم ہی بنتے ہیں، — ان حالات میں خیال ہوتا ہے کہ فی زمانہ ایسے واقعات کے سدباب کے غرض سے اس مسئلہ میں حنابلہ کی رائے کو قبول کر لینا مناسب اور آج کے سماجی توازن سے ہم آہنگ بات ہوگی، واللہ اعلم۔ (۳)

نکاح کی اہلیت

نکاح میں ایک اہم مسئلہ اہلیت نکاح کا ہے، بالغ مرد خود ایجاب و قبول کر سکتا ہے، اور حنفیہ کے نزدیک بالغ لڑکی بھی خود اپنا

(۲) المغنی ۷/۷

(۱) بخاری مع الفتح ۲۱۷/۹، مسلم ۳۵۵/۱

(۳) اس موضوع پر تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: راقم الحروف کا مقالہ ”نکاح میں شرط، تفویض طلاق اور شرط مہر کا مسئلہ“، اسلام اور جدید معاشرتی مسائل

(۵) دیکھئے: رحمة الامة ۲۶۳

(۲) درمختار ۱۹۱/۱

(۷) دیکھئے: بدائع الصنائع ۲۳۱/۲

(۶) درمختار ۱۹۱/۱، باب الولی

(۸) درمختار، کتاب النکاح ۱۸۷/۱

ﷺ سے خطبہ الحاجۃ کے نام سے مروی ہے، اور عام طور پر آج کل پڑھا جاتا ہے، تاہم بالاتفاق نہ یہ خطبہ واجب ہے اور نہ اس پر نکاح کا ہونا موقوف ہے، (۷) اس موقع سے ایک ہی خطبہ مسنون ہے، امام شافعیؒ سے دو خطبہ منقول ہے، لیکن حدیث اور سلف صالحین کے تعامل سے یہ ثابت نہیں۔ (۸)

عاقدين میں مطلوبہ اوصاف

بہتر ہے کہ بیوی کی عمر شوہر سے کم ہو اور حسب (خاندانی وجاہت) عزت اور دولت کے اعتبار سے کمتر ہو، اور اخلاق، ادب، ورع و تقویٰ اور شکل و صورت کے اعتبار سے شوہر سے بہتر ہو، (۹) عورت کو بھی ایسے شوہر کا انتخاب کرنا چاہئے جو خوش اخلاق، کشادہ قلب، اور دیندار ہو، یہ مناسب نہیں کہ کوئی شخص اپنی نوجوان لڑکی کو کسی بوڑھے سے بیاہ دے، (۱۰) — نکاح کے ساتھ دعوتِ ولیمہ بھی مسنون ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: ولیمہ)

نکاح میں لین دین

نکاح میں سادگی برتنا مسنون ہے، آپ ﷺ نے ایسے نکاح کو بابرکت قرار دیا ہے، جس میں کم اخراجات ہوں، ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہ مؤنۃ، (۱۱) نکاح کے سلسلے میں آج کل لڑکے والوں کی طرف سے مطالبہ کی جو صورت مروج ہو گئی ہے، یہ قطعاً ناجائز اور حرام ہے، فقہاء نے شادی کے موقع سے عاقدين میں کسی کی طرف سے بھی اس قسم کے مطالبہ کو رشوت قرار دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ رشوت کا لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی، اور لے لیں

اگر کوئی شخص نکاح یا منکوحہ کی طرف سے نکاح کا مجاز نہ ہو اور بطور خود کسی مرد کا نکاح کسی عورت سے کر دے تو ایسے شخص کو فضولی کہتے ہیں، اور یہ نکاح اصل شخص کی رضا مندی پر موقوف ہوگا، اگر اس نے قبول کر لیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔ (۱)

(تفصیل کے لئے دیکھئے: فضولی)

نکاح کا مسنون طریقہ

نکاح سے پہلے بہتر ہے کہ عاقدين خود یا اپنے معتمد لوگوں کے واسطے سے ایک دوسرے کو دیکھ لیں، تاکہ آئندہ کوئی شکوہ باقی نہ رہے، (تفصیل کے لئے دیکھئے: خطبہ، خ پرزیر) نیز یہ بھی مسنون ہے کہ عقد نکاح کا اعلان اور تشہیر ہو، چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا: نکاح کا اعلان کرو، اعلنوا النکاح، (۲) احادیث میں اس اعلان و اظہار کے لئے دف بجانے کی بھی اجازت ملتی ہے، گو فقہاء متاخرین نے اس کو منع کیا ہے، کیوں کہ اس سے گانا بجانے کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ (دیکھئے: دف)

بہتر ہے کہ عقدِ نکاح مسجد میں کیا جائے، (۳) آپ ﷺ نے مسجد میں نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے، واجعلوہ فی المساجد، (۴) جمعہ کا دن ہو تو زیادہ بہتر ہے، (۵) یہ بھی بہتر ہے کہ شام کا وقت ہو، اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت بھی منقول ہے، (۶) ایجاب و قبول سے پہلے خطبہ مستحب ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ و سلام ہو، بہتر ہے کہ وہ خطبہ پڑھا جائے جو حضرت عبداللہ ابن مسعود

(۲) ترمذی، باب ماجاء فی إعلان النکاح، حدیث نمبر ۱۰۸۹

(۳) ترمذی، باب ماجاء فی إعلان النکاح، حدیث نمبر ۱۰۸۹

(۶) المغنی ۶۳/۷

(۸) حوالہ سابق

(۱۰) دیکھئے: ردالمحتار ۲۶۲/۲

(۱) درمختار و ردالمحتار

(۳) ردالمحتار ۲۶۲/۲

(۵) درمختار ۲۶۲/۲

(۷) المغنی ۶۳/۷

(۹) درمختار علی هامش الرد ۲۶۲/۲

(۱۱) مسند احمد ۵۱۸/۶، حدیث نمبر ۲۳۵۲۰

سے ایک اور دُعاء نقل کی ہے، کہ آپ ﷺ نے اس موقع پر ان کلمات کی تلقین فرمائی :

اللہم انی اسالک خیرھا وخیر ما جبلتھا
علیہ و اعود بک من شرھا و شر ما
جبلتھا علیہ . (۵)

اے اللہ! میں آپ سے اس عورت کا اور جن باتوں پر آپ نے اسے پیدا فرمایا ہے، اس کا خیر مانگتا ہوں اور اس کے شر سے نیز جن باتوں پر آپ نے اس کو پیدا کیا ہے، اس کے شر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

حکم کے اعتبار سے نکاح کی تین قسمیں

حکم اور نتیجہ کے اعتبار سے نکاح کی تین قسمیں کی گئی ہیں :
نکاح صحیح، نکاح فاسد، نکاح باطل۔
نکاح صحیح وہ ہے جس میں نکاح کے تمام ارکان و شرائط کی تکمیل کی گئی ہو۔

نکاح فاسد وہ نکاح ہے، جس کے ناجائز ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق نہ ہو۔

— بعض اہل علم کا خیال ہے کہ ایسی عورت سے نکاح جو محل نکاح بن ہی نہ سکتی ہو، جیسے ماں، بہن وغیرہ، وہ نکاح باطل ہے، اور جو نکاح کسی عارضی اور وقتی سبب کی وجہ سے ممنوع ہو اور اس کے ازالہ کے بعد نکاح درست ہو سکتا ہو وہ نکاح فاسد ہے، جیسے ایک بہن کی موجودگی میں دوسری بہن سے نکاح، یا بغیر گواہان کے نکاح، لیکن اس تعریف کے مطابق بعض ایسے نکاح، نکاح باطل کے بجائے فاسد قرار پائیں گے جس کو فقہاء نے باطل قرار دیا ہے،

تو واپس کرنا واجب ہے، فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے، بیوی دوبارہ اس سے نکاح کرنا چاہے، مرد یہ شرط لگائے کہ وہ اپنا مہر اس کو ہبہ کر دے، عورت نے ہبہ کر دیا، تو یہ ہبہ باطل ہوگا، کیوں کہ نکاح کا عوض عورت پر عائد نہیں کیا جاسکتا، و فی النکاح لا یكون العوض علی المرأة، (۱) مشہور فقیہ علامہ ابن حزم ظاہری نے بھی لکھا ہے کہ عورت کو جہیز پر مجبور کرنا قطعاً ناجائز ہے، لا یجوز ان تجبر المرأة علی ان تنجھز الیہ بشئ۔ (۲)

کلمات تبریک اور دُعا میں

نکاح کرنے والے کو ان الفاظ میں مبارک باد اور دُعاء دینی چاہئے :

بارک اللہ لک وبارک علیک وجمع
بینکما فی خیر و عافیة . (۳)
اللہ تمہارے لئے اور تم پر برکت فرمائے اور تم دونوں کو خیر و عافیت پر جمع کرے۔

— جب دلہن مرد کے گھر آئے تو بہتر ہے کہ مرد دو رکعت نماز پڑھے، پھر اپنی بیوی کا سر آہستگی سے تھامے اور دُعاء پڑھے :

اللہم بارک لی فی اہلی وبارک لاہلی
فی و ارزقہم منی و ارزقنی منہم .
اے اللہ! میرے لئے میری بیوی اور میری بیوی کے لئے مجھ کو مبارک فرما اور ہم دونوں کو ایک دوسرے سے رزق عطا فرما۔

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوذر غفاری اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما وغیرہ سے اس موقع پر اس دُعاء کی تاکید ثابت ہے، (۴) — حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ

(۲) المحلی ۱۱۹/۱۱

(۳) المغنی ۶۳۷

(۱) فتاویٰ قاضی خان ۳۳۰/۲، فصل فی النکاح علی الشرط

(۳) المغنی ۶۳۷

(۵) ابوداؤد، حدیث نمبر ۲۱۶۰

جیسے نکاحِ مشرکہ، اسی لئے راقم الحروف کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جس نکاح کے ناجائز ہونے پر فقہاء متفق ہوں وہ نکاح باطل ہے، اور جس پر ان کا اتفاق نہ ہو پائے وہ فاسد ہے، ماضی قریب کے علماء میں شیخ عبدالرحمن جزیری نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے۔ (۱)

اس تعریف کے مطابق بغیر گواہوں کے نکاح، اس عورت کے اصولی اور فروعی رشتہ دار سے نکاح جس کو مرد نے شہوت کے ساتھ چھویا ہے یا اس کی شرم گاہ کو شہوت کے ساتھ دیکھا ہو، نکاح فاسد شمار ہوگا۔ نکاح فاسد سے درج ذیل احکام متعلق ہوں گے :

(۱) مرد و عورت ایک دوسرے سے علاحدگی اختیار کر لیں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو قاضی ان کے درمیان تفریق کر دے گا۔ (۲)
(۲) اگر مرد نے اس عورت سے مقام جماع میں صحبت کر لی ہے تو مہر متعین اور مہر مثل میں سے جو کم ہو، عورت اس کی مستحق ہوگی، صرف خلوت، بوس و کنار اور غیر فطری طریقہ پر جنسی تعلق سے کچھ واجب نہیں ہوگا۔ (۳)

(۳) اگر صحبت کر لی تو ایک دوسرے سے علاحدگی کا عزم مصمم اختیار کرنے یا قاضی کے تفریق کے فیصلہ کے وقت سے عورت عدت گزارے گی۔ (۴)

(۴) نکاح فاسد میں جب مرد و عورت کو صحبت کا اقرار ہو اور دو سال کے اندر اس کو ولادت ہو جائے تو بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا، اگر نکاح فاسد کے بعد خلوت صحیح ہوئی لیکن مرد کہتا ہو کہ اس نے صحبت نہیں کی ہے، اور عورت دعویٰ کرتی ہو کہ اس کے ساتھ صحبت کی گئی ہے، اور دو سال کے اندر بچے کی پیدائش ہوئی تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق عورت کی بات معتبر ہوگی، اور

مولود کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا۔ (۵)

(۵) اس پر تمام فقہاء اہل سنت کا اتفاق ہے کہ نکاح فاسد

کی وجہ سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ (۶)

(۶) نکاح فاسد کی وجہ سے مرد و عورت ایک دوسرے کے

وارث نہیں ہوں گے اور نہ عورت اس مرد سے نفقہ کی حقدار ہوگی۔ (۷)

نکاح باطل اور اس کا حکم

نکاح باطل وہ نکاح ہے، جس کے ممنوع اور حرام ہونے پر

تمام فقہاء اہل سنت متفق ہوں۔ لہذا نسبی محارم، عارضی محارم،

نکاح صحیح، نکاح فاسد یا وطی بالشبہہ کی وجہ سے حرمت مصاہرت کی

بنیاد پر حرام ہونے والی خواتین سے نکاح نیز منکوحہ کی زوجیت میں

رہتے ہوئے اس کی محرم رشتہ دار سے یا بیک وقت دو محرم خواتین

سے نکاح، چار بیویوں کی موجودگی میں پانچواں، دوسرے کی منکوحہ

یا دوسرے مرد سے علاحدگی کی بنیاد پر عدت گزارنے والی عورت

اور مشرکہ سے نکاح، یا مسلمان عورت کا کسی کافر مرد سے نکاح،

نکاح متعہ اور نکاح موقت، تین طلاقیں واقع ہونے کے بعد حلالہ

کے بغیر اس عورت سے نکاح، یہ تمام صورتیں نکاح باطل کی ہیں،

چوں کہ شریعت نے ان کو کسی بھی درجے میں نکاح تسلیم نہیں کیا،

اس لئے اس سے ثبوت نسب، میراث، اور دوسرے احکام نکاح

متعلق نہیں ہوں گے۔

نکاح صحیح کے احکام

نکاح صحیح سے درج ذیل شرعی احکام متعلق ہوتے ہیں :

(۱) اگر بیوی ناشزہ نہ ہو تو اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہوتا

(۲) ہندیہ ۳۳۰/۱، بدائع الصنائع ۶۵۲/۲

(۳) ہندیہ ۳۳۰/۱، بدائع الصنائع ۶۵۲/۲

(۶) ہندیہ ۲۷۴/۱

(۱) شامی ۳۸۰/۲

(۳) بدائع الصنائع ۶۵۲/۲

(۵) ہندیہ ۳۳۱/۱

(۷) ہندیہ ۳۳۰/۱

- پسند کیا ہے، اس لئے نکاح میں بھی تحریری وثیقہ یا رجسٹریشن ہوتو بہتر ہے، تاہم نکاح کے ثابت کرنے کے لئے تحریری دستاویز ضروری نہیں، نکاح کو ثابت کرنے کے متعدد طریقے ہیں :
- (۱) ایسے گواہ موجود ہوں جو خود مجلس نکاح میں شریک رہے ہوں۔
 - (۲) ایسے گواہ موجود ہوں جن کے سامنے زوجین نے رشتہ نکاح کا اقرار کیا ہو۔
 - (۳) سماج میں ان دونوں کا زن و شوہونا مشہور ہو اور اسی بناء پر گواہان گواہی دیں۔ (۱)
 - (۴) عورت کے بطن سے جو اولاد پیدا ہوئی ہو، مرد دعویٰ کرے کہ وہ ان بچوں کا باپ ہے، اور ثبوت نسب کے قوانین کے مطابق اس کا دعویٰ قابل قبول ہو۔
 - (۵) مرد و عورت کو ایک عرصہ تک زن و شوکی طرح زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھا گیا ہو، (۲) بہ شرطیکہ اس بات کے لئے اقرار یا واضح شواہد موجود نہ ہوں کہ ان دونوں کے تعلقات گناہ پر مبنی ہیں۔
 - (۶) دو ایسے اشخاص ان کے میاں بیوی ہونے کی شہادت دیں جن سے دو قابل اعتماد مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں نے ان کے میاں بیوی ہونے کی خبر دی ہو۔ (۳)
- نکاح اور اس سے متعلق احکام کے سلسلے میں درج ذیل الفاظ بھی دیکھنے چاہئیں: خطبہ، خطبہ، زوج، زوجہ، نفقہ، کسوہ، سکنی، مہر، عدت، محرم، دف، ولیمہ، ولایت، کفالت، ثبوت نسب، جماع، خلوت، اہل کتاب، رضاعت، ایجاب، قبول۔

نکاح کو ثابت کرنے کے طریقے

شریعت نے عمومی طور پر معاملات کے بقید تحریر آجانے کو

(۱) الدر المختار ۹۳۶-۹۴۲، کتاب الشہادات

(۲) معین الحکام ۱۳۶

(۳) حوالہ سابق

نکول

(قسم کھانے سے انکار)

جاسکتا۔ (ان امور کی تفصیل کے لئے دیکھئے: یمین)

شواہع اور مالکیہ کا مسلک

مالی معاملات میں نکول کی بنیاد پر فیصلہ کا درست ہونا، — جیسا کہ مذکور ہوا — حنفیہ اور حنابلہ کا نقطہ نظر ہے، مالکیہ کے نزدیک مالی معاملات اور اس کے متعلقات میں، اور شواہع کے نزدیک جنایات و حدود کے علاوہ تمام ہی حقوق میں ”نکول“ کے بجائے ”رد یمین“ پر فیصلہ ہوگا ”رد یمین“ کا مطلب یہ ہے کہ اگر مدعی علیہ قسم کھانے سے انکار کرے تو مدعی سے کہا جائے گا کہ وہ قسم کھائے اور اس کی قسم کی بنیاد پر فیصلہ ہوگا، (۱) — حنفیہ کے پیش نظر وہ مشہور حدیث ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا کہ البینة علی المدعی والیمین علی من انکر، (۲) یعنی گواہان و ثبوت پیش کرنا مدعی کی ذمہ داری ہے اور قسم مدعی علیہ کے ذمہ ہے، اس ارشاد نبوی ﷺ سے ظاہر ہے کہ قسم کھانا مدعی علیہ کا وظیفہ ہے نہ کہ مدعی کا، لہذا مدعی کو قسم کھانے کا مکلف کیا جائے، تو یہ اس منشاء نبوی ﷺ کے خلاف ہوگا۔

قسم پیش کرنے کا طریقہ

مدعی علیہ سے قسم کھلانے کے سلسلہ میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ قاضی اس سے کہے کہ میں تم پر تین دفعہ قسم کی پیشکش کروں گا اگر تم نے قسم کھالیا تو ٹھیک ہے ورنہ تمہارے خلاف فیصلہ کیا جاسکتا ہے، پھر یکے بعد دیگرے تین دفعہ اس پر قسم پیش کرے، اگر اس کے باوجود وہ انکار کرتا جائے تو اب اس کے خلاف نکول کی بنیاد پر فیصلہ کیا جائے، یہ بہتر اور محتاط طریقہ ہے، ویسے ایک دفعہ بھی قسم سے انکار فیصلہ کے لئے کافی ہے، (۳) — نکول کے لئے ضروری ہے کہ مجلس قضاء میں ہو، اگر قاضی کے بجائے کوئی اور شخص قسم کا مطالبہ

نکول کے معنی انکار کرنے کے ہیں، شریعت اسلامی میں مقدمات کو ثابت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص نے دعویٰ کیا ہو وہی گواہ پیش کرے گا، اگر وہ گواہ پیش نہ کر پائے تو مدعی علیہ سے قسم کھلائی جائے گی، اگر وہ قسم کھالے تو بری ہو جائے گا، اور اگر اس نے قسم کھانے سے انکار کیا تو اس کو مدعی کے دعویٰ کی تصدیق تصور کیا جائے گا، مدعی علیہ کے قسم کھانے سے انکار کو ”نکول“ کہتے ہیں۔

نکول — فیصلہ کی بنیاد

حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک نکول بھی فیصلہ کی بنیاد بن سکتی ہے، البتہ ان حضرات کے نزدیک نکول کی بنیاد پر انہی معاملات کا فیصلہ ہو سکتا ہے جو مال سے متعلق ہوں، ایسے مقدمات جو مال سے متعلق نہ ہوں، اور جن کا مقصد مال نہ ہو، میں نکول پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، نکاح، طلاق، لعان، قصاص وغیرہ سے متعلق مقدمات میں نکول کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ نکاح تو نکول سے ثابت نہیں ہوگا، لیکن مہر ثابت ہو جائے گا، نسب تو نکول سے ثابت نہیں ہوگا، لیکن میراث کا حق ثابت ہو سکتا ہے، چوری کا دعویٰ ہو تو چوری کی حد شرعی ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ تو نکول کی بنیاد پر نہیں ہوگا، لیکن مال کا فیصلہ نکول کی وجہ سے ہو سکتا ہے، قتل یا جزوی جسمانی نقصان کے دعویٰ میں نکول کی وجہ سے قصاص کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، لیکن صاحبین کے یہاں ہر دو صورت میں دیت کا فیصلہ نکول کی بناء پر ہو سکتا ہے۔

جن امور میں قسم نہیں لی جاسکتی

حنفیہ کے یہاں سات امور وہ ہیں جن میں مدعی علیہ سے قسم نہیں لی جاتی، ان امور میں اگر قسم کا مطالبہ کر ہی لیا جائے اور ملزم انکار کر دے، تو مدعی علیہ کے اس نکول کو فیصلہ کی اساس نہیں بنایا

(۲) ترمذی، حدیث نمبر ۳۱-۱۳۳۰

(۱) الفقه الإسلامی وأدلته ۵۱۶/۶

(۳) ہدایة مع الفتح ۱۷۹/۸

مونچھ کے بال اُگ آئے یا ہونٹوں کے نیچے بال ہو جائے، تو ان کا صاف کر دینا جائز بلکہ مستحب ہے، (۶) اسی طرح جسم میں کوئی ایسا اضافہ جو آدمی کی حقیقی ضروریات میں تکلیف دہ ہو جائے جیسے کوئی بہت طویل دانت ہو جس سے کھانے میں دقت ہو، یا زائد انگلی ہو جس میں تکلیف ہو، یہی ہو تو اس کو نکال دینا جائز ہے۔ (۷)

(مردہ پرونا)



”نوح“ اور ”نیاح“ کے معنی مردہ پرونے اور اوویلا کرنے کے ہیں۔

رونا ایک تو فطری ہوتا ہے جو کسی عزیز اور رشتہ دار کی موت پر بلا اختیار آجاتا ہے، یہ جائز ہے، اور خود رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ثابت ہے کہ صاحبزادہ رسول حضرت ابراہیمؑ نیز حضرت عثمان بن مظعونؓ کی وفات کے موقعہ سے آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے، (۸) حضرت خالد بن ولیدؓ پر جب ان کے گھر کی خواتین نے رونا شروع کیا اور حضرت عمرؓ کو توجہ دلائی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر آواز بلند نہ ہو اور سر پر خاک نہ ڈالیں تو انہیں چھوڑ دو، (۹) اس بناء پر فقہاء نے ایسے رونے کی اجازت دی ہے جو بے ساختہ ہو، اوویلا کرنے، گریبان پھاڑ لینے یا سر پر خاک ڈالنے، سینہ کو بی کرنے اور رخسار کو بی وغیرہ سے منع کیا ہے، (۱۰) اور یہ مکروہ تحریمی ہے۔ (۱۱)

آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر نوحہ کی مذمت فرمائی، ایک

کرے اور وہ قسم سے انکار کر جائے تو یہ اصطلاحی اعتبار سے نکول نہیں، (۱) اگر کوئی شخص صریحاً تو قسم کھانے سے انکار نہ کرے لیکن باوجودیکہ گفتگو سے معذور نہیں خاموشی اختیار کرے، تو یہ بھی نکول عن الحلف ہی کے حکم میں ہے، (۲) ہندوستان میں جہاں کہیں نظام قضاء قائم ہے ظاہر ہے، اس کو ایسے وسائل حاصل نہیں کہ وہ مدعی علیہ کو آنے پر مجبور کرے ایسی صورت حال میں اگر مدعی کے استغاثہ سے آگاہ کرتے ہوئے مدعی علیہ کو رفع الزام کے لئے طلب کیا جائے، اطلاع ملنے اور کوئی مناسب عذر نہ ہونے کے باوجود وہ حاضری سے گریز کرے، تو یہ گریز ”نکول عن الحلف“ ہی کے حکم میں ہوگا، اور یہ بات بہتر ہوگی کہ کم از کم تین بار اس کو رفع الزام کا موقع دیا جائے۔ واللہ اعلم

(چہرہ کا بال اکھاڑنا)

نماص

”نماص“ کے معنی چہرہ کے بال اکھاڑنے کے ہیں، بال اکھاڑنے والی عورت کو ”نامصہ“ اور جو اس کا حکم دے اس کو ”متمصہ“ کہتے ہیں، (۳) بعض حضرات کی رائے ہے کہ بھنوں کے بال اکھاڑنے اور اس کو باریک اور ہموار ظاہر کرنے کو ”نماص“ کہتے ہیں۔ (۴)

رسول اللہ ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، جو بھنوں باریک کرنے کے لئے بال اکھاڑیں، (۵) اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تغیر کی کوشش ہے۔ ہاں، اگر عورتوں کو داڑھی یا

(۱) فتح القدیر ۱۸۰/۸

(۳) دیکھئے: النہایۃ لابن اثیر ۱۱۹/۵

(۵) بخاری عن عبداللہ ابن مسعودؓ ۸۷۸/۲

(۷) حوالہ سابق ۳۹۰/۱۰

(۸) ترمذی، باب ماجاء فی الرخصة فی البكاء علی الميت، حدیث نمبر ۱۰۰۵ او باب ماجاء فی تقبیل الميت، حدیث نمبر ۹۸۹

(۹) بخاری ۱۷۲/۱

(۱۱) فتح الباری ۱۹۲/۳

(۲) ہدایۃ مع الفتح ۱۸۰/۸

(۴) دیکھئے: فتح الباری ۳۹۰/۱۰

(۶) فتح الباری ۳۹۱/۱۰

(۱۰) ہندیہ ۱۶۷/۱

ہوتے ہیں، لیکن اس کی ادائیگی کا وجوب متعلق نہیں ہوتا، یعنی اس وقت اس کی ادائیگی واجب نہیں ہوتی، بیدار ہونے کے بعد ادائیگی واجب ہوتی ہے، (۵) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نیند یا بھول کی وجہ سے نماز نہ پڑھ پائے تو جب یاد آئے پڑھ لے، وہی اس کا وقت ہے، من نام عن صلاة او نسيها فليصلها اذا ذكرها فان ذالك وقتها۔ (۶)

نیند میں جو افعال معتبر نہیں

نیند کے سلسلہ میں ایک اصولی ضابطہ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ نیند کی حالت میں آدمی اختیار و تمیز سے محروم ہو جاتا ہے، ”النوم ينافي الاختيار“ اسی لئے جو چیزیں حالت اختیار سے متعلق ہیں، اگر نیند کی حالت میں ان کا وقوع ہو جائے تو کوئی اعتبار نہیں، جیسے طلاق، قبول اسلام، ارتداد اور خرید و فروخت وغیرہ۔ (۷)

جن احکام میں سویا ہوا شخص بیدار کے حکم میں ہے!

علامہ ابن نجیم مصریؒ نے فتاویٰ ولوالجیہ سے پچیس مسائل نقل کئے ہیں، جن میں سویا ہوا شخص بیدار آدمی کے حکم میں ہے، یہاں ان کا تذکرہ مناسب ہوگا:

(۱) اگر روزہ دار چت سویا ہوا ہو، اور اس کے منہ میں بارش کا پانی ٹپک جائے یا کوئی ٹپکائے اور پانی پیٹ میں چلا جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(۲) کوئی روزہ دار عورت سوئی ہوئی تھی اور اسی حال میں شوہر نے اس کے ساتھ صحبت کر لی تو روزہ جاتا رہا۔

(۳) عورت حالت احرام میں تھی اور سوئی ہوئی تھی، شوہر

روایت میں ہے کہ جس پر نوحہ کیا جائے اس پر نوحہ کرنے والوں کے عمل کا گناہ بھی ہوگا، (۱) ظاہر ہے اس سے وہ شخص مراد ہے جو زندگی میں نوحہ کو پسند کرتا رہا ہو، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جو گریبان پھاڑ لے، رخسار پر مارے اور زمانہ جاہلیت جیسی باتیں کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے، (۲) حضرت جعفرؓ کی شہادت کے موقعہ پر ان کی خواتین بہت رورہی تھیں اور بار بار منع کرنے کے باوجود اس سے باز نہیں آتی تھیں، آپ ﷺ بھی بہت رنجیدہ خاطر تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے منہ میں خاک ڈال دو، (۳) — اس ممانعت کی وجہ ظاہر ہے، کیونکہ زندگی اور موت اللہ کی طرف سے ہے، اس پر اوویلا کرنا، گلہ آمیز جملے کہنا اور فطری حدود سے تجاوز کر کے غم و اندوہ کا اظہار کرنا گویا تقدیر الہی سے شاک ہونا ہے، اور یہ کسی صاحب ایمان کے شایان شان نہیں۔ نوحہ کے لئے مرد یا عورت، خطیب یا شاعر کو اجرت پر رکھنا جائز نہیں اور رکھ لے تو اس کی اجرت واجب نہیں۔ (۴)

نوم (نیند)

”نوم“ کے معنی نیند کے ہیں، جس کی کیفیت معروف ہے، — عربی زبان میں نیند کے مختلف درجات کے لئے الگ الگ الفاظ ہیں، صرف اونگھنے کی کیفیت جس میں آدمی کا سر جھولنے لگتا ہے ”نعاس“ کہلاتا ہے، ایسا سونا کہ آنکھیں بند ہوں لیکن دل میں غفلت کی کیفیت نہ پیدا ہوئی ہو ”سنہ“ ہے اور ایسی نیند جس میں آنکھ بھی بند ہو جائے اور قلب بھی غافل، یعنی بھرپور نیند کو ”نوم“ کہتے ہیں۔

نیند کی وجہ سے حکم مؤخر

نوم کے باوجود شریعت کے اوامر و نواہی آدمی سے متعلق

(۱) بخاری عن مغيرة ۱۷۲/۱

(۲) حوالہ سابق

(۳) أصول السرخسي ۱۰۰/۱

(۲) بخاری ۱۷۲/۱

(۳) دیکھئے: ہندیہ ۳۳۹/۳

(۴) مجمع الزوائد ۷۵/۲-۷۴

(۷) دیکھئے: نظریۃ الحکم ومصادر التشريع في أصول الفقه الإسلامي للدكتور الحصري ۲۴۵

- بچہ نے اس کا دودھ پی لیا تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔
- (۱۵) تیمم کرنے والا شخص نیند کی حالت میں ایسی جگہ سے گذر جاہاں پانی کا استعمال اس کے لئے ممکن تھا، تو اس کا تیمم جاتا رہا۔
- (۱۶) اگر نماز پڑھنے والا سو جائے اور اسی حالت میں کوئی کلام کر لے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔
- (۱۷) کوئی نماز پڑھتے ہوئے سو گیا اور اسی حالت میں قرأت کی تو ایک روایت کے مطابق اس کا اعتبار ہوگا۔
- (۱۸) کسی شخص نے نیند کی حالت میں آیت سجدہ کی تلاوت کی جسے کسی اور نے سن لیا، تو سننے والے شخص پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا۔
- (۱۹) خود اس شخص کو بیدار ہونے کے بعد کوئی اور شخص اطلاع دے کہ اس نے نیند کی حالت میں آیت سجدہ تلاوت کی تھی، تو ایک قول کے مطابق سجدہ تلاوت واجب ہوگا، ویسے شمس الائمہ سرخسی اس صورت میں سجدہ کو واجب قرار نہیں دیتے، اسی طرح اگر سوئے ہوئے شخص کو نیند سے بیدار ہونے کے بعد بتایا جائے کہ اس کے پاس کسی اور شخص نے آیت سجدہ کی تلاوت کی تھی تو اس صورت میں بعض حضرات کے نزدیک اس پر سجدہ واجب ہوگا، اور بعض حضرات کی رائے پر سجدہ واجب نہیں ہوگا۔
- (۲۰) کوئی شخص قسم کھائے کہ فلاں آدمی سے گفتگو نہیں کرے گا، جس سے گفتگو نہ کرنے کی قسم کھائی تھی وہ سویا ہوا ہو، اور قسم کھانے والا اس سے کہے کہ اٹھ جاؤ، لیکن وہ بیدار نہ ہو، تو بعض حضرات نے کہا کہ وہ حانث نہیں ہوگا، اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ حانث ہو جائے گا۔
- (۲۱) کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی، مطلقہ نیند کی حالت میں تھی، اسی حال میں وہ آیا اور شہوت کے ساتھ مساس کیا تو رجعت ہو جائے گی۔

- نے صحبت کر لی تب بھی اس عورت پر کفارہ واجب ہوگا۔
- (۴) محرم سویا ہوا ہو، اسی حالت میں کوئی شخص اس کا بال موٹ دے تو محرم پر جزاء واجب ہوگی۔
- (۵) محرم نیند کی حالت میں کسی شکار پر گر جائے اور شکار کی موت کا سبب بن جائے تو محرم پر جزاء واجب ہوگی۔
- (۶) جس شکار پر تیر پھینکا وہ سوئے ہوئے شخص کے پاس گر کر مر گیا، حالانکہ اگر وہ بیدار ہوتا تو اس کو شرعی طریقہ پر ذبح کر سکتا تھا، ایسی صورت میں وہ شکار حلال نہیں ہوگا۔
- (۷) نیند کی حالت میں کسی سامان پر گر پڑا اور اس کی وجہ سے سامان ٹوٹ گیا تو ضمان (تاوان) اس پر واجب ہوگا۔
- (۸) باپ دیوار کے نیچے سویا ہوا تھا، بیٹا چھت پر سویا ہوا تھا، بیٹا نیند ہی کی حالت میں اوپر سے گرا اور اس کی وجہ سے باپ کی موت واقع ہو گئی، تو بعض اہل علم کے نزدیک وہ اپنے باپ سے میراث کا حق دار نہیں ہوگا، اور یہی قول صحیح ہے۔
- (۹) کسی شخص نے سوئے ہوئے آدمی کو اٹھایا اور دیوار کے نیچے سلا دیا، اتنے میں دیوار گر پڑی اور اس سے سوئے ہوئے شخص کی موت واقع ہو گئی، تو وہاں اٹھا کر رکھنے والے پر اس کا ضمان واجب نہ ہوگا۔
- (۱۰) محرم نیند کی حالت میں عرفات سے گذر جائے تو فریضہ حج ادا ہو جائے گا۔
- (۱۱) شوہر بیوی میں تنہائی ہو اور وہاں کوئی اجنبی شخص سویا ہوا ہو تو یہ خلوت صحیحہ متصور نہیں ہوگی۔
- (۱۲) مرد کسی کمرہ میں سویا ہوا تھا، اس کی بیوی آئی اور تھوڑی دیر ٹھہری رہی، تو خلوت صحیحہ ہو گئی۔
- (۱۳) اسی طرح عورت کسی کمرہ میں سوئی ہوئی تھی، شوہر وہاں آیا اور کچھ دیر ٹھہرا رہا تو خلوت صحیحہ پائی گئی۔
- (۱۴) ایک خاتون سوئی ہوئی تھی، اسی حالت میں شیر خوار

میں نہیں آتی، اس لئے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا؛ کیونکہ ”چوری“ چھپ کر کسی کے مال محفوظ کو لے لینا ہے اور ”نہب“ میں چھپ کر مال نہیں لیا جاتا، بلکہ علانیہ لیا جاتا ہے، (۳) خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چھین چھپٹ کر کسی کا مال لینے والا شخص ہم میں سے نہیں، لیکن اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، لیس علی المنتہب قطع و من انتہب نہبہ مشہورۃ فلیس منا۔ (۴)

نہر

نہر کے پانی کے احکام کیا ہوں گے، وہ عوامی ملکیت ہوگی یا شخصی؟ اس پر فقہاء نے گفتگو کی ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: ماء)

نہی

لغت میں ”نہی“ کے معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں، اسی لئے عربی زبان میں عقل کو ”نہیۃ“ (”ن“ کو پیش) سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، جس کی جمع ”نہی“ ہے، (۵) کیونکہ عقل انسان کو غیر مناسب باتوں سے باز رکھتی ہے، اور بیوقوفی کے کاموں سے مانع بن جاتی ہے۔ اصول فقہ کی اصطلاح میں اپنی بلند حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی فعل سے باز رہنے کا مطالبہ ”نہی“ ہے، طلب کف عن فعل علی جہۃ الاستعلاء ”رکنے اور باز رہنے کا مطالبہ“ کی قید سے ”امر“ کو نکالنا مقصود ہے، اور یہ بات کہ مطالبہ کرنے والا اعلیٰ درجہ و مرتبت کے ساتھ مطالبہ کرے اور مطالبہ میں ایک حاکمانہ شان ہو، اسی سے ”نہی“ اور ”دعاء و التماس“ میں فرق ظاہر ہو گیا، دعاء ایک درخواست ہے، جو چھوٹا بڑے سے کرتا ہے اور التماس خواہش ہے جو ایک شخص اپنے برابر کے دوسرے شخص

(۲۲) اگر شوہر نیند کی حالت میں تھا، بیوی آئی اور اس نے شہوت کے ساتھ شوہر کا بوسہ لے لیا، تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رجعت ہو جائے گی۔

(۲۳) اگر کوئی مرد سویا ہوا تھا، کوئی عورت آئی اور اس عورت نے نیند ہی کی حالت میں اس سے صنفی تعلق قائم کر لیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔

(۲۴) عورت نے سوائے ہوئے مرد کا شہوت کے ساتھ بوسہ لے لیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔

(۲۵) نماز کی حالت میں نیند آگئی یہاں تک کہ احتلام بھی ہو گیا تو غسل واجب ہو جائے گا، اور باقی ماندہ رکعتوں کی پڑھی ہوئی رکعتوں پر بناء کی گنجائش نہیں ہوگی، دوبارہ نماز ادا کرنی ہوگی۔

(۲۶) اگر کوئی شخص ایک دن و رات یا دو دن و رات سویا رہا جب بھی اس کے ذمہ ان نمازوں کی قضاء واجب رہے گی۔ (۱)

نہب (لوٹ)

”نہب“ کے معنی لوٹنے کے ہیں، کسی شخص کا مال اس کی اجازت کے بغیر لوٹ لینا حرام ہے، اور ”اکل با لباطل“ یعنی باطل طریقہ سے کھانے میں داخل ہے، جس کو قرآن مجید نے منع کیا ہے، (النساء: ۲۹) — البتہ اگر کوئی شخص اپنی کسی چیز کو لوٹ کر لینے کی اجازت دے دے جیسا کہ بعض مواقع پر اظہار مسرت کے لئے پھل اور میٹھائیاں لٹائی جاتی ہیں، تو یہ جائز ہے النہبۃ جائزۃ اذا اذن صاحبہ فیہا۔ (۲)

اگر کوئی شخص کسی کا سامان چھین لے یا لوٹ لے تو اس کی مناسب سزا تو کی جائے گی، لیکن چونکہ یہ چوری (سرقہ) کے دائرہ

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ۳۳۵/۵

(۱) دیکھئے: الأشباہ و النظائر لابن نجیم ۲۱-۳۱۹

(۳) ابوداؤد ۶۰۳۲، باب القطع فی الخیانة و الخیانة، عن جابر بن عبد اللہ

(۴) دیکھئے: البحر الرائق ۵۵/۵، المغنی ۹۳۶۹

(۵) القاموس المحيط ۱۷۲۸

صیغہ بھی مختلف معانی کے لئے آتا ہے، علامہ آمدیؒ اور سبکیؒ نے سات معانی ذکر کئے ہیں :

(۱) تحریم یعنی کسی چیز کو حرام قرار دینا جیسے: لا تنحکو المشرکات حتی یؤمن، (البقرہ: ۲۲۱) — یعنی مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لے آئیں نکاح نہ کرو۔

(۲) کراہت تزیہی کے اظہار کے لئے، جیسے آپ ﷺ کا ارشاد: لا یمسکن احدکم ذکرہ بيمينہ وهو یبول۔ (۲) ”پیشاب کرتے ہوئے تم میں سے کوئی اپنی شرمگاہ دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے۔“

(۳) دُعاء جیسے: ربنا لاتزعقلوبنا۔ (آل عمران: ۸) ”اے ہمارے پروردگار، ہم کو کج دلی سے بچا۔“

(۴) ارشاد یعنی ازراہ شفقت کسی بات سے باز رکھنے کے لئے، جیسے: لاتسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم، (المائدہ: ۱۰۱) ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر حقیقت حال ظاہر کر دی جائے تو تمہارے لئے باعث تکلیف ہو۔

(۵) عاقبت اور انجام کو بتانے کے لئے، جیسے: لاتحسبن الدین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احياء۔ (آل عمران: ۱۶۹) ”جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں شہید ہوئے ہوں، ان کے انجام کے بارے میں یہ خیال نہ کرو کہ وہ مر گئے ہیں، بلکہ درحقیقت وہ زندہ ہیں۔“

(۶) مایوس کرنے کے لئے، جیسے: لاتمتذروا الیوم، (التحریم: ۷) ”یعنی آج عذر خواہی نہ کرو۔“

(۷) کسی چیز کی تحقیر کے لئے جیسے: لاتمدن عینیک، (طہ: ۱۳۱) ”یعنی دنیا کی نعمتوں کی طرف اپنی نظر نہ رکھے۔“ — اس میں متاع دنیا کی تحقیر مقصود ہے۔ (۳)

سے کیا کرتا ہے۔ (۱)

نہی کی تعبیرات

یوں تو عربی زبان میں اس کیلئے مستقل ایک فعل ”فعل نہی“ کے نام سے پایا جاتا ہے، اور بنیادی طور پر ممانعت کے لئے قرآن و حدیث میں یہی تعبیر اختیار کی جاتی ہے، لیکن شرعاً نہی کا مسئلہ کچھ اس صیغہ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ وہ تمام تعبیرات جو ممانعت کو بتلاتی ہوں، نہی کا مصداق ہیں، قرآن و حدیث میں کسی چیز سے نہی اور ممانعت کے لئے درج ذیل تعبیرات اختیار کی جاتی ہیں۔

(۱) خود صیغہ نہی، جیسے: لاتقربوا الزنوب، (الاسراء: ۳۲) زناء کے قریب بھی نہ پھلو۔

(۲) نہی کا لفظ جیسے: ینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی، (انحل: ۹۰) ”اللہ تعالیٰ بے حیائی کی باتوں سے، برائی سے اور سرکشی سے منع فرماتے ہیں۔“

(۳) صیغہ امر کا ہو لیکن معنی ممانعت کے ہوں، جیسے اجتنبوا قول الزور (الحج: ۳۰) ”جھوٹ بات سے بچو۔“

(۴) خبر کا صیغہ ہو لیکن اس میں حرام ہونے کی خبر دی گئی ہو جیسے: حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم وَاخواتکم، (النساء: ۲۳) ”تم پر تمہاری مائیں، بیٹیاں اور بہنیں..... حرام کی گئی ہیں۔“

(۵) خبر کا منفی صیغہ ہو اور کسی بات کے حلال اور جائز نہ ہونے کی اطلاع دی جائے، جیسے: لایحل لکم ان تاخذوا مما اتیموہن شیئاً، (البقرہ: ۲۲۹) ”جو کچھ تم عورتوں کو دے چکے ہو ان میں سے واپس لینا حلال نہیں۔“

صیغہ نہی کے معانی

جیسے نہی شرعی صیغہ نہی کے ساتھ مخصوص نہیں، اسی طرح نہی کا

(۱) دیکھئے: التقریر والتعبیر ۲۲۸/۱

(۲) مسلم شریف کتاب الطہارۃ، باب النہی عن الاستنجاء بالیمین، حدیث نمبر ۶۳

(۱) کتاب الإجماع للآمدی، ۲۰۸/۲، الابہاج فی شرح المنہاج، ۶۷/۲، إرشاد الفحول ۱۱۰-۱۰۹

تین اصولی اختلاف

نہی کے سلسلہ میں علماء اصول کے درمیان جن امور کی بابت اختلاف ہے، بنیادی طور پر وہ تین مسائل ہیں: اول یہ کہ نہی کا حقیقی اور اصل مصداق کیا ہے؟ دوسرے نہی ایک دفعہ ممانعت کا تقاضہ کرتی ہے، یا ہمیشہ اور مسلسل؟ تیسرے کسی چیز سے نہی سرے سے اس کے مشروع نہ ہونے کی دلیل ہے یا مشروع ہونے کے باوجود اس کی ممانعت مقصود ہے؟

نہی تحریم کے لئے ہے یا کراہت کے لئے؟

اس میں شبہ نہیں کہ نہی مختلف معنوں میں استعمال ہوتی ہے، جیسا کہ صیغہ نہی کے معانی ذکر کئے گئے ہیں، لیکن نہی کا اصل معنی و مقصود روکنا اور منع کرنا ہے، اور جب کوئی ایسا قرینہ موجود نہ ہو جو اس معنی سے انحراف کا تقاضہ کرتا ہے، تو یہی معنی مراد لیا جائے گا، روکنے اور منع کرنے کے بھی مختلف درجات ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ جس چیز سے منع کیا گیا ہے اسے بالکل ہی حرام تصور کیا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو مکروہ سمجھا جائے، نہی کا مقصود تحریم ہے یا کراہت کا اظہار؟ اس سلسلے میں اہل علم نے چار مذاہب ذکر کئے ہیں:

جمہور فقہاء اور اصولیین کی رائے میں نہی تحریم کے لئے ہے، الا یہ کہ کوئی قرینہ اس کے خلاف موجود ہو، علامہ سبکی نے اس نقطہ نظر پر ”مانہاکم عنہ فانتھوا“ (الحشر: ۷) ”اللہ تعالیٰ نے تمہیں جس چیز سے روکا ہے اس سے رک جاؤ“ سے استدلال کیا ہے، کیونکہ یہاں رک جانے کا امر ہے اور امر کسی بات کے واجب ہونے کو بتاتا ہے، تو اب معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی نہی فرمائی ہے

اس سے رکنا واجب یعنی اس کا ارتکاب حرام ہے۔ (۱)

یہی نقطہ نظر حنفیہ کا بھی ہے، احناف کی رائے پر ایک شبہ ہو سکتا ہے، کہ حنفیہ عام طور پر خبر واحد اور دلیل ظنی سے ثابت ہونے والی منہیات کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں، نہ کہ حرام، ابن ہمام نے اس شبہ کو حل کیا ہے کہ نہی کو تو حنفیہ بھی اصل میں تحریم ہی کے لئے مانتے ہیں، لیکن چونکہ ذریعہ ثبوت ظنی ہے اس لئے اس کو مکروہ تحریمی کا نام دیتے ہیں، جو قریب بہ حرام ہوتا ہے، اور کسی خارجی سبب کی وجہ سے کسی کلام کو کراہت پر محمول کرنا اصل اور حقیقت کے اعتبار سے اس کے حرام ہونے کے منافی نہیں۔ (۲)

دوسری رائے یہ ہے کہ نہی اصل میں کراہت پر دلالت کرتی ہے، تیسری رائے یہ ہے کہ یہ تحریم اور کراہت کے درمیان مشترک لفظ ہے، اور بعض حضرات نے اس میں توقف سے کام لیا ہے۔ (۳)

تطبیق کا اختلاف نہ کہ اصول کا

حالانکہ جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ نہی اصل میں تحریم کے لئے ہے، لیکن اس کے باوجود بعض منہیات کی بابت اختلاف رائے نظر آتا ہے، کہ بعض فقہاء ان کو حرام قرار دیتے ہیں اور بعض مکروہ، یہ اختلاف رائے اس بات پر مبنی ہے کہ اگر تحریم کے بجائے کراہت کا معنی مراد لینے پر کوئی قرینہ موجود ہو تو بالاتفاق نہی سے کراہت مراد لی جاتی ہے، اور بعض صورتوں کے بارے میں فقہاء کا نقطہ نظر مختلف ہوتا ہے، کچھ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہاں ایسا قرینہ موجود ہے، جو حرمت کے بجائے کراہت کا معنی مراد لینے کے متقاضی ہیں، اور بعض حضرات اس قرینہ کو کافی تصور کرتے ہیں۔

مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی پڑوسی کو اس بات سے نہ روکے کہ وہ اس کی دیوار میں

(۲) التقرير والتحبير ۳۲۹/۱

(۱) الابہاج فی شرح المنہاج ۶۷/۲

(۳) دیکھئے: المحصول لفخر الدین الرازی ۲۸۱/۲ (مع تحقیق دکتور طلحہ جابر)، الإحکام للآمدی ۲۰۸/۲

نہی میں دوام کے معنی

دوسرے مسئلہ میں جمہور کی رائے یہ ہے کہ نہی فوراً اور تکرار کا فائدہ دیتی ہے، فوراً سے مراد یہ ہے کہ جس وقت نہی کی گئی ہو اسی وقت سے ممانعت تصور کی جائے گی، اور تکرار سے مراد یہ ہے کہ یہ ممانعت ہمیشہ کے لئے ہوگی کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہ ہوگی، الا یہ کہ کوئی قرینہ ایسا موجود ہو جو ممانعت کو ایک خاص وقت کے ساتھ محدود کرتا ہو۔ امام رازیؒ اور بعض اور اہل علم جیسے ابو بکر باقلانیؒ وغیرہ کا رجحان اس طرف ہے کہ جیسے امر اپنی اصل کے اعتبار سے تکرار عمل کا تقاضہ نہیں کرتا، اسی طرح نہی بھی اپنی اصل اور حقیقت کے لحاظ سے تکرار و دوام کا معنی نہیں رکھتی، (۹) لیکن علامہ ابن ہمامؒ اور ان کے شارحین نے اس اختلاف کو ”شدوذ“ قرار دیا ہے، اور آمدیؒ نے لکھا ہے کہ نہی کا تکرار و دوام پر دلالت کرنا عقلاء کے نزدیک ایک متفق علیہ حقیقت ہے، (۱۰) بلکہ ابن امیر الحاج نے تو ابن برہان سے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

فعل پر نہی کا اثر

تیسرا اور نہی کے باب میں سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ نہی کا اس فعل پر کیا اثر مرتب ہوتا ہے جس سے نہی کی گئی ہے؟ یعنی وہ فعل سرے سے مشروع ہی نہیں ہوتا اور شرعاً وجود ہی میں نہیں آتا، یا مشروع ہوتا ہے لیکن اس کا مرتکب گنہگار ہوتا ہے؟ اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ دراصل شریعت کا کسی بات سے منع کرنا اس کے فتنج ہونے کی دلیل ہے، اور قباحت کے مختلف

لکڑی لگالے، (۱) تاکہ وہ اس پر چھپر وغیرہ ڈال سکے، حنا بلہ نے اس نہی کو تحریم پر محمول کیا ہے، ان کے نزدیک پڑوسی کو اپنے پڑوسی کی اجازت کے بغیر بھی ایسا کرنا جائز ہے، (۲) حنفیہ، مالکیہ اور قول جدید کے مطابق شوافع بلا اجازت اس طرح لکڑی ڈالنے کی اجازت نہیں دیتے، (۳) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ پر مت کھاؤ، سوائے اس کے کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو، (النساء : ۲۹) نیز آپ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کا مال اس کی اجازت کے بغیر حلال نہیں، لایحسب مال امری مسلم الا بطیب نفس منه، (۴) جمہور کے نزدیک اس مضمون کی آیتیں اور روایتیں اس بات کا قرینہ ہیں کہ نہی کراہت کے لئے ہے نہ کہ تحریم کے لئے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ قبرستان اور حمام کے سوا ہر جگہ نماز پڑھی جاسکتی ہے، (۵) ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے اونٹ کے اصطلبل میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا، (۶) حنا بلہ ان روایات کی بناء پر ان مقامات میں نماز کو باطل اور واجب الاعدادہ قرار دیتے ہیں، (۷) حنفیہ اور دوسرے فقہاء اس کو محض کراہت پر محمول کرتے ہیں، اس لئے کہ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پورے روئے ارض کو ہمارے لئے مسجد یعنی نماز پڑھنے کی جگہ بنا دیا گیا ہے، (۸) تو ان حضرات کے نزدیک یہ روایت اس کی دلیل ہے کہ مخصوص مقامات پر نماز کی ممانعت سے متعلق احادیث کراہت پر محمول ہیں نہ کہ حرمت پر۔ غرض یہ اختلاف اصول کا اختلاف نہیں، بلکہ اصول کی تطبیق کا اختلاف ہے۔

(۱) بخاری، کتاب المظالم، حدیث نمبر ۲۲۶۳، عن ابی ہریرۃ

(۲) دیکھئے: نیل الاوطار ۲۶۰/۵

(۳) ترمذی، حدیث نمبر ۳۱۷، عن ابی سعید الخدری

(۴) المغنی

(۵) دیکھئے: المحصول ۲۸۲/۲، العده ۲۲۹/۲، الابہاج ۶۷/۲

(۲) دیکھئے: المغنی

(۳) المغنی ۲۲۰/۵، رواہ جوزجانی

(۴) ترمذی، حدیث نمبر ۳۲۸، عن ابی ہریرۃ

(۸) بخاری، کتاب التیمم، حدیث نمبر ۳۳۵، عن جابر بن عبداللہ

(۱۰) الاحکام ۲۱۵/۲، تیسیر التحریر ۷۶/۱، التقرير والتحیر ۳۲۹/۱

درجات ہیں، بعض امور تو وہ ہیں جو اپنی ذات کے اعتبار سے قبیح ہیں، اور علماء اصول کی زبان میں قبیح لعینہ ہیں، جیسے بغیر پاکی کے نماز ادا کرنا، کیونکہ جو شخص پاک نہ ہو اس میں نماز کی اہلیت ہی نہیں، یا جیسے مادہ کے رحم میں موجود جنین یا نر کے صلب میں موجود مادہ منویہ کو بچہ فرض کر کے اس کو فروخت کرنا، یہ اس لئے قبیح ہے کہ شریعت میں خرید و فروخت مال کے مال سے تبادلہ کا نام ہے، اور جو مادہ منویہ مادہ کے رحم یا نر کی صلب میں ہے وہ مال ہی نہیں ہے، اسی طرح شہوت کا فعل خلاف فطرت کے ذریعہ پورا کرنا، شرعاً تکمیل شہوت کا مقصد افزائش نسل ہے، اور یہ افزائش نسل کا محل ہی نہیں — اس لئے ان صورتوں کو فقہاء نے قبیح لعینہ خیال کیا ہے۔

اس صورت کی بابت فقہاء متفق ہیں کہ جس چیز سے منع کیا جائے وہ مشروع ہی نہیں ہے، کیونکہ ان کو مشروع قرار دینا حکمت شرعی کے خلاف ہے، اس لئے کہ جب کسی فعل کو انجام دینے والا اس کا اہل ہی نہ ہو، یا فعل کو جس محل میں انجام دیا جائے وہ اس فعل کا محل ہی نہ ہو، تو ایسا فعل یقیناً حکمت سے خالی ہوگا، اور جو فعل بالکل خالی از حکمت ہو وہ مشروع نہیں ہو سکتا۔

دوسری قسم ایسی منہیات کی ہے کہ قباحت کا سبب اس کی ذات میں نہ ہو، بلکہ کسی اور بات کی وجہ سے اس میں قباحت پیدا ہوئی ہو، ایسی منہیات کو قبیح لغیرہ کہا جاتا ہے، — پھر قبیح لغیرہ کی بھی دو قسمیں کی گئی ہیں، پہلی قسم یہ ہے کہ اس کی قباحت کسی وصف لازم کی وجہ سے نہ ہو جو منہی عنہ سے الگ ہو ہی نہ سکتا ہو، بلکہ ایسے وصف کی وجہ سے ہو جو کبھی منہی عنہ کے ساتھ رہتا ہو اور کبھی اس سے علاحدہ بھی ہو جاتا ہو، ایسے وصف کو اصولیین ”وصف مجاوز“ سے تعبیر کرتے ہیں۔

جیسے اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت اور کاروبار کی ممانعت کہ اس کی قباحت نماز میں جلد پہنچنے (سعی الی الجمعہ) میں خلل

واقع ہونے کی وجہ سے ہے، لیکن اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت کی وجہ سے سعی جمعہ میں خلل واقع ہونا کوئی لازمی امر نہیں، اگر دو آدمی مسجد جاتے ہوئے باہم خرید و فروخت کا معاملہ طے کر لیں، تو بیع کی وجہ سے سعی میں خلل واقع نہ ہوگا، اسی طرح اگر دو آدمی کشتی میں سوار ہو کر جمعہ کے لئے جا رہے ہوں اور کشتی ہی میں خرید و فروخت کا معاملہ طے کر لیں، تو یہ معاملہ سعی کے عمل میں مخل نہ ہوگا، معلوم ہوا کہ اس ممانعت کا سبب جو وصف یعنی سعی الی الجمعہ میں مخل ہونا ہے وہ بیع کے لئے وصف لازم نہیں ہے، بلکہ وصف مجاوز ہے — اسی طرح غصب کی ہوئی زمین میں نماز ادا کرنے سے نبی کی گئی ہے، کیونکہ یہ دوسرے کی ملکیت کو مشغول کرنا ہے، لیکن دوسرے کی ملکیت کو مشغول کرنا ایسی قباحت ہے جو وصف لازم کا درجہ نہیں رکھتی، اس لئے کہ اگر دوسرے کی ملکیت میں اس کی اجازت سے نماز پڑھی جائے تو ملکیت غیر کو مشغول کرنے کے باوجود اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

اسی کی مثالوں میں سے یہ ہے کہ حالت حیض میں بیوی سے ہم بستری کی ممانعت نجاست (اذی) کی وجہ سے ہے، لیکن یہ حائضہ سے وطی کے لئے وصف لازم نہیں، کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ حائضہ سے مقام نجاست کو چھوڑ کر استمتاع کیا جائے، گویا استعمال اذی وطی کے لئے وصف مجاوز ہے نہ کہ وصف لازم۔

ایسی منہیات کا حکم یہ ہے کہ یہ اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع اور صحیح ہوں گی، البتہ اس کا ارتکاب باعث گناہ ہوگا، چنانچہ اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت کا جو معاملہ کیا جائے وہ منعقد ہوگا، گو اس کا مرتکب گناہ گار ہوگا، اسی طرح مغصوبہ زمین میں پڑھی ہوئی نماز ادا ہو جائے گی، اور حائضہ سے وطی کی جائے جس کو اس کا شوہر تین طلاق دے چکا ہو، تو شوہر ثانی کا حالت حیض میں اس سے وطی کرنا شوہر اول کے حق میں اس کے حلال ہونے کے لئے کافی ہوگا،

اسی طرح حالت حیض میں وطی کرنے کی وجہ سے مرد و عورت ”مہسن“ سمجھے جائیں گے، یعنی اگر اس کے بعد انہوں نے زنا کا ارتکاب کیا تو ان کو سنگسار کیا جائے گا۔

فتیح لغیرہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ نہی ایسے وصف کی وجہ سے ہو جو وصف منہی عنہ کے ساتھ لازم ہو، اور اس سے الگ ہو ہی نہ سکتا ہو، جیسے زنا کہ یہ ایسی عورت سے وطی کرنے کا نام ہے جو اس کی ملکیت میں نہیں، اور شریعت نے افزائش نسل کے لئے ایسے ہی محل میں وطی کی اجازت دی ہے جو اس کی ملکیت ہو، غیر ملکیت میں وطی ایسا منہی عنہ ہے جس سے یہ قباحت یعنی غیر ملک سے ”حصول نسل“ اور ”قضاء شہوت“ الگ ہو ہی نہیں سکتی، اسی طرح معاملات میں سود ممنوع ہے، ربوی اموال میں عوضین کا مساوی ہونا ضروری ہے، اور سود میں یہ مساوات مفقود ہوتا ہے، لہذا جو قباحت ممانعت کا باعث ہے، وہ سود کے لئے وصف لازم کا درجہ رکھتا ہے۔

عبادات میں اس کی مثال عید اور ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی ممانعت ہے، کیونکہ یہ خدا کی طرف سے ضیافت کے ایام ہیں، اور ان دنوں میں روزے رکھنا اللہ تعالیٰ کی ضیافت کو ٹھکرا دینے کے مترادف ہے، ان ایام کے روزہ کے ساتھ ضیافت کو ٹھکرانے کی بات وصف لازم کا درجہ رکھتی ہے۔

منہی عنہ کی یہ صورت یا تو افعال حسیہ سے متعلق ہوں گی، افعال حسیہ سے ایسے افعال مراد ہیں جو حس کے ذریعہ جانے جاتے ہوں، اور جن کا تحقق قانون شرع پر موقوف نہ ہو، جیسے: زنا، قتل، شراب نوشی، کہ شریعت کے آنے سے پہلے بھی لوگ ان کی حقیقت سے واقف تھے۔ ایسی منہیات کے بارے میں اتفاق ہے کہ یہ فتیح لعینہ کے حکم میں ہیں، اور وہ سرے سے مشروع نہیں ہیں، اسی

حکم میں محرم عورتوں سے نکاح کا مسئلہ ہے، چنانچہ یہ نکاح باطل اور بے اثر ہوگا، البتہ حنفیہ کے یہاں اس کی وجہ سے حد زنا ساقط ہو جائے گی، اور بعض مشائخ کے قول کے مطابق نسب بھی ثابت ہوگا، یہ اس لئے نہیں کہ یہ نکاح فی الجملہ مشروع ہے بلکہ اس لئے کہ ”حد“ شبہ نکاح کی وجہ سے بھی ساقط ہو جاتی ہے، اور شبہ نکاح یہاں موجود ہے، اسی طرح ثبوت نسب میں بھی احتیاط برتی جاتی ہے، اور نسب ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ (۱)

یا منہی عنہ افعال شرعیہ کے قبیل سے ہوگا، جیسے عید اور ایام تشریق میں روزہ، یعنی وہ منہیات جن کی قباحت اور جن کی کیفیت شریعت کے بتانے ہی سے معلوم ہوئی، اس صورت کے بارے میں اختلاف ہے کہ منہی عنہ کی یہ صورت فی نفسہ مشروع ہوگی یا نہیں؟ ایک رائے یہ ہے کہ فتیح لعینہ ہی کی طرح یہ صورت بھی مشروع نہیں ہوگی، اکثر شوافع، اصحاب ظواہر، حنابلہ اور متکلمین کے ایک گروہ کا یہی نقطہ نظر ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ اس صورت میں منہی عنہ مشروع ہوگا، یہ حنفیہ کا قول ہے، فقہاء شوافع میں بھی محققین جیسے امام الحرمین، امام غزالی، ابو بکر قفال شاشی اور عام متکلمین کا یہی نقطہ نظر ہے، (۲) تیسری رائے یہ ہے کہ اگر نہی معاملات سے متعلق ہو تو مشروع ہوگی، اور عبادات سے متعلق ہو تو مشروع نہیں ہوگی، یہ رائے ابوالحسین بصری اور امام رازی کی ہے اور ابن امیر الحاج نے امام غزالی کی طرف بھی اس کی نسبت کی ہے۔ (۳)

حنفیہ کے نقطہ نظر کو امام سرحسی نے خوب تفصیل اور وضاحت سے پیش کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نہی نام ہے ایسی چیز سے روکنے کا جس کا وقوع ہو سکتا ہو، جو چیز ممکن ہی نہ ہو اس سے روکنا ایک بے معنی بات ہوگی، ایک شخص بینا ہو اور دیکھنے پر قادر ہو اس کو تو

(۲) دیکھئے: الإحكام للآمدي ۲/۲۰۹، أصول السرخسی ۸۲:۱

(۱) التقرير والتحبير ۳۳۱/۱

(۳) التقرير والتحبير ۳۳۱/۱

ہوگا، امام شافعی نے خود ”کتاب الام“ میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے، (۶) یہی رائے مالکیہ اور حنابلہ کی بھی ہے۔ (۷)

نیابت

شریعت میں انسان کو جن امور کا مکلف کیا گیا ہے ان میں سے بعض کا تعلق معاملات سے ہے، معاملات میں عام طور پر نیابت کی گنجائش رکھی گئی ہے، کبھی یہ نیابت خود شریعت کی طرف سے ہوتی ہے، جیسے ولایت، اور کبھی انسان اپنے تصرف کے ذریعہ کسی کو نائب بناتا ہے، یا کسی کی نیابت قبول کرتا ہے، جیسے کفالة، حوالہ، وکالة، یہ مباحث اپنی اپنی جگہ آچکے ہیں۔

دوسرے احکام وہ ہیں جن کا تعلق عبادات سے ہے، جیسے نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ، قربانی وغیرہ، ان میں نیابت درست ہوگی یا نہیں؟ اور ایک شخص کے لئے دوسرے کے عوض ان امور کو انجام دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں پھر دو صورتیں ہوتی ہیں، ایک صورت اس کا ثواب پہنچانے کی ہے، ایصال ثواب کے تحت اس کا ذکر آچکا ہے، دوسری صورت دنیوی حکم میں نیابت کی ہے۔

عبادات میں زندوں کی نیابت کے سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ عبادات مالیہ میں جیسے زکوٰۃ، قربانی وغیرہ میں بالاتفاق نیابت جائز ہے، بشرطیکہ متعلق شخص کی اجازت سے ہو، عبادات بدنیہ جیسے نماز، روزہ میں بالاتفاق نیابت جائز نہیں، حج اور عمرہ جو بدنی عبادت بھی ہے اور مالی بھی، اس کی نیابت کے سلسلہ میں بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص پر حج فرض ہو اگر وہ خود حج پر قادر ہو تو نیابت درست نہیں، اور اگر وہ خود قادر نہ ہو تو حنفیہ، حنابلہ اور شوافع کے نزدیک نیابت جائز ہے، اور اس کی طرف سے کوئی اور

دیکھنے سے روکا جاسکتا ہے اور کہا جاسکتا ہے، کہ تم مت دیکھو، جو دیکھنے پر قادر ہی نہ ہو اس کو یہ کہنا کہ تم مت دیکھو ایک بے معنی بات ہوگی، تو نہی کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ منہی عنہ کا واقع ہونا ممکن ہو، اب اگر منہی عنہ کا شرعاً وجود ہی ممکن نہ ہو تو اس سے نہی کیسے درست ہوگی! اگر عید کے دن روزہ ہو ہی نہ سکتا ہو تو عید کے دن روزہ رکھنے سے منع کرنا کیوں کر درست ہو سکتا ہے؟ اس لئے حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص عید کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانے تو نذر منعقد ہو جائے گی، البتہ اس پر یہ بات واجب ہوگی کہ وہ کسی اور دن روزہ رکھے اور اس دن روزہ کی نذر ماننے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگا، (۱) بلکہ حنفیہ کے ایک قول کے مطابق اگر وہ عید کے دن ہی روزہ رکھے تو اگرچہ گنہگار ہوگا، لیکن نذر ادا ہو جائے گی، (۲) بخلاف شوافع اور دوسرے فقہاء کے، کہ ان حضرات کے نزدیک یہ نذر ہی درست نہ ہوگی۔ (۳)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ”نکاح شغار“ سے معنی فرمایا ہے، (۴) — نکاح شغار کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح دوسرے شخص سے کر دے، اور اس کی بہن یا بیٹی سے اپنا عقد کر لے اور مہر اس طرح مقرر کرے کہ ایک عورت کی عصمت کو دوسری عورت کے لئے مہر بنا دے یعنی یوں کہے کہ میری بیوی کا مہر میری بہن کی عصمت ہوگی جس کے تم مالک بن رہے ہو، اس طرح کا مہر مقرر کرنا بالاجماع نہ جائز ہے اور نہ معتبر، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر اس طرح مہر مقرر کرتے ہوئے کوئی نکاح کر ہی لے تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ حنفیہ کے نزدیک نکاح منعقد ہو جائے گا، اور مہر مثل واجب ہوگا، (۵) اور شوافع کے نزدیک نکاح منعقد نہیں

(۱) التقرير والتحبير ۳۳۱/۱

(۲) مغنی المحتاج ۲۳۵/۱، المغنی ۸۱/۱۰

(۳) دیکھئے: درمختار وردالمختار ۳۳۲-۳۳۲

(۴) دیکھئے: المغنی ۱۳۲/۷

(۲) النهر الفائق ۳۲۵/۱

(۳) بخاری، باب الشغار: حدیث نمبر ۵۱۱۳، کتاب النکاح

(۴) کتاب الام ۱۷۲/۵

یہ تعریف فعل و ترک اور طاعت و معصیت سب کو شامل ہے۔

نیت کا مقصود

نیت کا مقصود بنیادی طور پر دو ہے: اول دو عبادتوں کے درمیان امتیاز پیدا کرنا، چنانچہ نیت ہی کے ذریعہ فرض اور نفل میں، ظہر اور عصر میں، اداء و قضاء میں، واجب و نفل روزوں اور صدقات واجبہ، اور صدقات نافلہ میں امتیاز قائم ہوتا ہے، — دوسرا مقصد عبادت اور عادت میں امتیاز پیدا کرنا ہے، مثلاً کھانے کا ترک کرنا، علاج و پرہیز اور بھوک نہ ہونے کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے، اور روزہ کی غرض سے بھی، مسجد میں بیٹھنا استراحت کے لئے بھی ہو سکتا ہے، اور نماز کے انتظار میں بھی، ان میں دوسری صورت عبادت کی ہے، اور پہلی صورت عادت کی قبیل سے ہے، نیت ہی کے ذریعہ ایک عمل کی ان دو حیثیتوں کے درمیان امتیاز قائم ہوتا ہے۔

عبادت کی تعیین

چونکہ نیت کا مقصود امتیاز پیدا کرنا اور اشتباہ کو دور کرنا ہے، اسی لئے جن عبادتوں میں اشتباہ پیدا ہو سکتا ہے، ان میں عبادت کی تعیین ضروری ہے، اور جہاں اشتباہ نہ ہو، وہاں صرف اس عبادت کی نیت کافی ہوگی، اس کی تعیین ضروری نہیں — اس کو اس طرح سمجھنا چاہئے کہ بعض عبادتوں کے لئے ایسا وقت رکھا گیا ہے کہ وہ عبادت پورے وقت کا احاطہ کر لیتی ہے، اس وقت میں وہ عبادت ایک سے زیادہ دفعہ نہیں کی جا سکتی، جیسے روزہ، کہ طلوع صبح سے غروب آفتاب تک روزہ کا وقت ہے، روزہ اس پورے وقت کو گھیرے ہوا ہے، اس لئے ایک دن میں دو روزہ رکھنا ممکن نہیں، ایسے وقت کو اصطلاح میں ”معیار“ کہا جاتا ہے، لہذا رمضان

شخص حج بدل کر سکتا ہے، (۱) مالکیہ کے نزدیک زندہ شخص کی طرف سے حج بدل کی گنجائش نہیں۔ (۲)

(حج بدل کی شرائط اور احکام کے لئے ”حج“ کا لفظ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے)۔

نیت

نیت کے لغوی معنی ”قصد و ارادہ“ کے ہیں، یہ لفظ ”ی“ کے تشدید کے ساتھ بھی آتا ہے، اور بغیر تشدید کے بھی، (۳) شریعت کی اصطلاح میں نیت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے قصد الطاعة والتقرب الى الله في ايجاد الفعل۔ (۴)

اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ”جیسے نیت و جود اور ایجابی افعال سے متعلق ہوتی ہے مثلاً ”نماز و زکوٰۃ، اسی طرح نیت کا تعلق بعض اوقات کسی فعل کے ترک سے بھی ہوتا ہے، چنانچہ شریعت کی منہیات سے بچنا بھی ایک فعل ہے، حالانکہ اس میں کسی فعل کو جود میں نہیں لایا جاتا“ — لیکن یہ شبہ صحیح نہیں، منہیات کے نہ کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اس کے کرنے پر قادر نہیں تھا اس لئے اس سے محفوظ رہا، دوسری صورت یہ ہے کہ باوجود قدرت کے آدمی اپنے آپ کو شریعت کی منہیات سے بچائے، یہ فقہ کی اصطلاح میں ”کف“ ہے، اور اس پر اجر و ثواب بھی ہے، پس ”کف“ بھی من جملہ افعال کے ایک ہے۔ (۵)

تاہم پھر بھی یہ شبہ باقی رہتا ہے کہ نیت کا تعلق صرف طاعت ہی سے نہیں ہے بلکہ معصیت سے بھی ہے، بلکہ بعض اوقات ایک ہی فعل نیت کی وجہ سے معصیت کے دائرہ میں آجاتا ہے، اسی لئے حموی نے نیت کی جو تعریف کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

توجيه القلب الى ايجاد فعل او تركه . (۶)

(۲) الشرح الصغير ۱۵۶۲-۱۳

(۳) الأشباه والنظائر ۹۲

(۶) غمز عيون البصائر ۵۱/۱

(۱) ردالمحتار ۳۸۶۲-۲۳۷، الفقہ الإسلامی و أدلتہ ۳۸۶۲

(۳) الأشباه والنظائر لابن نجيم ۲۹

(۵) دیکھئے: الأشباه والنظائر ۲۹

کے ذمہ باقی رہ جائے گا۔

فقہاء نے اس سلسلہ میں ایک ضابطہ یہ بھی مقرر کیا ہے، کہ تعیین نیت مختلف جنس کی چیزوں میں امتیاز پیدا کرنے کے لئے ہے، اسی لئے ایک ہی جنس میں تعیین غیر مفید ہے، اس لئے اگر تعیین میں غلطی بھی کر جائے تو کوئی نقصان نہیں، اور جہاں مختلف جنس موجود ہوں ان میں تعیین ضروری بھی ہے اور معتبر بھی، اسی لئے اگر ان میں تعیین میں غلطی کر بھی جائے تو اس کا اثر مرتب ہوگا۔ پھر فقہاء کے نزدیک جنس کے ایک، اور مختلف ہونے کا تعلق سبب سے ہے، سبب ایک ہو تو اس سے متعلق افعال کی جنس ایک ہی متصور ہوگی، جیسے رمضان کے روزے، کہ ماہ رمضان کی آمد پورے تیس روزوں کا سبب ہے، اس لئے تمام روزے گویا ایک ہی جنس کے ہیں، اسی لئے اگر کوئی پندرہ رمضان کا روزہ رکھ رہا ہو اور نیت کے وقت اس کو خیال ہے کہ آج سولہ رمضان ہے تو اس سے کوئی نقصان نہیں، اس کے برخلاف ہر نماز کا سبب الگ الگ اوقات ہیں، اسی لئے ان کی جنس مختلف سمجھی جائے گی، ظہر و عصر کی جنس الگ ہے، اور دونوں کی ظہر بھی الگ الگ جنس سے متعلق ہے، اس لئے اگر کوئی شخص ظہر میں عصر کی یا آج کے ظہر میں کل گذشتہ کے ظہر کی نیت کر لے تو جو فریضہ اسے ادا کرنا تھا وہ ادا نہیں ہو پائے گا۔ (۱)

نیت میں خطاء

اسی سے متعلق ایک اور ضابطہ یہ ہے کہ نیت میں جن چیزوں کی تعیین مطلوب نہیں، اگر ان کی تعیین میں غلطی کر جائے تو اس سے کچھ نقصان نہیں، جیسے نماز پڑھنے کی جگہ، نماز پڑھنے کا وقت، فرض نمازوں میں رکعت کی تعداد، رکوع و سجدہ کی تعداد وغیرہ۔ اگر ان امور میں کوئی شخص غلطی کر جائے جیسے ظہر کی چار رکعت کی بجائے دو رکعت کی نیت کر لے تو اس سے کوئی حرج نہیں۔ (۲)

المبارک کے مہینہ میں اس ماہ کے روزہ کے لئے صرف روزہ کی نیت کر لینا کافی ہے، روزہ رمضان کی تعیین ضروری نہیں، بلکہ اگر کوئی صحت مند مقیم آدمی رمضان میں کسی اور واجب یا نفل روزہ کی نیت بھی کر لے تو اس کا اعتبار نہیں، کیونکہ جو چیز خود شارع کی طرف سے متعین ہو اس میں نیت لغو اور غیر معتبر ہے۔

بخلاف نماز کے، کہ نماز کے وقت میں وسعت ہے، ہر فرض نماز کے لئے شریعت نے اتنا وسیع وقت رکھا ہے کہ اس میں کتنی ہی نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں، ایسے وقت کو اصول فقہ کی اصطلاح میں ”ظرف“ کہا جاتا ہے، اس لئے اس میں نماز کی تعیین بھی ضروری ہے کہ مثلاً وہ نماز ظہر ادا کر رہا ہے، تعیین کا مطلب یہ نہیں کہ وہ زبان سے نماز ظہر کا تکلم کرے، بلکہ ذہن میں اس کا استحضار ہونا چاہئے کہ اگر اس سے دریافت کیا جائے کہ تم کون سی نماز پڑھ رہے ہو؟ تو وہ بلا تامل جواب دے سکے، اسی لئے اگر وہ اس وقت میں فرض ادا کرنے کے بجائے نفل نماز ہی پڑھتا رہے تو یہ نماز نفل ہی شمار ہوگی اور اس کی نیت معتبر ہوگی۔

حج کے لئے بھی مقررہ اوقات ہیں، لیکن حج کے وقت کو بعض اعتبار سے ”معیار“ سے مشابہت ہے اور بعض اعتبار سے ”ظرف“ سے، اس اعتبار سے کہ ایک سال میں ایک ہی حج کیا جاسکتا ہے، ایک سے زیادہ حج نہیں کیا جاسکتا، یہ روزہ کے مماثل معلوم ہوتا ہے؛ اور اس لحاظ سے کہ افعال حج نے ایام حج کا احاطہ نہیں کیا ہوا ہے، اس کو نماز سے مماثلت ہے، اسی لئے فقہاء نے نیت کے مسئلہ میں اس کا حکم درمیانی رکھا ہے، یعنی جس شخص پر حج فرض ہوا اگر وہ صرف حج کی نیت کر لے، حج فرض کی تعیین نہ کرے تو حج کے لئے یہ نیت کافی ہوگی، لیکن اگر وہ تعیین کے ساتھ حج نفل ہی کی نیت کر لے تو گو اس کا یہ عمل درست نہ ہوگا، لیکن حج نفل ہی ادا ہوگا، حج فرض اس

(۲) ملخص از: الأشباه والنظائر ۳۳

(۱) ملخص از: الإشباه والنظائر لابن نجيم ۳۱-۳۰

نہ نفل، اور دوسری صورت کے بارے میں بھی اختلاف رائے ہے، جس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔ (۲)

نیت کا وقت

اصل میں نیت کا وقت فعل سے معاً پہلے ہے، یعنی جس عبادت کی نیت کر رہا ہے، اس عبادت کے شروع کرنے سے پہلے نیت کر لے تاکہ نیت پوری عبادت کو شامل رہے، عمل شروع ہو جائے اور اس کے بعد نیت کی جائے یہ درست نہیں، اس لئے کہ ایسی صورت میں عمل کا ایک حصہ نیت سے خالی رہا — پھر افضل طریقہ تو یہ ہے کہ نیت عمل سے متصل ہو، یعنی نیت کی جائے اور فعل شروع ہو جائے، نماز کی نیت تکبیر تحریمہ کے وقت کی جائے، زکوٰۃ کی نیت فقیر کو مال دیتے وقت کی جائے، لیکن چونکہ ہمیشہ اور ہر عمل میں نیت کو عبادت سے متصل رکھنا دشوار ہے، اس لئے فقہاء نے ایک تو نیت کے اتصال کی دو صورتیں کر دیں، ایک اتصال حقیقی اور دوسرے اتصال حکمی، اتصال حقیقی یہ ہے کہ ٹھیک اس فعل کو شروع کرتے وقت نیت کی جائے، اور اتصال حکمی یہ ہے کہ نیت اور اس فعل کے درمیان کوئی قاطع نیت امر کا فصل نہ ہو، جیسے نماز کا ارادہ کیا، وضو کر کے آئے پھر کھانے لگے تو یہ کھانا قاطع نیت ہے، اس لئے دوبارہ نیت ضروری ہوگی، اور اگر نماز کے ارادہ ہی سے وضوء کیا، وضو کر کے مسجد آئے اور نماز شروع کر دی، نیت کی تجدید نہیں کی، تو وہی پہلی نیت کافی ہو جائے گی، اس لئے کہ، چونکہ اس کا چلنا اور آنا بھی نماز ہی کی طرف تھا، تو اس کا یہ فعل نماز کی نیت کے لئے قاطع نہیں ہوا۔ (۳)

دوسرے بعض صورتوں کو اولیٰ عبادت میں نیت کی شرط سے مستثنیٰ کیا گیا ہے، ان میں ایک روزہ ہے، روزہ کا ابتدائی وقت

منوی کی صفت کا متعین کرنا

نیت سے متعلق ایک مسئلہ ”منوی“ (جس کی نیت کی جارہی ہو) کی ”صفت“ متعین کرنے کا ہے، یعنی یہ فرض ہے یا نفل، اور اداء ہے یا قضاء؟ چنانچہ نماز میں فرائض اور واجبات کے بارے میں تعین ضروری ہے، نوافل اور سنتیں مطلق نیت سے بھی ادا ہو جاتی ہیں، رمضان کے روزہ میں فرض کی تعین ضروری نہیں، مطلق نیت کافی ہے، زکوٰۃ میں فرض کی نیت ضروری ہے، جس شخص پر حج فرض باقی ہو اس کے لئے حج کی نیت کافی ہے، کفارہ اور قضاء کے روزوں میں تعین ضروری ہے، کسی مکروہ کے ارتکاب یا ترک واجب کے لئے نماز لوٹائی جائے تو یہ نیت ضروری ہے کہ یہ نماز جبر و تلافی کی ہے۔ (۱)

ایک فعل میں دو عبادتوں کی نیت

ایک فعل میں دو عبادتوں کی نیت کی جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں، جو فعل و مسائل کے قبیل سے ہو، تو نیت میں دونوں کو جمع کرنا درست ہے، جیسے جمعہ کے دن غسل کرے اور نیت دفع جنابت کے لئے ہو، اور جمعہ کے دن غسل ادا کرنے کی سنت ادا کرنا بھی مقصود ہو تو یہ دونوں ہی باتیں صحیح ہوں گی، پاکی بھی حاصل ہو جائے گی اور سنت بھی ادا ہو جائے گی، کیونکہ غسل وسیلہ ہے نہ کہ مقصود۔

اور اگر وہ فعل مقاصد میں سے ہو نہ کہ وسائل میں سے، تو اگر دونوں نفل ہیں تو یہ عمل دونوں کی طرف سے کفایت کر جائے گا، جیسے فجر کے وقت مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی اور اس سے سنت فجر کی بھی نیت کی اور تحیۃ المسجد کی بھی، تو دونوں سنتیں ادا ہو جائیں گی، — اگر فرض اور کسی نفل کی نیت کی یا دو فرائض کی نیت کی تو ان صورتوں میں اختلاف ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلی صورت میں فرض ادا ہو گا نہ کہ نفل، اور امام محمدؒ کے نزدیک نہ فرض ادا ہو گا اور

(۲) حوالہ سابق ۴۱-۴۰

(۱) ملخص از: الأشباه والنظائر ۳۷-۳۶

(۳) حوالہ سابق ۴۳-۴۲

نیت کا تلفظ ضروری نہیں، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ پھر زبان سے تلفظ کا حکم کیا ہے؟ یہ مستحب ہے یا مسنون ہے یا مکروہ؟ فقہاء میں بعض مشائخ نے زبان سے نیت کو مکروہ قرار دیا ہے، علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ سے کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے نیت کا تلفظ ثابت نہیں، اور ابن امیر الحاج کا بیان ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی سے بھی نیت کا تلفظ ثابت نہیں، بعض اہل علم نے زبان سے نیت کو مسنون خیال کیا ہے، اور قنیه اور مجتبیٰ میں ہے کہ زبان سے تلفظ مستحب ہے، (۳) ڈاکٹر زحلی نے نقل کیا ہے کہ عام طور پر حنفیہ، شوافع اور حنابلہ زبان سے بھی نیت کے تلفظ کو بہتر سمجھتے ہیں، اور مالکیہ کے نزدیک نیت کو زبان سے ادا نہیں کرنا بہتر ہے، (۴) صاحب ہدایہ کا خیال ہے کہ جن لوگوں کی قوت ارادی کمزور ہو اور نیت میں جماؤ نہ پیدا ہوتا ہو، ان کے لئے زبان سے نیت کا ادا کر لینا بہتر ہے، (۵) گویا جن لوگوں کو قوت ارادی حاصل ہے، اور ارادہ و خیال میں ارتکاز ہو، ان کے لئے صرف دل سے قصد و ارادہ کرنے پر اکتفاء کر لینا بہتر ہے، خیال ہوتا ہے کہ یہ قول زیادہ قرین صواب اور قرین مصلحت ہے۔ واللہ اعلم

نیت کے درست ہونے کی شرطیں

نیت کے درست اور معتبر ہونے کے لئے کچھ شرطیں تو وہ ہیں جو مخصوص افعال یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ سے متعلق ہیں، اور کچھ شرطیں عمومی نوعیت کی ہیں، جو ہر عمل کی نیت کے ساتھ ضروری ہیں، یہ چار ہیں :

(۱) مسلمان ہونا — اس لئے کافر کی نیت کا اعتبار نہیں۔ اگر کافر حالت کفر میں تیمم کر لے اور پھر مسلمان ہو تو اس تیمم سے

طلوع صبح ہے، یہ نیند کا وقت ہوتا ہے، اس لئے اگر اس وقت نیت کو ضروری قرار دیا جاتا تو سخت دشواری کا باعث ہوتا، اس لئے قبل از وقت بھی نیت کی جاسکتی ہے، — اسی طرح حج کی نیت احرام باندھتے وقت ہی کر لی جاتی ہے، حالانکہ حج کے افعال بعد میں انجام دیئے جاتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے یہ عمل اسی طرح منقول ہے۔

زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر میں بھی فقیر کو مال حوالہ کرتے وقت ہی نیت کرنا ضروری نہیں، اگر زکوٰۃ کی نیت سے مال الگ کر دیا گیا، اور اس میں فقراء کو دیا جاتا رہا یا زکوٰۃ کا مال کسی شخص کے حوالہ کر دے کہ وہ اسے حسب ضرورت فقراء پر تقسیم کرے، تو گو فقراء کو ادا کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں کی جا رہی ہے، حالانکہ وہی وقت عبادت ہے، اس لئے اسی وقت میں نیت کی جانی چاہئے، لیکن یہ صورت بھی اول وقت میں نیت کے حکم سے مستثنیٰ ہے۔ (۱)

زبان سے نیت کا تلفظ

نیت کی جو تعریف اوپر کی گئی ہے، اسی سے یہ بات ظاہر ہے کہ نیت قلب کا فعل ہے نہ کہ زبان کا، اس لئے اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ قلب کی شرکت کے بغیر محض زبان سے نیت کا اظہار کافی نہیں، زبان سے کسی عبادت کی نیت کا تلفظ کر لیا لیکن قلب میں اس کا کوئی استحضار نہیں تو ایسی نیت ناکافی ہے، اسی لئے اگر زبان سے تکلم اور دل کے ارادہ میں فرق ہو، دل میں خیال ہو کہ عصر کی نماز ادا کر رہا ہے، اور زبان سے نیت کرتے ہوئے ظہر کا نام لیا تو اعتبار دل کے ارادہ کا ہو گا نہ کہ زبان کے تلفظ کا۔ (۲)

اسی لئے اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ کسی بھی عبادت میں

(۲) الأشباه والنظائر ۳۶-۳۵

(۳) الفقہ الإسلامی وأدلته ۹۸/۹

(۱) دیکھئے: الفقہ الإسلامی وأدلته ۱۰۷-۱۰۷/۹

(۳) حوالہ سابق ۴۸

(۵) دیکھئے: الأشباه والنظائر ۴۸

نہیں ہوگی، اسی طرح اگر کوئی شخص تیس شعبان کو یہ سوچ کر روزہ کی نیت کرے کہ اگر کل تیس شعبان ہو تو میں شعبان کا روزہ رکھتا ہوں، تو ایسے تذبذب سے کی جانے والی نیت معتبر نہیں ہوگی، اور وہ روزہ دار نہیں ہوگا۔ (۱)

(مختلف عبادات اور افعال میں نیت کی کیا حیثیت ہے؟ ان ہی افعال و عبادات کے ذیل میں اس کا ذکر آ گیا ہے، اس لئے یہاں اس کا ذکر طول کلام کا باعث ہوگا، ویسے نیت کے سلسلہ میں مزید تفصیلات کے لئے علامہ ابن نجیم حنفی اور جلال الدین سیوطی کی الأشباہ والنظائر اور موجودہ دور کے اہل علم میں ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد: ۹ ملاحظہ کی جاسکتی ہیں)۔



نماز نہیں پڑھ سکتا، کیونکہ تیمم کے لئے نیت ضروری ہے، اور کافر کی نیت غیر معتبر ہے، البتہ حنفیہ کے یہاں وضوء و غسل میں نیت ضروری نہیں، اس لئے حالت کفر کا وضوء و غسل معتبر ہے۔

(۲) میٹرز یعنی باشعور ہونا، چنانچہ ایسے بچہ کی نیت معتبر نہیں جو اس عبادت کا شعور نہ رکھتا ہو، یہی حکم مجنون کا ہے اور اس شخص کا بھی جو نشہ کی حالت میں ہو۔

(۳) جس چیز کی نیت کر رہا ہو اس سے آگاہ ہونا، مثلاً ایک شخص نماز کے فرض ہونے ہی سے واقف نہیں، اگر ایسا شخص نماز کی نیت کرے تو ظاہر ہے کہ نیت معتبر نہیں ہوگی، بعض اہل علم نے اس سے حج کو مستثنیٰ کیا ہے، کیونکہ حج میں مبہم احرام بھی درست ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے احرام باندھا تھا کہ اس حج کی نیت کرتا ہوں جس حج کی نیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس استثناء کی بھی ضرورت نہیں، کیونکہ حضرت علی حج کی فرضیت سے تو واقف تھے، ابہام صرف حج کی نوعیت میں تھا، اور چونکہ حج کی نیت اور افعال حج میں کافی فاصلہ ہوتا ہے، اس لئے تعیین کی گنجائش باقی رہتی ہے، غالباً اسی لئے حج کے معاملہ میں منوی کی تعیین میں تاخیر کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

(۴) نیت اور اس عمل کے درمیان کوئی منافی عمل نہ پایا جائے، اسی لئے اگر خدا نخواستہ نیت کرنے کے بعد مرتد ہو جائے، اور پھر فوراً ہی تائب ہو، تو ارتداد کے درمیان میں آجانے کی وجہ سے پہلی نیت غیر معتبر ہوگی، اگر نیت میں تردد کی کیفیت ہو اور اس عمل کے بارے میں عزم اور جزم مفقود ہو تو اس کو بھی اہل علم نے منافی نیت عمل شمار کیا ہے، مثلاً ایک شخص خدمت کی غرض سے خادم خریدے اور نیت کرے کہ بہتر نفع آجائے گا تو اسے فروخت کر دیں گے، تو یہ مال تجارت شمار نہیں ہوگا اور اس میں زکوٰۃ واجب

(۱) الأشباہ والنظائر لابن نجیم ۵۲-۵۸

واجب

جائے، اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا، اور واجب کا ثبوت دلیل ظنی سے ہوتا ہے، اسی لئے اس کے منکر کو کافر قرار نہیں دیا جاتا، فرض اور واجب کے درمیان یہ فرق فقہاء حنفیہ کے نزدیک ہے، جمہور کے یہاں واجب کی اصطلاح نہیں، ان کے یہاں فرض اور واجب ایک ہی ہے۔ (۲)

واشمہ

واشمہ کا لفظ ”وشم“ سے ماخوذ ہے، ”وشم“ کے معنی گودنے کے آتے ہیں، یعنی عورتیں ہاتھ کی پشت یا جسم کے کسی اور حصہ پر سوئی چھوتی تھیں جس سے خون نکل آتا، پھر اسی جگہ چونا یا سرمہ بھر دیتیں اس طرح کچھ سبز نقوش قائم ہو جاتے، یہ گویا اس زمانے کا فیشن تھا، رسول اللہ ﷺ نے گودنے والی اور گودانے والی دونوں پر لعنت فرمائی ہے، (۳) امام نوویؒ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ گودنا اور گودانا اور گودنے کی خواہش کرنا تینوں ہی باتیں حرام ہیں، اگر چھوٹی بچی کو بڑے لوگ گودائیں، تو نابالغ چونکہ غیر مکلف ہے، اس لئے اسے تو گناہ نہیں ہوگا، لیکن جن لوگوں نے گودا ہو وہ گناہ گار ہوں گے، امام نوویؒ نے لکھا ہے، کہ شوافع کے نزدیک وہ جگہ ناپاک ہو جائے گی، اور زیادہ مشقت کے بغیر اگر اس کو دور کرنا ممکن ہو تو دور کرنا واجب ہوگا۔ (۴)

وتر

عربی زبان میں ”وتر“ طاق عدد کو کہتے ہیں، نمازیں عام طور پر جفت عدد میں رکھی گئی ہیں دو رکعت یا چار رکعت، لیکن اس سے دو نمازوں کا استثناء ہے ایک مغرب اور دوسرے وتر، روایتوں میں پیغمبر اسلام ﷺ نے نماز وتر کو نماز مغرب سے تشبیہ دی ہے۔ (۵)

واجب کے لغوی معنی ضروری کے ہیں، فقہ کی اصطلاح میں جس بات کا ضروری ہونا ظنی دلیل سے ثابت ہو، اسے ”واجب“ کہتے ہیں، دلیل ظنی سے مراد خبر واحد کے درجہ کی حدیث یا قیاس وغیرہ ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ واجب کو کرنا باعث اجر و ثواب ہے، اور اس کو بلا عذر ترک کر دینا باعث گناہ، جو شخص واجب کا انکار کرتا ہو، وہ کافر تو نہیں ہوگا، لیکن گمراہ قرار دیا جائے گا۔ (۱)

واجب کی دو قسمیں ہیں، واجب علی الکفایہ اور واجب علی العین، جو عمل ہر شخص پر انفرادی حیثیت سے ضروری ہو، تو اسے واجب علی العین کہتے ہیں، جیسے وتر کی نماز، اور جو عمل انفرادی حیثیت سے واجب نہ ہو، اجتماعی حیثیت سے واجب ہو، یعنی اگر کچھ لوگ اسے انجام دے دیں تو دوسرے لوگ ترک واجب کے گناہ گار نہ ہوں، تو یہ واجب علی الکفایہ ہے، جیسے: بعض اہل علم کے نزدیک دعوت دین کا کام۔

واجب کی ایک اور تقسیم کی گئی ہے، واجب معین اور واجب مخیر، اگر ایک ہی فعل کے کرنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے تو اسے واجب معین کہتے ہیں، جیسے: عیدین، اور اگر چند باتوں میں اختیار دیا گیا ہو کہ ان میں سے کسی ایک کو کر لیا جائے تو یہ واجب مخیر ہے، ایسی صورت میں ان میں سے کوئی ایک فعل بھی انجام دے دے، تو ترک واجب کے گناہ سے بچ جائے گا۔

واجب اور فرض میں فرق یہ ہے کہ فرض کا ثبوت قطعی اور یقینی دلیل سے ہوتا ہے، جیسے: قرآن مجید، حدیث متواتر اور اجماع امت، اسی لئے جو شخص اس کا کسی مناسب تاویل کے بغیر انکار کر

(۱) کتاب التعریفات ۲۷۷

(۲) مسلم ۲۰۵/۲، باب تحریم الواصلة، کتاب اللباس

(۳) مجمع الزوائد ۲۳۲/۲

(۴) ارشاد الفحول ۶/۱

(۵) شرح مسلم للنووی ۲۰۵/۲

نام عن وتره اونسیہ فلیصلہ اذا اصبح او ذکرہ۔ (۷)
 (۳) حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز کا اضافہ فرمادیا ہے، جو سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے، ان اللہ امدکم بصلاة ہی خیر لکم من حمر النعم“۔ (۸)

اس طرح کی اور روایات بھی ہیں جن سے حنفیہ کے نقطہ نظر کو تقویت پہنچتی ہے — خیال ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان تو واجب اور مسنون ہونے کا اختلاف حقیقی ہے، لیکن امام صاحب اور ائمہ ثلاثہ کے درمیان تعبیر اور اصطلاح کا اختلاف ہے، چونکہ امام صاحب کے نزدیک فرض اور سنت موکدہ کے درمیان ایک درجہ واجب کا ہے، اس لئے جو احکام فرض سے کم درجہ موکدہ ہوتے ہیں، امام صاحب ان کو واجب سے تعبیر کرتے ہیں، دوسرے فقہاء کے نزدیک فرض اور سنت موکدہ کے درمیان کوئی اور درجہ نہیں، اس لئے یہ حضرات اس کو سنت موکدہ ہی کہتے ہیں، چنانچہ علامہ ابن قدامہ نے وتر کو سنن موکدہ میں بھی سب سے موکدہ سنت قرار دیا ہے، الوتر آکد وهو اصح، (۹) اور امام احمد سے نقل کیا ہے:

من ترک الوتر عمدا فهو رجل سوء ولا

ینبغی ان تقبل له شهادة. (۱۰)

جس نے قصداً وتر چھوڑ دی وہ بدترین آدمی ہے،

اور اس کی گواہی بھی قبول نہیں کی جانی چاہئے۔

اس تاکید و اہتمام سے ظاہر ہے کہ ان حضرات کے نزدیک

بھی وتر کا وہی درجہ ہے جو امام ابوحنیفہ کے یہاں ہے۔ واللہ اعلم

فی الجملہ وتر کی نماز کے مطلوب ہونے پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، لیکن یہ کس درجہ کا مطلوب ہے؟ اس سلسلہ میں اور متعدد دوسری تفصیلات میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے، مشہور محقق اور صاحب علم مولانا محمد یوسف بنوری نے نماز وتر کی بابت سترہ امور میں اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ (۱)

نماز وتر واجب ہے، یا مسنون؟

نماز وتر واجب ہے یا مسنون؟ اس سلسلہ میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا نقطہ نظر یہ ہے کہ نماز وتر واجب نہیں، بلکہ سنت موکدہ ہے، (۲) یہی رائے فقہاء حنفیہ میں ابو یوسف اور امام محمد کی ہے، (۳) خود امام ابوحنیفہ سے تین روایتیں نقل کی گئی ہیں، حماد بن زید نے وتر کا فرض ہونا نقل کیا ہے، یوسف بن خالد سمتی نے وجوب کا قول نقل کیا ہے، اور نوح بن مریم مروزی نے نقل کیا ہے، کہ آپ وتر کے سنت ہونے کے قائل تھے، (۴) تاہم قول مشہور وتر کا واجب ہونا ہے، شریب اللہ نے لکھا ہے، کہ یہی صحیح اور امام صاحب کا آخری قول ہے۔ (۵)

حنفیہ نے ان روایات کو پیش نظر رکھا ہے:

(۱) حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ

رضی اللہ عنہ نے تین بار ارشاد فرمایا کہ ”وتر حق ہے، جو وتر نہ پڑھے وہ ہم

میں سے نہیں“ الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا۔ (۶)

(۲) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ

رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بھول یا نیند کی وجہ سے جس کی نماز وتر فوت ہو جائے

اسے چاہئے کہ صبح میں یا جب بھی یاد آئے اس نماز کو ادا کر لے، من

(۱) دیکھئے: معارف السنن ۱۶۶/۳

(۳) بدائع الصنائع ۲۷۰/۱

(۵) مراقی الفلاح ۲۰۵

(۷) سنن دارقطنی ۲۲/۲ ”من نام عن وتره او نسیه“

(۹) المغنی ۲۵۳/۱

(۲) شرح مہذب ۱۲/۳، المغنی ۲۵۲/۱

(۳) حوالہ سابق

(۶) ابوداؤد ۲۰۱/۱، باب فیمن لم یوتر

(۸) ترمذی: باب ماجاء فی فضل الوتر

(۱۰) حوالہ سابق

وتر کی رکعات

وتر کی رکعات کے بارے میں بھی اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وتر کی رکعات متعین ہیں کہ وتر ایک سلام اور دو تشہد کے ساتھ تین رکعت ادا کی جائے گی، (۱) کیونکہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ ”صلاة اللیل“ نہیں پڑھتے تھے، پہلے چار پھر چار تہجد کی اور اس کے بعد تین رکعت وتر کی (۲) ترمذی نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کا معمول مبارک تین رکعت وتر ادا کرنے کا تھا، تین رکعتوں میں مفصلات کی نو سورتیں پڑھا کرتے تھے، کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث، (۳) حضرت عائشہؓ کی ایک روایت اس سلسلہ میں بہت ہی واضح ہے، آپؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین یا دس اور تین رکعتیں پڑھتے تھے، (۴) گویا نماز تہجد کی تعداد میں کمی بیشی ہوا کرتی تھی، نماز وتر کی تعداد ایک ہی رہتی تھی۔

اس نقطہ نظر کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں وتر میں پڑھی جانے والی سورتوں کی بابت آپ ﷺ کا معمول مبارک نقل کیا گیا ہے، جن میں تین سورتوں کا ذکر کیا گیا ہے، اور کہا گیا ہے کہ ہر رکعت میں ایک سورت کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (۵)

مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ایک رکعت سے لے کر گیارہ رکعت تک کسی بھی طاق عدد میں نماز وتر ادا کی جاسکتی ہے (۶) اسی بناء پر ائمہ کبار کے نزدیک تین رکعت کو دو سلام کے ساتھ ادا کرنا بھی درست ہے، پہلا سلام دو رکعت پر اور دوسرا سلام تیسری

رکعت پر، البتہ فقہاء شوافع نے صراحت کیا ہے کہ ایک ہی سلام سے تین رکعت پڑھنا افضل ہے، بالخصوص اس شخص کے لئے جو امامت کر رہا ہوتا کہ فقہاء کے اختلاف سے بچتے ہوئے نماز درست ہو جائے (۷) امام مالکؒ کے نزدیک بھی یہی قول راجح ہے، کیونکہ انہوں نے ایک رکعت وتر کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہمارے یہاں اس پر عمل نہیں، کم سے کم نماز وتر تین رکعت ادا کی جائے گی، ولیس علی هذا العمل عندنا ولكن ادنی الوتر ثلاث. (۸)

ان حضرات نے ان روایات سے استدلال کیا ہے، جن میں ایک، تین، پانچ، سات یا اس سے زیادہ رکعات وتر کا عمل نبوی ﷺ نقل کیا ہے، (۹) — حنفیہ کا خیال ہے کہ جن روایتوں میں تین سے زیادہ رکعتوں کا ذکر ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ نماز تہجد اور نماز وتر ملا کر اتنی رکعتیں ادا کرتے تھے، اس لئے کہ اس بات سے سمجھوں کو اتفاق ہے کہ احادیث میں متعدد مواقع پر نماز تہجد کے لئے بھی وتر کا لفظ استعمال ہوا ہے، اور جہاں ایک رکعت سے وتر ادا کرنے کا ذکر ہے وہاں یہ مراد ہے کہ وتر خواہ تین رکعت پڑھی جائے لیکن وہ وتر بنتی ہے ایک ہی رکعت سے، اگر ایک رکعت نہ ملائی جائے تو یہ جفت عدد ہے گانہ کہ طاق۔

نماز وتر کا طریقہ

وتر کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ تینوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائی جائے، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ عام طور پر

(۱) بدائع الصنائع ۲/۱

(۳) ترمذی ۸۶/۱

(۵) ترمذی ۸۶/۱، باب ماجاء فیما یقرأ فی الوتر

(۷) شرح مہذب ۱۳/۳

(۹) ترمذی شریف ۱۰۳۱-۱۰۶۱، ابوداؤد شریف ۲۰۱/۱، ابن ماجہ ۸۲/۱-۸۳

(۲) بخاری ۱۵۲/۱

(۳) ابوداؤد ۱۹۳/۱، باب فی صلاة اللیل

(۶) شرح مہذب ۱۲/۳، المغنی ۲۵/۱

(۸) موطا امام مالک ۱۱۰، باب الأمر بالوتر

نزدیک وتر میں صرف رمضان المبارک کے آخری نصف میں ہی
دُعاءِ قنوت ہے۔ (۸)

وتر کی نماز عام دنوں میں تنہا تنہا ادا کی جائے گی، البتہ صرف
رمضان المبارک میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا مستحب ہے، اس
میں اختلاف ہے کہ اگر جماعت سے ادا کرنے میں ابتداء شب
میں وتر پڑھنی پڑے اور آخر شب میں پڑھنے کی صورت میں تنہا وتر
ادا کرنی پڑے تو دونوں میں افضل کون ہے؟ قاضی خان نے
جماعت سے پڑھنے کو ترجیح دی ہے اور دوسرے مشائخ نے آخر
شب میں پڑھنے کو۔ (۹)

دُعاءِ قنوت

نماز وتر میں مخصوص الفاظ ہی میں دُعاءِ قنوت پڑھنا ضروری
نہیں، کوئی بھی دُعاء جو قرآن و حدیث سے مشابہ ہو کی جاسکتی ہے،
قیل لیس فیہ دعاء موقت، (۱۰) لیکن جو دُعاء اس موقع پر پڑھنا
منقول ہو اس کا پڑھنا بہتر ہے، اس موقع کے لئے مختلف دُعائیں
منقول ہیں، علامہ حلبی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (۱۱)
حنفیہ کے یہاں اس دُعاء کو ترجیح ہے جو حضرت عبداللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، اس دُعاء کے الفاظ اس طرح ہیں :

اللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغِيْبُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ
بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُشْنِيْ عَلَيْكَ
الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ
وَنَتْرِكُ مِنْ يَفْجُرُكَ ، اللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ

وتر کی پہلی رکعت میں ”سبح اسم ربك الاعلى“ دوسری
رکعت میں سورہ کافرون اور تیسری رکعت میں سورہ اخلاص کی
تلاوت فرمایا کرتے تھے، (۱) اس لئے ان سورتوں کی تلاوت بہتر
ہے، تاہم گاہے گاہے، دوسری سورتیں بھی پڑھ لیا کرے تاکہ یہ نہ
محسوس ہو کہ ان ہی سورتوں کی تلاوت واجب ہے۔

دوسری رکعت میں قعدہ اولی واجب ہے، اس قعدہ میں
صرف تشہد پڑھنے پر اکتفا کرے گا، تیسری رکعت میں ثناء پڑھنے کی
ضرورت نہیں، جب قراءت سے فارغ ہو تو کانوں تک ہاتھ
اٹھائے، ”اللہ اکبر“ کہے، اور ہاتھ باندھ لے اور دُعاءِ قنوت پڑھے،
دُعاء کے بعد رکوع کرے اور بقیہ نماز عام نمازوں کی طرح پوری
کرے، حنفیہ کے یہاں اسی طرح سال بھر نماز وتر میں دُعاءِ قنوت
پڑھی جائے گی، (۲) حنفیہ کا استدلال حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی
روایت سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رکوع سے پہلے نماز وتر میں
دُعاءِ قنوت پڑھنے کا تھا، (۳) علقمہ نے حضرت عبداللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے نقل کیا ہے کہ یہ حضرات
وتر میں رکوع سے پہلے دُعاءِ قنوت پڑھتے تھے، (۴) نیز حضرت حسن
کی روایت میں رمضان اور غیر رمضان کی قید کے بغیر نماز وتر میں
دُعاءِ قنوت پڑھنے کی ہدایت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر موجود ہے۔ (۵)

حنابلہ کے نزدیک بھی سال بھر نماز وتر میں دُعاءِ قنوت پڑھی
جائے گی، البتہ دُعاءِ قنوت رکوع سے اٹھنے کے بعد پڑھے گا، تاہم
اگر پہلے بھی پڑھ لے تو جائز ہے، (۶) امام شافعی کے نزدیک بھی
دُعاءِ قنوت رکوع کے بعد ہی پڑھی جائے گی، (۷) البتہ ان کے

(۲) ملخص از : مراقی الفلاح وطحاوی ۲۰۶-۲۰۵

(۳) آثار السنن ۱۶۸

(۴) المغنی ۲۸۱-۲۴۷

(۸) حوالہ سابق ۲۴۴

(۱۰) کبیری ۳۹۷

(۱) ترمذی ۸۶/۱، باب ماجاء فیما یقرأ فی الوتر

(۳) ابن ماجہ ۸۳، نسائی ۲۴۸/۱

(۵) ترمذی، باب ماجاء فی القنوت فی الوتر

(۷) شرح مہذب ۱۵/۳

(۹) مراقی الفلاح ۲۱۱

(۱۱) حوالہ سابق ۹۸-۳۹۷

دُعائِ قنوت کے سلسلہ میں فقہاء حنفیہ کے یہاں صحیح قول یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں ہی آہستہ سے دُعائِ قنوت پڑھیں گے، البتہ اگر مقتدی حضرات دُعائِ قنوت سے واقف نہ ہوں تو گاہے گاہے امام کا زور سے دُعائِ قنوت پڑھنا مستحب ہے، استحباب للامام الجہر بہ فی بلاد العجم لیتعلموا - (۵)

ظاہر ہے اس کا تعلق رمضان المبارک سے ہے جب جماعت سے وتر پڑھنا بہتر ہے، تاہم بعض مشائخ نے جہراً دُعائِ قنوت پڑھنے کو بہتر قرار دیا ہے، (۶) بہر حال اگر امام زور سے دُعائِ قنوت پڑھے تو مقتدی کو اختیار ہے کہ یا تو آہستہ دُعائِ قنوت پڑھے یا امام کی دُعائِ پر آمین کرتا جائے یا خاموش رہے، البتہ مقتدی دُعائِ قنوت پڑھے یا آمین کہے، آواز پست رکھے۔ (۷)

اگر دُعائِ قنوت پڑھنا بھول گیا اور رُکوع میں یا رُکوع سے اٹھنے کے بعد یاد آیا تو اب دُعائِ قنوت نہ پڑھے اور سجدہ سہو کر لے، اگر رُکوع سے اٹھنے کے بعد فوت شدہ دُعائِ قنوت پڑھ ہی لے تو اب رُکوع کے اعادہ کی ضرورت نہیں، صرف سجدہ سہو کر لینا کافی ہے، (۸) اگر مقتدی کے دُعائِ قنوت شروع کرنے یا مکمل کرنے سے پہلے ہی امام صاحب رُکوع میں چلے جائیں، تو اگر دُعائِ قنوت پڑھ کر امام کو رُکوع میں پانا ممکن ہو تو دُعائِ قنوت پوری کر کے پھر رُکوع میں جائے اور اگر رُکوع کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو امام کی اتباع کرتے ہوئے اس کے ساتھ ہی رُکوع میں چلا جائے، نیز اگر امام نے دُعائِ قنوت چھوڑ دی اور رُکوع میں چلا گیا، تب بھی مقتدی کے لئے یہی حکم ہے کہ اگر دُعائِ قنوت پڑھ کر رُکوع میں امام کو پانے کی امید ہو تو دُعائِ قنوت پڑھ لے ورنہ چھوڑ دے، (۹) — اگر وتر کی

ولک نصلی، ونسجد والیک نسعی ونسجد ونرجو رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک بالکفار ملحق . (۱)
اے اللہ! ہم آپ سے مدد کے طلب گار اور مغفرت کے خواست گار ہیں، آپ ہی پر ایمان رکھتے ہیں، بھروسہ آپ ہی پر ہے، ہر طرح کی تعریف سے آپ کی ستائش کرتے ہیں، آپ کے شکر گزار ہیں، ناشکری نہیں کرتے، جو آپ کا نافرمان ہو ہم اس سے الگ ہیں، اور اسے چھوڑتے ہیں، الہا! ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، آپ ہی کے لئے نماز اور سجدہ کرتے ہیں، اور آپ ہی کی طرف دوڑتے ہیں، ہم آپ کی عبادت کے لئے چستی کے ساتھ مستعد ہیں، آپ کی رحمت کے امیدوار ہیں، اور آپ کے عذاب سے ترساں، بیشک آپ کا عذاب کافروں پر ہوگا۔

بہتر ہے کہ اس دُعائِ کے ختم پر ”وصلی اللہ علی النبی والہ وسلم“ بھی پڑھ لئے، نسائی میں دُعائِ قنوت کے آخر میں درود وارد ہوا ہے، اور اسی لے فقیہ ابواللیث نے اسی کو اختیار کیا ہے (۲) — دُعائِ قنوت یاد نہ ہو تو ”ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار“ پڑھنا چاہئے، بعض اہل علم نے لکھا ہے، کہ کم سے کم تین دفعہ ”اللہم اغفر لی“ (اے اللہ! مجھے معاف فرما دیجئے) ہی پڑھ لے، (۳) صدر الشہید نے صرف ”یاربی یاربی یاربی“ پڑھنے کو کہا ہے۔ (۴)

(۱) مراقی الفلاح علی حاشیہ الطحطاوی ۲۰۷

(۳) کبیری ۳۹۸

(۵) مراقی الفلاح ۲۰۹

(۷) کبیری ۲۰۳

(۹) ملخص از: مراقی الفلاح ۲۱۱

(۲) حوالہ سابق ۲۰۹

(۳) مراقی الفلاح ۲۱۰

(۶) دیکھئے: بدائع الصنائع ۲۷۴/۱

(۸) مراقی الفلاح ۲۱۱

تیسری رکعت کے رکوع میں امام کو پائے تو وہ حکماً دُعاءِ قنوت کا پانے والا تصور کیا جائے گا، یعنی جب وہ فوت شدہ رکعتوں کو ادا کرے تو دُعاءِ قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ (۱)

اسی طرح اگر کوئی شخص مسبوق ہو اور وتر کی تیسری رکعت میں امام کو پائے تو امام کے ساتھ دُعاءِ قنوت پڑھے گا، پھر بعد میں دُعاءِ قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ (۲)

فجر میں دُعاءِ قنوت

دُعاءِ قنوت سے متعلق ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اگر نماز فجر میں امام دُعاءِ قنوت پڑھے جیسا کہ شوافع کا مسلک ہے تو حنفی مقتدی کو اس موقع پر کیا کرنا چاہئے؟ — اس سلسلہ میں حنفیہ کے تین قول ہیں، ایک یہ کہ مقتدی خاموش کھڑا رہے، یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی طرف منسوب ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ امام کی اتباع کرے یعنی دُعاءِ قنوت پڑھے یا آمین کہے، یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے، تیسرا قول (جس کو صیغہ ترمیض سے نقل کیا گیا ہے) یہ ہے کہ اس وقت امام کی مخالفت کے اظہار کے لئے مقتدی بیٹھ جائے، (۳) ان میں سے تیسرا قول تو ضعیف ہے، پہلے قول کو عام طور پر مشائخ نے ترجیح دی ہے، (۴) — تاہم امام ابو یوسفؒ کا قول اصول دین سے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے، نیز اس کی تائید فقہاء احناف کے اس قول سے بھی ہوتی ہے، کہ اگر عید میں غیر حنفی امام ہو اور چھ سے زیادہ تکبیرات زاوئد کہے تو مقتدی کو امام کی اتباع کرنی چاہئے۔ واللہ اعلم

نماز وتر کا وقت

نماز وتر کا ایک تو وقت مستحب ہے اور ایک اصل وقت،

مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک وتر کا وقت نماز عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک ہے، اگر عشاء سے پہلے وتر پڑھ لی تو نماز عشاء کے بعد وتر کا اعادہ کرنا ہوگا، خواہ قصداً پہلے پڑھا ہو یا سہواً (۵) حنفیہ کے نزدیک جو وقت نماز عشاء کا ہے وہی پورا وقت وتر کا بھی ہے، البتہ ترتیب کے اعتبار سے وتر کو بعد میں پڑھنا واجب ہے، قصداً عشاء سے پہلے پڑھ لینا جائز نہیں، لہذا حنفیہ کے نزدیک اگر وتر عشاء سے پہلے پڑھ لی، لیکن اس میں اس کے قصد و ارادہ کو دخل نہ ہو تو وتر ادا ہو جائے گی، مثلاً، کسی کو بے وضوء ہونا یاد نہ تھا چنانچہ اس نے اسی حالت میں عشاء پڑھ لی، نماز عشاء کے بعد ناقض وضوء پیش آیا اور وضوء کرنے کے بعد نماز وتر ادا کی پھر بعد میں یاد آیا کہ اس نے نماز عشاء بغیر وضوء کے پڑھی تھی، تو صرف نماز عشاء لوٹائے گا نہ کہ وتر، اور دوسرے فقہاء کے نزدیک نماز وتر لوٹانی ہوگی۔ (۶)

وتر ادا کرنے کا مستحب وقت آخر شب ہے، (۷) چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تہجد کی نماز دو دو رکعت پڑھی جائے اور جب صبح ہونے کا اندیشہ ہو تو وتر ادا کر لو، صلاة اللیل مثنی مثنی فاذا خشیت الصبح فاوتر برکعة، (۸) یہی رائے مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کی بھی ہے۔ (۹)



”وجہ“ کے معنی چہرہ کے ہیں، چہرہ کی کیا حدود ہیں؟ اس کا ذکر ”وضوء“ کے ذیل میں آچکا ہے، وضوء میں چہرہ کا دھونا فرض ہے، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: وضوء)

چہرہ انسان اور حیوان کے لئے سب سے زیادہ قابل احترام

- (۲) کبیری ۳۰۲-۳۰۱
(۳) مراقی الفلاح ۲۱۰
(۶) بدائع الصنائع ۲۷۲/۱
(۷) بخاری شریف ۱۳۵/۱

- (۱) ملخص از: مراقی الفلاح ۲۱۱
(۳) کبیری ۳۰۳
(۵) المغنی ۲۵۲/۱
(۷) حوالہ سابق

(۹) شرح مہذب ۱۲۲/۲، المغنی ۲۵۲/۱، الشرح الصغیر ۲۲۳/۱

صاحب مال کو ”مودع“ (دال کے زیر کے ساتھ)، جس کو امین بنایا جائے اس کو ”مودع“ (دال کے زیر کے ساتھ) اور مال امانت کو ”ودیعت“ کہتے ہیں۔

ودیعت کا ثبوت

ودیعت کا ثبوت کتاب اللہ سے بھی ہے، سنت رسول ﷺ سے بھی اور اجماع سے بھی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ امانتیں ان کے مالکان کے حوالہ کر دو (النساء : ۵۸) ایک اور موقعہ پر ارشاد ہوا کہ جب تم میں سے ایک شخص نے دوسرے پر اعتماد کیا ہے یعنی اپنی امانت اس کے پاس رکھی ہے، تو اسے بھی اس کا لحاظ چاہئے اور صاحب امانت کو اس کی امانت واپس کر دینی چاہئے، (البقرة : ۲۸۳) اس کے علاوہ قرآن مجید نے ایک اصولی حکم دیا ہے کہ اچھے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کریں، تعاونوا علی البر والتقوی، (المائدہ : ۲) اور ظاہر ہے کہ کسی کے سامان کی حفاظت اور دیانت کے ساتھ واپسی بھی اسی قبیل سے ہے۔

حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص تمہارے پاس امانت رکھے، اس کی امانت کو واپس کرو اور جو تمہارے ساتھ خیانت کا ثبوت دے اس کے ساتھ خیانت کا معاملہ نہ کرو، اذ الامانة الی من ائتمنک ولا تخن من خانک، (۹) نیز خود رسول اللہ ﷺ کے پاس ہجرت کے وقت اہل مکہ کی امانتیں تھیں، آپ ﷺ نے ان کو اپنی باندی ام ایمنؓ کے پاس رکھا ہوا تھا، جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو حضرت علیؓ کو ان امانتوں کے اہل حق تک پہنچانے کا ذمہ سونپا، (۱۰) — نیز علامہ ابن قدامہؒ نے

عضوء ہے، اور حسن و جمال کا مظہر بھی ہے، نیز تخلیقی طور پر اس میں ایسی لطافت بھی رکھی گئی ہے کہ وہ بہت کم چوٹ کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مختلف حواس کے مرکز سے چہرہ کو آراستہ کر رکھا ہے، اسی میں آنکھ ہے، جو دیکھتی ہے، ناک ہے جو خوشبو اور بدبو کو محسوس کرتی ہے، زبان ہے جو چکھتی بھی ہے، اور قوت گویائی کا مرکز بھی ہے، پھر اسی چہرہ کی پشت پر دماغ ہے جہاں سے پورے جسمانی نظام کو کنٹرول کیا جاتا ہے، غرض چہرہ حیوانی جسم کی راجدہانی کا درجہ رکھتا ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا، نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الضرب فی الوجه . (۱) اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ نہ انسان کے چہرہ پر مارنا جائز ہے اور نہ حیوان کے منہ پر، البتہ انسان کے بارے میں یہ حکم زیادہ سخت ہے، لکنہ فی الآدمی اشد . (۲)

ودی

”ودی“ اس سفید گاڑھے اور بو سے خالی مادہ کو کہتے ہیں جو پیشاب کے بعد یا ناقابل برداشت بوجھ اٹھانے کے وقت قطرہ دو قطرہ نکل آتا ہے، (۳) یہ بھی ناپاک ہے اور اس کا حکم پیشاب کا سا ہے، (۴) اس کے ناقض وضوء ہونے پر اجماع ہے، (۵) یہی رائے حنفیہ کی بھی ہے، (۶) اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اس سے غسل واجب نہیں۔ (۷)

ودیعت

کسی کو اپنے مال کی حفاظت کا ذمہ دار بنانے کو کہتے ہیں، (۸)

(۲) شرح نووی علی مسلم ۲۰۳/۲
(۳) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۵۲/۱
(۴) ہندیہ ۱۰/۱
(۵) ”ہو تسلیط الغیر علی حفظ مالہ“ فتاویٰ عالمگیری
(۶) المغنی ۳۰۰/۶

(۱) مسلم ۲۰۲/۲
(۳) مراقی الفلاح وطحطاوی ۵۵
(۵) المغنی ۱۱۱/۱
(۷) مراقی الفلاح ۵۵
(۹) ابوداؤد عن ابی ہریرۃ ۴۹۸/۲، ترمذی ۲۳۹/۱

حکم

اس کا حکم یہ ہے کہ جس نے حفاظت کی ذمہ داری قبول کی ہے وہ حفاظت کرے، اس مال کی حیثیت امانت کی ہوگی، وہ یہ مال کسی کو بطور عاریت یا رہن یا کرایہ یا خود امانت کے نہیں دے سکتا، پھر جب بھی مال کا مالک اس کی واپسی کا مطالبہ کرے، واپس کر دینا ہوگا۔

اگر محافظ کی تعدی یا غفلت کو کوتاہی کے بغیر ہی سامان ضائع ہو گیا تو وہ اس کا ضامن اور ذمہ دار نہ ہوگا اور اگر اس کے ضائع ہونے یا عیب دار ہونے میں اس کی زیادتی یا غفلت کو دخل تھا تو وہ اس کا ذمہ دار ہوگا اور اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

مال و دیعت کی حفاظت کس طرح کی جائے؟

ودیعت کے بنیادی احکام دو ہیں، اول یہ کہ مال و دیعت کی حتی المقدور حفاظت ”مودع“ کی ذمہ داری ہے، دوسرے جب تک مودع کی طرف سے حفاظت میں کوئی کوتاہی صادر نہ ہو، اس کی حیثیت امین کی ہے، اور اگر وہ کوتاہی اور تعدی کا ثبوت دے، تو اب وہ مال و دیعت کا ضامن ہے۔ اس لئے و دیعت کے احکام میں دو بحثیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں :

(۱) مودع کو کس طور پر مال و دیعت کی حفاظت کرنے کا حق حاصل ہے؟

(۲) مال و دیعت کن صورتوں میں قابل ضمان ہو جایا کرتا ہے۔؟

مال و دیعت کی حفاظت کے لئے مودع کو وہ طریقے اختیار کرنے درست ہیں، جو وہ خود اپنے مال کی حفاظت کے لئے کرتا ہے، جیسے خود اپنے پاس مال رکھے یا اپنی بیوی، بال بچوں اور زیر پرورش لوگوں کے ذریعہ مال کی حفاظت کرے، یا کوئی اور شخص جس کے پاس عادتاً حفاظت کے لئے مال رکھا جاتا ہے اس کے پاس،

اس پر مسلمانوں کا اجماع و اتفاق نقل کیا ہے، (۱) اسی لئے علامہ ابو اسحاق شیرازی نے لکھا ہے کہ جو لوگ سامان و دیعت کی حفاظت پر قادر ہوں اور امانت کے ساتھ اس کو واپس کرنے کے بارے میں مطمئن ہوں، ان کے لئے و دیعت کو قبول کرنا مستحب ہے۔ (۲)

ارکان

اس معاملہ کے مکمل ہونے کے لئے ایک کی طرف سے پیشکش اور دوسرے کی طرف سے قبولیت کا اظہار ضروری ہے، یہ پیشکش اور قبولیت کھلے لفظوں میں بھی ہو سکتی ہے، مثلاً ایک شخص کہے کہ میں یہ سامان تمہارے پاس بطور و دیعت کے رکھتا ہوں، اور دوسرا شخص کہے کہ میں اس کا امین بنا قبول کرتا ہوں، اور الفاظ کے بجائے قرآن سے طرفین اس پر آمادگی کا اظہار کر دیں تو بھی کافی ہے، مثلاً ایک شخص کوئی سامان لا کر کسی کے پاس خاموشی سے رکھ دے اور وہ بھی خاموشی سے اسے رکھ لے، یا ایک شخص کہے کہ یہ سامان اپنے پاس بطور امانت رکھ لو اور وہ اس کے مقابلہ میں خاموشی اور سکوت اختیار کر لے تو اس خاموشی کو رضامندی تصور کرتے ہوئے اس معاملہ کو مکمل سمجھا جائے گا اور اگر اس خاموش رہنے والے شخص کی غفلت اور بے اعتنائی سے یہ چیز ضائع ہو گئی تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔

شرطیں

اس معاملہ کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مال قبضہ میں ہو، ایسا نہ ہو جس پر قبضہ دشوار ہو مثلاً فضا میں اڑتے ہوئے پرندے، سمندر میں غرق شدہ سامان، یا بھاگے ہوئے جانور کا بہ طور و دیعت کسی کو ذمہ دار بنانے کا اعتبار نہیں، اسی طرح صاحب مال پاگل اور بے عقل بچہ بھی نہ ہو، ایسے شخص سے بطور و دیعت کوئی چیز قبول کرنا صحیح نہیں۔

(۲) شرح مہذب ۱۷۳/۱۲

(۱) المغنی ۳۰۰/۶

دوسرے شخص کے پاس سے مال ہلاک ہو گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صاحب مال پہلے مودع سے اس کا ضمان وصول کرے گا نہ کہ دوسرے سے، صاحبین کے نزدیک ان میں سے جس سے چاہے وصول کرے، یہی رائے شوافع کی بھی ہے۔ (۵)

(۳) مال و دیعت میں تعدی کرے یعنی صاحب و دیعت کی اجازت کے بغیر اسے استعمال کرے، جیسے جانور پر سواری کرے یا کپڑے کو پہن لے، تاہم اگر یہ تعدی دور ہو جائے تو پھر وہ مال امانت کی حیثیت اختیار کر لے گا، امام شافعیؒ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک استعمال کرنے کے بعد اب وہ بہر حال اس کا ضامن ہے، چاہے کسی آفت سماوی کی وجہ سے کیوں نہ ضائع ہو جائے۔ (۶)

(۴) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مودع مال و دیعت کو ساتھ لے کر سفر کر سکتا ہے، گو اس سامان کو ساتھ لے جانے میں بار برداری اور اخراجات بھی پیش آئیں، صاحبین کے نزدیک اگر اس کو ساتھ لے جانے میں اخراجات وغیرہ کا مسئلہ درپیش ہو تو مال و دیعت کو ساتھ لے جانا جائز نہیں، مالکیہ، شوافع اور بلا اجازت حنابلہ کے نزدیک مال و دیعت کو سفر میں لے جانا درست نہیں۔ (۷)

(۵) اگر صاحب و دیعت نے اپنا مال طلب کیا اور مودع انکار کر گیا، اس کے بعد پھر وہ و دیعت کا اعتراف کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ مجھ سے وہ مال ضائع ہو گیا تو مودع کی اس بات کا اعتبار نہیں، اور اب وہ مال و دیعت کا ضامن ہوگا، کیونکہ انکار کے بعد اس کی حیثیت غاصب کی ہوگی، اور غاصب مال مغضوب کا ضامن ہوتا ہے۔ (۸)

(۶) اگر مودع نے مال و دیعت کو اپنے مال کے ساتھ اس

جیسے اس کا کاروباری پائزر، یہ بھی جائز ہے، نیز اگر کسی وجہ سے مال کی حفاظت خطرہ میں پڑ جائے جیسے آگ لگ جائے، پانی میں ڈوب جانے کا خطرہ ہو، تو اس وقت مال کی حفاظت کی جو بھی امکانی تدبیر ہو جیسے پڑوسی کے پاس مال پھینک دینے میں اس کے بچ جانے کا امکان ہو، یا اور کوئی کشتی جارہی ہو اور اس کشتی سے اس کشتی میں مال پھینک دے تو یہ صورت بھی جائز ہے۔ (۱)

امین کب ضامن ہوگا اور کب نہیں؟

جیسا کہ مذکور ہوا مال و دیعت بنیادی طور پر امانت ہے، اور اگر مودع کی کسی کوتاہی اور تعدی کے بغیر مال ضائع ہو گیا تو مودع پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں، ائمہ اربعہ اور قریب قریب تمام ہی فقہاء کا اس پر اتفاق ہے، (۲) چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ امین پر ضمان نہیں، لا ضمان علی مؤتمن، (۳) ہاں اگر مودع نے مال و دیعت میں کوتاہی کی یا اس کی تعدی کی وجہ سے مال و دیعت ضائع ہو گیا، تو اب یہ مال امانت کے بجائے قابل ضمان ہو جائے گا، اور مودع کو اس کا ضمان ادا کرنا ہوگا۔

کن صورتوں میں مودع کی کوتاہی سمجھی جائیگی اور اس کو ضامن قرار دیا جائے گا؟ اس سلسلہ میں فقہاء نے بعض صورتوں کی تصریح کی ہے، یہاں ان کا تذکرہ مناسب ہوگا۔

(۱) مودع مال کی حفاظت ترک کر دے، جیسے کسی شخص کو سامان و دیعت چوری کرتے ہوئے دیکھے اور باوجود قدرت کے روکنے کی کوشش نہ کرے۔ (۴)

(۲) عادتاً جن لوگوں کے پاس حفاظت کے لئے مال رکھا جاتا ہے، بجائے ان کے دوسروں کے پاس مال رکھ دے، اگر اس

(۱) بدائع الصنائع، ۲۰۸/۶، ہندیہ، ۲۰۶/۳-۳۳۹

(۳) دیکھئے: نصب الرایہ، ۱۱۵/۳

(۵) ہدایہ مع الفتح، ۲۶۵/۸، شرح مہذب، ۱۸۹/۱۳، الشرح الصغیر، ۵۵۹/۳ (۶) ہدایہ مع الفتح، ۲۸۹/۸، شرح مہذب، ۱۹۵/۱۳، الشرح الصغیر، ۵۵۳

(۷) ہدایہ مع الفتح، ۲۹۰-۹/۸، شرح مہذب، ۱۸۲/۱۳، المغنی، ۳۰۲/۶ (۸) ہدایہ مع الفتح، ۲۹۰/۸، المغنی، ۳۰۷/۶، الشرح الصغیر، ۵۶۱/۳

والمخالفة فيه توجب الضمان واذا لم
يكن مفيدا ولم يمكن العمل به كما فيما
نحن فيه يلغو . (۴)

اس سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اگر شرط مفید اور
ممکن العمل ہو تو اس کی رعایت واجب ہے، اور
مخالفت سے ضمان واجب ہوگا، اور جب شرط
مفید نہ ہو اور نہ ممکن العمل، جیسا کہ زیر بحث مسئلہ
میں ہے تو شرط لغو ہو جائے گی۔

ریلوے، امانت گھر اور سیکل اسٹانڈ کا حکم

اگر امین، مالک مال سے معاملہ طے پاتے وقت ہی محافظت
کی کوئی اجرت طے کر دے تو اجرت واجب ہوگی اور متعینہ اجرت
ادا کرنی ہوگی، (۵) اسی حکم میں ہمارے زمانہ میں ریلوے، امانت
گھر، اور سیکلوں کے اسٹانڈ وغیرہ ہیں اور از روئے شرع یہ معاملہ
اور طریقہ ناروا نہیں — اس مسئلہ سے متعلق بعض تفصیلات
”امانت“ کے تحت گذر چکی ہیں۔

صاحب ودیعت اور امین میں اختلاف

اصولی طور پر چونکہ مودع کی حیثیت امین کی ہے، لہذا اگر
صاحب ودیعت کے پاس مودع کے جھوٹے ہونے پر شہادت
موجود نہ ہو تو مال ودیعت کے تلف ہو جانے کے سلسلہ میں مودع
کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی، نیز اگر مودع دعویٰ کرتا ہو کہ اس
نے مال ودیعت واپس کر دیا ہے اور صاحب ودیعت کو اس سے
انکار ہو جب بھی قسم کے ساتھ مودع ہی کی بات معتبر ہوگی، علامہ
ابن قدامہ نے اس پر قریب قریب فقہاء کا اتفاق نقل کیا ہے۔ (۶)

طرح ملا دیا کہ امتیاز دشوار ہو، تو اس صورت میں بھی امام ابوحنیفہؒ
کے یہاں مودع بہر حال ضامن ہوگا، صاحبین نے فرمایا کہ اگر مال
ودیعت اسی جنس کی چیز میں ملا دیا ہو جیسے: گیہوں، گیہوں میں،
چاول، چاول میں، تو صاحب سامان کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو مودع
سے ضمان وصول کرے یا اپنے سامان کی نسبت سے اس میں حصہ
دار ہو جائے، (۱) شوافع کے یہاں بھی ترجیح اسی قول کو ہے جو امام
ابوحنیفہؒ کا ہے، (۲) مالکیہ، حنابلہ کا بھی یہی نقطہ نظر ہے۔ (۳)

(۷) اگر صاحب ودیعت نے سامان کی حفاظت میں کوئی
خاص شرط لگائی ہو، مثلاً یہ کہ فلاں کمرہ میں اس کی حفاظت کی جائے
یا یہ کہ بیوی کو اس کی حفاظت نہ سونپی جائے، تو یہ شرط معتبر ہوگی یا
نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے یہاں بہت سی جزئیات ملتی ہیں،
کہ بعض صورتوں میں شرط معتبر ہوگی اور بعض صورتوں میں نہیں،
لیکن ان سب پر غور کرنے سے جو بات سمجھ میں آتی ہے، وہ یہ کہ اگر
اس کی شرط سامان کی حفاظت کے نقطہ نظر سے مفید اور بامعنی ہو اور
ممکن العمل بھی، تب تو یہ شرط معتبر ہوگی اور اگر مودع اس کی
رعایت نہ کرے تو مودع سامان ودیعت کا ضامن ہوگا ورنہ نہیں،
جیسے ایک شخص نے ایک ہی مکان کے دو کمروں میں سے ایک کمرہ
میں سامان کی حفاظت کرنے کی تلقین کی، حالانکہ حفاظتی نقطہ نظر
سے وہ دونوں کمرے ایک ہی طرح کے ہیں، تو اس شرط کا اعتبار
نہیں، اور اگر وہ کمرہ زیادہ محفوظ ہے جس کا صاحب ودیعت نے
ذکر کیا تھا تو پھر اس کی شرط واجب التعمیل ہوگی، علامہ بابرٹی نے
اس اصول کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

الاصل فيه ان الشرط اذا كان مفيدا
والعمل به ممكنا وجب مراعاته

(۱) ہدایہ مع الفتح ۲۸۸/۸

(۲) المغنی ۳۰۱/۶، الشرح الصغیر ۵۵۳/۳

(۳) خلاصۃ الفتاویٰ ۲۸۹/۳، ودیعت کے اکثر مسائل فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہیں، (ملاحظہ ہو: رحمة الامة ۲۱۲، کتاب الودیعة)

(۶) المغنی ۳۰۹/۶

(۲) شرح مہذب ۱۹۰/۱۳

(۳) عنایہ مع الفتح ۹۵/۸-۹۴

ان میں سب سے بڑا پیمانہ ”وسق“ کہلاتا تھا، اس پر سبھوں کا اتفاق ہے کہ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوا کرتا تھا، اور یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے، مگر مد کی مقدار میں عراق اور حجاز کے اہل علم کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے، علماء عراق کے نزدیک ایک دور رطل کا ہونا ہے، اور علماء حجاز کے نزدیک ایک مد ۱-۳۱ رطل کا، اس طرح حنفیہ کے نزدیک ایک صاع آٹھ رطل کا ہوا اور فقہاء حجاز کے نزدیک ایک صاع ۵-۳۱ رطل کے برابر، بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ اختلاف محض لفظی ہے، کیونکہ اہل عراق کے یہاں رطل چھوٹا ہوتا تھا اور اہل حجاز کے یہاں بڑا، اگر اس تفاوت کو ملحوظ رکھا جائے تو دونوں ہم وزن یا قریب الوزن ہوتے ہیں۔ (صاع کے تحت اس کا ذکر آچکا ہے)

جدید اوزان میں صاع کی مقدار متعین کرنے کیلئے مفتی محمد شفیع صاحب نے درہم اور مثقال دونوں طرح صاع کا حساب لگایا ہے، مثقال کے حساب سے ایک صاع تین سیر چھ چھٹانک، اور درہم کے لحاظ سے تین سیر چھ چھٹانک تین تولہ کے برابر ہوگا، چنانچہ مفتی صاحب کے نزدیک ۸۰ تولہ کے سیر سے بہ حساب درہم ایک وسق پانچ من ڈھائی سیر اور مثقال کے حساب سے ایک وسق کی مقدار پانچ من پونے پانچ سیر ہوتی ہے، (۴) مولانا عبدالصمد رحمانی اور مولانا عبداللہی فرنگی محلی کے یہاں عام علماء ہند کے مقابلہ میں ہندوستانی اوزان میں صاع کی مقدار دو سیر چھ چھٹانک، لہذا ایک وسق کی مقدار اٹھارہ من تین سیر ہوتی ہے۔ (۵)

زیادہ تر اہل علم کی تحقیق وہی ہے جو مفتی محمد شفیع صاحب کی ہے، اور یہ تحقیق عرب علماء کی تحقیق سے بھی قریب ہے، چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی کے نزدیک ایک وسق ایک سو تیس کیلو چھ سو گرام ہے، (۶)

اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے تم سے ایک ہزار روپے بطور ودیعت لئے تھے، دوسرے نے کہا نہیں، بلکہ تم نے قرض کے طور پر لیا تھا، تو اسے ودیعت ہی سمجھا جائے گا نہ کہ قرض، (۱) فقہاء نے صاحب ودیعت اور مودع کے درمیان اختلاف دعویٰ کی مختلف جزئیات ذکر کی ہیں، (۲) بنیادی طور پر یہ جزئیات اس اصل پر مبنی ہیں کہ اصل بری الذمہ ہونا ہے، لہذا اگر ایک شخص بری ہونے کا مدعی ہو اور دوسرا اس کے خلاف دعویٰ کرتا ہو، گواہان کسی فریق کے پاس موجود نہ ہوں تو اس فریق کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی، جو بری الذمہ ہونے کا مدعی ہو۔

دوسرے

”دوسرے“ ”دوسرے“ ”دوسرے“ ساکن، یہ ایک زرد رنگ کا پودا ہوتا ہے، جس سے کپڑے وغیرہ رنگے جاتے ہیں، اور اس کا سفوف غالباً چہرے پر لگایا جاتا ہے۔ (۳)

وسطی

”وسطی“ کے معنی درمیانی شئی کے ہیں، اللہ تعالیٰ نے نمازوں کے ساتھ خاص طور پر درمیانی نماز (صلوٰۃ وسطیٰ) کی تاکید فرمائی ہے، حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ. (البقرہ: ۲۳۸) ارشاد باری میں صلوٰۃ وسطیٰ سے کون سی نماز مراد ہے؟ اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں، لیکن راجح قول یہ ہے کہ اس سے مراد ”نماز عصر“ ہے، حدیث اسی کی تائید ہوتی ہے، تفصیل کے لئے: ”شروح حدیث“ سے مراجعت کی جاسکتی ہے۔

وسق

عرب میں اجناس وغیرہ کے ناپنے کے لئے جو پیمانے تھے

(۲) دیکھئے: حوالہ سابق الفصل الخامس بین الاختلاف فی المودع و المودع، ہندیہ ۳۵۶/۳

(۳) الاوزان المحمودۃ: ۷۹

(۶) الفقہ الإسلامی وأدلته ۸۱۱/۲

(۱) خلاصۃ الفتاویٰ ۲۸۸/۳

(۳) تحریر التنبیہ ۱۲۶

(۵) کتاب العشر والزکوٰۃ: ۲۷۱

دوسرے عرب اہل علم کی رائے بھی اسی سے قریب ہے۔

عمل میں تکلیف وہ حد تک مبالغہ سے کام لیتے ہیں، جو جانور کے لئے ناحق ایذاء کا باعث ہے، غالباً اسی لئے امام صاحب نے اس سے انکار فرمایا۔ واللہ اعلم

وسم

عربی زبان میں ”وسمۃ“ کے معنی علامت کے ہیں، اسی سے ”وسم“ کا لفظ ہے، گویا وسم کے معنی علامت لگانے کے ہیں، قدیم زمانہ میں عام طور پر جانوروں کو علامت کے بطور داغ دیا جاتا تھا، اور اسی داغ سے ان کو پہچانا جاتا تھا، اس طرح ”وسم“ کا لفظ داغنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے چہرہ داغنے اور چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا، (۱) نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ پر ایک گدھا کا گزر ہوا جس کے چہرہ کو داغ لگایا گیا تھا، تو آپ ﷺ نے داغنے والے پر اللہ کی لعنت بھیجی (۲) اسی لئے اس بات پر تو فقہاء کا اتفاق ہے کہ انسان کے جسم کو داغنا چہرہ ہو یا جسم کا کوئی اور حصہ، حرام ہے، اس پر بھی اتفاق ہے کہ حیوانات کے بھی چہرہ کو داغنا جائز نہیں، البتہ بطور علامت کے چہرہ کے علاوہ حیوان کے کسی اور حصہ جسم کو داغنے کا کیا حکم ہے؟ اس میں اختلاف ہے، امام شافعی اور اکثر فقہاء کے نزدیک اس کی اجازت ہے، پھر اس میں یہ تفصیل ہے کہ زکوٰۃ اور جزیہ کے جانور میں تو ایسا کرنا مستحب ہے تاکہ ان کے مصرف کو جاننا اور امتیاز کرنا آسان ہو، دوسرے جانوروں میں محض جائز ہے، پھر یہ تفصیل بھی آئی ہے کہ جانور کی قوت برداشت کے لحاظ سے داغ جائے، اونٹ سے ہلکے طور پر گائے بیل کو اور اس سے بھی ہلکا بکرا اور اس کے جسم کے جانور کو (۳) — امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب ہے کہ جانوروں کو داغنا مکروہ ہے، لیکن اصل میں امام صاحب کی یہ رائے اپنے زمانہ کے احوال پر مبنی ہے، امام صاحب نے یہ کیفیت دیکھی کہ بعض لوگ اس

”وسواس“ کے معنی شیطان اور زیور کی آواز وغیرہ کے ہیں، اسی سے ”وسوسہ“ ماخوذ ہے، نفس اور شیطان کی جانب سے آنے والے ایسے خیال کو کہتے ہیں جس میں کوئی نفع اور خیر نہ ہو، (۴) حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وسوسہ کی کیفیت شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وضوء کے لئے ”ولہان“ نامی ایک شیطان ہے، جو وضوء کی بابت آدمی کو وسوسہ میں مبتلا کرتا رہتا ہے، اس لئے پانی کے وسوسہ سے بچو، فاتقوا وسواس الماء۔ (۵) مطلب یہ ہے کہ بعض دفعہ آدمی وضوء کرتا جاتا ہے، اور اسے اطمینان ہی نہیں ہوتا کہ اس کا وضوء درست ہو پایا، ایک ہی عضو کو مقدار سنت سے زیادہ بار بار دھوتا ہے، تو ایسے وسوسے سے خود کو بچانا چاہئے، اور ایک دفعہ وضوء کرنے کے بعد یا مسنون طریقہ پر اعضاء وضوء کو دھونے کے بعد اگر بار بار طبیعت میں یہ خیال بھی پیدا ہو کہ شاید فلاں حصہ خشک رہ گیا ہوگا، تو اس کی طرف توجہ نہ دینی چاہئے، کیونکہ یہ انسان کے ذوق احتیاط کے ساتھ شیطان کا کھلوٹا ہے۔

بعض حضرات کو استنجاء کے بعد بھی کسی معقول دلیل کے بغیر، یہ وہم ہوتا رہتا ہے کہ شاید اس کو پیشاب کے کچھ قطرات بعد میں نکل آئے ہوں، پانی سے استنجاء کرنے کی صورت میں اعضاء کی تراوٹ سے اس حصہ کے کپڑے میں بھی کچھ نہ کچھ نمی آجاتی ہے، یہ شکی طبیعت کے حامل لوگوں کے وسوسہ کو اور تقویت پہنچاتی ہے، اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب وضوء کرو، تو جسم کے اس حصہ

(۲) حوالہ سابق

(۴) القاموس المحيط ۷۴۸

(۱) مسلم ۲۰۲۲

(۳) شرح نووی علی مسلم ۲۰۳۲

(۵) ترمذی، حدیث نمبر ۵۷

کے ذریعہ جسم کے کسی حصہ میں باریک سوراخ کیا جاتا پھر اس پر سرمہ یا کوئی رنگین چیز لگا دی جاتی، اس طرح سیاہ یا کسی اور رنگ کے نقطے ابھر آتے، اس کو حسن میں اضافہ کا باعث سمجھا جاتا تھا، اب بھی بعض قبائل اور اقوام میں اس کا رواج ہے، اسی کو عربی میں ”وشم“ کہتے ہیں۔ (۷)

آپ ﷺ نے گودنے والی عورت پر بھی لعنت بھیجی ہے، اور گودنے والی پر بھی، لعن اللہ الواشمة و المستوشمة، (۸) بعض لوگوں نے اس حدیث کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا ہے، لیکن اس کا نادرست ہونا ظاہر ہے، اسی لئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حرام ہونے کی دلیل ہے۔ (۹)

وصال

فقہاء کے یہاں یہ اصطلاح روزہ کے سلسلہ میں استعمال ہوئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا ہے، (۱۰) صوم وصال سے مراد یہ ہے کہ غروب آفتاب کے بعد بھی روزہ افطار نہ کیا جائے، بلکہ شب میں بھی آدمی بھوکا رہے، یہاں تک کہ آج کے روزہ سے کل کے روزہ کو ملا دے، حتیٰ يتصل صوم الغد بالامس . (۱۱) — اس طرح روزہ رکھنا رسول اللہ ﷺ کے لئے جائز تھا، اور امت کے لئے مکروہ ہے۔ (۱۲)

وصف

کسی جوہر یعنی ٹھوس مادی شئی سے متعلق کیفیت کو ”وصف“

پر پانی کا چھڑکاؤ کر لیا کرو ”اذا توضأت فانتضح“ (۱) کہ اگر تراوٹ کی وجہ سے شک پیدا ہوتا ہو تو یہ چھڑکاؤ شک کو دور کرنے میں معاون ہوگا، اور خیال اس طرف جائے گا کہ یہ پانی کی تراوٹ ہے نہ کہ پیشاب کی۔

شیطان کو وضوء سے زیادہ دلچسپی نماز سے ہے کہ کیوں کرایک عابد کو پریشان کیا جائے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے، تو اس پر اشتباہ پیدا کر دیتا ہے، یہاں تک کہ اسے پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی؟ تو جب تم میں سے کوئی ایسا محسوس کرے، تو چاہئے کہ بیٹھی ہوئی حالت میں دو سجدہ کر لے، (۲) یعنی سجدہ سہو کر لے۔

وشتر

”وشتر“ کے معنی دانتوں کو گھس کر باریک کرنے کے ہیں، سن رسیدہ خواتین اپنی کم عمری کے اظہار کیلئے دانتوں کو باریک بنایا کرتی تھیں، (۳) پیغمبر اسلام ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، (۴) بعض روایتوں میں ایسا کرنے والی خواتین کے لئے ”المتفلجات للحسن“ کا لفظ استعمال ہوا ہے، (۵) اور آپ ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی ہے، (۶) اس لئے محض جذبہ حسن آرائی کے تحت ایسا کرنا جائز نہیں۔

وشم

عورتوں میں ایک قدیم فیشن جسم کو گودنے کا رہا ہے، یعنی سوئی

- (۲) ترمذی، حدیث نمبر ۳۹۷
 (۳) سنن ابی داؤد مع بذل المجہود ۲۵/۵
 (۴) حوالہ سابق
 (۵) بخاری مع الفتح ۳۸۷/۱۰
 (۶) بخاری، حدیث نمبر ۱۸۶۱، باب الوصال
 (۷) مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ۳۵۱

- (۱) ترمذی، حدیث نمبر ۵۰
 (۲) نہایۃ ۱۸۸/۵
 (۳) بخاری و فتح الباری ۳۸۴-۸۵/۱۰
 (۴) نہایۃ ۱۸۹/۵
 (۵) فتح الباری ۳۹۰/۱۰
 (۶) مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ۳۵۱

ایجاب و قبول

وصی بنانے کے لئے کوئی بھی ایسی تعبیر اختیار کی جاسکتی ہے جو اس مفہوم کو واضح کرتی ہو، جیسے یوں کہے: تم میرے وصی ہو، تم میرے مال میں وصی ہو، میں نے موت کے بعد اپنی اولاد تمہارے حوالہ کی، میری موت کے بعد تم میری اولاد کی نگرانی کرنا، تم میری موت کے بعد میرے وکیل ہو، وغیرہ، (۴) — حنفیہ کے نزدیک اگر کسی ایک کام میں بھی وصی بنایا تو وہ تمام ہی نوع کے کاموں میں وصی سمجھا جائے گا، (۵) شوافع اور حنابلہ کے نزدیک جس شخص کو کسی خاص شعبہ میں وصی بنایا گیا ہو، وہ صرف اسی شعبہ میں وصی ہوگا، یہ ممکن ہے کہ کسی کو سامان وصیت کی تقسیم کا وصی بنایا جائے، کسی کو دین کی ادائیگی کا اور کسی کو بچوں کی نگہداشت کا، ایسی صورت میں جس کو جو ذمہ داری سونپی گئی ہے اس کا دائرہ اختیار اسی شعبہ تک محدود رہے گا، (۶) امام محمدؒ کی رائے بھی وہی ہے جو حنابلہ اور شوافع کی ہے۔ (۷)

وصیت کے لئے ضروری ہے کہ جس شخص کو وصی بنایا گیا ہے وہ اس ذمہ داری کو قبول بھی کر لے، اگر اس نے قبول نہیں کیا، تو وصیت رد ہو جائے گی، اگر خاموشی اختیار کر لی، تو یہ قبول کرنا متصور نہیں ہوگا، تاہم اگر زندگی میں کسی شخص نے قبول کر لیا تو وصی بنانے والے کی موت کے بعد وہ اس ذمہ داری کو رد نہیں کر سکتا، اور اس ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتا، (۸) ہاں اگر وصی بنائے جانے کے وقت ہی وصی سے یہ بات ہو گئی تھی کہ وہ جب بھی چاہے اس ذمہ داری سے سبکبار ہو سکتا ہے، تو اب اسے سبکبار ہونے کا حق ہوگا۔ (۹)

کہتے ہیں، جیسے: سرخی، سفیدی، لمبائی، چوڑائی، فقہاء کی اصطلاح میں ”وصف“ وہ معنی ہے جو کسی شئی کے تابع ہو اور اس کا علاحدہ اور مستقل وجود نہ ہو، مایکون تابع الشی غیر منفصل عنہ۔ (۱)

وصف کو مطلوب ہوتا ہے، بلکہ ذات سے بڑھ کر مطلوب ہوتا ہے، لیکن خرید و فروخت میں قیمت کا تقابل اصل سے ہوتا ہے نہ کہ وصف سے، یعنی فروخت کرنے والے نے بیع میں جس وصف کا ذکر کیا تھا اگر وہ نہ پائی جائے تو خریدار کو حق ہے کہ اس معاملہ کو رد کر دے، لیکن اس کی وجہ سے وہ قیمت میں کچھ کمی نہیں کر سکتا، الوصف لا یقابلہ شی من الثمن۔ (۲)

وصل

وصل کے معنی بال جوڑنے کے ہیں، اپنے بال کے ساتھ دوسرے انسانی یا حیوانی یا مصنوعی بال جوڑنے کا کیا حکم ہے؟ اس پر ”شعر“ کے تحت گفتگو ہو چکی ہے۔

وصی

”وصی“ اس شخص کو کہتے ہیں جس کو کوئی شخص اپنی موت کے بعد اپنے مال کی نگرانی اور نابالغ اولاد سے متعلق ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لئے نگران مقرر کرے، گویا اس کی حیثیت ”وصی“ بنانے والے کے نائب اور قائم مقام کی ہوتی ہے، (۳) جو شخص وصی بنائے اس کو ”موصی“ کہتے ہیں، اور جس شخص کو نگرانی کی اس ذمہ داری پر مامور کیا جائے اسے ”وصی“ بھی کہا جاتا ہے، اور ”موصی الیہ“ بھی۔

(۱) قواعد الفقہ ۵۴۳، (مولانا عمیم الاحسان مجددی)

(۲) ہدایہ ۷۳

(۳) حوالہ سابق

(۶) المغنی ۱۳۳/۶

(۸) ہندیہ ۱۳۷/۶

(۳) ردالمحتار ۴۴۷/۵

(۵) حوالہ سابق

(۷) ہندیہ ۱۳۹/۶

(۹) حوالہ سابق

ایک سے زیادہ وصی کا تقرر

یہ بات بھی درست ہے کہ ایک سے زیادہ وصی مقرر کئے جائیں ایسی صورت میں یہ بات ضروری ہوگی کہ جو بھی تصرف کرے دونوں مل کر کریں، البتہ میت کی تجہیز و تکفین، دین کی ادائیگی، میت کی وصیت کی تنفیذ، امانتوں کی واپسی، میت کے حقوق کے سلسلہ میں مقدمات کی پیروی، نابالغ بچے کے لئے ہدیہ قبول کرنا اور ایسی چیز کی فروخت جن کو زیادہ دنوں نہیں رکھا جاسکتا اور اگر رکھا جائے تو ان کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اور اس طرح کی بعض اور چیزوں کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے، ان امور کو کوئی ایک وصی بھی انجام دے سکتا ہے۔ (۱)

وصی کے لئے مطلوبہ اوصاف

وصی ایسے شخص کو بنایا جاسکتا ہے، جو عاقل و بالغ ہو، اگر نابالغ بچے، یا فاقر العقل شخص کو وصی بنائے تو درست نہیں، (۲) دوسرے کے غلام اور کافر نیز فاسق کو بھی وصی بنا نا درست نہیں، اگر ایسے شخص کو وصی بنا دیا تو قاضی ان کی جگہ دوسرے مناسب شخص کو مقرر کرے گا، ہاں اگر نابالغ کو وصی مقرر کیا اور بالغ ہو گیا یا کافر تھا مسلمان ہو گیا، یا فاسق تھا اور وہ فسق سے تائب ہو گیا، یا غلام تھا اور آزاد کر دیا گیا، تو قاضی کو چاہئے کہ ان لوگوں کو — بشرطیکہ یہ امانت دار ہوں — اس ذمہ داری پر برقرار رکھے۔ (۳)

وصی کی معزولی یا اس کے لئے معاون کا تقرر

جس شخص کو متوفی نے وصی مقرر کیا ہے، اگر وہ اپنے فرائض انجام دینے سے قاصر ہو، تو قاضی اس کے لئے کسی اور شخص کو

معاون مقرر کر دے، اور اگر وہ بالکل ہی معذور ہو گیا ہو تو قاضی اسے معزول کر کے اس کی جگہ دوسرے شخص کا تقرر کر سکتا ہے، (۴) اسی طرح وصی فاقر العقل ہو جائے، تب بھی قاضی کو اس کی جگہ کسی اور شخص کو وصی مقرر کر دینا چاہئے، تاہم اگر قاضی نے اسے معزول نہیں کیا اور وہ دوبارہ صحت مند ہو گیا تو وہ اپنی ذمہ داری پر برقرار رہے گا۔ (۵)

اگر وصی اپنے فرائض کو انجام دینے کا اہل تھا، اس کے باوجود قاضی نے اس کو معزول کر دیا تو گو قاضی گنہ گار ہوگا، لیکن قاضی کا فیصلہ نافذ ہوگا، لیکن متاخرین خاص کر صاحب جامع الفصولین کا خیال ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں قاضی کی دیانت قابل بھروسہ نہیں، اس لئے وصی باوجود قاضی کے فیصلہ کے اپنی ذمہ داری سے معزول نہیں ہوگا، ہاں اگر وصی خیانت کا مرتکب ہو تو اس کو معزول کرنا واجب ہے، یہاں تک کہ اگر خود باپ اپنے نابالغ بچوں کے مال میں اسراف اور فضول خرچی سے کام لیتا ہو تو قاضی باپ سے ان بچوں کا مال لے کر کسی اور شخص کو وصی مقرر کر کے اس کے حوالہ کر دے گا۔ (۶)

عورت یا نابینا شخص کو وصی بنایا جاسکتا ہے، (۷) یہی رائے مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کی بھی ہے۔ (۸)

وصی کے تصرفات

وصی کے لئے نابالغ کا منقولہ مال کسی اور شخص سے بیچنا یا اس کے لئے خریدنا جائز ہے، بشرطیکہ ناقابل قیاس حد تک کم قیمت میں بیچا یا زیادہ قیمت میں خریدا نہ گیا ہو، اگر اتنی زیادہ یا کم قیمت لگائی گئی ہو، جس کا دھوکہ لوگوں کو نہیں ہوتا، تو یہ خرید و فروخت نافذ نہیں ہوگی،

(۲) ہندیہ ۱۳۸/۶

(۳) درمختار ۴۲۸-۴۹/۵

(۶) درمختار ورد المحتار ۴۳۹/۵

(۸) المغنی ۱۳۳/۶

(۱) ہندیہ ۱۳۹/۶

(۳) درمختار ۴۲۸/۵

(۵) ردالمحتار ۴۳۹/۵

(۷) ہندیہ ۱۳۸/۶

قاضی کے مقرر کئے ہوئے وصی کو اس یتیم کا مال خود خرید کر نایا خود اپنا مال اس یتیم سے فروخت کرنا جائز نہیں، البتہ باپ کی طرف سے مقرر کیا ہو وصی ایسی قیمت میں خرید و فروخت کر سکتا ہے، جس میں بظاہر اس یتیم کا فائدہ ہو، صاحبین کے نزدیک اس وصی کے لئے بھی اپنے سے خرید و فروخت مطلق جائز نہیں، باپ نابالغ بچے کا مال مناسب مروجہ قیمت میں فروخت کر سکتا ہے، اگر مناسب سے زیادہ قیمت لگا کر اس بچے کے لئے اپنا مال خرید کرے یا کم قیمت لگا کر اپنے آپ سے فروخت کرے، لیکن قیمت میں معمولی درجے کی کمی بیشی ہو، ایسی معمولی کہ جس میں دھوکہ کھانا قرین قیاس ہو تو یہ بھی درست ہے۔ (۱)

نابالغ کی غیر منقولہ جائداد وصی کچھ شرطوں کے ساتھ فروخت کر سکتا ہے اور وہ یہ کہ اپنے آپ کے ہاتھ فروخت نہ کرے بلکہ کسی اجنبی سے فروخت کرے اور عام نرخ سے زیادہ قیمت پر فروخت کرے، پھر یہ فروخت کرنا اس لئے ہو کہ خود اس نابالغ کے نفقہ کے لئے ضرورت ہو یا متونی کا دین ادا کرنا مقصود ہو، یا اس نے اپنی جائداد کا ایک متناسب حصہ جیسے تہائی، چوتھائی کی وصیت کی ہو، (جس کو اصطلاح میں وصیت مرسلہ کہتے ہیں) اس کو نافذ کرنا مقصود ہو، یا اس جائداد کے اخراجات اس کی آمدنی سے زیادہ نہ ہوں یا اس کے برباد ہو جانے کا اندیشہ ہو، یا اس میں تغلب کا اندیشہ ہو، ایسی صورتوں میں وصی نابالغ کی غیر منقولہ جائداد کو فروخت کر سکتا ہے، بشرطیکہ وہ باپ، دادا یا قاضی کی طرف سے وصی مقرر کیا گیا ہو۔ (۲)

وصی یتیم کے لئے خود اس کے مال سے تجارت کر سکتا ہے، اپنے لئے نہیں کر سکتا، اگر خود اپنے لئے تجارت کرے اور اس میں نفع

ہو تو وہ یتیم کے لئے اصل سرمایہ کا ضامن ہوگا اور نفع اس کے لئے حلال نہ ہوگا، نفع کا صدقہ کر دینا واجب ہوگا، وصی کو اس کا حق ہوگا کہ یتیم کے مال کو مضاربت پر لگائے یا اس کا مال کسی اور کے ساتھ شرکت میں لگائے، (۳) وصی نابالغ بچے کو کسی جائز کام میں اجرت پر رکھ سکتا ہے، یتیم کی خدمت کے لئے کسی کو اجیر رکھ سکتا ہے، بشرطیکہ اجرت ناقابل قیاس حد تک زیادہ نہ ہو، اگر نابالغ کا مکان کسی شخص کو مناسب سے بہت کم کرایہ پر دے تب بھی کرایہ دار پر مناسب مروجہ اجرت واجب ہوگی، وصی یتیم کا مال کسی کو بعوض یا بلاعوض ہبہ نہیں کر سکتا، (۴) یتیم کی زمین بٹائی پر دے سکتا ہے، بشرطیکہ اس میں یتیم کا مفاد ہو، اگر یتیم پر قربانی اور صدقۃ الفطر واجب ہوتی ہو، تو وصی اس کی طرف سے صدقۃ الفطر ادا کرے گا اور قربانی کرے گا، وصی کو اس بات کا حق حاصل نہیں کہ متونی کا پورا دین یا اس کا کچھ حصہ معاف کرے، یا اس کے لئے مہلت دیدے، (۵) یتیم کی جان و مال کے تحفظ اور رفع ظلم کے لئے اگر وصی کو کچھ خرچ کرنا پڑے تو جائز ہے، یتیم کی تعلیم و تربیت پر اس کے پیسے خرچ کئے جاسکتے ہیں، وصی کے لئے مناسب نہیں کہ یتیم پر مال کے خرچ کرنے میں اسراف سے کام لے یا اس کے ساتھ تنگی کا برتاؤ روا رکھے، البتہ اس پر فراخی کے ساتھ خرچ کرے، اور اس کے حالات کی رعایت کو ملحوظ رکھے۔ (۶)

وصی اگر اپنے زیر نگرانی یتیم کے کام سے کہیں جائے تو اس کے لئے سفر اور خورد و نوش کے ضروری اخراجات لینا جائز ہے، تاہم اس سے بھی اجتناب بہتر ہے، (۷) حنفیہ کے نزدیک خود وصی بھی دوسرے کو وصی نامزد کر سکتا ہے، (۸) مالکیہ کی بھی یہی رائے ہے، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک وصی کو وصی مقرر کرنے کا حق نہیں، (۹) بچے کے

(۲) درمختار ورد المحتار ۴۵۲/۵

(۳) حوالہ سابق ۱۳۸/۶

(۶) حوالہ سابق ۱۵۰/۶

(۸) رد المحتار ۴۶۱/۵

(۱) درمختار ۴۵۳/۵

(۳) ہندیہ ۱۳۷/۶

(۵) حوالہ سابق ۱۳۹/۶

(۷) حوالہ سابق

(۹) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۳۳/۸

ہو تو ضروری ہے کہ وہ اپنا استعفیٰ قاضی کے سامنے پیش کرے، اگر قاضی محسوس کرتا ہے کہ یہ شخص امانت دار اور اپنے فرائض کی ادائیگی پر قادر ہے تو اسے چاہئے کہ اس کا استعفیٰ قبول نہ کرے اور اگر قاضی محسوس کرے کہ وصی کثرت مشاغل یا دوسری وجوہ سے اس ذمہ داری کو انجام نہیں دے سکتا یا وہ اس میں کوتاہی کا مرتکب ہو سکتا ہے تو اس کا استعفیٰ قبول کر لے۔

(۴) وصی کی وفات یا اس کا فتر العقل ہو جانا یا فسق کا مرتکب ہونا یا مرتد ہو جانا بھی ان اسباب میں سے ہے جن کی وجوہ سے وصی کو اس ذمہ داری سے معزول کر دیا جائے گا۔

(۵) منشاء وصیت کی تکمیل کے بعد بھی وصی اپنے عہدہ پر باقی نہیں رہے گا، مثلاً اسے متوفی نے قرض کی ادائیگی کا ذمہ دار بنایا تھا اور وصی نے قرض ادا کر دیا، نابالغ بچوں کی نگہداشت کا ذمہ دار بنایا تھا، بچے بالغ ہو گئے تو اب چونکہ منشاء وصیت پورا ہو چکا اس لئے اب وہ وصی باقی نہیں رہے گا۔ (۳)

وصیت

”وصی“ کے اصل معنی عہد لینے کے ہیں، اسی سے وصیت کا لفظ ہے، (۴) فقہ کی اصطلاح میں بطور تبرع و احسان کے کسی سامان یا اس سے نفع اٹھانے کا مالک بنادینے کو ”ایصاء“ یا ”وصیت“ کہتے ہیں، (۵) ہبہ و عاریت، بیع و اجارہ اور وصیت میں یہ فرق ہے کہ ہبہ میں اصل شئی کا اور عاریت میں اس کے نفع کا زندگی میں مالک بنایا جاتا ہے نہ کہ موت کے بعد، بیع اور اجارہ بھی زندگی ہی سے متعلق ہے، نیز بیع میں اصل شئی کا اور اجارہ میں اس کے نفع کا عوض وصول کیا جاتا ہے، محض تبرع مقصود نہیں ہوتا، وصیت کرنے والے کو

بالغ ہونے کے بعد اس کو اس کا مال حوالہ کرنا چاہئے، اگر بالغ ہونے سے پہلے ہی وصی نے اس کو اس کا مال حوالہ کر دیا اور بچوں سے مال ضائع ہو گیا تو وہ ضامن ہوگا، صاحبین کی رائے پر اگر بچے بالغ ہو گئے، لیکن ان میں معاملہ فہمی (رشد) پیدا نہیں ہوئی تب بھی وصی اس کو مال حوالہ نہ کرے، اگر حوالہ کیا اور مال ان کے ہاتھوں ضائع ہو گیا تو وصی اس کا ضامن ہوگا، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب کسی انسان کی عمر پچیس سال ہو جائے تو بہر حال اس کو اس کا مال حوالہ کر دیا جائے۔ (۱)

یتیم کے مال سے اجرت نگرانی

اصل میں تو وصی کا کام فی سبیل اللہ ہونا چاہئے، نہ کہ اجرت پر، لیکن اگر وصی محتاج اور ضرورت مند ہو، تو بقدر حاجت یتیم کے مال میں سے خورد و نوش کی گنجائش ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن كان فقيرا فلياكل بالمعروف . (نساء : ۹)

جو محتاج ہو وہ معروف طریقہ پر کھائے۔

البتہ اگر وصی کی اجرت متعین کر دی گئی ہو تو متعینہ اجرت اس کے مال میں سے لے سکتا ہے۔ (۲)

وصی کی اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوشی

وصی کی اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کی چند صورتیں ہیں :

(۱) موصلی اسے ذمہ داری سے سبکدوش کر دے، اس لئے کہ اس کی حیثیت موصلی کے وکیل کی ہے اور موکل کو حق ہے کہ وہ جب چاہے وکیل کو معزول کر دے۔

(۲) قاضی وصی کے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں عاجز ہونے یا اس کی خیانت کی وجہ سے اس کو معزول کر دے۔

(۳) وصی خود سبکدوش ہونا چاہے اور موصلی کا انتقال ہو چکا

(۲) درمختار وردالمختار ۵/۲۶۳

(۳) القاموس المحيط ۱۷۳۱

(۱) حوالہ سابق ۸/۱۳۵

(۲) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸/۱۳۹

(۵) ہندیہ ۶/۹۰

”موصی“ جس کے حق میں وصیت کی جائے اس کو ”موصی لہ“ اور جس چیز کی وصیت کی جائے اس کو ”موصی بہ“ کہا جاتا ہے۔

وصیت کے بارے میں اسلامی مزاج

وصیت کا تصور زمانہ قدیم سے ہے، اسلام سے پہلے اکثر مذاہب اور قوانین میں وصیت کی بے قید اجازت تھی، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ غیر منصف مزاج لوگ اپنے اصل ورثاء کو محروم کر دیتے تھے، یا ان کے لئے اپنی جائیداد کا بہت معمولی حصہ چھوڑ جاتے تھے، اور محض شہرت و ناموری کے جذبہ سے اپنی پوری دولت یا اس کے بڑے حصے کی دوسروں کے لئے وصیت کر جاتے تھے، یا خود اپنے ہی ورثاء میں کسی کے لئے وصیت کر جاتے اور کسی کو محروم کر دیتے، اسلام نے وصیت کی گنجائش باقی رکھی کہ انسان اس کو اپنے لئے زادِ آخرت بنا سکے، اور اس کے ذریعہ سماج میں رفاہی کام انجام پاسکیں، کیونکہ انسان زندگی میں اپنی امکانی ضروریات کے پیش نظر چاہتا ہے کہ اپنی دولت کے کسی حصے سے محروم نہ ہو، وصیت کے ذریعہ یہ راستہ کھلا رکھا گیا کہ وہ اپنی موت کے بعد اپنی دولت کا کچھ حصہ صلہ رحمی اور خیر کے کاموں میں استعمال کر سکے، لیکن وصیت کے نامنصفانہ طریقہ کو منع فرما دیا گیا، اسی لئے ایک تہائی سے زیادہ متروکہ میں وصیت کی اجازت نہیں دی گئی، اور اس بات کو بھی جائز قرار نہیں دیا گیا کہ کسی وارث کے لئے وصیت کی جائے تاکہ نہ ورثاء محروم کئے جاسکیں اور نہ ان کے ساتھ نامنصفانہ اور نامساویانہ سلوک روا رکھا جاسکے۔

وصیت کی مشروعیت

وصیت کا مشروع ہونا کتاب و سنت اور اجماع امت سے

ثابت ہے، قرآن مجید نے متعدد مواقع پر وصیت کا ذکر فرمایا ہے، (البقرہ : ۱۸۰، النساء : ۱۱) — حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو تہائی مال وصیت کرنے کی اجازت چاہی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ سے زیادہ ایک تہائی کی وصیت کی اجازت مرحمت فرمائی، اور ارشاد فرمایا: الثلث والثلث کثیر، (۱) نیز حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اگر کسی مسلمان کے پاس کچھ ہو اور وہ اس میں وصیت کرنا چاہتا ہو، تو دو شب بھی ایسی نہیں گذرنی چاہئے کہ اس کا وصیت نامہ اس کے پاس موجود نہ رہے، (۲) چنانچہ علامہ کاسائی اور ابن قدامہ نے اس پر علماء امت کا اجماع نقل کیا ہے۔ (۳)

حکم کے اعتبار سے وصیت کی چار قسمیں ہیں

حکم کے اعتبار سے وصیت کی چار قسمیں ہیں : واجب، مستحب، مباح، مکروہ، اگر متوفی کے پاس کسی کی امانت ہو، کسی کا ذین باقی ہو جو ورثاء کو معلوم نہ ہو، زکوٰۃ و کفارات اور نماز و روزے کا فدیہ باقی ہو، حج باوجود فرض ہونے کے نہ کر پایا ہو، تو ان کی وصیت واجب ہے، بعض حضرات کا خیال ہے، کہ حقوق الناس سے متعلق واجبات کی وصیت واجب ہے، اور حقوق اللہ سے متعلق وصیت مستحب ہے، یہ صاحب مجتبیٰ کی رائے ہے، لیکن کاسائی اور حاکمی نے دونوں ہی کو واجب قرار دیا ہے، اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، ایسے اقرباء کے لئے جو محتاج و ضرورت مند نہ ہوں مباح ہے، اور اہل فسق و معصیت کے لئے وصیت کرنا مکروہ۔ (۴)

بہر حال ایسی وصیت جس سے حقیقی ورثاء کو نقصان پہنچ جائے، شریعت میں ناپسندیدہ ہے، اس لئے جس کے پاس کم مال ہو یا

(۱) ترمذی شریف ۳۲۲، مسلم شریف ۱۳۹۲-۱۴۱، ابن ماجہ ۱۹۴۲، بخاری ۳۸۳/۱

(۲) بدائع الصنائع ۳۳۰/۷، المغنی ۵۵/۶

(۳) بخاری ۳۸۲/۱، مسلم ۳۹۲، ترمذی شریف ۳۲۲

(۴) درمختار ورد المحتار ۳۱۵/۵، بدائع الصنائع ۳۳۱/۷

بعض ”موصی لہ“ یعنی اس شخص یا ان اشخاص سے متعلق ہیں جن کے حق میں وصیت کی جائے، اور بعض شرائط اس مال سے متعلق ہیں، جس کی وصیت کی گئی ہے، جس کو فقہ کی اصطلاح میں ”موصی بہ“ کہا جاتا ہے۔

ارکان وصیت سے متعلق شرط یہ ہے کہ ایجاب و قبول میں موافقت پائی جائے، مثلاً کسی شخص نے ایک چیز کی وصیت دو آدمیوں کے لئے کی اور ان میں سے ایک نے قبول نہیں کیا، تو وصیت نافذ نہیں ہوگی۔ (۶)

وصیت کنندہ سے متعلق شرطیں

وصیت کنندہ (موصی لہ) سے متعلق دو شرطیں ہیں: اول یہ کہ وہ تبرع اور احسان کا اہل ہو، چنانچہ نابالغ اور پاگل کی مالی وصیت معتبر نہیں، کیونکہ یہ کسی کے ساتھ تبرع کے اہل نہیں ہیں، البتہ وصیت کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری نہیں، اگر غیر مسلم غیر مسلم یا مسلمان کے لئے وصیت کرے تو یہ وصیت معتبر ہوگی، دوسرے وصیت کنندہ پر اتنا دین نہ ہو کہ اس کا پورا متروکہ دین ہی کی ادائیگی میں ختم ہو جائے، کیونکہ دین کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے، اس لئے دین کی ادائیگی کے بعد ہی وصیت نافذ ہوگی۔ (۷)

جس کے لئے وصیت کی جائے اس سے متعلق شرطیں

جس شخص کے حق میں وصیت کی جائے یعنی ”موصی لہ“ کے لئے ضروری ہے کہ:

(۱) وصیت کے وقت وہ موجود ہو، مثلاً کوئی شخص اس طرح وصیت کرے کہ ہندہ کو آئندہ جو بچہ پیدا ہو، میں اس کے لئے

ورثاء نابالغ ہوں یا بالغ ہوں مگر اس قدر محتاج کہ مرنے والے کا دو تہائی متروکہ اس کی ضروریات کے لئے کافی نہ ہو، تو وصیت نہ کرنا بہتر ہے، ہاں اگر ورثاء مستغنی ہوں تو وصیت کرنا بہتر ہے۔ (۱)

وصیت کے ارکان

وصیت کا رکن ایجاب و قبول ہے، وصیت کرنے والے کی طرف سے ایجاب اور جس کے لئے وصیت کی گئی ہے اس کی طرف سے قبول، چاہے صراحتاً قبول کرے یا دلالتاً قبول پایا جائے، (۲) چنانچہ خاموش رہنا بھی اس کی طرف سے قبولیت ہی کا اظہار ہے، اسی لئے کاسائی نے لکھا ہے کہ تم یوں بھی کہہ سکتے ہو کہ وصیت کا رکن وصیت کرنے والے کی طرف سے ایجاب اور دوسرے فریق کی طرف سے انکار نہ پایا جانا ہے، (۳) چنانچہ اگر کسی شخص کے لئے وصیت کی گئی اور وصیت کرنے والے کی موت کے بعد قبول یا رد کے اظہار کے بغیر ہی اس شخص کا انتقال ہو گیا جس کے لئے وصیت کی گئی تھی تو وہی شخص (موصی لہ) اس کا مالک ہوگا، اور اسی کے ورثاء میں اس کی تقسیم عمل میں آئے گی، (۴) وصیت کی قبولیت کا اظہار بعض دفعہ فعل کے ذریعہ بھی کیا جاتا ہے، (۵) جیسے وہ شخص جس کے حق میں وصیت کی گئی ہے، وہ اس مال میں کوئی تصرف کرے۔

ایجاب و قبول کے لئے شرط

وصیت کے صحیح ہونے اور نافذ ہونے کے لئے کچھ شرطیں ہیں، بعض شرطیں وصیت کے ارکان یعنی ایجاب و قبول سے متعلق ہیں، بعض ”موصی“ یعنی وصیت کا ایجاب کرنے والے سے متعلق ہیں،

(۲) ہندیہ ۹۰/۶

(۳) ہندیہ ۹۰/۶

(۴) بدائع الصنائع ۳۳۴/۷

(۱) خلاصۃ الفتاویٰ ۲۲۴/۳

(۳) بدائع الصنائع ۲۳۱/۷

(۵) حوالہ سابق

(۷) حوالہ سابق ۳۳۵/۷، ردالمحتار ۳۱۵/۵

وصیت کی جائے اور دوسرے کے لئے اس کے منافع کی، جیسے زمین کی وصیت ایک آدمی کے لئے اور پیداوار کی دوسرے کے لئے۔ (۵)

(۲) وہ مال شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت ہو، اسی لئے اگر شراب کی وصیت کی جائے تو معتبر نہیں کہ گو یہ مال ہے لیکن شریعت کی نگاہ میں یہ لائق قیمت نہیں۔

(۳) وہ ایسا چیز ہو کہ کسی عقد کے ذریعہ اس کا مالک بنایا جانا ممکن ہو۔ (۶)

(۴) اگر کسی متعین چیز کے بارے میں وصیت کی ہو تو ضروری ہے کہ وصیت کنندہ کی موت کے وقت وہ موجود رہے، اگر اس کی وفات سے پہلے ہی وہ مال ضائع ہو گیا تو باطل ہو جائے گی۔ (۷)

(۵) متروکہ میں سے دین ادا کرنے کے بعد زیادہ سے زیادہ ایک تہائی کے بقدر وصیت ہو، اگر ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کی تو تہائی سے زیادہ کی وصیت معتبر نہیں، ہاں اگر وصیت کنندہ کی وفات کے بعد ورثاء اس زائد وصیت کے نافذ کرنے پر راضی ہوں، تو وصیت نافذ ہوگی، البتہ وصیت کنندہ کی زندگی میں ورثاء کا راضی ہونا معتبر نہیں، اور اس کی وفات کے بعد بھی نابالغ ورثاء کا رضامند ہونا کافی نہیں، اگر کچھ ورثاء بالغ ہوں اور کچھ نابالغ یا بعض اس کے نافذ کرنے پر رضامند ہوں اور بعض نہیں، تو بالغوں پر اور ان لوگوں پر جو رضامند ہیں کے مال میں ان کے حصہ کی نسبت سے وصیت نافذ ہوگی، (۸) — کیونکہ گذر چکا ہے کہ آپ ﷺ نے زیادہ سے زیادہ ایک تہائی تک کی وصیت کرنے کی اجازت دی ہے، تاہم بہتر ہے کہ ایک تہائی سے کم ہی کی وصیت

وصیت کرتا ہوں، اور وصیت کے چھ ماہ کی مدت کے بعد بچہ پیدا ہوا تو وصیت درست نہیں ہوگی، کیونکہ وصیت کے وقت اس کا موجود ہونا یقینی نہیں۔

(۲) یہ بھی ضروری ہے کہ وہ متعین ہو، چاہے شخصیت متعین ہو، جیسے رشید، جمید وغیرہ، یا نوعیت متعین ہو جیسے مساکین، فقراء وغیرہ، ایسا ابہام نہ ہو کہ جس کا ازالہ ممکن نہیں۔

(۳) وصیت کنندہ کے موت کی وقت وہ اس کا وارث نہیں قرار پاتا ہو۔

(۴) وہ بطریق حرام عمداً یا خطاً موصی کے قتل کا مرتکب نہ ہو۔

(۵) وہ دارالحرب کا باشندہ نہ ہو۔ (۱)

(۶) موصی لہ، مالک بننے کی صلاحیت رکھتا ہو، (۲) آج کل مغربی ممالک میں کتا اور جانوروں کے لئے وصیت کا جو طریقہ مروج ہے اسلام میں اس کی گنجائش نہیں۔

جس چیز کی وصیت کی جائے اس سے متعلق شریعتیں

جس چیز کی وصیت کی جائے یعنی ”موصی بہ“ اس سے متعلق شریعتیں یہ ہیں :

(۱) مال یا مال سے متعلق ہو، جیسے صدقہ و ہبہ کی وصیت (۳) یا مال کی منفعت کی وصیت کی جائے، چاہے وہ فی الحال موجود ہو یا نہیں، جیسے یوں کہے کہ اس کے اس باغ میں جو بھی پھل آئے اس کو فلاں فلاں پر خرچ کر دیا جائے، (۴) — چنانچہ خون اور مردار کی وصیت درست نہیں کہ یہ شریعت کی نظر میں مال ہی نہیں، چونکہ اصل مال کے بجائے صرف اس کی منفعت کی وصیت بھی کی جاسکتی ہے، اس لئے یہ بات ممکن ہے کہ ایک شخص کے لئے اصل شئی کی

(۱) بدائع الصنائع ۴۲۷-۴۳۳، درمختار ۳۱۶/۵

(۲) بدائع الصنائع ۳۵۲/۷

(۳) بدائع الصنائع ۳۹۴/۷

(۴) بدائع الصنائع ۳۵۴/۷

(۲) ہندیہ ۹۰/۶

(۳) درمختار ورد المحتار ۳۲۱/۵

(۴) درمختار ۳۱۶/۵، ہندیہ ۹۰/۶

(۸) ہندیہ ۹۰/۶

وصیت کے بارے میں فقہاء متفق ہیں کہ یہ عقد لازم نہیں ہے، یعنی وصیت کنندہ اپنی وصیت سے رجوع کر سکتا ہے، علامہ کاسائی نے رجوع کرنے کی تین صورتیں لکھی ہیں، صراحۃً، دلالتاً اور ضرورتاً، صراحت سے مراد یہ ہے کہ وصیت کرنے والا خود کہے کہ وہ اپنی وصیت سے رجوع کر رہا ہے، دلالت سے مراد یہ ہے کہ وصیت کنندہ کوئی ایسا فعل کر گزرے، جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ اس نے وصیت سے رجوع کر لیا ہے، جیسے کپڑے کی وصیت کرے، پھر اسے سلا لے یا ایسی بات کہے جس سے گویا وصیت سے رجوع کرنا معلوم نہ ہوتا ہو، لیکن اس سے یہ مفہوم سمجھا جاسکتا ہو، — ضرورتاً وصیت سے رجوع ثابت ہونے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ جس چیز کی وصیت کی ہے اس میں ایسا اضافہ کر دیا جائے کہ اس شے سے اضافہ کوا لگ کر ناممکن نہیں، جیسے زمین کی وصیت کی اور اس میں تعمیر کر دی، دوسری صورت یہ ہے کہ جس چیز کی وصیت کی تھی اس میں ایسا تغیر ہو گیا کہ نام ہی بدل کر رہ گیا، جیسے: انگور کی وصیت کی اور وہ وصیت کنندہ کی موت سے پہلے کشمش بن گیا، یا انڈے کی وصیت کی اور اس نے اب بچے کی صورت اختیار کر لی، تو اب یہ وصیت باطل ہو جائے گی، علامہ کاسائی نے لکھا ہے، کہ ضرورتاً وصیت سے رجوع کی صورت دلالتاً رجوع میں داخل ہے، (۹) اور غالباً یہی صحیح ہے۔

وصیت کے مطابق ملکیت

وصیت کا دوسرا حکم یہ ہے کہ جس چیز کی وصیت کی گئی ہے، وصیت کنندہ کی موت کے بعد اس پر موصی لہ کی ملکیت ثابت ہو

کرے۔ (۱)

البتہ متوفی کا کوئی وارث نہ ہو اور وہ اپنی پوری جائداد کی کسی کے لئے وصیت کر جائے تو یہ وصیت نافذ ہوگی۔ (۲)

(۶) وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لا وصیة لوارث، (۳) اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، (۴) البتہ اگر دوسرے ورثاء اس وارث کے حق میں وصیت کو نافذ کرنے پر رضامند ہوں تو وصیت نافذ ہوگی۔ (۵)

معصیت کی وصیت

معاصی اور گناہ کے کاموں کی وصیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ اس کی قبر پر گنبد تعمیر کر دیا جائے تو اس وصیت کی تعمیل نہ کی جائے گی، اسی طرح اگر وصیت کر جائے کہ اس کی موت کے بعد ایک قاری اس کی قبر کے پاس قرآن مجید پڑھتا رہے تو یہ وصیت بھی غیر معتبر ہے، (۶) اسی طرح اگر وصیت کرے کہ میری تدفین خود میرے مکان میں ہو تو وصیت کا اعتبار نہیں، (۷) — گو عام طور پر فقہاء نے صراحت کے ساتھ یہ بات نہیں لکھی ہے کہ امور معصیت کی وصیت معتبر نہیں، لیکن تمام ہی مکاتب فقہ میں متعدد ایسی وصیتوں کو باطل اور نامعتبر قرار دیا گیا ہے، جن کا تعلق محرمات اور معاصی سے ہیں۔ (۸)

وصیت عقد لازم نہیں

وصیت کرنے کا کب کیا حکم ہے؟ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے، لیکن جب وصیت کر دی جائے تو اس پر کیا حکم مرتب ہوتا ہے؟ یہ ایک علاحدہ مسئلہ ہے۔

(۱) ہندیہ ۹۰/۶، المغنی ۵۶/۶

(۲) ترمذی شریف ۳۲/۲، ابن ماجہ ۱۹۴/۲-۱۹۵

(۳) ہندیہ ۹۰/۶

(۴) ہندیہ ۹۵/۶

(۵) بدائع الصنائع ۸۵/۷-۳۷۸

(۲) حوالہ سابق

(۳) شامی ۳۳۹/۱۰، البحر الرائق ۲۱۴/۸، ہندیہ ۹۰/۶

(۶) خلاصۃ الفتاویٰ ۲۳۶/۳

(۸) دیکھئے: الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۵۱/۸-۳۹

سے محروم ہو گیا، وغیرہ۔

(فقہاء نے اس سلسلہ میں بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے کہ اگر ایک شخص کے بجائے افراد کے ایک مجموعہ کیلئے وصیت کی جائے تو اس تعبیر کا مصداق کیا ہوگا، اور کون کون حضرات اس میں شامل ہوں گے؟ مثلاً اقارب، اہل بیت، پڑوسی، بنو فلاں، اہل علم، اور اہل حدیث وغیرہ کے الفاظ کا اطلاق کن کن لوگوں پر ہوگا؟ کتب فقہ میں یہ تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں، یہاں ان کا ذکر باعث طوالت ہوگا)۔

وضوح

لفظ کو کسی مخصوص معنی کے مقابل رکھنے کو ”وضوح“ کہتے ہیں، جیسے ”ثم“ کا لفظ اس بات کو بتاتا ہے کہ اس کے بعد آنے والا فعل پہلے کے بعد کسی قدر تاخیر کے ساتھ وقوع پذیر ہوا ہے، مثلاً اصلی زید ثم عمر کے معنی یہ ہیں کہ عمرو نے زید کے نماز پڑھنے کے تھوڑی دیر بعد نماز ادا کی، اصول فقہ میں دلالت کلام کی جو بحثیں آئی ہیں، ان کا کسی نہ کسی درجہ میں وضوح سے بھی تعلق ہے۔

ایک مستقل اصطلاح علماء اصول کے یہاں ”حکم وضعی“ یا ”خطاب وضع“ کی ہے، حکم وضعی سے مراد یہ ہے کہ شارع نے ایک فعل کو دوسرے فعل کے لئے سبب یا شرط یا مانع کا درجہ دیا ہو۔ (تفصیل لفظ ”حکم“ کے تحت مذکور ہو چکی ہے)

وضو

صحت کی حفاظت کے لئے صفائی ستھرائی نہایت ہی اہم ترین ضرورت ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کے باطن پر انسان کے ظاہر کا اثر پڑتا ہے، ظاہری صفائی ستھرائی اور طہارت و پاکیزگی قلبی اور روحانی تزکیہ میں بھی معاون ہوتی ہیں، جو لوگ میلے کپیلے، گندے اور ناپاک رہتے ہیں عام طور پر ان کے ذہن میں کچی، فکر

جاتی ہے، چاہے کسی چیز کی وصیت کی گئی ہو یا اس کی منفعت کی، اگر کسی شخص کے لئے صرف منفعت جیسے گھر میں رہائش وغیرہ کی وصیت کی گئی ہو تو یہ وصیت محدود مدت ہی کے لئے ہوگی، اگر خود وصیت کنندہ نے مدت کی تحدید کی ہو مثلاً یوں کہا کہ فلاں شخص کو میری موت کے بعد دس سال اس مکان میں رہنے کا حق ہوگا، تو دس سال کے بعد مووسیٰ لہ کا استحقاق ختم ہو جائے گا، اور اگر مطلق وصیت کی، کسی مدت کی تحدید نہیں کی تو جس کے حق میں وصیت کی ہے اس کی موت تک منفعت کا استحقاق ہوگا، اس شخص کی موت کے بعد اس کے ورثاء کو نفع اٹھانے کا حق نہیں ہوگا۔ (۱)

وصیت سے رُجوع

وصیت سے رُجوع کرنے کی کیا صورتیں ہوں گی؟ اسی سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ وصیت کن صورتوں میں باطل ہو جاتی ہے؟ یعنی جب وصیت کنندہ صراحتاً یا دلالتاً وصیت سے رُجوع کر لے، اس کے علاوہ بعض اور صورتیں بھی ہیں جن سے وصیت باطل ہو جاتی ہے، اور وہ یہ ہیں :

(۱) وصیت کنندہ جنون مطبق میں مبتلا ہو جائے، یعنی اس پر ایسا جنون طاری ہو جائے جو ایک ماہ سے بھی متجاوز ہو۔
(۲) جس کے حق میں وصیت کی تھی وصیت کنندہ سے پہلے اس کی وفات ہو جائے۔

(۳) جس چیز کی وصیت کی تھی وہ چیز ہی باقی نہ رہ پائے۔ (۲)
ان کے علاوہ اگر کوئی ایسا سبب پایا جائے جو وصیت سے متعلق ذکر کی گئی شرطوں کی تکمیل میں حارج ہو، تو اس سے بھی وصیت باطل ہو جائے گی، جیسے مووسیٰ لہ وصیت کنندہ کو قتل کر دے یا وصیت کنندہ کی وفات کے بعد وہ وصیت کو قبول نہ کرے یا وصیت کنندہ مرتد ہو جائے، کیونکہ ارتداد کی وجہ سے وہ تصرف کی اہلیت

اور جوان کام کاج اور دوڑ دھوپ کی وجہ سے میل کچیل سے زیادہ دوچار ہوتے ہیں، اس لئے ایسی باتوں کی وجہ سے غسل کو واجب قرار دیا گیا کہ جوان مرد و عورت ان سے زیادہ دوچار ہوتے ہیں، پھر جب آدمی اس دنیا سے گزر جائے تو آخری بار اسے رخصت کرتے ہوئے اچھی طرح غسل دینے کی تلقین دی گئی، گویا طہارت و نظافت کا ایک پورا نظام مرتب فرما دیا گیا، جس کی وجہ سے ہر مسلمان بار بار صفائی ستھرائی کے اہتمام اور طہارت و پاکیزگی پر دوام کا پابند ہے۔

وضوء — لغت اور اصطلاح میں

جیسا کہ مذکور ہوا نظافت و طہارت کے نظام کا ایک اہم جز ”وضوء“ ہے، اگر ”و“ پر پیش ہو تو اس کے معنی وضوء کرنے کے ہیں اور ”و“ پر زبر ہو تو دو معنی آتے ہیں: وضوء کرنا، دوسرے وہ پانی جس سے وضوء کیا جائے، اور اصل میں یہ لفظ ”وضاءت“ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی چمک اور حسن نظافت کے ہیں، (۱) فعل وضوء کو وضوء یا تو اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے صفائی ستھرائی حاصل ہوتی ہے، یا اس لئے کہ وضوء کی برکت سے آخرت میں مومن کے اعضاء وضوء روشن رہیں گے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ (۲)

شریعت کی اصطلاح میں وضوء چہرے، ہاتھ اور پاؤں کے دھونے اور سر کے مسح کرنے کا نام ہے، (۳) — بعض حضرات کا خیال ہے کہ وضوء اس امت کی خصوصیات میں سے ہے، اس لئے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ قیامت کے دن امت مسلمہ کو اعضاء وضوء سے پہچانیں گے، (۴) لیکن روایتوں میں حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وضوء کرنے کا ذکر ملتا ہے، اس لئے محققین کا خیال ہے کہ وضوء اس امت کی

میں پستی اور اخلاق و عادات میں گراوٹ کی کیفیت پائی جاتی ہے، اسی لئے اسلام نے باطنی پاکیزگی کی طرح ظاہری صفائی، ستھرائی کو بھی بڑی اہمیت دی ہے، اسلام سے پہلے بعض مذاہب میں میل کچیل دھونے اور صاف ستھرے رہنے کو خدا کے تقرب میں رکاوٹ سمجھا جاتا تھا، ہندو مذہب کی بعض معزز مذہبی شخصیتیں اب بھی اس طرح کی ریاضت کرتی ہیں کہ بالکل صفائی ستھرائی نہیں کرتے، ننگ دھڑنگ رہتے ہیں، عیسائی مذہب پر ایک دور رہبانیت کا گذرا ہے، جس میں لوگ سا لہا سال غسل نہیں کرتے تھے، اور اس کو بہت بڑی نیکی تصور کرتے تھے، پروفیسر لیکی نے تاریخ اخلاق یورپ میں تفصیل سے اس کا ذکر کیا ہے۔

اسلام جس کا ایک ایک حرف فطرت انسانی سے ہم آہنگ اور اعتدال پر مبنی ہے، اس قسم کی رسمی مذہبیت کو قبول نہیں کرتا، اس کی نگاہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ جو فطری تقاضے رکھے ہیں اس کی تکمیل خدا کے قرب میں نفع نہیں اور نہ خشیت الہی کے منافی ہے، بلکہ ان کو اعتدال اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود میں رہتے ہوئے انجام دینا اللہ سے قربت اور اس کے رضاء جوئی کا صحیح راستہ ہے، اسی لئے پیغمبر اسلام ﷺ نے نہ صرف یہ کہ پاک صاف رہنے کی تلقین فرمائی بلکہ صفائی ستھرائی کا ایک پورا نظام مرتب فرما دیا، پیشاب، پانچانہ کے بعد استنجاء کا حکم دیا گیا، جسم میں کہیں کوئی ناپاکی لگ جائے یا خدج سے باہر نکل آئے اس کو دھونے کا حکم فرمایا گیا، ہر نماز کے لئے وضوء کو ضروری قرار دیا گیا، اور اس میں ان اعضاء کے دھونے اور پوچھنے کو ضروری قرار دیا گیا جو بار بار غبار آلود ہوتے ہیں، اور ان کا بار بار دھونا صحت کے لئے مضرت رساں نہیں، منہ کی صفائی کے لئے مسواک کی خاص طور پر تاکید کی گئی، ہفتے میں کم از کم ایک دن جمعہ کو غسل کرنے کو آپ ﷺ نے سنت قرار دیا، نوجوان

(۲) مسلم شریف ۱۲۶/۱، بخاری شریف ۲۵/۱

(۳) بخاری ۲۵/۱، مسلم شریف ۱۲۶/۱

(۱) مراقی الفلاح و طحاوی ۳۱

(۳) مراقی الفلاح ۳۱

ہوئی تو اب صرف حدیث یعنی ناقض وضوء پیش آنے کی صورت میں وضوء کا حکم دیا گیا۔ (۳) اس طرح تین مرحلوں میں وضوء کا حکم پایہ تکمیل کو پہنچا۔

وضوء کے ارکان

افعال وضوء کے سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ ان میں بعض رکن ہیں بعض سنت ہیں، اور بعض آداب کے درجہ میں ہیں۔

وضوء کے ارکان چار ہیں: چہرہ دھونا، کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کو دھونا، ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا، اور کم سے کم چوتھائی سر کا مسح کرنا، خود قرآن مجید میں ان ارکان اربعہ کا ذکر آیا ہے۔ (مائدہ: ۶)

چہرہ سے مراد پیشانی سے لے کر ٹھوڑی سے نیچے کا حصہ اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک کا حصہ ہے، پیشانی سے مراد دونوں بھنوں کے سامنے کا وہ مسطح حصہ ہے جو سجدہ کرتے ہوئے زمین سے مس کرتا ہے، یہ حکم ہر شخص کے لئے ہے، چاہے اس کو بال ہو یا نہ ہو یا کم ہو، اگر کسی شخص کو سر کے اگلے حصے میں بال نہیں ہوں جب بھی اسی حصہ تک دھونا ہے، اور ٹھوڑی کے نیچے سے مراد ٹھوڑی سے نیچے کا وہ حصہ ہے جہاں سے عام طور پر ڈاڑھی کے بال نکلتے ہیں، (۴) چنانچہ آنکھ اور ناک کے درمیان کی جگہ، ڈاڑھی کے بال کی جگہ سے کان کے درمیان کی سفیدی اور ہونٹ کا وہ حصہ جو منہ بند کرنے کے وقت نظر آتا ہے یہ سب چہرہ میں داخل ہے اور ان سب کو دھونا ضروری ہے، (۵) آنکھ، ناک اور منہ کے اندرونی حصہ کا دھونا ضروری نہیں، نیز اگر ڈاڑھی، مونچھ بھنوں گھنی ہوں تو ان کی جڑوں کو دھونا ضروری نہ ہوگا، اگر ہلکے بال ہوں اور نیچے چمڑے نظر آتے ہوں، تو چمڑے کو دھونا بھی ضروری ہوگا، (۶) ڈاڑھی کا اتنا حصہ

خصوصیت نہیں ہے بلکہ وضوء کی وجہ سے قیامت میں اعضاء وضوء کا روشن ہونا اس امت کی خصوصیات میں سے ہے، علامہ طحطاوی نے بھی اسی کو ترجیح دیا ہے۔ (۱)

قرآن مجید میں وضوء کے احکام کے سلسلہ میں جو آیت نازل ہوئی ہے، وہ سورہ مائدہ میں ہے، اور یہ مدنی سورت ہے، اس سے بظاہر محسوس ہوتا ہے کہ وضوء کی فرضیت مدینہ میں ہوئی ہے نہ کہ مکہ میں، حافظ ابن عبدالبر کا خیال ہے کہ البتہ غسل جنابت مکہ ہی میں فرض ہو گیا تھا، اس پر اتفاق ہے، اور اس پر بھی کہ آپ ﷺ نے ہجرت سے پہلے بھی کوئی نماز بلا وضوء نہیں ادا فرمائی ہے، اس سے پتہ چلتا ہے، کہ وضوء کا وجود تو کئی زندگی ہی میں ہو چکا تھا، لیکن اس کا وجوب مدینہ آنے کے بعد ہوا، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضرت فاطمہ روتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ ان قریش نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا پروگرام بنا لیا ہے، آپ ﷺ نے اس موقع سے وضوء کا پانی طلب فرمایا، اس روایت سے واضح ہے کہ ہجرت سے پہلے بھی وضوء کرنے کا معمول مبارک تھا، چنانچہ ابن جہم مالکی کا خیال ہے کہ ہجرت سے پہلے وضوء مستحب تھا، ہجرت کے بعد واجب ہو گیا۔ (۲)

خیال ہوتا ہے کہ شریعت کے دوسرے احکام کی طرح وضوء کے احکام بھی مختلف مرحلوں میں دئے گئے، مکی زندگی میں وضوء کرنا محض مستحب تھا، مدنی زندگی میں ابتداء ہر نماز کے لئے واجب قرار دیا گیا جیسا کہ امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ ابن حنظلہ انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ شروع میں ہر نماز کے لئے وضوء کا حکم فرمایا گیا تھا، گو آدمی پاکی کی حالت میں ہو، لیکن جب اس میں مشقت

(۲) دیکھئے: فتح الباری ۲۸۰/۱

(۳) مراقی الفلاح ۳۲

(۴) درمختار ۶۶/۱

(۱) طحطاوی علی مراقی الفلاح ۱۳

(۳) ابوداؤد ۷/۱

(۵) درمختار وردالمختار ۶۶/۱

یہ قول مشہور ہے جس کو اکثر اہل علم نے ترجیح دی ہے، بعض حضرات کے نزدیک تین انگلیوں کے بقدر اور بعض اہل علم کے نزدیک ”مقدار ناصیہ“ جس کو صاحب ہدایہ نے چوتھائی سر کے برابر قرار دیا ہے، لیکن شامی کی تحقیق کے مطابق ”ناصیہ“ چوتھائی سر سے کم مقدار ہوتی ہے، تاہم قول معتمد وہی چوتھائی سر کا ہے جس کو ابن ہمام، ابن امیر الحاج اور دوسرے اہل علم نے اختیار کیا ہے، (۱۰) سر سے مراد کان کے اوپر کا حصہ ہے، چنانچہ کسی کے بال نیچے لٹکے ہوئے ہوں وہ اس کو جوڑا بنا کر سر سے باندھ لے اور اس پر مسح کر لیا جائے تو کافی نہیں، اسی طرح اگر سر کا بال پیشانی پر آ گیا ہو، یا گردن پر آ گیا ہو، اور بال کے اس حصہ پر مسح کیا جائے تو یہ کافی نہیں۔ (۱۱)

سر کے کتنے حصے کا مسح فرض ہے؟ اس میں فقہاء کے درمیان خاصا اختلاف ہے، مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا مسح فرض ہے، (۱۲) شوافع سے تین اقوال منقول ہیں، ایک بال کا مسح کافی ہے، کم سے کم تین بال کا مسح ضروری ہے، قول مشہور یہ ہے کہ اتنی مقدار جس کو مسح کہا جاتا ہو (۱۳) امام احمد سے بھی ان کے عام مزاج کے مطابق متعدد رائیں نقل کی گئی ہیں، ایک قول پورے سر کا مسح واجب ہونے کا ہے، ایک یہ کہ مردوں کیلئے پورا سر اور عورتوں کے لئے سر کا اگلا حصہ، اور ایک قول کے مطابق سر کے کچھ حصہ کا مسح کافی ہے، اور ایک قول کے مطابق سر کے اکثر حصہ کا مسح ضروری ہے، (۱۴) مالکیہ کا خیال ہے کہ واصلحو برؤوسکم میں ”ب“ حرف زائد ہے، اب اس آیت کے معنی یوں ہو گئے کہ اپنے سروں کا مسح کرو، لہذا

جو چہرے کی حد کے اندر ہو کو دھونا بھی فرض ہے، اور جو حصہ ٹھوری سے نیچے لٹکا ہوا ہو اس کو دھونا فرض نہیں لیکن سنت ہے، (۱) یہی رائے اکثر فقہاء کی ہے، حنابلہ کے نزدیک داڑھی کے لٹکے ہوئے حصہ کو بھی دھونا واجب ہے، (۲) کپٹیاں چہرے میں داخل نہیں، (۳) اسی طرح ہونٹ کا وہ حصہ جو منہ بند رکھنے کے وقت نظر نہیں آتا چہرہ میں داخل نہیں اور اس کا دھونا ضروری نہیں۔ (۴)

حنفیہ اور اکثر فقہاء کے نزدیک منہ اور ناک کا اندرونی حصہ چہرہ (وجہ) میں داخل نہیں، حنابلہ کے نزدیک یہ بھی وجہ میں داخل ہے، اسی لئے ان کے یہاں وضوء میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی ضروری ہے، (۵) کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب وضوء کرو تو کلی کرو، اذا توضأت فمضمض، (۶) دوسرے فقہاء کے نزدیک یہ حکم استحباب کے درجہ میں ہے۔

ہاتھ دھونا

دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا فرض ہے، اور علامہ شرنبلالی نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، کہنی سے ہاتھ اور بازو کے ہڈیوں کا جوڑا مراد ہے، (۷) پاؤں ٹخنوں سمیت ہیں، اس پر بھی اجماع ہے، (۸) اگر انگوٹھی تنگ ہو تو اس کو حرکت دینا واجب ہے تاکہ اندر پانی کے پہنچ جانے کا اطمینان ہو جائے۔ (۹)

سر کا مسح

سر کے ایک چوتھائی حصہ کا مسح کرنا حنفیہ کے نزدیک فرض ہے،

- (۲) المغنی ۸۲/۱
(۳) مراقی الفلاح ۳۵
(۶) ابوداؤد ۱۹/۱
(۸) درمختار ۶۷/۱
(۱۰) رد المحتار ۶۷/۱
(۱۲) الشرح الصغیر ۱۰۸/۱
(۱۴) المغنی ۸۷/۱

- (۱) رد المحتار ۶۶/۱
(۳) مراقی الفلاح ۲۲
(۵) المغنی ۸۳/۱
(۷) مراقی الفلاح وطحطاوی ۳۳
(۹) مراقی الفلاح ۳۵
(۱۱) طحطاوی علی مراقی الفلاح ۳۳
(۱۳) شرح مہذب ۳۹۸/۱

بارے میں اتفاق ہے کہ نیت ضروری نہیں، تو ضرور ہے کہ یہی حکم وضوء کا بھی ہو، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک وضوء میں نیت ضروری ہے، (۳) کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے، انما الاعمال بالنیات، (۵) حنفیہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہاں اعمال سے خالص عبادات مراد ہیں، جیسے نماز، روزہ، نہ کہ تمام اعمال، کیونکہ بے شمار اعمال وہ ہیں، جن کا صحیح ہونا نیت پر موقوف نہیں، اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔

افعال وضوء میں ترتیب کا حکم

حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں وضوء میں وضوء کے افعال کو اسی ترتیب سے انجام دینا ہے، جس ترتیب سے قرآن مجید میں ان کا ذکر آیا ہے، یعنی پہلے چہرہ پھر ہاتھوں کا دھونا اس کے بعد سر کا مسح اور آخر میں پاؤں کا دھونا (سورہ مائدہ : ۶) مسنون ہے واجب نہیں، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک واجب ہے، گو امام احمد کا ایک قول اس کے خلاف بھی ہے، لیکن قول مشہور یہی ہے، (۶) اس میں شبہ نہیں کہ بعض آثار صحابہ سے خلاف ترتیب وضوء کرنا بھی ثابت ہے، چنانچہ دارقطنی نے حضرت بسر بن سعید رضی اللہ عنہ سے اس طرح وضوء کرنا نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے چہرہ دھویا پھر ہاتھ، اس کے بعد پہلے پاؤں دھوئے اور آخر میں سر کا مسح کیا، اور فرمایا کہ میں نے اس طرح حضور ﷺ کو وضوء کرتے ہوئے دیکھا ہے، (۷) اسی لئے حنفیہ کا خیال ہے کہ ترتیب سنت تو ہے واجب نہیں۔

پے در پے دھونا

تیسرا نکتہ جس کے بارے میں حنفیہ اور دوسرے فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، تسلسل اور ”موالات“ ہے ”موالات“ سے

پورے سر کا مسح کرنا فرض ہوگا، جو لوگ پورے سر کا مسح ضروری قرار نہیں دیتے ان کی رائے ہے کہ اس آیت میں ”ب“ کے معنی ”بعض“ (کچھ حصہ) کے ہیں، اس لئے پورے سر کا مسح فرض نہیں، سر کے ایک حصہ کا مسح کافی ہے۔

کم سے کم کتنا حصہ کافی ہے؟ شوافع نے اس کی کوئی تحدید نہیں کی، احناف کا نقطہ نظر یہ ہے کہ آپ ﷺ کا کم سے کم جتنی مقدار کا مسح ثابت ہے وہ مقدار ناصیہ ہے (۱) جو چوتھائی سر یا قریب بہ چوتھائی ہوتا ہے۔

نیت

وضوء سے متعلق بعض افعال وہ ہیں جن کی بابت اختلاف ہے کہ وہ فرض ہیں یا سنن و آداب کے قبیل سے ہیں؟ ان میں ایک نیت ہے، حنفیہ کے نزدیک نیت مسنون ہے، نہ کہ فرض، کیونکہ قرآن مجید میں جہاں فرائض وضوء کا بیان ہے، وہاں نیت کا کوئی ذکر نہیں آیا ہے، اسی طرح ایک حدیث میں روایت اس طرح ہے کہ ایک آدمی آپ ﷺ سے وضوء کا طریقہ دریافت کیا اور آپ ﷺ نے ان کو وضوء کا طریقہ بتایا، اس میں آپ ﷺ نے نیت کا ذکر نہیں فرمایا، (۲) ایک حدیث میں آپ ﷺ نے دیہاتی کو وضوء کا طریقہ بتایا لیکن اس میں نیت کا ذکر نہیں فرمایا، (۳) یہی تقاضہ قیاس بھی ہے، کیونکہ نجاست دور کرنے کی اکثر صورتیں وہ ہیں جن میں نیت کی ضرورت نہیں، استنجاء ہو، یا ازالہ نجاست کی کوئی اور صورت، یہی حکم وضوء کا بھی ہونا چاہئے، پھر غور کیجئے کہ وضوء بھی نماز کے لئے شرط کا درجہ رکھتا ہے، اور جسم و نماز کی جگہ کا پاک ہونا یا حصہ ستر کا چھپا ہوا ہونا بھی من جملہ شرائط نماز کے ہے، اور ان امور کے

(۱) شرح معانی الآثار المعروف بالطحاوی ۲/۲۷۱، ابوداؤد شریف ۲۰/۱ (۲) ابوداؤد شریف ۱۸/۱، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا

(۳) الإفصاح ۷/۱

(۵) بخاری ۲/۱

(۶) الإفصاح ۷/۱

(۷) دیکھئے: نصب الراية ۳۵/۱

مراد یہ ہے کہ ایک عضو کے خشک ہونے سے پہلے ہی دوسرا عضو دھولیا جائے، مالکیہ کے نزدیک موالات واجب ہے، حنفیہ کے نزدیک واجب نہیں بلکہ سنت ہے، امام شافعی کا قول جدید بھی یہی ہے، امام احمد سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں، (۱) — حنفیہ وغیرہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں کہیں صراحتاً یہ حکم موجود نہیں، اس لئے یہ مسنون تو ہوگا، واجب نہیں ہو سکتا، حنفیہ کی رائے کو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت سے تقویت پہنچتی ہے، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر میں اپنی باندی سے ہم آغوش ہوتا ہوں تو میری بیوی کو اس سے رنجش ہوتی ہے، اور اسے رشک آتا ہے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ان کو کیوں کر اس کا علم ہوتا ہے؟ عرض کیا: میرے غسل کرنے کی وجہ سے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب ایسا ہو تو صرف سر دھولیا کرو، اور جب نماز کا وقت آئے تو باقی پورا جسم دھولو۔ (۲)

وضوء کی سنتیں

وضوء میں کچھ اور سنت ہیں، یعنی یہ ایسے افعال ہیں کہ جن کا کرنا باعث اجر ہے، اور جن کا ترک کر دینا قابل ملامت (۳) نور الايضاح میں اٹھارہ سنتوں کا ذکر ہے، لیکن مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ اٹھارہ کا عدد بطور حصر کے نہیں ہے، یہ ازراہ سہولت لکھ دیا گیا ہے، (۴) یہ سنتیں حسب ذیل ہیں:

(۱) شروع میں تین دفعہ دونوں ہاتھوں کا گٹوں تک دھونا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو برتن میں ہاتھ ڈالنے

سے پہلے اس کو دھولے۔ (۵)

(۲) شروع میں بسم اللہ کہنا، کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا وضوء نہیں جس نے اللہ کا نام نہیں لیا، (۶) حنفیہ میں امام قدوری اور امام طحاوی وغیرہ کا رجحان ان کے سنت موکدہ ہونے کی طرف ہے، اور صاحب ہدایہ کے نزدیک قول صحیح اس کا مستحب ہونا ہے، (۷) بسم اللہ کس طرح کہا جائے؟ اس سلسلہ میں مختلف اقوال منقول ہیں، بعض حضرات کی رائے ہے کہ ”بسم اللہ العظیم و الحمد لله علی دین الاسلام“ کہے، اور بعض حضرات کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ ہی پڑھا جائے، البتہ طحاوی نے مجتبیٰ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم، بسم اللہ العظیم و الحمد لله علی دین الاسلام“ پڑھا جائے تا کہ ان تمام اذکار کو شامل ہو جائے، (۸) عینی نے طبرانی کے حوالہ سے بسند حسن ”بسم اللہ و الحمد لله“ کے الفاظ نقل کئے ہیں، (۹) اگر ابتداء میں بسم اللہ کہنا بھول گیا، اور درمیان میں بسم اللہ کہا تو سنت تو ادا نہ ہوگی البتہ مستحب پر عمل کا ثواب ہوگا۔ (۱۰)

(۳) وضوء میں مسواک کرنا سنت موکدہ ہے، مسواک کلی کرتے وقت کی جائے گی، اگر وضوء کے درمیان مسواک کرنا بھول گیا تو نماز سے پہلے مسواک کر لینا مسنون ہے، (۱۱) کیونکہ آپ ﷺ سے بکثرت مسواک کی تاکید ثابت ہے۔

مسواک تین بار کرنا مسنون ہے، تین بار اوپر کے حصہ میں اور تین بار نیچے کے حصہ میں اور تین الگ الگ پانی کے ساتھ، (۱۲)

(۱) طحطاوی علی مراقی ۳۷

(۳) درمختار ۷۰/۱

(۵) مسلم ۱۳۶/۱، ابوداؤد شریف ۱۴۱/۱، ترمذی شریف ۱۳۶/۱

(۷) طحطاوی علی مراقی ۳۷

(۹) رد المحتار ۷۴/۱

(۱۱) درمختار ۷۷/۱

(۲) فیہ اسماعیل بن یحییٰ وهو متروک عند المحدثین، دیکھئے: نصب الراية ۳۷/۱

(۳) مراقی الفلاح ۳۵

(۶) دیکھئے: نصب الراية ۳۶/۱

(۸) طحطاوی ۳۷

(۱۰) درمختار ۷۴/۱

(۱۲) درمختار ۷۸/۱

کرنا مستحب ہے نہ کہ مسنون (۶) چونکہ ڈاڑھی کے خلال کے سلسلہ میں بکثرت روایات منقول ہیں، (۷) اس لئے مشائخ حنفیہ کا رجحان، اس سلسلہ میں امام ابو یوسفؒ کے قول کی طرف ہے، (۸) تین دفعہ چہرہ دھونے کے بعد ڈاڑھی کا خلال کیا جائے گا، خلال کا طریقہ یہ ہے کہ ایک چلو پانی لے کر نیچے کی طرف سے بالوں کے درمیان سے انگلیاں اوپر لے جائی جائیں، بعض روایات میں آپ ﷺ سے اسی طرح ڈاڑھی کا خلال کرنا ثابت ہے۔ (۹)

(۸) انگلیوں کا خلال بھی مسنون ہے، ہاتھ کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کی جائیں، پاؤں کی انگلیوں کا خلال اس طرح کیا جائے کہ بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کیا جائے، دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کیا جائے اور بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی پر ختم کیا جائے، پاؤں کی انگلیوں کے نیچے کی جانب سے خلال کرنا چاہئے، (۱۰) حضرت لقیط بن صبرہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب وضوء کرو (تو بھر پور کرو) اور انگلیوں کے درمیان خلال کرو۔ (۱۱)

(۹) رسول اللہ ﷺ کا عام معمول مبارک اعضاء وضوء کو تین تین بار دھونے کا تھا، اس لئے تین تین بار اعضاء وضوء کو دھونا مسنون ہے، تین بار دھونے سے مراد پورے عضو تین بار دھونا ہے، اگر ایک دفعہ کچھ دھویا، کچھ حصہ دوسری دفعہ یا ایک دفعہ پورا عضو دھویا اور دوسری اور تیسری دفعہ کچھ حصہ پر پانی ڈالا تو یہ سنت کی ادائیگی کے لئے کافی نہیں، تین دفعہ سے زیادہ بھی نہ دھونا

ابتداء دائیں جانب سے کی جائے پھر بائیں سے دائیں اور پھر دائیں سے بائیں (۱) مسواک کرتے ہوئے اسے دائیں ہاتھ سے تھامنا چاہئے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس کی کیفیت اس طرح نقل کی گئی ہے کہ چھوٹی انگلی اور انگوٹھا مسواک کے نیچے ہو، اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر، (۲) (مسواک کے سلسلہ میں دوسرے احکام کے لئے ملاحظہ ہو: مسواک)۔

(۳) تین مرتبہ کلی کرنا۔

(۵) تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا۔

(۶) اگر روزہ دار نہ ہو تو کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا، کلی میں مبالغہ یہ ہے کہ حلق کے کنارہ تک پانی پہنچ جائے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ یہ ہے کہ ناک کے نرم حصہ سے آگے پانی چلا جائے۔ (۳)

کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت موكده ہے، اگر عادت اس کا اہتمام ترک کر دے تو گنہ گار ہوگا، (۴) کیونکہ بہت سی روایت میں آپ ﷺ کا وضوء میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ثابت ہے، بلکہ کیفیت وضوء سے متعلق شاید ہی کوئی روایت ہو جو ان افعال کے ذکر سے خالی ہو۔

(کلی اور ناک میں پانی ڈالنے سے متعلق احکام کے لئے دیکھئے: مضمضہ اور استنشاق)۔

(۷) گھنی ڈاڑھی کا خلال کرنا بشرطیکہ محرم نہ ہو، کیونکہ آپ ﷺ ریش مبارک کا خلال فرمایا کرتے تھے، (۵) یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے، امام ابو حنیفہؒ اور امام نمذؒ کے نزدیک ڈاڑھی میں خلال

(۱) ردالمحتار ۷۸/۱

(۳) مراقی الفلاح ۸۹، درمختار ۷۹

(۵) ترمذی عن عثمان ۱۲/۱

(۷) دیکھئے: نصب الراية ۲۶۱-۲۲۳، الاحادیث الواردة فی تحلیل اللحية

(۹) مراقی الفلاح ۳۹، ردالمحتار ۷۹/۱

(۱۱) تذلی ۱۶/۱

(۲) ردالمحتار ۷۸/۱

(۳) ردالمحتار ۷۹/۱

(۶) مراقی الفلاح ۳۹

(۸) دیکھئے: مراقی الفلاح ۳۹، درمختار ۷۹/۱

(۱۰) طحطاوی ۳۹، ردالمحتار ۸۰/۱

دھویا جائے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب وضوء کرو تو دائیں سے آغاز کرو، اذاتوضاً تم فابدؤوا بمیمنکم۔ (۷)

(۱۳) سر کے مسح میں سر کے اگلا حصہ سے مسح کی ابتداء مسنون ہے، کیونکہ آپ ﷺ کا اسی طرح مسح کرنا ثابت ہے۔ (۸) سنن وضوء کی یہ فہرست علامہ شرنبلالیؒ کی رائے پر ہے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ دائیں حصہ کو پہلے دھونا اور سر کے اگلے حصے کا مسح پہلے کرنا یہ مستحبات میں سے ہے نہ کہ سنن میں، علامہ حسکتیؒ نے اس کے مستحب ہونے کو ترجیح دی ہے۔

کچھ اور سنتیں

وضوء کی سنتوں میں سے شروع میں نیت کرنا بھی ہے، یہ بھی ہے کہ اعضاء وضوء کو مسلسل دھویا جائے، ترتیب کی رعایت بھی مسنون ہے، بعض فقہاء کے نزدیک ان کا درجہ فرض کا ہے، اسی مناسبت سے فرائض وضوء کے بعد ان امور کا ذکر آچکا ہے۔ (۹)

مستحبات و آداب

وضوء کے مستحبات و آداب یہ ہیں :

(۱) وضوء کے لئے اونچی جگہ پر بیٹھنا تا کہ وضوء کے دھوؤں سے بچ سکے۔

(۲) قبلہ کا استقبال۔

(۳) بلا عذر دوسرے سے مدد نہ لینا، عذر کی بناء پر دوسروں سے مدد لینے میں کوئی حرج نہیں۔ (۱۰) — اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ وضوء میں مدد لینے کے تین درجات ہیں، ایک یہ کہ کسی سے

چاہئے، ہاں اگر پوری طرح اعضاء وضوء کے دھل جانے کا اطمینان نہ ہو اور طمانیت قلب کی غرض سے تین دفعہ کے بعد بھی دھولے تو کچھ حرج نہیں۔ (۱)

(۱۰) پورے سر کا مسح ایک بار مسنون ہے، یہی رائے حنفیہ، حنابلہ اور مالکیہ کی ہے، (۲) کیونکہ روایات میں عام طور پر ایک ہی بار سر کا مسح کرنا منقول ہے، (۳) شوافع کے نزدیک سر کا مسح تین بار مسنون ہے، (۴) کیونکہ بعض روایات میں تین بار مسح کرنے کا ذکر آیا ہے، لیکن یہ روایتیں محدثین کے نزدیک ضعف سے خالی نہیں، اس لئے صحیح قول وہی ہے جو اکثر فقہاء کا ہے۔

(۱۱) کانوں کا مسح کرنا، بہتر ہے کہ کان کے مسح کے لئے نیا پانی لیا جائے، امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہی ہے، تاہم اگر ہاتھ میں بچی ہوئی تراوٹ ہی سے کان کا مسح کر لے تو یہ بھی کافی ہے، البتہ چونکہ اس صورت میں امام شافعیؒ کے نزدیک سنت ادا نہیں ہوتی، اس لئے اختلاف فقہاء سے بچتے ہوئے نیا پانی لے لیا جائے تو بہتر ہے۔

(۱۲) اعضاء وضوء پر پانی بہاتے ہوئے ان اعضاء کو ملنا یعنی ان پر ہاتھ کا پھیرنا بھی مسنون ہے، کیونکہ آپ ﷺ سے ایسا کرنا ثابت ہے، (۵) امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ کے نزدیک اعضاء وضوء کو ملنا فرائض وضوء میں سے ہے، (۶) اس لئے فقہاء کے اختلاف سے بچنے کے لئے اعضاء وضوء پر ہاتھ پھیرنے کا اہتمام کر لینا چاہئے، صرف پانی بہانے پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے۔

(۱۳) وضوء میں دائیں حصہ سے آغاز مسنون ہے، یعنی بائیں ہاتھ سے پہلے دایاں ہاتھ اور بائیں پیر سے پہلے دایاں پاؤں

(۱) درمختار وردالمختار ۸۱/۱-۸۰

(۳) بخاری شریف ۳۲/۱، ترمذی شریف ۱۶/۱

(۵) مراقی الفلاح ۴۰

(۷) صحیح ابن حبان ۳۷۰/۲، حدیث نمبر ۱۰۹۰، عن ابی ہریرة، ابن ماجہ، حدیث نمبر ۴۰۲

(۸) مراقی الفلاح ۴۱

(۱۰) مراقی الفلاح ۴۲

(۹) درمختار ۸۲/۱، سنن وضوء کی یہ پوری بحث، مراقی الفلاح، طحطاوی، درمختار اور ردالمحتار سے ماخوذ ہے

کھڑے ہو کر پینا ثابت ہے، گو عام حالات میں اس طرح پینا مکروہ تزیہی ہے۔ (۲)

(۱۳) یہ بھی مستحب ہے کہ اعضاء وضوء کو دھوتے ہوئے کچھ آگے تک پانی پہنچا دیا جائے تاکہ مقررہ حد تک پانی کا پہنچ جانا یقینی ہو جائے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی ترغیب دی ہے، من استطاع منکم ان یطیل غرتہ فلیفعل۔ (۳)

(۱۴) اگر وقت مکروہ نہ ہو تو وضوء کے بعد تحیۃ الوضوء کی نیت سے دو رکعت نفل پڑھ لی جائے۔ (۴)
(تفصیل کے لئے دیکھئے: تحیۃ الوضوء)

یہ کچھ اہم مستحبات و آداب ہیں، فقہاء نے کچھ اور آداب کا بھی ذکر کیا ہے، اسی طرح ہر عضو کو دھوتے ہوئے دعائیں بھی نقل کی گئی ہیں، لیکن کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت نہیں۔

وضوء میں مکروہ باتیں

وضوء میں جو باتیں مکروہ یا خلاف ادب ہیں، وہ یہ ہیں :

- (۱) چہرہ پر پانی کا مارنا، یہ کراہت تزیہی ہے۔
- (۲) پانی بہت کم استعمال کرنا، اتنا کم کہ گویا تیل کی مالش کی گئی ہو اور جسم سے قطرات کا ٹپکنا نمایاں نہ ہو۔
- (۳) پانی کا ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا، تین دفعہ سے زیادہ دھونا بھی اس میں شامل ہے، اگر اپنے مملوکہ پانی یا نہر اور دریا کے پانی میں فضول خرچی کرے تو مکروہ تحریمی ہے، اور مساجد و مدارس کے پانی میں اسراف کرے تو حرام۔
- (۴) نئے پانی سے تین بار مسح کرنا۔
- (۵) عورت کے استعمال کے بعد بچے ہوئے پانی سے

پانی طلب کیا جائے، دوسرا یہ کہ کوئی شخص پانی بہائے اور آدمی خود اعضاء وضوء کو دھوئے، تیسرا یہ کہ کسی اور شخص سے اعضاء وضوء کو دھلوائے اور مسح کروائے، استعانت کی یہ تیسری صورت مکروہ ہے بشرطیکہ وضوء کرنے والا خود افعال وضوء کو انجام دینے سے معذور نہ ہو، پہلی صورت میں کوئی کراہت نہیں کہ تعاون بعید ہے، دوسری صورت خلاف ادب ہے، علامہ شامی نے اس تفصیل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (۱)

(۴) وضوء کے درمیان دنیوی گفتگو نہ کی جائے۔

(۵) کان کا مسح کرنے میں چھوٹی انگلی کو کان کے سوراخ میں داخل کیا جائے۔

(۶) انگلی گو کشادہ ہو پھر بھی اس کو حرکت دی جائے۔

(۷) دائیں ہاتھ سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے۔

(۸) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے۔

(۹) اگر معذور نہ ہو یعنی کسی ایسی بیماری سے دوچار نہ ہو کہ جس کی وجہ سے وضوء دیر تک برقرار نہ رہ سکے، تو مستحب ہے کہ وقت کے داخل ہونے سے پہلے وضوء کر لے۔

(۱۰) وضوء کے بعد قبلہ رخ کھڑے ہو کر کلمہ شہادت پڑھے کہ حدیث میں اس کی فضیلت آئی ہے۔

(۱۱) وضوء کے بعد یہ دعاء پڑھنا منقول ہے :

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ .

الہا! مجھے خوب توبہ کرنے والوں میں سے بنا اور مجھے پاک لوگوں میں سے بنا۔

(۱۲) وضوء کے بعد وضوء کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پینا، کیونکہ آپ ﷺ سے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو

(۲) درمختار ۸۷/۱

(۳) درمختار ۸۹/۱

(۱) ردالمحتار ۸۶/۱

(۳) مسلم شریف ۱۲۶/۱، بخاری شریف ۲۵/۱

وضوء کرنا۔

کوئی ناقص وضوء پیش نہ آئے۔

(۶) ناپاک جگہ میں وضوء کرنا۔

(۷) مسجد میں وضوء کرنا، البتہ مسجد میں جو حصہ وضوء ہی کے لئے بنایا گیا ہو وہاں وضوء کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (۱)

(۸) وضوء کے درمیان بلا ضرورت دنیوی گفتگو کرنا۔ (۲)

وضوء واجب ہونے کی شرطیں

وضوء سے متعلق شرطیں دو طرح کی ہیں، وضوء کے واجب ہونے کی شرطیں اور وضوء کے صحیح ہونے کی شرطیں، وضوء کے واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں: عاقل ہونا، بالغ ہونا، مسلمان ہونا، اتنے پانی کے استعمال پر قادر ہونا جس سے وضوء کیا جاسکے، حیض و نفاس کی کیفیت کا نہ ہونا، پہلے سے وضوء موجود نہ ہو، اور وقت نماز کے اتنے حصہ کا باقی رہ جانا کہ اب اگر وضوء کر کے نماز ادا نہ کی جائے تو نماز قضاء ہو جائے، (۳) تاہم علامہ شرنبلالی نے صحیح لکھا ہے کہ ایک جملہ میں یہ تمام شرطیں جمع کی جاسکتی ہیں اور وہ یہ کہ مکلف پانی کے ذریعہ پاکی حاصل کرنے پر قادر ہو "قدرة المكلف بالطهارة عليها بالماء"۔ (۴)

وضوء درست ہونے کی شرطیں

وضوء کے صحیح ہونے کے لئے تین بنیادی شرطیں ہیں:

(۱) پاک پانی اعضاء وضوء کے پورے چڑے پر پہنچ جائے اور ایک سوئی کے بقدر بھی خشکی نہ رہ پائے، اگر اتنا حصہ بھی خشک رہ گیا تو وضوء درست نہیں ہوگا۔

(۲) حیض و نفاس کی حالت نہ ہو، اور وضوء کے درمیان

(۳) ایسی کوئی چیز جسم پر نہ ہو جو پانی کے پہنچنے میں رکاوٹ ہو، جیسے: موم، تیل یا میل پانی کے پہنچنے میں مانع نہیں ہوتے، بلکہ اولاً پانی ان کے اندر جذب ہوتا ہے، پھر چمڑے تک پہنچتا ہے۔ (۵)

متفرق احکام

اگر پاؤں میں پھٹن کی وجہ سے پانی سے دھونا مضر ہو تو پھٹن سے اوپر لگی ہوئی دوا پر پانی کا بہا دینا کافی ہے، اگر پانی کا بہانا بھی نقصان سے خالی نہ ہو تو صرف مسح کر لے، اگر مسح میں بھی نقصان کا اندیشہ ہو تو یوں ہی چھوڑ دے، اگر ٹھنڈے پانی کا استعمال مضر ہو اور گرم پانی استعمال کرنے میں نقصان نہ ہو تو گرم پانی استعمال کرے، (۶) — ظاہر ہے یہی حکم دوسرے اعضاء وضوء کیلئے بھی ہوگا، اگر دھونے یا مسح کرنے میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، کیونکہ شریعت نے انسان کو اس کی قوت اور صلاحیت کے لحاظ سے مکلف بنایا ہے۔ (۷)

ہاتھ اور چہرہ دھونے کے بعد ناخن یا مونچھ تراشی جائے یا سر پر مسح کرنے کے بعد بال موٹا یا جائے تو غسل اور مسح کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (۸)

اگر زخم پر باریک چمڑا تھا جس پر پانی گزار دیا پھر اس چمڑے کو کاٹ دے تو دوبارہ پانی بہانا ضروری نہیں، (۹) — تاہم ان صورتوں میں دوبارہ ان اعضاء کو دھولینا مستحب ہے۔ (۱۰)

— اگر کسی شخص کی کہنی سے ہاتھ کٹا ہوا ہو تو جہاں پر سے کٹا ہوا ہے، اسے دھولے، اسی طرح ہاتھ پاؤں کا کچھ حصہ کٹا ہوا ہے،

(۲) مراقی الفلاح ۳۵

(۴) مراقی الفلاح ۳۴

(۶) طحاوی ۳۵

(۸) مراقی الفلاح ۳۵

(۱۰) مراقی الفلاح ۳۵

(۱) درمختار ۸۹-۹۰/۱

(۳) درمختار ۵۹/۱

(۵) حوالہ سابق، درمختار ۵۹/۱

(۷) دیکھئے: درمختار ۶۹/۱

(۹) درمختار ۶۹/۱

عقائد وغیرہ کی کتابیں چھونا مقصود ہو، نیند سے بیدار ہو، تجدید وضوء کے لئے بشرطیکہ پہلے وضوء سے کوئی عبادت مقصودہ ادا کر چکا ہو، یا مجلس بدل گئی ہو، غیبت کرنے، جھوٹ بولنے، چغلی خوری کرنے، قبیح اشعار پڑھنے اور کسی بھی غلطی کرنے کے بعد، کیونکہ وضوء گناہوں کا کفارہ ہے، نماز کے باہر قہقہہ لگانے کے بعد، میت کو غسل دینے اور جنازہ اٹھانے کے بعد، ہر نماز کے لئے تازہ وضوء، غسل جنابت سے پہلے جب جنبی کھانے، پینے، سونے یا دوبارہ ہمبستری کرنے کا ارادہ کرے، غصہ کی حالت میں، کیونکہ وضوء آتش غضب کو بجھاتا ہے، قرآن و حدیث پڑھنے اور حدیث کی روایت کرنے کے لئے، کسی بھی علم شرعی کے پڑھنے اور پڑھانے کے لئے، اذان، اقامت اور خطبہ کے لئے گو خطبہ نکاح ہی کیوں نہ ہو، مواجہ شریف میں حاضری کے لئے، مسجد میں داخل ہونے کی غرض سے، عرفہ میں وقوف اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے لئے، ہر ایسے عمل کے بعد جس میں بعض فقہاء کے نزدیک وضوء ٹوٹ جاتا ہو، جیسے: اونٹ کا گوشت کھانے، یا غیر محرم مشتمات عورت کو چھونے اور اپنی شرمگاہ کو کپڑے کے بغیر ہاتھ لگانے کی صورت میں۔ (۶)

(نواقض وضوء کے احکام کے لئے ملاحظہ ہو: حدث، نوم، دم، قہقہہ، بول و براز، نیز وضوء کے مستعمل پانی کے حکم کے لئے دیکھا جائے: غسل، اور کس پانی سے وضوء جائز ہے؟ اس کے لئے دیکھئے: ”ماء“۔)

وضیغہ

جس قیمت میں کسی چیز کو خریدا ہو، اس سے کم قیمت میں اسے فروخت کرنے کو ”بیع وضیغہ“ کہتے ہیں، (۷) اس کے مقابلہ میں

اور کچھ حصہ باقی ہے تو جتنا حصہ کٹا ہوا ہے، اسے دھولیا جائے، (۱) اگر ایک شخص کو ایک ہی حصہ میں ایک سے زیادہ ہاتھ یا پاؤں ہو جائیں تو اگر اس زائد ہاتھ اور پاؤں سے اشیاء کو پکڑتا اور چلتا ہو تو اس کو بھی دھونا واجب ہوگا، ورنہ دھونا واجب نہ ہوگا بلکہ مستحب ہوگا، اسی طرح اگر پانچ سے زیادہ انگلیاں ہو جائیں تو اس کو بھی دھونا فرض ہوگا۔ (۲)

وضوء کب فرض و واجب ہے اور کب سنت و مستحب؟

وضوء کب فرض ہے، کب واجب اور کب مستحب؟ اس اعتبار سے وضوء کی چار قسمیں کی گئی ہیں: فرض، واجب، مسنون اور مستحب، نماز کے لئے وضوء کرنا فرض ہے، فرض ہو یا نفل، اور فرض عین ہو یا فرض کفایہ، اور مکمل نماز ہو یا جزو نماز، جیسے سجدہ تلاوت، ان صورتوں میں وضوء فرض ہے، طواف کے لئے وضوء کرنا واجب ہے، اسی لئے بغیر وضوء طواف کرنے کی صورت میں دم واجب ہوتا ہے، قرآن مجید چھونے کے لئے وضوء کرنا بعض حضرات کے نزدیک واجب ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک فرض، علامہ شرنبلالی اور علامہ حلبی کے نزدیک اس کے لئے بھی وضوء فرض ہے۔ (۳)

سونے کے لئے وضوء کرنا مسنون ہے، (۴) یہ علامہ حصفی کی رائے ہے، اور معمول نبوی ﷺ سے مطابقت کے اعتبار سے قابل ترجیح معلوم ہوتی ہے، علامہ شرنبلالی نے اس کو بھی مستحبات میں شمار کیا ہے، ان کے نزدیک مسنون اور مستحب کی الگ الگ قسمیں نہیں بلکہ تین ہی قسمیں ہیں: فرض، واجب، اور مستحب۔ (۵)

جن صورتوں میں وضوء کرنا مستحب ہے، وہ تین سے بھی زیادہ ہیں، من جملہ ان کے یہ ہیں: دینی کتابوں یعنی فقہ و حدیث، تفسیر و

(۱) رد المحتار ۶۹/۱

(۲) مراقی الفلاح ۴۵، رد المحتار ۶۰

(۳) دیکھئے: مراقی الفلاح ۴۵

(۴) کتاب التعریفات ۲۸۱

(۲) درمختار ۷۰/۱

(۳) درمختار ۶۱/۱

(۴) مراقی الفلاح ۴۷-۴۵، درمختار ۶۱/۱

دنوں ہی کیلئے کیوں نہ وہاں مقیم ہوا ہو۔

وطن اقامت سے عارضی قیام گاہ مراد ہے، حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی مقام پر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لے، تو یہ وطن اقامت ہے، وطن اقامت دو صورتوں میں باطل ہو جاتا ہے، ایک تو وطن اصلی کی طرف لوٹنے سے، دوسرے مسافت شرعی کے بقدر فاصلہ کے کسی مقام کے سفر کے ارادہ سے، اگر اس سے کم فاصلے کا سفر وطن اقامت سے کیا جائے اور پھر وطن اقامت کو واپسی کا ارادہ ہو تو وطن اقامت باطل نہیں ہوتا، بلکہ اس مختصر سفر میں بھی وہ مقیم ہی کے حکم میں رہتا ہے، (۵) وطن اقامت کا بھی حکم نماز میں وہی ہے جو وطن اصلی کا ہے کہ چار رکعت والی نمازیں پوری پڑھی جائیں گی۔

اسی سے حجاج کے سلسلہ میں بھی حکم معلوم ہو گیا کہ جو حجاج حج شروع ہونے سے پندرہ دنوں پہلے مکہ آجائیں وہ مقیم ہیں، وہ منی، عرفات اور مزدلفہ میں چار رکعتیں پوری کریں گے، اور جو حجاج پندرہ دنوں پہلے مکہ نہ پہنچے ہوں، بلکہ اس وقت آئے ہوں جب زیادہ سے زیادہ چودہ دن حج شروع ہونے میں باقی ہو، تو انہیں منی، عرفات اور مزدلفہ میں چار رکعت والی نمازوں کو دو رکعت ہی پڑھنا چاہئے، کیونکہ وہ مسافر کے حکم میں ہیں۔

بعض اہل علم نے وطن کی ایک اور قسم وطن سکنی کے نام سے کی ہے، یعنی ایسی جگہ جہاں پندرہ دنوں سے کم قیام کا ارادہ ہو، ایسا شخص مسافر کے حکم میں ہے، چونکہ اس سے کوئی مستقل فقہی حکم متعلق نہیں ہے، اس لئے محققین کے نزدیک وطن سکنی کی اصطلاح بے معنی اور بے فائدہ ہے، (۶) — وطن اقامت کی جو تشریح اوپر ذکر کی گئی ہے، وہ فقہاء حنفیہ کی رائے پر ہے، مالکیہ کے نزدیک اگر کہیں چار دن یا

مراجم اور تولیہ کی اصطلاحات ہیں، خریدی ہوئی چیز کو نفع لے کر فروخت کرے تو ”مراجم“ ہے، اور اسی قیمت میں فروخت کر دے تو ”تولیہ“ ہے۔



وطن (”ط“ کے زیر یا سکون کے ساتھ) کے معنی رہائش کی جگہ (منزلۃ الاقامة) کے ہیں، (۱) چونکہ نماز میں قصر کا مسئلہ سفر سے متعلق ہے، اور سفر نام ہی بے وطنی کا ہے، اس لئے فقہاء کے یہاں وطن ایک اہم اصطلاح ہے اور اس کی دو قسمیں کی گئی ہیں، وطن اصلی اور وطن اقامت۔

وطن اصلی سے مراد وہ جگہ ہے، جہاں انسان پیدا ہوا ہو یا وہاں اس نے شادی کی ہو، یا وہاں اس نے مستقل طور پر قیام کا ارادہ کر لیا ہو، والوطن الاصلی هو الذی ولد فیہ الانسان او تزوج فیہ اولم یتزوج ولم یولد فیہ ولکن قصد التعیش لا الارتحال عنہ، (۲) — وطن اصلی متعدد بھی ہو سکتے ہیں، مثلاً ایک شخص نے دو شہروں میں مکان بنا رکھا ہے، یا اس نے دو شہروں میں الگ الگ نکاح کر رکھے ہیں تو دونوں اس کے لئے وطن اصلی قرار پائیں گے، (۳) اگر کوئی شخص اپنے وطن اصلی کو چھوڑ کر پوری طرح وہاں سے منتقل ہو گیا، اور کسی اور جگہ کو وطن بنا لیا، تو اب یہ وطن اصلی باقی نہیں رہے گا، وهذا الوطن بیطل بمثلہ لا غیر وهو ان یتوطن فی بلدة اخرى وينقل الیہا فیخرج الاول عن ان یکون وطنا اصلیا . (۴)

وطن اصلی کا حکم یہ ہے کہ یہاں چار رکعت والی نمازیں پوری چار رکعت ہی ادا کی جائیں گی، خواہ سفر کرتے ہوئے وہ دو ایک

(۲) مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ۲۳۲، نیز دیکھئے: البحر الرائق ۱۳۶/۲

(۳) البحر الرائق ۱۳۶/۲

(۶) البحر الرائق ۱۳۶/۲، مراقی الفلاح ۲۳۵

(۱) القاموس المحيط ۱۵۹۸

(۳) مراقی الفلاح ۲۳۳

(۵) الدر المختار مع الرد ۶۱۴/۲، مع تحقیق شیخ عادل احمد وغیرہ

تلاوت، قرآن کو چھونا اور اٹھانا، قرآن کی کتابت اور مسجد میں داخل ہونے کی حرمت، غسل سے پہلے کھانے پینے کا مکروہ ہونا، اگر موزوں پر مسح کر رہا ہو تو واجب ہے کہ موزہ اتار لے، اگر حیض کے ابتدائی دنوں میں وطی کر لی تو ایک دینار اور آخری دنوں میں وطی کی تو نصف دینار کفارہ ادا کرنا مستحب ہے، روزہ کا فاسد ہونا، اس کی قضاء نیز سرزنش اور کفارہ کا واجب ہونا، اگر وطی کے درمیان صبح طلوع ہوگئی تو اس دن کے روزے کا منعقد نہ ہونا، جن کفارات میں مسلسل روزے ضروری ہیں، اگر ان کفارات کے درمیان جماع کی وجہ سے روزہ توڑ لے تو از سر نو روزہ رکھنا پڑے گا۔

☆ اعتکاف میں وطی جائز نہیں، اس سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا، اگر حج میں وقوف عرفہ سے پہلے اور عمرہ میں طواف کے چار شوط سے پہلے وطی کر لے، تو ان صورتوں میں حج و عمرہ بھی فاسد ہو جائے گا، اور فی الحال اس حج و عمرہ کو مکمل کرنا، آئندہ ان کی قضاء کرنا نیز دم دینا واجب ہوگا، اگر نکاح فاسد کی بناء پر وطی کر لی، یا شبہ میں وطی کر لی تو مہر مثل واجب ہوگا، طلاق رجعی کے بعد وطی سے رجعت ثابت ہو جائے گی، جس عورت سے وطی کی، اس کی بیٹی اور اس کی ماں مرد پر اور مرد کے اصول و فروع یعنی آباء و اولاد عورت پر حرام قرار پائیں گے، اگر اس عورت کو شوہر نے تین طلاق

میں نمازوں کے بقدر قیام کا ارادہ ہو، تو وہ وطن اقامت ہوگا، (۱) شوافع کے نزدیک بھی آنے اور جانے کا دن چھوڑ کر چار دن قیام کے ارادہ سے آدمی مقیم ہو جاتا ہے، لیکن اگر مقیم ہونے کے باوجود آگے سفر کا کوئی غیر یقینی مرحلہ درپیش ہو، جیسے جہاد میں نکلنا متوقع ہو، یا کسی اور کام کی وجہ سے قیام میں دن دو دن کا اضافہ ہوتا جاتا ہو، حالانکہ ابتداء میں چار دن تک مستقل قیام کی نیت نہ رہی ہو، تو ایسی صورت میں سترہ دنوں تک قصر کرنے کی گنجائش ہے، اس کے بعد نہیں، (۲) حنابلہ کے نزدیک اکیس نماز یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ ہو تو وطن اقامت قرار پاتا ہے، (۳) حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر کوئی شخص مدت اقامت کے قیام کی نیت نہ رکھتا ہو، لیکن ایک ایک دو دو دن کا ارادہ کرتے کرتے ایک عرصہ بھی کہیں قیام کر لے تو وہ مسافر ہی سمجھا جائے گا۔

وطی

وطی کے لغوی معنی روندنے کے ہیں، فقہ کی اصطلاح میں حشفہ (سپاری) یا اس کے بقدر مرد کے عضو مخصوص کے داخل کرنے کا نام وطی ہے، خواہ مرد کے عضو تناسل میں انتشار کی کیفیت پائی جائے یا نہ پائی جائے، اگر مرد و عورت کے اعضاء کے درمیان کوئی ایسی چیز حائل بھی ہو جو جسمانی حرارت کے ایک دوسرے تک پہنچنے میں رکاوٹ نہ ہو تو وہ بھی فقہ کی اصطلاح میں وطی ہے، اس پر بھی وطی کے تمام احکام جاری ہوں گے، لافسوق فی الایلاج بین ان یکون بحائل اولاً، لکن بشرط ان تصل الحرارة معه . (۴)

وطی یا دوسرے لفظوں میں مقدار حشفہ دخول سے درج ذیل احکام متعلق ہیں :

☆ غسل کا واجب ہونا، نماز، سجدہ، خطبہ، طواف

(۱) دیکھئے: الثمر الدانی ۲۲۶

(۲) دیکھئے: المغنی ۱۵۳/۳، تحقیق دکتور ترکی و عبد الفتاح محمد

(۳) المہذب ۳۳۹/۱

(۴) الأشباه والنظائر ۲/۳۲۷، ط: مصطفى باز

واجب ہوگی، وطی کرنے کی وجہ سے حد زنا کے احکام میں مرد و عورت محسن شمار کئے جائیں گے، وطی حلال کی وجہ سے نسب ثابت ہوگا۔

یہ ان احکام میں سے اقتباس ہے، جسے علامہ ابن نجیم مصریؒ نے ”احکام غیوبۃ الحشفۃ“ کے زیر عنوان نقل کیا ہے، پھر آگے مصنف نے کچھ فوائد لکھے ہیں جن کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) جیسا کہ مذکور ہوا اگر وطی میں کوئی ایسا باریک پردہ استعمال کیا جائے جو جسمانی حرارت کے پہنچنے میں مانع نہ ہو تو اس کا حکم وہی ہے، جو اس کے بغیر وطی کرنے کا ہے۔

(۲) اگر کسی شخص کے عضو تناسل سے مقدار حشفہ کٹا ہو، تو اس کے بقدر حصہ کے داخل ہونے پر وطی کے مذکورہ احکام جاری ہوں گے۔

(۳) غیر فطری راہ سے وطی کے احکام بھی وہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے، البتہ اس سے چند مسائل مستثنیٰ ہیں، کہ فعل خلاف فطرت سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، امام ابوحنیفہؒ کے یہاں حد واجب نہیں ہوتی، حد زنا میں مرد و عورت محسن قرار نہیں پاتے، مطلقہ مغفلہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی، جس شوہر نے ایلاء کیا ہو اس کے حق میں فئے یعنی رجعت متحقق نہ ہوگی، یہ نامردی کے ختم ہونے کی دلیل نہیں، کسی لڑکی کے ساتھ ایسا فعل کیا جائے تو نکاح میں اس کا خاموش رہنا دلیل رضامندی ہوگی، اگر نکاح فاسد کے بعد اس کا مرتکب ہو اور پھر دوبارہ خلوت صحیح کے بغیر طلاق دیدے، تو مہر آدھا واجب ہوگا، اور عدت واجب نہ ہوگی۔

(۴) نکاح فاسد کے بعد وطی کا وہی حکم ہے جو نکاح صحیح کے بعد وطی کا ہے، لیکن چند مسائل اس سے مستثنیٰ ہیں، نکاح فاسد میں وطی کرنے کی صورت مہر متعین اور مہر مثل میں سے جو کم ہو وہ واجب ہوگا، جب کہ نکاح صحیح میں مہر متعین واجب ہوتا ہے: نکاح فاسد

دے دی ہو تو اب دوسرے شوہر کے وطی کرنے اور طلاق دینے کے بعد پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی، اگر کسی مرد کو نامردی کے علاج کی مہلت دی گئی ہو اور وہ اس مہلت میں وطی کر لے تو اسے نامردی ختم ہونے کی دلیل سمجھا جائے گا، کنواری لڑکی کا نکاح باپ دادا کے سوا کسی اور نے کیا ہو، تو اسے بالغ ہونے کے بعد اس نکاح کے رد کر دینے کا اختیار حاصل ہوتا ہے، اگر مرد نے وطی کر لی تو یہ اختیار ختم ہو جائے گا، عقد کے وقت مہر مقرر کیا گیا ہو تو پورا مہر واجب ہوگا، مہر مقرر نہ ہوا ہو تو مہر مثل واجب ہوگا، اگر عورت نے ایک دفعہ وطی کا موقع دے دیا تو صاحبین کے قول پر مہر معجل کے لئے وہ اپنے نفس کو نہیں روک سکتی، جو طلاق وطی کرنے سے مشروط ہو، تو وطی کرنے کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جائے گی، جس بیوی سے ابھی وطی کی ہی نہ ہو، اس کو چاہے حالت حیض میں طلاق دے، طلاق سنت ہی کہلائے گی، جس بیوی سے وطی کر چکا ہے، اس کے لئے حالت حیض کی طلاق بدعت ہوگی، اور ایسے طہر کی طلاق کہ خاص اس طہر میں وطی نہ کی ہو، طلاق سنت ہوگی، اگر ایلاء کیا ہو تو وطی کرنا فئے یعنی ایلاء سے رجوع سمجھا جائے گا، البتہ قسم کا کفارہ واجب ہوگا، وطی کرنے کی وجہ سے گو بغیر نکاح کے ہو، امام محمدؒ کے قول پر استبراء یعنی کم سے کم ایک حیض گزارنا واجب ہوگا، اور اس کے بعد اس کا نکاح درست ہوگا، وطی کی وجہ سے عدت واجب ہوگی اور عدت میں نفقہ و سکنتی بھی واجب ہوگا، اگر وطی بہ طور زنا ہو تو حد

(۸) جن صورتوں میں وطی حرام ہے، ان صورتوں میں دواعی وطی یعنی بوس وکنار وغیرہ کی بھی ممانعت ہے، البتہ حیض و نفاس میں اور جو شخص اپنے نفس کے بارے میں مطمئن ہو، اس کے لئے روزہ کی حالت میں دواعی وطی کا اختیار کرنا جائز ہے۔ (۱)

وعدہ

اسلام میں ”وعدہ“ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، قرآن مجید نے متعدد مواقع پر ایفاء عہد کا تذکرہ کیا ہے، کہیں تو وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا کہ انسان اپنے وعدہ کے بارے میں اللہ کے سامنے جواب دہ ہوگا، و اوفوا بالعہد ان العہد کان مستولاً، (بنی اسرائیل : ۳) اور کہیں سچے اور پکے اور جنتی مسلمان کی حیثیت سے ان لوگوں کا ذکر کیا گیا جو اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں، (البقرہ : ۲۲، المؤمنون : ۱، الماعز : ۱) وعدہ کو وفاء کرنا جتنا محبوب اور قابل تعریف وصف ہے، وعدہ خلافی اور عہد شکنی اسی درجہ مذموم اور ناپسندیدہ، آپ ﷺ نے وعدہ خلافی کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے، (۲) کسی مسلمان کے حق میں اس سے بڑھ کر اور کیا تعبیر ہو سکتی ہے، جس کے ذریعہ کسی فعل کی مذمت کی جائے! اگر کسی ناپسندیدہ بات کا وعدہ کیا گیا تو ایسے وعدہ کو پورا نہیں کرنا چاہئے، (۳) اسی طرح اگر کسی شخص نے وعدہ پورا کرنے کی نیت سے وعدہ کیا، وہ اسے پورا کرنا چاہتا تھا لیکن غیر معمولی رکاوٹ پیش آگئی اور وہ اس وعدہ کو پورا نہیں کر پایا تو وہ وعدہ خلافی کا گنہگار نہیں ہوگا، (۴) لیکن بلا عذر وعدہ خلافی جائز نہیں، جیسا کہ مذکورہ حدیث سے ظاہر ہے۔ فقہاء کے یہاں یہ بات زیر بحث آتی ہے، کہ وعدہ کو وفا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اکثر فقہاء کے نزدیک دیانتہ ایفاء عہد واجب

کے بعد وطی سے مطلقہ مغلظہ شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی، حد زنا کے باب میں اس کی وجہ سے وہ مرد و عورت محسن نہیں ہونگے، نکاح صحیح کی وجہ سے وطی حلال ہے، اور نکاح فاسد کے بعد وطی حرام ہی رہے گی۔

(۵) جو احکام وطی سے متعلق ہیں اس میں انزال ہونے اور نہ ہونے کا اعتبار نہیں، کیونکہ اس کی حیثیت ضمنی ہے۔

(۶) وطی کی صورت میں مہر یا حد زنا میں سے کوئی ایک چیز عام طور پر واجب ہوتی ہے، لیکن بعض صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں، کتب فقہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

(۷) شوہر کے لئے بیوی سے وطی حلال ہے، لیکن بعض صورتوں میں اپنی بیوی سے بھی وطی حرام ہے، اور وہ یہ ہیں : حالت حیض، حالت نفاس، عورت واجب روزہ رہ رہی ہو، نماز کا وقت تنگ پڑ رہا ہو، اعتکاف یا احرام کی حالت ہو، ظہار کی صورت میں کفارہ ادا کرنے سے پہلے بیوی سے شبہ کی بناء پر کسی نے وطی کر لی ہو اور وہ عدت گزار رہی ہو، عورت کے اگلے اور پچھلے راستے مل گئے ہوں، اور وطی کے محل فطرت میں ہونے کا یقین نہ ہو، کم سنی، بیماری یا موٹاپے کی وجہ سے عورت وطی کی متحمل نہ ہو، اپنا مہر متخل وصول کرنے کیلئے اس نے اپنے نفس کو روک رکھا ہو، عورت حاملہ نہ ہو، اور اس کے خلاف قصاص کا فیصلہ ہو چکا ہو، اس سے بھی وطی کرنا جائز نہیں، کیونکہ اگر اس سے حمل قرار پا جائے تو قصاص میں تاخیر ہوگی۔

(۱) ملخص از : الأشباه و النظائر ۲/۲۹۶-۳۲۶ ط : مصطفى بازمکہ المکرمة

(۲) بخاری ۱۰/۱۰۱ باب علامة المنافق

(۳) فتح الباری ۱۱/۱

(۴) إحياء العلوم ۱۳۲/۳

نزدیک اگر وعدہ کو کسی سبب سے متعلق کیا گیا ہو تو اس کو پورا کرنا قضاء واجب ہے، جیسے کوئی شخص کہے کہ تم اپنا موجودہ مکان منہدم کر دو، میں تمہیں نئی تعمیر کے لئے پیسہ دوں گا، اب اس نے اپنا قدیم مکان گرا دیا، تو وعدہ کرنے والے شخص پر قرض دینا واجب ہوگا، (۵) اسلامی تاریخ کے مشہور قاضی ابن شبرمہ کے نزدیک مطلق وعدہ قضاء واجب ہے، اور وعدہ کنندہ کو اپنے وعدہ کی تکمیل پر مجبور کیا جائے گا، (۶) — فی زمانہ بہت سے مواقع پر لوگوں کو مضرت سے بچانے کے لئے ایفاء عہد کو واجب قرار دینے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اس لئے بعض جدید اقتصادی مسائل کے حل میں فقہ مالکی سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم

وفرہ

بال جو سر پر جمع ہو، یا کانوں تک آتا ہو، یا کانوں کی لو سے متجاوز ہو، اسے ”وفرہ“ کہتے ہیں، اس سے لمبے بال کو ”جمہ“ اور ”لمہ“ کہا جاتا ہے، وفرہ کی جمع وفارہ ہے، (۷) — رسول اللہ ﷺ عام طور پر لمبی زلف رکھا کرتے تھے، زلف مبارک کبھی کانوں تک، کبھی گردن تک اور کبھی مونڈھوں کو چھوتی ہوئی ہوتی تھی، (۸) غرض کہ بعض اوقات آپ ﷺ کے بال مبارک وفرہ کے مصداق ہوا کرتے تھے۔

وقص

”قص“ کی جمع اوقاص ہے، کسی شئی کی زکوٰۃ میں دو علاحدہ تعداد پر زکوٰۃ کی علاحدہ مقدار متعین کی گئی ہو، ان دونوں کے درمیان جو فاصلہ ہو اسی کو ”قص“ کہتے ہیں، (۹) مثلاً آپ ﷺ نے

ہے، قضاء واجب نہیں، دیانتہ واجب ہونا ظاہر ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی: یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود“ (المائدہ: ۱) کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہدؒ، اور متعدد بلند پایہ مفسرین سے منقول ہے کہ یہاں عقود سے ”عہود“ یعنی وعدے مراد ہیں، (۱) یہی بات ابو عبیدہؓ نے بھی کہی ہے کہ: ہسی العہود والایمان، (۲) امام ابو بکر صاص رازیؒ نے اس سلسلہ میں اہل علم کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

وهو عموم فی ایجاب الوفاء بجمیع
ما یشرط الانسان علی نفسه مالہ تقم
دلالة تخصصہ . (۳)

انسان اپنے اوپر جو بھی شرطیں عائد کرے ان سب کو پورا کرنا واجب ہے، اس سلسلہ میں یہ آیت عام ہے، سوائے اس کے کہ کوئی وجہ تخصیص موجود ہو۔

البتہ حنفیہ کے بارے میں اہل علم نے لکھا ہے کہ اگر وعدہ کسی شرط کے ساتھ معلق ہو، تو پھر وہ لازم ہو جاتا ہے، اسی بنیاد پر ”مجلة الاحکام“ میں ایک قاعدہ اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

الموا عید بصورة التعالیق تکون
لازمة . (۴)

وہ وعدے جو کسی شرط پر معلق ہوں، انہیں پورا کرنا ضروری ہے۔

وعدہ کے قضاء واجب ہونے کے سلسلہ میں مالکیہ کا مذہب اہل سنت کے تینوں دبستان فقہ سے کسی قدر الگ ہے، مالکیہ کے

(۱) احکام القرآن للجصاص ۲۸۲/۳

(۲) حوالہ سابق ۸۷-۲۸۶

(۳) الفروق للقرافی ۲۴-۲۵/۳

(۴) القاموس المحيط ۶۳۳

(۵) قواعد الفقہ ۵۳۵

(۲) حوالہ سابق ۲۸۲/۳

(۳) مجلة الأحکام، دفعہ ۸۳

(۴) الفقہ الإسلامی وأدلته ۹۱/۳

(۵) دیکھئے: شمائل ترمذی ۳، ط: اشرفیہ بک ڈپو دیوبند

اصل شئی کو واقف کی ملکیت کے حکم میں روکے رکھنا اور اس کے نفع کو فی الجملہ سہی صدقہ کرنا۔

یہ تعریف اس بات پر مبنی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں تو مسجد کا وقف لازم ہوتا ہے، لیکن بقیہ اوقاف لازم نہیں ہوتے اور ان پر واقف کی ملکیت باقی رہتی ہے، البتہ اس سے دو صورتیں مستثنیٰ ہیں، اول یہ کہ قاضی اس کے وقف ہونے کا فیصلہ کر دے، دوسرے واقف نے وقف کی وصیت کی ہو اور اس کو اپنی موت سے مشروط رکھا ہو، (۵) ان کے علاوہ عام حالات میں وقف لازم نہیں ہوتا، اور اس پر واقف کی ملکیت قائم رہتی ہے۔

دوسری تعریف صاحبین کے نزدیک ہے کہ :

هو حبسها على حكم ملك الله تعالى
و صرف منفعتها على من احب ولو غنيا . (۶)
اصل شئی کو اللہ کی ملکیت کے حکم پر روکے رکھنا اور جس پر وہ چاہے گو وہ مالدار ہو، اس پر اس کا نفع خرچ کرنا۔

یہ تعریف شوافع اور حنابلہ کے نزدیک بھی ہے، کیونکہ ان حضرات کے نزدیک وقف لازم ہوتا ہے، اور موقوفہ شئی اس کی ملکیت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں چلی جاتی ہے۔ (۷)
فقہاء مالکیہ کے یہاں وقف کا دائرہ وسیع ہے، اصل مال کے علاوہ کسی مال سے ہونے والا محض نفع بھی وقف کیا جاسکتا ہے، اس لئے مالکیہ نے وقف کی تعریف اس طرح کی ہے :

هو جعل منفعة مملوك ولو باجرة
او غلته لمستحق بصيغة مدة ما يراه
المحبس . (۸)

گائے بیل کی زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا کہ تیس پر ایک ایک سالہ بچھڑا یا بچھڑی اور چالیس پر دو سالہ واجب ہوگا، (۱) اسی طرح چالیس کے بعد جب ساٹھ ہو جائیں تو اس حدیث کی روشنی میں دو عدد ایک سالہ بچھڑے ادا کرنے ہوں گے، یہ چالیس اور ساٹھ کے درمیان کا حصہ و قص کہلاتا ہے، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک قص میں زکوٰۃ واجب نہیں، یعنی اگر کسی کو چالیس سے بڑھ کر انچاس گائیں ہو جائیں تو وہی ایک دو سالہ بچھڑا واجب ہوگا، نو جانوروں کا جو اضافہ ہوا ہے اس پر الگ سے کچھ واجب نہ ہوگا، امام ابوحنیفہؒ سے تین قول منقول ہے: ایک یہ کہ چالیس کے بعد جتنے بچھڑے ہوں اسی نسبت سے زکوٰۃ کی مقدار میں اضافہ ہوگا، اکتالیس ہو جائیں تو ایک بچھڑا اور ایک چالیس واں حصہ، دوسرا قول یہ ہے کہ جب تک پچاس نہ ہو جائے چالیس سے زیادہ حصہ پر کچھ واجب نہ ہوگا، پچاس ہو جائے تو ایک بچھڑا اور ایک بچھڑا کا چوتھائی ادا کرنا ہوگا، اور ایک قول وہی ہے جو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہے۔ (۲)

وقف

وقف کے لغوی معنی روکنے کے ہیں، (۳) چونکہ فقہاء کے درمیان وقف کے احکام کی بابت اختلاف ہے، اس لئے وقف کی تعریف میں بھی ان کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے، اور بحیثیت مجموعی اس سلسلہ میں فقہاء کے یہاں تین اقوال پائے جاتے ہیں، ایک تعریف وہ ہے، جو امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ :

هو حبس العين على حكم ملك الواقف
والتصدق بالمنفعة ولو في الجملة . (۴)

(۲) دیکھیے: ہدایہ وفتح القدیر ۱۸۰/۲

(۳) در مختار علی ہامش الرد ۳۵۷/۳

(۶) در مختار ۲۵۸/۳

(۸) الشرح الصغير ۹۸/۳

(۱) ترمذی ۱۳۶/۱

(۳) القاموس المحيط ۱۱۱۲

(۵) ردالمحتار ۳۵۸/۳

(۷) الفقہ الإسلامی وأدلته ۱۵۴/۸

وقف — اسلام کے امتیازات میں

وقف کو اسلام کے امتیازات اور خصائص میں شمار کیا گیا ہے، لیکن فی الجملہ وقف کا تصور اسلام سے پہلے بھی ملتا ہے، کیونکہ اسلام کی آمد سے پہلے بھی آسمانی اور غیر آسمانی مذاہب میں عبادت کی انجام دہی کے لئے مخصوص جگہیں رہا کرتی تھیں، ظاہر ہے اس کا شمار بھی وقف ہی میں ہوگا، البتہ اس میں شبہ نہیں کہ اسلام نے وقف کا جو وسیع تصور دیا ہے اس کی مثال اور کہیں نہیں ملتی، اسی لئے مسلمانوں کے عہد میں عبادت، تعلیم، خدمت خلق اور رفاہی کاموں کے لئے جتنے زیادہ اور جتنے بڑے اوقاف ملتے ہیں اسلام سے پہلے ایسے اوقاف نہیں پائے جاتے، بلکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمان سلاطین اور رؤساء میں خیراتی مقاصد کے لئے وقف کا ذوق دیکھ کر دوسری قوموں میں بھی مذہبی اور رفاہی کاموں کے لئے وقف کا رجحان پیدا ہوا ہے۔

وقف کے سلسلہ میں اصل حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب خیبر میں کچھ اراضی حاصل ہوئیں تو انہوں نے اس زمین کو خیر کے کاموں میں استعمال کرنے کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو ایسا کر سکتے ہو کہ اصل زمین کو روک رکھو اور اس کے نفع کو صدقہ کرو، اصل زمین نہ خرید و فروخت کی جائے نہ ہبہ اور نہ اس میں میراث جاری ہو، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فقراء، اہل قرابت، غلام، مسافر اور مہمانوں پر وقف فرما دیا اور یہ شرط بھی لکھ دی کہ جو وقف کا متولی ہو اسے معروف طریقہ پر خود کھانے اور دوستوں کو کھلانے کی اجازت ہوگی، اس میں سے جمع کرنے کی

اجازت نہیں ہوگی (۱) — چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس وقف کو اسلامی عہد کا پہلا وقف مانا جاتا ہے۔

وقف کی اہمیت پر اس حدیث سے بھی روشنی پڑتی ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی موت کے بعد اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے، البتہ تین اعمال ایسے ہیں جن کا اجر اس کی موت کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے: صدقہ جاریہ، علم نافع جس سے اس کے بعد لوگ نفع اٹھا رہے ہوں، صالح اولاد جو اس کے لئے دعاء کرتی ہو۔ (۲)

اسلام میں وقف کی فضیلت

چنانچہ وقف کرنا مستحب ہے، (۳) اور اس پر گویا اجماع ہے، (۴) اسی لئے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں وقف کا بڑا ذوق پایا جاتا تھا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی صاحب گنجائش صحابی نہیں کہ جس نے وقف نہ کیا ہو، حمیدی سے منقول ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر اپنے لڑکے پر وقف کیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک گھر مروہ کے پاس تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے لڑکوں پر وقف کر دیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ”بیج“ نامی جگہ پر اپنی زمین وقف کر دی تھی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ اور مصر میں جو مکان تھا اسے وقف کر دیا تھا، اور مدینہ میں جو مال تھا وہ بچوں پر وقف کر دیا تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں ایک مکان وقف کیا تھا، اور مصر کا ایک مکان اپنے بچوں پر، اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عمر و بن العاص رضی اللہ عنہما اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ وغیرہ سے بھی مختلف جائدادوں کا وقف کرنا ثابت ہے۔ (۵)

صفت وقف

جیسا کہ وقف کی تعریف کے ذیل میں مذکور ہوا امام ابو حنیفہ

(۱) بخاری ۳۸۷۱، مسلم ۴۱۲، ترمذی شریف ۲۵۶۱، ابو داؤد شریف ۳۹۸۲

(۲) ترمذی ۲۵۶۱، مسلم شریف ۴۱۲، نسائی شریف ۱۱۲۲، ابو داؤد شریف ۳۹۸۲

(۳) الشرح الصغیر ۹۸۲، شرح مہذب ۳۲۰/۱۵ (۴) المغنی ۳۳۹/۵

(۵) المغنی ۳۳۸-۳۳۹/۵

واقف کی ملکیت اس پر ختم ہو جائے گی، مشائخ بلخ، صاحب مدیہ المصلیٰ اور ملا حداد وغیرہ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے، امام محمدؒ کے نزدیک جب تک وقف کے لئے متولی مقرر کر کے اس کے حوالہ نہ کر دے، وقف مکمل نہیں ہوگا، سراجیہ اور خلاصہ الفتاویٰ میں اسی کو مفتی بہ قرار دیا گیا ہے، (۳) علامہ شامیؒ نے بھی امام ابو یوسفؒ ہی کے قول پر فتویٰ نقل کیا ہے، (۴) اور ظاہر ہے کہ اسی میں احتیاط ہے۔ واللہ اعلم

وقف کارکن

وقف کارکن وقف پر دلالت کرنے والے الفاظ کو ادا کرنا ہے، یہ ایسے الفاظ ہوں جو ہمیشہ کے لئے وقف کرنے کو بتلاتے ہوں، جیسے: اس گھر کا کرایہ ہمیشہ مسکینوں پر خرچ کیا جائے، ویسے امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اگر محض اتنا کہہ دیا جائے کہ یہ شئی فلاں مقصد کے لئے وقف کر رہا ہوں، اور پیشگی ودام کی صراحت نہ کرے تب بھی عرف کی بناء پر وقف درست ہو جائے گا، علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ مشائخ بلخ اور صدر الشریعہ وغیرہ بھی عرف کی وجہ سے امام ابو یوسفؒ ہی کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے، (۵) — وقف کے لئے خاص وقف ہی کا لفظ ضروری نہیں، بلکہ کوئی بھی ایسا لفظ کافی ہے، جو وقف کے معنی و مقصود پر دلالت کرتا ہو جیسے صدقہ وغیرہ، (۶) علامہ ابن نجیم مصریؒ نے ان الفاظ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے، (۷) اس وضاحت سے ظاہر ہے کہ وقف کے لئے ایجاب کافی ہے قبول ضروری نہیں، مالکیہ شوافع اور بعض حنابلہ کے نزدیک اگر کسی ایسے متعین شخص پر وقف کیا گیا ہو جو قبول کرنیکی صلاحیت رکھتا ہو، جیسے رشید، حمید وغیرہ پر وقف، تو وقف کی تکمیل کے لیے اس

کے نزدیک تین صورتوں کے سوا وقف محض جائز ہوتا ہے لازم نہیں ہوتا، یعنی موقوفہ شئی عاریت کے درجہ میں ہوتی ہے جب بھی چاہے، وقف کرنے والا وقف سے رجوع کر سکتا ہے، گویا کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر وہ رجوع کر ہی لے تو اس کا رجوع کرنا درست اور معتبر ہوگا، اور اگر اس کا انتقال ہو گیا تو اس میں وراثت جاری ہوگی، البتہ اس سے تین صورتیں مستثنیٰ ہیں :

(۱) بطور مسجد زمین وقف کی گئی ہو، چونکہ مسجد براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے، اور جب کوئی جگہ ایک بار مسجد بن گئی تو قیامت تک وہ مسجد ہی رہے گی، اس لئے اس میں رجوع کی گنجائش نہیں۔

(۲) قاضی نے وقف لازم ہونے کا فیصلہ کر دیا ہو، اس کی صورت یہ ہے کہ موقوفہ جائیداد ناظر کے حوالہ کر دے، پھر قاضی کے پاس وقف کے لازم نہ ہونے کی وجہ سے اس وقف سے رجوع کرنے کا دعویٰ کرے اور قاضی اس کے دعویٰ کے خلاف وقف کے لازم ہونے کا فیصلہ کر دے تو قاضی کے فیصلہ کی وجہ سے وقف لازم ہو جائے گا۔

(۳) واقف نے وصیت کی ہو، وصیت ہونے کے اعتبار سے یہ وقف لازم ہوگا۔ (۱)

صاحبین کے نزدیک وقف لازم ہوتا ہے، اور وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں چلا جاتا ہے، اس لئے وقف کرنے کے بعد رجوع نہیں کیا جاسکتا، اور نہ اس میں میراث جاری ہوگی، فتویٰ اس مسئلہ میں صاحبین کی رائے پر ہے، (۲) پھر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک الفاظ وقف کا تلفظ کرتے ہی وقف مکمل ہو جائے گا، اور

(۱) ہندیہ ۳۵۰/۲، رد المحتار ۳۵۸/۳، مسجد کا استثناء وقف کی تعریف کے ذیل میں مذکور نہیں لیکن احکام مساجد کے ذیل میں مساجد کی خصوصی حیثیت کا ذکر آیا ہے

(۲) حوالہ جات مذکورہ

(۳) ہندیہ ۳۵۱/۲

(۴) رد المحتار ۳۵۸/۳

(۵) رد المحتار ۳۵۹/۳

(۶) البحر الرائق ۳۱۷/۵-۳۱۹

(۷) الدر المختار ۳۵۹/۳، البحر الرائق ۳۱۷/۵، مکتبہ زکریا دیوبند

شخص کا قبول کرنا بھی ضروری ہے۔ (۱)

وقف کے احکام

وقف کا ایک حکم تو یہ ہے کہ موقوفہ جائداد سے حاصل ہونے والی منفعت جیسے: کھیت کا غلہ، مکان کا کرایہ وغیرہ کو مقررہ خیراتی اور فاقہ پر صرف پر خرچ کرنا واجب ہے، (۲) — دوسرا حکم موقوفہ شئی کی ملکیت سے متعلق ہے، صاحبین اور جمہور کے نزدیک وقف کے بعد وہ شئی براہ راست اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں چلی جاتی ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر وقف ہی کی ملکیت باقی رہتی ہے، البتہ صحیح اور لازم ہونے کے بعد باتفاق اسکو فروخت کرنا یا کسی اور کو ہبہ کرنا جائز نہیں اور نہ اس میں میراث جاری ہوگی۔ (۳)

وقف صحیح ہونے کی شرطیں

وقف کے صحیح ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں جن میں بعض کا تعلق وقف کرنے والے سے ہے، بعض کا وقف کی جانے والی شئی سے، اور بعض کا ان مصارف و مدات سے جن پر وقف کیا جائے، فقہ کی اصطلاح میں اسے ”موقوف علیہ“ کہتے ہیں۔

واقف سے متعلق شرائط کا حاصل یہ ہے کہ وہ اس مال میں تصرف کرنے کا اہل ہو یعنی عاقل و بالغ ہو، نابالغ اور فاقر العقل نہ ہو، آزاد ہو غلام نہ ہو، (۴) جس چیز کو وقف کر رہا ہو وقف کرنے کے وقت اس کا مالک ہو، سفیہ و کم عقل یا مقروض اور دیوالیہ ہونے کی وجہ سے اس کو اپنے مال میں تصرف سے منع نہ کر دیا گیا ہو، (۵) مرض و وفات میں حنفیہ کے نزدیک مریض کا اپنی جائداد میں تصرف کا حق محدود ہو جاتا ہے، اس لئے اگر کسی نے اس حالت میں وقف

کیا ہو تو دیون کو ادا کرنے کے بعد متروکہ کے ایک تہائی میں تو لازماً وقف نافذ ہوگا، اگر اس سے زیادہ کا وقف کیا ہو تو ایک تہائی سے زیادہ میں وقف کا نافذ ہونا وراثت کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر بعض وراثت نے اجازت دی اور بعض نے نہیں تو تہائی کے علاوہ اجازت دینے والے وراثت کے حصہ میں ہی وقف نافذ ہو سکے گا، (۶) یہی حکم وقف کی وصیت کا بھی ہے، واقف کا مسلمان ہونا ضروری نہیں، غیر مسلم اپنی اولاد اور نسل کے لئے وقف کرے اور آخری مصرف مساکین کو قرار دے تو مسلمان فقراء کے لئے بھی اس وقف سے استفادہ جائز ہے۔ (۷)

وقف کی ہوئی چیز سے متعلق شرطیں

جو چیز وقف کی جا رہی ہو، یعنی شئی موقوف سے متعلق شرطیں

یہ ہیں :

(۱) غیر منقولہ شئی ہو جیسے: زمین — حنفیہ کے یہاں منقولہ اشیاء کا وقف درست نہیں، اس لئے کہ وقف کا مقصد موقوفہ شئی کے نفع کا دائمی طور پر صدقہ کرنا ہے، اور منقولہ اشیاء زیادہ مدت تک باقی نہیں رہ سکتیں، البتہ اس سے دو صورتیں مستثنیٰ ہیں، اول یہ کہ منقولہ اشیاء بھی اگر غیر منقولہ اشیاء کے تابع اور اس سے متعلق ہوں جیسے زراعتی زمین کے ساتھ ہل، بیل اور آلات کاشت، دوسرے: جن منقولہ اشیاء کا وقف مروج ہو جیسے: درخت، قبر کھودنے کے آلات، جنازہ اٹھانے کے لئے تابوت وغیرہ، عرف و رواج ہی کی بناء پر بعض مشائخ نے کتابوں کے وقف کی اجازت دی ہے، کیونکہ مساجد اور مدارس پر کتابوں کا وقف معروف اور مروج ہے۔ (۸)

جانور اور ہتھیار کا وقف بھی اسی اصول پر امام ابوحنیفہؒ کے

(۲) دیکھئے: رد المحتار ۳/۳۵۹

(۳) ہندیہ ۲/۳۵۲

(۶) ہندیہ ۲/۳۵۱

(۸) بدائع الصنائع ۶/۲۲۰

(۱) الفقہ الإسلامی وأدلته ۸/۳۵۹

(۳) ہندیہ ۲/۳۵۲

(۵) رد المحتار ۳/۳۵۹، الشرح، الصغیر ۳/۱۰۱

(۷) ہندیہ ۳/۳۵۲

یہ زمین کسی اور کو کاشت کے لئے دیدے تو ظاہر ہے کہ وہ اس کا مالک نہیں، البتہ اصل مالک اسے وقف کر سکتا ہے، اور ایسی صورت میں جب تک اجارہ کی مدت پوری نہ ہو جائے اور رہن کی صورت میں دین وصول نہ ہو جائے اجارہ پر حاصل ہونے والے شخص اور صاحب دین کا قبضہ اس پر برقرار رہے گا۔ (۵)

(۴) وہ شئی معلوم و متعین ہو۔ (۶) اگر کوئی شخص کہے کہ میں اپنی زمین کا کچھ حصہ وقف کرتا ہوں تو ایسے ابہام کے ساتھ وقف کرنا درست نہیں، (۷) — معلوم و متعین ہونے سے مراد یہ ہے کہ مقام وقف کی وضاحت کر دی جائے، زمین کی حدود بھی بتادی جائیں، ہاں اگر کوئی جگہ مشہور ہو اور تحدید کے بغیر بھی اس کا شناخت کی جاسکتی ہو تو تحدید ضروری نہیں۔ (۸)

(۵) امام محمدؒ کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ وقف کی جائداد اگر قابل تقسیم ہو تو مال موقوفہ تقسیم شدہ ہو، یعنی وہ علاحدہ اور مشخص ہو، غیر موقوفہ زمین اس میں مشترکہ نہ ہو، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشترکہ جائداد (مشاع) میں سے اپنے حصہ کا وقف درست ہے، حضرت عمرؓ نے خیبر میں حاصل ہونے والی زمین میں سے غیر منقسم حصہ ہی وقف کیا تھا، اس سے امام ابو یوسفؒ کے نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے، (۹) شوافع اور حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے۔ (۱۰)

شوافع کے یہاں وقف کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ جس مادی شئی سے ہمیشہ نفع اٹھانا ممکن ہو ”کمل عین ینتفع بہا علی الدوام“ کا وقف جائز ہے، جیسے زمین، ہتھیار، گھر کا سامان، اسی زمرہ میں شوافع نے جانوروں کو بھی رکھا ہے، جن اشیاء سے عارضی

نزدیک جائز نہیں، لیکن چونکہ اس سلسلہ میں حدیث موجود ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت خالدؓ کے جانوروں کے بارے میں فرمایا تھا کہ انہوں نے ان جانوروں کو اللہ کے راستہ میں یعنی جہاد کے لئے وقف کر رکھا ہے، اس لئے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ان کا وقف بھی درست ہے، (۱) اس سے معلوم ہوا کہ صاحبین کے نزدیک جن اموال کا وقف نص سے ثابت ہو ان میں بھی وقف درست ہوگا۔ واللہ اعلم

(۲) جو چیز وقف کی جائے ضروری ہے کہ وہ شریعت کی نظر میں قیمت رکھنے والا مال ہو و محلہ المال المتقوم، (۲) معلوم ہوا کہ جو چیز شرعاً مال ہی نہ ہو یا ایسا مال نہ ہو جس کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے، تو اس کا وقف معتبر نہیں۔

(۳) وقف کی جانے والی شئی وقف کرنے والے کی ملکیت میں ہو، اس سلسلہ میں وقف کرنے کے وقت مالک ہونے کا اعتبار ہے، فرض کیجئے کہ وقف کرنے کے وقت زمین غصب کی تھی بعد میں غاصب نے اس زمین کو اصل مالک سے خرید کر لیا تو گو بعد کو وہ اس کا مالک ہو گیا، لیکن چونکہ وقف کرنے کے وقت اس کا مالک نہیں تھا، اس لئے یہ وقف درست نہیں ہوگا۔ (۳)

اسی بناء پر فقہاء نے سرکار کی طرف سے ملنے والی جاگیر کی اراضی نیز ”ارضی حوز“ کے وقف کو درست نہیں قرار دیا ہے، (۴) ”ارضی حوز“ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کھیتی نہ کر پائے اور اس کا خراج ادا کرنے سے قاصر ہو، تو وہ اسے حکومت کے حوالہ کر دے تاکہ زمین کے نفع سے حکومت خراج کی تلافی کر سکے، اگر حکومت

(۲) الدر المختار ۳/۳۵۹

(۳) حوالہ سابق ۲/۳۵۲

(۶) ہندیہ ۲/۳۵۵، الدر المختار علی ہامش الرد ۳/۳۶۰

(۸) رد المحتار ۳/۳۷۲

(۱۰) شرح مہذب ۱۵/۳۲۳

(۱) حوالہ مذکور

(۳) ہندیہ ۳/۳۵۲

(۵) حوالہ سابق ۲/۳۵۵

(۷) حوالہ سابق

(۹) بدائع الصنائع ۶/۲۲۰، ہندیہ ۲/۳۶۵

نفع اٹھایا جاسکتا ہے، ہمیشہ نفع اٹھایا نہیں جاسکتا جیسے کھانا، خوشبودار پھول، ان کا وقف جائز نہیں، درہم و دینار کے وقف کے بارے میں یہ بھی ضروری ہے کہ وقف کی ہوئی شئی متعین و موجود ہو، جو شئی غیر متعین ہو یا موجود نہ ہو کسی کے ذمہ میں ہو اس کا وقف جائز نہیں۔ (۱)

مالکیہ کے نزدیک اصل شئی کے علاوہ محض نفع کا بھی وقف درست ہے، مثلاً جانور وقف نہ کیا جائے، اس پر سواری اور بار برداری کو وقف کیا جائے، (۲) حنا بلہ کے نزدیک بھی اشیاء وقف کا دائرہ بہت وسیع ہے یہاں تک کہ اپنے گھر کی چھت سے متصل فضا کا وقف کرنا بھی درست ہے۔ (۳)

حنفیہ کے نزدیک مال موقوفہ کے سلسلہ میں ایک اصول یہ بھی ہے کہ جن چیزوں کو کھوئے بغیر ان سے استفادہ ممکن نہ ہو جیسے درہم، دینار، روپیہ پیسہ، کھانا، مشروب وغیرہ، تو ان کا وقف درست نہیں، (۴) اگر مساجد میں قرآن مجید کے نسخے وقف کئے گئے تو یہ وقف درست ہے، اور اس مسجد ہی میں ان کی تلاوت کی جائے گی۔ (۵)

کن مقاصد پر وقف درست ہے؟

جس مقصد کیلئے وقف کیا جائے اسے ”موقوف علیہ“ کہتے ہیں، اس کے لئے شرط ہے کہ وہ وقف کا مصرف بننے کا اہل ہو، خواہ ایک شخص پر وقف ہو جیسے زید، عمر و بکر، پر، یا افراد کے مجموعہ پر، جیسے: علماء، فقہاء، فقراء وغیرہ، یا غیر ذی روح چیز پر وقف کیا گیا ہو، جیسے مسجد، مدرسہ، مسافر خانہ وغیرہ۔ (۶)

اسی بنا پر ایسی ہی چیز پر وقف درست ہوگا جو اسلام کی نظر میں

ثواب اور قربت کی ہو، معصیت کی چیزوں پر وقف درست نہیں، اسی لئے گرجا، چرچ، اور آتش کدہ پر وقف درست نہیں۔ (۷) علامہ حسکفی نے مصارف کے اعتبار سے وقف کی تین قسمیں کی ہیں، اول ایسا وقف جو فقراء کے لئے ہو، دوسرا جو ابتداءً اغنیاء کے لئے ہو پھر فقراء کے لئے، مثلاً پہلے واقف کی ذات پر پھر فقراء پر، تیسرے وہ اوقاف جن سے دولت مند اور غریب دونوں استفادہ کریں، جیسے مسافر خانہ، قبرستان، پل وغیرہ، خالصتہً اغنیاء پر وقف درست نہیں کہ یہ باعث قربت نہیں، (۸) بہر حال یہ ضروری ہے کہ موقوف علیہ معلوم ہو، تاکہ اسی مصرف میں وقف کا استعمال ہو سکے۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ وقف کا انتہائی مصرف ایسی چیز ہو جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہو، امام ابو یوسف کے نزدیک یہ ضروری نہیں، البتہ اگر واقف نے وقف کا کوئی ایسا مصرف متعین کیا ہو جو ختم ہو جانے والا ہو تو اس مصرف کے ختم ہونے کے بعد فقراء ہی اس کے آخری مصرف ہوں گے۔ (۹)

تعبیر وقف سے متعلق شرطیں

وقف سے متعلق بعض شرطیں وہ ہیں جن کا تعلق وقف کے صیغہ اور تعبیر سے ہے، اور وہ یہ ہیں:

(۱) وقف ”منجز“ یعنی فی الفور قابل نفاذ ہو، مستقبل میں واقع ہونے والی کسی شرط کے ساتھ مشروط اور مستقبل کی طرف منسوب نہ ہو، جیسے کوئی شخص یوں کہے: جب زید آئے تو یہ زمین وقف ہوگی، یا کہا جائے کہ: آئندہ میں ایک سال بعد سے اس زمین کو وقف کرتا ہوں، اگر ایسی شرط سے متعلق کیا جو وقوع پذیر

(۲) الشرح الصغیر ۱۰۲/۳

(۳) ہندیہ ۳۶۲/۲

(۶) الشرح الصغیر ۱۰۲/۳

(۸) درمختار ورد المحتار ۳۹۶/۳

(۱) شرح مہذب ۲۱/۱۵-۳۲۰

(۳) المغنی ۳۵۳/۵

(۵) ہندیہ ۳۶۱/۲

(۷) ہندیہ ۳۵۳/۲

(۹) بدائع الصنائع ۲۲۰/۶

واقف کی ملکیت کب ختم ہوگی؟

مال وقف سے واقف کی ملکیت حنفیہ کے یہاں چار صورتوں میں ختم ہوتی ہے :

(۱) اگر مسجد کا وقف ہو تو اس کی زمین علاحدہ کر دی جائے، کیونکہ مسجد کے لئے حصہ مشاع کا وقف کرنا بالاتفاق معتبر نہیں۔

(۲) وقف کا مسئلہ قاضی کے یہاں پہنچ جائے اور قاضی اس وقف کے لازم ہونے کا فیصلہ کر دے، کیونکہ گو امام ابوحنیفہؒ کے یہاں وقف لازم نہیں ہوتا، لیکن جب قاضی نے وقف کے لازم ہونے کا فیصلہ کر دیا تو قضاء قاضی کی وجہ سے اب یہ وقف لازم ہو گیا۔

(۳) وقف کو اپنی موت کے ساتھ مشروط کیا ہو، جیسے یوں کہے: ”جب میری موت ہو جائے تو میرا مکان فلاں چیز پر وقف رہے گا“ تو یہ وصیت کے حکم میں ہوگا اور اس کے انتقال کے بعد متروکہ کے ایک تہائی کی حد تک وقف کی وصیت لازم العمل ہو جائے گی۔

(۴) اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے اس شئی کو اپنی حیات میں بھی اور وفات کے بعد بھی ہمیشہ کے لئے وقف کیا، تو اکثر علماء کے نزدیک وقف لازم ہو گیا اور واقف کی ملکیت اس پر باقی نہیں رہی، امام محمدؒ کے نزدیک متولی کے حوالہ کرنے کے بعد ملکیت ختم ہوگی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان کے مسلک کے مطابق واقف کو رجوع کرنے کا حق حاصل رہے گا۔ (۶)

مسجد، عید گاہ اور جنازہ گاہ کے لئے جو زمین وقف کی گئی ہو، اس سے بہر حال واقف کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے، البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قول یا فعل کافی ہے، قول سے مراد یہ ہے کہ ”میں نے اسے

ہو چکی ہے، اور فی الحال موجود ہے تو یہ وقف معتبر ہے، جیسے: اپنی مملوکہ زمین کے بارے میں کہے کہ ”اگر یہ میری ملکیت ہے تو وقف ہے“ تو یہ وقف درست ہوگا۔ (۱)

(۲) وقف کسی محدود مدت کے لئے نہ کیا جائے بلکہ ہمیشہ کے لئے وقف ہو، جیسے کوئی شخص یوں کہے: ”میں یہ جائداد ایک مہینے کے لئے وقف کرتا ہوں“ تو یہ وقف درست نہیں ہوا۔ (۲)

مالکیہ کے نزدیک نہ وقف کے درست ہونے کے لئے تمیز یعنی فوری طور پر تنفیذ شرط ہے اور نہ دوام وابدیت کی شرط ہے۔ (۳)

(۳) یہ ضروری ہے کہ وقف میں فی الفور لازم کئے جانے کے معنی ہوں، اگر وقف کرے اور وقف کے ساتھ اختیار شرط لگا دے کہ مجھ کو اس وقف سے رجوع کرنے کا اختیار حاصل ہوگا، تو یہ وقف درست نہیں ہوگا، البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تین دنوں کا اختیار لیا جاسکتا ہے، تاہم یہ اختیار مسجد کے علاوہ عام اوقاف سے متعلق ہے، مساجد کے بارے میں اتفاق ہے کہ اگر مسجد پر وقف کرے اور اختیار شرط لگا دے تو شرط کا کوئی اعتبار نہیں، اور وقف لازم ہو جائے گا۔ (۴)

(۴) وقف کے ساتھ کوئی ایسی شرط ذکر نہ کی جائے جس سے وقف کا مقصد متاثر ہوتا ہو، مثلاً یوں کہے کہ: ”میں بوقت حاجت اسے فروخت کر دیتا ہوں اور اس کی قیمت اپنی ضروریات پر خرچ کرنے، کسی اور کو بیہ کرنے یا اس مقصد کی بجائے کسی اور مقصد پر اس رقم کو خرچ کرنے کا اختیار رکھوں گا“ ایسی شرطوں کی صورت سے وقف درست نہیں ہوگا، البتہ مسجد کے لئے وقف کی گئی زمین کے ساتھ اس طرح کی شرطیں معتبر نہ ہوں گی، وقف درست ہو جائے گا اور شرط غیر مؤثر۔ (۵)

(۲) درمختار ورد المحتار ۳۶۰/۳

(۳) الشرح الصغیر ۶/۳-۱۰۵

(۶) حوالہ جات مذکورہ

(۱) درمختار ورد المحتار ۳۶۰/۳

(۳) درمختار ۳۶۰/۳، ہندیہ ۳۵۶/۲

(۵) درمختار ۳۶۰/۳، ہندیہ ۳۵۶/۲

ہے، لیکن اس پر فتویٰ نہیں، (۵) نیز امام احمدؒ کے ایک قول میں بھی اس کا اشارہ منقول ہے، (۶) لیکن حنابلہ کے یہاں یہ قول مرجوح ہے۔

وقف کرنے والے کی شرطوں کی اہمیت

وقف کے احکام میں واقف کی شرائط کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اسی لئے فقہاء نے وقف کے سلسلہ میں یہ قاعدہ مقرر کیا ہے :

شرط الواقف كنص الشارع . (۷)

واقف کی شرط شارع کی نص کی طرح ہے۔

اور اسی بنیاد پر علامہ ابن نجیم مصریؒ نے لکھا ہے :

القضاء بخلاف شرط الواقف كالقضاء

بخلاف النص لا ينفذ . (۸)

واقف کی شرط کے خلاف قاضی کا فیصلہ ایسا ہی

ہے جیسے نص کے خلاف فیصلہ، لہذا نافذ نہیں ہوگا۔

”واقف کی شرط کے شارع کی نص کی طرح ہونے“ سے مراد

یہ ہے کہ واقف کی شرطوں کو سمجھنے میں بھی ان ہی اصول و قواعد کو ملحوظ

رکھا جائے گا جن کو نصوص کی توضیح و تفہیم میں برتا جاتا ہے، دوسرے

جیسے شارع کی نصوص پر عمل کرنا واجب ہے، اسی طرح واقف کی

شرائط کا احترام اور ان کو نافذ کرنا بھی واجب ہے۔ (۹)

لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ شرائط واقف کی رعایت کا حکم علی

الاطلاق ہے، حقیقت یہ ہے کہ واقف کی شرطیں تین طرح کی ہیں،

اول: ایسی شرطیں جو باطل ہیں، ان پر عمل نہیں کیا جائے گا، دوسرے:

جائز شرطیں جن کی مخالفت قطعاً جائز نہیں، تیسرے: ایسی جائز شرطیں

مسجد بنادیا“ اور فعل سے مراد یہ ہے کہ کم سے کم جماعت کے ساتھ وہ خود نماز پڑھ لے یا اس کی اجازت سے پڑھی جائے، امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد ہی وقف مکمل ہوگا اور واقف کی ملکیت اس سے ختم ہو سکے گی۔ (۱)

مساجد اور دوسرے اوقاف کے درمیان فرق

مساجد اور دوسرے اوقاف کے درمیان جیسا کہ اوپر کی وضاحتوں سے ظاہر ہے کئی نکات میں فقہاء نے فرق کیا ہے :

(۱) امام ابو یوسفؒ وغیرہ جو مشاع یعنی غیر منقسم زمین کے وقف کے قائل ہیں، ان کے نزدیک بھی مساجد کے معاملہ میں مشاع کا وقف درست نہیں۔

(۲) امام محمدؒ کے یہاں وقف کے مکمل ہونے کے لئے اس کو متولی کے حوالہ کرنا ضروری ہے، لیکن مساجد کی حد تک امام محمدؒ بھی اس کو ضروری قرار نہیں دیتے۔ (۲)

(۳) امام ابوحنیفہؒ کے یہاں دوسرے اوقاف قاضی کے فیصلہ کے بعد ہی لازم ہوتے ہیں، لیکن مسجد کا وقف حاکم کے فیصلہ کے بغیر بھی لازم ہو جاتا ہے، اور موقوفہ زمین واقف کی ملکیت سے نکل جاتی ہے۔ (۳)

(۴) مسجد ایک دفعہ مسجد بننے کے بعد ہمیشہ کے لئے مسجد ہو جاتی ہے، خواہ وہ ویران اور ناقابل استعمال ہوگئی ہو، اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، (۴) — گو امام محمدؒ کا ایک قول ویران مساجد کی مسجدیت ختم ہو جانے اور اس پر واقف کی ملکیت لوٹ آنے کا ملتا

(۱) دیکھئے: درمختار ورد المحتار ۶۲۳-۳۶۱

(۳) البحر الرائق ۳۱۶/۵، مکتبہ زکریا دیوبند

(۵) دیکھئے: البحر الرائق ۲۲۳/۵، شرح مہذب ۳۶۱/۱۵، المغنی ۳۶۷/۵

(۶) البحر الرائق ۳۲۱/۵، مکتبہ زکریا، الدر المختار مع رد المحتار ۵۲۸/۶، (زکریا)

(۷) المغنی ۳۶۷/۵

(۹) حوالہ سابق

(۲) درمختار ورد المحتار ۴۰۳-۳۶۹

(۳) دیکھئے: فتح القدير ۳۳۶-۲۳۲، رد المحتار ۳۶۹/۳

(۸) الاشباہ والنظائر ۱۰۸

(۷) واقف نے شرط لگادی ہو کہ موقوفہ زمین کا کسی زمین یا شئی سے تبادلہ نہ کیا جائے، لیکن تبادلہ وقف کے مفاد میں ہو تو قاضی تبادلہ کر سکتا ہے۔ (۳)

واقف کی جو شرطیں شریعت اور وقف کے مفاد کے خلاف نہ ہو، ان کی رعایت کرنا واجب ہے، فان شرائط الواقف معتبرۃ اذا لم تخالف الشرع، (۴) چنانچہ وقف کو جس جائز مصرف میں خرچ کرنے کی شرط لگائے اس کو اسی مصرف میں خرچ کرنا ضروری ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی جائداد غیر مسلم فقراء پر وقف کر دے تو ان ہی فقراء پر اس وقف کی آمدنی خرچ کی جائے گی، (۵) اگر واقف نے شرط لگائی کہ موقوفہ اشیاء کا نفع فلاں شخص کو اس کی زندگی بھر ملتا رہے گا، یا زندگی بھر وہ خود اس سے نفع اٹھائے گا تو اسے اس کا حق حاصل ہوگا، اگر کہے کہ میں اس زمین کو اللہ کے لئے وقف کرتا ہوں اور میں جس پر چاہوں اس کو صرف کروں گا، تو اسے حق ہوگا کہ اس کی پیداوار کسی بھی خیراتی مقصد پر خرچ کرے مساکین پر یا حجاج پر، اسی طرح اگر اس نے اپنے لئے یا اپنے متولی کے لئے وقف کی جائداد کے تبادلہ کی شرط رکھی تو اس کی یہ شرط معتبر ہوگی، اسی طرح اگر اس نے شرط لگائی کہ میں اس وقف کے تحت معلمین میں کمی بیشی، معزولی اور تبدیلی کا اختیار رکھوں گا تو اسے یہ حق حاصل ہوگا، (۶) واقف نے جس مقصد کے لئے کوئی جائداد وقف کی ہو اگر وقف کا وہ مصرف فوت ہو جائے تو اولاً حتی المقدور اسی مصرف پر کہیں اور اس کی آمدنی کو استعمال کیا جائے گا، مسجد کی مسجد پر، مسافر خانہ کی مسافر خانہ پر، کنوئیں اور حوض کی کنوئیں اور حوض پر (۷) اور جب وہ مصرف ہی ناپید ہو جائے تو پھر آخری

کہ بعض اوقات ان کی مخالفت ہی وقف کے مفاد میں ہوتی ہیں، بہ تقاضہ ضرورت ایسی شرطوں کی خلاف ورزی کی جاسکتی ہے۔ (۱) باطل شرطوں سے مراد ایسی شرط ہے جو خلاف شرع ہو، (۲) جیسے کسی معصیت پر یا مشرکانہ عبادت گاہ پر وقف، بہ تقاضہ ضرورت شرائط واقف کی مخالفت سے متعلق متعدد جزئیات فقہاء نے ذکر کی ہیں، علامہ ابن نجیم مصری نے لکھا ہے کہ سات مسائل ہیں کہ جن میں شرائط واقف کی اتباع ضروری نہیں:

(۱) واقف نے شرط لگادی کہ موقوفہ زمین یا مکان ایک سال سے زیادہ مدت کے لئے کرایہ پر دینے کی اجازت نہیں ہوگی، لیکن لوگ اتنی کم مدت کے لئے کرایہ دار بننے کے لئے تیار نہ ہوں اور زیادہ مدت کے لئے کرایہ پر دینے میں مقصد وقف کا مفاد ہو تو متولی تو اس شرط کی مخالفت نہیں کر سکتا، لیکن قاضی اس کی مخالفت کر سکتا ہے۔

(۳) واقف نے شرط لگائی کہ اس کے پیسے سے اس کی قبر پر قرآن پڑھا جائے تو خاص قبر پر قرآن پڑھنے کی شرط باطل ہوگی۔ (۴) واقف نے شرط لگائی کہ فاضل آمدنی خاص فلاں مسجد میں مانگنے والوں ہی کو دی جائے تو ناظر کو حق ہوگا کہ اس مسجد سے باہر سوال کرنے والے یا کسی اور مسجد میں سوال کرنے والے شخص پر یا ایسے شخص پر جو سوال نہ کرے، لیکن مستحق ہو اس رقم کو خرچ کرے۔

(۵) اگر واقف نے شرط لگائی ہوگی کہ ہر دن مستحقین کو روٹی، گوشت دیا جائے تو متولی کو روٹی گوشت کے بجائے اس کی قیمت تقسیم کرنے کا بھی حق حاصل ہے۔

(۶) واقف نے امام کے لئے جو تنخواہ مقرر کی ہو، اگر وہ تنخواہ اس کی کفایت نہ کرتی ہو تو قاضی اس میں اضافہ کر سکتا ہے۔

(۲) حوالہ سابق

(۳) الاشباہ والنظائر ۱۹۵

(۶) حوالہ سابق

(۱) المدخل الفقہی العام ۱۰۹۶/۲

(۳) رد المحتار ۳۶۱/۳

(۵) رد المحتار ۳۶۱/۳

(۷) دیکھئے: ہندیہ ۳۰۲/۲

مصرف فقراء ہوں گے۔ (۱)

وقف کا استبدال

وقف کا استبدال یعنی وقف کی چیز کو بیچ کر دوسری چیز خرید کرنا یا خود موقوفہ شئی کا دوسری شئی سے تبادلہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ نہایت اہم مسئلہ ہے، اور فی زمانہ خاص طور پر اس مسئلہ کو بڑی اہمیت حاصل ہو گئی ہے، اس سلسلہ میں اس بات پر تو اتفاق ہے کہ اگر واقف نے اپنے لئے یا کسی اور کے لئے حق استبدال کی شرط لگا دی تھی تو بالاتفاق متعلق شخص کو اس کا حق حاصل ہوگا، کیونکہ یہ ایک جائز اور معتبر شرط ہے، اور استبدال کا عمل واقف کی شرائط کے دائرہ میں رہتے ہوئے کیا جا رہا ہے۔ (۲)

اگر اپنے لئے یا کسی اور کے لئے استبدال کی شرط نہیں لگائی گئی، وقف نامہ میں استبدال کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا گیا یا یہ صراحت کر دی گئی کہ کسی کو اس وقف میں استبدال کا حق نہیں ہوگا، ایسی صورت میں دو طرح کے حالات پیش آسکتے ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ استبدال کے بغیر وقف سے فائدہ اٹھانا ممکن نہ ہو، ایسی صورت میں دیانت دار قاضی (قاضی الجنۃ) کی اجازت سے استبدال جائز ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ وقف تو اب بھی قابل انتفاع ہو لیکن استبدال کے ذریعہ اس کو زیادہ نفع بخش بنایا جاسکتا ہو، علامہ شامی کے بقول زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ اس صورت میں استبدال جائز نہیں، یہی رائے علامہ ابن ہمام کی بھی ہے، (۳) — لیکن علامہ شامی ہی نے ایک اور موقع پر اس کو جائز لکھا ہے، اور فتاویٰ قاری ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے، گو خود اس میں بھی اختلاف

ہے کہ فتویٰ اس پر ہے یا اس کی برعکس رائے پر۔ (۴)

تاہم علامہ شامی وغیرہ نے استبدال کی اجازت کے لئے جو شرطیں عائد کی ہیں ان کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اور ان میں تین شرطیں فی زمانہ بڑی اہمیت کی حامل ہیں، ایک یہ کہ اراضی وقف معمولی قیمت پر فروخت نہ کی جائیں بلکہ ان کی مناسب اور مروجہ قیمت حاصل کی جائے، ان لایکون البیع بغبن فاحش، دوسرے: بیع کی اجازت دیانت دار اور ذمہ دار ادارہ کو حاصل ہوگی، فقہاء نے اس کے لئے ”قاضی جنۃ“ کی شرط لگائی ہے اور قاضی جنۃ سے ایسا قاضی مراد لیا ہے، جو علم اور عمل صالح دونوں کا حامل ہو، ان یكون المستبدل قاضی الجنۃ، تیسرے: موقوفہ اراضی اور مکانات کے بدلے، مکانات اور اراضی ہی حاصل کی جائیں روپیہ، پیسہ، سے تبادلہ نہ ہو، یا اگر ہو تو فوراً ہی اس سے غیر منقولہ جائداد خرید کر لی جائے، ان یستبدل بعقار لابدر اہم و دنانیر، (۵) کیونکہ تجربہ ہے کہ جہاں کہیں موقوفہ اراضی کے بدلہ نقد رقم ملتی ہے، نقد رقم ناجائز تصرف اور تغلب میں آجاتی ہے۔ والی اللہ المشتکی

حنابلہ کے یہاں بھی اگر استبدال میں وقف کی مصلحت ہو تو استبدال جائز ہے، (۶) امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں، (۷) امام مالک سے دو قول منقول ہے، ابو الفرج کی روایت کے مطابق جائز ہے اور مدونہ کی روایت کے مطابق جائز نہیں۔ (۸)

تولیت کا حق

وقف پر تولیت کا پہلا حق خود وقف کرنے والے کا ہے اگر واقف خود اپنے لئے وقف کی تولیت کا منصب رکھے تو یہ جائز ہے اور اس پر اجماع ہے، اگر اس نے کسی اور شخص کو تولیت سپرد نہیں کی،

(۱) درمختار ۵۴۹/۶، مع تحقیق شیخ عادل و شیخ علی

(۲) البحر الرائق ۲۲۲/۵، رد المحتار ۳۸۷/۳

(۳) حوالہ سابق ۳۸۹/۳

(۴) المغنی ۶۹/۵-۳۶۸

(۲) بزازیہ علی ہامش الہندیہ ۲۶۲/۶

(۳) رد المحتار ۳۸۷/۳

(۴) حوالہ سابق ۳۸۶/۳

(۵) حوالہ سابق

کرے گا، پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو اب تولیت اسے سونپ دی جائے گی۔ (۸)

متولی کن اوصاف کا حامل ہو؟

متولی ایسے شخص کو بنانا چاہئے جو عاقل و بالغ ہونے کے علاوہ امین و دیانت دار ہو، خائن شخص کو متولی بنانا جائز نہیں اور اگر بنا دے تو گنہ گار ہوگا، (۹) اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ متولی اس وقف سے متعلق حفاظت اور مفوضہ فرائض کو بذات خود یا کسی نائب کے واسطے سے انجام دے سکے، کیونکہ اس کے بغیر وہ مقاصد وقف کو پورا ہی نہیں کر سکتا، (۱۰) عہدے اور مناصب جتنے بھی ہیں ان کے بارے میں شریعت کا مزاج یہ ہے کہ وہ خود اس عہدے کا طلب گار اور خواستگار نہ ہو، یہی اصول وقف کی تولیت کے بارے میں بھی ہے، کہ تولیت ایسے شخص کو سپرد کی جائے جو فاسق نہ ہو اور اس عہدہ کا خواہاں نہ ہو۔ (۱۱)

متولی کا تقرر اگر قاضی کی جانب سے ہو تو علاوہ ان اوصاف کے وقف کے منشا کی رعایت بھی ضروری ہے، مثلاً اگر وقف نے اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کے لئے تولیت کی شرط لگائی تھی اور اس کی اولاد میں کوئی دیانت دار شخص موجود ہو تو کسی اور شخص کو تولیت حوالہ کرنا درست نہیں، (۱۲) بلکہ وقف نے شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو، وقف کے انتظام و انصرام کے لئے اس کے اہل خاندان کو اولیت حاصل ہے، اگر اس کے خاندان میں اس کے لئے کوئی موزوں شخص نہ ہو اور کسی اور کو متولی وقف بنا دیا جائے بعد کو پھر خود اس کے خاندان

تب بھی وہی متولی سمجھا جائے گا، (۱) واقف کو اس بات کا بھی حق حاصل ہے کہ وہ کسی اور شخص کو اپنی زندگی میں یا اپنے بعد کے لئے متولی مقرر کرے، (۲) اسی طرح اپنے بعد اپنی اولاد کو بھی متولی وقف مقرر کر سکتا ہے، (۳) یہ بات بھی درست ہے کہ واقف بالترتیب ایک سے زیادہ متولی متعین کر دے، مثلاً یوں کہے کہ: میرے بعد فلاں شخص اور اس کے بعد فلاں شخص متولی ہوگا، (۴) ایک ہی شخص متولی ہو یہ ضروری نہیں ایک سے زیادہ شخص کو بھی متولی بنایا جاسکتا ہے، ایسی صورت میں وہ سب مل کر وقف سے متعلق تصرفات کریں گے۔ (۵)

اگر واقف نے کسی کو متولی مقرر نہیں کیا تو جب تک وہ زندہ ہے، اسے ہی وقف پر ولایت حاصل ہوگی، اور وہی ناظر وقف متعین کرنے کا بھی اختیار رکھے گا، واقف کے بعد اگر اس نے کسی کو وصی مقرر کیا ہو تو یہ وقف اس کی طرف منتقل ہو جائے گا اور اگر وصی بھی نہ ہو تو قاضی کو وقف پر ولایت حاصل ہوگی، اور وہ وقف کے لئے منتظم (قیم) مقرر کرے گا۔ (۶)

متولی ہونے کی شرائط

متولی ہونے کے لئے عاقل و بالغ ہونا شرط ہے، مرد ہو یا عورت، بیٹا ہو یا نابینا، متولی بن سکتا ہے، تولیت کے لئے مسلمان اور صحت مند ہونا بھی ضروری نہیں، (۷) اگر کسی نابالغ بچے کو وقف نے متولی بنا دیا تو حالت نابالغی میں تولیت درست نہ ہوگی، لہذا قاضی اس کے بالغ ہونے تک کسی اور شخص کو منتظم وقف متعین

(۲) درمختار علی ہامش الرد ۳۸۴/۳

(۳) ہندیہ ۴۰۸/۲

(۶) حوالہ سابق

(۸) ہندیہ ۴۰۸/۲

(۱۰) درمختار و ردالمحتار ۳۸۴/۳

(۱۲) ہندیہ ۴۰۸/۲

(۱) دیکھئے: حاشیہ دسوقی ۹۱/۳

(۳) ہندیہ ۴۰۸/۲

(۵) حوالہ سابق ۳۱۰/۲

(۷) ردالمحتار ۳۸۴/۳

(۹) ردالمحتار ۳۸۵/۳

(۱۱) ردالمحتار ۳۸۵/۳

نہی اس شرط کا کوئی اعتبار نہیں اور قاضی اسے عہدہ سے معزول کرنے کا مجاز ہوگا کیونکہ یہ خلاف شرع شرط ہے۔ (۶)

اگر قاضی نے کسی کو اوقاف کا متولی اور منتظم مقرر کیا ہو تو وہ اسے معزول کرنے کا بھی حق رکھتا ہے، لیکن اگر واقف نے کسی کو متولی مقرر کیا تھا تو جب تک اس سے بددیانتی یا فسق و فجور کا صدور نہ ہو اس وقت تک وہ اسے معزول کرنے کا اختیار نہیں رکھتا، اور اگر معزول کر کے کسی اور شخص کو متولی مقرر کر دے جب بھی شرعاً دوسرا شخص متولی نہیں ہوگا۔ (۷)

فاسق اور بددیانت شخص کو معزول کرنا تو واجب ہے لیکن وہ ان باتوں کے ارتکاب کی وجہ سے از خود تولیت سے معزول نہیں ہوگا، جب تک قاضی و حاکم اسے معزول نہ کر دے، (۸) متولی اگر استعفیٰ پیش کرے تو قاضی کے منظور کرنے کے بعد ہی وہ اس ذمہ داری سے سبکدوش ہوگا، اگر کوئی متولی قاضی کو استعفیٰ پیش کرے تو قاضی کو چاہئے کہ دوسرے مناسب شخص کو اس کی جگہ متولی مقرر کر دے، اگر کوئی شخص کسی متعین شخص کے حق میں تولیت سے سبکدوش ہو تو اس کا اعتبار نہیں، قاضی اگر مناسب سمجھے تو اسے اس عہدہ پر مقرر کرے یا کسی اور کو۔ (۹)

واقف نے جس شخص کو متولی مقرر کیا تھا وہ اس کی تولیت ختم کر سکتا ہے، یہاں تک کہ اگر اس شرط کے ساتھ متولی بنایا کہ خود مجھے بھی اس کو معزول کرنے کا حق نہیں جب بھی متولی کو اسے معزول کرنے کا حق حاصل رہے گا، دراصل حقیقہ کے نزدیک واقف کی زندگی میں اس کے مقرر کئے ہوئے متولی کی حیثیت وکیل کی ہوتی ہے، اس لئے وہ کبھی بھی متولی سے عہدہ تولیت واپس لے سکتا ہے۔ (۱۰)

میں تولیت کی اہلیت رکھنے والے لوگ پیدا ہو گئے تو چاہئے کہ واقف کے خاندان میں سے ہی کسی کو متولی بنا دیا جائے، (۱) — جیسے متولی کی شخصیت کے سلسلہ میں واقف کے منشا کو خصوصی اہمیت حاصل ہے اسی طرح متولی کے اوصاف کے بارے میں بھی واقف کے منشا کی رعایت کی جائے گی، جیسے اگر واقف نے کہا کہ میری اولاد میں سے جو سب سے افضل ہو وہ متولی ہوگا تو قاضی اس کی اولاد میں سے افضل ترین شخص کا تولیت کے لئے انتخاب کرے گا۔ (۲)

اگر متولی کا نا اہل ہونا ثابت ہو جائے؟

اگر متولی کا خیانت کرنا یا وقف کے انتظام و انصرام سے عاجز ہونا ثابت ہو جائے یا وہ کسی فسق جیسے شراب نوشی وغیرہ کا مرتکب ہو تو ایسے شخص کو معزول کر دینا واجب ہے خواہ خود واقف ہی کیوں نہ ہو، البتہ اس کے لئے محض کچھ لوگوں کا متولی پر جرائم کا الزام لگانا کافی نہیں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے اس الزام پر مناسب شہادت و ثبوت موجود ہو، (۳) امام ابو بکر خفاف سے منقول ہے کہ اگر قاضی اس کو معزول کرنے کے بجائے مناسب سمجھے کہ اس کے ساتھ کسی اور کو بھی تولیت میں شریک کر دے کیونکہ بعض اوقات ایک سے زیادہ آدمیوں کی شرکت سے بددیانتی کا خطرہ کم ہو جاتا ہے، تو یہ بھی درست ہے، (۴) اگر ایک شخص متعدد اوقاف پر متولی ہو اور کسی ایک وقف میں اس کی خیانت ثابت ہو جائے تو دیگر اوقاف کی تولیت سے بھی اس کو علاحدہ کر دینا واجب ہے، (۵) یہاں تک کہ اگر واقف نے اپنے لئے یا اپنے مقرر کردہ متولی کے لئے یہ شرط لگادی کہ قاضی یا سلطان اس کو معزول کرنے کا حق نہیں رکھے گا تب

(۲) حوالہ سابق

(۳) ردالمحتار ۳۸۴/۳

(۶) حوالہ سابق

(۸) ردالمحتار ۳۸۶/۳

(۱۰) ردالمحتار ۳۸۶/۳

(۱) ہندیہ ۲۱۲/۲

(۳) ہندیہ ۲۱۱/۲

(۵) حوالہ سابق

(۷) در مختار ۳۸۵-۸۶/۳

(۹) ردالمحتار ۳۸۵/۳

قبول نہیں کریں گی، اس لئے وقف کے مفاد اور مصالح کی رعایت کرتے ہوئے ایسے اداروں سے طویل مدت کی کرایہ داری بھی طے کی جاسکتی ہے، اسی لئے ”حصکفی“ نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: وهذا مما یختلف زمانا و موضعا . (۲)

تاہم اس میں اختلاف نہیں کہ کرایہ معقول و مناسب اور فقہاء کی اصطلاح میں ”اجرت مثل“ ہونی چاہئے، اگر منتظم وقف نے مروجہ کرایہ سے اتنا کم کرایہ طے کیا کہ عام طور پر لوگ اس معاملہ میں اس درجہ دھوکہ نہیں کھاتے تو یہ تعین کرایہ غیر معتبر ہوگا، اور کرایہ دار پر وہی کرایہ واجب ہوگا، جو عام طور پر اس علاقہ میں اس مکان یا زمین کا ہوا کرتا ہے، چاہے وہ مقررہ کرایہ سے کتنا ہی زیادہ ہو۔ (۳)

متولی کے لئے وقف کی جائداد کو رہن رکھ کر قرض حاصل کرنا

قطعاً درست نہیں، (۴) اگر متولی نے وقف کی جائداد فروخت کر دی پھر وہ معزول کر دیا گیا، کوئی اور شخص متولی مقرر ہوا، اور اس نے خریدار کے خلاف دعویٰ دائر کیا تو قاضی اس خرید و فروخت کو کالعدم قرار دے گا، اور خریدار جتنی مدت سے مقیم ہے اتنی مدت کا کرایہ اس سے وصول کیا جائے گا۔ (۵)

متولی کا اپنے آپ کو یا اپنی بالغ اولاد کو یا باپ کو وقف کی جائداد کرایہ پر دینا اسی وقت درست ہوگا جب کہ وہ مروجہ کرایہ سے زیادہ کرایہ ادا کرے۔ (۶)

جو حکم وقف کی جائداد کو کرایہ پر دینے کا ہے وہی حکم وقف کی زمین کو بٹائی پر لگانے کا بھی ہے، یعنی بٹائی میں وقف کا ایسا حصہ مقرر کرنا ضروری ہے جو اس علاقہ میں مروج ہو، (۷) مثلاً اگر آدھی پیداوار زمیندار کو اور آدھی پیداوار کاشت کار کو دینے کا رواج

اگر متولی فاتر العقل ہو جائے اور یہ کیفیت اس پر مسلسل ایک سال رہے تو وہ عہدہ تولیت سے معزول ہو جائے گا، البتہ اگر اس کا دماغی توازن درست ہو گیا اور صحت ہو گئی تو اب اسے دوبارہ تولیت کی ذمہ داری سپرد کی جاسکتی ہے۔ (۱)

متولی کے فرائض و اختیارات

متولی کی بنیادی ذمہ داری موقوفہ املاک کی حفاظت اور حتی المقدور مقاصد وقف کی تکمیل کی کوشش ہے، اسی کو پیش نظر رکھ کر فقہاء نے متولیان کے اختیارات متعین کئے ہیں، استبدال وقف کے مسئلہ میں یہ بات آچکی ہے، کہ بعض مخصوص صورتوں کے سوا وقف کی جائداد کو فروخت کرنا یا کسی غیر منقولہ جائداد سے اس کا تبادلہ جائز نہیں۔

وقف کی جائداد کو کرایہ پر دینے کے سلسلہ میں فقہاء کا عام رجحان یہ ہے کہ کھیتی کی اراضی زیادہ سے زیادہ تین سال اور رہائشی مکانات زیادہ سے زیادہ ایک سال کے لئے ہی کرایہ پر دیئے جاسکتے ہیں، اس لئے کہ اگر اس سے زیادہ مدت کے لئے مکان و زمین کرایہ پر دیا جائے تو اس کا تحفظ خطرہ میں پڑسکتا ہے، لیکن درحقیقت یہ وقف کی مصلحت اور اس کے مفاد پر مبنی ہے، اگر طویل مدت کی کرایہ داری میں وقف کا فائدہ ہو تو اسی کو اختیار کیا جائے گا، اور اگر کم مدت کا اجارہ مفید ہو تو اس کو ترجیح دی جائے گی، آج کل اداروں، کمپنیوں اور کارخانوں کو کرایہ دار بنانا مفید سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اس سے معقول کرایہ حاصل ہوتا ہے، جو پابندی سے ادا کیا جاتا ہے، اور سال بہ سال کرایہ میں مناسب اضافہ بھی ہوتا رہتا ہو، لیکن ظاہر ہے کہ ادارے اور کمپنیاں مختصر مدت کے لئے کرایہ دار بننا

(۲) ہندیہ ۳۲۶/۲

(۳) دیکھئے: ہندیہ ۳۱۹-۳۰۲

(۶) ہندیہ ۳۲۱/۲

(۱) ہندیہ ۳۰۹/۲

(۳) درمختار ۳۹۷/۳

(۵) ہندیہ ۳۲۰/۲

(۷) حوالہ سابق

جائز ہے، اگر قاضی متولی کے ساتھ کسی معاون کی ضرورت محسوس کرے تو ایسے کارکن کا اضافہ کر سکتا ہے، خواہ واقف کی مقررہ اجرت ہی میں سے کچھ حصہ اسے دیدے یا وقف کی آمدنی میں سے مستقل طور پر اس کی تنخواہ مقرر کرے، اگر واقف نے نگران وقف کے لئے وقف کی آمدنی سے ایک رقم متعین کر دی اور یہ شرط لگا دی کہ چاہے اسے معزول کر دیا جائے پھر بھی اس شخص کو یہ رقم دی جاتی رہے، ایسی صورت میں وقف کے انتظام سے سبکدوش کر دئے جانے کے باوجود وہ اس آمدنی کا مستحق ہوگا۔

وقف کی خدمت اور انتظام و انصرام پر اجرت کی دوسری صورت یہ ہے کہ قاضی وقف کے مصالح اور مفادات کے تحت کسی شخص کو بال معاوضہ اس کام پر مامور کرے چاہے یہ اجرت مکمل طور پر متعین ہو یا تناسب متعین ہو، مثلاً یوں کہا جائے کہ: ”وقف کی آمدنی کا دسواں حصہ ناظر وقف کا ہوگا“ دونوں صورتیں جائز ہیں، لیکن ضروری ہے کہ ”اجرت مثل“ ہو یعنی اس کام کے لئے عام طور پر جتنی اجرت دی جاتی ہے، اس کے دائرہ میں رہتے ہوئے اجرت متعین کی گئی ہو۔ (۳)

مصالح مسجد کے اوقاف

اصل مسجد یعنی جو جگہ نماز کے لئے مخصوص ہو چکی ہے اس کے بارے میں گذر چکا ہے، کہ وہ قیامت تک کے لئے مسجد ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ جو اراضی مسجد کی مصالح و ضروریات کے لئے وقف کی جائیں پھر وہ مسجد ویران ہو جائے اور وہاں سے مسلمانوں کی آبادی ختم ہو جائے تو اب مصالح مسجد پر موقوفہ آمدنی کا مصرف کیا ہوگا؟ یہ ایک اہم سوال ہے، وقف کے سلسلہ میں شریعت کے عام مزاج و مذاق سے ظاہر ہے کہ وقف میں دو باتیں بنیادی اہمیت کی

ہو تو اسی تناسب سے بٹائی پر دینا واجب ہوگا، وقف کا حصہ اس سے کم نہ ہونا چاہئے۔

اگر کسی شخص نے وقف کی زمین غصب کر لی اور ایک مدت تک موقوفہ مکان میں رہائش اختیار کی یا موقوفہ زمین میں کاشتکاری کی تو اس کو مدت قیام و قبضہ کا مناسب کرایہ ادا کرنا ہوگا، (۱) اگر غاصب نے وقف کا کچھ حصہ توڑ دیا تو اس سے حاصل ہونے والا معاوضہ موقوفہ عمارت کی مرمت پر خرچ کیا جائے گا نہ کہ فقراء و مساکین اور اہل وقف پر، کیونکہ ان کا حق وقف سے حاصل ہونے والی پیداوار سے متعلق ہے نہ کہ اصل زمین یا مکان سے۔ (۲)

اگر وقف کی آمدنی سے کوئی جائداد حاصل کی گئی تو وہ بعینہ موقوفہ جائداد کے حکم میں نہیں ہوگی اور صحیح تر قول کے مطابق اس کو فروخت کرنے کی اجازت ہوگی۔

متولی کی اجرت

متولی کو وقف کے سلسلہ میں اس کی مساعی کی اجرت دی جاسکتی ہے، متولی کے لئے اجرت پانے کی دو صورت ہے، اول یہ کہ خود واقف نے اس کے لئے سالانہ کوئی اجرت متعین کر دی ہو، ایسی صورت میں متولی اپنی قوت و صلاحیت کے مطابق ہی کام کرنے کا مکلف ہوگا، مثلاً اگر کسی خاتون کو ولی مقرر کیا گیا تو وہ وہی کام کرے گی جو اس کی قدرت میں ہو، اگر متولی نابینا یا گونگا ہو جانے کی وجہ سے خود کام کرنے کے لائق نہیں رہا، لیکن حکم دینے کی صلاحیت رکھتا ہے، تب بھی وہ واقف کی طرف سے مقررہ اجرت کا حق دار ہوگا۔

اگر واقف نے اتنی زیادہ اجرت متعین کر دی کہ اس خدمت کی مروجہ اور مناسب اجرت اس سے بہت کم ہوتی ہے جب بھی یہ

(۲) درمختار ۲۰۱۳

(۱) ہندیہ ۲۲۶۲

(۳) ردالمحتار ۲۰۱۳

حامل ہیں: اول یہ کہ جہاں تک ممکن ہو وقف کو نافع بنایا جائے، دوسرے یہ کہ وقف کی آمدنی کے استعمال میں حتی المقدور واقف کے منشاء و مقصود کی رعایت ملحوظ رکھی جائے۔

ان دونوں باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایسی آمدنی کو اس مسجد سے قریب تر ضرورت مند مساجد ہی پر خرچ کیا جانا چاہئے، چنانچہ علامہ شامیؒ اسی طرح کے ایک مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

فالظاهر انه لا يجوز صرف وقف مسجد
خرب الى حوض وعكسه وفي شرح
الملتقى بصرف وقفها لا قرب مجانس
لها. (۱)

بظاہر اس سے مراد یہ ہے کہ ویران شدہ مسجد کے اوقاف حوض پر اور حوض کے اوقاف کا مسجد پر استعمال کرنا جائز نہیں، شرح ملتقی میں ہے کہ ایسے اوقاف قریب ترین ہم جنس مصرف پر صرف کئے جائیں گے۔

قبرستان کے اوقاف

جو اراضی قبرستان کے لئے وقف ہوں وہ قبرستان ہی میں استعمال ہونگی، اور اس میں بھی واقف کے منشاء کی رعایت ملحوظ رہے گی، اگر واقف نے عام مسلمانوں کے لئے وقف کیا ہو تو تمام مسلمانوں کی تدفین اس میں درست ہوگی، اگر صرف اپنے خاندان کے لئے مخصوص کیا تھا تو صرف اس کے خاندان ہی کے مردے اس قبرستان میں دفن کئے جائیں گے، البتہ اگر کوئی قبرستان ویران ہو جائے، وہاں مسلم آبادی ختم ہوگئی ہو یا قانونی طور پر مردہ کی تدفین

روک دی گئی ہو اور قبریں پرانی اور بوسیدہ ہوگئی ہوں تو اس بات کی گنجائش ہے کہ قبرستان میں موجود ہڈیوں کو کہیں بہ احترام دفن کر دیا جائے اور اس کو فروخت کر کے کسی دوسری جگہ قبرستان کے قیام میں مدد ملی جائے، کیونکہ فقہاء نے مساجد کے علاوہ دوسرے اوقاف کو ناقابل انتفاع ہو جانے کی صورت میں فروخت کرنے کی اجازت دی ہے، امام محمدؒ سے منقول ہے:

الوقف اذا صار بحيث لا ينتفع به
المساكين فللقاضي ان يبيعه ويشتري
بثمنه غيره. (۲)

اگر وقف مساکین کے لئے ناقابل انتفاع ہو جائے تو قاضی اسے فروخت کر دے اور اس کی قیمت سے دوسری جگہ جائیداد خرید کرے۔

اور فقہاء کے یہاں اصول یہ ہے کہ جس مد کی موقوفہ جائیداد فروخت کی جائے اس سے حاصل ہونے والی قیمت کو اسی مد میں استعمال کیا جائے۔

چنانچہ ابن قدامہؒ کا بیان ہے:

اذا خرب الوقف ولم يرد شيئا يبيع
واشتري بثمنه ما يرد على اهل الوقف
وجعل وقفا كالاول. (۳)

جب وقف ویران ہو جائے اور کوئی نفع نہ دے تو اسے فروخت کر دیا جائے اور اس کی قیمت سے ایسی جائیداد خریدے جس کا نفع اہل وقف کو ہو سکے اور اسے بھی پہلے ہی کی طرح وقف کر دیا جائے۔

جہاں تک قبرستان میں مسجد کی توسیع کا مسئلہ ہے تو مسجد کے

(۲) رد المحتار ۵/۶، مع تحقیق شیخ عادل و شیخ علی

(۱) ملخص از: فتاویٰ ہندیہ ۲/۲۷۲-۲۷۵

(۳) البحر الرائق ۲۰۴/۵

تحت اس کی بحث آچکی ہے۔

سنہی اس وقف سے مستفید ہونے کا حق رکھیں گے۔

اولاد پر وقف

اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جیسے دوسروں پر خرچ کرنا اور ان کی ضروریات پوری کرنا ایک کار خیر ہے اسی طرح اپنی اولاد اور اپنے اہل قربت پر بھی وقف کرنا باعث ثواب ہے اور کار خیر میں داخل ہے، اسی لئے فقہاء اسلام نے ”وقف علی الاولاد“ کا تصور دیا ہے، وقف علی الاولاد کے لئے فقہاء نے مختلف تعبیرات ذکر کی ہیں، ان تعبیرات کے فرق کی وجہ سے استحقاق وقف کا دائرہ وسیع اور تنگ ہوتا ہے، اس لئے ان مختلف تعبیرات کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

(الف) اگر کسی شخص نے واحد کے صیغہ سے کہا: میں نے اپنے ”ولد پر اپنی فلاں جائداد وقف کی“ تو یہ بانی وقف کے بیٹے، بیٹیوں یعنی براہ راست اولاد کو شامل ہوگا، اگر ایک ہی بیٹا یا بیٹی ہو یا دوسری اولاد کے انتقال کی وجہ سے ایک ہی بیٹا یا بیٹی رہ جائے تو وہی پورے وقف کا مستحق ہوگا، صلیبی اولاد کے ختم ہونے کے بعد بیٹے یا بیٹی کی اولاد وقف کے مستحق نہیں ہوں گے، بلکہ ان کے بعد وقف فقراء کی طرف لوٹ جائے گا۔ البتہ اگر وقف کرنے کے وقت کوئی صلیبی اولاد نہ رہی ہو اور بیٹے کی اولاد پوتا یا پوتی موجود ہوں تو وہ اس وقف کے مستحق ہوں گے، نواسہ اور نواسی صحیح قول کے مطابق بہر حال اس کے مستحق نہیں۔

اگر کسی شخص نے تین پشت تک کی صراحت کے ساتھ واحد کے صیغہ سے وقف کیا جیسے کہا: میں نے اس جائداد کو اپنے ”ولد، ولد کے ولد اور اس کے ولد“ پر وقف کیا تو یہ وقف تین پشتوں تک محدود نہ ہوگا، بلکہ جب تک دنیا میں اس کی نسل چلتی رہے گی وہ سب وقف کے مستحق ہوں گے، اسی طرح اگر جمع کا صیغہ استعمال کرے، اور یوں کہے: میں نے اس جائداد کو اپنی ”اولاد“ پر وقف کیا، تو اس کا بھی یہی حکم ہے، ان صورتوں میں مرد و عورت قریبی رشتہ دار اور دور کے،

(ب) اگر کوئی شخص کہے کہ: میں اپنی جائداد اپنے لڑکوں پر وقف کرتا ہوں، تو اس میں لڑکیاں بھی شامل ہوں گی، کیونکہ عربی زبان میں ”بنین“ کا لفظ لڑکوں اور لڑکیوں یعنی جملہ اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے، راقم الحروف کا خیال ہے کہ فقہاء کے اسی استدلال سے واضح ہے کہ اگر کوئی شخص یہ صراحت کر دے کہ میں صرف اپنے بیٹوں پر وقف کر رہا ہوں نہ کہ بیٹیوں پر، تو بیٹیاں اس میں شامل نہیں ہوں گی۔

(ج) اگر کوئی شخص لڑکیوں پر وقف کرے تو صرف لڑکیاں ہی اس میں شامل ہوں گی، واقف کے لڑکے اس میں شامل نہیں ہوں گے۔

(د) اگر کوئی جائداد اپنی ”نسل“ پر وقف کی جائے تو اس میں واقف کا پورا اولاد سلسلہ شامل ہوگا اور لڑکیاں بھی شامل ہوں گی۔

(ه) اگر وقف میں ”عقب“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جس کے معنی اردو زبان میں ”بعد میں آنے والوں“ کے ہیں، تو یہ وقف قیامت تک آنے والی اولاد ذکر کے لئے سمجھی جائے گی۔

(و) ”آل، جنس، اہل بیت“ کے الفاظ سے مراد اس کی اولاد کے علاوہ وہ تمام لوگ ہوں گے، جو واقف کے اس مورث اعلیٰ کے نسب سے ہوں جس نے اسلام کے زمانہ کو پایا ہے، خواہ وہ مسلمان ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، اس میں مرد، عورتیں، بچے سب شامل ہیں۔

(ز) اگر اہل قربت اور ذی رحم پر وقف کیا تو اس کے قدیم ترین مسلمان ”جد“ خواہ باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے، ان کی اولاد اس وقف کا مصداق ہوگی، البتہ ماں باپ اور اولاد اس وقف میں شامل نہیں ہوں گے کیونکہ عرف میں ان پر ”اقارب“ کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔

(ح) اگر ان لوگوں پر وقف کرتے ہوئے ”فقراء“ کی قید

عصوب (مصر) کی ”کتاب الوقف“ کا مطالعہ مفید ہوگا، آخر الذکر کتاب نہایت جامع بھی ہے اور اس کی ترتیب بھی بہتر ہے۔

وکالت

وکالت کے اصل معنی حوالہ کرنے اور دوسرے پر اعتماد کرنے کے ہیں، (۳) اسی سے ”توکل“ کا لفظ ہے، ”توکل علی اللہ“ کے معنی ہیں: اس نے اللہ پر بھروسہ کیا، حدیث میں ایک دعاء منقول ہے: فلا تکننی الی نفسی، (۴) یعنی اے اللہ ہمیں ہمارے حوالہ نہ فرمائیے، یہ لفظ ”و“ کے زبر کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے، اور زیر کے ساتھ بھی، اسی سے وکیل کا لفظ ماخوذ ہے ”وکیل“ اسم فاعل کے معنی میں بھی آتا ہے، ایسی صورت میں اس کے معنی محافظ کے آئیں گے جیسے: حسبنا اللہ ونعم الوکیل، (آل عمران: ۱۷۲) اور مفعول کے معنی میں بھی، یعنی وہ شخص جس پر بھروسہ کیا اور اس کو کوئی کام سپرد کیا گیا ہو، فقہاء کے یہاں وکیل اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاح میں وکالت یہ ہے کہ آدمی کسی متعین تصرف میں دوسرے شخص کو اپنا قائم مقام بنا دے اقامۃ الانسان غیرہ مقام نفسه فی تصرف المعلوم۔ (۵)

وکالت کا ثبوت

وکالت کا درست ہونا کتاب اللہ سے بھی ثابت ہے، سنت رسول سے بھی اور اجماع امت سے بھی، قرآن مجید نے اصحاب کھف کا واقعہ نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ طویل نیند کے بعد جب یہ حضرات بیدار ہوئے تو مشورہ کیا کہ سب مل کر ایک آدمی کو شہر بھیجیں، تاکہ وہ کھانا خرید کر لے آئے، (الکھف: ۱۹) ظاہر ہے یہ

لگائی تو اس کے مصداق بقول خصاف وہ لوگ ہوں گے جو تقسیم کے وقت فقیر ہوں یعنی ان کے لئے زکوٰۃ لینی جائز ہو۔

(ط) اگر وقف کی ان صورتوں کے ساتھ ”صالح“ ہونے کی قید بھی لگائی ہو تو اس سے مراد وہ لوگ ہوں گے جن کا فسق علانیہ نہ ہو، جو متہم نہ ہو، سلیم الطبع ہو، پاکباز عورتوں پر تہمت اندازی نہ کرتا ہو، اور جھوٹ بولنے میں معروف نہ ہو۔ (۱)

وقف ثابت کرنے کا طریقہ

جو طریقہ دوسرے امور کو ثابت کرنے کا ہے وقف کو ثابت کرنے کا طریقہ کار بھی وہی ہے، البتہ وقف کی گواہی کے سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ کسی جائداد اور زمین کے مسجد یا قبرستان وغیرہ پر وقف ہونے کی گواہی شہرت کی بناء پر بھی دی جاسکتی ہے، نیز اس مسئلہ میں دوسرے ایسے گواہوں سے سنی ہوئی گواہی بھی معتبر ہے جنہوں نے خود وقف کرتے ہوئے سنا ہے، مردوں کی شہادت بھی معتبر ہے اور مردوں کے ساتھ عورتوں کی بھی، البتہ واقف کی شرائط سے متعلق گواہی محض شہرت کی بناء پر نہیں دی جاسکتی اور نہ اس کا اعتبار ہے۔ (۲)

(وقف سے متعلق بعض احکام ”مسجد“ کے تحت بھی دیکھے جاسکتے ہیں، وقف کے تفصیلی احکام کے لئے ہندیہ جلد دوم اور رد المحتار، جلد سوم (ط: بولاق) نیز وقف کے موضوع پر لکھی گئی مستقل کتابیں امام ابو بکر خصاف کی ”احکام الاوقاف“ ہلال بن محیی بصری (م: ۲۳۵ھ) کی ”احکام الوقف“ نیز ”الاسعاف فی احکام الاوقاف“ اور ماضی قریب کے علماء میں شیخ عبدالجلیل عبدالرحمن

(۱) المغنی ۶۴۸/۵

(۲) ملخص از: درمختار ورد المختار ۳۰۶/۳-۳۳۶، فصل فیما یتعلق بوقف الاولاد

(۳) دیکھئے: ہندیہ ۳۳۸/۲

(۴) صحیح ابن حبان، حدیث نمبر ۹۷۰

(۵) حاشیہ قدوری ۱۲۱

”قبول“ ہیں، جو شخص وکالت کی پیشکش کرے، اس کا کلام ایجاب تصور کیا جائے گا، اور دوسرا شخص جو اس وکالت کو قبول کرے، اس کا قول ”قبول“ کہلائے گا، جو وکیل بنائے اسے اصطلاح میں ”موکل“ اور جو وکالت قبول کرے اس کو ”وکیل“ کہتے ہیں، ایجاب و قبول مطلق بھی ہو سکتا ہے، کسی شرط کے ساتھ مشروط بھی، اور کسی وقت کے ساتھ بھی وکالت متعلق ہو سکتی ہے، جیسے یوں کہے ”میں تجھے کل فلاں چیز کے فروخت کرنے کا وکیل بناتا ہوں“۔ (۷)

موکل سے متعلق شرط

وکالت کے صحیح ہونے کے لئے کچھ شرطیں ہیں، بعض شرطیں موکل سے متعلق ہیں، بعض وکیل سے اور بعض اس چیز سے جس کا وکیل بنایا جا رہا ہے۔

موکل سے متعلق شرط یہ ہے کہ جس چیز کا وکیل بنا رہا ہے، وہ خود بھی اس کا اختیار رکھتا ہو، کیونکہ وکالت اپنا اختیار دوسرے کو سوپنے سے عبارت ہے، تو جب کوئی شخص خود ہی اختیار نہیں رکھتا ہو تو وہ دوسرے کو کس طرح اختیار سونپ سکتا ہے؟ چنانچہ پاگل اور بے شعور نابالغ بچہ (صبی غیر ممیز) دوسرے کو کسی کام کا وکیل نہیں بنا سکتا، جو نابالغ بچہ عقل و شعور رکھتا ہو، وہ بھی دوسروں کو ان ہی تصرفات کا مالک بنا سکتا ہے، جن کا خود اختیار رکھتا ہو۔ اور سمجھ دار نابالغ بچہ کن تصرفات کا اختیار رکھتا ہے؟ اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ بعض تصرفات ضرر محض کا باعث ہے، جیسے طلاق، ہبہ صدقہ وغیرہ، یہ نافذ نہیں ہوں گے، بعض تصرفات خالصہ نفع کے حامل ہیں جیسے: ہبہ اور ہدیہ وغیرہ کا قبول کرنا، یہ نافذ ہوں گے، تیسری قسم کے تصرفات وہ ہیں جن میں نفع اور نقصان دونوں پہلو

دوسرے کو سامان کی خریداری کے لئے وکیل بنانا ہے، اسی طرح قرآن مجید نے زوجین میں اختلاف پیدا ہو جانے کی صورت میں اصلاح حال کی غرض سے شوہر و بیوی دونوں کی طرف سے حکم مقرر کرنے کا حکم دیا ہے، فابعثوا حکما من اہلہ و حکما من اہلہا، (النساء: ۳۵) تو یہ حکم بھی متعلقہ فریق کی طرف سے وکیل کا درجہ رکھتے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام کا بادشاہ مصر سے کہنا کہ مجھے خزانہ پر ذمہ دار بنا دیجئے، اجعلنی علی خزائن الارض، (یوسف: ۵۵) بھی تو وکیل ہی کے قبیل سے ہے، علامہ ابن قدامہ نے زکوٰۃ کے ایک مصرف عالیین (توبہ: ۶۰) سے بھی اس پر استدلال کیا ہے، اس لئے کہ عامل مستحقین کے نائب کی حیثیت سے زکوٰۃ وصول کرتا ہے۔ (۱) متعدد احادیث سے وکالت کا ثبوت ملتا ہے، آنحضرت ﷺ کا عالیین کو وصولی زکوٰۃ کی غرض سے بھیجنا، ام المومنین حضرت ام حبیبہ سے نکاح میں عمر و ابن امیہ ضمری کو نکاح کا وکیل بنانا، (۲) اور اپنے خادم حضرت ابورافع سے نکاح کا وکیل بنانا، (۳) حضرت حکیم بن حزام کو قربانی کا جانور، (۴) اور حضرت عروہ بارتقی کو بکری خریدنے کا وکیل بنانا، (۵) یہ سب صحیح روایتوں سے ثابت ہے، ان روایات سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ وکالت مالی امور میں بھی معتبر ہے اور نکاح کے معاملہ میں بھی، اور قرآن کی مذکورہ آیات سے واضح ہوتا ہے کہ مقدمات و خصومات میں بھی تو وکیل درست ہے، نیز وکالت کے درست ہونے پر امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ (۶)

ارکان

وکالت کے ارکان دوسرے معاملات کی طرح ”ایجاب

(۱) البحر الرائق ۱۳۹/۷

(۳) البدایة والنہایہ ۱۳۳/۳

(۵) ترمذی، باب الشراء والبیع الموقوفین، حدیث نمبر ۱۲۵۸

(۷) المغنی ۵۱/۵

(۲) المغنی ۵۱/۵

(۳) موطا امام مالک ۱۳۵، نکاح المحرم

(۶) بخاری، حدیث نمبر ۳۶۳۲، کتاب المناقب

ایجاب و قبول کرایا یا خود اس نے ازراہ مزاح ایجاب و قبول کیا تو یہ تصرف مؤکل کے حق میں معتبر نہیں ہوگا۔ (۵)

مفوضہ کام وکیل کے دائرہ اختیار میں ہو

جس چیز کا وکیل بنایا جائے، ضروری ہے کہ وہ مؤکل کے دائرہ

اختیار میں ہو، ایسی چیزیں جو عمومی طور پر مباح ہیں، جیسے: نہر اور سرکاری تالاب سے پانی لینا، جنگل میں شکار کرنا، ان میں تو وکیل معتبر نہیں، اگر کسی شخص کو وکیل بنایا گیا اور اس نے جنگل سے لکڑی کاٹی یا شکار کیا تو اس کا یہ عمل خود اس کے لئے سمجھا جائے گا نہ کہ مؤکل کے لئے۔ (۶)

یہ بھی ظاہر ہے کہ آدمی خود جس چیز کا مالک ہو اسی میں تصرف کے لئے دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے، جس چیز پر خود اس کی ملکیت قائم نہ ہو اس پر دوسرے کو تصرف کا اختیار دینا ظاہر ہے کہ ناقابل تصور امر ہے، — نیز وکالت ایسی ہی چیزوں میں معتبر ہوگی جس میں نائب بنانے کی گنجائش ہو، لہذا بدنی عبادات جیسے: نماز، روزہ، وضوء اور تیمم، ان چیزوں میں وکیل بنانا درست نہیں۔ (۷)

حقوق اللہ کی ادائیگی میں وکیل بنانا

جہاں تک حقوق کی بات ہے کہ حقوق میں وکیل بنانا درست ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں تفصیل اس طرح ہے کہ حقوق دو قسم کے ہیں، حقوق اللہ اور بندوں کے حقوق، پھر حقوق اللہ کی بھی دو صورتیں ہیں: ایک وہ حقوق ہیں کہ جن میں دعویٰ شرط ہے، جیسے: حد قذف، حد سرقہ، ایسے حقوق کو ثابت کرنے کے لئے وکیل بنانا کہ وہ مؤکل کی طرف سے عدالت میں دعویٰ دائر کرے، امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے، چاہے مؤکل موجود ہو یا

ہیں، جیسے: خرید و فروخت، اجارہ، نکاح وغیرہ، نابالغ کے یہ تصرفات موقوف رہیں گے، اگر ولی نے اسے جائز قرار دیا تو نافذ ہونگے ورنہ نہیں۔ (۱)

وکیل سے متعلق شرطیں

وکیل کے لئے بھی عاقل ہونا شرط ہے، پاگل کو وکیل بنانا معتبر نہیں، اس لئے کہ اس میں تصرف کی صلاحیت ہی نہیں، یہی حکم ایسے نابالغ کا ہے جو ابھی شعور سے محروم ہو، حنفیہ کے یہاں وکیل کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں، نابالغ بھی اگر مفوضہ معاملہ کو سمجھ سکتا ہو تو وکیل بن سکتا ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے عمرو بن لہبہ ابن ام سلمہ کو حضرت ام سلمہ کے نکاح کا وکیل بنایا، حالانکہ وہ نابالغ تھے، (۲) شوافع اور دوسرے فقہاء کے نزدیک نابالغ نہ کسی معاملہ میں وکیل بنا سکتا ہے، اور نہ وکیل بن سکتا ہے، (۳) نابالغ کے عاقل ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس بات کو سمجھتا ہو کہ خریدنا قیمت ادا کرنے اور بیع حاصل کرنے کا نام ہے، نیز معمولی دھوکہ (غبن یسیر) اور غیر معمولی دھوکہ (غبن فاحش) کے درمیان امتیاز کر سکتا ہو۔ (۴)

یہ بھی ضروری ہے کہ وکیل متعین ہو، اگر کوئی شخص یوں کہے کہ ”تم دونوں میں سے ایک کو فلاں کام کا وکیل بنانا ہوں“ تو یہ کافی نہیں، نیز یہ بھی شرط ہے کہ وکیل اپنے وکیل بنائے جانے سے واقف ہو، اگر وہ تصرف کرتے وقت اس سے واقف نہیں تھا، حالانکہ وہ اس سے پہلے وکیل بنایا جا چکا تھا، تو اس کا یہ تصرف نافذ نہیں ہوگا، اور نہ مؤکل کی طرف منسوب ہوگا، نیز وکیل نے بالقصد تصرف کیا ہو، مثلاً کسی شخص کو سامان کے خریدنے یا فروخت کرنے کا وکیل بنایا گیا اور اس سے جبر و اکراہ کے ذریعہ کسی اور شخص نے

(۱) بدائع الصنائع ۲۰۶

(۲) حوالہ سابق

(۳) البحر الرائق ۱۳۲۷

(۴) شرح مہذب ۹۳/۱۳، ہندیہ ۵۶۲/۳

(۲) بدائع الصنائع ۲۰۶

(۳) دیکھئے: شرح مہذب ۱۰۱/۱۳، المغنی ۵۱/۵

(۶) حوالہ سابق

مقدمہ میں وکالت

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گو مقدمہ کی پیروی میں وکیل بنانا جائز ہے، لیکن خود عدالت میں مؤکل کی حاضری بھی ضروری ہے، البتہ دو صورتوں میں مؤکل حاضری سے مستثنیٰ ہوتا ہے، ایک یہ کہ خود دوسرا فریق اس کی عدم حاضری پر رضامند ہو یا موکل بیماری یا طویل مسافت کے سفر کی وجہ سے حاضری سے معذور ہو، یا پردہ نشین خاتون ہو، صاحبین اور دوسرے فقہاء کے نزدیک نہ فریق مخالف کی رضامندی ضروری ہے، اور نہ مؤکل کی حاضری۔ (۵)

گواہی میں وکیل

یہ بات ظاہر ہے کہ شہادت اور گواہی کا وکیل نہیں بنایا جاسکتا، اس لئے کہ شہادت کسی واقعہ کی آنکھوں دیکھی گواہی کا نام ہے، اور اس واقعہ کو مؤکل نے دیکھا ہے نہ کہ وکیل نے، لیکن اقرار کا وکیل بنایا جاسکتا ہے، امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں یہی لکھا ہے، البتہ امام طحاویؒ کو اس سے اختلاف ہے، (۶) اگر کسی شخص کو مطلقاً مقدمہ کا وکیل بنایا جائے تو وہ اپنے مؤکل کی طرف سے اقرار بھی کر سکتا ہے، لیکن اگر مؤکل نے وکیل بناتے ہوئے یہ شرط لگادی کہ وہ اس کی طرف سے اقرار کرنے کا مجاز نہیں ہوگا تو اسے استثناء کا حق حاصل ہے۔

معاملات میں وکالت

جن معاملات میں وکیل بنانا جائز ہے، ان کی فہرست طویل ہے، نکاح، خلع، جنایت کے بارے میں صلح، دوسرے مالی مقدمات میں صلح، ہبہ، صدقہ، عاریت، ودیعت، رہن، طلاق، اجارہ، خرید و فروخت وغیرہ معاملات میں تو وکیل کی گنجائش ہے، قرض دینے اور

غائب، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہیں، جن حقوق میں دعویٰ شرط نہیں، جیسے: حدزنا، شراب نوشی کی حد، ان کے ثابت کرنے کے لئے تو وکیل جائز نہیں۔ (۱)

اگر حدود کا مقدمہ ثابت ہو گیا تو کیا حدود جاری کرنے میں قاضی کسی اور کو اپنا وکیل بنا سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں اتفاق ہے کہ قاضی کا وکیل بنانا درست ہے، البتہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک حدسرقہ اور حدقذف کے نفاذ کے لئے ضروری ہے کہ جس پر تہمت لگائی گئی ہو یعنی مقذوف، اور جس کا مال چوری ہوا ہو وہ حد نافذ کئے جانے کے وقت موجود رہے، (۲) کیونکہ ممکن ہے کہ اجراء سزا کے وقت اگر یہ حضرات موجود رہیں تو اپنے دعویٰ سے رجوع کر لیں، اس احتمال نے ایک گونہ شبہ پیدا کر دیا ہے، اور شبہ سے بھی حد ساقط ہو جاتی ہے، حنا بلہ اور مالکیہ وغیرہ کے نزدیک حدود کے جاری کرنے کے لئے مؤکل کی موجودگی ضروری نہیں۔ (۳)

حقوق العباد میں تو وکیل

حقوق العباد بھی دو طرح کے ہیں، ایک وہ جو شبہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں، جیسے قصاص، تو ایسے حقوق کے ثابت کرنے کے لئے وکیل بنانا جائز ہے، لیکن قصاص لینے کے لئے تو وکیل اسی وقت جائز ہوگی جب کہ مؤکل یعنی مقتول کا ولی خود موجود ہو، اگر مقتول کا ولی خود غائب ہو تو قصاص حاصل کرنے کیلئے وکالت معتبر نہیں ہوگی۔ بعض حقوق العباد وہ ہیں جو شبہ کے باوجود ثابت ہو جاتے ہیں یعنی مالی حقوق، جیسے: دین وغیرہ، ان کو ثابت کرنے کے لئے اور ان حقوق کو حاصل کرنے کے لئے دونوں مرحلوں میں تو وکیل درست ہے۔ (۴)

(۲) بدائع الصنائع ۲/۶، ہندیہ ۵۶۵/۳

(۳) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸۴/۵

(۶) بدائع الصنائع ۲/۶، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸۶/۵

(۱) شرح مہذب ۹۳/۱۲

(۳) بدائع الصنائع ۲۲۶

(۵) ہندیہ ۵۶۵/۳، بدائع الصنائع ۲۲۶

ہوگی، جیسے کپڑا، کہ کپڑے کی مختلف قسمیں ہیں، ریشمی کتان، سوتی وغیرہ، تو کپڑے کی نوعیت متعین کرنا ضروری ہوگا ورنہ اس کو غیر معمولی ابہام سمجھا جائے گا۔ اور اگر وہ نام ایک ہی نوع کو شامل ہو جیسے گھوڑا، گدھا، گائے، بکری، تو دو میں سے ایک کا بیان کرنا ضروری ہوگا، یا تو اس کی صفت کو بیان کرے، جیسے کہے کہ عربی گھوڑا خریدو، یا قیمت واضح کر دے، مثلاً ایک ہزار روپے تک کا بکرا خریدو، اس وضاحت کے بعد جو ابہام پایا جائے گا، وہ معمولی درجہ کا ہے، اس لئے وہ وکالت کے صحیح ہونے میں مانع نہیں، اگر صفت یا قیمت بیان نہیں کی تو یہ غیر معمولی ابہام (جہالت کثیرہ) ہے، اور ایسے ابہام کے ساتھ یہ وکالت درست نہیں ہوگی۔ (۲)

وکیل کے اختیارات

وکالت کا بنیادی حکم یہ ہے کہ وکیل کو مَوکَل کے متعین کئے ہوئے دائرہ میں رہتے ہوئے تصرف کا حق حاصل ہو جاتا ہے، (۳) تاہم مختلف امور میں وکیل کا دائرہ اختیار کیا ہوگا؟ اس میں فقہاء نے کچھ تفصیلات ذکر کی ہیں، جن کا خلاصہ اس طرح ہے :

☆ حنفیہ کے نزدیک جس شخص کو مقدمہ کی پیروی کا وکیل بنایا جائے، وہ قصاص اور حدود کے علاوہ دوسرے مقدمات میں اقرار کرنے کا بھی اختیار رکھتا ہے، البتہ امام محمدؒ کے نزدیک مجلس قضاء ہی میں اس کا اقرار معتبر ہوگا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مجلس قضاء میں بھی اور اس کے باہر بھی، البتہ اگر مجلس قضاء کے باہر اس نے اقرار کیا تو وہ وکیل باقی نہیں رہے گا۔

☆ جس شخص کو کسی مالی مقدمہ میں وکیل بنایا گیا ہو وہ احناف کے نزدیک اس مال پر قبضہ حاصل کرنے کا بھی مجاز ہوگا، یہی رائے امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی ہے، امام زفرؒ

قرض لینے میں وکیل بنایا جاسکتا ہے، البتہ قرض لینے میں وکیل کی حیثیت محض مَوکَل کے قاصد کی ہے، اگر مَوکَل کسی شخص کے پاس وکیل کو بھیجے اور وکیل یہ کہے کہ فلاں شخص تم سے قرض کا خواستگار ہے تو یہ قرض مَوکَل کے لئے ہوگا، لیکن اگر وکیل نے بطور خود کسی سے قرض لیا تو یہ وکیل ہی کی ملکیت ہوگی نہ کہ مَوکَل کی۔ (۱)

وکالت عامہ اور اس کا حکم

اگر کسی چیز کے خریدنے کا وکیل بنایا جائے تو وکالت کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: وکالت عامہ اور وکالت خاصہ، وکالت عامہ یہ ہے کہ وکیل کو اختیار دیا جائے کہ وہ کوئی چیز یا کوئی متعین چیز کسی بھی وصف کی حامل خرید کرے، جیسے کہا جائے: تم میرے لئے جو مناسب سمجھو خرید لو، یا یوں کہے ”میرے لئے جو کپڑا خرید کرنا چاہو خرید لو“ یہ وکالت عامہ ہے، اس میں کتنا بھی ابہام و اجمال ہو، تو وکیل درست ہوگی۔

وکالت خاصہ اور اس کا حکم

وکالت خاصہ یہ ہے کہ کسی مخصوص چیز کے خریدنے کا حکم دیا جائے اور یہ نہ کہا جائے کہ تمہاری جو مرضی ہو اس کے مطابق خرید کر لو، جیسے کہے: میرے لئے کپڑا خرید کر لو، جانور خرید کر لو، گھوڑا خرید کر لو، ایسی وکالت میں اگر زیادہ ابہام (جہالت کثیرہ) ہو تو وکیل بنانا صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ اس سے آئندہ نزاع پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، اور اگر معمولی درجہ کا ابہام (جہالت قلیلہ) ہے تو وکالت درست ہوگی، — علامہ کاسانی نے معمولی اور غیر معمولی ابہام کے سلسلہ میں یہ اصول بتایا ہے کہ جس چیز کے خریدنے کا وکیل بنایا ہے، اگر وہ مختلف انواع کو شامل ہے تو نوعیت بیان کرنا ضروری ہوگا، اگر مطلوبہ نوعیت کو واضح نہیں کیا تو وکیل درست نہیں

(۲) بدائع الصنائع ۲۳۶

(۱) بدائع الصنائع ۲۳۶

(۳) بدائع الصنائع ۲۳۶-۲۳۷

کے نزدیک یہ وکیل قبضہ کرنے کا مجاز نہیں، متاخرین نے اپنے زمانہ میں بڑھتی ہوئی بددیانتی اور خیانت کی وجہ سے امام زفرؒ کے قول کو قبول کیا ہے، یہی حکم اس شخص کے بارے میں بھی ہے جس کو صرف دین کے تقاضا کرنے کا وکیل بنایا گیا ہو۔

☆ جس شخص کو دین کے وصول کرنے کا وکیل بنایا گیا ہو اگر مقروض دین کا انکار کرے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وکیل اس مقدمہ میں فریق بن سکتا ہے، وہ فریق مخالف کے مقابلہ دین کو ثابت کرنے کا مجاز ہے، اور اگر مدعی علیہ گواہان پیش کر دے کہ صاحب دین یعنی مؤکل قرض وصول کر چکا ہے یا اس نے قرض معاف کر دیا ہے، تو یہ ثبوت قابل سماعت اور قابل قبول ہوگا، صاحبین کے نزدیک دین پر قبضہ کا وکیل ثبوت دین کے مقدمہ میں فریق نہیں بن سکتا۔ (۱)

البتہ حنفیہ اس پر متفق ہیں کہ اگر کسی کو متعین و موجود شئی (عین) کی وصولی کا وکیل بنایا جائے جیسے کتاب، اور جس کے قبضہ میں وہ سامان ہے، وہ اس پر مؤکل کی ملکیت سے انکار کرتا ہو، تو یہ وکیل اس مقدمہ میں فریق نہیں بن سکتا۔ (۲)

☆ جس شخص کو قبضہ کرنے کے لئے وکیل بنایا گیا ہے، کیا وہ کسی اور شخص کو اس کام پر وکیل بنا سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وکالت، وکالت عامہ ہے، جیسے مؤکل نے یوں کہا ”تم اس سلسلہ میں جو چاہو کرو“ یا یہ کہے ”تم جو کچھ بھی کرو گے وہ میرے لئے قابل قبول ہے“ تو ایسی صورت میں وہ کسی اور شخص کو قبضہ کے لئے وکیل بنا سکتا ہے، اور اگر وکیل کے لئے مؤکل نے ایسے عمومی اختیار و مشیت کے الفاظ استعمال نہ کئے ہوں تو یہ وکالت خاصہ ہے، ایسا وکیل اس بات کا مجاز نہیں کہ وہ اس کے لئے

دوسرے شخص کو وکیل بنائے۔ (۳)

☆ اگر کسی چیز کے بیچنے کا وکیل بنائے اور مؤکل نے کچھ قید بھی لگائی ہو، مثلاً کہے کہ ”اس سامان کو دس روپے میں بیچو، تو وکیل اس قید کا پابند ہوگا، اور وکیل نے اس قید کی خلاف ورزی کی، لیکن یہ خلاف ورزی مؤکل کے مقصد و منشاء کے لئے تقویت کا باعث ہو نہ کہ نقصان کا، جیسے اس نے دس کے بجائے بارہ روپے میں بیچ دیا، تو وکیل کا یہ تصرف درست ہے، اس لئے کہ گو اس نے مؤکل کی لگائی ہوئی قید (دس روپے) سے تجاوز کیا ہے، لیکن یہ تجاوز مؤکل کے لئے مفید ہے نہ کہ نقصان دہ، اور اگر وکیل مؤکل کی لگائی ہوئی قید کو نظر انداز کر دے جیسے دس کے بجائے آٹھ روپے ہی میں فروخت کر دے، تو وکیل کا یہ تصرف مؤکل کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

اور اگر بیع کے لئے مطلقاً وکیل بنایا تو وکیل جس طرح بھی فروخت کرے، اس کا فروخت کرنا معتبر ہوگا، (۴) البتہ یہ مطلق وکالت نقد و ادھار دونوں کو شامل ہوگی یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وکیل کو اس کا اختیار ہوگا، صاحبین کے نزدیک اس کا اختیار نہیں ہوگا۔ (۵)

☆ اسی طرح مطلق وکالت کی صورت میں اگر وکیل نے اس سامان کو بیچنے میں دھوکہ کھایا اور اتنی قیمت لگادی جو مروجہ کم سے کم قیمت سے بھی کمتر ہو، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وکیل کا یہ تصرف بھی معتبر ہوگا یعنی مؤکل پر لازم ہوگا۔ (۶)

البتہ اگر کسی سامان کے خریدنے کا مطلقاً وکیل بنایا گیا اور وکیل نے اس سامان کو مروجہ قیمت کے مقابلہ میں بہت زیادہ قیمت میں حاصل کیا، جو غبن فاحش کے دائرہ میں آتا ہو تو بالاتفاق مؤکل

(۲) حوالہ سابق

(۳) حوالہ سابق

(۶) حوالہ سابق

(۱) بدائع الصنائع ۲۴/۶

(۳) حوالہ سابق

(۵) حوالہ سابق ۲۵/۶

یہ جائز ہے، بشرطیکہ مناسب مروجہ قیمت لگائی گئی ہو۔

ایک ہی کام کے لئے ایک سے زیادہ وکیل

اگر کسی ایک ہی معاملہ کے لئے ایک سے زیادہ وکیل بنایا جائے تو کیا اس معاملہ میں ان تمام وکلاء کی شرکت ضروری ہے یا تنہا ایک وکیل بھی تصرف کرنے کا مجاز ہے؟ اس سلسلہ میں اصل یہ ہے کہ جن معاملات میں تبادلہ خیال اور غور و فکر کی حاجت ہو ان میں کوئی ایک وکیل تنہا تصرف کا مجاز نہیں، ہر وہ معاملہ جس میں عوض مالی پایا جاتا ہو اس کو فقہاء نے ایسے ہی معاملات کے زمرہ میں رکھا ہے، جیسے: نکاح، خلع، مضاربت وغیرہ، اسی طرح وہ تصرفات بھی ہیں جن میں تملیک کی کیفیت پائی جاتی ہو جیسے: تفویض طلاق۔

جن امور میں تبادلہ خیال کی حاجت نہ ہو، بلکہ صرف مؤکل کے حکم کی تعمیل کرنی ہو، ان میں تنہا ایک وکیل کا تصرف بھی معتبر ہے، جیسے، طلاق، ہبہ، دین کی ادائیگی، امانت کی واپسی وغیرہ۔

حقوق وکیل سے متعلق ہوں گے یا مؤکل سے؟

وکالت کے سلسلہ میں ایک اہم بحث یہ ہے کہ جس چیز کا وکیل بنایا گیا ہے، اس کے حقوق وکیل سے متعلق ہوں گے یا مؤکل سے؟ — حنفیہ کے نزدیک اس سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ بعض امور تو وہ ہیں جس سے کوئی حق متعلق نہیں، جیسے دین کا تقاضا، اور مقروض کا پیچھا کرنا، ایسے امور میں وکیل کی حیثیت محض مامور کی ہے، اور اس کو مؤکل کا حکم بجالانا ہے، بعض معاملات وہ ہیں کہ وکیل کو ان کے انجام دینے میں مؤکل کی طرف منسوب کرنے کی حاجت نہیں ہوتی جیسے: خرید و فروخت، اجارہ وغیرہ، اس میں تمام حقوق خود وکیل سے متعلق ہوں گے، وہی بیع حوالہ کرے گا، قیمت پر قبضہ کرے گا، اگر خرید کی ہوئی چیز میں کوئی عیب نظر آیا، اور عدالت میں مقدمہ کی

وکیل کے اس تصرف کو قبول کرنے پر مجبور نہیں ہوگا۔ (۱)

☆ جس چیز کے بیچنے پر وکیل بنایا تھا اگر اس کے کچھ حصہ کو فروخت کیا تو کیا یہ بیع نافذ ہوگی؟ صاحبین کے یہاں یہ نافذ نہیں ہوگی، اور مؤکل کی اجازت پر موقوف رہے گی، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی دو صورتیں ہیں، اگر ایسی چیز ہو کہ اس کا کچھ حصہ فروخت کر دینا باعث ضرر نہ ہو، جیسے گیہوں، چاول وغیرہ، تو بیع نافذ ہوگی، اور اگر اس سے ضرر پہنچ سکتا ہو یا باقی حصے کی قیمت گرتی ہو، تو بیع نافذ نہیں ہوگی۔ البتہ اس پر اتفاق ہے، کہ اگر کسی چیز کے خریدنے کا وکیل بنایا اور جس چیز کا خریدنا مطلوب تھا اس کا کچھ حصہ وکیل نے خرید کیا تو یہ نافذ نہیں ہوگا۔ (۲)

☆ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیع کا وکیل خریدار سے قیمت معاف کر سکتا ہے، اس کو قیمت کی ادائیگی کے لئے مہلت دے سکتا ہے، قیمت کے عوض کوئی دوسری چیز لے سکتا ہے، بجائے قیمت کے کسی اور شئی پر صلح کر سکتا ہے اور حوالہ کے ذریعے کسی اور شخص کی ذمہ داری قبول کر سکتا ہے، البتہ ان صورتوں میں خود وکیل مؤکل کے لئے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا، — صاحبین کے نزدیک وکیل کو مؤکل کی اجازت کے بغیر ان تصرفات کا حق نہیں۔ (۳)

☆ اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص کو کسی چیز کے بیچنے کا وکیل بنایا گیا ہے، وہ دوسرے کو اس کام کے لئے وکیل نہیں بنا سکتا، تاہم اگر اس دوسرے وکیل نے سامان کو فروخت کیا لیکن وکیل نے اس کو جائز رکھا تو اب بیع درست ہو جائے گی۔ (۴)

☆ جس شخص کو کسی چیز کے بیچنے کا وکیل بنایا گیا ہے اور وہ اس کو اپنے آپ سے یا اپنے ایسے رشتہ دار سے فروخت کرے جس کے بارے میں وہ متہم ہو جیسے، باپ، دادا، اولاد اور اولاد کی اولاد، بیوی، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ جائز نہیں، صاحبین کے نزدیک

(۱) بدائع الصنائع ۲۷۶

(۲) حوالہ سابق

(۳) حوالہ سابق ۲۸۶

(۴) حوالہ سابق

لوبت آئی تو وہی اس میں فریق بنے گا، گویا اس کی حیثیت اصل صاحب معاملہ کی ہوگی، اور وہی عاقد تصور کیا جائے گا۔

تیسرے: وہ معاملات ہیں جن کو وکیل موکل کی طرف نسبت کئے بغیر انجام نہیں دے سکتا، جیسے نکاح، طلاق، خلع وغیرہ، ان میں وکیل کی حیثیت محض سفیر اور ترجمان کی ہوگی، اور عقد سے متعلق تمام حقوق موکل سے متعلق ہوں گے، (۱) مالکیہ اور شوافع کی رائے بھی قریب قریب وہی ہے جو حنفیہ کی ہے البتہ حنابلہ کے نزدیک تمام ہی معاملات میں حقوق موکل سے متعلق ہوں گے نہ کہ وکیل سے۔ (۲)

جن صورتوں میں وکالت ختم ہو جاتی ہے

وکالت کی حیثیت عقد لازم کی نہیں، بلکہ عقد جائز کی ہے، یعنی موکل ہو یا وکیل، ان کا معاملہ پر اپنے آپ کو قائم رکھنا ضروری نہیں، گویا عقد وکالت ختم بھی ہو سکتا ہے، اسی پس منظر میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ کن صورتوں میں وکالت ختم ہوتی ہے؟ علامہ کاسائی نے تفصیل سے اس کا ذکر کیا ہے، وہ صورتیں حسب ذیل ہیں:

(۱) موکل وکیل کو معزول کر دے، وکیل کو اپنی معزولی کا علم ہو جائے اور اس کی وکالت سے کسی تیسرے شخص کا حق متعلق نہ ہو۔ جب تک وکیل کو اپنے معزول ہونے کی اطلاع نہ ہو، اس کا تصرف موکل ہی کی طرف منسوب ہوگا، اگر وکالت سے کسی تیسرے شخص کا حق متعلق ہو تو اس شخص کی رضامندی کے بغیر موکل اسے معزول نہیں کر سکتا، جیسے ایک شخص نے قرض لیا اور قرض دہندہ کے بجائے کسی تیسرے شخص کے پاس کوئی سامان بطور رہن رکھا اور اس کو وکیل بنایا کہ مدت مقررہ پر قرض ادا نہ کرنے کی صورت وہ سامان رہن کو فروخت کر کے قرض دہندہ کا قرض ادا کر دے، اب اگر مقروض اس کو وکالت سے معزول کر دے تو ظاہر ہے کہ قرض

دہندہ کا قرض متاثر ہوگا، اس لئے یہ صورت درست نہیں۔

(۲) موکل کی موت ہو جائے۔

(۳) موکل پاگل ہو جائے۔ پاگل ہونے سے مراد مستقل پاگل ہو جانا ہے، اگر عارضی دورہ ہو جو ایک ماہ سے کم پر محیط ہو تو اس سے وکالت ختم نہیں ہوگی، ایسے مستقل پاگل پن کو اصطلاح میں ”جنون مطبق“ کہتے ہیں۔

(۴) موکل خود تصرف سے عاجز ہو جائے، جیسے عدالت کسی شخص کو دیوالیہ قرار دے کر اس کو مال میں تصرف کرنے سے روک دے۔

(۵) وکیل کی موت واقع ہو جائے۔

(۶) وکیل جنون مطبق میں مبتلا ہو جائے۔

(۷) جس چیز میں وکیل بنایا تھا اس میں موکل خود تصرف کر دے۔

(۸) جس چیز کو بیچنے یا ہبہ کرنے کا وکیل بنایا تھا وہ چیز ہی ضائع ہو جائے۔

(۹) خدا نخواستہ موکل مرتد ہو کر دارالاسلام سے دارالحرب میں چلا جائے۔ (۳)

ڈاکٹر جمیلی نے وکالت ختم ہونے کی چند اور صورتیں بھی ذکر کی ہیں، ان میں سے اکثر درحقیقت ان ہی صورتوں میں داخل ہیں، اور وہ یہ ہیں:

(۱) وکیل کو جو کام سپرد کیا گیا تھا وہ اسے پورا کر دے۔

(۲) موکل وکیل بنانے سے یا وکیل وکالت کے قبول کرنے سے انکار کرتا ہو۔

(۳) وکیل اپنے آپ کو وکالت کی ذمہ داری سے سبکدوش کر لے، تاہم اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ موکل کو اس سے

(۲) الفقہ الاسلامی وأدلته ۱۱۶۵

(۱) بدائع الصنائع ۳۳۶-۳۳۳

(۳) بدائع الصنائع ۳۹۶-۳۳۸

آگاہ کر دے۔

موالاة ہے، ولاء عتاقہ اور ولاء موالاة سے کیا مراد ہے؟ ”مولیٰ“ کے تحت اس کا ذکر آچکا ہے، یعنی جو شخص کسی غلام یا باندی کو آزاد کرے یا کسی سے بذریعہ عقد موالاة قائم کر لے، تو بعض تفصیلات کے ساتھ بعض اوقات یہ بھی ولایت کا سبب بن جاتا ہے، — امامت سے مراد مسلمانوں کی امامت عامہ ہے، یعنی امیر کو تمام مسلمانوں پر اور امیر کے واسطے سے قاضی کو بھی ولایت حاصل ہوتی ہے، تاہم فقہاء کے یہاں ولایت خاصہ یعنی شخصی قرابت و تعلق کی بناء پر حاصل ہونے والی ولایت کا درجہ ولایت عامہ سے فائق ہے، اسی لئے عام حالات میں جب ولی خاص موجود ہو تو ولی عام کو زیر ولایت شخص کی ذات اور مال میں تصرف کا حق حاصل نہیں ہوتا، اور اگر اولیاء خاص موجود نہ ہوں تب بھی سلطان اور قاضی کا حق تصرف بہ مقابلہ ان اولیاء کے محدود ہوتا ہے، اسی لئے فقہاء کے یہاں یہ قاعدہ معروف ہے :

الولاية الخاصة اقوى من الولاية العامة . (۵)

ولایت خاصہ ولایت عامہ سے زیادہ قوی ہے۔

نفس پر ولایت

بنیادی طور پر ولایت کی دو قسمیں ہیں، ایک ولایت فی النفس دوسرے ولایت فی المال، نفس یعنی ذات پر ولایت سے مراد ولایت نکاح ہے۔

حنفیہ کے نزدیک ولایت نکاح کے دو درجات ہیں: ولایت اجبار اور ولایت ندب، نابالغ پر ولایت ولایت اجبار ہے، لڑکا ہو یا لڑکی اور لڑکی کنواری ہو یا شوہر دیدہ، ولایت اجبار حاصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے اجازت لئے بغیر اولیاء ان کا نکاح کر سکتے ہیں، جو حکم نابالغ کا ہے وہی حکم فاقرا العقل اور غلام کا بھی

(۴) وکالت کی اگر کوئی مدت متعین ہو تو شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اس مدت کے تمام ہوتے ہی وکالت ختم ہو جائے گی۔
(۵) اگر وکیل نے موکل کے مفوضہ معاملہ میں تعدی سے کام لیا جو موکل کے لئے باعث نقصان ہو تو شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اس سے بھی وکالت کا معاملہ ختم ہو جائے گا۔
(۶) شوافع اور حنابلہ کے نزدیک عقد نکاح میں وکیل کا عادل ہونا ضروری ہے، لہذا اگر وہ فاسق ہو گیا، تو ان فقہاء کے نزدیک وکالت باطل ہو جائے گی۔ (۱)

ولاء

میراث کے مستحق ہونے کی ایک خاص صورت کو ”ولاء“ کہتے ہیں، موالاة کے تحت اس کی وضاحت ہو چکی ہے۔

ولایت

”ولایت“ کے اصل معنی قربت کے ہیں، اسی سے ”ولی“ ہے، جو محبت، دوست، مددگار کے معنی میں آتا ہے، ولایت ”و“ کے زیر کے ساتھ بھی آتا ہے، اور ”و“ کے زیر کے ساتھ بھی، (۲) — فقہ کی اصطلاح میں دوسرے پر کسی بات کے نافذ کرنے کو ولایت کہتے ہیں۔ (۳)

ولایت ثابت ہونے کے اسباب

ولایت بنیادی طور پر چار وجوہ سے ثابت ہوتی ہے، قرابت، ملکیت، ولاء اور امامت، (۴) قرابت کی بناء پر ولایت کی بحث آگے مذکور ہوگی، ملکیت سے مراد یہ ہے کہ آقا کو اپنے غلام اور باندی پر ولایت حاصل ہوتی ہے، ولاء سے مراد ولاء عتاقہ اور ولاء

(۲) القلموس المحيط ۱۷۳۳

(۳) فتح القدير ۲۵۵/۳

(۱) دیکھئے: الفقہ الإسلامی وأدلته ۲۹۵-۱۲۵

(۳) درمختار ۲۹۵-۹۶/۲

(۵) الاشباہ والنظائر ۱۶۰

ہے، گو وہ بالغ ہوں۔ (۱)

ولایت ندب اور استحباب سے ایسی ولایت مراد ہے، جس میں اجازت لئے بغیر نکاح کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا اور اگر وہ خود اپنا نکاح کر لیں، تو نکاح منعقد ہو جائے گا، ولایت ندب عاقل و بالغ لڑکی پر حاصل ہوتی ہے، خواہ وہ کنواری ہو یا شوہر دیدہ۔ (۲)

اس مسئلہ میں حنفیہ کا دوسرے مکاتب فقہ سے تو اختلاف ہے ہی، خود امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے بھی ایک سے زیادہ اقوال منقول ہیں، علامہ ابن ہمام نے ان سب کو جمع فرمایا ہے، امام ابوحنیفہؒ سے دو قول منقول ہے، کہ بالغ لڑکی خود اپنا نکاح بھی کر سکتی ہے اور دوسرے کے نکاح کے لئے بھی وکیل بن سکتی ہے، گو اس کا اپنے آپ نکاح کر لینا خلاف مستحب ہے، یہی قول ہمارے یہاں ظاہر روایت ہے، البتہ اگر کوئی لڑکی غیر کفو میں نکاح کر لے، تو اولیاء کو اس پر اعتراض اور بذریعہ عدالت اس نکاح کو ختم کرانے کا حق حاصل ہے، دوسری روایت وہ ہے، جو امام صاحب سے حسن بن زیاد نے نقل کی ہے، اس روایت کے مطابق اگر لڑکی نے غیر کفو میں نکاح کیا تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا، گویا اولیاء کو عدالت کا سامنا کرنا نہیں پڑے گا، اور خود بخود یہ نکاح کا لہدم سمجھا جائے گا، عدالتوں میں پیروی کی سرگرانی، غیر منصف مزاج اور راشی لوگوں کے مقام قضاء پر فائز ہو جانے کی وجہ سے بعد کے فقہاء نے اسی قول کو ترجیح دیا ہے۔

امام ابو یوسفؒ سے تین اقوال منقول ہیں، اول یہ کہ اگر ولی نہ ہو تو نکاح ہی جائز نہیں، پھر امام ابو یوسفؒ نے رجوع کر کے یہ رائے اختیار کی کہ کفو سے نکاح منعقد ہو جائے گا غیر کفو سے نہیں ہوگا، تیسرا اور آخری قول یہ ہے کہ بالغ لڑکی کا کیا ہوا نکاح مطلقاً

جائز ہے، کفو سے نکاح کرے یا غیر کفو سے، اور امام محمدؒ کے دو قول ہیں: ایک یہ کہ نکاح منعقد ہو جائے گا، لیکن ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا، تاہم اگر ولی نے کفو رشتہ ہونے کے باوجود انکار کیا تو قاضی اس رشتہ کو برقرار رکھے گا، دوسرا قول وہی ہے جو امام صاحب سے منقول ہے، اور ظاہر روایت ہے، علامہ ابن ہمام کا خیال ہے کہ اس تفصیل کے مطابق ائمہ ثلاثہ اس بات پر متفق ہیں کہ نکاح کفو سے ہو یا غیر کفو سے، منعقد ہو جائے گا، لیکن امام سرخسیؒ اور طحاویؒ وغیرہ کا خیال ہے کہ امام ابو یوسفؒ کا آخری قول یہ ہے کہ لڑکی کا خود کیا ہوا نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔ (۳)

لڑکوں اور لڑکیوں پر ولایت اجبار

حنفیہ اور دوسرے فقہاء کے درمیان تین نکاتوں پر اہم اختلاف ہے، اول یہ کہ لڑکیوں میں ولایت اجبار حاصل ہونے اور نہ ہونے کا معیار بالغ ہونا اور نہ ہونا ہے یا کنواری اور شوہر دیدہ ہونا؟ دوسرے جب لڑکوں پر اولیاء کو ولایت اجبار کا حق ختم ہو جائے تو اس کے بعد لڑکیاں خود اپنا نکاح کر سکتی ہیں یا نہیں؟ تیسرے ولایت اجبار کن رشتہ داروں کو حاصل ہوگا؟

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لڑکے ہوں یا لڑکیاں، جب بالغ جائیں تو ان پر اولیاء کو ولایت اجبار حاصل نہیں ہوگی، یعنی ان سے اجازت لئے بغیر ان کا نکاح کرنا درست نہیں ہوگا، اور نابالغ پر ولایت اجبار حاصل ہوگی، چاہے کنواری لڑکی ہو یا شوہر دیدہ، کیونکہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک کنواری لڑکی (باکرہ) کا اس کے والد نے نکاح کر دیا، جو اسے پسند نہیں تھا، تو آپ ﷺ نے اس لڑکی کو اختیار مرحمت فرمایا کہ چاہے تو اس نکاح کو قبول کرے یا رد کر دے، اس روایت کو ابو داؤد،

(۲) ہدایہ مع الفتح، ۲۵۶/۳، بدائع الصنائع، ۲۴۷/۲

(۱) فتح القدیر، ۲۵۵/۳

(۳) فتح القدیر، ۲۵۹/۳

مالکی نے تو نقل کیا ہے کہ اگر وہ ساٹھ سال سے زیادہ کی بھی ہو جائے، جب بھی باپ کو اس پر ولایت اجبار حاصل رہے گی، البتہ مالکیہ کے نزدیک اگر باپ اس کو اس کی معاملہ فہمی کی وجہ سے ”رشیدہ“ (معاملہ فہم) قرار دیدے اور اس کو نکاح کی اجازت دیدے، تو اب اس پر ولایت اجبار باقی نہیں رہے گی، اسی طرح مالکیہ کے یہاں شوہر دیدہ اگر نابالغ ہو تو اس پر بھی باپ کو ولایت اجبار حاصل ہے، (۴) گو مالکیہ کے یہاں ان احکام کی بابت کسی قدر اختلاف رائے پایا جاتا ہے، لیکن اس سے ظاہر ہے کہ امام مالک کے یہاں نابالغہ پر مطلقاً اور بالغہ پر اگر کنواری ہو اور باپ کی طرف سے اجازت یافتہ نہ ہو ولایت اجبار حاصل ہوگی، شوافخ اور حنابلہ کے نزدیک کنواری لڑکی پر مطلقاً ولایت حاصل ہوگی، (۵) البتہ لڑکے جب بالغ ہو جائیں تو ان پر ولایت اجبار باقی نہیں رہے گی، اس پر اتفاق ہے۔

کیا لڑکیاں خود اپنا نکاح کر سکتی ہیں؟

جب لڑکی پر ولایت اجبار ختم ہو جائے تو اس کے بعد بھی مالکیہ، شوافخ اور حنابلہ کے نزدیک لڑکی خود اپنا نکاح نہیں کر سکتی، بلکہ ولی کے واسطے ہی سے اس کا نکاح ہو سکتا ہے، (۶) ابن قدامہ نے اس کی اس طرح وضاحت کی ہے کہ عورت نہ اپنا نکاح کر سکتی ہے، نہ دوسرے کے لئے نکاح کی وکیل بن سکتی ہے اور نہ ولی کے علاوہ کسی اور کو اپنے نکاح کے لئے وکیل بنا سکتی ہے، (۷) غرض عورت کی عبارت ہی سے نکاح منعقد نہیں ہو سکتا، ان حضرات کے پیش نظر حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ جس عورت نے اپنا نکاح بغیر ولی کے کر لیا اس کا نکاح باطل ہے، (۸) — حنفیہ کا نقطہ نظر یہ

نسائی، ابن ماجہ اور امام احمد نے نقل کیا ہے، اور علامہ ابن ہمام نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، (۱) حضرت خنساء بنت خزام کے بارے میں بھی مروی ہے کہ ان کے والد نے جو رشتہ کیا تھا، ان کو ناپسند تھا، وہ آپ ﷺ کی خدمت میں عرض گزار ہوئیں، تو آپ ﷺ نے اس نکاح کو رد کر دیا، گو بعض روایتوں میں یہ بات آئی ہے، کہ وہ شوہر دیدہ (ثیبہ) تھیں، لیکن نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کنواری تھیں، (۲) نیز حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے لڑکی کے نکاح کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا اس سے اجازت لی جائے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کنواری لڑکی کو اظہار رضامندی میں حیاء دامن گیر ہوتی ہے، لہذا خاموشی ہی اس کی اجازت ہے۔ (۳)

قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے، ایک تو لڑکوں میں بالاتفاق بالغ اور نابالغ ہونے کو ولایت اجبار کا معیار مانا گیا ہے، تو یہی حکم لڑکیوں کے حق میں بھی ہونا چاہئے، دوسرے جب لڑکیاں بالغ ہو جائیں تو بالاتفاق ان کو اپنے مال پر ولایت حاصل ہو جاتی ہے، تو جو حکم مال میں ولایت کا ہے وہی حکم ذات میں بھی ولایت کا ہونا چاہئے — پھر غور کیجئے تو شریعت کے مزاج و مذاق سے بھی یہی بات مطابقت رکھتی ہے، کیونکہ عبادات کے فرض ہونے کا تعلق بالغ، اور نابالغ ہونے سے ہے نہ کہ کنواری اور شوہر دیدہ ہونے سے، یہی حال نکاح کے علاوہ دوسرے معاملات خرید و فروخت، ہبہ وغیرہ کا ہے، نکاح بھی ایک گونہ عبادت ہے اور ایک گونہ معاملہ، تو ضرور ہے کہ یہی حکم نکاح کا بھی ہو۔

مالکیہ، شوافخ اور حنابلہ کے نزدیک، ولایت اجبار کا مدار لڑکیوں کے حق میں کنواری اور شوہر دیدہ ہونے پر ہے، علامہ درردیر

(۱) فتح القدیر ۳/۲۶۱

(۳) بخاری ۲/۷۷۱، مسلم ۱/۲۵۵، ترمذی شریف ۱/۲۱۰

(۵) شرح مہذب ۱۶/۱۶۵، المغنی ۷/۳۲

(۷) المغنی ۷/۵

(۲) حوالہ سابق

(۴) الشرح الصغیر ۲/۵۲۲-۳۵۳

(۶) الشرح الصغیر ۲/۳۳۵، شرح مہذب ۱۶/۱۵، المغنی ۷/۵

(۸) ترمذی ۱/۲۰۸، ابن ماجہ ۱/۱۳۵، ابوداؤد ۱/۲۸۲

ہے کہ قرآن مجید نے متعدد مواقع پر نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی ہے (البقرة : ۲۳۲-۲۳۳) حضور ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ سے نکاح فرمایا حالانکہ اس میں کوئی ولی نہیں تھے، اس کے علاوہ متعدد ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کا نکاح ان کے کسی ولی کی شرکت کے بغیر ہوا، خود حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمنؓ ابن ابی بکر کی لڑکی کا نکاح کر دیا، حالانکہ اس پر حضرت عبد الرحمنؓ کو ایک گونہ تکدر بھی ہوا، (۱) پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ بہ مقابلہ ولی کے لڑکی اپنے نفس کی زیادہ حق دار ہے، الا یم احق بنفسها من ولیها۔ (۲) تو جب ولی ولایت اجبار باقی رہتے ہوئے لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے، تو لڑکی کے اپنے نفس کے بارے میں زیادہ حق دار ہونے کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر وہ بھی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو بدرجہ اولیٰ نکاح منعقد ہو جائے — جہاں تک حضرت عائشہؓ کی اس روایت کی بات ہے جس میں بغیر ولی کے ہونے والے نکاح کو باطل قرار دیا گیا ہے، تو اول تو اس روایت کی سند پر کلام کیا گیا ہے، (۳) دوسرے خود حضرت عائشہؓ کا عمل اس کے خلاف ہے جیسا کہ مذکور ہوا، اور یہی بات اس روایت کی صحت کو مشکوک کرنے کے لئے کافی ہے، تیسرے ضروری نہیں کہ باطل سے باطل کا اصطلاحی معنی مراد ہو، عربی زبان میں غیر مفید کام کے لئے بھی باطل کا لفظ بولا جاتا ہے، غرض کہ حنفیہ کی رائے شریعت کے مزاج و مذاق اور اصول و قواعد سے زیادہ موافقت رکھتی ہے۔ واللہ اعلم

اور اس نے اپنے مسلک کے مطابق نکاح کو نافذ قرار دیا، تو ان حضرات کے نزدیک بھی اب یہ نکاح درست سمجھا جائے گا۔ (۴)

ولایت اجبار کن اقارب کو حاصل ہے؟

تیسرا اہم مسئلہ یہ ہے کہ ولایت اجبار یعنی لڑکی سے اجازت لئے بغیر ان کے نکاح کرنے کا حق کن لوگوں کو حاصل ہے؟ مالکیہ کے نزدیک صرف باپ یا اس کے وصی کو (۵) یہی رائے حنابلہ کی بھی ہے، (۶) شوافع کے نزدیک باپ کے ساتھ دادا کو بھی ولایت اجبار حاصل ہے۔ (۷)

حنفیہ کے نزدیک جیسا کہ مذکور ہوا، لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد ولایت اجبار کسی کو حاصل نہیں اور بالغ ہونے سے پہلے درجہ بدرجہ جتنے اولیاء ہیں سمجھوں کہ ولایت اجبار حاصل ہے، یعنی وہ بحالت نابالغی بغیر اجازت لئے اس لڑکی کا نکاح کر سکتے ہیں، (۸) جن حضرات نے باپ، یا باپ اور دادا تک ولایت اجبار کو محدود رکھا ہے، ان کے پیش نظر یہ ہے کہ جو شفقت باپ اور دادا کو ہو سکتی ہے دوسرے رشتہ داروں سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی، حنفیہ کا خیال ہے کہ حسب مراتب و درجات تمام ہی اعزہ میں شفقت ہوتی ہے، اور بعض دفعہ نابالغی میں ایسا موزوں رشتہ ہاتھ آجاتا ہے کہ ان کا کھودینا بچوں کے لئے نقصان سے خالی نہیں، اس لئے دوسرے اولیاء کے لئے بھی ایسے نابالغ بچوں کے نکاح کرنے کی گنجائش رہنی چاہئے۔

البتہ حنفیہ نے اس کی تلافی اس طرح کی ہے کہ باپ اور دادا کا کیا ہوا نکاح بالغ ہونے کے بعد بھی ان لڑکوں اور لڑکیوں پر لازم

(۱) مؤطا مالک ۲۰۱، باب مالا یبیین من التملیک (الطلاق)

(۳) ترمذی ۲۰۹/۱

(۵) الشرح الصغیر ۵۶۲-۲۶۳

(۷) شرح مہذب ۱۶۵/۱۶

(۲) ترمذی شریف ۲۱۰/۱

(۴) شرح مہذب ۱۵۲/۱۶، المغنی ۶/۷

(۶) المغنی ۱۵/۷

(۸) ہدایہ مع الفتح ۲۷۲/۲

لکھی ہے، راقم الحروف نے اس سے یہ مراد لیا ہے، کہ اس میں وارث بننے کی صلاحیت ہو، چنانچہ اگر کافر یا غلام ہو تو گو قریبی رشتہ دار ہو پھر بھی ولی نہیں ہو سکتا، کہ غلامی اور مسلمان مورث کے مقابلہ کفر وہ اسباب ہیں جو وراثت سے محروم کر دیتے ہیں — علامہ شامی نے وارث کی قید پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شرط انہی اولیاء سے متعلق ہے جو قرابت کی نسبت سے ولی قرار پاتے ہیں، ورنہ تو سلطان کے لئے وارث کی قید ملحوظ نہیں ہے، (۴) راقم الحروف نے جو تشریح کی ہے اس کے مطابق یہ اعتراض واقع نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

ولایت میں کون مقدم ہے؟

ولایت میں قرابت کے اعتبار سے کون مقدم ہے؟ اس سلسلہ میں دو باتیں اصولی ہیں اور وہ یہ کہ عصبہ رشتہ دار، ذوی الارحام پر مقدم ہیں، دوسرے اگر کئی عصبہ یا ذوی الارحام موجود ہوں تو جس کو قرابت کے اعتبار سے زیادہ قرب حاصل ہوگا ولایت کے اعتبار سے اسی کو ترجیح ہوگی، (۵) چنانچہ رشتہ داروں میں ولایت کی ترتیب اس طرح ہے :

(۱) بیٹا (۲) پوتا اور اس کا اولادی سلسلہ

(۳) باپ (۴) دادا اور اس کا آبائی سلسلہ

(۵) سگا بھائی (۶) باپ شریک بھائی

(۷) سگے بھائی کا بیٹا (۸) باپ شریک بھائی کا بیٹا

(۹) باپ کا سگا بھائی (۱۰) باپ کا باپ شریک بھائی۔

علیٰ هذا القیاس جب عصبہ رشتہ دار نہ ہوں تو اب ذوی

الارحام کی باری آجائے گی، ان کی ترتیب اس طرح ہے :

رہے گا، بشرطیکہ باپ اور دادا اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرنے میں معروف نہ ہوں، اور نکاح کے وقت وہ نشہ کی حالت میں نہ رہے ہوں، باپ اور دادا کے علاوہ دوسرے اقرباء کا کیا ہوا نکاح لازم نہیں، بالغ ہونے کے بعد وہ اس نکاح کو رد کر سکتا ہے، اسی کو اصطلاح میں ”خیار بلوغ“ کہتے ہیں، (۱) گویا ولایت اجبار کی دو قسمیں ہو گئیں، ایک ولایت الزام، دوسرے ولایت غیر ملزمہ، ولایت الزام صرف باپ اور دادا کو حاصل ہوتی ہے۔

(خیار بلوغ کے احکام کے لئے ملاحظہ ہو: خیار)

ولایت کے لئے اہلیت

قانون ولایت کا اصل مقصد یہ ہے کہ جو لوگ اپنے معاملات کو خود بہتر طور پر انجام نہیں دے سکیں، ان سے متعلق ضروری امور ایسے لوگوں کو سپرد کئے جائیں جو ان کو بہتر طور پر انجام دے سکتے ہوں، گویا ولایت کا مقصد ایسے لوگوں کے مفاد کا تحفظ اور ان کے مصالح کی تکمیل ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ولی عاقل، بالغ اور اس کا وارث بننے کی صلاحیت رکھتا ہو، چنانچہ نابالغ، فاقر العقل اور غیر مسلم، مسلمان کا ولی نہیں بن سکتا (۲) گو کوئی شخص فاسق ہو، لیکن اگر دنیوی معاملات کو صحیح طور پر انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو تو وہ ولی ہو سکتا ہے، البتہ اگر کوئی شخص فسق و فجور میں اس طرح مبتلا ہو کہ اپنے اختیارات کا غلط اور بے جا استعمال کیا کرتا ہو اور فقہاء کی اصطلاح میں ”سببی الاختیار“ ہو تو اس کا کیا ہوا نکاح اس صورت میں درست ہوگا جب کہ اس نے کفو رشتہ منتخب کیا ہو اور مہر، مہر مثل کی مقدار سے کم نہ ہو۔ (۳)

عام طور پر اہل علم نے ولی کے لئے وارث ہونے کی شرط بھی

(۲) دیکھئے: فتح القدير ۱۵۵/۳

(۳) رد المحتار ۲۹۵/۲

(۱) ہدایہ مع الفتح ۲۷۶-۷۷۳

(۲) درمختار ورد المحتار ۲۹۵/۲

(۵) بدائع الصنائع ۲۳۹-۵۰۲

عقد باطل ہو جائے گا۔ (۳)

البتہ اگر قریب تروی موجود نہ ہو اور اس سے مشورہ کا انتظار کیا جائے تو مناسب رشتہ کے ہاتھ سے نکل جانے کا خطرہ ہو، تو اس کے بعد جو قریبی ولی ہو اسے ولایت حاصل ہو جائے گی، یہی قول صحیح ہے، اصل میں فقہاء نے نسبت دور کے ولی کو اس وقت تصرف کا حقدار قرار دیا ہے، جب قریبی ولی ”غیبت منقطعہ“ پر ہو، غیبت منقطعہ سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں مشائخ کے مختلف اقوال

ہیں، قدوری کا خیال ہے کہ اتنا فاصلہ ہو کہ وہاں سال میں ایک ہی بار قافلہ پہنچ سکتا ہو، قاضی نسفی وغیرہ کی رائے ہے کہ کم سے کم مسافت سفر پر ہو، تو یہ بھی غیبت منقطعہ ہے، لیکن صاحب ہدایہ کا رجحان وہی ہے جو میں نے ذکر کیا کہ اس کے انتظار میں مناسب رشتہ فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو، اسی کو امام سرحی نے بھی ترجیح دیا ہے، بلکہ قاضی خان نے لکھا ہے کہ اگر قریبی ولی اسی شہر میں موجود ہو، لیکن وہ روپوش ہو اور اس کا پتہ نہ چل پارہا ہو تو یہ بھی ”غیبت منقطعہ“ تصور کی جائے گی، اور نسبت دور کے ولی کو اس کا نکاح کرنے کا حق حاصل ہوگا، (۴) قریبی ولی کی عدم موجودگی کی وجہ سے نسبت دور کے ولی نے جو نکاح کر دیا ہو اب قریبی ولی کے آنے کے بعد اس کو اس نکاح کے رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ (۵)

شوافع اور دوسرے فقہاء کے نزدیک چونکہ صرف باپ، یا باپ اور دادا ہی کو ولایت حاصل ہے، اس لئے اگر یہ موجود نہ ہوں تو سلطان ان کا نکاح کرے گا، (۶) اسی طرح فقہاء شوافع کے نزدیک اگر اولیاء عورت کے نکاح سے بے اعتنائی اختیار کریں تو وہ سلطان سے رجوع کر سکتی ہے۔ (۷)

(۱) ماں (۲) بیٹی

(۳) پوتی (۴) نواسی

(۵) پوتی کی بیٹی (۶) نواسی کی بیٹی

(۷) سگی بہن (۸) باپ شریک بہن

(۹) ماں شریک بھائی بہن، پھر ان کی اولاد

(۱۰) بہنوں کی اولاد کے بعد پھوپھیاں، پھر ماموں، پھر

خالائیں پھر چچا زاد بہنیں پھر پھوپھی زاد بہنیں۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک نانا، بہن سے مقدم ہے۔ (۱)

اس کے بعد سلطان پھر قاضی اور اس کے بعد قاضی کا متعین کیا ہوا وصی ولی ہوگا، البتہ باپ نے جس کو وصی مقرر کیا ہو اسے ولایت نکاح حاصل نہ ہوگی، گو اس نے نکاح کی ذمہ داری بھی سونپی ہو، اسی طرح اگر نابالغ بچہ یا بچی کسی تیسرے شخص کے زیر پرورش ہو تو پرورش کرنے کی وجہ سے اسے ولایت نکاح حاصل نہیں ہوگی۔ (۲)

اگر قریبی ولی موجود نہ ہو؟

قریب ترین ولی کی موجودگی میں نسبت دور کا ولی اس کا نکاح نہیں کر سکتا، اور اگر وہ کر دے تو قریبی ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر دو ہم درجہ ولی ہوں جیسے دو بھائی یا دو چچا، تو ان میں سے کوئی بھی نکاح کر دے نکاح منعقد ہو جائے گا، دوسرا ولی اس نکاح کو قبول کرے یا نہ کرے، اگر دونوں ہی دو الگ اشخاص سے نکاح کر دیں تو جو نکاح پہلے کیا گیا ہو وہ نکاح منعقد ہوگا، بعد کا منعقد نہیں ہوگا، اور اگر دونوں نکاح بیک وقت کئے گئے ہیں، یا معلوم نہیں کہ کون سا نکاح پہلے ہوا اور کون سا بعد میں؟ تو دونوں ہی

(۱) ملخص از ہندیہ ۸۲/۱-۲۸۳

(۳) ہندیہ ۸۵/۱-۲۸۴

(۵) ہندیہ ۲۸۵/۱

(۷) شرح مہذب ۱۵۱/۳

(۲) ہندیہ ۲۸۴/۱

(۴) ہدایہ و فتح القدير ۲۱۰/۳

(۶) شرح مہذب ۱۶۳/۱۶

ولایت ختم ہونے کی صورتیں

ولایت کے ختم ہونے کی یہ صورتیں ہیں :

(۱) ولی فاتر العقل ہو جائے اور اس کا جنون جنونِ مطبق کے درجہ کا ہو۔ (۱)

(جنون مطبق کے لئے دیکھئے: خود لفظ "جنون")

(۲) ولی مرتد ہو جائے، کیونکہ کافر مسلمان کا ولی نہیں بن سکتا۔

(۳) ولی لاپتہ ہو جائے تو اب جو ولی درجے میں اس کے بعد ہو وہ نکاح انجام دینے کا مجاز ہوگا۔

(۴) قریبی ولی اپنا فریضہ انجام نہ دے، تو نسبتہ دور کے ولی کی طرف ولایت منتقل ہو جائے گی۔ (۲)

(۵) حنفیہ کے نزدیک لڑکے ہوں یا لڑکی، بالغ ہو جائیں، اگر بلوغ کے بعد بھی وہ خللِ دماغی میں مبتلا ہوں تو ان پر ولایت باقی رہے گی، ورنہ بالغ ہونے کے بعد ہی ولایت ختم ہو جائے گی۔ (۳)

مال میں ولایت

ولایت کی دوسری قسم ولایت فی المال ہے، مال پر ولایت حاصل ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ خود مالک اپنے مال پر ولی بنا دے جیسے وکیل کہ موکل اس کو اپنے مال میں تصرف کا حق دیتا ہے، دوسرے وہ جس کو خود شارع کی جانب سے منصب ولایت پر فائز کیا گیا ہے، یہاں ولی سے یہی دوسری ولایت مراد ہے، یہ ولایت دو اسباب سے حاصل ہوتی ہے: رشتہ ابوت (باپ ہونے کا تعلق) اور عہدہ قضاء (۴) چنانچہ ولایت فی المال میں اولیاء کی ترتیب اس

طرح ہے :

(۱) باپ، پھر اس کا وصی، پھر وصی کا مقرر کیا ہو وصی۔

(۲) اس کے بعد دادا، پھر اس کا وصی، پھر اس وصی کا مقرر کردہ وصی۔

(۳) اس کے بعد قاضی، پھر قاضی کا مقرر کیا ہو وصی، (۵) دوسرے اقرباء کو ولایت مال حاصل نہیں۔

مال پر ولایت حاصل ہونے کی شرطیں

ولایت مال حاصل ہونے کیلئے شرط ہے کہ ولی آزاد ہو، عاقل ہو، اور مسلمان ہو، جس پر ولایت حاصل ہوتی ہے وہ نابالغ ہو، اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مال میں ایسا تصرف کرے جو اس کے لئے مفید ہو، نہ کہ ضرر رساں (۶)۔ اگر کوئی لڑکا بالغ ہو جائے، لیکن ابھی اس میں عقل و شعور کی کمی ہو اور ایسی معاملہ فہمی (رشد) نہ پیدا ہوئی ہو جو عام طور پر اس عمر میں پیدا ہو جاتی ہے، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پچیس سال کی عمر تک اس پر ولایت حاصل رہے گی، اور صاحبین نیز دوسرے فقہاء کے نزدیک جب تک عقل و شعور میں پختگی نہ آجائے، اور یہی قرین مصلحت ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: سفیہ، حجر)

مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ولی فی المال کی ترتیب یہ ہے کہ باپ پھر باپ کا مقرر کیا ہو وصی، یہ نہ ہو تو قاضی یا اس کا قائم مقام اور آخری درجہ میں جماعت مسلمین کو یہ ولایت حاصل ہوگی، شوافح کے نزدیک باپ، پھر دادا، پھر ان دونوں کے وصی ورنہ قاضی، یا اس کے قائم مقام کو یہ ولایت حاصل ہوتی ہے۔ (۷)

(وصی کے احکام کے لئے خود لفظ "وصی" ملاحظہ کیا جاسکتا ہے)۔

(۲) ہندیہ ۲۸۵/۱

(۳) بدائع الصنائع ۱۵۲/۵

(۶) بدائع الصنائع ۱۵۳/۵

(۱) ہندیہ ۲۸۲/۱

(۳) ہندیہ ۲۸۲/۱

(۵) حوالہ سابق ۱۵۵/۱

(۷) الفقہ اسلامی وأدلته ۷۵/۷

ولیمہ

زیادہ تکلفات اور حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرنا شریعت میں پسندیدہ نہیں۔

ولیمہ بیوی کے ساتھ تعلق ازدواجی کے بعد ہونا چاہئے، ایک روایت میں صراحت کے ساتھ موجود ہے، کہ جب آپ ﷺ کی حضرت زینبؓ کے ساتھ شب عروسی ہو گئی تب آپ نے قوم کو بلایا اور ان حضرات نے کھانا تناول فرمایا، (۵) حدیثوں میں دعوتِ ولیمہ قبول کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے، ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب کسی کو دعوتِ ولیمہ دی جائے تو اسے ضرور آنا چاہئے، (۶) بعض روایات میں دعوتِ ولیمہ قبول نہ کرنے کو نافرمانی اور معصیت سے تعبیر کیا گیا ہے، (۷) علامہ ابن عبدالبر نے امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی وغیرہ سے دعوتِ ولیمہ کے قبول کرنے کا واجب ہونا نقل کیا ہے، بشرطیکہ متعین طور پر کسی شخص کو دعوت دی جائے، (۸) لیکن صحیح بات یہی ہے کہ اس دعوت کا قبول کرنا بھی مسنون ہے، البتہ شریعت میں اس کی بڑی تاکید و اہتمام ہے، و قالت العامة ہی السنة، (۹) — غیر مسلم دعوت دے اور اپنے یہاں تقریب نکاح میں بلائے تو اس میں بھی شرکت جائز ہے، اگر دعوتِ ولیمہ میں منکراتِ شرعیہ کا ارتکاب ہو تو اس میں شریک نہیں ہونا چاہئے، اس سلسلہ میں اصول وہی ہیں جو عام دعوتوں کے سلسلہ میں ہیں اور ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ (۱۰) (نیز دیکھئے: ”دعوت“)

رسول اللہ ﷺ نے اگلے دن ولیمہ کو حق، دوسرے دن درست اور تیسرے دن ریاکاری قرار دیا ہے، (۱۱) اس لئے مسلسل دو تین دنوں تک یا اس سے زیادہ ولیمہ کا اہتمام اور دعوت کا سلسلہ مکروہ اور

عربی میں مختلف مناسبتوں سے کی جانے والی دعوتوں کے لئے الگ الگ تعبیرات مقرر تھیں، نکاح کے موقع سے مرد کی طرف سے جو دعوت کی جاتی ہے، اسے ”ولیمہ“ کہا کرتے تھے، راقم الحروف نے ولیمہ پر اپنی تالیف ”حلال و حرام“ میں اختصار کے ساتھ ضروری احکام کو جمع کر دیا ہے، یہاں اسی کو نقل کیا جا رہا ہے :

نکاح چونکہ ایک تقاضہ انسانی کی تکمیل کا حلال و جائز ذریعہ ہے، اس لئے شریعت نے اس کی زیادہ سے زیادہ تشہیر و اظہار کو پسند کیا ہے، اسی تشہیر اور اظہار کا ایک طریقہ ولیمہ بھی ہے، جس میں دعوت عام کے ذریعہ مرد و زن کے درمیان تعلق ازدواجی کو ظاہر کیا جاتا ہے، آپ ﷺ نے خود ویسے کئے ہیں، اور صحابہؓ کو بھی اس کی ترغیب دی ہے، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے نکاح کیا، تو آپ ﷺ نے ان سے بھی ولیمہ کے لئے تاکید فرمائی، اور فرمایا: اولم ولو بشاة، (۱) لہذا ولیمہ رسول اللہ ﷺ کی خاص سنتوں میں ہے۔ (۲)

ولیمہ میں کس طرح کے کھانے بنائے جائیں؟ یہ دعوتِ ولیمہ دینے والے کی معاشی سطح پر موقوف ہے، چنانچہ خود حضور ﷺ نے جہاں حضرت زینبؓ کے نکاح میں بکری ذبح کر کے ولیمہ فرمایا (۳) وہیں بعض ازواجِ مطہرات کا ولیمہ محض تھوڑی سی جو کے ذریعہ فرمایا ہے، بممدین من شعیر، (۴) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ولیمہ کا تعلق آدمی کی معاشی حیثیت اور سطح سے ہے، ولیمہ میں بہت

(۲) المغنی ۲/۲۱۲

(۳) حوالہ سابق

(۴) حوالہ سابق

(۵) مسلم، باب زواج زینب بنت جحش ونزول الحجاب والبات الولیمہ ۲/۲۶۲

(۶) ہندیہ ۵/۳۲۳

(۷) ابوداؤد ۲/۱۷۰

(۱) بخاری ۲/۷۷۷

(۲) بخاری ۲/۷۷۷

(۳) بخاری ۲/۷۷۷

(۴) المغنی ۲/۲۱۲

(۵) درمختار، باب الحظر والإباحة

تک وضوء کرنے کی ضرورت نہیں، (۳) یہ اور اس طرح کی متعدد روایات ہیں، جن سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے، کہ محض وہم پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا۔



ناپسندیدہ ہے، ہاں اگر تقاخر کا جذبہ نہ ہو، لوگ زیادہ ہوں اور ایک آدمی ایک ہی بار شریک طعام ہو، دوسرے اور تیسرے دن کے مدعوین الگ ہوں تو ایک سے زیادہ دنوں بھی ولیمہ کا اہتمام جائز ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے موقعہ پر تین دنوں تک ولیمہ فرمایا ہے، (۱) بلکہ حفصہ بنت سیرین ناقل ہیں کہ ان کے والد نے تو سات دنوں تک ان کا ولیمہ کیا اور مختلف صحابہ کو مختلف دنوں میں دعوت دی، (۲) ہمارے فقہاء نے عام طور پر یکجائی کے بعد اس دن یا دوسرے دن دعوت ولیمہ منعقد کرنے کو کہا ہے، اور لکھا ہے کہ اس کے بعد ولیمہ نہیں ہوگا۔ (۳)



کسی خبر کے وقوع پذیر ہونے اور نہ ہونے یا سچ اور جھوٹے ہونے کے بارے میں تین صورتیں پیش آتی ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ اس کے ہونے کا پورا اعتماد ہو اور اس کے مخالف بات کے نہ ہونے کا، اس صورت کو اصطلاح میں ”یقین“ کہتے ہیں، دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں پہلوؤں کے بارے میں مساوی درجہ کا خیال ہو، یہ صورت شک کہلاتی ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ ایک پہلو کا غالب گمان ہو، اور دوسرے پہلو کا کسی قدر خیال، تو جس پہلو کا غالب گمان ہو اسے ”ظن“ کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں معمولی درجہ کے خیال کو ”وہم“؛ شریعت نے احکام کی بنیاد یقین اور ظن پر رکھی ہے، نہ کہ محض شک اور وہم پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے معدہ میں کوئی گڑبڑ محسوس کرے، تو جب تک خروج ریح کی آواز نہ سنے، یا بو محسوس نہ کرے، اس وقت

(۲) حوالہ سابق

(۱) دیکھیے: فتح الباری ۲۱۰۶۹

(۳) ولا بأس بان يدعو يومئذ من الغد و بعد الغد ثم ينقطع العرس والوليمة، ہندیہ ۳۴۳/۵

(۲) ابوداؤد، حدیث نمبر ۷۷۷، باب اذا شك في الحدث

ہاشمہ

(زخم کی ایک خاص صورت)

”ہشم“ کے معنی کسی خشک یا جوف دار چیز کو توڑنے کے ہیں، ہڈی کے توڑنے کو بھی کہتے ہیں (۱) اسی سے ہاشمہ کا لفظ ماخوذ ہے، جو سر اور چہرہ سے متعلق زخم کی ایک خاص صورت ہے، فقہاء کی اصطلاح میں ایسا زخم جس سے سر کی ہڈی ٹوٹ جائے ”ہشامہ“ کہلاتا ہے، اور اس میں قتل انسانی کی مکمل دیت کا دسواں حصہ بہ طور تاوان واجب ہوتا ہے (۲)۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: دیت)



بلا عوض زندگی میں کس شخص کو مالک بنانے کا نام ہبہ ہے، ہبہ اور عطیہ یہ دونوں ہم معنی الفاظ ہیں، ان ہی سے قریب المعنی الفاظ ”ہدیہ“ اور ”صدقہ“ ہے، ہبہ اور عطیہ کے الفاظ ہدیہ اور صدقہ کو بھی شامل ہیں، لیکن ہدیہ اور صدقہ میں فرق ہے، کسی محتاج کو بہ نیت ثواب کچھ دینے کا نام صدقہ ہے اور کسی انسان کو خواہ وہ محتاج ہو یا نہ ہو ازراہ محبت و تعلق کچھ دینے کا نام ہدیہ ہے، (۳) — ہبہ کی جو بھی صورت ہو، ہدیہ کی یا صدقہ کی، مستحب اور قابل ستائش فعل ہے اور آپ ﷺ نے اس کی ترغیب دی ہے، (۴) اور ہبہ کو قبول کرنا سنت ہے۔ (۵)

ہبہ کی غرض دنیوی بھی ہو سکتی ہے، امام ابو المنصور ماتریدی سے منقول ہے کہ جیسے بچوں کو تو حید و ایمان کی تعلیم دینا واجب ہے اسی طرح سخاوت اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم بھی ضروری ہے؛ اس لئے کہ دنیا کی محبت ہی ہر گناہ کی جڑ ہے۔ (۶)

ارکان

ہبہ میں بحیثیت مجموعی تین باتیں پائی جاتی ہیں، معطی کی طرف سے کسی شئی کے دینے کی پیشکش یعنی ایجاب، جس کو دیا جا رہا ہو اس کی طرف سے قبول اور قبضہ، ہبہ ان تین افعال سے مرکب ہوتا ہے، کیا یہ تینوں ہی چیزیں ہبہ کے ارکان ہیں؟ اس میں اختلاف ہے، حنفیہ میں امام زفر کے نزدیک یہ تینوں ہی ہبہ کے رکن ہیں، اکثر مشائخ کے نزدیک قبضہ ہبہ کے صحیح ہونے کیلئے شرط تو ہے، لیکن رکن نہیں، ایجاب ہبہ کا رکن ہے، اس پر سبھی حضرات متفق ہیں اور قبول کے رکن ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اختلاف ہے، علامہ کاسانی اور بعض اور فقہاء نے قبول کو رکن نہیں مانا ہے، یہی رائے علامہ قہستانی اور کرمانی وغیرہ کی ہے، علامہ حکنفی اور بعض اہل علم کے نزدیک قبول بھی ہبہ کا رکن ہے، (۷) بہر حال فقہ حنفی کے شارحین کے کلام سے ظاہر ہے کہ ہبہ کرنے والے کے حق میں محض ایجاب سے ہبہ منعقد ہو جاتا ہے، البتہ جس کو ہبہ کیا جا رہا ہے یعنی موہوب لہ کے حق میں ہبہ اس وقت مکمل ہوگا جب وہ اس کو قبول بھی کرے، (۸) اسی لئے مجلۃ الاحکام میں لکھا گیا ہے کہ ”ہبہ ایجاب و قبول سے منعقد ہوتا ہے اور قبضہ سے مکمل“۔ (۹)

ہبہ کے الفاظ

ایجاب کے لئے نفس ہبہ کا لفظ تو استعمال کیا ہی جاسکتا ہے، اگر ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جو ہبہ کے ہم معنی ہوں، تو یہ بھی ہبہ کے منعقد ہونے کے لئے کافی ہے، جیسے: عطیہ کا لفظ، یا یوں

(۱) القاموس المحيط ۱۵۱۰

(۲) درمختار ورد المختار ۳۱/۱۰-۲۳۰، (بہ تحقیق شیخ عادل احمد عبد الودود، وشیخ علی محمد معوض)

(۳) حوالہ سابق

(۴) المغنی ۴۷۹/۵، نیز دیکھئے: درمختار علی ہامش الرد ۵۰۸/۳

(۵) حوالہ سابق

(۶) درمختار ۵۰۸/۳

(۷) دیکھئے: درمختار ۵۰۹/۳

(۸) بدائع الصنائع ۱۱۵/۶، درمختار علی ہامش الرد ۵۰۸/۳

(۹) مجلۃ الاحکام: دفعہ ۷۳۸

ایجاب و قبول سے متعلق شرط

ایجاب و قبول سے متعلق شرط یہ ہے کہ اس کو کسی ایسی بات کے ساتھ مشروط نہ کیا گیا ہو جس کے وجود اور عدم دونوں کا امکان ہو، جیسے کہا جائے کہ ”میں نے ہبہ کیا بشرطیکہ فلاں شخص آجائے“ نیز ہبہ کو کسی وقت کی طرف منسوب نہ کیا گیا ہو، جیسے کہا جائے ”فلاں مہینہ کے ختم تک ہبہ کیا“ کیونکہ ہبہ فی الفور مالک بنانے کا نام ہے نہ کہ ایک مدت کے بعد۔ (۲)

ہبہ کرنے والے سے متعلق شرطیں

ہبہ کرنے والے سے متعلق شرط یہ ہے کہ وہ تبرع کا حق رکھتا ہو، یعنی عاقل و بالغ ہو، چنانچہ نابالغ اور پاگل کا ہبہ معتبر نہیں، اسی طرح باپ یا کسی بھی ولی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے نابالغ بچے کے مال کو ہبہ کرے، امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک تو عوض کی شرط کے ساتھ بھی ولی کا ہبہ درست نہیں، امام محمد کے نزدیک ہبہ بالعوض چونکہ خرید و فروخت کے درجہ میں ہے، اس لئے باپ اپنے نابالغ بچے کا مال عوض کی شرط پر ہبہ کر سکتا ہے۔ (۳)

ہبہ کی جانے والی شئی سے متعلق شرطیں

جو چیز ہبہ کی جا رہی ہو، اس سے متعلق متعدد شرطیں ہیں، اور

وہ یہ ہیں :

- (۱) ہبہ کرنے کے وقت وہ چیز ہبہ کرنے والے کے پاس موجود ہو، جو چیز ابھی موجود ہی نہ ہو اس کا ہبہ درست نہیں، جیسے کوئی شخص کہے کہ ”اس سال میری بکری کو جو بچہ ہو وہ ہبہ کیا“ تو اس کا اعتبار نہیں، بخلاف وصیت کے، کہ اس کے لئے اس چیز کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے جس کی وصیت کر رہا ہے۔

کہے کہ میں نے آپ کو یہ کپڑا پہنایا، یا فلاں شئی آپ کے لئے کر دی، اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے فلاں شئی تمہارے نام سے کر دی، تو صاحب خلاصہ نے اپنے زمانہ کے عرف کے اعتبار سے اس کو ہبہ نہیں مانا ہے، لیکن قاضی خان نے اس تعبیر کو بھی ہبہ ہی مانا ہے، اور علامہ شامی نے علامہ ربیع سے نقل کیا ہے کہ یہی ہمارے زمانے کے عرف کے مطابق ہے (۱) حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان وغیرہ میں بھی یہی عرف ہے کہ ”نام“ سے کرنا ہبہ ہی تصور کیا جاتا ہے۔ اصل میں جو الفاظ کسی شئی کے بلا عوض مالک بنانے کے مفہوم میں صریح نہیں ہیں، ان کی مراد عرف و رواج پر موقوف ہے، اگر اس علاقے کے عرف میں یہ لفظ اصل شئی کے مالک بنانے میں استعمال ہوتا ہو تو ہبہ سمجھا جائے گا اور اگر وقتی طور پر استعمال کی اجازت اور عارضی طور پر صرف نفع کا مالک بنانے کے لئے بولا جاتا ہو تو یہ عاریت متصور ہوگا۔

اسلام سے پہلے ”عمری“ اور ”رقعی“ کے نام سے لین دین کی ایک صورت مروج تھی، حنفیہ کے نزدیک عمری کا لفظ ہبہ کے لئے ہے، اور رقی کا عاریت کے لئے۔

(تفصیل کے لئے خود ان الفاظ کو ملاحظہ کیا جائے)

شرائط

ہبہ سے متعلق شرطیں چار طرح کی ہیں :

- (۱) جو ایجاب و قبول سے متعلق ہیں۔
- (۲) ہبہ کرنے والے شخص سے متعلق شرطیں۔
- (۳) جو چیزیں ہبہ کی جا رہی ہیں، اس سے متعلق شرطیں۔
- (۴) جس شخص کو ہبہ کیا جا رہا ہے، اس سے متعلق شرطیں۔

(۲) بدائع الصنائع ۱۱۸/۶

(۱) دیکھئے: ردالمحتار ۵۰۹/۴

(۳) حوالہ سابق

ہبہ کی ہوئی شئی پر قبضہ

جس شخص کو ہبہ کیا جا رہا ہو اس کی طرف سے قبضہ ضروری ہے، حنفیہ اور شوافع کے نزدیک ہبہ کے تام اور لازم ہونے کے لئے قبضہ ضروری ہے اور اس کے بعد ہی اس پر اس شخص کی ملکیت قائم ہو سکے گی جس کو ہبہ کیا گیا ہے، مالکیہ کے نزدیک ہبہ کرنے والے کے ایجاب ہی سے جس کو ہبہ کیا گیا، اس کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے، حنفیہ اور شوافع کا مسلک حضرت ابو بکر و عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم وغیرہ کے فتاویٰ پر مبنی ہے۔ (۲)

پھر قبضہ کے لئے ضروری ہے کہ ہبہ کرنے والے کی اجازت سے اس نے قبضہ کیا ہو، اجازت صراحتاً بھی ہو سکتی ہے، جیسے یوں کہے: ”فلاں سامان جو میں نے تم کو ہبہ کیا ہے اس پر قبضہ کر لو“ اور اجازت دلالتاً بھی ہو سکتی ہے، جیسے وہ شخص ہبہ کرنے والے شخص کے سامنے ہی اس مجلس میں اس سامان پر قبضہ کرے اور جس نے ہبہ کیا تھا وہ اسے منع نہ کرے۔ (۳)

قبضہ کی اہلیت

قبضہ کے درست ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جو شخص قبضہ کر رہا ہو اس میں قبضہ کرنے کی اہلیت بھی موجود ہو، قبضہ کرنے کی اہلیت کے لئے عاقل ہونا ضروری ہے، اسی لئے جس شخص کا دماغی توازن درست نہ ہو اس کا اور ایسے بچے کا جو ابھی عقل و شعور سے محروم ہو، قبضہ معتبر نہیں۔ (۴)

اسی پس منظر میں فقہاء حنفیہ نے ہبہ کی دو قسمیں کی ہیں: اصلانہ قبضہ اور نیابتہ قبضہ، جو شخص صاحب عقل ہو، وہ اصلانہ قبضہ کر سکتا ہے، چاہے بالغ نہ ہو، قبضہ میں نیابت کی دو صورت ہے، ایک صورت کا تعلق قبضہ کرنے والے سے ہے کہ جس شخص کو قبضہ

(۲) جس مال کو ہبہ کیا جا رہا ہو وہ شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت مال ہو، جو چیز شریعت کی نگاہ میں مال نہ ہو یا قابل قیمت مال نہ ہو، اس کا ہبہ درست نہیں، اسی لئے مردار، خون، سور وغیرہ کا ہبہ جائز نہیں۔

(۳) وہ مال فی نفسہ شخصی ملکیت کے دائرہ میں آتا ہو، جو چیزیں مباحات میں سے ہوں ان کا ہبہ درست نہیں، جیسے کوئی شخص کہے کہ ”میں فلاں دریا کا پانی ہبہ کرتا ہوں“ تو ایسے ہبہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

(۴) وہ شئی ہبہ کرنے والے کی ملکیت میں ہو، کیونکہ جو چیز آدمی کی اپنی ملکیت میں نہ ہو، وہ کسی اور شخص کو اس کا مالک نہیں بنا سکتا، چاہے مملو کہ شئی، کسی کے پاس دین ہی کی صورت میں کیوں نہ ہو، جس کے اوپر دین ہے اگر اسی کو ہبہ کیا جائے تب بھی ہبہ درست ہے اور دوسرے کو ہبہ کیا جائے اور مقروض قبضہ کی اجازت دیدے تو یہ بھی درست ہے۔

(۵) یہ بھی ضروری ہے کہ جو چیز ہبہ کی جا رہی ہے اگر وہ قابل تسلیم ہو تو وہ شئی تقسیم شدہ ہو، مشترک نہ ہو، ہاں جو چیز ناقابل تقسیم ہو جیسے: حمام، مکہ وغیرہ، اس میں مشترک ملکیت میں سے اپنے حصے کو ہبہ کیا جاسکتا ہے، یہ رائے حنفیہ کی ہے، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مشاع یعنی غیر تسلیم شدہ شئی کو بھی ہبہ کیا جاسکتا ہے۔

(۶) یہ بھی ضروری ہے کہ جو چیز ہبہ کی جا رہی ہو، وہ غیر موہوبہ شئی سے مشغول نہ ہو، پوری طرح فارغ ہو، جیسے ایسا کھیت ہبہ کرے جس میں ہبہ کرنے والے کی کھیتی لگی ہو، یا درخت ہبہ کرے اور ہبہ کرنے والا پھل پر اپنی ملکیت باقی رکھے، تو یہ ہبہ درست نہیں۔ (۱)

(۲) بدائع الصنائع ۱۲۳/۶، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۹-۲۳/۵

(۳) بدائع الصنائع ۱۲۶/۶

(۱) بدائع الصنائع ۲۲۶-۱۱۸، درمختار علی ہامش الرد ۵۰۸/۴

(۳) درمختار ۵۰۹/۴

ہبہ کر کے رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو قئی کر کے اسے لوٹالے، کالکلب یعود فی قینہ (۷) اس مضمون کی روایت صحاح کی دوسری کتابوں میں بھی منقول ہے (۸) مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ہبہ سے رجوع نہیں کیا جاسکتا، سوائے اس کے کہ بیٹے یا پوتے کو ہبہ کیا ہو (۹) ان حضرات کا استدلال حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی آدمی کیلئے یہ جائز نہیں کہ عطیہ دینے اور ہبہ کرنے کے بعد پھر اس کو لوٹالے، سوائے والد کے جو اپنی اولاد کو دے، عطیہ دے کر لوٹانے والے کی مثال اس کتے کی ہے جو آسودہ ہو کر کھائے، قئی کر دے، اور پھر اپنی ہی قئی کو لوٹالے۔ (۱۰)

عجیب بات ہے کہ حنفیہ کی رائے اس کے بالکل برخلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک شوہر و بیوی اور محرم رشتہ داروں کو جو کچھ ہبہ کیا جائے اس میں رجوع کرنے کی گنجائش نہیں (۱۱) ان کا استدلال حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب محرم رشتہ دار (ذی رحم محرم) کو ہبہ کیا جائے تو اس میں رجوع کی گنجائش نہیں (۱۲) اس حدیث کی رو سے اولاد کو جو کچھ ہبہ کیا گیا ہو اس کو ہبہ کیا جائے تو اس میں رجوع کی گنجائش نہیں، جس حدیث میں اولاد کو ہبہ کی گئی چیز سے رجوع کرنے کو جائز بتایا گیا ہے، حنفیہ کا خیال ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اولاد کی چیز پر اصولی حیثیت سے والدین کا حق ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری ذات اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے، انت

کرنا چاہئے تھا وہ اس کا اہل نہ ہو جیسے بے شعور نابالغ بچہ یا پاگل، جو ان کا ولی ہو، یا جس کے وہ زیر پرورش ہو، وہ ان کی طرف سے نیابتہ قبضہ کرے گا۔ (۱)

دوسری صورت یہ ہے کہ جس کو ہبہ کیا گیا ہو پہلے ہی سے اس کا موہوبہ سامان پر کسی اور حیثیت سے قبضہ موجود ہو، تو اب ہبہ کرنے کے بعد وہی قبضہ ”قبضہ ہبہ“ کے قائم مقام ہو جائے گا، جیسے وہ سامان اس کے قبضہ میں بطور امانت یا عاریت کے رہا ہو یا اس کے پاس رہن ہو یا غصب کرنے کی وجہ سے اس کے تسلط میں ہو، یا اسی طرح کوئی اور صورت ہو تو جیسے ہی اصل مالک ہبہ کرے، سمجھا جائے گا کہ اس نے موہوبہ شئی پر قبضہ حاصل کر لیا۔ (۲)

ہبہ کا حکم

حنفیہ کے نزدیک ہبہ کا حکم یہ ہے کہ موہوبہ شئی پر اس شخص کی ملکیت قائم ہو جاتی ہے جس کو ہبہ کیا گیا ہے، البتہ یہ لازم نہیں ہوتا، یعنی اگر ہبہ کرنے والا ہبہ کو فسخ کرنا اور اس سے رجوع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، (۳) ہبہ کے احکام میں سے یہ بھی ہے کہ شرائط فاسدہ کی وجہ سے ہبہ باطل نہیں ہوتا بلکہ خود شرط باطل ہو جاتی ہے۔ (۴) حنفیہ کے نزدیک بعض خاص صورتوں کے سوا ہبہ کرنے والے کے لئے ہبہ سے رجوع کرنے کی گنجائش ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہبہ کرنے والا ہبہ کا زیادہ حق دار ہے، اگر اس کا کوئی عوض نہیں دیا گیا ہو (۵) البتہ ہبہ کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنا مکروہ تحریمی ہے (۶) کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

(۲) حوالہ سابق ۱۲۷/۶

(۳) حوالہ سابق ۵۰۹/۳

(۶) درمختار ۵۱۵/۳

(۸) دیکھئے: نصب الراية ۱۲۶/۳

(۱۰) ابوداؤد ۲۹۹/۲، باب الرجوع فی الہبة، ترمذی ۳۳۲/۲، باب ماجاء فی کراہیة الرجوع من الہبة

(۱۲) دیکھئے: نصب الراية ۱۲۷/۳

(۱) بدائع الصنائع ۱۲۶/۶

(۳) درمختار ۵۰۸/۳

(۵) ابن ماجہ ۱۷۲/۱، باب من وهب ہبة رجاء ثوابها

(۷) مسلم ۳۶۲/۲

(۹) دیکھئے: شرح مہذب ۳۸۱/۱۵، المغنی ۳۹۰/۵

(۱۱) بدائع الصنائع ۵۰۰/۷

”ع“ سے مراد عوض کی بنیاد پر ہبہ ہے، مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ تم نے مجھے جو چیز دی تھی اس کے عوض میں یہ ہبہ کرتا ہوں یا یوں یہ کہے کہ میں یہ چیز اس شرط پر ہبہ کرتا ہوں کہ خود بھی فلاں شئی مجھے ہبہ کرو تو چونکہ یہ ہبہ بالعوض ہے، اس لئے ہبہ سے رجوع کی گنجائش نہیں، چنانچہ روایت گذر چکی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہبہ کرنے والا اپنے ہبہ کا زیادہ حق دار ہے جب تک کہ اس کا عوض نہ ادا کیا گیا ہو، الواہب احق بہتہ مالم یثب منها۔

”خ“ سے مراد یہ ہے کہ جو چیز ہبہ کی گئی تھی وہ مکمل طور پر خود اس شخص کی ملکیت میں باقی نہیں رہی جس کو ہبہ کیا گیا تھا، جیسے اس نے کسی اور کو ہبہ کر دیا ہو، یا کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو۔

”ز“ سے مراد رشتہ زوجیت ہے یعنی شوہر و بیوی کا ایک دوسرے کو ہبہ، اور ”ق“ سے مراد قرابت ہے، یعنی ذی رحم محرم رشتہ دار، کہ ان کو ہبہ کی ہوئی چیز واپس نہیں لی جاسکتی، جو لوگ محرم ہوں لیکن ذی رحم نہ ہوں، جیسے رضاعی رشتہ دار، یا مصاہرت کی بناء پر محرم ہوں، جیسے بیوی کی ماں، سو تیلی اولاد، ان سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

”ہ“ سے اشارہ موہوبہ سامان کے ہلاک اور ضائع ہونے کی طرف ہے، کہ اگر اصل سامان ہی ضائع ہو گیا تو اب رجوع کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ (۳)

عوض کے ساتھ ہبہ کی دو صورتیں

ہبہ بالعوض کی دو صورت ہے، ایک صورت یہ ہے کہ پہلے سے عوض کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی بلکہ ایک شخص نے ہبہ کیا، اور بعد کو دوسرے شخص نے یہ کہتے ہوئے ہبہ کیا کہ یہ اس ہبہ کا عوض ہے، یہ صورت قبضہ سے پہلے بھی اور قبضہ کے بعد بھی ہبہ کی ہے۔

ومالک لابیك ، (۱) اس لحاظ سے چاہے والد کا دیا ہو مال ہو یا اولاد کا اپنا کمایا ہو، باپ کو اس کے لینے کا اخلاقی حق ہے، لیکن چونکہ خاص طور پر اپنی ہی دی ہوئی چیز کو واپس لینا معیوب معلوم ہوتا ہے، اس لئے خاص طور پر اس صورت کے بارے میں آپ ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ اس کو واپس لینے میں کوئی حرج نہیں۔

حنفیہ کے یہاں گو ہبہ سے رجوع کیا جاسکتا ہے، لیکن اس سے سات صورتیں مستثنیٰ ہیں، جو ”موانع رجوع“ ہیں، یعنی اگر یہ پائی جائیں تو ہبہ سے رجوع کی گنجائش نہیں، ان سات میں سے ایک تو وہی قرابت و رشتہ داری ہے جس کا اوپر ذکر ہوا کہ شوہر و بیوی اور محرم رشتہ داروں کو ہبہ کرنے کے بعد رجوع کرنے کی گنجائش نہیں، ان کے علاوہ کچھ اور موانع ہیں، ان کو یاد رکھنے میں آسانی ہو اس کے لئے فقہاء نے سات حروف کا مخفف تیار کیا ہے جن میں سے ہر حرف ایک معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور وہ ہیں: دمع خزقة۔

”د“ سے مراد زیادت ہے، یعنی جس کو ہبہ کیا گیا ہے وہ موہوبہ سامان میں کوئی ایسا اضافہ کر دے جو اس کی قیمت میں زیادتی کا موجب ہو، جیسے زمین پر مکان بنا لیا جائے، درخت لگا دیا جائے، کپڑا اسی لیا جائے، وغیرہ، اگر بجائے زیادتی کے شئی موہوبہ میں نقص پیدا ہو جائے تو یہ رجوع میں مانع نہیں، اسی طرح موہوبہ سامان میں ایسا اضافہ ہو جو اس سے متصل نہیں، جیسے جانور کو بچہ ہو جائے تو یہ اضافہ بھی رجوع کے استحقاق میں مانع نہیں ہوگا۔ (۲)

”م“ سے مراد طرفین میں سے ایک کی موت ہے، یعنی شئی موہوبہ حوالہ کرنے کے بعد ہبہ کرنے والے کی یا اس شخص کی جس کو ہبہ کیا گیا ہو، موت واقع ہو جائے تو اب رجوع کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

(۲) درمختار علی هامش الرد ۵۱۵/۴

(۱) ابن ماجہ ۱۶۵، عن جابر بن عبد اللہ

(۳) دیکھئے: درمختار علی هامش الرد ۵۱۵-۱۹/۴

دوسری صورت یہ ہے کہ ہبہ کو عوض کے ساتھ مشروط کر دیا جائے، یعنی یوں کہے کہ میں تم کو فلاں شئی اس شرط پر ہبہ کرتا ہوں کہ تم اس کے بدلہ فلاں سامان مجھے ہبہ کرو گے۔

یہ دوسری صورت حنفیہ کے یہاں ابتداء ہبہ کے حکم میں ہے اسی لئے جب تک دونوں کی طرف سے عوض پر قبضہ نہ ہو جائے ”عقد تام“ نہ ہوگا اور یہ بات ضروری ہوگی کہ موہوبہ شئی منقسم اور علاحدہ ہو، دوسرے حصہ دار کے ساتھ مشترک (مشاع) نہ ہو، لیکن انتہاء اور انجام کے اعتبار سے یہ معاملہ ”بیع“ کا سمجھا جائے گا اور قبضہ کرنے کے بعد اس پر وہی احکام جاری ہوں گے جو خرید و فروخت کے ہیں، یعنی عیب کی بناء پر اگر پہلے سے اس کو دیکھا نہیں تھا، رد کرنے کا اختیار ہوگا، اور ایسے ہبہ کی وجہ سے تیسرے شخص کو حق شفعہ بھی حاصل ہوگا، (۱) شوافع اور حنابلہ کے نزدیک یہ بیع کے حکم میں ہے، اور گو مالکیہ نے بیع کے بعض احکام کا اس پر اطلاق نہیں کیا ہے، لیکن ان کے یہاں بھی اس ہبہ کے بیشتر احکام بیع کی طرح ہی ہوں گے۔ (۲)

اولاد کو ہبہ

ہبہ سے متعلق ایک اہم مسئلہ اولاد کو ہبہ کرنے کا ہے، اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ اپنی اولاد کے درمیان ہبہ میں برابری کا سلوک کرنا مستحب ہے اور کمی بیشی مکروہ، (۳) اور امام احمد کے ایک قول کے مطابق اگر کمی بیشی کے لئے کوئی معقول وجہ نہ ہو تو مساوات واجب ہے، اور اس پر ضروری ہے کہ یا تو جس کو زیادہ دیا ہے اس سے زیادہ مقدار واپس لے لے، یا پھر اتنی ہی مقدار تمام بچوں کو دے ورنہ وہ گنہ گار ہوگا، حنابلہ کا استدلال حضرت نعمان بن

بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے، انھوں نے خصوصی طور پر اپنے ایک صاحب زادہ کو ایک باغ دینا چاہا اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنانا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ظلم قرار دیا اور فرمایا کہ میں ایسے ظلم کے کام پر گواہ نہیں بنانا اشہد علی الجور۔ (۴)

حنفیہ، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک کمی بیشی مکروہ ہونے کے باوجود جائز ہے، اور اس سلسلہ میں بہترین قول حسن بصری کا ہے کہ نابرابری دیانتہ تو جائز نہیں، قضاء جائز ہے۔ (۵)

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اولاد میں عدل سے کیا مراد ہے؟ مالکیہ، شوافع اور حنفیہ میں قاضی ابو یوسف کے نزدیک مساوات سے مراد یہ ہے کہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں، اگر ماں باپ اولاد کو کچھ ہبہ کریں تو ان سبھوں کو برابر دیں، حنابلہ اور فقہاء حنفیہ میں امام محمد کے نزدیک مساوات سے مراد اس تناسب سے دینا ہے، جو شریعت نے متعین کیا ہے، یعنی لڑکیوں کے مقابلہ لڑکوں کو دو گنا؛ کیونکہ جب شریعت لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان حصہ کا یہ تناسب رکھا ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ یہی عدل ہے، اور یہ ”جور“ میں داخل نہیں، (۶) — خیال ہوتا ہے کہ امام محمد کی رائے مصالح شریعت سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔ واللہ اعلم

(ترک کلام)



”ہجر“ (”ہ“ پر زبر) اور ”ہجران“ (”ہ“ پر زبر) کے معنی کسی چیز کو ترک کرنے اور چھوڑ دینے کے ہیں (۷) حدیث میں یہ لفظ گفتگو ترک کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مومن کے لئے حلال نہیں کہ وہ تین دنوں سے زیادہ اپنے بھائی سے ترک گفتگو کرے (۸) اسی لئے اہل علم نے مسلمانوں

(۱) دیکھئے: درمختار علی ہامش الرد ۵۱۹/۳

(۳) المغنی ۳۸۸/۵

(۵) المغنی ۳۸۷/۵

(۷) القاموس المحيط ۶۳۷/

(۲) الفقه الاسلامی وادلتہ ۳۰۶/۵-۲۹

(۳) مسلم ۳۷/۲

(۶) دیکھئے: بدائع الصنائع ۲۷/۶، المغنی ۳۸۶/۵

(۸) مسلم عن عبد اللہ بن عمر ۳۱۶/۲

سے بچنے کے لئے ضروری ہوگا، اور جس کو براہ راست گفتگو کرنا دشوار ہو، اس کے لئے بالواسطہ سلام پہنچانا بھی کافی ہوگا۔

ہجرت

”ہجر“ اور ”ہجران“ کے اصل معنی ترک کرنے کے ہیں، اسی سے ہجرت کا لفظ ماخوذ ہے، جس کے لغوی معنی ایک سرزمین سے نکل کر دوسری سرزمین میں جانے کے ہیں (۵)۔ اصطلاح میں ہجرت ایمان کی حفاظت یا اسلام کی دعوت و اشاعت کی غرض سے دارالکفر سے دارالاسلام جانے کا نام ہے۔ (۶)

ہجرت سے قریب قریب تمام ہی انبیاء کو سابقہ پیش آیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کا ذکر تو بصراحت و وضاحت خود قرآن مجید میں مذکور ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی جس کا اجمالی ذکر قرآن میں اور تفصیلی تذکرہ احادیث صحیحہ میں موجود ہے، ہجرت بظاہر محرومی اور شکست خوردگی کا واقعہ معلوم ہوتا ہے، لیکن درحقیقت اسلامی تاریخ میں اس واقعہ کی حیثیت ایک دور ہے کی ہے، جہاں سے اسلام کے غلبہ و ظہور اور مسلمانوں کی فتح مندی و سر بلندی کا آغاز ہوتا ہے، اسی محرومی میں اللہ تعالیٰ نے تمام سرفرازیوں اور اسی ظاہری شکست میں اللہ تعالیٰ نے تمام ظفر مند یوں کو چھپا رکھا تھا، اسی لئے عہد فاروقی میں جب یہ بات طے پائی کہ مسلمانوں کا ایک کیلنڈر ہونا چاہئے اور اس بات پر غور ہوا کہ اس کیلنڈر کا آغاز کس واقعہ سے ہو تو بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے بہت سے واقعات میں سے اسی واقعہ پر آ کر صحابہ کی نظر تھم گئی اور واقعہ ہجرت کو اسلامی کیلنڈر کا نقطہ آغاز قرار دیا گیا۔ (۷)

کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی شمار کیا ہے کہ جس آدمی سے شنا سائی ہو اس سے تین دنوں سے زیادہ غصہ کی وجہ سے ترک کلام نہ کیا جائے۔ (۱)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے درمیان آپس میں بغض اور کدورت کی وجہ سے تین دنوں سے زیادہ گفتگو کا ترک کرنا حرام ہے، اور چونکہ غیظ و غضب بھی فطرت انسانی کا ایک حصہ ہے؛ اس لئے تقاضہ فطرت کی رعایت کرتے ہوئے تین دنوں تک اظہار خنگی کی اجازت دی گئی ہے، تین دنوں کے بعد بھی غیظ و غضب کا قائم رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنی اس کیفیت میں بتقاضہ فطرت مجبور نہیں ہے بلکہ کینہ پرور ہے (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو اشخاص جنہوں نے باہم گفتگو ترک کر لی ہو ان میں افضل وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے، خیر ہما الذی یبدأ بالسلام۔ (۳)

چنانچہ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک سلام کی وجہ سے ترک کلام کا گناہ ختم ہو جائے گا، امام احمد اور ابن قاسم مالکی نے کہا ہے کہ اگر سلام کر لے لیکن ایذاء رسائی سے باز نہ آئے تو سمجھا جائے گا کہ ترک تعلق سے وہ باز نہیں آیا ہے، اگر کسی شخص نے بالمشافہ بات کرنے کی بجائے خط کے ذریعہ سلام پہنچایا، یا کسی قاصد کے واسطہ سے سلام پہنچایا تو کیا یہ کافی ہو جائے گا؟ اس سلسلہ میں دورائیں ہیں: ایک یہ کہ چونکہ گفتگو نہیں کی ہے، اس لئے ترک کلام کا گناہ باقی رہے گا اور دوسری رائے یہ کہ چونکہ خط اور پیغام سے بھی وحشت کا ازالہ ہو جاتا ہے، اس لئے ترک گفتگو کے گناہ سے بچنے کے لئے یہ کافی ہے، (۴) خیال ہوتا ہے کہ جو شخص بالمشافہ گفتگو کر سکتا ہو، اس کے لئے بالمشافہ گفتگو کرنا ہی اس گناہ

(۲) شرح نووی علی مسلم ۳۱۶/۲

(۳) شرح نووی علی مسلم ۳۱۶/۲

(۶) دیکھئے: کتاب التعریفات ۲۸۵

(۱) احیاء علوم الدین ۱۹۵/۲

(۳) مسلم عن ابی ایوب انصاری ۳۱۶/۳

(۵) القاموس المحیط ۶۳۷

(۷) البدایة والنہایة ۲۰۶/۳، باب وقائع السنة الاولى من الهجرة

ہجرت کا حکم باقی ہے!

جب مکہ فتح ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت باقی نہیں رہی لہذا ہجرت بعد الفتح (۱) اسی لئے بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اب ہجرت کا حکم باقی نہیں رہا، لیکن جمہور کا خیال ہے (۲) کہ ہجرت کا حکم آج بھی باقی ہے جب تک کہ توبہ کا دروازہ بند نہ ہو، ہجرت بند نہ ہوگی، اور توبہ اس وقت منقطع ہوگی جب قیامت کے قریب اس علامت کا ظہور ہو کہ آفتاب بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہو لہذا تنقطع الهجرة حتی تنقطع التوبة (۳) اور یہی صحیح ہے، آپ ﷺ کے اس ارشاد کہ ”فتح کے بعد ہجرت نہیں“ کا منشا یہ ہے کہ مکہ کے فتح ہونے اور دارالاسلام بن جانے کے بعد اب اہل مکہ کو مدینہ ہجرت کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

موجودہ دور میں ہجرت کے احکام

علامہ ابن قدامہؒ نے ہجرت کے حکم پر بڑی عمدہ گفتگو کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرت کے اعتبار سے لوگوں کی تین حالتیں ہیں، ایک وہ ہیں جن پر ہجرت واجب ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے اپنے موجودہ وطن میں کفار کے غلبہ کی وجہ سے دین کا اظہار اور واجبات دین کی ادائیگی ممکن نہ ہو، اور وہ ہجرت کرنے پر قادر ہوں، ایسے لوگوں پر اس علاقہ سے ہجرت کر جانا واجب ہے، اور خود قرآن مجید میں ایسے لوگوں کے ہجرت نہ کرنے پر اظہار مذمت کیا گیا ہے، اور ان کا ٹھکانہ جہنم کو قرار دیا گیا ہے۔ (النساء : ۹۷)

دوسرے وہ لوگ ہیں جن پر ہجرت واجب نہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو بیماری، دارالکفر میں اقامت پر مجبور کئے جانے یا کسی اور وجہ سے ہجرت کرنے پر قادر نہ ہوں، قرآن مجید نے ایسے لوگوں کو

”مستضعفین“ سے تعبیر کیا ہے، اور ان کو عند اللہ قابل غفور قرار دیا ہے، (النساء : ۹۸) — راقم الحروف عرض کرتا ہے، کہ اگر مسلم ممالک میں مسلمانوں کو اقامت کی اجازت نہیں ملے اور مسلمان ملکوں کے دروازے — جیسا کہ موجودہ حالات ہیں، مظلوم مسلمانوں پر بند ہوں تو یہ بھی ہجرت کے باب میں ایک عذر ہی تصور کیا جائے گا۔

تیسرے وہ لوگ ہیں جن کو ہجرت کرنا مستحب تو ہے لیکن واجب نہیں، یہ حکم ان لوگوں کا ہے جو دارالکفر میں دین کے اظہار اور دین پر عمل کرنے میں آزاد ہوں، نیز ہجرت کرنے پر بھی قادر ہوں، ایسے شخص کے لئے بھی ہجرت کرنا مستحب ہے، کیونکہ ان کے ہجرت کرنے کی وجہ سے ایک تو دارالاسلام کو تقویت حاصل ہوگی، دوسرے خود وہ غیر مسلموں کے میل جول سے بچ سکیں گے، ان پر ہجرت واجب نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عباسؓ فتح مکہ سے عرصہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے، لیکن فتح مکہ تک مکہ ہی میں مقیم رہے، اسی طرح حضرت نعیمؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے ہجرت کرنی چاہی تو ان کی قوم نے پیشکش کی کہ آپ اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے بھی ہمارے پاس مقیم رہیں، ہم آپ کی حفاظت کریں گے، اور جو کار خیر آپ انجام دیا کرتے تھے اسے انجام دیا کریں، کیونکہ حضرت نعیمؓ بنو عدی کے یتیموں اور بیواؤں کی دیکھ ریکھ کیا کرتے تھے، چنانچہ وہ ایک مدت تک ہجرت سے رکے رہے، پھر ہجرت کیا تو آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تمہاری قوم میری قوم سے بہتر ہے کہ میری قوم نے مجھ کو نکالا اور وہ میرے قتل کے درپے ہو گئے اور تمہاری قوم نے تمہاری حفاظت اور مدافعت کی، حضرت نعیمؓ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے ہجرت اور اللہ کی اطاعت سے روکا (۴) ظاہر ہے ہجرت کے مستحب

(۲) المغنی ۲۳۶/۹

(۴) دیکھئے: المغنی ۲۳۶-۲۷۹

(۱) مسلم ۱۳۱/۲، عن عائشةؓ

(۳) ابوداؤد ۲۳۶/۱، عن معاویہؓ

ہونے کا حکم اس وقت ہوگا جب کہ مسلم ممالک کا دروازہ اس کے لئے کھلا ہوا ہو اور اس کے چلے جانے میں اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت ہو، اگر مصلحت کا تقاضا یہ ہو کہ وہ دارالکفر کے درمیان رہ کر ہی اسلام کی دعوت و حفاظت اور مسلمانوں کی مدافعت کا فریضہ انجام دیتا رہے، تو ایسی صورت میں اس کے لئے دارالکفر میں رہ کر اسلام پر ثابت قدم رہنا زیادہ افضل اور باعث اجر ہوگا۔

ہدیٰ (انہدام میں مرنے والا شخص)

”ہدیٰ“ ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ جس کی موت عمارت وغیرہ کے انہدام سے واقعہ ہوئی ہو۔

شریعت میں میراث کے استحقاق کا اصول یہ ہے کہ مورث کی موت کے وقت اگر وارث زندہ رہا ہو، جب ہی وارث کو اپنے مورث کے متروکہ میں سے وراثت ملے گی، لہذا اگر کسی عمارت کے گر جانے کی وجہ سے متعدد لوگوں کی موت واقع ہوگئی جن میں بعض کو بعض سے میراث کا استحقاق حاصل تھا، یہ اموات یکے بعد دیگرے واقع ہوئیں اور معلوم ہے کہ کس کی موت پہلے واقع ہوئی اور کس کی بعد میں؟ تو ظاہر ہے کہ اگر مورث کی موت پہلے واقع ہوئی تو وارث اس کے ترکہ میں سے مستحق ہوگا، اور اگر پہلے اس شخص کی موت ہوئی جو وارث ہو سکتا ہے، تو اب مورث کے متروکہ سے وہ میراث کا حق دار نہیں ہوگا۔

اور اگر یہ پتہ نہ چلتا ہو کہ پہلے کس کی موت واقع ہوئی ہے اور بعد میں کس کی؟ تو حنفیہ، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک یہ تصور کیا جائے گا کہ ان سب کی موت ایک ساتھ ہی واقع ہوئی ہے، لہذا مرحومین ایک دوسرے سے وارث نہیں ہوں گے، بلکہ تمام متوفیان کے زندہ ورثہ اپنے مورث سے حصہ پائیں گے، یہی رائے

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اور مسائل میراث میں دربار نبوی سے سند یافتہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ہے، حنابلہ کے نزدیک دونوں ایک دوسرے سے میراث کے مستحق ہوں گے، مثلاً باپ اور بیٹے کا انتقال ہو گیا تو یہ سمجھ کر کہ باپ کی موت پہلے ہوئی ہے، باپ کے متروکہ سے بیٹے کا جو حق متعلق ہوتا ہے وہ اس کے لئے نکالا جائے گا پھر یہ فرض کیا جائے گا کہ بیٹے کی موت پہلے ہوئی ہے اور بیٹے کے متروکہ سے جو حصہ باپ کا متعلق ہے، وہ اسے دلایا جائے گا، اب دونوں کی جو جائداد بنے گی، وہ ان کے زندہ ورثاء میں تقسیم ہوگی۔ (۱)

اگر کئی لوگ ڈوب جائیں، آگ میں جل کر ان کی موت واقع ہو جائے، اکیڈنٹ میں مرجائیں یا کسی اور حادثہ میں ان کی جان چلی جائے اور معلوم نہ ہو کہ کس کی موت پہلے واقع ہوئی ہے؟ تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہوگا۔ واللہ اعلم

ہدینہ

”ہدینہ“ سے مراد ایک مدت کے لئے مملکت اسلامی کے دشمنوں سے کسی عوض پر یا بلا عوض ناجنگ معاہدہ کرنا ہے، ومعنی الهدینۃ ان یعقد لاهل الحرب عقداً علی ترک القتال مدۃ عوضاً وبغیر عوض۔ (۲) — فقہاء کے یہاں اس کے لئے مہادتہ، موادعہ، اور معاہدہ کے الفاظ بھی بولے جاتے ہیں۔ (۳)

گویا ہدینہ برسر جنگ غیر مسلموں سے صلح کرنے کا نام ہے، صلح کا ثبوت خود قرآن مجید سے بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کے لئے تیار ہو جاؤ (انفال : ۶۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف غیر مسلم گروہوں سے صلح فرمائی ہے، جن میں صلح حدیبیہ کا واقعہ تو مشہور خاص و عام ہے۔

(۱) دیکھئے: السراجی فی المیراث ۹۸-۹۷، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳۰۸-۳۲۹

(۲) حوالہ سابق

(۳) المغنی ۲۳۸/۹

عوض پر اور بلا عوض صلح

صلح بلا معاوضہ بھی ہو سکتی ہے، جیسا کہ حضور ﷺ نے صلح حدیبیہ فرمائی تھی، صلح مال پر بھی ہو سکتی ہے، کہ وہ مسلمانوں کو مال کی ایک مخصوص مقدار ادا کیا کریں، چنانچہ مختلف قبائل سے حضور ﷺ نے اس طرح کا معاہدہ کیا تھا، خود اہل خیبر سے بھی آپ ﷺ کا معاہدہ اس کی مثال ہے، اور بدرجہ مجبوری اس شرط پر بھی معاہدہ ہو سکتا ہے، کہ مسلمان ہی ان کو کچھ مال ادا کیا کریں، چنانچہ غزوہ احزاب کے موقعہ سے حضور ﷺ نے عیینہ بن حصن سے پیش کش فرمائی تھی کہ اگر وہ بنو غطفان کو ساتھ لے کر چلے جائیں تو مدینہ کی ایک تہائی کھجور ہم بنو غطفان کو دے دیا کریں گے، لیکن یہ معاہدہ نہیں ہو سکا؛ کیونکہ ان لوگوں نے نصف کا مطالبہ کیا اور انصار مدینہ کو اس کے لئے تیار تھے، لیکن ان کو اس طرح کا معاہدہ پسند نہیں تھا، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مسلمان مالی معاوضہ ادا کرتے ہوئے بھی صلح کا معاہدہ طے کر سکتے ہیں۔ (۱)

صلح کا حکم

صلح کا حکم یہ ہے کہ جب تک صلح باقی رہے، دشمن کو امن حاصل رہے گا، ان کی جان، مال، خواتین اور بچے مکمل امن میں ہوں گے، (۲) حنفیہ کے یہاں صلح کے لئے امام المسلمین یعنی حکومت کی اجازت ضروری نہیں، یہاں تک کہ مسلمانوں کا کوئی گروہ بطور خود صلح کر لے تو یہ صلح معتبر ہوگی، (۳) حنابلہ کے نزدیک صلح کرنے کا حق فرماں روئے مملکت یا اس کے نائب ہی کو ہے، عام لوگ صلح کرنے کے مجاز نہیں، کیونکہ بغیر اس کے کسی ملک کی

مصلحت اور اس کے مفاد کا تحفظ نہیں کیا جاسکتا، (۴) یہی رائے دوسرے فقہاء کی بھی ہے، (۵) موجودہ حالات میں جب کہ جدید ذرائع مواصلات کی وجہ سے بروقت مشاورت ممکن ہے، حنابلہ ہی کی رائے قرین مصلحت نظر آتی ہے۔

کیا صلح لازمی معاہدہ ہے؟

حنفیہ کے نزدیک صلح عقد غیر لازم ہے، یعنی اسے ایک طرفہ طور پر ختم کیا جاسکتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، کہ جب کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو برابری کے ساتھ صلح کو ختم کر دو یعنی ان کو اس سے مطلع بھی کر دو، (التوبہ : ۱۲) البتہ یہ ضروری ہے کہ معاہدہ ختم ہونے کی اطلاع پہلے کر دی جائے، اور صلح کے سلسلہ میں کچھ معاوضہ پہلے سے لے چکے تھے، تو زائد مدت کے تناسب سے اس کا عوض واپس کر دیا جائے، (۶) دوسرے فقہاء کے نزدیک صلح عقد لازم ہے، اور حکم قرآنی، ”او فوا بالعقود“ (المائدہ : ۱) کے تحت ایفاء عہد واجب ہے، اس لئے جب تک دوسرے فریق کی طرف سے معاہدہ شکنی نہ ہو یک طرفہ طور پر صلح ختم نہیں کی جاسکتی، (۷) موجودہ حالات میں بین ملکی معاہدات و قوانین کی رو سے ان فقہاء کی رائے قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

صلح کب ختم ہوتی ہے؟

صلح کب ختم ہوتی ہے؟ اس سلسلہ میں حنفیہ کے یہاں تفصیل یہ ہے کہ یا تو صلح ایک متعین مدت کے لئے ہوگی، اور اگر کوئی مدت متعین نہ ہو تو یا تو دارالاسلام کی طرف سے معاہدہ کے ختم ہونے کا اعلان ہو جائے یا غیر مسلموں کی طرف سے ختم معاہدہ کا اعلان کر دیا

(۲) بدائع الصنائع ۱۰۹/۷

(۳) المغنی ۲۳۹/۹

(۶) بدائع الصنائع ۱۰۹/۷

(۱) بدائع الصنائع ۱۰۹/۷، المغنی ۲۳۹/۹، درمختار ۲۲۶/۳

(۳) حوالہ سابق ۱۰۸/۷

(۵) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲۳۷/۶

(۷) المغنی ۲۳۹/۹

کا۔ جماع ہے، کم سے کم بکری، سب سے بہتر اونٹ اور درمیانی درجہ گائے وغیرہ کا ہے، (۵) اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ بھی ہدی کا ادنیٰ درجہ ہی شمار کیا جائے گا، (۶) نرمادہ، دونوں ہی کافی ہیں، (۷) جس عمر اور صفت کے جانور قربانی میں ضروری ہیں، وہی شرط ”ہدی“ میں بھی ہے۔ (۸)

نفل قربانی

ہدی کی دو صورتیں ہیں: نفل اور واجب، اگر حج افراد کی وجہ سے جانور کی قربانی اس پر واجب نہیں تھی پھر بھی اپنے ساتھ ہدی کا جانور لے آئے یا جانور کی قربانی کر دے تو یہ نفل ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع سے ایک سواونٹیاں ذبح کی تھیں، (۹) ان میں صرف ایک ہی اونٹنی حج قرآن کے لحاظ سے ضروری تھی، ایسی نفل قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں اور غرباء اور اہل ثروت دونوں کو دینے کی گنجائش ہے۔ (۱۰)

واجب قربانی

بعض صورتوں میں ”ہدی“ یعنی قربانی حج یا عمرہ کرنے والوں پر واجب ہو جاتی ہے، بنیادی طور پر اس کے واجب ہونے کی دو صورتیں ہیں: اول یہ کہ حج تمتع یا حج قرآن کیا جائے، دوسرے: احرام یا حرم یا حج و عمرہ کے منافی کوئی ایسا عمل صادر ہوا ہو جس سے قربانی واجب ہوتی ہو، تمتع اور قرآن کی قربانی کے گوشت کا وہی حکم ہے جو عید الاضحیٰ کی قربانی کے گوشت کا ہے، (۱۱) اور جنایات کی قربانی کے گوشت کا وہ حکم ہے، جو نذر کی قربانی کا ہے کہ خود کھانا اور مرفہ

جائے یا ان کی طرف سے صراحتاً تو معاہدہ کے اختتام کا اعلان نہ ہو، لیکن عملاً معاہدہ شکنی ہو جائے، یعنی غیر مسلم کی طرف سے اور ان کی حکومت کی اجازت سے مسلمانوں پر تعدی کا واقعہ پیش آئے (۱) جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار مکہ کی بدعہدی کی وجہ سے صلح حدیبیہ کو ختم فرما دیا تھا، جمہور فقہاء کے نزدیک جب صلح ہو جائے تو اس کو وفا کرنا واجب ہے، اور جب تک دشمن کی طرف سے عہد شکنی کی نوبت نہ آئے، معاہدہ پر قائم رہنا واجب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فما استقاموا لكم فاستقيموا لهم. (التوبہ: ۷) البتہ اگر دشمن سے معاہدہ شکنی کا اندیشہ ہو تو پھر مسلمانوں کے لئے اس معاہدہ کو ختم کرنے کی گنجائش ہے۔ (۲)

معاہدہ کی مدت

بعض فقہاء کے نزدیک ایک مقررہ مدت ہی کے لئے معاہدہ ہو سکتا ہے، چنانچہ شوافع اور ایک قول کے مطابق حنابلہ کے نزدیک دس سال سے زیادہ مدت معاہدہ نہیں ہو سکتی، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے ایک قول کے مطابق زیادہ سے زیادہ مدت متعین نہیں، یہ دس سال سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ (۳)

ہدی (قربانی کا جانور)

لغت میں ”ہدی“ ایسی چیز کو کہتے ہیں جو کسی کے پاس بھیجی جائے، اور شریعت کی اصطلاح میں ”ہدی“ وہ جانور ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے حرم مکی کو بھیجا جائے، (۴) اونٹ، گائے، بیل اور بکرے ہدی کے طور پر لے جائے جاسکتے ہیں، اس پر امت

(۲) دیکھئے: المغنی ۴۰۶/۹-۲۳۹

(۳) درمختار ۱۷۴/۲

(۶) ردالمحتار ۲۳۹/۲

(۸) درمختار ۲۳۹/۲

(۱۰) البحر الرائق ۱۲۶/۳

(۱) بدائع الصنائع ۱۰۹/۷

(۳) المغنی ۲۳۸/۹

(۵) بدائع الصنائع ۱۷۴/۲

(۷) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲۹۶/۳

(۹) مسلم ۳۹۹/۱

(۱۱) بدائع الصنائع ۱۷۴/۲

کرنے والے کے لئے کھانا درست ہے، شوافع کے نزدیک صرف نقلی قربانی ہی کا گوشت اس کے لئے جائز ہے، حنابلہ کی رائے حنفیہ سے قریب ہے اور مالکیہ کے نزدیک کسی قدر توسع ہے۔ (۱)

ہدیہ

”ہدیہ“ کے معنی تحفہ کے ہیں، تحفہ معمولی ہو یا قیمتی کسی انسان کی محبت میں اور اس سے اظہار تعلق کے لئے اس کو کچھ دینا ”ہدیہ“ ہے اور کسی محتاج کو اللہ تعالیٰ سے تقرب کی نیت سے کوئی چیز دینا صدقہ (ناقلہ) ہے۔ (۲)

ہدیہ دینا مسنون ہے، آپ ﷺ اپنے صحابہ کو ہدایا دیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے ہدیہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو کہ یہ باہمی محبت و مودت کا باعث ہے تھاؤ و اتحابوا۔ (۳) — ہدیہ قبول کرنا بھی آپ ﷺ کی سنت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس کوئی کھانا آتا، اگر بتایا جاتا کہ صدقہ ہے تو اپنے رفقاء سے فرماتے کہ وہ کھائیں، اور اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو اظہار رغبت اور ہدیہ کرنے والے کی دل داری کے لئے لپک کر لیتے اور تناول فرماتے، ضرب بیدہ فاکل معہم۔ (۴) حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا جو حضرت عائشہ کی باندی تھیں، کے پاس صدقہ کا گوشت تھا، آپ ﷺ نے اسے تناول فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ وہ ان کیلئے صدقہ ہے، اور جب ان کے واسطے سے مجھ تک پہنچا تو میرے لئے ہدیہ ہے، (۵) چنانچہ انبیاء کے لئے صدقہ حرام ہے، لیکن ہدیہ جائز ہے۔ (۶)

ہدیہ کے آداب میں سے یہ ہے کہ جو چیز ہدیہ کی جائے خواہ وہ مقدار میں کم اور کیفیت کے اعتبار سے معمولی ہو، پھر بھی پوری رغبت اور دل داری کے ساتھ اسے قبول کیا جائے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص مجھے بکری کے گھر پر بھی دعوت دے تو میں اسے قبول کروں گا، (۷) آپ ﷺ کو لوگوں کی دل داری کا اتنا خیال ہوتا کہ حضرت ابو جہم رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو ایک چادر بھیجی جو منقش تھی، اس کے دیدہ زیب نقوش کی وجہ سے نماز میں کسی قدر آپ ﷺ کی توجہ بٹ گئی، آپ نے وہ چادر واپس فرمادی، انہی کے پاس ایک معمولی چادر تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بدلہ میں مجھے وہ چادر دے دو (۸) تا کہ چادر واپس کرنے کی وجہ سے ان کی دل شکنی نہ ہو۔

ہدیہ واپس کرنا

یوں تو عام ہدیہ کو واپس کرنا بھی مناسب نہیں کہ اس سے ہدیہ کرنے والے کی دل آزاری ہوتی ہے، لیکن خاص طور پر تین تحفوں کو واپس کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا: بکلیہ، خوشبو، اور دودھ (۹) — علامہ طیبی نے لکھا ہے کہ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان اشیاء سے مہمان کا اکرام کیا جانا چاہئے۔

واعظ و مفتی اور امام کے لئے ہدیہ

جہاں اور لوگوں کے لئے ہدیہ لینا جائز ہے، وہیں واعظ اور مفتی کے لئے بھی ہدیہ قبول کرنا جائز ہے، بعض حضرات نے ”امام“ کے لئے بھی ہدیہ قبول کرنے کو جائز قرار دیا ہے، (۱۰) امام سے امام

(۲) المغنی ۲/۵، کتاب الہبة والعطیة

(۳) بخاری ۳۵۰/۱

(۴) المغنی ۲/۲

(۸) موطاء للامام مالک ۳۳، بخاری ۱۰۳/۱

(۹) شمائل ترمذی عن ابن عمر بسند حسن ۱۲، الجامع الصغیر مع الفیض ۳۱۰/۳

(۱۰) درمختار ۳۱/۳

غیر مسلموں کو ہدیہ

مشرک کو ہدیہ دینا اور مشرک سے ہدیہ قبول کرنا دونوں صورتیں جائز ہیں، امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں ان دونوں مسائل کو الگ الگ عنوان کے تحت ایک ہی جگہ ذکر فرمایا ہے، مشرکین کو ہدیہ دینے پر اس آیت سے استدلال کیا ہے جس میں امن پسند پر مشرکین کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کا حکم دیا گیا ہے، (الممتحنۃ : ۸) نیز اس روایت سے کہ جب حضرت اسماءؓ کی والدہ آئیں اور وہ مشرک تھیں، حضرت اسماءؓ نے ان کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے؟ تو آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا، بخاریؒ نے حضرت عمرؓ کے اس عمل سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک حلہ اُن کو عطا فرمایا اور انہوں نے وہ اپنے کافر رضاعی بھائی عثمان بن حنیف جو مکہ میں مقیم تھے، کو عطا فرما دیا، (۵) اس کے علاوہ غزوہ بدر کے موقع سے قیدیوں کو نئے کپڑے دینا اور مختلف مواقع پر اسلام کی ترغیب کی غرض سے غیر مسلموں کو تحائف دینا متعدد روایات میں مذکور ہے۔

غیر مسلموں کا ہدیہ

اسی طرح مشرکین کا تحفہ قبول کرنا بھی جائز ہے، آنحضور ﷺ نے ملکہ ایلہ سے نخر اور چادر کا تحفہ قبول فرمایا ہے، دومۃ الجندل نامی مقام کے فرماں روا اُکیدر نے ایک ریشمی جبہ پیش کیا، آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایا (۶) اس وقت تک مردوں کے لئے ریشم کی ممانعت نہیں ہوئی تھی، بخاریؒ نے اس پر ایک یہودی خاتون کی طرف سے حضور ﷺ کی دعوت اور زہر آلود گوشت کھلانے سے بھی استدلال کیا ہے (۷) اور اس واقعہ سے بھی کہ بادشاہ مصر نے

مسلمین کی طرف ذہن جاتا ہے، لیکن شامی نے قاضی خان سے نقل کیا ہے کہ امام سے امام مسجد مراد ہے، امام المسلمین کا تحفہ قبول کرنا ان ہی صورتوں میں جائز ہے جن صورتوں میں قاضی تحفہ قبول کر سکتا ہے (۱) — اسی طرح مفتی کے لئے بھی اس وقت تحفہ قبول کرنا جائز ہے جب کہ مستفتی اس سے فائدہ اٹھانے کا خواہش مند نہ ہو، اگر تحفہ دے کر مستفتی مفتی کا استحصال کرنا چاہتا ہو تو ایسا تحفہ قبول کرنا درست نہیں۔ (۲)

قاضی اور تحفہ

قاضی اور وہ تمام لوگ جو کوئی ایسے منصب پر فائز ہوں جن سے عام لوگوں کے مفادات متعلق ہوں، ان کے لئے مخصوص صورتوں میں ہی تحفہ قبول کرنے کی گنجائش ہے، ایک تو اپنے قریبی محرم رشتہ داروں سے، دوسرے ان لوگوں سے جو اس کے اس عہدہ پر فائز ہونے سے پہلے بھی اسے تحفے دیا کرتے تھے، بشرطیکہ وہ اپنے گذشتہ معمول کے بقدر ہی تحفہ دیا کریں، اور اس کا مقدمہ اس قاضی کی عدالت میں اس عہدیدار کے زیر غور نہ ہو، تیسرے اپنے سے اونچے عہدیداروں کے تحفے، کہ جو لوگ تحفہ دے رہے ہوں ان کو بظاہر اس سے نفع کی توقع نہ ہو، عام لوگ، اسی طرح قاضی کیلئے مقدمہ کے فریق اور عہدیداروں کے لئے اپنے عہدہ سے متعلق حاجت مندوں کا تحفہ قبول کرنا جائز نہیں، بلکہ یہ رشوت کے حکم میں ہے، (۳) اسی طرح مقروض قرض دہندہ کو تحفہ دے حالانکہ پہلے وہ نہیں دیتا تھا یا معمول کی مقدار سے زیادہ دے تو یہ بھی رشوت ہی کے حکم میں ہے۔ (۴)

(۲) حوالہ سابق ۳۱۱/۳

(۳) رد المحتار ۳۱۱/۳

(۶) بخاری مع الفتح ۲۷۲/۵

(۱) درمختار ۳۱۱/۳

(۳) درمختار و رد المحتار ۳۱۱/۳، المغنی ۱۱۷/۱۰

(۵) بخاری و فتح الباری ۲۷۵-۲۶۵

(۷) حوالہ سابق

(۲) اگر اس کی آمدنی کا اغلب حصہ حرام ہو اور اس بات کی وضاحت نہ ہو کہ ہدیہ میں جو مال دیا جا رہا ہے وہ حرام ہے یا حلال، تو اس کا قبول کرنا جائز نہیں۔

(۳) اگر ایسا شخص اس وضاحت کے ساتھ ہدیہ دے کہ میں یہ ہدیہ مال حلال میں سے دے رہا ہوں تو ایسا ہدیہ قبول کرنے کی گنجائش ہے۔

(۴) اگر کسی کی آمدنی کا غالب حصہ حلال ہو اور ہدیہ کے بارے میں یہ وضاحت نہ ہو کہ یہ مال حلال سے ہے یا حرام سے؟ تو ایسے شخص کا ہدیہ قبول کرنے کی گنجائش ہے۔

(۵) اگر ایسے شخص کے ہدیہ کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ یہ مال حرام سے ہے، تو اس ہدیہ کا قبول کرنا جائز نہیں۔ (۴)

ہرہ

ہرہ کے معنی بلی کے ہیں، اکثر فقہاء کے نزدیک بلی پاک ہے، اس لئے اس کا جھوٹا بھی پاک ہے، بلی کے جھوٹے سے وضو بھی کیا جاسکتا ہے، اور اسے پیا بھی جاسکتا ہے، (۵) البتہ اگر بلی نے کوئی ناپاک چیز کھائی ہو اور بلا تاخیر پانی پیا ہو، تو بعض فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس خاص صورت میں پانی ناپاک ہو جائے گا، (۶) فقہاء حنفیہ میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی بلی کا جھوٹا بلا کراہت پاک ہے، (۷) — امام ابو حنیفہؒ کی رائے میں کسی قدر تفصیل ہے، اور وہ یہ کہ :

☆ اگر اس نے کوئی ناپاک چیز کھائی جیسے چوہا کھایا، اور پھر فوراً پانی پیا، تو پانی ناپاک ہو جائے گا، اگر کسی قدر ٹھہر کر پیا تو ناپاک نہیں ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہدیہ حضرت ہاجرہؓ کی پیشکش کی تھی جسے آپ ﷺ نے قبول فرمایا (۱) مشرکین کے تحائف قبول کرنے کی اور بھی روایات موجود ہیں — البتہ ابوداؤد اور ترمذی کی اس روایت سے شبہ پیدا ہوتا ہے، کہ ایک مشرک نے تحفہ اونٹنی پیش کی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم مسلمان ہو چکے ہو؟ اس نے نفی میں جواب دیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مشرکین کے عطیات سے منع کیا گیا ہے، (۲) اہل علم نے ان تضادات کو دور کرنے کے لئے مختلف توجیہات کی ہیں، (۳) لیکن خیال ہوتا ہے، کہ آپ ﷺ کا تحفہ قبول کرنا اور نہ کرنا دعوتی اور تبلیغی مصلحت سے متعلق تھا، جن لوگوں کے بارے میں آپ ﷺ یہ خیال فرماتے کہ ان کا ہدیہ قبول کر لینے کی وجہ سے اسلام کے تئیں ان کی موانست بڑھے گی، ان کا تحفہ آپ ﷺ قبول فرمالیتے، اور جن کے بارے میں اندازہ ہوتا کہ تحفہ قبول نہ کرنے کی وجہ سے ان کی محبت اس بات پر مجبور کر دے گی کہ اسلام قبول کرے، کیونکہ بعض اوقات تشبیہ و توخ ہی زیادہ اثر انداز ہوتی ہے، تو ان کا ہدیہ رد فرمادیتے، ویسے فی نفسہ آپ ﷺ غیر مسلموں کے تحائف کو جائز سمجھتے تھے، اگرنا جائز سمجھتے تو کسی بھی صورت میں ان کا تحفہ قبول نہیں فرماتے۔

اگر ہدیہ دینے والے کے پاس مال حرام ہو؟

اگر تحفہ دینے والے کی آمدنی حرام ہو، یا اس میں حرام کی آمیزش ہو تو ایسی صورت میں تحفہ قبول کرنے کی بابت حسب ذیل تفصیل ہے :

(۱) اگر پورا ذریعہ آمدنی ہی حرام ہو تو ایسے شخص کا تحفہ قبول کرنا جائز نہیں۔

(۱) بخاری مع الفتح ۲۷۲/۵

(۲) دیکھئے: فتح الباری ۲۷۳/۵

(۳) الافصاح لابن ہبیرہ ۶۵/۱، المغنی ۷۰/۱، (بہ تحقیق دکتور ترکی وغیرہ)

(۴) بدائع الصنائع ۲۰۴/۱، (محقق نسخہ)

(۲) حوالہ سابق

(۳) دیکھئے: ہندیہ ۲۳۲-۲۳۵، ابواب الہدایا والضيافات

(۶) المغنی ۷۰/۱

چونکہ بلی پاک ہے، اس لئے اگر شرعی طریقہ پر اُسے ذبح کیا جائے یا اس کے چمڑے کو دباغت دے دی جائے تو اس کا چمڑا پاک ہوگا، (۵) جو حکم جھوٹے کا ہے وہی حکم پسینے اور آنکھ سے نکلنے والی رطوبت نیز لعاب کا بھی ہے، اس لئے بلی سے متعلق یہ چیزیں بھی مکروہ ہوں گی۔ (۶)

ہرم

(بہت بوڑھا)

ہرم (”ہ“ اور ”ر“ پر زبر) کے معنی انتہائی بڑھاپے کے ہیں، اسی سے ہرم (”ہ“ پر زبر اور ”ر“ پر زیر) کا لفظ ماخوذ ہے، جس کے معنی بہت بوڑھے کے ہیں۔ جو لوگ کسی عذر سے دو چار ہوں، ان کے لئے احکام شریعت میں خصوصی رعایتیں رکھی گئی ہیں، چنانچہ بوڑھے ضعیف شخص کیلئے بھی اس کی مجبوری کے لحاظ سے احکام میں سہولتیں ہیں، کثرت عمر کی وجہ سے بار بار ناقض وضوء پیش آتا ہو، پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو، نماز کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو، روزہ رکھنے کی قدرت سے محروم ہو، حج کے لئے سفر نہ کر سکتا ہو، ان تمام صورتوں سے متعلق احکام اپنی اپنی جگہ مذکور ہو چکے ہیں، انھیں متعلق مقامات پر دیکھا جاسکتا ہے۔

ہزل

”ہزل“ کے معنی ہنسی کھیل میں کوئی بات کہنے کے ہیں، ہزل کی اصطلاحی تعریف یہ کہ کسی لفظ کو بول کر نہ اس کا معنی حقیقی مراد لیا جائے اور نہ مجازی، اس کے مقابلہ میں ”جد“ (ج پر زیر) کا لفظ ہے۔ (۷)

جن امور میں مزاح بھی ارادہ کے حکم میں ہے

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان

☆ اگر سوائے بلی کے جھوٹے پانی کے کوئی اور پانی موجود نہ ہو، تو اس پانی میں کوئی کراہت نہیں، نہ پینے میں کراہت ہے، اور نہ وضوء کرنے میں، اگر اس کے علاوہ دوسرا پانی بھی موجود ہو تو اس کا استعمال وضوء، پینے یا پکانے میں مکروہ ہے، البتہ اس کی کراہت تزیہی ہے، یعنی معمولی درجہ کی کراہت ہے۔

☆ بلی کسی انسان کے ہاتھ کو چاٹ لے، تو دھوئے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

☆ کھانے کی چیز میں سے کھالے تو محتاج و ضرورت مند کے لئے تو اس کے کھالینے میں کوئی قباحت نہیں، لیکن جو محتاج نہ ہو، اس کے لئے اس کا جھوٹا کھانا پینا مکروہ ہے۔ (۱)

حنفیہ کے نزدیک اس کے مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کتے کے منہ ڈالنے سے برتن تین دفعہ دھویا جائے، اور بلی کے منہ ڈالنے سے ایک دفعہ، (۲) ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بلی ایسے جانوروں میں ہے جو تم پر آمد و رفت کرتی ہے، اس لئے ناپاک نہیں، انہا لیست بنجس انہا من الطوافین علیکم والطوافات. (۳) اس حدیث سے اس امر کا اشارہ ملتا ہے کہ بلی کے جھوٹے کو تو اصل میں ناپاک ہونا چاہئے تھا، البتہ دشواری کی وجہ سے شریعت میں اسے ناپاک قرار نہیں دیا گیا، تو کم سے کم کراہت تو ہونی ہی چاہئے، اسی لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جنگلی بلی جو عام طور پر آبادی میں نہیں رہتی، اور پالتو نہیں ہوتی، اس کا جھوٹا بہ کثرت آمد و رفت کی علت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے ناپاک ہے، الہرة البرية سورہا نجس لفقدا علة الطواف فیہا. (۴)

(۱) ملخص از: مراقی الفلاح و حاشیة الطحطاوی ۱۸، بدائع الصنائع ۲۰۵/۱-۲۰۴

(۲) ترمذی، باب ماجاء فی سؤر الکلب، حدیث نمبر ۹۱

(۳) ابوداؤد، باب سؤر الہرة

(۵) الہدایة ۴۰/۱

(۷) رد المحتار ۴۲۴/۲

(۴) طحطاوی ۱۸

(۶) البحر الرائق ۲۲۱/۱

لفظ ہے (۸) چونکہ عام طور پر چودہویں کے شب میں چاند اپنی روشنی کے اعتبار سے مکمل حجم کا نظر آتا ہے، اس لئے چودہویں کے چاند کو بدر کہا جاتا ہے۔

چاند دیکھنے کا حکم

حنفیہ نے صراحت کی ہے، کہ انتیس شعبان کو چاند دیکھنا واجب ہے، (۹) کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے لئے شعبان کے چاند کا اہتمام کرو، احصوا ہلال شعبان لرمضان، (۱۰) یوں بھی اس کا واجب ہونا ظاہر ہے؛ کیونکہ جو چیز کسی واجب کا سبب ہو وہ خود بھی واجب کے درجہ میں ہوتی ہے، البتہ چونکہ بعض افراد کا چاند دیکھنا دوسرے لوگوں کے روزہ رکھنے کے لئے کافی ہو جاتا ہے، اس لئے یہ واجب علی الکفایہ ہے، ہر ہر فرد پر شخصی وجوب نہیں — علامہ ابن قدامہ نے اس کو مستحب لکھا ہے، (۱۱) بظاہر اس سے ”استحباب علی العین“ مراد ہے، یعنی ہر شخص کیلئے شخصی طور پر چاند دیکھنا مستحب ہے، اور اجتماعی حیثیت سے واجب۔

جن مہینوں سے اسلامی عبادت متعلق ہے جیسے رمضان، شوال اور عید الاضحیٰ، ان کے لئے تو چاند دیکھنا واجب علی الکفایہ ہے اور جن مہینوں سے کوئی نفل عبادت متعلق ہو جیسے شعبان، (پندرہ شعبان کا روزہ) محرم، (یوم عاشوراء کا روزہ) تو ان کا چاند دیکھنا بھی مسنون ہوگا، کیونکہ اسی کے ذریعہ ان سنتوں کو انجام دیا جاسکتا ہے، پس چونکہ ہر ماہ میں ایام بیض (تیرہ، چودہ، پندرہ ہلالی تاریخ) میں

کا ارادہ بھی ارادہ ہے، اور اس بات کو ہنسی کھیل میں کہنا بھی ارادہ ہی کے درجہ میں ہے، نکاح، طلاق اور رجعت (۱) یعنی کوئی شخص ازراہ مذاق نکاح کا ایجاب و قبول کر لے یا اپنی بیوی کو طلاق دیدے یا جس بیوی کو طلاق رجعی دے چکا ہے اس کو لوٹالے تو نکاح ہو جائے گا، طلاق واقع ہو جائے گی اور رجعت درست قرار پائی گی، نکاح اور طلاق کے باب میں تو یہ مسئلہ متفق علیہ ہے (۲) حنفیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ہزل کے ساتھ کی گئی رجعت بھی معتبر ہے اور وہ عورت اس کیلئے حلال ہے، (۳) لیکن حضرات مالکیہ کے نزدیک ازراہ ہزل رجعت کے الفاظ کہنے سے صرف رجعت کے ظاہری احکام ہی مرتب ہوں گے اور قاضی نفقہ مرد پر واجب قرار دے گا، زوجیت کے باطنی احکام مرتب نہ ہوں گے، یعنی مرد و عورت کے لئے ایک دوسرے سے مقاربت درست نہیں ہوگی جب تک کہ مرد سنجیدہ طور پر رجعت نہیں کر لے۔ (۴)

بعض روایتوں میں نکاح و طلاق کے ساتھ رجعت کی بجائے ”عشق“ کا لفظ آیا ہے، (۵) یعنی اگر کوئی شخص ازراہ ہزل بھی اپنے غلام یا باندی کو کہہ دے کہ وہ آزاد ہے، تو وہ آزاد ہو جائے گا یہی حضرات فقہاء کی رائے ہے۔ (۶)

ہلال

ہلال پہلی تاریخ سے لے کر سات تاریخ تک اور چھبیس و ستائیس تاریخ کے چاند کو کہتے ہیں، باقی پورے مہینے کے چاند کو ”قمر“ کہا جاتا ہے، (۷) خوب روشن اور بھرپور چاند کے لئے ”بدر“ کا

(۱) ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ عن ابی ہریرہ، الجامع الصغیر مع الفیض ۳۰۰/۳

(۲) فیض القدیر للمناوی ۳۰۰/۳

(۳) الجامع الصغیر مع الفیض ۳۱۱/۳، بحوالہ طبرانی

(۴) القاموس المحيط ۱۲۸۳

(۵) فتح القدیر ۲۳۲/۲

(۶) المغنی ۲/۳

(۷) دیکھئے: رد المحتار ۲۲۳/۲، بدائع الصنائع ۱۰/۳

(۸) الشرح الصغیر وحاشیہ صاوی ۶۰۶/۲

(۹) الدر مع الرد ۳۸۶/۵، الدر مع الرد ۳۹۷/۵

(۱۰) حوالہ سابق ۳۳۳

(۱۱) ترمذی ۱۲۸/۱

روزہ کی خصوصی اہمیت اور اس کا باعث ثواب ہونا ثابت ہے، اس لئے درحقیقت تمام ہی مہینوں کا چاند یکھانی الجملہ مسنون یا کم سے کم مستحب ہونا چاہئے۔

چاند یکھنے کی دعا

رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب بھی کوئی ایسی بات پیش آتی جو لوگوں کو متوجہ کرنے والی ہو، تو آپ ﷺ اس موقعہ کو اللہ کے ذکر سے جوڑ دیتے تاکہ یہ ان کے لئے تذکیر کا باعث ہو جائے، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، کہ آپ ﷺ جب چاند یکھتے تو یہ دعا پڑھتے :

اللہ اکبر! اللہم اہلہ علینا بالامن
والایمان والسلامة والاسلام والتوفیق
لماتحب وترضی ربی وربک اللہ . (۱)
اللہ اکبر! اے اللہ! ہم پر اس چاند کو امن و ایمان
اور سلامتی و اسلام، نیز اس چیز کی توفیق کے ساتھ
طلوع فرما جسے آپ پسند فرماتے ہیں، اور جس
میں آپ کی خوشنودی ہے (اے چاند!) میرا اور
تیرا پروردگار اللہ ہے۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ نئے چاند کی طرف اشارہ کیا کرتے تھے، اسی لئے حنفیہ نے لکھا ہے کہ چاند یکھتے وقت اس کی طرف اشارہ کرنا مکروہ ہے، (۲) اور شامی نے لکھا ہے، کہ یہ کراہت تزیہی ہے۔ (۳)

چاند یکھنے سے روزہ و عید وغیرہ کا تعلق

اسلام کا مزاج یہ ہے کہ اس نے عبادات کو ایسی علامتوں

سے متعلق رکھا ہے، جن کا دریافت کرنا آسان اور سہل ہو، اسی لئے نماز کے اوقات، صبح کے طلوع ہونے، سورج کے ڈوبنے ڈھلنے، سائے کے بڑے یا چھوٹے ہونے سے متعلق رکھے گئے کہ پڑھا لکھا آدمی ہو یا جاہل، شہر کی رونقوں میں بستا ہو، یا ویرانوں میں آباد ہو، اور امیر ہو یا غریب، ہر ایک کے لئے ان علامتوں کا ادراک اور اوقات نماز سے آگہی دشوار نہیں، اسی طرح شریعت نے رمضان، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام حج کو چاند یکھنے سے متعلق رکھا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب چاند یکھو تو روزہ رکھو، چاند یکھ کر ہی عید الفطر کرو اور اگر بدلی چھا جائے تو تیس (۳۰) دن پورے کرو۔ (۴)

اس لئے جمہور فقہاء کے نزدیک چاند کے مسئلہ میں فلکیاتی حساب اور علم نجوم کا اعتبار نہیں، حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں یہ مسئلہ قریب قریب متفق علیہ ہے، (۵) البتہ شوافع کے یہاں ایک قول کے مطابق اگر مطلع ابر آلود ہو تو علم فلکیات کی رو سے چاند کے بارے میں فیصلہ کیا جاسکتا ہے، لیکن خود حضرات شوافع کے نزدیک بھی قول صحیح کے مطابق اس کا اعتبار نہیں، (۶)۔ آج کل فلکیات کا فن زیادہ ترقی کر گیا ہے اور افق پر کب چاند کی پیدائش ہوگی اور اپنی عمر کے لحاظ سے غروب آفتاب کے وقت وہ دیکھے جانے کے لائق رہے گا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں بہت حد تک صحیح پیشین گوئی کی صلاحیت وہ حاصل کر چکا ہے، لہذا فی زمانہ اس سے اس قدر مدد لی جاسکتی ہے کہ ماہرین فلکیات جس دن چاند نظر آنے کو ناممکن قرار دیں، اس دن کافی شہادت کے بغیر طلوع ہلال کا فیصلہ نہ کیا جائے۔

رویت ہلال کا ثبوت

رویت ہلال کے سلسلہ میں چند باتیں قابل ذکر ہیں :

- (۲) درمختار ۹۷/۲
- (۳) اللؤلؤ والمرجان ۳۶۲
- (۶) دیکھئے: شرح مہذب ۲۸۰/۶

- (۱) المغنی ۵/۳
- (۳) ردالمحتار ۹۷/۲
- (۵) طحطاوی مع مراقی الفلاح ۳۵۸، الشرح الصغیر ۶۸۵/۱

اول رمضان اور عید الفطر وغیرہ کے لئے رویت ہلال ثابت ہونے کا نصاب، دوسرے اختلاف مطلع کا اعتبار ہے یا نہیں؟..... رویت ہلال کیوں کر ثابت ہوگا؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے نقاط نظر میں خاصا اختلاف ہے۔

حنفیہ کا نقطہ نظر

حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ :

(۱) اگر مطلع صاف ہو، ابر وغیرہ کی وجہ سے ڈھکا ہوا نہ ہو، تو ایک بڑے مجمع کا چاند دیکھنے کی شہادت دینا ضروری ہے، رمضان کا چاند ہو یا عید کا یا کسی اور ماہ کا، بڑے مجمع سے کیا مراد ہے؟ خود اس میں بھی مشائخ حنفیہ کی رائے خاصی مختلف ہے، دو چار آدمی سے لے کر ایک ہزار تک کا ذکر فقہاء نے کیا ہے، لیکن دراصل یہ مسئلہ بھی احوال زمانہ سے متعلق ہے، اسی لئے طحاوی اور حکنفی وغیرہ نے اس کو امام اور قاضی کی رائے پر موقوف رکھا ہے، امام ابو حنیفہ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ دو آدمیوں کی خبر بھی اس صورت میں چاند کے ثبوت کے لئے کافی ہے اور علامہ ابن نجیم مصری نے اپنے زمانہ میں لوگوں کی سستی اور تغافل کو دیکھتے ہوئے اسی قول پر فتویٰ دیا ہے، (۱) — غرض اتنے لوگوں کی طرف سے چاند دیکھنے کی اطلاع آجائے کہ اس خبر کے صحیح ہونے کا غالب گمان ہو جائے، اس طرح مطلع صاف ہونے کی صورت میں رویت ہلال ثابت ہوگا۔

(۲) اگر مطلع ابر آلود ہو تو رمضان کے چاند کے لئے ایک معتبر آدمی کی گواہی کافی ہوگی، معتبر (عادل) سے ایسا شخص مراد ہے جس کی نیکیاں برائیوں سے زیادہ ہوں، اسی طرح ایسا شخص جس کا عادل یا فاسق ہونا معلوم نہ ہو، جس کو اصطلاح میں ”مستور“ کہا

جاتا ہے، قریب البلوغ کی شہادت بھی کافی نہیں، اگر ایسے شخص نے خود چاند نہ دیکھا ہو، لیکن وہ کسی دوسرے معتبر آدمی کے بارے میں شہادت دے کہ اس نے اس کے سامنے چاند دیکھنے کا اقرار کیا ہے، تو ایسی خبر بھی معتبر ہوگی۔ (۲)

چاند دیکھنے والے پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ قاضی اور ذمہ دار کو چاند دیکھنے کی اطلاع صبح ہونے سے پہلے پہلے دیدے تاکہ وہ بر وقت فیصلہ کر سکے بلکہ پردہ نشین خواتین اپنے ولی کی اجازت کے بغیر بھی اس کی شہادت دے سکتی ہیں؛ کیونکہ یہ فرض عین ہے۔ (۳)

(۳) اگر آسمان ابر آلود ہو تو رمضان کے علاوہ مہینوں، شوال، ذوالحجہ وغیرہ میں نصاب شہادت ضروری ہے یعنی دو آزاد، عاقل و بالغ مسلمان مرد یا ایک مرد یا دو عورتیں چاند دیکھنے کی شہادت دیں، شہادت گواہی کے لفظ سے دی جائے، اصل میں تو چاند کا فیصلہ قاضی یا اس کے قائم مقام رویت ہلال کمیٹی کو کرنا چاہئے، لیکن اگر وہاں قاضی شریعت یا رویت ہلال کمیٹی موجود نہ ہو تو عام لوگ بھی اس کی اطلاع پر عید کر سکتے ہیں۔ (۴)

(۴) اصول شرعیہ کے مطابق جب رمضان کے چاند کی رویت ثابت ہو جائے اور انتیس تاریخ کو چاند نظر نہیں آئے تو تیس روزے پورے کئے جائیں گے، کیونکہ آپ ﷺ نے یہ اصول متعین فرمادیا کہ مہینہ انتیس یا تیس دن کا ہوگا — سوال یہ ہے کہ اگر دو آدمیوں کی شہادت کی وجہ سے رمضان المبارک کے چاند کا فیصلہ کیا گیا، رمضان کی تیس تاریخ کو مطلع بالکل صاف تھا، اس کے باوجود چاند نظر نہیں آیا تو کیا تیس دن پورے ہو جانے کی وجہ سے اگلے دن عید الفطر کا ہوگا؟ بعض مشائخ کی رائے ہے کہ اگلے دن روزہ رکھا جائے گا، کیونکہ مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہ

(۲) مراقی الفلاح و طحاوی ۳۵۸

(۳) مراقی الفلاح ۳۵۹

(۱) دیکھئے: طحاوی ۳۵۹، رد المحتار ۹۲۲-۹۲۳

(۳) مراقی الفلاح ۳۵۸

آنا اس بات کی دلیل ہے کہ رمضان کا فیصلہ غلط شہادت پر مبنی تھا، لیکن اکثر مشائخ کے نزدیک ایسی صورت میں اگلا دن عید کا ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے، کیونکہ جب رمضان کے چاند کی شرعی شہادت موجود ہے تو یہ چاند دیکھنے کے درجہ میں ہے، لہذا تیس دن گزرنے کے بعد ماہ رمضان کو ختم تصور کیا جائے گا۔ (۱)

(۵) دن کے وقت نظر آنے والے چاند کا اعتبار نہیں، چاہے زوال سے پہلے دیکھا ہو یا اس کے بعد، بعض حضرات کا خیال ہے زوال سے پہلے نظر آنے والا چاند گذشتہ دن کا چاند متصور ہوگا۔

مالکیہ کی رائے

مالکیہ کے نزدیک رویت ہلال کے ثبوت کی تین صورتیں ہیں۔ (۲)

(۱) اول یہ کہ ایسی جماعت رویت کی اطلاع دے کہ بظاہر ان سب کا جھوٹ پر اتفاق ممکن نہ ہو، یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ خبر دینے والے عادل مرد اور آزاد ہوں، ایسی خبر سے رمضان کے چاند کی رویت بھی ثابت ہوگی اور عید الفطر وغیرہ کی بھی۔

(۲) دو عادل مردوں کی گواہی سے، چاہے مطلع صاف ہو یا ابر آلود، اور رمضان کا چاند ہو یا عید کا — البتہ ایسی صورت میں اگر رمضان کے تیس ویں دن مطلع صاف ہو اور چاند نظر نہیں آئے تو اکتیس ویں دن بھی روزہ رکھنا ہوگا اور رمضان کی شہادت کو جھوٹی شہادت تصور کیا جائے گا۔

(۳) ایک عادل مرد چاند کی شہادت دے، ایسی شہادت خود اس کے حق میں اور ان لوگوں کے حق میں معتبر ہوگی جن کو چاند دیکھنے کا اہتمام نہیں، جو لوگ چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے ہوں ان

کے حق میں یہ شہادت کافی نہیں اور نہ قاضی ایسی شہادت کی بناء پر رویت ہلال کا فیصلہ کرے گا، یہ حکم رمضان کے چاند کا ہے، ہاں اگر کوئی قاضی ایک شخص کی اطلاع کو رویت ہلال کے لئے کافی سمجھتا ہو، اور اس بنیاد پر اس نے رمضان ہونے کا فیصلہ کر دیا ہو، تو مالکیہ کے نزدیک صحیح تر قول کے مطابق اس کا فیصلہ تمام مسلمانوں کے لئے لازم العمل ہوگا (۳) — اس وضاحت سے یہ بات ظاہر ہے کہ جس مقام پر چاند دیکھنے کا اہتمام نہ کیا جاتا ہو، وہاں ایک شخص کی خبر بھی معتبر ہوگی۔ (۴)

(۴) البتہ تنہا ایک شخص کی شہادت عید الفطر کے سلسلہ میں خود اس کے حق میں بھی معتبر نہیں، یعنی اس کے لئے خود بھی روزہ افطار کرنا درست نہیں۔ (۵)

شوافع کا مسلک

شوافع کے نزدیک مطلع ابر آلود ہو یا صاف، ایک عادل مرد کی شہادت سے رمضان کے چاند کی رویت ثابت ہو جائے گی، عید کی رویت کے لئے دو عادل مردوں کی گواہی ضروری ہے، عورت کی گواہی اس باب میں معتبر نہیں، ایسے لوگ جو مستور الحال ہوں، یعنی ان کا عادل یا فاسق ہونا معلوم نہیں، وہ بھی عادل ہی کے حکم میں ہوں گے، اگر ایک شخص کی شہادت سے رمضان کی رویت ثابت ہوئی، لیکن تیس تاریخ کو مطلع صاف ہونے کی باوجود چاند نظر نہیں آیا تو گو شوافع کے یہاں اس بارے میں اختلاف ہے کہ اکتیس ویں تاریخ کو عید الفطر کی جائے یا نہیں؟ لیکن قول صحیح یہی ہے کہ اس دن عید الفطر ہوگی، کیونکہ رمضان کا فیصلہ دلیل شرعی کی بنیاد پر ہوا ہے اور ہم اسی کے مکلف ہیں۔ (۶)

(۴) الثمر الدانی ۲۹۲

(۶) شرح مہذب ۷۹۶-۷۷۵

(۳) الشرح الصغیر ۸۲۱-۷۸۳، مختصر خلیل ۶۷

(۵) الشرح الصغیر ۷۸۶/۱

حنابلہ کا نقطہ نظر

حنابلہ کے نزدیک ایک عادل مرد کی شہادت رمضان کی رویت ثابت ہونے کے لئے کافی ہے، مطلع ابراؤد ہو یا صاف، رویت ہلال کے ثبوت میں عورت کی شہادت معتبر ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حنابلہ سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں، اگر اس کی شہادت رد کر دی جائے جب بھی اس پر روزہ رکھنا واجب ہے۔

شوال وغیرہ میں رویت ہلال کے ثبوت کے لئے دو عادل مردوں کی شہادت ضروری ہے، البتہ اگر کوئی شخص عید کا چاند دیکھنے کا دعویٰ کرے، لیکن تنہا اس نے دیکھا ہو تو اس کے لئے اس دن روزہ افطار کرنا جائز نہیں، اگر دو شخص کی گواہی کی بنیاد پر رمضان کے چاند کا فیصلہ ہو اور اس لحاظ سے تیس تاریخ کو باوجود مطلع صاف ہونے کے چاند نظر نہیں آیا تو عید کی جائے گی، اور اگر ایک شخص کی اطلاع پر چاند کا فیصلہ ہوا تھا، تو ایسی صورت میں اکتیس ویں دن عید الفطر ہوگی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں امام احمدؒ سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں اور ابن قدامہؒ نے ان دونوں میں سے کسی کو ترجیح نہیں دیا ہے۔ (۱)

کیا اختلاف مطلع معتبر ہے؟

رویت ہلال سے متعلق ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس میں اختلاف مطلع کا اعتبار ہے، یا نہیں؟ یعنی اگر ایک شہر میں چاند دیکھا گیا اور دوسرا شہر اس سے بہت دوری پر واقع ہے، تو کیا ایک جگہ کی رویت اس کے علاوہ دوسری جگہ کے لئے کافی ہو جائے گی؟ — اس سلسلہ میں اختلاف ہے، اکثر فقہاء کے نزدیک اختلاف

مطلع کا کوئی اعتبار نہیں، دنیا میں کہیں بھی ایک جگہ رویت ہو جائے تو پوری دنیا میں اس کے مطابق عمل کیا جائے گا، حنفیہ کے نزدیک یہی قول صحیح ہے جس پر فتویٰ ہے، چنانچہ شرنبلالی نے لکھا ہے، کہ اگر اس کی وجہ سے بعض جگہ تیس روزے رکھنے پڑے اور بعض جگہ اکتیس، تو اکتیس روزہ رکھنے والوں کو ایک روزہ کی قضاء کرنی ہوگی، یہی رائے مالکیہ کی ہے، (۲) اور یہی نقطہ نظر حنابلہ کا ہے، (۳) فقہاء شوافع میں بھی صیمری کی یہی رائے ہے، اور قاضی ابوطیب اور دارمی وغیرہ متعدد فقہاء شوافع نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔ (۴)

حنفیہ میں صاحب تجرید اور بعض دوسرے مشائخ نے اختلاف مطلع کا اعتبار کیا ہے، طحاوی نے اسی کو اشبہ قرار دیا ہے، (۵) علامہ زیلعی بھی اسی کے مؤید ہیں، (۶) شوافع کے یہاں صحیح قول یہی ہے، ابواسحاق شیرازی، علامہ رافعی، امام نووی اور اکثر مشائخ شافعیہ نے اسی کو ترجیح دیا ہے، (۷) ان حضرات کی دلیل کریب کی روایت ہے کہ شام میں جمعہ کو چاند دیکھا گیا اور لوگ اسی دن سے روزہ رہے، مدینہ میں شنبہ کے دن چاند نظر آیا اور اسی لحاظ سے لوگ روزہ رکھ رہے تھے، جب کریب شام سے آئے اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو اس کی اطلاع کی تو آپؓ نے فرمایا کہ ہم لوگ تو شنبہ کے دن کے لحاظ سے ہی تیس دن پورے کریں گے، (۸) نیز اس کی نظیر اوقات نماز کا مسئلہ ہے، اگر ایک جگہ نماز کا وقت ہو گیا ہو اور دوسری جگہ نہیں ہوا، تو دوسری جگہ اس وقت نماز نہیں پڑھی جاتی، اسی طرح اگر ایک جگہ عید کا چاند نظر آیا اور دوسری جگہ نظر نہیں آیا، تو جہاں نظر نہیں آیا وہاں روزے شروع نہ ہونے چاہئیں..... حقیقت یہ ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور نقل و عقل دونوں سے قریب تر ہے۔

(۲) الشرح الصغير ۶۸۴/۱

(۳) شرح مہذب ۲۷۳/۶

(۶) درمختار وردالمختار ۹۶/۲

(۸) ترمذی شریف ۱/۱۲۸، ابوداؤد شریف ۱/۳۱۹، مسلم شریف ۱/۳۲۸

(۱) المغنی ۳۹۳-۳۸

(۳) المغنی ۵/۳

(۵) مراقی الفلاح وطحطاوی ۳۵۹

(۷) شرح مہذب ۲۷۳/۶

جائے جس میں علماء فقہ و ارباب افتاء بھی ضرور ہوں اور وہی رویت ہلال کا فیصلہ کریں۔

(۳) دیہات وغیرہ جہاں ایسی کمیٹیوں کا بھی بنایا جانا ممکن نہ ہو تو وہاں موجود علماء خود فیصلہ کریں، بقول مولانا عبدالحی لکھنویؒ ”العالم الثقة فی بلدة لا حاکم فیہا قائم مقامہ“۔ (۳)

تحریری اطلاع

تحریر کے ذریعہ کسی بات کی خبر و اطلاع میں دو باتیں اہم ہیں، ایک یہ کہ ایک تحریر اور دوسری تحریر کے درمیان غیر معمولی مماثلت ہوتی ہے اور جن لوگوں کو فنی مہارت حاصل ہو وہ نہایت آسانی اور چابکدستی کے ساتھ دوسروں کے خط کی نقل کر لیتے ہیں، فقہاء اسی کو اپنی زبان میں ”الخط یشبه الخط“ سے تعبیر کرتے ہیں، اور مجرد تحریر کو کسی بات کے ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں سمجھتے۔ دوسری طرف انسانی زندگی میں اس کے مواقع بکثرت آتے ہیں کہ آدمی کسی بات کی اطلاع دینے خود حاضر نہیں ہو سکتا اور قاصد کے ذریعہ ”نامہ رسائی“ کا سہارا لیتا ہے اور بے شمار معاملات اور کاروبار ہیں، جو اسی طرح طے پاتے ہیں۔

ان دو باتوں کے پیش نظر شریعت نے یہ راہ اختیار کی کہ کسی نزاعی امر کو ثابت کرنے کے لئے محض تحریر کافی نہیں، بلکہ یہ بات ضروری ہے کہ گواہ بھی ہوں، اور شریعت تحریر کو یکسر غیر معتبر بھی نہیں کہا، بلکہ خود قرآن نے کہا کہ جب تم قرض و ادھار کا کوئی معاملہ کرو تو لکھ لو، ظاہر ہے یہ لکھنے کی تلقین اس بات کا ثبوت ہے کہ تحریر ایک گونہ قابل اعتبار بھی ہے، اس کی تائید خود پیغمبر اسلام ﷺ کے تعامل سے ہوتی ہے، آپ ﷺ نے بادشاہوں کو خطوط لکھے، حضرت حکیم بن حزام کو زکوٰۃ کے احکام پر مشتمل خط روانہ فرمایا، یہ سب تحریر ہی تھی،

جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں، ان کے درمیان پھر اس سلسلہ میں اختلاف ہے، کہ ایک جگہ کی رویت کن حدود تک معتبر ہوگی؟ اس سلسلہ میں ایک قول یہ ہے کہ مسافت سفر کا اعتبار ہوگا، جس جگہ رویت ہوئی ہے وہاں سے مسافت سفر کے بقدر دوری پر واقع شہر کے لئے رویت معتبر نہ ہوگی، اگر خود اس شہر میں رویت نہ پائی گئی ہو، امام الحرمین، امام غزالیؒ اور علامہ بغوی وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، لیکن امام نوویؒ نے اس کو قواعد شریعت سے ناآہنگ قرار دیا ہے۔

دوسری رائے وہ ہے جسے مشائخ عراق وغیرہ نے اختیار کیا ہے کہ ایسی دو جگہوں میں سے ایک جگہ کی رویت دوسرے کے حق میں معتبر نہیں، جن کے مطلع الگ الگ ہوں، اور اس کی تعیین ظاہر ہے کہ ماہر فلکیات سے ہوگی، امام نوویؒ نے اسی کو ترجیح دیا ہے، (۱) اور یہی بات قرین عقل و نقل ہے، اور فی زمانہ اسی پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

ہندوستان میں رویت ہلال کا فیصلہ کون کرے؟

رویت ہلال کے ذیل میں بار بار قاضی یا امیر کے فیصلہ کرنے کا ذکر آیا ہے، ہندوستان یا اس جیسے ممالک جہاں مسلمانوں کی حکومت نہیں، وہاں رویت ہلال کا فیصلہ کرنے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) اول یہ کہ مسلمان بطور خود کسی مسلمان امیر کا انتخاب کریں یا باہمی رضامندی سے قاضی مقرر کر لیں اور وہ رویت ہلال اور مسلمانوں کے اجتماعی شرعی مسائل کا فیصلہ کرے، فتح القدیر، بحر، شامی وغیرہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔ (۲)

(۲) ایسا نہ ہو سکے تو اجتماعی طور پر رویت ہلال کمیٹی بنائی

(۲) البحر الرائق ۶/۲۶۱، (مکتبہ زکریا: دیوبند)

(۱) شرح مہذب ۲۷۶

(۳) عمدة الرعاية علی شرح الوقایہ ۳۰۹/۱

دکانداروں کے پاس جو بھی کھاتے ہوں اس پر بھی اعتماد کیا گیا ہے :

اما خط البیاع والصراف والسمسار فہو
حجة وان لم یکن معنونا مصدرا یعرف
ظاہرا بین الناس وکذا ما یکتب فی ما
بینہم یجب ان یكون حجة للعرف . (۳)
تاجر، صراف اور دلال کا نوشتہ سند ہے، اگرچہ اس
پر عنوان درج نہ ہو اور نہ تحریر ایسی باتوں پر مشتمل
ہو جو عام طور پر لوگوں کے درمیان مروج ہے،
اسی طرح وہ تحریریں جو لوگ آپس میں لکھتے ہیں،
ضروری ہے کہ عرف کے مطابق ان کو بھی سند تسلیم
کیا جائے۔

یہ احکام تو ان امور کی بابت ہیں جن کا تعلق بندوں کے حقوق
سے ہو، تو ظاہر ہے کہ رویت ہلال میں جس کا تعلق حقوق اللہ سے
ہے بدرجہ اولیٰ تحریر کا اعتبار ہونا چاہئے، البتہ ضروری ہوگا کہ خارجی
قرائن سے اس بات کا گمان غالب ہو جائے کہ یہ تحریر شخص مذکور ہی
کی ہے، اس طور پر کہ اس کی تحریر اچھی طرح ممتاز ہو، نامہ بر قابل
اعتماد ہو یا اس کی مہر وغیرہ مثبت ہو یا دستخط کی پوری طرح شناخت ہو
وغیرہ۔

پھر یہ ”تحریر“ شہادت اور گواہی کا کام نہیں دے سکتی بلکہ خبر کا
کام دے سکتی ہے، چاند کے معاملہ میں دو موقعوں پر خبر کا اعتبار ہے،
ایک تو مطلع ابر آلود ہو اور مسئلہ رمضان کے چاند کا ہو، یہاں ایک
معتبر آدمی کی خبر کافی ہوتی ہے، لہذا ایک معتبر آدمی کی تحریر کفایت کر
جائے گی، دوسرے جب مطلع صاف ہو تو خبر مستفیض کی ضرورت
پڑتی ہے، خبر مستفیض سے مراد ایک ایسی جماعت کی اطلاع ہے جن

اگر تحریر کا کوئی اعتبار نہ ہوتا تو دعوت اسلام اور احکام شرع کی تعلیم
جیسے اہم مسائل میں آپ ﷺ اس پر کیوں کر تکیہ کرتے؟ اس سے
یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تحریر کا اعتبار اس وقت ہوتا ہے جب
دوسرے قرائن سے اس بات کا غالب گمان ہو جائے کہ یہ تحریر واقعتاً
اسی شخص کی ہے جس کی طرف یہ منسوب ہے، بادشاہوں کے نام خطوط
پر آپ ﷺ کی مہر ثبت تھی اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے پاس یہ فرمان
ایک ثقہ صحابی کے ذریعہ پہنچا تھا، جو اس بات کا غالب گمان پیدا
کرنے کے لئے کافی تھا کہ یہ تحریر آپ ﷺ ہی کی جانب سے
ہے۔

چنانچہ فقہاء نے بھی اسی پر عمل کیا اور ایسی تمام صورتوں میں
تحریر کو معتبر قرار دیا جب خارجی قرائن سے یہ بات ثابت ہو جائے
کہ تحریر اسی شخص کی ہے جس کی طرف اس کی نسبت کی جا رہی ہے،
چنانچہ اسی قبیل سے فقہ کا وہ مشہور مسئلہ ہے کہ اگر ایک قاضی کو
دوسرے قاضی کے پاس اپنی تحریر بھیجی ہو تو وہ اس کو مہر بند کر کے اور
سنا کر دو اشخاص کے حوالے کر دے، یہ دو آدمی دوسرے قاضی کے
پاس پہنچ کر اس تحریر کے قاضی کی جانب سے ہونے کی شہادت دیں،
اب اس تحریر کا اعتبار ہوگا۔ (۱)

اسی طرح جو تحریر قاضی کے زیر نگین ہو فقہاء نے اس کو مستند
قرار دیا ہے :

ما یكون فی قمطرہ فہو تحت ختمہ یومن
علیہ من الزیادة والنقصان فحصل لہ
العلم بذالک . (۲)

جو (تحریر) قاضی کے بستہ میں ہے وہ اس کے زیر
نگین ہے اور کمی و زیادتی سے مامون ہے، لہذا اس
کی وجہ سے قاضی کو اس کا یقین حاصل ہوتا ہے۔

(۲) الہدایہ ۱۳۲/۳

(۱) مختصر القدوری ۲۵۵

(۳) الدر المختار ۳۹۷/۳

صاف نہ ہو اور عید کے چاند کا مسئلہ درپیش ہو تو چونکہ یہاں دو آدمیوں کی گواہی مطلوب ہے اور گواہی کے لئے تحریر کافی نہیں ہے، اس لئے اب محض خط کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، سوائے اس کے کہ اوپر ذکر کی گئی صورت کے مطابق وہ کسی ذمہ دار کے سامنے حاضر ہو کر شہادت دے اور قاضی شریعت یا رویت ہلال کمیٹی کو اس کی تحریری اطلاع دے دیں۔

ریڈیو اور ٹی وی کی خبر

ریڈیو اور ٹی وی سے اگر مبہم خبر دی جائے کہ فلاں جگہ چاند دیکھا گیا تو محض اس پر رویت ہلال کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، لیکن اگر رویت ہلال کمیٹی یا قاضی شریعت کی طرف نسبت کرتے ہوئے ریڈیو یا ٹی وی سے رویت ہلال کا اعلان کیا جائے تو یہ اطلاع معتبر ہوگی، جس علاقہ کی رویت ہلال کمیٹی یا قاضی شریعت اعلان کرے اس علاقہ کے لوگوں کے لئے یہ اعلان سلطان کے درجہ میں ہے اور ان کے لئے اس پر عمل کرنا واجب ہے، اور دوسرے علاقہ کے لوگوں کے لئے اس کی حیثیت فیصلہ کی نہیں بلکہ محض ایک خبر کی ہے، اس کے لئے ضروری نہیں کہ اعلان کرنے والا عادل بھی ہو، خبر منادی السلطان مقبول عد لا کان او فاسقا۔ (۲)

(رویت ہلال سے متعلق دیگر نئے مسائل کے لئے ملاحظہ ہو:

راقم الحروف کی تالیف: عبادات اور چند اہم جدید مسائل)۔

(کیڑے کھوڑے) **ہوام**

یہ ”ہامہ“ کی جمع ہے، کیڑے کھوڑے کے معنی آتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے طیبات یعنی پاکیزہ چیزوں کو حلال کیا ہے، اور خباث کو حرام (اعراف: ۱۵۷) اس لئے کیڑے کھوڑے جو خباث میں داخل ہیں، ان کا کھانا بالاتفاق حرام ہے، چونکہ ان سے کوئی نفع نہیں

کے بارے میں بے سرو پا اور جھوٹی باتوں پر اتفاق ناقابل تصور ہو، یہ بھی چونکہ خبر ہی ہے اس لئے اس معاملہ میں بھی مختلف تحریریں مل کر خبر مستفیض کا درجہ حاصل کر لیں گی، مثلاً کسی شہر سے دس پندرہ خطوط آئیں کہ وہ اور ان کے اہل شہر چاند دیکھ کر روزہ رکھ رہے ہیں تو اس کا اعتبار کر لیا جائے گا۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں :

واقعی در رویت ہلال شہرت اخبار معتبر است اگر از شہرے خبرے رسیدہ کہ بہ شب گذشتہ در آنجا رویت ہلال شدہ یا بوساطت تار برقی دریافت این امر شد، تا وقتے کہ شہرت آن نشود از تحریرات کثیرہ و اخبار عدیدہ معلوم نہ شود، اعتبار آن نباید ساخت۔ (۱)

واقعہ ہے کہ رویت ہلال میں خبروں کا مشہور ہونا معتبر ہے، اگر کسی شہر سے خبر پہنچے کہ گذشتہ شب وہاں چاند دیکھا گیا، یا تار کی وساطت سے اس امر کی اطلاع ملی تو جب تک کہ بہت سی تحریروں اور متعدد خبروں سے اس کی اطلاع نہ ہو جائے، اس کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔

اسی طرح اگر کوئی ذمہ دار مثلاً قاضی شریعت، رویت ہلال کمیٹی یا ان کی طرف سے نامزد مجاز افراد اپنے یہاں شہادت لے لیں اور پھر اس کی اطلاع قاضی شریعت وغیرہ کو کریں تو اس کا بھی اعتبار ہوگا، اس لئے کہ یہ شہادت نہیں ہے، بلکہ شہادت سے ثابت شدہ امر کی اطلاع ہے۔

البتہ تحریر کے ذریعہ شہادت معتبر نہیں ہے، اس لئے کہ گواہ کا قاضی کے سامنے حاضر ہونا اور رو برو آنا ضروری ہے، لہذا اگر مطلع

اٹھایا جاسکتا، اس لئے فقہاء نے ان کی خرید و فروخت کو بھی منع کیا ہے، اسی اصول کی بناء پر مچھر، بھڑ اور سانپ وغیرہ کی بیع کو فقہاء نے ناجائز کہا ہے، بلکہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک شہد مکھی کی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ریشم کے کیڑے کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں، امام محمد نے ان دونوں کو دوسرے کیڑوں سے مستثنیٰ رکھا ہے، اور ان کو قابل انتفاع قرار دے کر ان کی خرید و فروخت کو جائز قرار دیا ہے، (۱) — موجودہ زمانہ میں بہت سے کیڑے مکوڑے قابل انتفاع ہو گئے ہیں، خاص کر طبی اغراض کے لئے ان کا بہت ہی مفید استعمال ہوتا ہے، ایسی صورت میں ان میں سے قابل انتفاع کیڑوں کی خرید و فروخت جائز ہونی چاہئے، مثلاً سانپ ہی کی خرید و فروخت کے حرام ہونے پر قریب قریب اتفاق ہے، لیکن آج کل بعض زہریلے سانپوں کی چربی اور ان سے نکالا گیا زہر کچھ امراض کے لئے تریاق سمجھا جاتا ہے، اور ان سے نہایت ہی خطرناک امراض کا علاج کیا جاتا ہے، سانپ کے چمڑے بھی اب قابل دباغت ہو گئے ہیں، اور کافی قیمت میں فروخت ہوتے ہیں، اس لئے ظاہر ہے کہ ایسی چیزوں کو نا قابل انتفاع نہیں کہا جاسکتا۔ واللہ اعلم



(۱) دیکھئے: ہدایہ، فتح القدیر و عنایہ ۲۰۶-۲۱۹

رہی ہیں، اس پر سید العلماء علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنے مخصوص اسلوب میں بڑی جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، آپ کا یہ اقتباس پڑھنے کے لائق ہے :

آج دنیا کے شہر شہر میں یتیم خانے قائم ہیں، مگر اگر یہ سوال کیا جائے: کیا محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے بھی یہ بد قسمت گروہ اس نعمت سے آشنا تھا؟ تو تاریخ کی زبان سے جواب نفی میں ملے گا، اسلام پہلا مذہب ہے جس نے اس مظلوم فرقہ کی دادرسی کی، عرب پہلی سر زمین ہے جہاں کسی یتیم خانہ کی بنیاد پڑی اور اسلام کی حکومت دنیا کی پہلی حکومت ہے جس نے اس ذمہ داری کو محسوس کیا، اور عرب، مصر، شام، عراق، ہندوستان، جہاں راحت کے گھر بنائے ان کے وظیفے مقرر کئے، مکتب قائم کئے، جائدادیں وقف کیں اور دنیا میں ایک نئے انسٹی ٹیوٹ کی طرح ڈالی، اور قانوناً اپنے قاضیوں کا یہ فرض قرار دیا کہ وہ بے والی و سرپرست یتیموں کے سرپرست ہوں، ان کی جائدادوں کی نگرانی، ان کے معاملات کی دیکھ بھال اور ان کی شادی بیاہ کا انتظام کریں اور یہی وہ دستور ہے جس کی پیروی آج یورپ کے ملکوں میں کی جاتی ہے، اور لندن کے لارڈ میریا آرفنس کورٹ کے حکام مسلمان قاضیوں کے ان فرائض کی نقل کرتے ہیں۔ (۳)

(یتیموں سے متعلق فقہی احکام کے لئے ملاحظہ ہو: وصی،

ولایت، زکوٰۃ، اضحیہ وغیرہ)۔

یا قوت

”یا قوت“ ایک مخصوص قیمتی پتھر کو کہتے ہیں :

اگر کسی شخص کو اپنی زمین میں یا قوت کی کان مل جائے، تو اس میں کچھ واجب نہیں، لیکن اگر یا قوت کا دھینہ ہاتھ آئے، اور اس پر مسلم عہد حکومت سے پہلے کی علامتیں ہوں، تو اس میں پانچواں حصہ واجب ہوگا۔ انگلٹھی میں یا قوت کا نگینہ لگانا درست ہے۔ (۱)

یتیم

یتیم ”یتیم“ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی تنہا ہونے، منفرد ہونے اور باپ کے سایہ سے محروم ہونے کے ہیں اور جانور ہو تو ماں سے محروم ہونے کے ہیں، اسی سے ”یتیم“ کا لفظ ماخوذ ہے، جس سے مراد باپ سے محروم نابالغ بچے ہیں، اس کی جمع ایتام اور یتامی آتی ہے۔ (۲)

پیغمبر اسلام ﷺ جس عہد اور جس ماحول میں مبعوث ہوئے، اس میں سب سے زیادہ مظلوم تین طبقے تھے: یتیم، غلام اور خواتین، اس لئے آپ ﷺ نے ان تینوں طبقوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین جس کثرت کے ساتھ فرمائی ہے، شاید ہی کسی اور طبقہ کے بارے میں اس قدر تاکید فرمائی ہو، یتیمی کا داغ چونکہ آپ ﷺ نے خود بھی سہا تھا، اس لئے یقیناً یتیموں کی مشکلات اور دشواریوں کا آپ ﷺ کو پوری طرح اندازہ رہا ہوگا، اسی لئے احادیث میں بہت ہی عبرت خیز اور درد انگیز اسلوب میں یتیموں کے حقوق کی نگہداشت پر لوگوں کو متوجہ کیا گیا ہے، اور خود آیات قرآنی میں بھی یتیموں سے بدسلوکی کی مذمت ایسے دل پذیر اور اثر انگیز انداز پر فرمائی گئی ہے کہ دل تو دل، پتھر کی سل بھی پگھل جائے، یتیموں کے حقوق کی حفاظت کے سلسلہ میں اسلام کی جو خدمات

(۱) ردالمحتار مع الرد ۶۰۲/۹، کتاب الحظر والاباحۃ

(۲) القاموس المحيط ۱۵۱۳

(۳) سیرۃ النبی ۲۹۵/۶

ید

(ہاتھ)

”ید“ کے اصل معنی ہاتھ کے ہیں، اگر کوئی شخص کسی کا ہاتھ کاٹ ڈالے، یا ایسی ضرب لگائے کہ ہاتھ شل ہو جائے، تو اس پر پوری دیت واجب ہوگی، اگر پہلے سے ہاتھ شل ہو اور اسے ضائع کر دیا جائے تو ”حکومت عدل“ یعنی مناسب تاوان واجب ہوگا، جو معتبر اور اہل تجربہ کے نزدیک اس کا معاوضہ ہو سکتا ہو۔

(وضوء اور تیمم میں ہاتھ کا دھونا اور مسح کرنا فرض ہے، جس کا ذکر اپنی جگہ آچکا ہے، بعض کاموں میں دائیں ہاتھ کا استعمال مسنون ہے اور بعض کاموں میں بائیں ہاتھ کا استعمال، تین اور استنجا کے تحت یہ احکام مذکور ہو چکے ہیں — ید کے ایک معنی قبضہ کے بھی ہیں، لفظ ”قبض“ کے ذیل میں یہ بحث بھی آچکی ہے)۔

زیور

چوہے کی طرح کا ایک جانور جس کے اگلے دونوں ہاتھ چھوٹے اور پھیلی ٹانگیں بڑی اور دم لمبی ہوتی ہے (۱) چونکہ یہ حشرات الارض میں سے ہے، اس لئے اس کا کھانا حرام ہے، اور اس کے حرام ہونے پر فقہاء کا اجماع و اتفاق ہے۔ (۲)

یسار

یسار ”یسر“ سے ماخوذ ہے جس کے معنی آسانی کے ہیں، مالی خوش حالی اور معاشی فارغ البالی انسان کے لئے سہولت کا باعث بنتی ہے، اسی مناسبت سے فقہاء کے یہاں بہتر مالی حالت کو یسار سے اور تنگ دستی کو ”عسر“ اور ”اعسار“ سے تعبیر کرتے ہیں، فقہاء نے نفقہ کے باب میں اس اصطلاح کا ذکر کیا ہے، یوں تو نفقہ کے سلسلہ میں متعدد مسائل یسار اور اعسار سے متعلق ہیں، لیکن خاص کر

نفقہ اقارب کے سلسلہ میں یہ مسئلہ خاص اہمیت کا حامل ہے، اور وہ یوں کہ اصول یعنی ماں باپ اور ان سے اوپر کے لوگوں کا نفقہ یسار کی شرط پر واجب ہوتا ہے، اب یسار سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں تین اقوال ہیں، اول یہ کہ وہ اتنا صاحب ثروت ہو کہ اس کے لئے زکوٰۃ لینی حرام ہو جس کو علامہ ترمذی وغیرہ نے ”یسار فطرت“ سے تعبیر کیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ مہینہ بھر کی ضرورت سے فاضل مال اس کے پاس موجود ہو، تیسرا قول یہ ہے کہ اس روز کی ضرورت سے فاضل مال اس کے پاس موجود ہو، بعض حضرات نے ان دونوں میں تطبیق پیدا کی ہے اور کہا ہے کہ یومیہ ضرورت سے فاضل ان لوگوں کے حق میں ہے جو کاریگر (محترف) ہوں یعنی یومیہ مزدوری اور اجرت پر کام کیا کرتے ہیں، — فقہاء نے عام طور پر پہلے قول کو صحیح اور مفتی بہ قرار دیا ہے، (۳) لیکن خیال ہوتا ہے کہ تیسرا قول زیادہ مناسب حال ہے، کیونکہ بعض لوگ یومیہ مزدوری کے ذریعہ ایک بڑے خاندان کی کفالت کے اہل ہوتے ہیں، گوان کے پاس اتنی رقم جمع نہیں ہو پاتی کہ زکوٰۃ ان کے لئے حرام قرار پائے۔ واللہ اعلم

(”یسار کا لفظ یمین“ کے مقابلہ میں بھی استعمال ہوتا ہے، یمین کے معنی دائیں ہاتھ کے اور یسار کے معنی بائیں ہاتھ کے ہیں، اکل اور استنجا کے تحت کھانے اور استنجا کے سلسلہ میں دائیں اور بائیں کے احکام کا فرق مذکور ہو چکا ہے)۔

یلملم

حدود حل سے باہر رہنے والے لوگ جب مکہ آئیں تو آتے ہوئے کچھ مخصوص و متعین مقام سے احرام باندھ کر آنا ضروری ہے، خود حدیث میں ان مقامات کا ذکر ہے ان کو میقات کہتے ہیں، یمن

(۲) درمختار مع الرد ۲۳۹/۱۰، (محقق نسخہ)، ہندیہ ۲۸۹/۵

(۱) معنی اور تصویر کے لئے دیکھئے: المنجد ۹۲۰

(۳) ملخص از: درمختار وردالمختار ۵۱/۵-۳۵۰

قسم کھانے کا حکم

قسم کھانا تو جائز ہے لیکن قسم کھانے میں افراط اور بات بات پر قسم کھانا کراہت سے خالی نہیں، خود اللہ تعالیٰ نے زیادہ قسم کھانے والوں کی مذمت فرمائی ہے (القلم : ۱۰) اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام نامی کو اپنی قسموں کے لئے کھلوانا نہ بناؤ (البقرہ : ۲۲۴) البتہ حسب ضرورت قسم کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی لئے اہل علم نے حکم اعتبار سے قسم کی پانچ صورتیں کی ہیں :

(۱) واجب، اگر قسم کا قصود کسی بے گناہ جان کو ہلاکت سے بچانا ہو تو اس موقع پر قسم کھانا واجب ہے، چنانچہ حضرت سوید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے ارادہ سے نکلے، حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے، ان کے ایک دشمن نے ان کو پکڑ لیا، لوگ قسم کھانے سے کترارہے تھے، لیکن میں نے قسم کھالی کہ میرے بھائی ہیں، اس طرح ان کی جان بچ گئی، ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا کیونکہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، المسلم اخو المسلم، (۶) — راقم الحروف کا خیال ہے کہ عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے بھی اس طرح کی قسم کھائی جاسکتی ہے، کیونکہ شریعت میں انسانی عصمت اور عزت و آبرو کی جو اہمیت ہے اس کے تحت فقہاء نے ان دونوں کو

والوں کو اور یمین کی سمت سے آنے والوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمین کو میقات قرار دیا ہے، یہ مکہ سے جنوب میں تہامہ کی ایک پہاڑی ہے، اور فقہاء نے لکھا ہے کہ مکہ سے دو مرحلہ پر واقع ہے (۱) جدید پیمائش کے مطابق مکہ سے اس کا فاصلہ ۱۳۰ کیلومیٹر ہے، (حج اور میقات کے ذیل میں اس کا ذکر آچکا ہے)۔

یمین

یمین کے اصل معنی قوت کے ہیں، اسی لئے دایاں ہاتھ کو ”یمین“ کہا جاتا ہے، قسم کے ذریعہ چونکہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عزم پوری قوت کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے، اسی مناسبت سے قسم کو ”یمین“ کہتے ہیں (۲) — اصطلاح میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قوی ارادے کا اظہار ”یمین“ ہے، عقد قوی بہ عزم الحالف علی الفعل او الترك . (۳)

قسم کی مشروعیت

یمین یا قسم کے مشروع ہونے کی دلیل قرآن میں بھی ہے اور حدیث میں بھی، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قسم کو مؤکد کرنے کے بعد نہ توڑو (نحل : ۹۱) بلکہ قرآن نے قسم کے احکام بھی بیان کئے ہیں اور قسم کی خلاف ورزی پر کفارہ واجب قرار دیا ہے (البقرہ : ۲۲۵) نیز کتنے ہی مواقع پر خود اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد مواقع پر قسم کھائی ہے، اور متعدد احادیث اس سلسلہ میں مروی ہیں، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی بات کی قسم کھا لیتا ہوں اور دوسری بات کو اس سے بہتر پاتا ہوں تو اس بہتر کام کو کر کے قسم توڑ لیتا ہوں۔ (۴)

اور علامہ ابن قدامہ نے اس پر اُمت کا اجماع نقل کیا ہے۔ (۵)

(۲) ردالمحتار ۳/۳۵۲

(۳) بخاری و مسلم عن ابی موسیٰ، اللؤلؤ والمرجان ۲/۱۷۲

(۴) ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۱۳۳، باب من وری فی یمینہ

(۱) البحر الرائق ۲/۳۲۷

(۳) درمختار علی هامش الرد ۳/۳۵۲

(۵) المغنی ۹/۳۸۵

قسم کی قسمیں

اللہ تعالیٰ کے نام سے جو قسم کھائی جاتی ہے، اس کی تین قسمیں ہیں: بیمین غموس، بیمین منعقدہ اور بیمین لغو۔

غموس کے اصل معنی ڈوبنے کے ہیں، اس قسم کے ذریعہ گویا انسان گناہ اور پھر دوزخ کی آگ میں اپنے آپ کو غرق کر لیتا ہے، اس لئے اس کو بیمین غموس کہتے ہیں، (۲) گذرے ہوئے زمانہ یا موجودہ زمانہ کے بارے میں کسی واقعہ کے ہونے یا نہ ہونے کی بابت قصداً جھوٹی قسم کھانے کو بیمین غموس کہتے ہیں (۳) ایسی قسم سے آدمی گنہ گار ہو جاتا ہے اور اس پر توبہ و استغفار واجب ہے، کفارہ قسم اس صورت میں واجب نہیں (۴) یہی رائے مالکیہ (۵) اور حنابلہ کی ہے (۶) بلکہ اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے کہ اس قسم کا گناہ اتنا شدید ہے کہ سوائے توبہ کے کوئی عمل اس کا کفارہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اسی لئے احادیث و آیات میں ایسی قسم پر کفارہ کے وجوب کا ذکر نہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صراحتاً مذکور ہے کہ قسم کی جن صورتوں میں کفارہ واجب نہیں ہوتا، ہم ان ہی میں بیمین غموس کو شمار کرتے تھے (۷) — شوافع کے نزدیک بیمین غموس میں بھی کفارہ واجب ہوتا ہے۔ (۸)

بیمین منعقدہ

مستقبل کے بارے میں کسی ایسی بات کی قسم کھانا جو ممکنات میں سے ہو، بیمین منعقدہ ہے، قسم مستقبل ہی سے متعلق ہو لیکن ایسی چیز کے بارے میں ہو جو ممکن نہیں، جیسے قسم کھایا کہ میں نہیں مرونگا یا کہے کہ سورج غروب نہیں ہوگا، تو پھر یہ بیمین غموس سمجھی جائے گی، اگر

ایک ہی درجہ میں رکھا ہے۔

(۲) مستحب، اگر دو مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے یا کسی مسلمان سے شر اور مضرت کو دور کرنے کے لئے قسم کھائی جائے تو یہ مستحب ہے۔

(۳) مباح، کسی مباح چیز کے کرنے یا چھوڑنے کی قسم کھانا یا کسی سچی بات کی خبر دینے کے لئے قسم کھانا یا کسی بات کو مطابق واقعہ سمجھ کر قسم کھانا حالانکہ وہ خلاف واقعہ تھی، یہ سب صورتیں مباح قسم کی ہیں، اسی طرح اپنے جائز حقوق کو حاصل کرنے کے لئے قسم کھانا بھی مباح ہے۔

(۴) مکروہ، کسی مکروہ کام کے کرنے یا مستحب کام کے نہ کرنے پر قسم کھانا مکروہ ہے، چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی مدونہ کرنے کی قسم کھالی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس قسم پر نکیر فرمائی۔ (النور: ۲۲)

(۵) حرام، جھوٹی بات کی قسم یا معصیت کے ارتکاب یا کسی واجب کے ترک پر قسم کھانا حرام ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسی جھوٹی قسم کھانے والوں کی مذمت فرمائی ہے (البجادلہ: ۱۴) بلکہ خود جھوٹ کی حرمت صریح و صحیح نصوص سے ثابت ہے، اور اس پر امت کا اجماع و اتفاق ہے تو جھوٹی قسم تو بدرجہ اولیٰ حرام ہوگی۔ (۱)

(۱) ملخص از: المغنی ۸۹/۹-۳۸۷

(۳) بدائع الصنائع ۳/۳

(۵) الشرح الصغير ۲۰۴/۲

(۷) حوالہ سابق

(۲) درمختار ۳/۳۷۲

(۳) درمختار ورد المحتار ۳/۳۷۲

(۶) المغنی ۹/۳۹۲

(۸) شرح مہذب ۱۸/۱۳

میں اپنی دانست میں سچ جانتے ہوئے کسی بات کے ہونے یا نہ ہونے کی قسم کھائی جائے حالانکہ وہ خلاف واقعہ ہو (۶) حنفیہ کے علاوہ یہی رائے مالکیہ اور حنابلہ کی بھی ہے، (۷) — شوافع کے نزدیک بیمین لغو کی صورت یہ ہے کہ بلا ارادہ زبان پر قسم کے الفاظ جاری ہو جائیں (۸) بیمین لغو کے حکم کے بارے میں اتفاق ہے کہ نہ اس کی وجہ سے کفارہ واجب ہوگا اور نہ وہ گنہگار ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرما دیا ہے کہ بیمین لغو پر مواخذہ نہیں ہوگا، لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم، (البقرہ: ۲۲۵) لیکن ظاہر ہے کہ اس حکم کا اطلاق فقہاء کی اپنی اپنی رائے کے مطابق ہوگا، حنفیہ وغیرہ کے یہاں چونکہ بیمین منعقد ہونے کے لئے قصد و ارادہ ضروری ہے، اس لئے جس صورت کو شوافع بیمین لغو کہتے ہیں، حنفیہ کے نزدیک وہ صورت بیمین منعقدہ کی ہے، اور اگر اس کو پورا نہ کیا جائے تو حنفیہ کی رائے پر کفارہ واجب ہوگا۔

قسم کا رکن

اللہ کی قسم کا رکن وہ کلام ہے جس کے ذریعے قسم کھائی جائے، فهو اللفظ الذی يستعمل فی الیمین باللہ تعالیٰ. (۹) — اس سے ظاہر ہے کہ بیمین زبان کا فعل ہے صرف دل کا فعل نہیں، اگر انسان کسی بات کا ارادہ کر لے، لیکن زبان سے اس کا تکلم نہ کرے تو بیمین منعقد نہیں ہوگی۔

بیمین دو چیزوں سے مرکب ہوتی ہے ایک وہ کہ جس کی قسم کھائی جائے، اس کو ”مقسم بہ“ کہتے ہیں، اور دوسرے وہ بات کہ جس پر قسم کھائی جائے اس کو ”مقسم علیہ“ کہا جاتا ہے — مقسم بہ

بیمین منعقدہ کو پورا نہیں کیا تو کفارہ واجب ہوگا، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے، (۱) خود قرآن مجید نے ایسی قسم پر کفارہ واجب قرار دیا ہے (المائدہ: ۸۹) — جس بات کی قسم کھائی تھی چاہے وہ بہتر عمل ہو یا گناہ کا کام ہو، کسی واجب کے کرنے کی قسم ہو یا کسی مباح یا مستحب کے ترک کرنے کی، قسم پوری نہ کرنے پر کفارہ واجب ہوگا، (۲) البتہ خدا نخواستہ کسی گناہ کے ارتکاب جیسے زنا، قتل یا شراب پینے کی قسم کھائی تو کفارہ کے ساتھ ساتھ توبہ و استغفار کرنا بھی واجب ہے، (۳) اسے پورا کرنا چاہئے اور ایسی صورت میں حنفیہ کے نزدیک قسم اس نے اپنی مرضی سے کھائی ہو یا جبر و اکراہ کے تحت، خطا کھائی ہو یا بھول کر، بھول کر قسم کھانے سے مراد یہ ہے کہ قسم نہ کھانے کی قسم کھایا ہوا تھا، اتفاق سے یہ بات ذہن میں نہیں رہی اور قسم کھالی، اسی طرح قسم تو کھائی جانتے بوجھتے اور بلا اکراہ، لیکن جبر و دباؤ (اکراہ) کے تحت یا بھول کر یا غلطی سے اس کام کا ارتکاب ہوا، جس کے نہ کرنے کی قسم کھا رکھی تھی، تو اس صورت میں بھی حائث ہو جائے گا اور کفارہ واجب ہوگا، یہاں تک کہ اگر بے ہوشی اور جنون کی حالت میں اس کا ارتکاب کیا ہو جب بھی کفارہ ادا کرنا ہوگا، البتہ بے ہوشی یا جنون کی حالت میں قسم کھائی ہو تو اس کا اعتبار نہیں، (۴) مالکیہ کے نزدیک بھی نسیاناً، خطا اور اکراہاً قسم کھانے والے کی بیمین منعقد ہو جاتی ہے، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اکراہ و نسیان وغیرہ کی قسم منعقد نہیں ہوتی۔ (۵)

بیمین لغو

بیمین لغو سے مراد یہ ہے کہ گزرے ہوئے زمانہ کے بارے

(۱) درمختار مع الرد ۴۹۶۳، الشرح الصغیر ۲۰۴۲، شرح مہذب ۱۳۱۸، المغنی ۳۹۲۹

(۲) بدائع الصنائع ۱۷۳

(۳) دیکھئے: درمختار ورد المحتار ۳۹-۵۰۶۳

(۴) بدائع الصنائع ۱۷۳

(۵) شرح مہذب ۱۳۱۸

(۶) الشرح الصغیر ۲۳۱۲، المغنی ۹۲۹-۳۹۱

(۷) الشرح الصغیر ۲۰۹۲، المغنی ۳۹۲۹

(۸) بدائع الصنائع ۵۶۳

میں جس تعبیر اور جس صفت سے قسم مراد لی جاتی ہو اس سے قسم ہو جائے گی اور جن کے بارے میں عرف ایسا نہیں ہو ان سے قسم نہیں ہوگی، چنانچہ فرماتے ہیں :

وعن مشانخنا من قال ماتعارفه الناس يمينا
يكون يمينا الا ماورد الشرع بالنهي عنه
ومالم يتعارفه يمينا لا يكون يمينا . (۲)

ہمارے مشائخ سے منقول ہے کہ جس بات کو لوگ عرف میں قسم کے طور پر کہتے ہوں اگر کوئی شخص کہے تو وہ قسم ہوگی، سوائے اس کے کہ شریعت نے اس کی ممانعت کی ہو، اور جس بات کو لوگ عرف میں قسم نہ سمجھتے ہوں وہ قسم نہ ہوگی۔

قرآن مجید کی قسم

جہاں تک قرآن مجید کی قسم کھانے کی بات ہے، تو فقہاء حنفیہ کی اصل رائے تو یہی ہے کہ اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی (۳) لیکن ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس سے قسم منعقد ہو جاتی ہے (۴) ابن ہمام نے لکھا ہے کہ صاحب ہدایہ وغیرہ نے قرآن کی قسم غیر درست ہونے پر اس بات سے استدلال کیا ہے کہ اس طرح قسم کھانا متعارف نہیں، لیکن ہمارے زمانہ میں قرآن مجید سے قسم کھانا مروج و معروف ہے اس لئے قرآن کی قسم معتبر ہوگی۔ (۵)

غیر اللہ کی قسم

قسم بھی من جملہ حقوق اللہ کے ہے، اس لئے غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں، کسی پیغمبر، کسی بزرگ، ماں باپ، اولاد، کسی کی زندگی اور موت، یا کسی متبرک چیز جیسے کعبہ، زمزم، قبر وغیرہ کی قسم

یا تو اللہ تعالیٰ کا اسم ذات ہوگا یعنی اللہ کے لفظ سے قسم کھائی جائے گی، یا اللہ تعالیٰ کی اسم صفت سے، جیسے رحمن، وہ صفت اللہ ہی کی ذات کے ساتھ مخصوص ہو، جیسے خالق یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص نہ ہو، جیسے: کریم، حکیم، وغیرہ، بہر صورت یمین منعقد ہو جائے گی، کیونکہ بعض اسماء صفاتی میں غیر اللہ کو بھی مراد لینا ممکن ہے، لیکن چونکہ اللہ ہی کی قسم کھانے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی قسم کھانا مراد ہے۔ (۱)

دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں سے قسم کھائی جائے، یہ صفتیں تین طرح کی ہو سکتی ہیں: اول وہ جو عرف میں اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کے لئے استعمال ہوتی ہوں جیسے اللہ کی عزت و جلال کی قسم، اللہ کی کبریائی کی قسم، یہ صورت یمین کی ہوگی۔

دوسری صفات وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کیلئے بھی بولی جاتی ہیں، اور غیر اللہ کے لئے بھی، یعنی دونوں ہی طریقوں پر اس کا استعمال برابر ہے، جیسے: اللہ کی قدرت، اللہ کی قضاء، اللہ کی محبت، ایسی صفتوں سے کھائی جانے والی قسم بھی معتبر ہے، البتہ بعض صفات کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ اس دائرہ میں آتی ہیں یا نہیں؟ جیسے: اللہ کی امانت، حنفیہ کے یہاں ظاہر روایت یہ ہے کہ اس کی بھی قسم کھائی جاسکتی ہے، امام طحاویؒ کے نزدیک اس سے یمین منعقد نہیں ہوگی۔

تیسری قسم کی صفات وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے بھی بولی جاتی ہیں اور غیر اللہ کے لئے بھی، لیکن غیر اللہ کیلئے ان صفات کا استعمال غالب ہے، جیسے: اللہ کے علم، رحمت، غضب، کلام وغیرہ کی قسم کھائی جائے، اس سے یمین منعقد نہیں ہوگی۔

کاسانی نے ان تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے ایک اصولی بات لکھی ہے کہ ان مسائل میں اصل حیثیت عرف کی ہے، عرف

(۲) حوالہ سابق ۶/۳

(۳) المغنی ۳۹۹/۹، فتح القدیر ۲۹/۵

(۱) بدائع الصنائع ۵/۳

(۳) ہدایہ مع الفتح ۲۹/۵

(۵) فتح القدیر ۲۹/۵

بات پر قسم کھائی گئی ہے ضروری ہے کہ اس کا پایا جانا ممکن بھی ہو، مثلاً کسی ایسے شخص کے بارے میں جس کا انتقال ہو چکا ہو کہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا یا گلاس کا پانی ختم ہو چکا ہو، قسم کھائے کہ اس گلاس میں جو پانی ہے، میں اسے پیونگا تو قسم معتبر نہیں ہوگی، البتہ اگر ایسی بات کی قسم کھائے جو عاڈہ ممکن نہیں، لیکن فی نفسہ ممکن ہے مثلاً کوئی شخص آسمان چھونے کی قسم کھائے تو یہ معتبر ہے اور اس صورت میں موت سے پہلے پہلے کفارہ قسم واجب ہوگا، کیونکہ آسمان کا چھونا عاڈہ ممکن نہیں، لیکن مالکہ اور انبیاء کے لئے اس کو من جانب اللہ واقع فرمایا گیا ہے، لہذا یہ اس کے فی نفسہ ممکن ہونے کی دلیل ہے، (۷) نیز یہ بھی ضروری ہے کہ اگر قسم کسی خاص وقت سے متعلق ہو تو اس وقت تک اس کا باقی رہنا ممکن ہو۔ (۸)

خود ”رکن یمین“ یعنی قسم کی عبارت سے متعلق شرط یہ ہے کہ وہ ایسے استثناء سے خالی ہو جو کلام ماسبق کو بے اثر کر دے، جیسے: کوئی شخص قسم کھا کر کہے: ”انشاء اللہ، الاما شاء اللہ، اگر اللہ نے میرے لئے اس کو آسان فرما دیا سوائے اس کے کہ مجھے دوسری بات بہتر محسوس ہو“ اگر قسم کے ساتھ اس طرح کے مشروط فقرے کہے گئے تو یہ قسم معتبر نہیں ہوگی، البتہ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ قسم کھانے کے بعد متصلاً انشاء اللہ وغیرہ کہا جائے، اگر کوئی شخص قسم کھا کر خاموش ہو جائے اور کسی قدر وقفہ کے بعد انشاء اللہ کہے تو اس کا اعتبار نہیں۔ (۹)

مطلق اور مقید قسمیں

قسم کسی وقت یا مدت سے متعلق ہو یا نہ ہو، اس لحاظ سے اس

کھانا جائز نہیں مکروہ ہے، اور بالا جماع ایسی قسمیں غیر معتبر ہیں (۱) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ طاعوت (معبودان باطل) اور اپنے آباء و اجداد کی قسم نہ کھاؤ (۲) اور ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی کو قسم کھانی ہو تو اللہ کی قسم کھائے ورنہ نہیں کھائے (۳) خاموش رہے، نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر و شرک کیا (۴) — اس لئے غیر اللہ کی قسم کھانے سے خوب اجتناب چاہئے، یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

..... ورنہ میں یہودی ہوں گا

اگر کوئی شخص اس طرح قسم کھائے کہ اگر میں فلاں کام نہ کروں تو یہودی ہوں گا یا عیسائی ہوں گا، تو کیا یہ قسم متصور ہوگی؟ حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس سے یمین منعقد ہو جائے گی اور اگر اس نے قسم پوری نہیں کی تو قسم کا کفارہ واجب ہوگا، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک اس سے یمین منعقد نہیں ہوگی۔ (۵)

یمین منعقد ہونے کی شرطیں

یمین کہ منعقد ہونے کیلئے کچھ شرطیں ہیں، ان میں سے بعض وہ ہیں جو قسم کھانے والے (حالف) سے متعلق ہیں، بعض اس کام سے متعلق ہیں جس کی قسم کھائی جائے، اس کو اصطلاح میں ”محلوف علیہ“ کہتے ہیں، اور بعض شرائط خود رکن یمین سے تعلق رکھتی ہیں۔ قسم کھانے والے سے متعلق شرط یہ ہے کہ وہ عاقل و بالغ اور مسلمان ہو، قاتر العقل نہ ہو، نابالغ کی بھی قسم کا اعتبار نہیں، گوزی شعور ہو، اسی طرح حالت کفر کی بھی قسم غیر معتبر ہے (۶) — جس

(۲) ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۱۰۶، باب النہی ان یحلف بغیر اللہ

(۳) ترمذی ۲۸۰۷/۱، ابوی: ۱۱۱، تذکرہ و الایمان

(۴) بدائع الصنائع

(۸) حوالہ سابق

(۱) الفقہ الاسلامی و ادلتہ ۳/۳۸۷

(۳) دیکھئے: نصب الرایہ ۳/۲۹۵، بحوالہ صحاح ستہ

(۵) المغنی ۹/۳۰۰

(۶) بدائع الصنائع ۱۱-۱۲/۳

(۹) حوالہ سابق ۱۵/۳

ہوتا ہو کہ اس قسم کا تعلق فی الفور کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے سے ہے، جیسے: ایک شخص نے کسی کو کھانے پر بلایا اور اس نے کہا: ”بخدا! میں کھانا نہیں کھاؤں گا“ تو گو بظاہر یہ مطلق نہ کھانے کی قسم ہے، لیکن اگر وہ شخص تھوڑی دیر کے بعد کھائے یا اپنے گھر جا کر کھائے تو حانت نہیں ہوگا اور سمجھا جائے گا کہ یہ قسم اس کھانے سے متعلق تھی جس پر اس کو مدعو کیا گیا تھا۔ (۲)

بیمین کی ایک اور صورت

بیمین کا اصل مقصد کسی حلال یا جائز چیز کو اپنے لئے ممنوع کرنے کا قوی عزم ہوتا ہے، اسی لئے اگر کوئی شخص کسی جائز چیز کو کسی مشکل اور آدمی پر دشوار گذرنے والی شرط کے ساتھ مشروط کر دے تو اس کو بھی فقہاء کی اصطلاح میں بیمین ہی کہتے ہیں، جیسے کوئی شخص کہے ”کہ اگر میں فلاں چیز کھاؤں تو مجھ پر روزہ ہے یا میری بیوی کو طلاق ہو جائے“ — یہ شرط دو قسم کی ہو سکتی ہے یا تو وہ عبادت اور تقرب الی اللہ والے افعال کے قبیل سے ہو، جیسے: نماز، روزہ، حج و عمرہ، قربانی و صدقہ، ایسی صورت میں اگر وہ اپنی شرط کو پورا نہ کر پائے تو جو اس نے ارادہ کیا تھا اس کو ادا کرنا ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی کارِ قربت سے قسم کو متعلق نہ کیا ہو، جیسے: طلاق، اس صورت میں اگر اس نے اپنی قسم کی خلاف ورزی کی، یا قسم کی خلاف ورزی ہوئی تو طلاق واقع ہو جائے گی، جیسے کہا کہ اگر میں اس مکان میں داخل ہوا تو تم کو طلاق، اور وہ مکان میں داخل ہو گیا، یا اپنی بیوی سے کہا: اگر تم داخل ہوئی تو تم کو طلاق، یا کسی اور شخص کے داخل ہونے سے طلاق کو متعلق کر دیا اور وہ شخص داخل ہو گیا، ان تمام صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

جو شرطیں اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے سے متعلق اوپر ذکر کی گئی ہیں وہی شرطیں اس بیمین سے بھی متعلق ہیں، کہ جو شرط ہو وہ مستقبل

کی دو قسمیں ہیں: مطلق اور مقید، مطلق یہ ہے کہ قسم میں کسی وقت یا مدت کی قید نہیں لگائی گئی ہو، ایسی قسم اگر اثباتی نوعیت کی ہو جیسے کہے کہ خدا کی قسم میں یہ روٹی ضرور ہی کھاؤں گا، تو جب تک قسم کھانے والا موجود ہو اور وہ شئی موجود ہو جس پر قسم کھائی گئی ہو وہ حانت نہیں ہوگا، اگر قسم کھانے والا فوت ہو جائے یا وہ شئی ضائع ہو جائے جس کے بارے میں قسم کھائی گئی تھی، تو وہ حانت ہو جائے گا اور کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ اگر اسی طرح قسم کسی منفی بات پر کھائی، مثلاً یوں کہا: ”خدا کی قسم میں روٹی نہیں کھاؤں گا“ ایسی صورت میں قسم کھانے والا اور وہ شئی جس کے بارے میں قسم کھائی تھی، ان میں سے کوئی ایک ہلاک و ضائع ہو جائے تو اب وہ حانت نہیں ہوگا۔ (۱)

اگر وقت و زمانہ کی قید کے ساتھ قسم کھائی گئی ہو، جیسے کہے کہ: ”میں آج یہ روٹی کھا کر رہوں گا“ تو جب تک حالف اور مخلوف علیہ موجود ہوں اور مقررہ وقت باقی ہو وہ حانت نہیں ہوگا، اگر وقت گذر جائے اور یہ دونوں باقی ہوں تو بالاتفاق وہ حانت ہو جائے گا، اگر قسم کھانے والا باقی ہو، وقت بھی باقی ہو، لیکن جس چیز کی بابت قسم کھائی تھی وہ چیز باقی نہیں رہی، تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے قول پر اس کی قسم باطل اور کالعدم ہو جائے گی اور اس قسم کا کوئی اثر ہی مرتب نہیں ہوگا، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ قسم باقی رہے گی اور وقت مقررہ گذرنے کے بعد وہ حانت ہو جائے گا۔

بیمین فوراً اور اس کا حکم

موقت یعنی وقت کی قید کے ساتھ کھائی جانے والی قسم کی ایک اور صورت ہے جسے ”بیمین فوراً“ کہتے ہیں، پہلی بار امام ابوحنیفہؒ نے قسم کی اس خاص صورت کو واضح فرمایا ہے جسے عام طور پر فقہاء نے تحسین کی نظر سے دیکھا ہے، بیمین فوراً سے مراد یہ ہے کہ قسم میں تو کسی وقت کی صراحت نہ ہو لیکن دلالت حال اور قرآن سے اندازہ

(۲) حوالہ سابق ۱۳۳

(۱) بدائع الصنائع ۱۲۳

گنجائش نہ پاتا ہو تو وہ تین دنوں کے روزے رکھے، اگر تم قسم کھاؤ تو یہ تمہارے قسم کا کفارہ ہے، اور اپنے قسموں کی حفاظت کرو، اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنے احکام بیان کرتے ہیں تاکہ تم خدا کے شکر گزار بنو۔ (المائدہ : ۸۹)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی قسم کو پوری نہ کر پائے تو اس پر کفارہ کی ادائیگی واجب ہے، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کفارہ کی پہلی تین صورتیں — مسکینوں کو کھانا کھلانا، کپڑے پہنانا اور غلام آزاد کرنا — میں سے کسی بھی صورت کو اختیار کرنے کی گنجائش ہے، لیکن اگر ان میں سے کوئی بھی کفارہ ادا نہ کر سکتا ہو تو اب اسے روزوں کے ذریعے کفارہ ادا کرنے کی اجازت ہوگی، اور اگر ان میں سے کسی پر قادر ہو تو روزہ رکھنا کافی نہیں ہوگا، ان ساری باتوں پر قریب قریب فقہاء متفق ہیں، البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ تین روزے مسلسل رکھے جائیں گے یا یکے بعد دیگرے؟ حنفیہ کے یہاں مسلسل رکھے جائیں گے، انہوں نے اس کو کفارہ ظہار پر قیاس کیا ہے اور اس امر کو بھی پیش نظر رکھا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں تین روزوں کے ساتھ مسلسل (فصیام ثلثة ایام متتابعات) کی قید لگائی گئی ہے، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک چونکہ آیت میں مطلق تین روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے مسلسل ان روزوں کا رکھنا ضروری نہیں۔ (۲)

اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ مالی کفارہ سے روزہ یعنی بدنی کفارہ کی طرف منتقل ہونے کیلئے کس وقت کا فقر معتبر ہے؟ حنفیہ کے نزدیک جس وقت کفارہ ادا کرنے کا ارادہ کیا، اگر اس وقت مالی کفارہ ادا کرنے پر قادر نہیں تھا تو اس کیلئے روزہ رکھ کر کفارہ ادا کرنے کی گنجائش ہے، اور حنابلہ کے نزدیک یہ اجازت اس وقت

سے متعلق ہو، ابھی موجود نہ ہو، جیسے کوئی شخص کہے کہ ”اگر آسمان ہمارے اوپر ہو تو تم کو طلاق“ تو یہ شرط غیر معتبر ہوگی، اور طلاق فوراً واقع ہو جائے گی، مستقبل میں اس شرط کا پایا جانا ممکن بھی ہو، اگر ممکن نہ ہو تو یمین غیر معتبر ہوگی، جیسے: کوئی شخص کہے کہ اگر سوئی کے ناکہ میں اونٹنی داخل ہو جائے تو تم کو طلاق، تو یہ یمین غیر معتبر ہوگی اور طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ یمین کے ساتھ متصل ایسا استثنائی کلمہ داخل نہ کیا گیا ہو جو اس طلاق کو بے اثر کر دے، جیسے یوں کہے ”اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو انشاء اللہ تم پر طلاق واقع ہو“ اس فقرہ سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

البتہ چونکہ بنیادی طور پر یمین کی یہ صورت طلاق سے متعلق ہے، اس لئے یہ بات ضروری ہوگی کہ اس یمین کا تکلم کرنے والا شرعاً طلاق دینے کا اہل ہو اور اس کی طلاق معتبر مانی جاتی ہو، نیز جس کو اس نے طلاق کا مخاطب بنایا ہے وہ اس مرد کے حق میں طلاق کا محل بن سکتی ہو، (۱) — (تفصیل کیلئے خود لفظ طلاق ملاحظہ کیا جاسکتا ہے)۔

قسم کا کفارہ

اگر کوئی شخص قسم کھائے اور حائث ہو جائے یعنی اس کو پوری نہ کر پائے تو اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے، قرآن مجید نے خود اس کفارہ کی تفصیل ذکر کی ہے، ارشاد ہے :

اللہ تعالیٰ یمین لغو پر تمہارا مواخذہ نہیں فرمائیں گے، لیکن جس قسم کا تم ارادہ کرو گے اس کے بارے میں تمہاری پکڑ ہوگی، اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اوسط درجے کا کھانا جو تم اپنے اہل خانہ کو کھلاتے ہو، دس مسکینوں کو کھلایا جائے، یا ان کو کپڑا پہنایا جائے یا ایک غلام آزاد کیا جائے، جو شخص اس کی

مسکینوں کو کھانا کھلانا ۱۰

دس مسکینوں کو کھانا کھلانے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ ان کو دو وقت دوپہر اور شب میں اتنا کھانا کھلا دیا جائے کہ آسودہ ہو جائیں، کھانے کا مالک بنانا حنفیہ کے یہاں ضروری نہیں، اگر بطور اباحت کھانا کھلا دیا تو یہ بھی کافی ہے اور مالک بنادے تو یہ بھی درست ہے (۵) اگر ایک وقت کا کھانا کھلا دے اور ایک وقت کے کھانے کی قیمت ادا کر دے تو یہ بھی درست ہے، البتہ یہ درست نہیں کہ مثلاً ایک فقیر کو دن کا کھانا کھلائے اور دوسرے فقیر کو رات کا کھانا (۶) اگر بجائے کھانا کھلانے کے غلہ دینا چاہے تو حنفیہ اور دوسرے فقہاء کے درمیان اس مسئلہ میں وہی اختلاف ہے جو اختلاف صدقۃ الفطر کے سلسلہ میں ہے کہ حنفیہ کے نزدیک فی کس نصف صاع (۵۹۰) (کیلوگرام) گےہوں ادا کرنا کافی ہوگا، اور شوافع وغیرہ کے نزدیک ایک صاع (۱۸۰) (کیلوگرام) ادا کرنا ضروری ہے۔

اس طرح کا حیلہ کرنا کہ کسی فقیر کو کھانا دیا جائے پھر اس سے واپس لیا جائے پھر دوبارہ اسے دیا جائے یہاں تک کہ دس دفعہ لین دین کیا جائے تاکہ یہی کھانا دس مسکینوں کے کھانے کے قائم مقام ہو جائے، جائز نہیں اور اس سے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ (۷)

مسکینوں کے لئے کپڑوں کا انتظام

اگر کفارہ کے طور پر کپڑے دینے ہوں تو کتنے کپڑے کافی ہوں گے؟ اس سلسلے میں امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف سے ایک قول یہ منقول ہے کہ کم سے کم ایسا کپڑا ہونا چاہئے جو عمومی طور پر بدن کو ڈھانپ دے، صاحب ہدایہ نے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے، (۸)

ہے، جب کہ حادث ہونے کے وقت ہی وہ کفارہ مالی ادا کرنے کے لائق نہ ہو، اگر ایک شخص حادث ہونے کے وقت کفارہ مالی ادا کرنے پر قادر تھا لیکن اس نے تاخیر کی یہاں تک کہ اب کفارہ مالی ادا کرنے کے لائق نہیں رہا، تو حنابلہ کے نزدیک اب روزے رکھنا کافی نہیں، اور حنفیہ کے نزدیک روزہ رکھنے کی گنجائش ہے، یہی رائے مالکیہ اور شوافع کی بھی ہے۔ (۱)

حادث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کرے یا بعد میں؟

کفارہ کی ادائیگی کے سلسلہ میں اس بابت اختلاف ہے کہ حادث ہونے سے پہلے ہی کفارہ ادا کر دینا کافی ہے یا نہیں؟ حنفیہ کے نزدیک پہلے کفارہ ادا کرنا درست نہیں، اگر حادث ہونے سے پہلے ہی کفارہ ادا کر دیا تو یہ کافی نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ کفارہ کا سبب حادث ہونا ہے، تو جب تک کسی چیز کے واجب ہونے کا سبب ہی نہ پایا جائے اس کی ادائیگی کیوں کر درست ہو سکتی ہے، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک حادث ہونے سے پہلے بھی کفارہ کا ادا کر دینا کافی ہے (۲) کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم کسی چیز کی قسم کھاؤ اور دوسری بات کو اس سے بہتر پاناؤ تو قسم کا کفارہ ادا کر دو اور جسے بہتر سمجھتے ہو اسے کر گزرو (۳) حنفیہ کا خیال ہے کہ اس حدیث میں ترتیب بتلانا مقصود نہیں کہ پہلے کفارہ ادا کرو پھر قسم کی خلاف ورزی کرو، بلکہ مقصود صرف اس قدر ہے کہ ایسی قسم پر اصرار نہ کیا جائے، چنانچہ یہ روایت ابوداؤد میں بھی نقل کی گئی ہے، اور اس میں فرمایا گیا ہے کہ جس بات کو بہتر سمجھتے ہو اسے کر لو اور قسم کا کفارہ ادا کر دو (۴) یعنی قسم توڑنے کا ذکر پہلے ہے، اور کفارہ ادا کرنے کا ذکر بعد میں۔

(۱) دیکھئے: فتح القدیر ۸۳/۵، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹۱/۳-۳۹۰

(۲) بخاری، حدیث نمبر ۶۷۲۲ و مسلم، حدیث نمبر ۴۲۸۲، عن عبد الرحمن بن سمرہ

(۳) ابوداؤد، حدیث نمبر ۳۲۷۷، باب الحنث اذا كان خيراً

(۴) ردالمحتار ۶۱/۳

(۵) حوالہ سابق

(۶) حوالہ سابق

(۷) ہدایہ مع الفتح ۸۲/۵

مراد لے جو قسم کھلانے والا کے منشاء کے خلاف ہو، جیسے چھت کہے اور آسمان مراد لے، فرش سے زمین اور لباس سے رات مراد لے، تو کیا قسم کھانے والے کی نیت معتبر ہوگی؟ اس سلسلہ میں فقہاء نے تفصیل کی ہے، اگر قسم کھانے والا ظالم ہے اور قسم لینے والا مظلوم، تو قسم لینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا تا کہ اس کی دادرسی ہو سکے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم میں قسم کھلانے والے کی نیت معتبر ہوگی، الیمین علی نية المستحلف (۵) یہی امام ابو حنیفہ سے منقول ہے (۶) اور ابن قدامہ نے یہی قول امام شافعی اور امام احمد کا نقل کیا ہے، اور لکھا ہے کہ ہمیں اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں۔ (۷)

دوسری صورت یہ ہے کہ قسم لینے والا ظالم ہو اور قسم کھانے والا مظلوم، ایسی صورت میں قسم کھانے والے کی نیت معتبر ہوگی (۸) — تیسری صورت یہ ہے کہ قسم کھانے والا نہ ظالم ہے اور نہ مظلوم، امام احمد سے نقل کیا گیا ہے کہ اس صورت میں بھی قسم کھانے والے کی نیت معتبر ہوگی، ابن قدامہ کہتے ہیں کہ یہی رائے امام شافعی کی ہے اور اس مسئلہ میں کسی فقیہ کا اختلاف ہمارے علم میں نہیں۔ (۹)

تاہم علامہ کاسانی نے ایک اہم بات پر متنبہ فرمایا ہے کہ قسم کھانے والے کی نیت کے معتبر ہونے اور نہ ہونے کا تعلق اس قسم سے ہے جو زمانہ گذشتہ سے متعلق ہو، اگر مستقبل سے متعلق قسم کھائی جائے تو قسم کھانے والے کی نیت معتبر ہوگی، اس لئے کہ وہ اس بیمین کا عاقد ہے، اور کوئی بھی عقد عاقد ہی کی نیت سے متعلق ہوتا ہے۔ (۱۰) (قاضی کے ملزم سے قسم لینے کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو:

ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ اگر اتنا کپڑا دیا جائے کہ جس سے نماز درست ہو جائے جیسے مرد کو صرف پانچ جامہ یا لنگی دے دی جائے تو یہ بھی کافی ہے، یہ قول امام محمد کی طرف منسوب ہے (۱) البتہ ایک ہی کپڑا دیا جائے لیکن مقصود کپڑا دینا نہ ہو بلکہ دو وقت کے کھانے کی قیمت کپڑے کی شکل میں ادا کرنا چاہتا ہو اور واقعی وہ کپڑا اس قیمت کا ہو تو یہ کافی ہو جائے گا۔ (۲)

یہ بات بھی درست ہے کہ ایک ساتھ دس مسکینوں کو کھانا کھلا دیا جائے یا کپڑا دے دیا جائے، اور یہ بات بھی درست ہے کہ ایک سے زیادہ دنوں میں دس مسکینوں کو کھانا کھلانے یا کپڑا پہنانے کا کفارہ ادا کیا جائے۔ (۳)

اگر کوئی چیز اپنے اوپر حرام کر لے؟

اگر کسی شخص نے قسم کے الفاظ تو استعمال نہیں کئے لیکن کسی جائز چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا، جیسے کہے کہ ”مجھ پر یہ کپڑا یا یہ کھانا حرام ہے“ تو اس کی وجہ سے وہ شئی تو اس پر حرام نہ ہوگی اور اس کے لئے اس کا استعمال جائز اور حلال ہوگا، البتہ اگر اس حرام کی ہوئی چیز کو استعمال کرے تو کفارہ قسم ادا کرنا ہوگا۔ (۴)

قسم کھانے والے کی نیت کا

اعتبار ہوگا یا کھلانے والے کی؟

قسم اور بیمین کے سلسلہ میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے شخص سے قسم کھلائی خواہ اپنے طور پر یا قاضی کے واسطے سے، قسم کھانے والا ظاہری معنی مراد لینے کے بجائے ایسا معنی

(۲) ہدایۃ مع الفتح ۸۲/۵، درمختار ۶۱/۳

(۳) ہدایۃ مع الفتح ۸۷/۳

(۶) بدائع الصنائع ۲۰۶۳

(۸) بدائع الصنائع ۲۰۶۳، المغنی ۲۲۰/۹

(۱۰) بدائع الصنائع ۲۱/۳

(۱) فتح القدير ۸۲/۵

(۳) درمختار ۶۱/۳

(۵) مسلم عن ابی ہریرۃ، حدیث نمبر ۳۲۸۲

(۷) المغنی ۲۲۱/۹

(۹) المغنی ۲۲۱/۹

”استخلاف اور نکول“۔

یوم

”دن“ کے لئے عربی زبان میں دو الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، ان میں سے ”نہار“ کا لفظ تو خاص طور پر دن کی سفیدی کے لئے بولا جاتا ہے، اور یوم کا لفظ کبھی اس معنی میں اور کبھی مطلقاً وقت کے معنی میں، ویسے مشہور یہ ہے کہ یوم صبح صادق کے طلوع ہونے سے غروب آفتاب تک کا وقت ہے اور نہار سورج نکلنے سے سورج ڈوبنے تک کا وقت، اس پر تو اتفاق ہے کہ یوم کا لفظ کبھی خاص دن کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی مطلق وقت کے معنی میں، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ لفظ ان دونوں معنوں کے درمیان مشترک ہے، اور یہ دونوں ہی معنی اس کے حقیقی معنی میں ہیں، یا حقیقی معنی دن ہے، اور مجازاً مطلقاً وقت کے لئے بھی بول دیا جاتا ہے؟ چونکہ عربی زبان میں کسی لفظ کا دو معنوں میں مشترک ہونا بہتر نہیں سمجھا گیا ہے، اس لئے خیال ہوتا ہے کہ مطلق وقت کے معنی کو مجازی قرار دینا بہتر ہے۔

اگر یوم کے ساتھ کوئی ایسا فعل ذکر کیا جائے جو اس بات کا تقاضہ کرتا ہو کہ یہاں اس سے مطلق وقت کا معنی مراد ہے یا دن کا، تو پھر اس قرینہ کے مطابق ہی اس کا معنی متعین ہوگا، لیکن اگر اس کے معنی متعین کرنے کے لئے کوئی خاص قرینہ موجود نہ ہو، تو پھر اصولیین نے ایک قاعدہ یہ مقرر کیا ہے، کہ اگر اس کی نسبت فعل ممتد کی طرف ہو تو اس سے خاص دن کا معنی مراد ہوگا، اور اگر فعل غیر ممتد کی طرف ہو تو مطلق وقت کے معنی ہوں گے، فعل ممتد سے مراد ایسا فعل ہے جس کی کوئی مدت متعین کی جاسکے، جیسے چلنا، روزہ رکھنا، سواری کرنا، طلاق کا اختیار وغیرہ، غیر ممتد سے ایسے افعال مراد ہیں جس کی انجام دہی میں کوئی مدت صرف نہ ہوتی ہو، اور اس لئے اس کے لئے کوئی مدت بیان کرنا ممکن نہ ہو، جیسے طلاق، عقد نکاح وغیرہ،

مثلاً کہا جائے، انت طالق یوم اتزوجک، تجھے طلاق، جس دن میں تم سے نکاح کروں، یہاں یوم مطلق وقت کے معنی میں ہوگا، لہذا نکاح رات میں بھی کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر کہے: امرک بیدک یوم یقدم فلاں، یعنی جس دن فلاں شخص آئے اپنے آپ پر طلاق واقع کرنے کا اختیار ہوگا، یہاں ”یوم“ خاص دن کے معنی میں ہے، اگر مذکورہ شخص رات میں آئے تو عورت کو اپنے آپ پر طلاق واقع کرنے کا اختیار حاصل نہ ہوگا۔ ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ یوم سے متعلق دو فعل ذکر کئے جاتے ہیں، ایک وہ فعل جو یوم کے بعد آتا ہے، اور اس کا مضاف الیہ بنتا ہے، دوسرا وہ فعل جو یوم سے پہلے آتا ہے، اور یوم کی حیثیت اس کے لئے ظرف کی ہوتی ہے، جیسے: انت طالق یوم اتزوجک، اس میں یوم سے پہلے طلاق کا ذکر ہے، یوم اس کا ظرف ہے، اور طلاق اس کے لئے مظروف، اور اتزوجک جو یوم کے بعد مذکور ہے، اس کا مضاف الیہ، اب اگر یہ دونوں فعل ممتد ہوں، تو ظاہر ہے کہ دن کے معنی مراد ہوں گے، اور دونوں غیر ممتد ہوں تو مطلق وقت کا معنی مراد ہوگا، لیکن اگر ان میں سے ایک ممتد اور دوسرا غیر ممتد ہو تو یوم کے معنی میں کس کی رعایت ہوگی؟ اس سلسلہ میں راجح رائے یہ ہے کہ مظروف کا اعتبار ہوگا، یعنی اگر مظروف ممتد ہو تو دن کے معنی ہوں گے اور غیر ممتد ہو تو مطلقاً وقت کے معنی۔ (۱)



(۱) یہ پوری بحث: درمختار ورد المحتار ۲۹۶/۳-۴۹۱، (بہ تحقیق: شیخ عادل، شیخ علی معوض) سے ملخص ہے۔

فہرست مراجع

تفسیر و قرآنیات

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	المتوفی
۱	احکام القرآن للجصاص	ابو بکر جصاص رازی	۵۳۷۰
۲	احکام القرآن لابن عربی	ابو بکر محمد بن عبداللہ ابن عربی	۵۵۲۳
۳	احکام القرآن	زیرنگرانی: مولانا شرف علی تھانوی	
۴	الاتقان فی علوم القرآن	امام جلال الدین سیوطی	۵۹۱۱
۵	اصول التفسیر	ابن تیمیہ	
۶	اضواء البیان	محمد امین بن محمد مختار ہشتنگی	
۷	بیضاوی	قاضی ناصر الدین بیضاوی	۵۵۸۵
۸	البرہان فی علوم القرآن	امام بدر الدین زرکشی	۵۷۹۲
۹	التفسیر المعبود	ڈاکٹر وہبہ زحلی حفظہ اللہ	
۱۰	تفسیر ابن کثیر	شیخ محمد علی صابونی	۵۷۷۲
۱۱	تفسیر کبیر	علامہ فخر الدین رازی	۵۶۰۶
۱۲	تفسیر مظہری	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۵۱۲۲۵
۱۳	تفسیر طبری	محمد بن جریر طبری	۵۳۱۰
۱۴	ترجمان القرآن	مولانا ابوالکلام آزاد	
۱۵	الجامع لاحکام القرآن	ابو عبداللہ قرطبی	۵۶۷۱
۱۶	حاشیہ صاوی	شیخ احمد صاوی مالکی	
۱۷	الدر المنثور	علامہ جلال الدین سیوطی	۵۹۱۰
۱۸	روائع اکبیر	شیخ محمد علی صابونی	۵۷۷۲

۱۹	روح المعانی	علامہ محمود آلوسی	۵۱۲۷۰
۲۰	شیخ زادہ	محمی الدین شیخ زادہ	
۲۱	صفوۃ التفسیر	شیخ محمد علی صابونی	۵۷۷۲
۲۲	الفلسفۃ القرآنیۃ	شیخ محمد علی صابونی	۵۷۷۳
۲۳	الفوز الکبیر	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۵۱۱۷۶
۲۴	المنار	علامہ محمد رشید رضا	۵۱۹۳۵
۲۵	مدارک التنزیل	ابو عبد اللہ نسفی	۵۷۱۰
۲۶	معالم التنزیل	ابو محمد الحسن بن مسعود بغوی	۵۵۱۶
۲۷	مختصر تفسیر ابن کثیر	شیخ محمد علی صابونی	۵۷۷۳

حدیث و اصول حدیث

۲۸	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحب	
۲۹	کشاف	علامہ جبار اللہ زنجیری	۵۵۳۸
۱	اتحاف سادۃ المتقین	ابو فیض محمد بن الزبیدی الشہید بمر تفضی الحسینی	
۲	ارشاد الساری	علی بن أحمد بن علی قسطلانی	
۳	ابن ماجہ	محمد بن یزید الربیع ابن ماجہ	۵۲۷۳
۴	ابوداؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۵۲۷۵
۵	الادب المفرد	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	۵۲۵۶
۶	الفیہ مصطلح الحدیث	عبدالرحیم بن الحسینی عراقی	۵۸۰۶
۷	آثار السنن	محمد بن علی نیوی	
۸	انجیح الحاجۃ علی ابن ماجہ	علامہ عبدالغنی دہلوی	
۹	المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار	علامہ ابو الفضل عبدالرحیم حسینی عراقی	۵۸۰۶
۱۰	احیاء علوم الدین	ابو حامد محمد بن محمد غزالی	۵۵۰۵
۱۱	احیاء اللغات	عبدالرحمن ابن سیف الدین دہلوی	۵۱۰۵۲
۱۲	اوجز المسالک	شیخ الحدیث محمد زکریا سہارنپوری	

۱۳	بذل الخمر	خلیل احمد سہارنپوری	۱۳۳۶ھ
۱۴	بخاری	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ
۱۵	بلوغ الامانی علی الفتح الربانی	احمد عبدالرحمن البنا	
۱۶	التعلیق الصیح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	
۱۷	تذکرۃ الموضوعات	جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی	
۱۸	التقیید والایضاح (شرح مقدمہ ابن صلاح)	زین الدین عبدالرحیم بن حسینی عراقی	
۱۹	تذریب الراوی	جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی	۹۱۱ھ
۲۰	تنویر الحواکک	ابن غرور محمدکی	
۲۱	تذکرۃ الحفاظ	ابن عبد اللہ محمد بن احمد ذہبی	۷۷۸ھ
۲۲	تلخیص الخبیر	احمد بن علی بن محمد ابن الحجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۲۳	الترغیب والترہیب	ابو محمد عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری	۵۵۸۱ھ
۲۴	تعلیق الاعظمی علی ابن ماجہ	دکتر محمد مصطفیٰ اعظمی	
۲۵	سنن ترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۳۰۳ھ
۲۶	تہذیب التہذیب	احمد بن علی ابن الحجر عسقلانی	۸۵۳ھ
۲۷	جمع الوسائل		
۲۸	الجوہر النقی الرود علی البیہقی	علی بن عثمان بن ترکمانی	۷۷۰ھ
۲۹	الجامع الصغیر	محمد عبدالرؤف بن تاج العارفین مناوی	۱۰۳۱ھ
۳۰	جامع مسانید ابی حنیفہ	ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی	۶۶۵ھ
۳۱	الاجوبۃ الفاضلۃ	محمد عبدالرحمن لکنوی	
۳۲	جامع العلوم والحکم	زین الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن احمد حنبلی	۷۹۵ھ
۳۳	جامع الوصول	امام مجد الدین المبارک بن محمد ابن الاثیر جزری	۶۰۶ھ
۳۴	جمع القوائد	محمد بن محمد سلیمان الرودانی مغربی	۱۰۹۳ھ
۳۵	حاشیۃ عبدالقدوس بن محمد بن نذیر علی مجمع البحرین	عبدالقدوس بن محمد نذیر	
۳۶	مسند دیلی	شیردین بن شہر دار دیلی	۵۵۰۹ھ

۵۲۸۵	ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی	سنن دارقطنی	۳۷
۵۹۱۱	جلال الدین عبدالرحمن ابوبکر سیوطی	الدر المنثور	۳۸
۵۸۵۲	احمد بن علی بن الحجر عسقلانی	الدریۃ فی تخریج احادیث الہدایہ	۳۹
۵۲۰۴	امام محمد بن ادریس شافعی	الرسالۃ	۴۰
۵۱۳۰۴	امام ابی الحسنات محمد عبدالرحمن لکھنوی	الرفع والکمال	۴۱
۵۶۷۶	ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی	ریاض الصالحین	۴۲
۵۲۵۵	ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی	سنن الدارمی	۴۳
۵۱۴	ناصر الدین البانی	سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ	۴۴
۵۲۵۸	ابوبکر احمد بن حسین بیہقی	سنن بیہقی	۴۵
۵۱۱۸۲	محمد بن اسماعیل یمنی صنعانی	سبل السلام	۴۶
۵۱۱۲۲	ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی زرقانی	شرح الزرقانی علی الموطا	۴۷
۵۳۲۱	ابوجعفر احمد بن محمد الأزدی طحاوی	شرح معانی الآثار	۴۸
۵۶۷۶	یحییٰ بن شرف نووی	شرح نووی علی صحیح مسلم	۴۹
۵۵۱۶	ابی محمد الحسین بن مسعود بغوی	شرح السنۃ	۵۰
۵۳۰۴	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	شمائل ترمذی	۵۱
۵۳۱۱	ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ	صحیح ابن خزیمہ	۵۲
	امام محمد بن حبان بن احمد	صحیح ابن حبان	۵۳
۵۳۶۰	سلیمان بن احمد طبرانی	طبرانی (معجم اوسط وصغیر)	۵۴
۵۱۳۹۹	محمد احمد محمد سنہوری	الطب فی السنۃ	۵۵
۵۱۳۰۴	محمد عبدالرحمن لکھنوی	ظفر الامانی	۵۶
۵۵۴۳	ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن الغربی مالکی	عارضۃ الاحوذی	۵۷
	صحیح صالح	علوم الحدیث و مصطلحہ	۵۸
۵۱۳۵۲	علامہ محمد انور شاہ کشمیری	العرف الہدی	۵۹

	ابوالطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی	عون المعجود	۶۰
۵۸۵۵	علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی	عمدة القاری	۶۱
۵۲۷۶	عبداللہ بن مسلم بن قتیبة	غریب الحدیث	۶۲
۵۸۵۲	احمد بن علی بن حجر عسقلانی	فتح الباری	۶۳
۵۹۰۲	ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمن سخاوی	فتح المغیث	۶۴
۵۹۱۱	امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی	فتح الکبیر	۶۵
۵۱۳۵۲	علامہ محمد انور شاہ کشمیری	فیض الباری	۶۶
	علامہ احمد عبدالرحمن البناء	فتح الربانی	۶۷
۵۱۲۵۰	محمد بن علی شوکانی	الفوائد المجموعۃ	۶۸
	عبداللہ ابن محمد عبید بن سفیان	فضائل رمضان لابی دنیا	۶۹
	شیخ سید السابق	فقہ السنۃ	۷۰
	محمد عبدالرؤف مناوی	فیض القدر	۷۱
۵۱۳۳۲	محمد جمال الدین قاسمی	قواعد الحدیث	۷۲
۵۱۳۹۴	علامہ ظفر احمد عثمانی تھانوی	قواعد فی علوم الحدیث	۷۳
۵۹۷۱	رضی الدین محمد بن ابراہیم حلبی	قفوالاً	۷۴
۵۹۰۲	محمد بن عبدالرحمن سخاوی	القول البدیع	۷۵
	محمد بن علوی بن عباس مالکی	کشف الغمہ	۷۶
۵۵۱۴	ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان بن حازم	کتاب الاعتبار	۷۷
	علاء الدین متقی بن حسام الدین ہندی	کنز العمال	۷۸
۵۵۴۹	ابوالعباس احمد بن معدا قلیشی	الکوکب الدری	۷۹
	احمد بن علی الخطیب بغدادی	کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ	۸۰
	احمد بن علی الخطیب بغدادی	کرامیۃ الاقواء فی الصلوٰۃ	۸۱

۵۱۸۹	محمد بن حسن شیبانی	موطا امام محمد	۸۳
۵۱۹۷-۵۷۹۵	امام مالک بن انس	موطا امام مالک	۸۳
۵۲۲۱	امام احمد بن محمد بن حنبل	مسند احمد	۸۵
۵۸۰۷	نورالدین بن ابی بکر بیہقی	مجمع الزوائد	۸۶
	محمد بن عبداللہ حاکم نیشابوری	مستدرک حاکم	۸۷
	محمد الدین عبدالسلام بن تیمیہ	المستفتی من احادیث سید الاخیار	۸۸
۵۲۳۵	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	مصنف بن ابی شیبہ	۸۹
۵۱۰۱۳	علی بن سلطان محمد قاری	مرقاۃ المفاتیح	۹۰
۵۶۲۲	ابوعمر و عثمان بن عبدالرحمن شہرزی	مقدمۃ ابن صلاح	۹۱
	شیخ محمد یوسف حسینی بنوری	معارف السنن	۹۲
۵۲۱۱	ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی	مصنف عبدالرزاق	۹۳
۵۳۲۱	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی	مشکل الآثار	۹۴
۵۲۷۵	ابوداؤد سلیمان بن الاشعث بختانی	مراسل ابی داؤد	۹۵
۵۸۰۷	نورالدین علی بن ابی بکر بیہقی	مواردالظمان	۹۶
//	نورالدین علی بن ابی بکر بیہقی	مجمع البحرین	۹۷
	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب بغدادی	مشکوٰۃ المصابیح	۹۸
	علی بن احمد بن علی قسطلانی	المواہب اللدنیہ	۹۹
۵۲۰۵	امام حاکم ابوعبداللہ بن عبداللہ نیشابوری	معرفة علوم الحدیث	۱۰۰
۵۵۰۵	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی	المختول	۱۰۱
	محمود محمد خطاب سبکی	المنہل العذب المورود	۱۰۲
	باسم فیصل الجوابرة	مرویات اللعن فی السنۃ	۱۰۳
۵۸۰۳	ابوالحسن یوسف بن موسیٰ مالکی	المختصر من المختصر	۱۰۴
۵۲۰۲	امام محمد بن ادریس شافعی	مسند الشافعی	۱۰۵

۱۰۶	المسوی مع الموطا	امام ولی اللہ دہلوی	۱۱۷۶ھ
۱۰۷	الکت	علی بن حسن بن علی حلبي اثری	
۱۰۸	نزہۃ النظر	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۱۰۹	نیل الاوطار	محمد بن علی بن محمد شوکانی	
۱۱۰	نسائی (سنن)	ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب نسائی	۳۰۲ھ
۱۱۱	نصب الریة	جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلیعی	۷۶۷ھ
۱۱۲	النهاية	محمد الدین ابوالسعادات المبارک ابن محمد بن الاثیر جزری	۶۰۶ھ
۱۱۳	الوفاق السیاسیہ	ڈاکٹر محمد حمید اللہ	

اصول وقواعد فقہ

۱	أثر الأدلة المختلف فيها في الفقه الإسلامي	دکٹر مصطفیٰ ديب البغاء	
۲	الاعتصام	ابو اسحاق ابراهيم بن موسى شاطبي	۷۹۰ھ
۳	الاحكام لابن حزم مع تحقيق شيخ شاكر	ابو محمد علی بن محمد اندلسی ظاہری	۲۵۶ھ
۴	أدب المفتي	ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن المعروف بابن الصلاح	۶۳۳ھ
۵	الاصصلاح	شیخ مصطفیٰ زرقاء	
۶	اصول الفقه الإسلامي	طہ جابر علوانی	
۷	احكام الاحكام	ابو علی بن محمد آمدی	۶۳۱ھ
۸	الاجتهاد في النص فيه	دکٹر طیب خضری السید	
۹	الاحكام في اصول الاحكام	ابو علی بن محمد آمدی	۶۳۱ھ
۱۰	اعلام الموقنين	ابن قیوم الجوزیة	۷۵۱ھ
۱۱	البحر المحیط	ابو بکر محمد بن احمد سرخسی	۲۸۳ھ
۱۲	تخریج الفروع علی الاصول	شہاب الدین زنجانی	
۱۳	التقریر والتعمیر	علامہ محقق ابن امیر الحاج حلبي	۸۷۹ھ
۱۴	ارشاد الخول	محمد بن علی بن محمد شوکانی	۱۲۵۰ھ

۱۵	حصول المامول	نواب محمد صدیق حسن خان
۱۶	شرح اسنوی علی تقریر	امام جمال الدین عبدالرحیم اسنوی
۱۷	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین المعروف زین العابدین
۱۸	ضوابط المصلحہ	دکٹر محمد سعید رمضان یوپی
۱۹	العدۃ	محمد بن الحسن الفراء بغدادی حنبلی
۲۰	عقد الجید	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۲۱	الفتویٰ نشأ تہا وتطورہا	دکٹر حسین محمد الملاح
۲۲	الفوائد الحنبیۃ	
۲۳	قواعد الفقہ	ابوالفرج عبدالرحمن بن رجب حنبلی
۲۴	قواعد الفقہ	مفتی محمد عمیم الدین احسان مجددی
۲۵	منہاج الوصول	قاضی ناصر الدین بیضاوی
۲۶	المدخل لدراسة الشریعة الاسلامیۃ	
۲۷	الموافقات	ابو اسحاق شاطبی
۲۸	المحصل	فخر الدین محمد عمر بن حسین رازی
۲۹	مسلم الثبوت	ملاحب اللہ بن عبدالشکور
۳۰	مختصر ابن حاجب	ابن حاجب مالکی
۳۱	نظریۃ الحکم ومصادر التشریع الاسلامی	
۳۲	نہایۃ السؤل	امام جمال الدین عبدالرحیم اسنوی
۳۳	الواضح فی الفقہ	ابوالوفاء علی بن ابی عقیل بن محمد
۳۴	الاشباہ والنظائر	علامہ زین الدین بن ابراہیم المعروف بابن نجم حنفی
۳۵	الاشباہ والنظائر	جلال الدین سیوطی
۳۶	اصول السرخسی	امام ابو بکر محمد بن احمد بن ابی اہل سرخسی

۵۲۹۰	امام ابو بکر محمد بن احمد بن ابی اہل سرخسی	اصول السرخسی	۳۶
	محمد ابو زہرہ	اصول الفقہ	۳۷
	دکتور وہبہ زحیلی حفظہ اللہ	اصول فقہ الاسلامی	۳۸
۵۲۸۳	امام فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی	اصول بزدوی	۳۹
۵۳۲۰	امام ابو الحسن کرخی	اصول کرخی	۴۰
	امام ابو بکر ہصا ص رازی	الفصول فی احکام الاصول	۴۱
۵۳۲۲	شیخ نظام الدین شاشی	اصول الشاشی	۴۲
	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	آسان اصول فقہ	۴۳
	شیخ محمد خضریٰ بک	اصول الفقہ	۴۴
	ملا عبد الحکیم سیالکوٹی (محبی)	التوضیح والتلویح	۴۵
۵۹۷۸	شیخ محمد امین بادشاہ	تیسیر التحریر	۴۶
۵۳۳۰	قاضی ابوزید عبداللہ دبوسی	تقویم الادلۃ	۴۷
۵۳۳۲	امام ابوزید عبید اللہ بن عمر ابن عیسیٰ دبوسی حنفی	تأسیس النظر	۴۸
۵۹۳۹	شہاب الدین احمد بن احمد العلوی شوکی	التوضیح	۴۹
	برہان الدین ابوالوفاء ابراہیم ابن شمس الدین ابی عبداللہ	التبصرۃ فی اصول الفقہ	۵۰
۵۶۸۳	شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس المشہور بالقرافی	تنقیح الفصول	۵۱
۵۶۵۶	امام شہاب الدین محمود بن احمد زنجانی	تخریج الفروع علی الاصول	۵۲
	دکتور علی احمد ندوی	جمہرۃ قواعد الفقہ	۵۳
	دکتور محمد حسن پتو	حاشیۃ المحتول	۵۴
	لام محمد صدیق حسن خان	حصول المامول من علم الوصول	۵۵
۵۷۱۶	عجم الدین ابوالریح سلیمان بن عبدالقوی بن عبدالکریم ابن سعید طونی	شرح مختصر الروضۃ	۵۶
	ڈاکٹر عبدالوہاب خلاف	علم اصول الفقہ	۵۷

۵۱۰۹۸	علامہ شیخ سید احمد بن محمد حموی مصری	غمز عیون البصائر	۵۸
	علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین انصاری	فوائح الرحموت	۵۹
۵۸۳۳	شمس الدین محمد ابن حمزہ قاری	فصول البدائع فی اصول الشرائع	۶۰
	علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادیس المشہور بالقراہی	الفروق	۶۱
	ابوالفرج زین الدین عبدالرحمن بن رجب حنبلی	قواعد ابن رجب	۶۲
۵۱۲۸۵	محمد عبدالخلیم بن محمد امین لکنوی	قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار	۶۳
	ابو محمد عز الدین عبدالعزیز بن عبدالسلام سلیمی	قواعد الاحکام	۶۴
	امام علاء الدین عبدالعزیز بن احمد بخاری	کشف الاسرار	۶۵
۵۲۲۹	شیخ امام ابو منصور عبدالقاہرین طاہر بغدادی شافعی	کتاب اصول الدین	۶۶
	ڈاکٹر مصطفیٰ احمد زرقاء	المدخل الفقہی العام	۶۷
۵۵۰۵	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی	المستصفی	۶۸
۵۷۹۳	علامہ بدر الدین محمد بن بہادر زکشی	المشور فی القواعد	۶۹
۵۲۶۳	علامہ ابوالحسین محمد بن علی بصری معتزلی	المعتمد فی اصول الفقہ	۷۰
		منہاج الوصول مع تحقیق سلیم شعبانہ	۷۱
	ابن حاجب مالکی	نتیج الوصول	۷۲
	امام ابو زکریا محی الدین بن شرف النووی	مقدمۃ المجموع	۷۳
۵۶۳۶	جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر بن ابی بکر المعروف بابن الحاجب	نتیج الوصول والامل	۷۴
۵۱۲۹۳	محمد امین بن محمد مختار شفقیطی	مذکرۃ فی اصول الفقہ	۷۵
۵۱۱۳۰	حافظ شیخ احمد المعروف بملا جیون	نور الانوار	۷۶
	دکٹر عبدالکریم زیدان	الوجیز	۸۷

فقہ حنفی

	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	اسلام کا نظام عشر و زکوٰۃ	۱
	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	اسلام اور جدید معاشرتی مسائل	۲

	قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	اسلامی عدالت	۳
۱۳۶۲ھ	مولانا اشرف علی تھانوی	امداد الفتاویٰ	۴
۵۵۸۷	امام ابوبکر بن سعود کاسانی	بدائع الصنائع	۵
۵۹۷۰	شیخ زین الدین ابن نجیم مصری	البحر الرائق	۶
۵۷۳۳	علامہ جمال الدین زبیلی	تبیین الحقائق	۷
	سید شاہ احمد علی صوفی قادری	تحفہ الصوفیہ	۸
۵۵۳۹	شیخ علاء الدین سمرقندی	تحفہ الفقہاء	۹
	مفتی محمد شفیع صاحب	جواہر الفقہ	۱۰
	علامہ قہستانی	جامع الرموز	۱۱
۱۸۹ھ	امام محمد بن حسن شیبانی	الجامع الصغیر	۱۲
۵۸۰۰	شیخ ابوبکر بن علی حدادی	الجوہرۃ النیرۃ	۱۳
۵۹۳۵	ملا سعد اللہ بن عیسیٰ (سعدی حلی)	حاشیہ سعدی حلی	۱۴
۱۳۶۲ھ	مولانا اشرف علی تھانوی	حوادث الفتاویٰ	۱۵
۱۳۶۲ھ	مولانا اشرف علی تھانوی	الحیلۃ الناجزۃ	۱۶
	علامہ عبدالرشید طاہر بخاری	خلاصۃ الفتاویٰ	۱۷
۱۰۸۸ھ	علامہ علاء الدین حصکفی	در مختار	۱۸
۱۲۵۲ھ	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	ردالمحتار	۱۹
۱۲۵۲ھ	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	رسائل ابن عابدین	۲۰
۱۳۰۴ھ	علامہ عبدالرحمن لکھنوی	السعایہ علی شرح الوقایہ	۲۱
۵۸۰۰	شیخ سراج الدین سجادندی	سراجی فی المیراث	۲۲
		السراج الممیر شرح الجامع الصغیر	۲۳
۵۲۹۰	محمد بن ابی سہل سرخسی	شرح السیر الکبیر	۲۴
۱۲۳۱ھ	علامہ احمد بن محمد طحاوی	طحاوی علی مرآتی الفلاح	۲۵

۵۱۳۰۲	علامہ عبدالحی لکھنوی	عمدۃ الرعاۃ	۲۶
۵۷۸۶	علامہ اکمل الدین بابر قی	عنایۃ علی ہامش الفتح	۲۷
۵۸۲۷	شیخ محمد بن محمد کردی ابن المزاز	فتاویٰ بزازیہ	۲۸
۵۷۸۶	علامہ عالم بن علاء اندراپتی	فتاویٰ تاتارخانیہ	۲۹
	شیخ رکن الدین ابن حسام الدین ناقوری	فتاویٰ حمادیہ	۳۰
	مفتی عزیز الرحمن عثمانی	فتاویٰ دارالعلوم	۳۱
	مولانا رشید احمد گنگوہی	فتاویٰ رشیدیہ	۳۲
۵۸۲۹	سراج الدین الاودی	فتاویٰ سراجیہ	۳۳
۵۱۳۳۹	شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی	فتاویٰ عزیز یہ	۳۴
	شیخ داؤد بن یوسف	فتاویٰ غیاثیہ	۳۵
۵۵۹۲	علامہ حسن بن منصور اوزجندی	فتاویٰ قاضی خان	۳۶
۵۱۰۹۲	ترتیب: علماء ہند کی ایک جماعت	فتاویٰ ہندیہ	۳۷
۵۶۸۱	علامہ کمال الدین ابن الہمام	فتح القدر	۳۸
۵۳۲۸	علامہ احمد بن ابی بکر بغدادی	قدوری	۳۹
۵۹۵۶	شیخ ابراہیم حلبی	کبیری	۴۰
	مولانا عبدالصمد رحمانی	کتاب العشر والزکوٰۃ	۴۱
	مولانا عبدالصمد رحمانی	کتاب الفسخ والتفریق	۴۲
	علامہ جلال الدین خوارزمی	الکفایۃ علی الہدایۃ	۴۳
۵۱۳۷۲	مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی	کفایۃ المفتی	۴۴
	ابو بركات عبداللہ بن احمد نسفی	کنز الدقائق	۴۵
	مولانا فتح محمد لکھنوی	کنز الحسنات	۴۶
۵۱۸۳	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم	کتاب الخراج	۴۷
۵۱۸۹	امام محمد بن الحسن شیبانی	کتاب الاصل	۴۸

۵۱۲۲۵	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	مالا بدمنہ (فارسی)	۴۹
۵۲۸۳	ابوبکر محمد بن احمد سرخسی	المہبوط	۵۰
۵۵۹۳	برہان الدین علی مرغینانی	مختارات النوازل	۵۱
۵۳۲۱	امام احمد بن محمد طحاوی	مختصر الطحاوی	۵۲
	مرتبہ: خلافت عثمانیہ ترکی	مجلة الاحکام العدلیة	۵۳
	ادارة البحوث العلمیة والافتاء	مجلة البحوث الاسلامیة	۵۴
۵۱۰۶۹	علامہ حسن بن عماد شربلیالی	مراقی الفلاح	۵۵
۵۹۵۶	شیخ ابراہیم بن محمد حلبی	ملتی البحر	۵۶
۵۸۲۳	علامہ علاء الدین طرابلسی	معین الحکام	۵۷
۵۱۲۵۲	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	منہج الخالق علی البحر الرائق	۵۸
	نظام الدین اعظمی	منتخبات نظام الفتاوی	۵۹
	مفتی محمد شفیع صاحب	المواقیت فی احکام المواقیت	۶۰
۵۱۰۶۹	علامہ حسن بن عماد شربلیالی	نور الايضاح	۶۱
۵۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی	الہدلیة	۶۲

فقہ مالکی

	شیخ احمد صاوی	بلغة السالك لا قرب المسالك	۱
	علامہ برہان الدین ابوالوفاء ابراہیم ابن امام شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن فرحون بھری مالکی۔	تہجۃ الحکام	۲
	شیخ ابن ابی زید قیروانی	الشر الدانی	۳
۵۱۲۳۰	شیخ محمد بن احمد بن عرفۃ دسوقی مالکی	حاشیۃ الدسوقی	۴
	علامہ شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی	حاشیۃ صاوی علی الشرح الصغیر	۵
۵۱۲۸۹	ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن علی خرشی مالکی	حاشیۃ الخرشی	۶
	شیخ ابن عدوز محمد کی تونس	الذخیرۃ	۷

۸	منہج الجلیل علی مختصر الشیخ الخلیل	شیخ ضیاء خلیل
۹	الشرح الصغیر	علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد بن احمد دردی
۱۰	عمدة السالك	
۱۱	فتح العلی المالك	شیخ احمد علیش ماکلی
۱۲	القوانين الفقهية	شیخ ابن جزی
۱۳	الکافی فی فقہ اہل المدینۃ الماکلی	ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر التمری القطبی
۱۴	لسان الحکام	شیخ ابوالولید ابراہیم محمد بن ابی الفضل المعروف بابن شحنة حنفی
۱۵	مختصر خلیل	شیخ عبداللہ محمد بن یوسف المواق
۱۶	مواہب الجلیل	ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عبدالرحمن مغربی
۱۷	المدونة الكبرى	امام مالک بن انس اصحی
۱۸	المقدمات الممهدات	ابن رشد

فقہ شافعی

۱	الاحکام السلطانية	قاضی ابوالحسن ماوردی
۲	الابہاج فی شرح المنہاج	علامہ علی بن عبدالکافی سبکی
۳	تحفة المحتاج	شہاب الدین احمد بن حجر حیدمی
۴	حاشیة جمع الجوامع	علامہ شہاب الدین برلسی
۵	حواشی تحفة المحتاج	شہاب الدین احمد بن حجر حیدمی
۶	الحاوی للفتاوی	شیخ عبدالرحمن ابی بکر سیوطی
۷	شرح المنہاج	شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم
۸	شرح المہذب (المجموع)	ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی
۹	فتح العزیز	ابوالقاسم عبدالکریم ابن محمد رافعی
۱۰	فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن عبدالعزیز ملیباری
۱۱	فتح الرؤف مع شرح عماد الرضاء	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی

۱۲	کتاب الام	محمد بن ادریس شافعی	۵۲۰۳
۱۳	منہاج الطالبین	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی	۵۶۷۶
۱۴	متن ابی شجاع (متن الغایۃ والتقریب)	قاضی ابوشجاع احمد بن حسین بن احمد الاصفہانی الشافعی	۵۵۹۳
۱۵	المنہاج القویم	ابن حجر ہیثمی	
۱۶	معنی المحتاج	شیخ محمد الشربینی الخطیب	
۱۷	مختصر المرزنی	اسماعیل بن یحییٰ مرزنی	
۱۸	المہذب مع تحقیق الرحلی	علامہ ابواسحاق شیرازی	
۱۹	نہایۃ المحتاج	شیخ شمس الدین محمد بن ابی العباس احمد بن حمزہ بن شہاب رطلی	

فقہ حنبلی

۱	الاقناع	موسیٰ بن سالم مقدسی	۵۹۶۸-۸۹۵
۲	الاختیارات الفقہیۃ لفتاویٰ ابن تیمیۃ	علی بن محمد بعلی	۵۸۰۳
۳	روضۃ الناظر	ابو محمد عبداللہ بن احمد ابن قدامہ	۵۶۲۰
۴	الروض المرعب	شیخ منصور بن یونس بہوتی	۵۱۰۵۱
۵	کشاف القناع	علامہ منصور بہوتی	۵۱۰۵۱
۶	المغنی	احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی	۵۶۲۰-۵۴۱۰
۷	مجموع الفتاویٰ	شیخ الاسلام احمد بن تیمیۃ	۵۷۲۸
۸	الاحکام السلطانیۃ	قاضی ابویعلیٰ محمد بن حسن الفراء حنبلی	

فقہ عام

۱	الاجماع	محمد بن ابراہیم ابن منذر	۵۳۱۸
۲	الاحوال الشخصیۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ	عبدالعزیز عامر	
۳	اختلاف الدارین واثرہ فی احکام المناکحات والمعاملات	دکتر اسماعیل لطفی قطانی	
۴	ادب القاضی	قاضی ابوالحسن ماوردی	
۵	الانصاح	شیخ یحییٰ بن محمد ابن ہبیرۃ	

		الانصاف فی حکم الاعتکاف	۶
۵۷۳۳	محمد بن ابراہیم ابن جماعہ	تدبیر الاحکام	۷
۵۷۳۳	محمد بن ابراہیم ابن جماعہ	تحریر الاحکام لابن جماعہ	۸
	عبدالقادر عودہ	التشریح الجنائی	۹
۵۲۶۳	حافظ ابو عمر ابن عبدالبر اندلسی	التمہید	۱۰
۵۵۰۷	شیخ محمد بن احمد الشاشی القفال	حلیۃ العلماء	۱۱
	شیخ سید علی بن سلیمان دہلی ماکی	قوت المعتمدی	۱۲
۵۲۲۳	امام ابو عبیدہ قاسم بن سلام	کتاب الاموال	۱۳
	دکتر عبدالرزاق السنودی	مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی	۱۴
	دکتر محمد رواں قلجی	موسوعۃ فقہ عمر	۱۵
	دکتر محمد رواں قلجی	موسوعۃ فقہ علی بن ابی طالب	۱۶
	وزارة الاوقاف والشئون الاسلامیہ، کویت	الموسوعۃ الفقہیۃ	۱۷
۵۲۵۶	احمد بن سعید بن حزم	المحلی	۱۸
	دکتر محمد بن ابراہیم بن عبداللہ موسیٰ	نظریۃ الضمان	۱۹
	محمد امین ضریر	الغرر واثرہ فی العقود	۲۰

سیرت و تذکرہ

۵۲۳۱	ابوزہرہ مصری	ابو حنیفہ	۱
//	ابوزہرہ مصری	احمد بن حنبل	۲
۵۷۲۸	امام ذہبی	تہذیب سیر اعلام النبلاء	۳
	علامہ جلال بن سیوطی	تمییز الصحیفۃ فی مناقب الحنفیہ	۴
۵۹۱۱	جلال الدین عبدالرحمن ابی بکر سیوطی	الخصائص الکبریٰ	۵
	قاضی محمد سلیمان منصور پوری	رحمۃ للعالمین	۶
	ابن قیم جوزی	زاد المعاد	۷

۵۲۱۸۱۲۱۳	محمد ابن ہشام	السیرۃ النبویۃ	۸
	علامہ شبلی نعمانی	سیرت النبی	۹
۵۱۰۳۴	علامہ علی ابن برہان الدین حلبی	سیرت حلبیہ	۱۰
	علامہ شبلی نعمانی	سیرۃ النعمان	۱۱
۵۲۳۱	شیخ ابو زہرہ	الثاقفی	۱۲
	علامہ ابن سعد	الطبقات الکبری	۱۳
	احمد بن محمد اوندوی	طبقات المفسرین (رجال)	۱۴
	علامہ شبلی نعمانی	الفاروق	۱۵
	عبدالسلام ہارون	مہذب سیرۃ ابن ہشام	۱۶
۵۷۲۸	امام ذہبی	نزہۃ الفضلاء	۱۷
۵۶۱۳	عبداللہ ابن احمد بن ابی الحسن	الروض الانف	۱۸

تاریخ

۵۷۷۲	ابوالفداء حافظ ابن کثیر	البدایۃ والنہایۃ	۱
		تاریخ المذہب الفقہیۃ	۲
		التاریخ الاکلیل	۳
۵۲۶۳	خطیب بغدادی	تاریخ بغداد	۴
	ابوالولید ازرقی	تاریخ مکہ	۵
۵۷۷۱	محمد عبداللہ بن عبداللہ مرجانی	تاریخ المدینۃ المنورۃ	۶
	ڈاکٹر گستاویلیبان	تمدن عرب	۷
	محمد ابن احمد بن مطرف کتابی	التراتب الاداریۃ	۸
	ابوریحان بیرونی	تاریخ مافی البند	۹
	مولانا راج حسی ندوی	جزیرۃ العرب	۱۰
	شیخ کمال الدین دمیری	حیاۃ الحيوان	۱۱

۱۲	طبقات ابن سعد	ابن سعد
۱۳	طبقات المفسرین	محمود بن محمد اذندوی
۱۴	فجر الاسلام	احمد امین مصری
۱۵	فتوح البلدان	علامہ بلاذری
۱۶	مروج الذهب	ابوالحسن علی بن الحسن بن علی المسعودی
۱۷	مقدمہ ابن خلدون	علامہ عبدالرحمن ابن خلدون
۱۸	النجوم الزاہرہ	
۱۹	عجائب الہند	ابوریحان بیرونی
۲۰	المناقب للمکی	ابن موفق مکی
۲۱	الخیرات الحسان	
۲۲	ایواقیت المصنوعہ فی المواقیت الشرعیۃ	محمود بن احمد بن محمد القیومی ثم الحموی شافعی، المعروف بابن خطیب الدہشہ۔
۲۳	ایواقیت فی احکام المواقیت	شہاب الدین احمد ابن ادریس مصری
۲۴	ایواقیت فی معرفۃ المواقیت	ابراہیم بن علی ابن محمد الاصحی
۲۵	ایواقیت لطلب معرفۃ المواقیت	ابوالقاسم بن ابراہیم بن محمد

لغات ، فنون و اصطلاحات

۱	تاج العروس	محب الدین ابو فیض محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی
۲	الجامع اللطیف	علاء الدین سمرقندی
۳	دستور العلماء	عبدالنبی احمد گری
۴	القاموس المحیط	امام محمد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی
۵	کشف الظنون	علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ "حاجی خلیفہ"
۶	کتاب التعریفات	سید شریف علی بن محمد جرجانی
۷	کشاف اصطلاحات الفنون	محمد علی فاروقی تھانوی

۵۷۱۱	علامہ ابن منظور	لسان العرب	۸
۵۶۷۶	امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی	لغة الفقہ	۹
۵۶۲۶	ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ حموی	معجم البلدان	۱۰
	شیخ شمس الدین محمد بن شعبان شافعی	معجم مقاییس اللغة	۱۱
		معجم المصطلحات للافاظ الفقہیہ	۱۲
	لوئیس معلوف	المنجد	۱۳
	محمد بن ابوبکر بن عبدالقادر رازی	مختار الصحاح	۱۴
۵۶۱۰	ابوالفتح ناصر بن عبدالسید مطرزی	المغرب فی ترتیب العرب	۱۵
۵۷۷۰	احمد بن محمد بن علی مقرئ	المصباح المنیر	۱۶
	ابوالقاسم الحسین بن محمد راغب اصفہانی	مفردات القرآن	۱۷
	ابراہیم مصطفیٰ	المعجم الوسیط	۱۸
	محمد رواں قلعه جی، حامد صادق قنشی	معجم لغة الفقہاء	۱۹
	ارندجان ونسنگ اور جان پرمسنگ	المعجم المفہرس للافاظ الحدیث النبوی	۲۰
	احمد بن مصطفیٰ المعروف بطاش کبری زادہ	مفتاح السعادة ومصباح السیادة	۲۱
۵۵۳۷	شیخ نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد نسفی	طلبة الطلبة فی اصطلاحات الفقہیہ	۲۲
	سعدی ابو حبیب	القاموس النحوی	۲۳
۵۳۹۳	امام ابو نصر اسماعیل بن حماد فلاہی	الصحاح فی اللغة	۲۴

متفرقات و مذاہب

	محمد محی الدین عبدالحمید	احکام الموارث فی الشریعة الاسلامیہ	۱
	بائبل سوسائٹی بنگلور	کتاب مقدس	۲
		احکام الصبیان	۳
۵۵۹۵	محمد بن احمد بن محمد رشید قرطبی	بدلیۃ المجتہد	۴
۵۱۷۶	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	تفسیرات الہیہ	۵

۱۱۷۶ھ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	حجتہ اللہ البالغہ	۶
	ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن	رحمۃ الامۃ	۷
	ترجمہ: پیر محمد بن علی عاشق	السیارۃ الشرعیۃ لابن تیمیۃ	۸
		سقوط العقوبات فی الفقہ الاسلامی	۹
۱۷۹۲ھ	قاضی علی بن علی بن محمد مشقی	شرح عقیدۃ الطحاوی	۱۰
۱۷۹۲ھ	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	شرح عقائد	۱۱
	ملا علی قاری	شرح فقہ اکبر	۱۲
۱۷۵۱ھ	ابن قیم الجوزیۃ	الطرق الحکمیۃ	۱۳
	شیخ احمد سرہندی	فیوض یزدانی (ترجمہ: مکتوبات ربانی)	۱۴
	ڈاکٹر وہبہ زحلی حفظہ اللہ	الفقہ الاسلامی وأدلۃ	۱۵
	عبد الرحمن جزیری	الفقہ علی المذاهب الاربعۃ	۱۶
	ڈاکٹر یوسف قرضاوی	فقہ الزکوٰۃ	۱۷
	اصمعی ابو سعید عبد الماک	کتاب الخراج	۱۸
	اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا	مجلۃ فقہ اسلامی	۱۹
		مجالس ابرار	۲۰
	شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی	مکتوبات ربانی	۲۱
	عبد الوہاب شعرانی	المیزان الکبریٰ	۲۲
	امام عبد الوہاب شعرانی	الیواقیت والجواہر	۲۷



قاموس الفقہ

جلد پنجم

اشاریہ

(فقہی ترتیب پر پانچوں جلدوں میں شامل احکام کی فہرست)

اشاریہ بہ ترتیب مضامین

قرآنیات

لفظ	صفحہ	جلد	فہرست ابواب
آیت	۴۴۸	اول	قرامت قرآن کا اطلاق
//	//	//	آیات کی مدنی
//	//	//	مکی اور مدنی آیات اور سورتوں کی بعض علامات
//	//	//	اوقات و حالات کے لحاظ سے آیات قرآنی کی قسمیں
//	//	//	سب سے پہلی آیت
//	//	//	سب سے آخری آیت
بکیرہ	۲۸۷	دوم	بکیرہ سے مراد
سائبہ	۱۱۵	چہارم	لغوی و اصطلاحی معنی
//	//	//	سائبہ سے مراد
//	//	//	اس رسم مشرکانہ کا بانی
تقیہ	۵۱۹	دوم	اہل سنت و الجماعت کا مسلک
شعائر	۲۹۰	سوم	شعائر — لغوی معنی
//	//	//	شعائر اللہ سے مراد
//	//	//	شعائر اللہ کا احترام
//	۲۹۱	//	شعائر دین کا تسخیر
کنز	۵۶۹	چہارم	آیت کنز کے مخاطب
//	//	//	کنز سے مراد
//	//	//	حضرات صحابہ کرام کا اختلاف
لہو	۵۹۷	//	لہو — لغوی معنی

ماعون سے مراد	پنجم	۵۲	ماعون
آیہ الکرسی	اول	//	آیہ الکرسی
کیا بسم اللہ جزء سورت ہے؟	دوم	۳۱۶	بسملہ
رفق سے مراد	سوم	۳۸۸	رفق
معروف — لغوی واصطلاحی معنی	پنجم	۱۳۰	معروف
شریعت کی مامورات سب کی سب معروف ہیں	//	//	//
منکر کی تفسیر	پنجم	//	منکر
تفسیر — لغوی معنی	دوم	۳۸۶	تفسیر
اصطلاحی تعریف	//	۳۸۷	//
تفسیر قرآن کے ماخذ	//	//	//
تفسیر بالرأی	//	۳۸۹	//
تفسیر کے لئے ضروری علوم	//	۳۹۰	//
تاویل — لغوی معنی	دوم	۳۰۸	تاویل
مفسرین کے نزدیک	//	//	//

حدیثیات

محدثین کی اصطلاح میں	دوم	۵۰	اخبار
حدیث ”لم یبدأ بسم اللہ“ کی تحقیق	//	۳۱۶	بسملہ
جذام کے شرعی احکام	سوم	۸۵	جذام
متعارض روایتوں میں تطبیق	//	۸۶	//
اہل و عیال پر فراخی کی روایت	چہارم	۳۶۵	عاشورہ
سرمہ لگانے کی روایت	//	//	//

ایمانیات

صفات رحمت	اول	۳۱۳	اللہ
اللہ تعالیٰ کی صفات غضب	//	//	//

صفات غضب اور اس پر یقین کی ضرورت	اول	//	اللہ
اللہ کی تحقیق	//	//	//
اسماء حسنیٰ	//	//	//
کیا اسماء الہی تو قینی ہیں؟	//	//	//
اللہ تعالیٰ کے لئے دیگر مذاہب اور زبانوں میں استعمال ہونے والے الفاظ کا حکم	//	//	//
نبی کاماً خذ	پنجم	۱۶۵	نبی
نبی اور رسول میں فرق	//	//	//
انبیاء کی عصمت	//	//	//
کبیرہ کا ارتکاب	//	//	//
کفریہ قول و فعل	//	//	//
جھوٹ عمد اور سہواً	//	//	//
صغائر کا صدور	//	//	//
زلتیں اور لغزشیں	//	//	//
سہو و نسیان	//	//	//
اہانت انبیاء	//	//	//
شاتم رسول کی توبہ	//	//	//
انبیاء کے فضلات	//	//	//
نیند ناقض وضوء نہیں	//	//	//
انبیاء اور ان کے خاندان کے لئے زکوٰۃ	//	//	//
انبیاء اور میراث	//	//	//
انبیاء کے مال میں زکوٰۃ	//	//	//
جنوں میں نبوت	سوم	۱۳۳	جن
پہلی رائے	اول	۳۳۸	آل
دوسری رائے	//	//	//
تیسری رائے	//	//	//

بعض محققین کا مسلک	//	۳۳۸	//
آل نبی کے معصوم ہونے کا عقیدہ	//	//	//
ایمان کی حقیقت	دوم	۳۶۴	تصدیق
ایمان — لغوی معنی	//	۲۷۲	ایمان
ایمان کی حقیقت	//	//	//
بسیط ہے یا مرکب؟	//	۲۷۲	ایمان
تصدیق سے مراد	//	//	//
اعمال کے جزء ایمان نہ ہونے کی دلیلیں	//	۲۷۳	//
ایمان میں کمی و زیادتی	//	//	//
ایمان اور اسلام	//	۲۷۴	//
اسلام اور ایمان	//	۱۳۸	اسلام
رسول ﷺ کی شان میں گستاخی	اول	۴۲۶	احمد
سب — لغوی معنی	چہارم	۱۱۸	نسب
سب و شتم باعث فسق	//	//	//
اللہ اور رسول کی شان میں گستاخی	//	//	//
صلیب لگانا	چہارم	۲۸۳	صلیب
عیسائیوں کا عقیدہ کفارہ	//	//	//
کلمات کفر بجز انی کیفیت میں	دوم	۳۸	احتضار
زندیق کی تعریف	چہارم	۱۰۷	زندیق
زندیق اور منافق	//	//	//
زندیق کی توبہ مقبول نہیں	//	//	//
زندیق کے مال کا حکم	//	//	//
منافق اور زندیق	پنجم	۲۰۲	نفاق
اس فرقہ کے عقائد	دوم	۳۳۸	بہائی
حضرت علی کی طرف تقیہ کی نسبت	//	۵۲۱	تقیہ

بعض مشرک فرقے اور ان کے احکام	سوم	۶۷	مجموعہ
صابی - لغوی معنی	چہارم	۲۱۵	صابی
صابین کے سلسلہ میں فقہاء اور مفسرین کے اقوال	//	//	//
اختلاف کی اصل بنیاد	//	//	//
جس کا اہل کتاب میں ہونا مشکوک ہو	//	//	//
تقدیر کے بارے میں اہل سنت والجماعت کی رائے	چہارم	۲۷۷	قدریہ
جبریہ کا نقطہ نظر	//	//	//
قدریہ کا نقطہ نظر	//	//	//
قدریہ کا ظہور کب ہوا؟	//	//	//
قدریہ کا حکم	//	//	//
فرقہ باطنیہ کے عقائد اور ان کا حکم	دوم	۲۸۰	باطنیہ
قادیاہیوں کا حکم	//	۲۵۶	//
خطا کے مختلف درجات	چہارم	۵۳۹	کبیرہ
گناہ کبیرہ کی تعریف اور اس سلسلے میں اہل علم کے اقوال	//	//	//
صغائر کا تکرار	//	//	//
کبار کے ارتکاب سے متعلق دنیوی احکام	//	//	//
بدعت - لغوی معنی	دوم	۲۹۱	بدعت
اصطلاحی تعریف	//	//	//
کوئی بدعت حسنہ نہیں ہے	//	۲۹۲	//
بدعت - حدیث رسول کی روشنی میں	//	۲۹۳	//
بدعت اور سلف و صوفیاء کے اقوال	//	۲۹۵	//
مرتکب بدعت، فقہاء کی نظر میں	//	۲۹۷	//
علامات	//	۲۹۸	//
انفرادی عبادت اجتماعی طور پر ادا کی جائے	//	۲۹۹	//
اذکار سری کو جہری پڑھنا	//	//	//

وقت کی تعیین	//	//	//
خاص ہیئت و کیفیت کی تعیین	۳۰۰	//	//
اضافہ و کمی کا ابہام	//	//	//
مستحبات کو واجب کا درجہ دینا	۳۰۱	//	//
موقع و محل کی عدم رعایت	//	//	//
غیر مسلموں سے تشبیہ	//	//	//
آلو کو منحوس سمجھنا	۳۳۷	//	توم

ازالہ شبہات

کیا خدا غضبناک ہے؟	۴۱۳	اول	اللہ
کیا اسلام کا خدا صرف غضبناک اور قاہر و جابر ہے؟	//	//	//
متنہی کا مسئلہ	۴۷۳	//	ابن
اسوہ رسالت	//	//	//
تہنیت کا اثر قانون نکاح پر	//	//	//
تہنیت کا اثر قانون وراثت پر	//	//	//
تہنیت کا اثر دوسرے قوانین پر	۴۷۹	//	ابن الابن
پوتے کی وراثت کا مسئلہ	۱۸۸	سوم	حجب
پوتے کی وراثت کا مسئلہ	۴۷۹	اول	ابن الابن
قرآنی اصول	//	//	//
محتاجی وراثت کا معیار نہیں	//	//	//
وراثت میں قائم مقام	//	//	//
اجماع امت	//	//	//
وصیت و ہبہ کی گنجائش	//	//	//
یتامی کی پرورش کا مسئلہ	//	//	//
جزیہ پر اعتراضات	۱۰۰	سوم	جزیہ

بہنی کا حق میراث	دوم	۳۳۲	بنت
بہنی اور بیٹے میں فرق کی وجہ	//	۳۳۲	//
کیا استقبال قبلہ بت پرستی ہے؟	//	۱۲۳	استقبال
کیا استقبال قبلہ بت پرستی ہے؟	//	۳۲۱	تحری
کیا حجر اسود کا بوسہ لینا سنگ پرستی ہے؟	//	۱۲۲	استلام
غلامی کا مسئلہ	//	۱۶۹	اعتاق
اس سلسلے میں حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل	//	۱۶۹	//
قانون طلاق میں شریعت کا توازن و اعتدال	دوم	۲۸۶	تفریق
حی غذا انسانی فطرت کا تقاضہ	سوم	۳۱۵	حیوان
جانوروں کے ساتھ حسن سلوک	//	۳۱۵	//

اصول فقہ

حکم و حاکم

حاکم	سوم	۲۸۷	حکم
محکوم فیہ	//	//	//
محکوم علیہ	//	//	//
حکم کی تعریف	//	//	//
حکم تکلفی	//	۲۸۹	//
حکم وضعی	//	۲۹۰	//
سبب	//	//	//
شرط	//	//	//
مانع	//	//	//
اسلام کے نظام قانون کی روح	//	//	//
حلال کرنا اللہ ہی کا حق ہے	دوم	۳۲۸	تحلیل
حرام کرنا اللہ ہی کا حق ہے؟	//	۳۲۲	تحريم
احکام شرعیہ میں عقل کا مقام	سوم	۱۲۲	حاکم

عقل کی وجہ تسمیہ		چہارم	۲۰۷	عقل
احکام شرعیہ میں عقل کا مقام		//	//	//
اشاعرہ کا نقطہ نظر		//	//	//
معتزلہ اور امامیہ کی رائے		//	۲۰۶	//
ماتریدیہ کا نقطہ نظر		//	//	//
حاکم شریعت ہے نہ کہ عقل		//	//	//
رکن — لغوی معنی		سوم	۲۹۳	رکن
اصطلاح میں		//	//	//
رکن اور شرط کا فرق		//	//	//
فرض — لغت و اصطلاح میں		چہارم	۲۵۲	فرض
کن دلائل سے فرض ثابت ہوتا ہے؟		//	//	//
کن دلائل سے واجب کا ثبوت ہوتا ہے؟		//	//	//
کن دلائل سے سنن و مستحبات کا ثبوت ہوتا ہے؟		//	//	//
واجب — لغوی و اصطلاحی معنی		پنجم	۲۵۶	واجب
واجب علی العین اور واجب علی الکفایہ		//	//	//
واجب معین اور واجب مخیر		//	//	//
واجب اور فرض میں فرق		//	//	//
مستحب		//	۱۳۲	مندوب
ادب — لغوی و اصطلاحی معنی		دوم	۶۱	ادب
ادب کا ثبوت		//	//	//
ادب کا حکم		//	//	//
درجہ عفو		اول	۲۵۶	اباحت
مباح کا حکم		//	//	//
ایک اہم مسئلہ		//	//	//
تحریم حلال		//	//	//

احکام میں فرق مراتب	//	۲۵۶	//
مباحات رخصت	//	//	//
مباحات عفو	//	//	//
عسری الدین	//	//	//
اجتماعی اور انفرادی حیثیتوں کا فرق	//	//	//
انفرادی حقوق میں دخل اندازی	//	//	//
اشیاء میں اصل اباحت ہے یا ممانعت؟	//	//	//
أصول فقہ کی ایک اصطلاح	سوم	۷۴	جائز
حرام کے لئے اسالیب	//	۲۴۷	حرام
حرام لذاتہ	//	۲۴۸	//
حرام لغیرہ	//	۲۴۹	//
مکروہ	پنجم	۱۳۷	مکروہ
لغت و اصطلاح میں	//	۵۴	مانع
مانع کی پانچ قسمیں	//	//	//
مانع کی تین صورتیں	//	//	//
لغوی معنی	چہارم	۱۱۸	سبب
اصطلاحی تعریف	//	//	//
چار صورتیں	//	//	//
سبب مجاز	//	//	//
سبب محض	//	//	//
سبب بہ معنی علت	//	//	//
سبب مشابہ بہ علت	//	//	//
دوسرے علماء اصول کی رائے	//	//	//
ایک فقہی قاعدہ	//	//	//
دو طرح کی مناسبت	دوم	۱۱۷	استعارہ

علت کی مثال	۱۱۷	//	
سبب کی مثال	//	//	
شرط کی اصطلاحی تعریف	۱۸۴	چہارم	
شرط اور رکن میں فرق	//	//	
شرط اور جعلی شرطیں	//	//	
دو اور قسمیں	//	//	
شرط شرعی سے مراد	//	//	
سبب میں شرط	//	//	
شرط جعلی سے مراد	//	//	
حکم میں شرط	//	//	
سرخسی اور شرط کی چھ قسمیں	//	//	

تکلیف و خطاب شرعی

حیات انسانی کے مختلف ادوار، فقہی نقطہ نظر سے	۲۴۴	دوم	انسان
پہلا دور	//	//	//
دوسرا دور	//	//	//
تیسرا دور	۲۴۵	//	//
چوتھا دور	//	//	//
ذمہ — لغوی معنی	۳۶۱	سوم	ذمہ
فقہی اصطلاح	//	//	//
احکام و خصوصیات	//	//	//
ذمہ، انسانی شخصیت کے لئے	۳۶۲	//	//
پیدائش کے ساتھ ہی ذمہ	//	//	//
فقہاء کا نقطہ نظر	//	//	//
حنفیہ کی رائے	//	//	//
عبادات میں	۲۵۰	پنجم	نیابت

معاملات میں	//	۲۵۰	//
حج بدل کا مسئلہ	//	//	//

عوارضِ اہلیت

اہلیت سے مراد	دوم	۲۵۹	امتحان
عوارضِ اہلیت	//	//	//
جنین، زیرِ حمل بچہ	//	۱۵۸	اہلیت
عوارض	دوم	۲۵۹	اہلیت
شرعی احکام میں تخفیف کی صورتیں	//	//	//
سفر	//	//	//
بیماری	//	//	//
دشواری و تنگی	//	//	//
نقص	//	//	//
تخفیف کی مختلف صورتیں	//	۲۵۹	//
اسقاط	//	//	//
تنقیص	//	//	//
ابدال	//	//	//
تقدیم	//	//	//
تاخیر	//	//	//
تغییر	//	//	//
ترجیحیں	//	//	//
علم اصطلاح شرع میں	چہارم	۴۱۲	علم
حکماء کی اصطلاح میں	//	//	//
احکام شرعیہ میں علم کی اہمیت	//	//	//
احناف کے نزدیک جہل کے احکام	سوم	۱۶۶	جہل
شوافع کے نزدیک جہل کے احکام	//	۱۶۸	//

جہل سے متعلق ایک اصول	166	//	//
جہل کے معتبر ہونے کے لئے دو بنیادی اصول	169	//	//
جہل باطل	166	//	//
موقع اجتہاد میں جہل	166	//	//
دارالحرب میں جہل	//	//	//
جہل کی چوتھی قسم	//	//	//
پہلی صورت	168	//	//
دوسری صورت	//	//	//
تیسری صورت	//	//	//
چوتھی صورت	//	//	//
نسیان — معنی و مراد	195	پنجم	نسیان
نسیان اور سہو	//	//	//
بھول کی وجہ سے گناہ معاف ہے	//	//	//
نماز میں	//	//	//
روزہ میں	//	//	//
بھول کر کرنے والے فعل کی تلافی	//	//	//
قسم اور طلاق	//	//	//
ممنوعات احرام کا ارتکاب	//	//	//
بھول کر موجب حد فعل کا ارتکاب	//	//	//
علامہ جرجانی کی رائے	//	//	//
عزالدین بن عبدالسلام کی چشم کشا بحث	//	//	//
مادی اور معنوی نقص	220	//	نقص
معمولی نقص اور غیر معمولی نقص	//	//	//
معمولی نقص کا احکام پر اثر	//	//	//
معمولی اور غیر معمولی کا معیار	//	//	//

معتوہ اور مجنون میں فرق	چہارم	۳۷۰	عتہ
اہلیت کے اعتبار سے معتوہ کا درجہ	//	//	//
نعاس، سنہ اور نوم میں فرق	پنجم	۲۳۲	نوم
نیند کی وجہ سے حکم مؤخر	//	//	//
نیند میں جو افعال معتبر نہیں	//	//	//
جنون سے متعلق فقہ شافعی کے احکام	سوم	۱۵۷	جنون
جنون کی قسمیں	//	۱۵۶	//
عبادات اور معاملات	//	۱۵۵	//
جو امور معتبر ہیں	//	//	//
دین و عقیدہ	//	۱۵۶	//
اصطلاح فقہ میں	سوم	۳۳۲	خطا
خطا پر مواخذہ	//	//	//
خطا سے بعض احکام معاف ہو جاتے ہیں	//	۳۳۳	//
مختلف ابواب فقہ میں خطا کا اثر	//	//	//
نماز میں	//	//	//
زکوٰۃ میں	//	//	//
روزہ میں	//	//	//
معاملات میں	//	۳۳۴	//
طلاق میں	//	//	//
نیت میں	//	//	//
حقوق الناس میں	//	//	//
بیماری کا عذاب ہونا ضروری نہیں	پنجم	۷۵	مرض
مریض اور اس کے احکام	//	//	//
بیٹھ کر نماز	//	//	//
لیٹ کر نماز	//	//	//

اشارہ سے نماز	۷۵	//	//
مریض اور جماعت	//	//	//
نماز کے درمیان بیمار ہو جائے	//	//	//
درمیان میں صحت ہو جائے	//	//	//
امام مرض کی وجہ سے بیٹھ کر نماز ادا کرے	//	//	//
مریض اور روزہ	//	//	//
مریض کے لئے حج میں سہولتیں	//	//	//
مرض وفات سے مراد	//	//	//
مرض وفات کی طلاق	//	//	//
مرض وفات میں اقرار	//	//	//
وصولی دین کا اقرار	//	//	//
مرض وفات کا ہبہ و صدقہ اور وقف	//	//	//
مرض موت کا وقف	//	//	//
بلا ضرورت سفر	۱۵۵	چہارم	سفر
دینی اور جائز مقاصد کے لئے سفر	//	//	//
سفر سے متعلق رخصتیں	//	//	//
وطن اصلی سے مراد	۲۸۸	پنجم	وطن
وطن اصلی کا تعدد	//	//	//
وطن اصلی کا حکم	//	//	//
وطن اقامت سے مراد	//	//	//
وطن اقامت کا حکم	//	//	//
وطن اقامت کے سلسلہ میں دوسرے فقہاء کی آراء	//	//	//
وطن سکنی	//	//	//
حجاج کب قصر کریں گے؟	//	//	//

ادلۃ شرعیہ

کتاب اللہ

احکام شرعیہ کے مستقل و ضمنی مآخذ	دوم	۱۵۲	أصول شرع
دلیل سے مراد	سوم	۳۳۵	دلیل
دلیل کی دو قسمیں	//	//	//
کتاب — لغوی معنی	چہارم	۵۵۰	کتاب
قرآن — اصطلاحی تعریف	چہارم	۲۸۳	قرآن
وجہ تسمیہ	//	//	//
الکتاب سے مراد	چہارم	۵۵۰	کتاب
خاص — لغوی و اصطلاحی تعریف	سوم	۳۲۲	خاص
خاص کی قسمیں	//	//	//
خاص کا حکم	//	۳۲۵	//
تخصیص اور استثناء میں فرق	//	۲۳۱	تخصیص
تخصیص اور شیخ کے درمیان فرق	//	//	//
تخصیص کے ذرائع	//	۲۳۲	//
تخصیص اور تقید میں فرق	//	۲۳۳	//
عام — لغوی معنی	چہارم	۳۶۷	عام
اصطلاحی تعریف	//	//	//
عام کا حکم	//	//	//
تخصیص کے ذرائع	//	//	//
دلیل عقلی	//	//	//
خود قرآن کے ذریعہ	//	//	//
سنت کے ذریعہ سنت کی تخصیص	//	//	//
سنت کے ذریعہ قرآن کی تخصیص	//	//	//
اجماع کے ذریعہ تخصیص	//	//	//
صحابہ کے اقوال و افعال سے تخصیص	//	//	//

اصول فقہ کی اصطلاح میں	دوم	۳۰۹	تاویل
تعریف	پنجم	۱۰۰	مشترک
کیا مشترک الفاظ کا وجود ہے؟	//	//	//
بہ یک وقت ایک سے زائد معنی مراد لئے جانے کا حکم	//	//	//
مشترک سے مؤول	//	//	//
مشترک اور مجمل میں فرق	//	//	//
مشترک میں تاویل کی مثال	//	//	//
حقیقت لغوی	سوم	۲۸۵	حقیقت
حقیقت اصطلاحی	//	//	//
حقیقت شرعی	//	//	//
حقیقت عرفی	//	//	//
حقیقت کی قسمیں	//	//	//
حقیقت کے احکام	//	//	//
معنی حقیقی کو چھوڑنے کے قرائن	//	۲۸۶	//
استعمال اور عادت	//	//	//
خود کلام کا تقاضا	//	//	//
سیاق و سباق	//	//	//
متکلم کی کیفیت	//	//	//
موقع و محل	//	//	//
حقیقت و مجاز کا اجتماع	//	۲۸۷	//
مجاز — لغوی معنی	پنجم	۶۲	مجاز
اصطلاحی معنی	//	//	//
مجاز اور معنی حقیقی کے درمیان مناسبت	//	//	//
مجاز کا حکم	//	//	//
بیک وقت حقیقی و مجازی معنی	//	//	//

//	۶۲	//	عموم مجاز
مطلق	۱۲۵	//	اگر خطاب الہی مطلق ہو؟
//	//	//	اگر مقید ہو؟
//	//	//	اگر ایک جگہ مطلق ہو اور دوسری جگہ مقید ہو؟
//	//	//	سبب اور حکم مختلف ہو
//	//	//	حکم مختلف ہو، سبب ایک ہو
//	//	//	سبب مختلف ہو، حکم ایک ہو
إطلاق	۱۶۳	دوم	اگر ایک جگہ حکم مطلق ہو اور دوسری جگہ مقید؟
نص	۱۸۷	پنجم	دلالت النص
//	//	//	اشارة النص
//	//	//	اقتضاء النص
مفسر	۱۳۰	پنجم	تعریف
//	//	//	مفسر کا حکم
حکم	۶۷	//	تعریف
//	//	//	اگر محکم و مفسر میں تعارض ہو؟
//	//	//	محکم کی ایک اور تعریف
مجل	۶۲	//	مجل۔ لغوی و اصطلاحی تعریف
//	//	//	حکم
اجمال	۵۳۹	اول	معنی و حکم
//	//	//	مجل کی توضیح کے ذرائع
تشابہ	۵۷	پنجم	تشابہ
//	//	//	تعریف
//	//	//	معنی کے اعتبار سے تشابہ
//	//	//	کیفیت کے اعتبار سے تشابہ
//	//	//	تشابہ کا حکم

اہل علم کے یہاں اس اصطلاح میں توسیع	//	۵۷	//
نص — لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۱۹۷	نص
وضاحت کے اعتبار سے کلام کی چار قسمیں	//	//	//
نص سے مراد	//	//	//
نص کا حکم	//	//	//
اگر نص اور حکم میں تعارض ہو؟	//	//	//
عبارة النص	//	//	//
اشارة النص	دوم	۱۳۳	اشارة النص
اقتضاء النص	//	//	//
اگر دلالت کی ان صورتوں میں تعارض ہو؟	//	//	//
اشارة النص	//	//	//
تعریف و مثال	دوم	۱۳۳	//
حکم	//	//	//
قابل توجہ بحثیں	//	۲۲۷	امر بالمعروف
امر کے صیغے	//	//	//
امر کا حقیقی معنی	//	۲۲۸	//
کیا امر تکرار کا متقاضی ہے؟	//	۲۳۰	//
کیا امر نامور کی ضد کی ممانعت ہے؟	//	۲۳۱	//
کیا امر فی الفور عمل کا تقاضا کرتا ہے؟	//	۲۳۰	//
استعمالی معنی	//	۲۲۷	//
اصول فقہ کی ایک اصطلاح	پنجم	۱۳۷	مقتضی
قدرت — اصطلاحی تعریف	چہارم	۲۷۶	قدرت
قدرت، تکلیف شرعی کی بنیاد	//	//	//
قدرت ممکنہ	//	//	//
قدرت میسرہ	//	//	//

دو صورتیں		دوم	۱۶۶	استطاعت
اداء		//	۵۸	اداء
اداء کامل		//	۵۹	//
اداء قاصر		//	//	//
اداء شبہ		//	//	//
احکام		//	//	//
نہی — لغوی معنی		پنجم	۲۳۳	نہی
اصطلاحی تعریف		//	//	//
نہی کی تعبیرات		//	//	//
صیغہ نہی کے معانی		//	//	//
تین اصولی اختلاف		//	//	//
نہی تحریم کے لئے ہے یا کراہت کے لئے؟		//	//	//
نہی میں دوام کے معنی		//	//	//
فعل پر نہی کا اثر		//	//	//
فتیح لعینہ کا حکم		//	//	//
وصف غیر لازم کی وجہ سے فتیح کا حکم		//	//	//
وصف لازم کی وجہ سے فتیح کا حکم		//	//	//
حسی افعال سے ممانعت کی صورت میں		//	//	//
شرعی افعال سے ممانعت		//	//	//
امام سرخسی کی وضاحت		//	//	//
معاملات میں نیابت		//	۲۵۰	نیابت
عبادات میں نیابت		//	//	//
حج بدل کا مسئلہ		//	//	//
مفہوم موافق		//	۱۳۳	مفہوم
مفہوم مخالف		//	//	//

مفہوم مخالف کے معتبر ہونے کی شرطیں	//	۱۳۴	//
رخصت — لغوی معنی	رخصت	۴۷۷	سوم
اصطلاحی معنی	//	//	//
اطلاق کے اعتبار سے چار قسمیں	//	//	//
اعلیٰ درجہ	//	//	//
دوسرا درجہ	//	//	//
رخصت مجازی کی پہلی قسم	//	//	//
دوسری قسم	//	//	//
احکام کے اعتبار سے رخصت	//	//	//
قسمیں	//	//	//
ترک رخصت باعث گناہ	//	//	//
فعل اور ترک کا اختیار	//	۴۷۸	//
رخصت پر عمل خلاف مستحب	//	//	//
رخصت پر عمل مستحب	//	//	//
رخصت و تخفیف کی سات صورتیں	//	//	//
اسقاط	//	//	//
تنقیص	//	//	//
ابدال	//	//	//
تقدیم	//	//	//
تاخیر	//	//	//
ترجیح	//	//	//
تغییر	//	//	//
رخصت کے اسباب	//	//	//
تقریر — اصول فقہ کی اصطلاح میں	تقریر	۴۹۳	دوم
بیان کی تعریف	بیان	۴۴۰	//

//	//	//	بیان کے ذرائع
//	۳۴۱	//	قوی و فعلی بیان
//	//	//	درجات کے لحاظ سے بیان کی پانچ صورتیں
//	۳۴۲	//	بیان تقریر
//	۳۴۳	//	بیان تفسیر
//	//	//	بیان تبدیل
//	//	//	بیان تغیر
//	//	//	بیان ضرورت
//	//	//	بیان حال
//	۳۴۴	//	بیان علت
//	//	//	بیان میں تاخیر کا مسئلہ
تبدیل	۴۰۹	//	بیان تبدیل
ب	۲۷۶	دوم	بمعنی اتصال
//	//	//	بمعنی استعانت
//	//	//	بمعنی سبب
//	//	//	بمعنی علیٰ
//	//	//	زائد
//	//	//	بمعنی بعض اور اس میں فقہاء کے اختلافات
//	۲۷۷	//	امام شافعی کا نقطہ نظر
یوم	۳۶۲	پنجم	لغوی معنی
//	//	//	یوم سے کب دن مراد ہوتا ہے اور کب مطلق وقت؟
//	//	//	اگر یوم سے پہلے فعل ممتد آئے اور بعد میں فعل غیر ممتد؟
ف	۴۴۷	چہارم	”ف“ کے معنی
//	//	//	”ف“ بمعنی ”و“
//	//	//	”ف“ تفسیریہ

//	//	//	جزاء پر "ف" کا داخل ہونا
//	//	//	معلول پر "ف" کا داخل ہونا
غایت	۴۲۸	//	غایت سے مراد
//	//	//	غایت ابتداء اور غایت انتہاء کے لئے عربی الفاظ
//	//	//	غایت کا مفہوم مخالف
//	//	//	کیا غایت، مغیا کے حکم میں داخل ہوتی ہے؟
راذ	۶۳	دوم	"راذ" کے معانی
راذا	//	//	"راذا" کے معانی

سنت — ایک دلیل شرعی

حدیث	۲۲۶	سوم	حدیث کی اہمیت
//	۲۲۷	//	حدیث کی حجیت
//	۲۲۹	//	تعلیم کتاب
//	۲۳۱	//	تعلیم حکمت
//	//	//	احادیث بھی وحی ہیں
//	۲۳۲	//	حدیث اور کتاب اللہ
//	۲۳۳	//	حجیت — حدیث کی روشنی میں
//	//	//	آثار صحابہ <small>رضی اللہ عنہم</small>
//	۲۳۴	//	اجماع امت
//	۲۳۵	//	اقسام و اصطلاحات، حدیث و کتب حدیث
//	//	//	حدیث، اصطلاح محدثین میں
//	۲۳۶	//	احادیث کی تقسیم بہ لحاظ صحت و قبولیت
//	۲۳۷	//	اقسام حدیث باعتبار تعارض
//	//	//	انقطاع سند کی وجہ سے ضعیف روایات
//	۲۳۸	//	وجوہ طعن
//	//	//	ضعیف احادیث کی قسمیں

اقسام حدیث بلحاظ نیت	//	۲۳۹	//
علم حدیث کی متفرق اصطلاحات	//	۲۴۰	//
کتب حدیث کی قسمیں	//	//	//
اقسام حدیث باعتبار تعداد روایت	//	//	//
متواتر (حدیث کی ایک اصطلاح)	پنجم	۵۹	متواتر
خبر کا مشہور ہونا	دوم	۱۱۷	استفاضہ
اثر (علم حدیث کی اصطلاح میں)	اول	۴۹۰	اثر
موقوف (فقہ و حدیث کی ایک اصطلاح)	پنجم	۱۴۵	موقوف
صحابی — لغوی معنی	چہارم	۲۱۹	صحابی
صحابی کسے کہتے ہیں؟	//	//	//
اصحہ نجاشی کا حکم	//	//	//
صحابیت کا ثبوت	//	//	//
تواتر کے ذریعہ	//	//	//
شہرت کے ذریعہ	//	//	//
معروف صحابی کی اطلاع	//	//	//
عادل و معتبر شخص کا دعویٰ	//	//	//
۱۱۰ھ کے بعد دعویٰ صحابیت	//	//	//
تمام صحابہ عادل ہیں	//	//	//
صحابہ میں مراتب	//	//	//
روایت کے اعتبار سے درجات	//	//	//
مکثرین حدیث	//	//	//
فقہ کے اعتبار سے درجات	//	//	//
صحابہ کے بارے میں احتیاط	//	//	//
صحابہ کے ساتھ گستاخی کرنے والے کا حکم	//	//	//
افاضل تابعی	دوم	۳۸۸	تابعی

فقہاء مدینہ	//	۳۸۸	//
امام ابوحنیفہؒ تابعی تھے	//	//	//
تبع تابعین	//	۴۱۳	//
راوی کے لئے چار ضروری شرطیں	اول	۴۸۶	اتقان
اسلام	//	//	//
عقل	//	//	//
عدالت	//	//	//
ثقة کی تعریف	سوم	۴۱	ثقة
عدل سے مراد	//	//	//
توثیق کے اصول	//	۴۲	//
احادیث میں زیادت ثقة کا حکم	//	//	//
ابن صلاح کی تقسیم	//	//	//
احناف کا نقطہ نظر	//	۴۳	//
توثیقی الفاظ میں مراتب درجات	//	//	//
روایت حدیث اور فسق	چہارم	۴۵۳	فسق و فاسق
مروت	پنجم	۸۱	مروت
مجہول، محدثین کی اصطلاح میں	//	۶۵	مجہول
مجہول کی تین قسمیں	//	//	//
الفاظ جرح کے درجات	سوم	۸۸	جرح
کیا جرح مبہم کا اعتبار ہے؟	//	۸۹	//
جس راوی پر جرح و تعدیل دونوں ہوں	//	//	//
سند حدیث کی اہمیت	دوم	۱۴۱	اسناد
اسلام کا اعجاز	//	//	//
متن کا اضطراب	//	۱۶۱	اضطراب
سند کا اضطراب	//	۱۶۲	//

معنی کا اضطراب	//	۱۶۳	//
حدیث مضطرب کا حکم	//	//	//
ایک دلچسپ مثال	//	//	//
حدیث فعلی کی حجیت	اول	۴۸۴	اتباع
ارسال — لغوی و اصطلاحی معنی	دوم	۷۶	ارسال
حدیث مرسل کی تعریف	//	//	//
صحابہ کی مراہیل	//	۷۷	//
اکابر تابعین کی مراہیل	//	۷۸	//
صغار تابعین کی مراہیل	//	۷۹	//
تبع تابعین کی مراہیل	//	//	//
تبع تابعین کے بعد مراہیل روایتیں	//	۸۰	//
مرسل کو قبول کرنے کی شرطیں	//	۸۱	//
احناف کے نقطہ نظر کی توضیح	//	۸۲	//
قائلین کے دلائل	//	۸۳	//
ارسال کرنے والے کچھ اہم رواۃ اور ان کے بارے میں محدثین کا کلام	//	//	//
مرسل احادیث پر کتابیں	//	۸۴	//

اجماع

اجماع — لغوی معنی	اول	۵۲۸	اجماع
اصطلاحی تعریف	//	//	//
اجماع کی حجیت	//	//	//
اجماع دلیل قطعی ہے یا ظنی؟	//	//	//
کیا ہر اجماعی حکم کا انکار کفر ہے؟	//	//	//
کن لوگوں کا اجماع معتبر ہے؟	//	//	//
اگر بعض مجتہدین مبتدع ہوں؟	//	//	//
کیا صحابہ کا اجماع ہی معتبر ہے؟	//	//	//

//	۵۲۸	//	عہد صحابہ میں تابعین کا اختلاف
//	//	//	امام مالک اور اہل مدینہ کا اجماع
//	//	//	اہل تشیع اور اہل بیت کا اجماع
//	//	//	کیا اکثریت کا نقطہ نظر اجماع ہے؟
//	//	//	کیا اجماع کے لئے کوئی تعداد متعین ہے؟
//	//	//	کیا مجتہدین کے لئے ان کے عہد کا گذر جانا ضروری ہے؟
//	//	//	اختلاف کے بعد اتفاق
//	//	//	ایک رائے پر اتفاق کے بعد مخالف رائے پر اتفاق
//	//	//	اجماع سکوتی
//	//	//	اجماع سکوتی کے معتبر ہونے کے لئے شرطیں
//	//	//	کیا پہلوں کے مقابلہ کسی نئی رائے کا اظہار اجماع کی خلاف ورزی ہے؟
//	//	//	کیا اجماع کا تعلق صرف احکام سے ہے یا دلائل سے بھی؟
//	//	//	نقل کے اعتبار سے اجماع کی قسمیں
//	//	//	اجماع بھقل متواتر
//	//	//	اجماع بھقل مشہور
//	//	//	اجماع بھقل خبر واحد
//	//	//	احتیاطی تعبیر
//	//	//	سند اجماع
//	//	//	اجماع موجودہ دور میں
//	//	//	اجماع اور اختلافی مسائل پر اہم کتابیں

قیاس

قیاس	۵۳۰	چہارم	قیاس — ایک اصولی اصطلاح
//	//	//	قیاس کی ضرورت
//	//	//	قیاس اور اجتہاد
//	//	//	قیاس کے بارے میں غلط فہمی

//	۵۳۰	//	قیاس — لغوی معنی
//	//	//	اصطلاح میں
//	//	//	قیاس کے منکرین
//	//	//	قیاس کی حجیت
//	//	//	احادیث میں قیاس کا ثبوت
//	//	//	عہد صحابہ میں قیاس
//	//	//	ارکان قیاس
علت	۴۱۱	//	علت — لغوی معنی
//	//	//	اصطلاحی تعریف
//	//	//	علت اور حکمت کا فرق
قیاس	۵۳۰	//	علت اور حکمت کا فرق
//	//	//	خلاف قیاس ہونے کا مطلب
//	//	//	شرائط
//	//	//	مقیس علیہ سے متعلق
//	//	//	حکم سے متعلق
//	//	//	مقیس سے متعلق
//	//	//	علت سے متعلق شرطیں
//	//	//	مسائل علت
//	//	//	نص
//	//	//	علت صراحتاً مذکور ہو
//	//	//	علت کی طرف اشارہ اور اس کی صورتیں
//	//	//	اجماع
//	//	//	اجتہاد و استنباط
//	//	//	استنباط علت کے مراحل
//	//	//	تخریج مناط

تنقیح مناط	۵۳۰	//	
تنقیح مناط	۵۳۳	دوم	
تحقیق مناط	۵۳۰	چہارم	
وصف مناسب کی چار صورتیں	//	//	
وصف مؤثر	//	//	
وصف ملائم	//	//	
مناسب غریب	//	//	
وصف مرسل	//	//	
شبیہ اور اس سے مراد	//	//	
طر دو عکس	//	//	
أصول فقہ کی اصطلاح	۴۳	دوم	
قیاس وقضاء میں	۱۵۱	دوم	
أصول فقہ کی ایک اصطلاح	۴۲۵	//	

استحسان

استحسان - لغوی معنی	۹۴	//	
اصطلاحی تعریف	۹۵	//	
أصول فقہ میں	//	//	
اصطلاحات کا تاریخی سفر	۹۶	//	
استحسان کا حکم	//	//	
حنفیہ	//	//	
مالکیہ	//	//	
حنابلہ	۹۷	//	
امام شافعی اور استحسان	//	//	
تعبیر سے غلط فہمی	۹۸	//	
استحسان اور مصالح مرسلہ میں فرق	۹۹	//	

//	۱۰۰	//	استحسان کی قسمیں
//	//	//	کتاب اللہ سے استحسان
//	//	//	حدیث سے استحسان
//	۱۰۱	//	آثار صحابہ سے استحسان
//	//	//	استحسان بالاجماع
//	//	//	استحسان بالتعامل
//	۱۰۲	//	استحسان بالقیاس الخفی
//	//	//	استحسان بالضرورة
//	۱۰۳	//	ضرورت کا دائرہ
//	//	//	کس استحسان کا حکم متعدی ہوتا ہے اور کس کا نہیں؟

عرف و عادات

عادت	۳۶۱	چہارم	عادت — لغوی معنی
//	//	//	اصطلاحی تعریف
عرف	۳۸۲	//	عرف — لغوی و اصطلاحی معنی
//	//	//	عرف و عادت میں فرق
//	//	//	محل کے اعتبار سے عرف کی قسمیں
//	//	//	عرف قولی
//	//	//	عرف فعلی
//	//	//	دائرہ رواج کے اعتبار سے عرف کی قسمیں
//	//	//	عرف عام
//	//	//	عرف خاص
//	//	//	مقبول و نامقبول ہونے کے اعتبار سے قسمیں
//	//	//	عرف صحیح
//	//	//	عرف فاسد
//	//	//	عرف کے معتبر ہونے کی دلیلیں

عرف لفظی و فعلی کا اعتبار	۳۸۲	//	//
کیا عرف فعل سے کلام میں تخصیص پیدا ہوتی ہے؟	۳۸۲	//	//
عرف عام و خاص کا حکم	//	//	//
عرف کے معتبر ہونے کی شرطیں	۳۸۳	//	//
عرف، ایک اہم مأخذ	//	//	//

مصالح مرسلہ

مصلحت سے مراد	۱۰۵	پنجم	مصالح مرسلہ
شریعت میں مصلحت کی رعایت	//	//	//
قالب مصلحت کو ترجیح	//	//	//
شریعت کے مقاصد	//	//	//
احکام شریعت کے مدارج	//	//	//
ضروریات	//	//	//
حاجات	//	//	//
تحمیلات	//	//	//
مصالح مرسلہ	//	//	//
مصالح ملغاة	//	//	//
مصالح معتبرہ	//	//	//
مرسل مصلحتیں	//	//	//
معتبر ہونے کی دلیلیں	//	//	//
احناف	//	//	//
شوافع	//	//	//
حنابلہ	//	//	//
مالکی	//	//	//
عملاً مصالح معتبرہ کے معتبر ہونے پر اتفاق	//	//	//
مصالح مرسلہ کے لئے شرطیں	//	//	//

مصیحت اور مقاصد شریعت میں ہم آہنگی	//	۱۰۵	//
امور تعبدی نہ ہوں	//	//	//
دفع حرج یا حفظ شریعت مقصود ہو	//	//	//
امام غزالی کے تنقحات	//	//	//
خلاصہ بحث	//	//	//
اگر مصالح اور نصوص میں تعارض ہو؟	//	//	//
فقہاء کے نقاط نظر	//	//	//

سند ذریعہ

سند ذریعہ - لغت و اصطلاح میں	چہارم	۱۴۱	سند ذریعہ
احکام	//	//	//
چار درجات	//	//	//
سند ذریعہ کے معتبر ہونے پر دلیلیں	//	//	//
حنفیہ کے یہاں	//	//	//

قول صحابی

آثار صحابہ کی اہمیت	اول	۴۳۲	آثار
آثار صحابہ سے حدیث کی تخصیص	//	//	//
کیا امام شافعی آثار صحابہ کو حجت نہیں مانتے تھے؟	//	//	//
حنفیہ کا نقطہ نظر	//	//	//
شوافع کا نقطہ نظر	//	//	//
حنابلہ کی رائے	//	//	//

استدلال و استصحاب

استدلال - اصول فقہ کی ایک اصطلاح	دوم	۱۰۸	استدلال
استصحاب - لغوی معنی	//	۱۱۲	استصحاب
اصطلاحی تعریف	//	//	//
استصحاب کی صورتیں	//	۱۱۳	//

پہلی صورت	۱۱۳	//	
دوسری صورت	//	//	
تیسری صورت	//	//	
چوتھی صورت	//	//	
پانچویں صورت	//	//	
کیا اصحاب حجت ہے؟	//	//	
حجت ہونے کی دلیلیں	۱۱۴	//	
اصحاب اجماع	۱۱۵	//	
کچھ فقہی قواعد	۱۱۶	//	

اجتہاد — آداب و احکام

اسلامی قانون میں اجتہاد کی اہمیت	اول	۵۰۲	اجتہاد
اجتہاد، لغت و اصطلاح میں	//	//	//
اجتہاد کی روح	//	//	//
پہلا نقطہ نظر	//	//	//
دوسرا نقطہ نظر	//	//	//
تیسرا نقطہ نظر	//	//	//
ترجیح	//	//	//
عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کا اجتہاد	//	//	//
پہلی رائے	//	//	//
دوسری رائے	//	//	//
تیسری رائے	//	//	//
چوتھی رائے	//	//	//
ترجیح	//	//	//
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کا اجتہاد	//	//	//
اجتہاد کی شرطیں	//	//	//

قرآن کا علم	۵۰۲	//	
حدیث کا علم	//	//	
اجماعی احکام کا علم	//	//	
قیاس کے اصول و طریق کا علم	//	//	
عربی زبان کا علم	//	//	
بعض قابل لحاظ امور	//	//	
مقاصد شریعت سے آگہی	//	//	
زمانہ آگہی	//	//	
ایمان و عدل	//	//	
شرائط اجتہاد کا خلاصہ	//	//	
جزوی اجتہاد	//	//	
جن مسائل میں اجتہاد کیا جاسکتا ہے	//	//	
کارِ اجتہاد	//	//	
تنقیح مناط	//	//	
تخریج مناط	//	//	
تحقیق مناط	//	//	
مجتہد کے دوسرے کام	//	//	
کیا کوئی عہد مجتہد سے خالی ہو سکتا ہے؟	//	//	
اجتہاد جو باقی ہے	//	//	
مجتہد سی المدہب	//	//	
مجتہد فی المسائل	//	//	
شورائی اور اجتماعی اجتہاد	//	//	
مجتہدین سے خطا کا مسئلہ	//	//	
اجتہادی غلطی کا حکم	//	//	

تقلید — آداب و احکام

تقلید — لغوی معنی	۴۹۴	دوم	
اصطلاحی تعریف	۴۹۵	//	
تقلید کا حکم	۴۹۶	//	
فروعی احکام میں تقلید	//	//	
ایمان و عقیدہ میں تقلید	//	//	
تقلید، ایک ضرورت	۴۹۸	//	
تقلید شخصی	۵۰۰	//	
تقلید شخصی کا ائمہ اربعہ میں انحصار	۵۰۲	//	
جزوی تقلید اور تجزی اجتهاد کا مسئلہ	۵۰۳	//	
مجتہد کے لئے تقلید	۵۰۴	//	
بعض مسائل میں ایک فقہ سے دوسری فقہ کی طرف عدول	۵۰۵	//	
قوت دلیل کی بناء پر عدول	۵۰۶	//	
ضرورت اور مقتضیات زمانہ میں تغیر کی بناء پر عدول	۵۰۹	//	
سہولت اور آسانی کے لئے عدول	۵۱۱	//	
تقلید عالم اور تقلید عامی میں فرق	۵۱۳	//	
مقلدین کی قسمیں	//	//	
شاہ ولی اللہ صاحب کا نقطہ نظر	۵۱۵	//	
فقہاء شوافع کے یہاں طبقات	۵۱۶	//	
فقہاء حنابلہ کے یہاں طبقات	۵۱۷	//	
ابن کمال پاشاہ کی تقسیم اور اس کی جامعیت	۵۱۸	//	

آداب افتاء و استفتاء

افتاء — لغوی معنی	۱۸۰	دوم	
اصطلاحی تعریف	۱۸۱	//	
افتاء و قضاء	۱۸۲	//	

پہلا فرق	۱۸۲	//	
دوسرا فرق	۱۸۳	//	
تیسرا فرق	//	//	
چوتھا فرق	//	//	
پانچواں فرق	//	//	
افتاء واجتہاد	۱۸۴	//	
فتاویٰ کے نام سے مطبوعہ کتابیں	//	//	
منصب افتاء کی اہمیت اور کارافتاء کی نزاکت	۱۸۵	//	
فتویٰ عہد نبوی میں	۱۸۷	//	
عہد صحابہ میں	۱۸۸	//	
تابعین اور تبع تابعین کے عہد میں	//	//	
عہد زریں	//	//	
موجودہ دور میں کارافتاء	//	//	
تخریج	۱۸۹	//	
ترجیح	//	//	
نقل فتویٰ	//	//	
فتویٰ — شرعی احکام	۱۹۰	//	
جب فتویٰ دینا فرض کفایہ ہے	//	//	
ممکن الوقوع مسائل پر فتویٰ	//	//	
اصول افتاء پر کتابیں	//	//	
سوال کے آداب	۱۴۱	دوم	
سوال نامہ اور تعبیر	۱۴۱	//	
ناپسندیدہ اور بے مقصد سوالات	//	//	
کس سے سوال کیا جائے؟	۱۴۰	//	
اصول افتاء میں راجح قول	۵۷	//	
اختیار			

نسخ سے متعلق احکام

نسخ	۱۸۶	پنجم	نسخ — لغوی واصطلاحی تعریف
„	„	„	تخصیص اور قید بھی نسخ ہے
„	„	„	نسخ اور تخصیص میں فرق
„	„	„	لمحدین کا شبہ
„	„	„	نسخ کا ثبوت
„	„	„	نسخ ماننے کے ذرائع
„	„	„	شارع کی صراحت
„	„	„	صحابی کی اطلاع
„	„	„	تاریخ کے علم سے
„	„	„	اجماع امت
„	„	„	متاخر الاسلام راوی کی روایت
„	„	„	قرآن کی موجودہ ترتیب سے نسخ کا فیصلہ
„	„	„	نسخ سے متعلق شرائط
„	„	„	جن نصوص میں نسخ کا احتمال نہیں
„	„	„	نسخ کی چار صورتیں
„	„	„	قرآن کا نسخ قرآن سے
„	„	„	حدیث کا نسخ حدیث سے
„	„	„	آیات سے حدیث کا نسخ
„	„	„	احادیث سے آیات کا نسخ
„	„	„	تلاوت کے حکم کے اعتبار سے نسخ کی صورتیں
„	„	„	تلاوت و حکم دونوں منسوخ
„	„	„	تلاوت باقی، حکم منسوخ
„	„	„	حکم باقی، تلاوت منسوخ
„	„	„	کیا شرط و قید کا اضافہ بھی نسخ ہے؟

قرآن مجید میں نسخ کی تعداد	۱۸۶	//	//
احکام پر نسخ کا اثر	//	//	//
نسخ صریحی	//	//	//
نسخ ضمنی	//	//	//
نسخ کلی	//	//	//
نسخ جزئی	//	//	//
ملکیت — مسائل و احکام			
ملکیت — تعریف	۱۳۹	ہجرت	ملکیت
شیخ زرقاء کا نقطہ نظر	//	//	//
ملک کی دو قسمیں	//	//	//
ملک تام	//	//	//
اباحت	//	//	//
اباحت اور ملکیت میں فرق	//	//	//
ملکیت تامہ حاصل ہونے کے اسباب	//	//	//
مباح چیز کا حصول	//	//	//
عقد کے ذریعہ ملکیت	//	//	//
نیابت کے ذریعہ ملکیت	//	//	//
مملوکہ شی میں اضافہ	//	//	//
ملکیت تامہ کی خصوصیات	//	//	//
دائمی ملکیت	//	//	//
مالک کو تصرف کا پورا حق	//	//	//
ضائع ہو جائے تو تاوان نہیں	//	//	//
منافع کا مالک ہونے کے تین ذرائع	//	//	//
منافع سے متعلق چند احکام	//	//	//
وقت و جگہ وغیرہ کی قید	//	//	//

//	۱۳۹	//	منافع میں میراث
//	//	//	حفاظت کے اخراجات کی ذمہ داری
//	//	//	مدت گزرنے کے بعد واپسی
منفعت	۱۳۳	//	منفعت کی ملکیت اور حق میں فرق
حق	۲۶۷	سوم	حق — لغوی معنی
//	//	//	اصطلاحی تعریف
//	۲۶۹	//	حق کی تقسیم
//	//	//	صاحب حق کے اعتبار سے حق کی قسمیں
//	//	//	قابل اسقاط اور ناقابل اسقاط حقوق
//	۲۷۰	//	کن حقوق میں وراثت جاری ہوتی ہے؟
//	۲۷۱	//	مالی اور غیر مالی حقوق
//	//	//	حقوق مجردہ اور غیر مجردہ
//	۲۷۲	//	حق شخصی اور حق عینی
//	//	//	حق عینی اور حق شخصی کے احکام میں فرق
//	۲۷۳	//	حق عینی کے عمومی احکام
//	۲۷۴	//	حق عینی اور حق انتفاع میں فرق
//	۲۷۵	//	حقوق ارتفاق کے عمومی احکام
//	۲۷۶	//	حقوق ارتفاق

ترجیح سے متعلق اصولی بحث

ترجیح	۲۶۹	دوم	ترجیح سے پہلے تطبیق
//	۲۷۰	//	پہلا نقطہ نظر
//	۲۷۱	//	دوسرا نقطہ نظر
//	۲۷۳	//	تطبیق کی صورتیں
اختلاف	۵۵	دوم	اختلاف برہان و زمان
//	//	//	فقہی اختلاف

اختلاف کے اسباب	//	۵۶	//
حیلہ — آداب و احکام			
حیلہ — لغوی و اصطلاحی معنی	حیلہ	۳۱۰	سوم
حیلہ کا ثبوت	//	//	//
احناف پر ناروا تنقید	//	۳۱۲	//
احناف کا طرز عمل	//	۳۱۳	//
ابن قیم کی تنقیدات پر ایک نظر	//	//	//

شخصیت سے متعلق اصولی بحث

طبعی شخصیت	شخصیت	۱۸۱	چہارم
موت کے بعد شخصیت سے متعلق حقوق کا ثبوت	//	//	//
شخصیت اعتباری	//	//	//
شخصیت اعتباری کے لئے فقہی اصل	//	//	//

اصول و قواعد کی چند مصطلحات

ضرورت — لغوی معنی	ضرورت	۳۱۲	//
اصطلاحی تعریف	//	//	//
دونقطہ نظر	//	//	//
حاجت	//	//	//
شریعت میں ضرورت کا اعتبار	//	//	//
ضرورت کے معتبر ہونے کی شرطیں	//	//	//
ضرورت پر مبنی احکام کبھی مباح کبھی واجب	//	//	//
ضرورت کا اصول تمام اصول فقہیہ میں مؤثر	//	//	//
اصول فقہ کی اصطلاح میں	حاجت	۱۷۱	سوم
استثناء تعطیل	استثناء	۸۹	دوم
استثناء تحصیل	//	//	//
استثناء کب معتبر ہوگا؟	//	//	//

قصود و ارادہ کے مختلف درجات اور خاطر سے مراد	دوم	۳۲۶	خاطر
ثواب و عذاب میں کس درجہ کا ارادہ معتبر ہے؟	//	//	//
وہم سے مراد	پنجم	۳۲۵	وہم
وہم، یقین، ظن اور شک	//	//	//
وضوء ٹوٹنے کا وہم	//	//	//
لغوی و اصطلاحی معنی	چہارم	۳۸۹	عزم
ارادہ کے پانچ درجات اور اس کے احکام	//	//	//
اصول فقہ کی ایک اصطلاح	دوم	۳۹۱	تائیس
اصول فقہ کی ایک اصطلاح	//	۳۸۳	تفریح
تلقین سے مراد	//	۵۳۲	تلقین
جواز اور عدم جواز کے سلسلہ میں فقہاء کی آراء	//	۵۳۳	//
احکام فقہ میں جنس کا مفہوم	سوم	۱۵۳	جنس
اہل لغت کی اصطلاح میں	پنجم	۲۷۷	وضع
اصول فقہ کی اصطلاح	دوم	۲۳۲	انقلاب
مناظرہ کی اصطلاح میں	//	۱۷۰	اعتراض

قواعد فقہ

قاعدہ کا لغوی معنی	چہارم	۳۶۰	قاعدہ
اصطلاحی تعریف	//	//	//
اصول و قواعد کا فرق	//	//	//
قاعدہ و ضابطہ کا فرق	//	//	//
قواعد فقہ کی تدوین	//	//	//
دور اول	//	//	//
دوسرا دور	//	//	//
تیسرا دور	//	//	//
لغوی معنی	پنجم	۲۵۱	نیت

اصطلاحی تعریف	پنجم	۲۵۱	نیت
منہیات سے نیت کا تعلق	//	//	//
نیت کا مقصود	//	//	//
عبادت کی تعین	//	//	//
اگر وقت میں وسعت نہ ہو؟	//	//	//
اگر وقت میں وسعت ہو؟	//	//	//
حج میں نیت کا حکم	//	//	//
ایک ہی جنس میں تعین معتبر نہیں	//	//	//
نیت میں خطا	//	//	//
منوی کی صفت کا متعین کرنا	//	//	//
ایک فعل میں دو عبادتوں کی نیت	//	//	//
نیت کا وقت	//	//	//
فعل سے حقیقی اتصال	//	//	//
قاطع نیت فعل سے مراد	//	//	//
روزہ کی نیت	//	//	//
حج کی نیت	//	//	//
زکوٰۃ و صدقات کی نیت	//	//	//
زبان سے نیت کا تلفظ	//	//	//
کلام اور دل کے ارادہ میں فرق ہو	//	//	//
حقیقہ کی رائے	//	//	//
ائمہ مٹلاشہ کا نقطہ نظر	//	//	//
نیت درست ہونے کی شرطیں	//	//	//
نیت اور عمل کے درمیان کوئی منافی عمل نہ پایا جائے	//	//	//
ازالہ ضرر، شریعت کا مقصود	چہارم	۳۰۹	ضرر

//	۳۰۹	//	فقہی قاعدہ، "لا ضرر ولا ضرار"
//	//	//	ضرورتیں ناجائز کو جائز کر دیتی ہیں
//	//	//	ضرورتاً جائز ہونے والی چیزیں بقدر ضرورت ہی جائز ہیں
//	//	//	ضرر پہنچا کر ضرر دور نہیں کیا جائے
//	//	//	ضرر عام سے بچنے کے لئے ضرر خاص گوارا
//	//	//	بڑے نقصان سے بچنے کے لئے کمتر نقصان
//	//	//	مفاسد کا ازالہ، مصالح کے حصول پر مقدم ہے
//	//	//	حاجت، ضرورت کے درجہ میں
//	۳۰۹	//	اضطرار دوسرے کا حق ختم نہیں کرتا
//	//	//	ضرر قدیم نہیں ہوتا
قدیم	۴۷۸	//	علم کلام میں
//	//	//	اصطلاح فقہ میں
//	//	//	قدیم کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے
//	//	//	ضرر میں قدامت معتبر نہیں
//	//	//	شیخ محمد زرقاء کی تطبیق
سکوت	۱۶۹	//	جب خاموشی، کلام اور رضا کے حکم میں نہیں
//	//	//	جب خاموشی، رضا مندی کے درجہ میں ہے
ضمان	۳۱۸	//	ضمان سے متعلق فقہی قواعد
عمل	۴۱۴	//	عمل کے سلسلہ میں بعض فقہی قواعد
مباشرت	۵۵	پنجم	مباشرت اور متسبب سے مراد
قربت	۴۸۴	چہارم	لغوی و اصطلاحی معنی
//	//	//	ثواب کے کاموں میں ایثار
//	//	//	حنفیہ کا نقطہ نظر
//	//	//	تطبیق کی ایک صورت

طہارت

پانی سے متعلق احکام

سندر کا پانی	دوم	۲۸۸	بحر
پانی کے کثیر و قلیل ہونے میں شوائع اور حنا بلہ کا نقطہ نظر	چہارم	۵۲۳	قلہ
جدید اوزان میں قلہ کی مقدار	//	//	//
خواتین کے بچے ہوئے پانی سے وضو و غسل	//	۴۵۵	فضل
پانی کی اہمیت	پنجم	۴۷	ماء
پاک اور ناپاک کرنے والا	//	//	//
مکروہ	//	//	//
پاک، لیکن پاک نہ کرے	//	//	//
مستعمل پانی	//	//	//
ناپاک پانی	//	//	//
حنفیہ کے نزدیک ماء کثیر سے مراد	//	//	//
مالکیہ کا نقطہ نظر	//	//	//
آب جاری کی ایک خاص صورت	دوم	۷۱	جاری
جاری پانی کا حکم	//	//	//
جاری پانی کا حکم	پنجم	۴۷	ماء
مٹھوک پانی	//	//	//
پانی پر ملکیت	//	//	//
پانی کی خرید و فروخت، ایک نامناسب عمل	//	//	//
نبیذ تمر سے وضو	//	۱۶۹	نبیذ تمر
امام ابوحنیفہ کا رجوع	//	//	//
چھوٹے جانوروں کے مرجانے کا حکم	دوم	۳۸۴	بئر
کو پانی میں گر کر مرجائے	چہارم	۵۹	زاغ
مردے کی پاکی اور ناپاکی	دوم	۳۸۴	بئر

//	//	//	جب پورا پانی نکالا جائے
//	//	//	اگر پورا پانی نکالنا ممکن نہ ہو؟
//	۳۸۵	//	جب پانی نکالنا مستحب ہے
//	//	//	دوسرے فقہاء کی آراء
//	۳۸۴	//	بعض مستثنیات
بالوۃ	۲۸۳	دوم	کنویں کے احکام
//	۲۸۳	//	گندے کنویں کے احکام
//	//	//	گندے کنویں سے کتنے فاصلہ پر کنواں کھودا جائے؟
//	//	//	جب پورا پانی نکالا جائے

وضوء — احکام و مسائل

وضوء	۲۷۷	پنجم	نظافت کا ایک مکمل نظام
//	//	//	وضوء — لغت اور اصطلاح میں
//	//	//	کیا وضوء اس امت کی خصوصیت ہے؟
//	//	//	مکی و مدنی زندگی میں وضوء کا حکم
//	//	//	وضوء کے احکام میں تدریج
//	//	//	وضوء کے ارکان
//	//	//	چہرہ سے مراد
//	//	//	پیشانی سے مراد
جہہ	۷۷	سوم	پیشانی سے مراد
وضوء	۲۷۷	پنجم	اگر سر کے اگلے حصہ میں بال نہ ہو؟
//	//	//	داڑھی مونچھ کی جڑوں تک پانی پہنچانا
//	//	//	ہاتھ دھونا
//	//	//	سر کا مسح
استیعاب	۱۳۱	دوم	سر کا مسح
وضوء	۲۷۷	پنجم	سر کے مسح کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف

اُذن	۷۳	دوم	کان کا دھونا اور مسحِ راس
وضوء	۲۷۷	پنجم	افعال وضوء میں ترتیب کا حکم
ترتیب	۳۵۲	دوم	افعال وضوء میں ترتیب کا حکم
وضوء	۲۷۷	پنجم	پے در پے دھونا
//	//	//	وضوء کی سنتیں
//	//	//	شروع میں ہاتھ دھونا
//	//	//	شروع میں بسم اللہ کہنا
//	//	//	بسم اللہ کے الفاظ
//	//	//	مسواک
//	//	//	مسواک کی تعداد اور طریقہ
//	//	//	کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ
وضوء	//	//	داڑھی میں خلال سنت یا مستحب؟
//	//	//	خلال کا طریقہ
//	//	//	انگلیوں کا خلال
//	//	//	اعضاء وضوء کو تین بار دھونا
//	//	//	پورے سر کا مسح
//	//	//	کانوں کا مسح
//	//	//	اعضاء کو مل کر دھونا
//	//	//	دائیں حصہ سے ابتداء
//	//	//	سر کے مسح کی ابتداء
//	//	//	کچھ اور سنتیں
//	//	//	مستحبات و آداب
غره	۳۳۳	چہارم	وضوء میں غره
وضوء	۲۷۷	پنجم	وضوء میں دوسروں سے مدد لینے کا حکم
//	//	//	قبل از وقت وضوء

وضوء کے بعد کی دعاء	۲۷۷	//	//
بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا	//	//	//
وضوء میں مکروہ باتیں	//	//	//
پانی میں اسراف	//	//	//
مسجد میں وضوء	//	//	//
وضوء واجب ہونے کی شرطیں	//	//	//
وضوء درست ہونے کی شرطیں	//	//	//
متفرق احکام	//	//	//
اگر اعضاء وضوء پر زخم ہو؟	//	//	//
اگر ہاتھ کا حصہ کٹا ہوا ہو؟	//	//	//
اعضاء وضوء میں زائد عضو کا حکم	//	//	//
وضوء کب فرض و واجب ہے اور کب سنت و مستحب؟	//	پنجم	وضوء
قرآن مجید چھونے کے لئے	//	//	//
سفر کے لئے وضوء	//	//	//
جن صورتوں میں وضوء مستحب ہے	//	//	//
اسبغ سے مراد	۸۶	دوم	اسبغ
وضوء میں خمار پر مسح	۳۷۷	سوم	خمار
وضوء کے بعد تولیہ کے استعمال کرنے کا حکم	۱۳۲	پنجم	مندیل
گردن کا مسح	۲۸۸	سوم	رقبہ
مسح کا طریقہ	۲۸۹	//	تہتہ
قلنس اور قئے میں فرق	۵۲۹	چہارم	//
حنفیہ کا نقطہ نظر	//	//	//
حنفیہ کا متدل	//	//	//
امام ابوحنیفہ کی طرف شذوذ کی نسبت درست نہیں	//	//	//
جمہور کا متدل	//	//	//

//	۵۲۹	//	کیا قنہ ناقض وضو ہے؟
صفراء	۲۲۶	//	کیا وضو ٹوٹ جائے گا؟
فح	۵۲۶	//	کیا پیپ کا لکھنا ناقض وضو ہے؟
//	۵۲۶	//	حنفیہ کی رائے
//	۵۲۶	//	دیگر فقہاء کی رائے
مذی	۷۲	پنجم	مذی سے مراد
//	//	//	مذی و قذی میں فرق
//	//	//	مذی سے وضو کا وجوب
مباشرت	۵۵	پنجم	مباشرت فاحشہ سے مراد اور اس کا حکم
إضطجاع	۱۶۱	دوم	سونا ناقض وضو ہے
إغماء	۱۷۸	//	وضو و نماز پر بے ہوشی کا اثر
بلغم	۳۲۶	دوم	بلغم پاک ہے اور ناقض وضو نہیں
//	//	//	کھانے کے ساتھ مخلوط بلغم کا حکم
حدث	۲۱۰	سوم	حقیقی و حکمی
//	۲۱۱	//	سبیلین سے خروج نجاست
//	۲۱۱	//	خون اور قنہ سے متعلق فقہاء کی رائے
//	۲۱۲	//	خون سے نقض وضو کے احکام
//	۲۱۳	//	قنہ سے نقض وضو کے احکام
//	//	//	حدث حکمی
//	۲۱۴	//	نیند سے متعلق فقہاء کی رائے
//	۲۱۵	//	نیند سے متعلق ضروری احکام
//	//	//	جنون و بے ہوشی اور نشہ
//	//	//	نماز میں قہقہہ
//	//	//	تبسم، بخک اور قہقہہ کا فرق
//	۲۱۶	//	مباشرت فاحشہ

تقبیل	۴۹۳	دوم	بیوی کا بوسہ اور تقض وضوء کا مسئلہ
تہمت	۵۲۹	چہارم	حنفیہ کا نقطہ نظر
//	//	//	امام ابوحنیفہ کی طرف شذوذ کی نسبت کرنا درست نہیں
//	//	//	حنفیہ کا استدلال
//	//	//	جمہور کا استدلال
شک	۱۱۸	سوم	وضوء میں شک
حدث	۲۱۶	//	عورتوں کو چھونا
//	۲۱۷	//	شرمگاہ کا مساس
//	۲۱۸	//	بعض فقہاء کے نزدیک تقض وضوء کے مزید اسباب
//	//	//	آگ میں پکی ہوئی چیز کا استعمال
//	//	//	وضوء ٹوٹنے کا شک ہو
حدث	۲۱۸	سوم	حالت حدث کے احکام
دوسرہ	۲۶۷	پنجم	وضوء میں دوسرہ

مسح سے متعلق احکام

جیرہ	۷۸	سوم	مسح کی شرعی حیثیت
نخنین	۳۵۶	//	موزوں پر مسح کا ثبوت
//	۳۵۷	//	کس قسم کے موزے ہوں؟
نخنین	۳۹	سوم	گاڑھے موزوں پر مسح کی اجازت
نخنین	۳۵۷	//	قوم اور ناکن کے موزے
نخنین	۳۹	سوم	ناکن کے موزوں کا حکم
جورب	۱۶۱	//	ایسے موزوں پر مسح
جرموق	۹۸	//	جرموق پر مسح
//	۹۸	//	جرموق پر مسح کے لئے شرطیں
نخنین	۳۵۸	سوم	مسح کا طریقہ
//	//	//	حنفیہ کے مسلک کی تفصیل

مسح کی مدت	//	۳۵۹	//
مدت کب سے شمار ہوگی؟	//	//	//
مسح کے نواقض اور ضروری احکام	//	//	//
موزوں میں بہت پھٹن نہ ہو	//	۳۵۷	//
وضوء میں نعلین پر مسح	پنجم	۲۰۰	نعل
حالت و احرام میں موزے	سوم	۳۶۰	نفسین
پٹی پر مسح جائز ہونے کی شرطیں	//	۷۸	جبیرہ
پٹی کے کتنے حصہ پر مسح ضروری ہے	//	۸۰	//
غسل اور پٹی پر مسح	//	//	//
موزوں پر مسح اور پٹی پر مسح میں فرق	//	//	//

غسل — احکام و مسائل

شریعت میں نظافت کی اہمیت	چہارم	۴۳۵	غسل
غسل — لغوی معنی	//	//	//
غسل اور غسل میں فرق	//	//	//
غسل کے فرائض	//	//	//
دوسرے فقہاء کی آراء	//	//	//
کیا غسل میں چوٹی اور جوڑا کھولنا ضروری ہے؟	//	۳۱۷	ضفیرہ
غسل کا مسنون طریقہ	//	۴۳۵	غسل
جب غسل کرنا مسنون اور مستحب ہے	//	۴۳۴	//
غسل کے آداب	//	//	//
پانی کی مقدار	//	//	//
خواتین کے خصوصی احکام	//	//	//
شہادت کا اجر	//	۴۳۳	غریق
غسل دینے کا طریقہ	//	//	//
خواتین کے بچے ہوئے پانی سے وضوء و غسل	//	۴۵۵	فضل

تیمم کی شرطیں	دوم	۵۴۹	تیمم
کن چیزوں سے تیمم جائز ہے؟	//	//	//
مٹی سے تیمم	//	۴۴۸	تراب
دیگر فقہاء کی رائے	//	۵۵۰	تیمم
فرض اور سنتیں	//	۵۴۹	//
تیمم غسل کا بھی بدل ہے	//	۵۵۰	//
ٹرین میں تیمم	//	۵۵۰	//
تیمم اور بغل کا مسح	اول	۴۷۰	ابطا
وضوء، سجدہ اور تیمم میں پیشانی کا حکم	سوم	۷۷	جہہ

حیض سے متعلق مسائل

حیض و نفاس کی حالت میں	اول	۴۱۳	اللہ
حیض و نفاس کے مشترک احکام	سوم	۳۰۵	حیض
حیض کی مدت	//	۳۰۴	//
کم سے کم عمر	//	۳۰۴	//
نماز و روزہ	//	۳۰۵	//
طواف	//	۳۰۶	//
تلاوت قرآن	//	۳۰۷	//
قرآن مجید چھونا اور اٹھانا	//	۳۰۷	//
مسجد میں توقف اور اس پر مرور	//	۳۰۶	//
جماع اور تلذذ	//	۳۰۸	//
اسلام کا اعتدال و توازن	//	۳۰۹	//
کچھ ہدایات نبوی ﷺ	//	۳۱۰	//
ایاس کی عمر	دوم	۲۶۰	ایاس
استحاضہ سے مراد	دوم	۹۰	استحاضہ
استحاضہ سے متعلق احکام	//	//	//

//	۹۰	//	مستحاضہ کا خون کب تک حیض سمجھا جائے گا؟
نفاس	۲۰۱	پنجم	نفاس — لغوی و اصطلاحی معنی
//	//	//	حنفیہ اور حنبلیہ کا نقطہ نظر
//	//	//	مالکیہ و شوافع کی رائے
//	//	//	حافظ ابن رشد کا تسامح
//	//	//	جن امور میں حیض و نفاس کے احکام میں فرق ہے
//	//	//	نفاس کی مدت
//	//	//	کم سے کم مدت نفاس
//	//	//	جو خون اسقاط کے بعد آئے
طہر	۳۵۲	چہارم	طہر — لغوی و اصطلاحی معنی
//	//	//	طہر کی کم سے کم مدت
//	//	//	زیادہ سے زیادہ مدت
//	//	//	حیض سے فراغت کی علامت

انجاس — احکام و مسائل

اہل	۴۷۱	اول	اونٹ کا پیشاب
براز	۳۱۳	دوم	پاخانہ کے فقہی احکام
//	//	//	پاخانہ ناپاک ہے
//	//	//	استنجاء کب واجب ہے؟
//	//	//	پاخانہ کی راکھ کا حکم
براغیث و بعوض	//	//	چھہر اور پسو سے پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے
بقر	۳۲۲	//	گائے کا فضلہ
بلغم	۳۲۶	//	بلغم پاک ہے اور ناقض وضوء نہیں
//	//	//	کھانے کے ساتھ مخلوط بلغم کا حکم
بول	۳۲۷	//	پیشاب کے فقہی احکام
//	۳۲۸	//	پیشاب کس کا پاک؟ کس کا ناپاک؟

پیشاب سے پاکی کا طریقہ	//	//	//
کیا بچوں اور بچیوں کے پیشاب کا حکم ایک ہے؟	//	//	//
ناپاک چیز کی راکھ	۴۹۷	سوم	راماد
راکھ سے تیمم	//	//	//
کن جانوروں کا تھوک پاک ہے؟	۵۰۷	//	ریق
انسان کا لعاب	۵۰۸	//	//
سوتے ہوئے شخص کا لعاب	//	//	//
خون، پاک اور ناپاک	۴۳۶	//	دم
دم غیر مسفوح	//	//	//
شہداء کا خون	//	//	//
مچھلی کا خون	//	//	//
مقدار غنو	//	//	//
مچھلی کا خون	۱۷۶	چہارم	انمک
فضلہ آلود غبار	۱۴۹	//	سرقین
انسان کی ہڈی کا حکم	۳۹۷	//	عظم
خنزیر کی ہڈی کا حکم	//	//	//
کیا کتا نجس العین ہے؟	۵۶۶	چہارم	کلب
دوسرے حیوانات کی ہڈی کا حکم	۳۹۹	//	عظم
ہڈی کے پاک ہونے کا مطلب	//	//	//
غسالہ سے مراد	۴۳۴	//	غسالہ
وضوء اور غسل کے غسالہ کا حکم	//	//	//
نجاست کے غسالہ کا حکم	//	//	//
حتابہ اور شوائع کی رائے	//	//	//
مالکیہ کی رائے	//	//	//
اینٹ کو پاک کرنے کا طریقہ	۵۸۰	//	لبن

اگر اینٹ فرش کی صورت میں ہو	چہارم	۵۸۰	//
ودی سے مراد	//	۲۶۲	ودی
ودی کے احکام	//	//	//
غسل کا وجوب	//	۱۳۳	منی
پاک ہے یا ناپاک ہے؟	//	//	//
نجاست حقیقی و حکمی	//	۱۷۲	نجاست
نجاست مرئیہ و غیر مرئیہ	//	//	//
مرئی نجاست کو دور کرنے کا طریقہ	//	//	//
غیر مرئی نجاست سے پاکی کا طریقہ	//	//	//
نئے گھڑے وغیرہ پاک کرنے کا طریقہ	//	//	//
نجاست غلیظہ و خفیفہ	//	//	//
نجاست غلیظہ کا حکم	//	//	//
درہم کا وزن اور مساحت	//	//	//
نجاست خفیفہ کا حکم	//	//	//
جامد اور سیال اشیاء کا فرق	پنجم	//	//
مختلف نجاستیں	//	//	//
انسان کے فضلات	//	//	//
حرام جانوروں کا فضلہ	//	//	//
پرندوں کی بٹ	//	//	//
مردار	//	//	//
سور	//	//	//
کتا	//	//	//
کتا اور درندوں کا جھوٹا	//	//	//
شراب	//	//	//
نجاست کا دھون	//	//	//

مستعمل پانی	۱۷۲	//	//
نجاست دور کرنے کے ذرائع	//	//	//
نجاست حکمی زائل کرنے والی اشیاء	//	//	//
نجاست حقیقی	//	//	//
پانی اور سیال اشیاء	//	//	//
پونچھنا	//	//	//
کھرچنا	//	//	//
خشک ہو جانا	//	//	//
ناپاک زمین سوکھنے کے بعد دوبارہ تر ہو جائے	//	//	//
جلنے کی وجہ سے پاکی	//	//	//
ناپاک مٹی کا برتن	//	//	//
تور، ناپاک پانی سے پونچھا جائے	//	//	//
پاکی و ناپاکی کے احکام	۱۵۳	//	میتہ
پانی کا جانور	//	//	//
خشکی کا جانور جس میں خون نہ ہو	//	پنجم	//
خشکی کا جانور جس میں خون ہو	//	//	//
سینگ، ہڈی وغیرہ کا حکم	//	//	//
دودھ اور چمڑا	//	//	//
حقیقت کی تبدیلی	۱۷۲	//	نجاست
دباغت و ذبح	//	//	//
پانی نکالنا	//	//	//
پٹرول سے نجاست کا ازالہ	//	//	//
کاغذ سے استنجاء	//	//	//
نجاست حقیقی و حکمی میں پاک کرنے کے اعتبار سے فرق	//	//	//
کیا پاکی کے لئے نجاست پر پانی ڈالنا ضروری ہے؟	//	//	//

جھوٹے سے متعلق مسائل

اونٹ کے احکام		اول	۴۷۱	اہل
شیر سے متعلق احکام		دوم	۱۳۲	اسد
تھوک کے احکام		//	۳۱۸	بصاق
انسان کا تھوک پاک ہے		//	//	//
نخچر کا جھوٹا اور دوسرے احکام		//	۳۲۱	بغل
بطخ اور اس کا جھوٹا		//	۳۱۹	بط
الو کا جھوٹا		//	۳۳۷	نوم
جھوٹا حلال ہے یا حرام؟		سوم	۴۱	ثعلب
گدھے کے احکام		//	۲۹۶	حمار
آنسو کا حکم		//	۴۳۶	دمع
چمڑا اور جھوٹا		//	۳۷۸	خزیر
نجاست خور مرغی کا حکم		//	۴۰۸	دجاجہ
کوئے کا جھوٹا		چہارم	۵۹	زاغ
سور سے مراد		//	۱۷۶	سور
جھوٹے کی چار قسمیں		//	//	//
پاک اور پاک کرنے والا		//	//	//
نا پاک		//	//	//
مکروہ		//	//	//
مہلک		//	//	//
مہلک پانی کا حکم		//	//	//
دوسرے فقہاء کی رائیں		//	//	//
چند اہم مسائل		//	//	//
غیر محرم کا جھوٹا		//	//	//
نجاست خور اونٹ اور بیل کا جھوٹا		//	//	//

پسینہ کا حکم	//	//	۱۷۶	//
پسینے کا حکم	//	//	۳۸۶	عرق
ابن قدامہ کی چشم کشا کی بحث	//	//	//	//
بندر کا جھوٹا	//	//	۴۸۵	قرہ
کتے کا جھوٹا	چہارم		۵۶۶	کلب
لعاب کا حکم	//	//	۵۸۴	لعاب
بلی کا جھوٹا	//	//	۳۴۰	ہرہ (بلی)
اگر بلی نے ناپاک چیز کھائی ہو؟	//	//	//	//
اگر کوئی اور پانی موجود نہ ہو؟	//	//	//	//
اگر انسان کے ہاتھ کو چاٹ لے؟	//	//	//	//
کھانے کی چیز میں سے کھالے	//	//	//	//
بلی کے چمڑے کا حکم	//	//	//	//
پسینہ، رطوبت، چشم اور لعاب کا حکم	//	//	//	//
برتن کی نجاست اور پاکی	اول		۴۴۵	آئینہ
مخلوط پاک اور ناپاک برتن	//	//	//	//
رفقاء سفر کے برتنوں کا اختلاط	//	//	//	//
پاک اور ناپاک کپڑوں کا اختلاط	دوم		۴۳۱	تخری
سپلائنگ کپنی کے برتنوں کا حکم	اول		۴۴۵	آئینہ
غیر مسلموں کے برتنوں کے احکام	//	//	//	//
لغوی واصطلاحی معنی	چہارم		۳۵۰	طہارت
طہارت کی اہمیت	//	//	//	//
کب واجب ہے؟	//	//	//	//
پاک کرنے کے ذرائع	//	//	//	//
پانی	//	//	//	//
سیال چیزیں	//	//	//	//

مٹی	۳۵۰	//	
مسح (پوچھنا)	//	//	
فرک (کھرچنا)	//	//	
رگڑنا	//	//	
خشک ہو جانا	//	//	
جلانا	//	//	
جلانا	۳۳	دوم	
تبدیلی حقیقت	۳۵۰	چہارم	
دباغت	//	//	
پانی کا نکالنا	//	//	
تقسیم	//	//	
تطہیر کے کچھ اور ذرائع	۳۲۹	//	
دباغت کی وجہ سے چڑے کی پاکی کا مسئلہ	۶۲	دوم	
تبدیلی حقیقت کا حکم	۹۲	//	
تبدیلی حقیقت سے مراد	۹۳	//	
اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی تجویز	۹۲	//	
دباغت کے معنی	۲۰۵	سوم	
دباغت کے ذریعہ پاکی	//	//	
ہاتھی کا چڑا	//	//	
دوسرا نقطہ نظر	۲۰۶	//	
فریقین کے دلائل	//	//	
دباغت کی صورتیں	۲۰۷	//	
تطہیر کی دو صورتیں	۲۲۹	دوم	
ذبح	//	//	
دباغت	//	//	

دباغت کی دو صورتیں	سوم	۴۰۷	دباغت
حقیقت بدل جائے تو حکم بدل جاتا ہے	دوم	۴۳۷	انقلاب
حقیقت کی تبدیلی کا اثر	//	۴۸۲	تغیر
پھلوں کے رس سے طہارت	چہارم	۳۹۸	عصر
جن چیزوں میں بالاتفاق سبب طہارت ہے	//	۴۵۲	فرک
مادہ منویہ میں فرک	//	//	//
نجاست حقیقی و حکمی	پنجم	۵۱	مائع (بہنے والی شی)
نجاست حکمی دور کرنے کے لئے پانی ضروری ہے	//	//	//
نجاست حقیقی دور کرنے کے لئے پانی ضروری نہیں	//	//	//
خچر کے چمڑے کی دباغت اور دوسرے احکام	دوم	۳۳۱	بغل
چمڑا اور جھوٹا	سوم	۳۷۸	خنزیر

استنجاہ — آداب و احکام

استنجاہ کا حکم	دوم	۱۲۶	استنجاہ
استنجاہ کے ارکان	//	//	//
استنجاہ کرنے والے سے متعلق احکام	//	۱۲۷	//
کن چیزوں سے استنجاہ کیا جائے؟	//	//	//
اگر بے ستری کا اندیشہ ہو؟	//	۱۲۸	//
خارج ہونے والی اور باہر لگنے والی نجاست	//	//	//
استنجاہ کی کیفیت	//	//	//
مستحبات و آداب	//	//	//
حالت استنجاہ میں قبلہ کا سامنا یا پیچھا	//	۱۲۹	//
جہاں استنجاہ کرنا مکروہ ہے	//	//	//
حالت استنجاہ	//	//	//
ذکر و دعاء	//	۱۳۰	//
جانے اور نکلنے کے آداب	//	//	//

//	//	//	فراغت کے بعد
استدبار	۱۰۸	//	استدبار، استنجا کی حالت میں
ایتار	۲۶۲	//	استنجا میں ایتار
//	//	//	طاق عدد کی اہمیت
شجر	۱۷۷	سوم	درخت کے سایہ میں قضاء حاجت
قرطاس	۴۹۴	چہارم	کاغذ سے استنجا
//	//	//	کاغذ سے استنجا
قبلہ	۴۶۸	//	قبلہ کے لغوی معنی
قبلہ	۴۶۹	چہارم	اصطلاح شرع میں
//	//	//	قضاء حاجت کے درمیان استقبال قبلہ
//	//	//	جسم دھونے کے وقت استقبال
//	//	//	استنجا میں استقبال سے متعلق کچھ ضروری مسائل
//	//	//	چھوٹے بچوں کو قبلہ رخ بیٹھانا
//	//	//	خروج ریح کی حالت میں قبلہ کا سامنا یا پیچھا
//	//	//	عذر کی بنا پر استقبال قبلہ
//	//	//	ہم بستری کی حالت میں
//	//	//	قبلہ کی طرف پاؤں کرنا
//	//	//	بچوں کو سمت قبلہ پاؤں رکھ کر سلانا
//	//	//	فقہاء کی آراء
دوسوہ	۲۶۷	پنجم	استنجا میں دوسوہ
//	//	//	دوسوہ شیطان کی طرف سے

نماز

اوقات نماز

صلوٰۃ	۲۳۱	چہارم	صلوٰۃ — لغوی معنی
//	//	//	وجہ تسمیہ
//	//	//	اسلام میں نماز کی اہمیت

نماز بخگانہ کا ثبوت	۲۳۱	//	//
اوقات نماز	//	//	//
جائز اوقات	//	//	//
فجر	//	//	//
صبح صادق سے مراد	//	//	//
ظہر	//	//	//
سایہ اصلی کو مستثنیٰ کرنے کی وجہ	۲۳۱	//	//
عصر	//	//	//
مغرب	//	//	//
شفیق سے مراد	//	//	//
عشاء	//	//	//
مستحب اوقات	//	//	//
فجر	//	//	//
فجر	۱۳۷	دوم	//
ظہر	۲۳۱	چہارم	//
ظہر	۴۶۸	اول	//
عصر	۲۳۱	چہارم	//
مغرب	//	//	//
عشاء	//	//	//
مکروہ اوقات	//	//	//
تین اوقات مکروہ ہیں	//	//	//
لفل کے لئے دو اوقات مکروہ	//	//	//
نماز کے لئے مکروہ وقت	۱۱۵	دوم	//
اصفرائش سے مراد	//	//	//

اذان و اقامت — آداب و احکام

اذان کی ابتداء	دوم	۶۴	اذان
الصلوة خیر من النوم کا بیان	//	۶۵	//
کلمات اذان کی جامعیت اور اثر انگیزی	//	//	//
کلمات اذان کی تعداد	//	//	//
اذان کے آداب	//	۶۶	//
بعض تجویدی غلطیاں	//	//	//
کلمات اذان میں تقدیم و تاخیر	//	//	//
مسنون طریقہ	//	//	//
اذان کن نمازوں میں ہے؟	//	۶۷	//
اذان شعاردین ہے	//	//	//
قبل از وقت اذان	//	//	//
جن کی اذان مکروہ ہے	//	//	//
نشہ آور کی اذان	چہارم	۱۶۹	سکران
جب از سر نو اذان دی جائے گی	دوم	۶۸	اذان
موذن کے اوصاف	//	//	//
اذان کا جواب	//	//	//
قبر پر اذان	//	۶۹	//
اذان میں انگوٹھے چومنا	//	۷۰	//
استدراہ فقہ کی اصطلاح میں	//	۱۰۸	استدراہ
مینارہ وسیع ہو تو مؤذن کیا کرے؟	//	//	//
کلمات اذان میں ترتیب	//	۴۵۳	ترتیب
اذان میں ترجیح	//	۴۵۴	ترجیح
اذان میں ترسیل	//	//	ترسل
ہمارے زمانے میں تھویب کا حکم	دوم	۴۱۶	تھویب

خواص کے لئے اہتمام	//	۴۱۷	//
اذان و اقامت میں استقبال	قبلہ	۴۶۹	چہارم
حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کا حکم	//	//	//
اذان خانہ میں سمت قبلہ سے انحراف	//	//	//
اقامت کی ابتداء	اقامت	۱۹۴	دوم
اقامت کن نمازوں میں؟	//	//	//
جو باتیں اقامت میں مکروہ ہیں	//	//	//
اقامت کے بعض احکام	//	۱۹۵	//
اقامت کے زیادہ مستحق	//	//	//
مقتدی کب کھڑے ہوں	//	//	//
آگہ بمکبر الصوت	آگہ	۴۴۱	اول
لاؤڈ اسپیکر	//	//	//
لاؤڈ اسپیکر پر نماز	//	//	//
لاؤڈ اسپیکر پر اذان	//	//	//
لاؤڈ اسپیکر پر وعظ و خطبہ	//	//	//
شرائط نماز			
کیا بغل ستر میں داخل ہے؟	ابط	۴۷۰	اول
پستان اعضاء ستر میں ہے	ہدی	۳۹	سوم
برہنتن کی نماز	ایچاء	۴۷۵	دوم
نماز میں	خمار	۴۷۶	سوم
نماز میں ستر	عریاں	۴۸۷	چہارم
مجبوراً بے لباسی کی حالت میں نماز	//	//	//
نماز میں استقبال	قبلہ	۴۶۹	//
اگر قبلہ مشتبہ ہو جائے؟	//	//	//
جب استقبال سے عاجز ہو	//	//	//

ٹرین اور بس کا حکم	//	۴۶۹	//
نفل نماز میں استقبال کا حکم	//	//	//
کیفیت نماز			
نماز میں تحریم اور اس کے الفاظ	دوم	۴۲۲	تحریم
خشوع سے مراد	سوم	۳۳۸	خشوع
نماز میں خشوع کا حکم	//	//	//
شاء	دوم	۱۱۸	استفتاح
کلمات توجیہ	//	//	//
کلمات توجیہ	//	۱۱۹	//
نماز میں توجیہ	سوم	۶۶	شاء
چند ضروری مسائل	دوم	۱۱۹	استفتاح
شاء کے آخر میں ”وجل شامک“	//	۱۲۰	//
شاء کون پڑھے؟	//	//	//
شاء اور اس کے احکام	سوم	۶۶	شاء
نماز میں تعوذ	دوم	۴۸۰	تعوذ
تعوذ— شاء کے تابع ہے یا قرأت کے؟	//	۴۸۱	//
بسم اللہ کی فقہی حیثیت	//	۴۶۱	تسمیہ
نماز میں	//	۴۱۶	بسمہ
قرأت— لغوی معنی	چہارم	۵۸۲	لحن
لحن— علم قرأت کی اصطلاح میں	//	//	//
علامہ حلوانی اور علامہ شامی کی توضیحات	//	//	//
جہر کی حد اور جہری نماز میں	سوم	۱۶۵	جہر
غیر جہری نماز میں	دوم	۵۸	إخفاء
سری کی حد اور اس سلسلہ میں مشائخ کا اختلاف	چہارم	۱۴۳	سر
نماز میں دعاء	سوم	۴۱۱	دعاء

قرأت کے درمیان دعاء	//	//	//
آہستہ پڑھنے کی حد	۵۸	دوم	اِخفاء
سہو و نسیان کا احکام پر اثر	۱۰۰	چہارم	زلّۃ القاری
نماز میں سہو کلام	//	//	//
امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا اصول	//	//	//
امام ابو یوسف کا اصول	//	//	//
اعراب میں غلطی	//	//	//
وقف میں غلطی	//	//	//
الفاظ و حروف میں تبدیلی	//	//	//
طرفین کا نقطہ نظر	//	//	//
امام ابو یوسف کی رائے	//	چہارم	//
سورتوں میں ترتیب	۴۵۳	دوم	ترتیب
پڑھنے کا اطلاق کس کیفیت پر ہوگا؟	۴۸۲	چہارم	اقرأت
ہندوائی اور فضلی کا قول	//	//	//
امام احمد اور بشر مرسی کا قول	//	//	//
امام کرخی اور ابو بکر بلخی کا قول	//	//	//
آمین کا تلفظ	۴۴۳	اول	آمین
آمین صرف نماز میں ہے یا خارج صلوٰۃ بھی؟	//	//	//
آمین کون کہے؟	//	//	//
زور سے کہے یا آہستہ؟	//	//	//
آمین آہستہ کہے	۵۸	دوم	اِخفاء
زکوع - لغوی معنی	۴۹۴	سوم	زکوع
اصطلاحی معنی	//	//	//
زکوع کا طریقہ	//	//	//
زکوع میں تطبیق	۴۹۵	سوم	//

تذبح اور اس سے مراد	//	۴۹۵	//
زکوع میں تعدیل	//	//	//
فقہاء کا اختلاف رائے	//	//	//
زکوع کی تسبیحات اور اس کی مقدار	//	۴۹۶	//
امام کتبی بار پڑھے؟	//	//	//
زکوع کی حالت میں تلاوت قرآن	//	//	//
متفرق احکام	//	//	//
بیٹھ کر زکوع	//	//	//
خواتین کے لئے زکوع کا طریقہ	//	//	//
کوزہ پشت کا حکم	//	//	//
زکوع میں جاتے ہوئے تسبیح	//	//	//
زکوع سے اٹھتے ہوئے کیا کہے؟	//	۴۹۷	//
نماز میں کمر خمیدہ شخص کا حکم	دوم	۴۳	أحدب
سمع اللہ لمن حمدہ کون کہے؟	//	۴۶۲	تسبیح
زکوع میں تطبیق	//	۴۷۵	تطبیق
زکوع کا مستحب طریقہ	//	۴۷۷	تذبح
زکوع اور سجدہ کی تسبیح	//	۴۵۶	تسبیح
سجدہ کی تسبیح	//	//	//
جلسہ استراحت	سوم	۱۱۰	جلسہ
دو سجدوں کے درمیان دُعاء	//	۴۱۲	دُعاء
سجدہ — لغوی اور اصطلاحی معنی	چہارم	۱۲۳	سجدہ
سجدہ اہم ترین رکن	//	//	//
سجدہ کا طریقہ	//	//	//
تکبیر کب کہی جائے؟	//	//	//
تسبیح	//	//	سجدہ

تسبیح کی مقدار	//	۱۴۴	//
امام کتنی بار پڑھے؟	//	//	//
سجدے میں تلاوت و دعاء	//	//	//
اعضاء سجدہ	//	//	//
زمین پر پاؤں رکھنا واجب ہے	//	//	//
ہاتھ اور گھٹنے رکھنا	//	//	//
پیشانی اور ناک	//	//	//
اگر زخماں اور ٹھوڑی زمین پر رکھ دی جائے؟	//	//	//
سجدے کی مسنون ہیئت	//	//	//
اعضاء کے رکھنے اور اٹھانے کی ترتیب	//	//	//
ہاتھ کہاں رکھے؟	//	//	//
عورتوں کے لئے	//	//	//
ہاتھ کی انگلیاں	//	//	//
مختلف اعضاء کی ہیئت	//	//	//
سجدہ کیسی جگہ پر کیا جائے؟	//	//	//
روٹی یا برف پر سجدہ	//	//	//
ہتھیلی اور عمامہ پر سجدہ	//	//	//
سجدہ گاہ نمازی کی جگہ سے اونچا ہو	//	//	//
اڑدھام کے موقع پر	//	//	//
پیشانی کا اکثر حصہ زمین پر ہو	//	//	//
کچھ اور ضروری احکام	//	//	//
نگاہ کا محل	//	//	//
اگر سجدہ گاہ میں کنکریاں ہوں؟	//	//	//
تسبیحات کی تعداد اور انگلیوں سے گننا	//	//	//
اعتدال واجب ہے	//	//	سجدہ

سجدہ میں دُعاء	سوم	۴۱۲	دُعاء
وضو، سجدہ اور تیمم میں پیشانی کا حکم	//	۷۷	جہہ
قعدہ کی بیٹھک	دوم	۱۹۹	اقعاء
بیٹھنے کی اس کیفیت کا حکم (اکڑ و بیٹھنا)	//	۳۷	احتباء
نماز میں احتباء	//	//	//
اگر عذر ہو	//	//	//
نماز میں پالتی مار کر بیٹھنا	//	۴۵۲	ترج
نماز میں بیٹھنے کا طریقہ	//	۴۴۵	تورک
نشست کی کیفیت	سوم	۱۱۰	جلہ
تشہد کے کلمات	دوم	۴۶۳	تشہد
دوسرے احکام	//	//	//
نماز میں سلام	دوم	۴۵۷	تسلیم
نماز میں سلام پھیرنے کا حکم	//	۴۲۷	تحلیل
سلام کا طریقہ	//	۴۵۷	تسلیم
نماز کے بعد دُعاء	سوم	۴۱۳	دُعاء
فقہاء کا نقطہ نظر	//	۴۱۴	//
حنفیہ کا نقطہ نظر	//	//	//
اجتماعی دُعاء	//	//	//
مولانا بنوری کا چشم کشا بیان	//	۴۱۵	//

ارکان نماز

ارکان	چہارم	۴۳۱	صلوٰۃ
قیام	//	//	//
نفل نمازیں بیٹھ کر پڑھنے کا حکم	//	//	//
قراءت	//	//	//
قراءت سے مراد	چہارم	//	//

مقدار فرض	//	۲۳۱	صلوٰۃ
تین چھوٹی آیتوں سے مراد	//	//	//
قرآن کی طویل تر آیتیں	//	//	//
ایک ہی آیت پر اکتفاء	//	//	//
مقدار واجب	//	//	//
مسنون قراءت	//	//	//
طوال مفصل اور اوساط و تقصار سے مراد	//	//	//
آیات کی مقدار	//	//	//
کب ٹھہر کر اور میانہ روی کے ساتھ پڑھے؟	//	//	//
مکروہات قراءت	//	//	//
شاذ قراءت	//	//	//
دوسری رکعت میں زیادہ طویل قراءت	//	//	//
خلاف ترتیب قراءت	//	//	//
امام کے پیچھے قراءت	//	//	//
حضرت ابو موسیٰ اشعری <small>رضی اللہ عنہ</small> کی روایت	//	//	//
حضرت ابو ہریرہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کی روایت	//	//	//
حضرت ابو ہریرہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کی ایک اور روایت	//	//	//
حضرت جابر <small>رضی اللہ عنہ</small> کی روایت	//	//	//
صحابہ <small>رضی اللہ عنہم</small> کے اقوال و آثار	//	//	//
ائمہ اربعہ کا مسلک	//	//	//
جہر و سر	//	//	//
جن نمازوں میں جہری قراءت ہے	//	//	//
جن صورتوں میں سری قراءت ہے	//	//	//
منفرد کا حکم	//	//	//
تعدہ اخیرہ	چہارم	//	//

صلوٰۃ	۲۳۱	//	خروج بصدعہ کے قول کی حیثیت
			نماز کے واجبات و سنن
//	//	//	واجبات نماز
//	//	//	واجبات کا حکم
تعدیل	۲۷۶	دوم	نماز میں تعدیل کا حکم
صلوٰۃ	۲۳۱	چہارم	نماز کی سنتیں
//	//	//	نماز کی سنتوں کا حکم
//	//	//	رفع یدین
//	//	//	ہاتھ کہاں تک اٹھایا جائے؟
//	//	//	انگلیوں کی کیفیت
//	//	//	رفع یدین کس موقع پر ہے؟
//	//	//	رفع یدین کی بعض صورتیں منسوخ ہیں
//	//	//	ہاتھ کہاں باندھا جائے؟
//	//	//	حضرت علی <small>رضی اللہ عنہ</small> کی روایت
//	//	//	حضرت مجمل <small>رضی اللہ عنہ</small> کی روایت
//	//	//	کچھ اور سنتیں
//	//	//	آمین
//	//	//	کون لوگ آمین کہیں؟
//	//	//	آہستہ کہنا اولیٰ ہے
//	//	//	کچھ سنتیں
سکتہ	۱۶۸	//	نماز میں تین وقفہ، سورہ فاتحہ کے بعد وقفہ کا مقصد
صلوٰۃ	۲۳۱	//	رکوع سے اٹھتے ہوئے کیا کہے؟
//	//	//	اعتدال کے ساتھ تحریمہ
//	//	//	تکبیر انتقال
//	//	//	قومہ

صلوٰۃ	۲۳۱	چہارم	تشہد میں اشارہ
//	//	//	فرائض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ
//	//	//	درود شریف
//	//	//	درود کے بعد دعاء
//	//	//	سلام کا مسنون طریقہ
//	//	//	آداب و مستحبات
//	//	//	نماز کی مجموعی کیفیت
//	//	//	نقشہ اختلاف احکام نماز
//	//	//	بعض کیفیات میں مردوں اور عورتوں کے درمیان فرق
//	//	//	ہاتھ اٹھانے میں
//	//	//	ہاتھ کہاں باندھیں؟
//	//	//	کیسے باندھیں؟
//	//	//	عورتوں کے رکوع کا طریقہ
//	//	//	سجدہ کا طریقہ

نماز کو توڑ دینے والی چیزیں

//	//	چہارم	مخدور کا غدر دور ہو جائے
//	//	//	نماز میں سورج نکل آئے
//	//	//	امام پر مقتدی کی سبقت
//	//	//	مرد و عورت کا برابر میں کھڑا ہونا
انہما	۲۳۸/۲۴۳	اول	نماز میں آہ
اسودین	۱۳۶	دوم	نماز میں سانپ مارنے کا حکم
انہما	۱۸۷	//	وضو اور نماز پر بیہوشی کا اثر
انہما	۱۶۱	//	سجدہ میں انہما
عقرب	۲۰۷	چہارم	ضروری احکام
صلوٰۃ	۲۳۱	//	نماز میں کلام

کلام سے مراد	//	۲۳۱	صلوٰۃ
بہ طور جواب کسی آیت کا پڑھنا	چہارم	//	//
چھینک کا جواب	//	//	//
کھانسی، جمائی وغیرہ	//	//	//
ڈکار کا حکم	//	//	//
نماز میں رونا	//	//	//
نماز میں رونا	دوم	۳۲۵	بکاء
نماز میں اُف کہنا	//	۳۹۱	تأفیف
نماز میں تبسم	//	۴۱۲	تبسم
نماز میں تبسم	چہارم	۵۲۹	تہنّہ
ہنسنے کے تین درجات	//	//	//
نماز میں سحک	//	//	//
نماز میں تہنّہ	//	//	//
سلام	//	۲۳۱	صلوٰۃ
زبان سے سلام	//	//	//
ہاتھ کے اشارے سے سلام	//	//	//
نماز میں لقمہ دینا	//	صلوٰۃ	//
نماز میں قرآن دیکھ کر تلاوت	//	//	//
عمل کثیر سے مراد	//	//	//
عمل کثیر سے مراد	//	۴۱۴	عمل
نماز میں عمل کثیر	//	//	//
نماز میں چلنا	//	۲۳۱	صلوٰۃ
مختلف صورتیں اور ان کا حکم	//	//	//
محل نماز سے مراد	//	//	//

صلوٰۃ	۲۳۱	//	نماز میں کھانا پینا
//	//	//	کچھ اور مفادات
//	//	چہارم	نا پاک شے پر سجدہ
//	//	//	بے ستری
//	//	//	قبلہ سے انحراف
زلۃ القاری	۱۰۰	//	سہو و نسیان کا احکام پر اثر
//	//	//	نماز میں سہو کلام
//	//	//	امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا اصول
//	//	//	اعراب میں غلطی
//	//	//	وقف میں غلطی
//	//	//	الفاظ و حروف کی تبدیلی
//	//	//	طرفین کا نقطہ نظر
//	//	//	امام ابو یوسف کی رائے
بناء	۳۲۷	دوم	درمیان نماز وضو ٹوٹ جائے

جو چیزیں نماز میں مکروہ ہیں

صلوٰۃ	۲۳۱	چہارم	مکروہات نماز سے مراد
تأبط	۴۰۹	دوم	کھلی کہنیوں میں نماز کی کراہیت
اہل	۴۷۱	اول	اونٹ کے اصطلیل میں نماز
اشتمال	۸۷	دوم	کپڑا پہننے کی ایک خاص صورت
اسبال	۵۴	//	نماز میں اسبال
اختصار	۵۵	//	اختصار سے مراد
//	//	//	دیگر رائیں
خبثین	۲۰۴	//	طبعی تقاضے کے وقت نماز
التفات	۱۳۸	//	نماز میں التفات کے تین درجات اور ان کے احکام

سدل سے مراد	سدل	۱۴۲	چہارم
نماز میں سدل کا حکم	//	//	//
جوتے میں نماز	نعل	۲۰۰	پنجم
محراب کے اندر نہ کھڑا ہو	محراب	۶۷	//
نماز سے باہر	سدل	۱۴۲	چہارم
نماز میں غیر عربی زبان میں دُعاء	دُعاء	۳۱۳	سوم
پیشاب روکنے والے شخص کی نماز	حائض	۱۷۴	//
مکروہات کے ارتکاب کا حکم	صلوٰۃ	۲۳۱	چہارم
ترک واجب اور ترک سنت و مستحب کا حکم	//	//	//
کچھ اہم مکروہات	//	//	//
نماز میں وسوسہ	وسوسہ	۲۶۷	پنجم
نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت	سترہ	۱۲۰	چہارم
سترہ سے مراد	//	//	//
سترہ رکھنے کا حکم	//	//	//
نمازی اور سترہ کے درمیان فصل	//	//	//
کیا چیزیں سترہ ہو سکتی ہیں؟	//	//	//
سترہ کی لبائی	//	//	//
سترہ کی چوڑائی	//	//	//
سترہ کے لئے خط کھینچنا	//	//	//
خط کی شکل	//	//	//
امام کا سترہ، مقتدی کے لئے کافی ہے	//	//	//
کیا آدمی سترہ بن سکتا ہے؟	//	//	//
نمازی کے کتنے آگے سے گذرا جائے؟	//	//	//
چھوٹی مسجد کا حکم	//	//	//
صحرا اور مسجد کبیر کا حکم	//	//	//

سترہ	۱۲۰	//	مسجد صغیر اور کبیر سے مراد
//	//	//	متفرق ضروری اور اہم مسائل
//	//	//	کپڑے کا سترہ
//	//	//	اگر نمازی کی جگہ اونچی ہو
//	//	چہارم	نمازی کے آگے سے گزرنے کی چار صورتیں
//	//	//	گزرنے والے کو روکنا
//	//	//	روکنے کا طریقہ
//	//	//	نہ روکنے والوں سے قتل و قتال

اہام اور امامت سے متعلق مسائل

اتباع	۲۸۲	اول	امام نماز کی اتباع
//	//	//	پانچ امور میں اتباع واجب ہے
//	//	//	چار چیزیں جن میں امام کی اقتداء نہ کی جائے
//	//	//	نو چیزیں کہ امام انہیں نہ کرے تب بھی مقتدی کرے
بناء	۳۲۸	دوم	ضعیف، قوی کی امامت نہیں کر سکتا
ایمان	۲۷۵	//	اشارے سے نماز پڑھنے والے کی امامت
انہی	۲۳۶	//	انہی کی امامت
اہل ہوی	۲۵۸	//	اقتداء میں کراہت
اعرج	۱۷۲	//	لنگڑے کی امامت
امام و امامت	۲۱۸	//	امام — لغوی و اصطلاحی معنی
//	//	//	منصب امامت کی اہمیت
//	//	//	جو لوگ امام بن سکتے ہیں
//	۲۱۹	//	بعض اہم فقہی اختلافات
تأناً	۳۹۰	//	تو تلانے والے کی امامت
امام و امامت	۲۱۹	//	جن کی امامت مکروہ ہے
//	//	//	عورت کی امامت

//	۲۲۰	//	تراویح میں نابالغوں کی امامت
//	//	//	ناپسندیدگی کے باوجود امامت
//	//	//	امامت کا زیادہ حقدار
//	۲۲۱	//	ٹیپ ریکارڈ اور ٹی وی کے ذریعہ امامت
//	//	//	خلاف مسلک امام کی اقتداء
استخلاف	۱۰۸	دوم	نماز میں استخلاف
فتح	۲۲۸	چہارم	لقمہ دینا
//	//	//	فتح — لغوی اور اصطلاحی معنی
//	//	//	حرکات و سکنات کی غلطی پر تنبیہ کا طریقہ
//	//	//	قراءت قرآن میں لقمہ دینے کا حکم
//	۲۲۷	//	اگر غیر مصلی امام کو لقمہ دے
//	//	//	لقمہ دینے کے آداب
تصفیق	۲۶۳	دوم	ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ مارنا
بصاق	۳۱۸	//	مسجد میں تھوکنے
بصل	۳۱۹	//	پیاز کھا کر مسجد میں آنا

نماز وتر سے متعلق مسائل

محراب	۶۷	پنجم	محراب وسط میں ہو
قنوت	۵۲۶	چہارم	قنوت — لغوی معنی
//	//	//	قنوت وتر
وتر	۲۵۶	پنجم	وتر — لغوی معنی
//	//	//	وتر نام رکھنے کی وجہ
//	//	//	نماز وتر واجب ہے یا مسنون؟
//	//	//	امام ابوحنیفہ کے تین اقوال
//	//	//	واجب ہونے کی دلیل
//	//	//	دوسرے فقہاء کا نقطہ نظر

دتر	۲۵۶	پنجم	صرف تعبیر کا اختلاف ہے
//	//	//	دتر کی رکعات
//	//	//	احناف کا نقطہ نظر
//	//	//	دوسرے فقہاء کا نقطہ نظر اور دلائل
//	//	//	نماز دتر کا طریقہ
//	//	//	دتر میں کن سورتوں کا پڑھنا مسنون ہے؟
//	//	//	قعدہ اولیٰ واجب ہے
//	//	//	کیا پورے سال دُعاء قنوت ہے
//	//	//	جماعت کے ساتھ دتر
//	//	//	دُعاء قنوت
//	//	//	دُعاء کے آخر میں درود
//	//	//	اگر دُعاء قنوت یاد نہ ہو؟
//	//	//	دُعاء قنوت سے متعلق احکام
//	//	//	زور سے پڑھے یا آہستہ؟
//	//	//	اگر دُعاء پڑھنا بھول جائے؟
//	//	//	تیسری رکعت کے رکوع میں امام کو پائے؟
//	//	//	فجر میں دُعاء قنوت
//	//	//	اگر امام، شافعی ہو اور مقتدی حنفی؟
//	//	//	نماز دتر کا وقت
//	//	//	اگر بعد میں نماز عشاء کا فاسد ہونا معلوم ہو؟
//	//	//	مستحب وقت
قنوت نازلہ	۵۲۶	چہارم	
دُعاء	//	//	

نفل نمازیں

نفل	۲۱۸	پنجم	نفل — لغوی و اصطلاحی معنی
-----	-----	------	---------------------------

نفل	۲۱۸	//	نفل شروع کرنے کے بعد توڑنا
//	//	//	کیا نفل شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے؟
//	//	//	جمہور کا نقطہ نظر
صلوٰۃ	۲۳۱	چہارم	نفل نمازیں
//	//	//	سنن مؤکدہ
//	//	//	زیادہ مؤکد سنت
//	//	//	سنن غیر مؤکدہ
//	//	//	عشاء سے پہلے چار رکعت
//	//	//	سنت فجر سے متعلق ایک ہم مسئلہ
//	//	//	سنتوں کی قضاء
//	//	//	اگر ظہر سے پہلے کی سنت نہ پڑھ پائے
//	//	//	نماز جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں
تراویح	۲۴۸	دوم	حکم اور رکعات
//	۲۴۹	//	جماعت
//	۲۵۰	//	وقت
//	//	//	قضاء
//	//	//	سنت
//	۲۵۱	//	قراءت کی مقدار
//	//	//	متفرق احکام
//	//	//	ترویجہ کا عمل
//	//	//	اگر دو رکعت فاسد ہوگئی؟
//	۲۵۲	//	امام خوش خواں یا درست خواں؟
//	//	//	ایک سے زیادہ امام
//	//	//	کوئی سورت یا آیت چھوٹ گئی
تہجد	۵۴۷	//	نماز تہجد کی فضیلت

تہجد کا وقت	۵۴۷	//	
تعداد رکعات	//	//	
قراءت کی مقدار	//	//	
زلزلہ کے موقع سے نماز نفل	۹۹	چہارم	
جماعت ثابت نہیں	//	//	
قیام اللیل	۵۴۷	//	
نماز چاشت	۲۳۱	//	
نماز سفر	//	//	
صلوٰۃ اوایین	//	//	
صلوٰۃ الزوال	//	//	
نماز اشراق	//	//	
محدثین اور صوفیا کا اختلاف	//	//	
نماز توبہ	//	//	
صلوٰۃ التسخیر	//	//	
صلوٰۃ التسخیر کی ایک ماثور دعاء	//	//	
نفل میں افضل طریقہ چار رکعت ہے یا دو رکعت	//	//	
کثرت رکعات افضل ہے یا طویل قیام؟	//	//	
صلوٰۃ حاجت	۱۷۱	سوم	
مسجد قباء کی فضیلت	۴۳	چہارم	
مسجد قباء میں نماز پڑھنا	//	//	
بیٹھنے کے بعد	۴۲۹	دوم	
تحیۃ الوضوء	۴۳۰	//	
سائل سے بندھی ہوئی کشتی میں نماز	۱۶۷	چہارم	
چلتی ہوئی کشتی میں بیٹھ کر نماز	//	//	
استقبال قبلہ کا حکم	//	//	

جہاز اور بس کا حکم	//	۱۶۷	//
کعبہ میں نماز	دوم	۳۳۸	بیت اللہ
کعبہ کی چھت پر نماز	//	۳۳۹	//
کعبہ میں نماز	چہارم	۵۵۷	کعبہ
حطیم میں نماز	//	//	//

وضوء — احکام و مسائل

نماز میں تداعی کا مفہوم	دوم	۳۳۸	تداعی
جماعت کی اہمیت	سوم	۱۱۶	جماعت
جماعت کا حکم	//	۱۱۷	//
نفل نماز کی جماعت	//	//	//
جماعت میں کھڑے ہونے کی ترتیب	//	۱۱۸	//
جماعت شروع ہونے کے بعد سنت	//	//	//
جماعت ثانیہ کا مسئلہ	//	۱۱۹	//
خواتین کی جماعت	//	۱۲۰	//
نماز کے بعد جماعت میں شرکت	//	//	//
جنوں کے ساتھ نماز	//	۱۳۵	جن
محراب سے ہٹ کر دوسری جماعت	پنجم	۶۷	محراب
مریض اور جماعت	//	۷۸	مریض
نماز میں تبلیغ	دوم	۴۱۲	تبلیغ
تعوذ اور ثناء کب پڑھے؟	پنجم	۸۷	مسبق
باقی رکعتیں ابتدائی رکعتیں	//	//	//
امام کے قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد کیا پڑھے؟	//	//	//
امام کے ساتھ سلام پھیرنے کے بعد کیا کرے؟	//	//	//
سجدہ سہو میں امام کی اتباع	//	//	//
اگر امام مسبوق کو نائب بنا دے؟	//	//	//

چار صورتیں جن میں مقتدی کے حکم میں ہے	//	۸۷	مسبق
لاحق سے مراد	چہارم	۵۷۲	لاحق
لاحق فوت شدہ رکعتیں کس طرح ادا کرے؟	//	//	//
کیا وہ امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا؟	//	//	//
کیا امام للاحق کو نائب بنا سکتا ہے؟	//	//	//

فوت شدہ نمازوں کی قضاء

فوت شدہ نمازوں کی قضاء	چہارم	۲۳۱	صلوٰۃ
تارک نماز کا حکم	//	//	//
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل	//	//	//
جب ترتیب واجب نہیں	//	//	//
فوت شدہ نمازیں کس طرح ادا کی جائیں؟	//	//	//
فائتہ نمازوں کا فدیہ	//	//	//
قضاء اور اعادہ کا فرق	دوم	۱۶۴	اعادہ

سجدہ سہو — احکام و مسائل

فقہاء کا اختلاف	چہارم	۱۳۲	سجدہ سہو
طریقہ	//	//	//
ایک سلام یا دو سلام	//	//	//
درود و دعاء	//	//	//
ائمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر	//	//	//
صرف افضلیت کا اختلاف	//	//	//
کن مواقع پر واجب ہوتا ہے؟	//	//	//
اگر فرض چھوٹ جائے؟	//	//	//
سنتیں چھوٹ جائیں	//	//	//
قصد واجب ترک کر دے	//	//	//
سہو واجب فوت ہو جائے	//	//	//

سجدہ سہو	۱۳۲	//	ترک واجب کی چھ صورتیں
//	//	//	تاخیر رکن سے مراد
//	//	//	سجدہ سہو واجب ہونے کا ایک اصول
//	//	//	سجدہ سہو واجب ہونے کی کچھ صورتیں
//	//	//	سورہ فاتحہ بھول جائے
//	//	//	فرض کی آخری رکعتوں میں سورہ ملا لے
//	//	//	قعدہ میں قرآن پڑھے
//	//	//	قرآن میں ترتیب غلط ہو جائے
//	//	//	نماز میں دیر سے سجدہ کرے
//	//	//	تعدیل کا لحاظ نہ رکھے
//	//	//	تشہد بھول جائے
//	//	//	قعدہ اولیٰ میں درود پڑھ لے
//	//	//	تشہد مکرر پڑھ لے
//	//	//	قعدہ بھول جائے
//	//	//	قعدہ ثانیہ میں کھڑا ہو جائے
//	//	//	دُعایٰ قنوت بھول جائے
//	//	//	تکبیرات چھوٹ جائیں
//	//	//	تکبیرات عیدین میں کمی و زیادتی
//	//	//	جہر کی جگہ سر یا اس کے برعکس
//	//	//	تعوذ وغیرہ جہر پڑھ دے
//	//	//	شک کی وجہ سے سجدہ سہو
//	//	//	جو شک کا عادی نہ ہو
تحری	۴۲۱	دوم	نماز کی رکعات میں شبہ
سجدہ سہو	۱۳۲	چہارم	جسے بار بار شک پیش آئے
//	//	//	جس کا کسی ایک طرف رجحان قلب نہ ہو پائے

کچھ ضروری احکام	//	۱۳۲	سجدہ سہو
امام سے بھول ہو جائے	//	//	//
مقتدی مسبوق ہو	//	//	//
جمعہ وعیدین میں سہو	//	//	//
فرائض و نوافل میں کوئی فرق نہیں	//	//	//
اگر وقت تنگ ہو	//	//	//

سجدہ تلاوت

سجدہ تلاوت کا حکم	چہارم	۱۲۹	سجدہ تلاوت
کب واجب ہوتا ہے؟	//	//	//
مقتدی پر سجدہ تلاوت	//	//	//
اگر کلمہ سجدہ کی تلاوت نہ کر سکا؟	//	//	//
آیات سجدہ	//	//	//
بعض آیات کی بابت اختلاف	//	//	//
فقہاء کے اقوال	اول	۴۵۲	آیت سجدہ
سجدہ تلاوت کن لوگوں پر واجب ہے؟	چہارم	۱۲۹	سجدہ تلاوت
غیر مکلف کی تلاوت	//	//	//
طوطے کی تلاوت پر سجدہ	دوم	۲۸۵	بیغاء
ریڈیو وغیرہ سے تلاوت کا حکم	چہارم	۱۲۹	سجدہ تلاوت
کلمہ سجدہ کا ہے	//	//	//
نمازی کا غیر نمازی سے سننا	//	//	//
غیر نمازی کا نمازی سے سننا	//	//	//
سجدہ تلاوت کا طریقہ	//	//	//
سجدہ کی جگہ رکوع	//	//	//
کچھ ضروری احکام	//	//	//
اگر نماز میں سجدہ نہیں کر پایا؟	//	//	//

آیات سجدہ کو چھوڑ کر تلاوت	//	۱۲۹	سجدہ تلاوت
آیت سجدہ کی مکرر تلاوت	//	//	//
گراں گوش اور آیت سجدہ کی تلاوت	دوم	۱۵۱	اصم

سجدہ شکر

حکم	چہارم	۱۳۷	سجدہ شکر
قول مفتی بہ	//	//	//
مشروعیت کی دلیل	//	//	//
سجدہ شکر کا طریقہ	//	//	//
نماز شکر اولیٰ ہے	//	//	//

معذور — احکام و مسائل

مریض اور اس کے احکام	پنجم	۷۵	مرض
نماز میں سہارا لینا	اول	۳۸۷	انکاء
بیٹھ کر نماز	پنجم	۷۵	مرض
لیٹ کر نماز	//	//	//
لیٹ کر نماز	دوم	۱۶۱	اضطجاع
اشارے سے نماز	پنجم	۷۵	مرض
معذور نماز کے درمیان صحت یاب ہو جائے	دوم	۳۲۸	بناء
معذور نماز کے درمیان صحت یاب ہو جائے	پنجم	۷۵	مرض
نماز کے درمیان بیمار ہو جائے	//	//	//
نماز کے درمیان بیمار ہو جائے	دوم	۳۱۳	براء
گونگے کے احکام	//	۵۸-۵۷	اخرس
اسی کی نماز کا طریقہ	//	۲۳۶	اسی
متفرق مسائل	پنجم	۷۵	مرض

سفر — احکام و مسائل

نماز میں قصر	چہارم	۱۵۵	سفر
--------------	-------	-----	-----

سفر	۱۵۵	//	ائمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر
//	//	//	قصر واجب ہونے کی دلیلیں
//	//	//	جمع بین الصلوٰتین
//	//	//	جمہور کا مسلک
//	//	//	حنفیہ کا نقطہ نظر
//	//	//	جمہور کا استدلال
//	//	//	بہ وقت مشقت حنفیہ کے یہاں بھی اجازت ہے
//	//	//	شوافع کے نزدیک جمع کے لئے شرطیں
//	//	//	مسافت سفر
//	//	//	متقدمین حنفیہ کی رائے
//	//	//	متاخرین کا نقطہ نظر
//	//	//	ائمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر
//	//	//	جمہور کا متدل
برید	۳۱۴	دوم	برید کی مسافت
سفر	۱۵۵	چہارم	اگر ایک مقام کے لئے دو راستے ہوں
//	//	//	وطن اصلی و اقامت
//	//	//	وطن اصلی سے مراد
//	//	//	سراپل کا حکم
//	//	//	وطن اقامت
//	//	//	وطن اصلی کب ختم ہوتا ہے؟
//	//	//	وطن اقامت کب باطل ہوتا ہے؟
//	//	//	فقہاء کے اقوال
//	//	//	متفرق ضروری اور اہم مسائل
//	//	//	کب قصر شروع کرے؟
//	//	//	طویل مدت تک بلا نیت اقامت

سفر	۱۵۵	//	نیت اقامت کب معتبر ہوگی؟
//	//	//	جو شخص سفر میں تابع ہو
//	//	//	سفر میں چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضاء
//	//	//	اخیر وقت کا اعتبار ہے
//	//	//	مسافر، مقیم کی اقتداء کرے
بحر	۲۸۹	دوم	بحری سفر میں نماز
سفر	۱۵۵	چہارم	اگر مقیم، مسافر کی اقتداء کرے
//	//	//	سفر معصیت کا حکم
//	//	//	قصر صرف فرائض میں ہے
//	//	//	سفر میں سنتوں کا حکم
//	//	//	سفر میں مقدار قراءت
فناء	۳۵۶	//	فنائے مصر سے مراد
//	//	//	فنائے شہر کا حکم

نماز جمعہ — آداب و مسائل

تحیۃ المسجد	۳۲۹	دوم	خطبہ جمعہ کے دوران
جمعہ	۱۳۱	سوم	وجہ تسمیہ
//	۱۳۲	//	تلفظ
//	//	//	جمعہ کی فرضیت
//	//	//	یوم جمعہ کی فضیلت
//	۱۳۳	//	وقت
//	//	//	دوسری شرطیں
//	//	//	اذن عام
//	۱۳۴	//	جماعت
//	//	//	امام المسلمین کی شرط
//	۱۳۵	//	دیہات میں نماز جمعہ کا مسئلہ

مصر سے مراد	//	۱۲۶	جمعہ
جمعہ کی اذان ثانی	//	۱۲۷	//
جمعہ کے دن غسل	//	۱۲۸	//
جمعہ کے دن سفر	//	۱۲۹	//
مقبولیت کی گھڑی	//	۱۳۰	//
ایک شہر میں ایک سے زیادہ جمعہ	//	۱۳۱	//
جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں	//	۱۳۲	//
جمعہ سے متعلق چند ضروری مسائل	//	//	//
یوم جمعہ کی چند خصوصیات	//	//	//
احناف کے یہاں جمعہ کے لئے شہر جامع کی شرط	سوم	۷۳	جامع
فناء مصر سے مراد	چہارم	۲۵۸	فناء
فناء شہر کا حکم	//	//	//
خطبے میں عصاء کا سہارا	اول	۲۸۷	انکاء
خطبہ میں	//	//	انکاء
خطبہ جمعہ کا وقت	سوم	۳۲۵	خطبہ
مقدار	//	۳۲۶	//
مضامین	//	۳۲۷	//
واجبات	//	۳۲۷	//
سنتیں	//	۳۲۸	//
مکروہات	//	۳۲۹	//
خطبہ کے درمیان تحیۃ المسجد	//	//	//
سلام و کلام اور ذکر و تلاوت	//	//	//
آداب	//	۳۵۰	//
خطبہ کے لئے نکلنے کے بعد	//	۳۵۱	//
اگر نماز کے درمیان خطبہ شروع ہو	//	//	//

نماز عیدین

لفظ عید کا ماخذ		چہارم	۴۱۹	عیدین
عیدین کا ثبوت	//	//	//	//
ایام و اوقات	//	//	//	//
اگر چاند کی اطلاع دیر سے ہو؟	//	//	//	//
اگر کسی شخص کی تنہا نماز چھوٹ جائے؟	//	//	//	//
ادا نیگی نماز کی جگہ	//	//	//	//
یوم عید کی سنتیں	//	//	//	//
عیدین کے ملبوسات	//	//	//	//
عید گاہ جانے سے پہلے کھانا	//	//	//	//
عید گاہ کی آمد و رفت	//	//	//	//
طریقہ نماز	//	//	//	//
تکبیرات زوائد کے احکام	//	//	//	//
تکبیر کی تعداد میں فقہاء کا اختلاف	//	//	//	//
عیدین سے پہلے نفل	//	//	//	//
خواتین کا عید گاہ جانا	//	//	//	//
عید گاہ جاتے ہوئے تکبیر	//	//	//	//
ایام تشریق میں تکبیر تشریق	۲۶۱	دوم		ایام تشریق
ایام تشریق میں روزہ	//	//	//	//
تکبیرات تشریق	۵۲۲	//	//	تکبیر
مالکیہ اور شوافع کا نقطہ نظر	//	//	//	//
خطبہ عیدین	۳۵۱	سوم		خطبہ
خطبہ کا وقت	//	//	//	//
تکبیر تشریق سے آغاز	۳۵۲	//	//	//
مضامین خطبہ	//	//	//	//

سورج اور چاند گھن کی نماز

خسوف — لغوی معنی	۳۳۷	۳	خسوف
کسوف اور خسوف	//	//	//
نماز خسوف کی حکمت	//	//	//
کسوف اور استسقاء میں	۳۵۲	//	خطبہ
نماز کسوف میں خطبے کی حیثیت	۵۵۵	چہارم	کسوف (سورج گھن)
کسوف اور خسوف کے معنی	//	//	//
نماز کسوف اور اس کا طریقہ	//	//	//
نماز کسوف کا حکم	//	//	//
ایک رکوع یا دو رکوع؟	//	//	//
قراءت	//	//	//
قراءت کی مقدار	//	//	//
قراءت کی کیفیت	//	//	//
خطبہ	//	//	//
ازان و اقامت نہیں	//	//	//
متفرق احکام	//	//	//
اوقات مکروہہ میں نماز کسوف	//	//	//
کس جگہ پڑھی جائے؟	//	//	//
نماز کسوف میں جماعت	//	//	//
کیا یہ نماز شہر ہی میں پڑھی جائے گی؟	//	//	//
نماز کے علاوہ دوسرے افعال	//	//	//

نماز استسقاء — آداب و احکام

نماز استسقاء	۱۰۹	دوم	استسقاء
پانی اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے	//	//	//
استسقاء کے معنی	۱۱۰	//	//

استقاء	۱۱۰	//	نماز استقاء کب پڑھی جائے؟
//	//	//	صرف دعاء پر اکتفاء کرنا
//	//	//	نماز استقاء سے پہلے
//	//	//	نماز کے لئے نکلنے کے آداب
//	//	//	کون لوگ ساتھ ہوں؟
//	//	//	نماز کہاں پڑھی جائے؟
//	//	//	نماز استقاء انفرادی طور پر
//	۱۱۱	//	نماز استقاء کی رکعت اور سورتیں
//	//	//	استقاء میں خطبہ
//	//	//	دعاء اور اس کا طریقہ
//	//	//	چادر پلٹنے کا حکم
//	۱۱۲	//	استقاء کی دعاء
خطبے	۳۵۲	سوم	کسوف اور استقاء میں
//	//	//	نماز استقاء میں خطبہ اور فقہاء کے نقاط نظر

نماز خوف

خوف	۳۷۹	سوم	حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صلوة خوف
//	۳۸۰	//	نماز خوف کا طریقہ
//	۳۸۱	//	متفرق اور ضروری مسائل

نماز استخارہ

استخارہ	۱۰۶	دوم	استخارہ — لغوی و اصطلاحی معنی
//	//	//	استخارہ کن امور میں ہے
//	//	//	دعاء استخارہ
//	۱۰۷	//	کچھ اور احکام
//	//	//	دعاء پر اکتفاء
//	//	//	استخارہ سے پہلے مشورہ

نماز جنازہ — احکام و مسائل

موت کی تمنا		پنجم	۱۴۵	موت
قریب الموت شخص کو کس طرح لٹایا جائے گا؟		دوم	۳۸	احتضار
تلقین		//	//	//
مستحب اعمال و احکام		//	//	//
موت کے وقت تلقین		//	۵۳۶	تلقین
موت کے بعد تلقین		//	//	//
قریب موت کو سمت قبلہ میں لٹانا		//	۵۴۵	توجیہ
قریب بہ مرگ کی علامت		پنجم	۶۶	تحضر
اس موقع کی مستحبات		//	//	//
موت کے بعد کے فوری اعمال		دوم	۳۸	احتضار
غسل		سوم	۱۴۱	جنازہ
غسل و نماز		//	۱۶۰	جنین
مردہ کو غسل دینے میں بیری کے پتے کا استعمال		چہارم	۱۴۲	سدر
کتی بار دھونی دے؟		//	۵۶۴	کفن
تجھیز و تکفین، فرض کفایہ		//	//	//
کفن کی ضرورت		//	//	//
کفن کی سنت		//	//	//
کفن پہنانے کا طریقہ		//	//	//
خواتین کا کفن		//	//	//
متفرق احکام		//	//	//
کفن میں اعتدال		//	//	//
کپڑے کا رنگ		//	//	//
رنگین کفن		//	//	//
کفن کو دھونی		//	//	//

//	۵۶۴	//	میت کو عمامہ باندھنا
//	//	//	مردوں کو تین سے زیادہ کپڑے
//	//	//	محرم کا کفن
خمار	۳۷۶	سوم	کفن میں خمار اور اس کی مقدار
جنازہ	۱۳۴	//	نماز جنازہ
//	//	//	غائبانہ نماز جنازہ
//	۱۳۵	//	نماز جنازہ کے ارکان
//	//	//	نماز جنازہ کا طریقہ
نبش	۱۶۴	پنجم	قبر پر نماز جنازہ
//	//	//	اگر بغیر غسل کے دفن کر دیا گیا ہو؟
استہلال	۱۳	دوم	نولو موذی کی موت
سقط	۱۶۸	چہارم	جنین پر نماز جنازہ
//	//	//	دوسرے فقہاء کا نقطہ نظر
//	//	//	اسقاط حمل سے عدت کی تکمیل
جنازہ	//	//	بچوں پر جنازہ کی دعاء
نوحہ	۲۴۱	پنجم	جائز و ناجائز صورتیں
بکاء	۳۲۶	دوم	مردے پر رونا
دفن	۴۳۰	سوم	انسانی تکریم کی رعایت
//	//	//	تدفین، فطری اور شائستہ طریقہ
//	۴۳۱	//	اسلامی طریقہ تدفین پر شبہ اور اس کا ازالہ
//	//	//	نقش قبر میں کس طرح اتاری جائے؟
//	//	//	حقیقی نقطہ نظر
//	//	//	دوسرا نقطہ نظر
//	۴۳۲	//	تدفین کی دعاء
//	//	//	متفرق ضروری مسائل

قبر میں کتنے لوگ اتریں؟	//	۴۳۲	ذن
خواتین کی قبر میں اترنے والے	//	//	//
مردوں کے لئے حکم	//	۴۳۳	//
نقش قبلہ رخ کر دی جائے	//	//	//
ایک قبر میں کئی مردے	//	//	//
سمندر میں تدفین کا طریقہ	//	//	//
مقام تدفین	//	۴۳۴	//
مکانات میں تدفین	//	//	//
صالحین کے قبرستان	//	//	//
خاندان کے لوگ ایک جگہ	//	//	//
شہداء کا مدفن	//	//	//
نقش کو دور دراز لے جانا	//	//	//
بوسیدہ قبر میں دوسرے مردے کی تدفین	//	//	//
مسلمانوں کے قبرستان میں غیر مسلم اور غیر مسلم کے قبرستان میں مسلمانوں کی تدفین	//	//	//
تدفین کا طریقہ	//	۴۳۵	//
مٹی ڈالنے کا طریقہ	//	//	//
تدفین کے بعد دعاء	//	//	//
سورہ بقرہ کی ابتدائی اور اختتامی آیات پڑھنا	//	//	//
تابوت میں تدفین	دوم	۴۸۹	تابوت
سمندری جہاز میں تدفین	//	۴۹۰	بحر
قبر کو مٹی سے لپٹنا	چہارم	۴۵۳	طین
جلانے کے بجائے تدفین کی حکمت	//	۴۶۳	قبر
قبر کیسی ہو؟	//	//	//
شق	//	//	//
لحد	//	//	//

قبر کی گہرائی	۴۶۴	//	
تابوت میں تدفین	//	//	
قبر کی وضع اور اونچائی	//	//	
قبر پر تعمیر اور مٹی سے لیپنا	//	//	
قبر پر کتبہ	//	//	
قبر کے آداب	//	//	
قبر کی بے احترامی	//	//	
قبر پر خیمہ	//	//	
قبر پر گنبد کی تعمیر	//	//	
قبر پر چراغ جلانا	//	//	
مسجد کی تعمیر	//	//	
قبر پر کیا کرے؟	۴۶۵	//	
اگر کسی کی زمین میں بلا اجازت دفن کر دیا جائے؟	۱۶۴	پنجم	
اگر کوئی قیمتی سامان رہ جائے؟	//	//	
اگر میت کا رخ درست نہ ہو؟	//	//	
قبر میں تسنیم	۴۶۴	دوم	
قبرستان میں مسجد	۱۶۴	پنجم	
شہید — وجہ تسمیہ	۲۱۱	چہارم	
شہادت کی فضیلت	//	//	
شہید، بہ اعتبار راجر	//	//	
اصطلاحی تعریف	//	//	
غیر مکلف کی اور حالت ناپاکی کی شہادت	//	//	
شہداء پر نماز جنازہ	//	//	
ارتثاٹ — لغوی و اصطلاحی معنی	۷۴	دوم	

مرثہ شہید کا حکم	۷۴	//	
مرنے کے بعد کیا کیا جائے	۱۵۱	پنجم	
پڑوسیوں اور اہل تعلق کو وفات کی اطلاع	//	//	
مردہ کے پاس قرآن شریف کی تلاوت	//	//	
لاش کی منتقلی	//	//	
بلا اجازت دوسرے کی زمین میں تدفین	//	//	
میہ اور میت	۱۵۳	//	
معتزلہ کا نقطہ نظر	۲۶۳	دوم	
اہل سنت والجماعت کا نقطہ نظر	//	//	
مالی عبادت کے ذریعہ	//	//	
حج کے ذریعہ	۲۶۴	//	
خالص بدنی عبادت کے ذریعہ	//	//	
ایصالِ ثواب پر حدیثیں	۲۶۵	//	
لیس للانسان الا ما سعى سے مراد	//	//	
ایصالِ ثواب کی بعض قبیح صورتیں	۲۶۶	//	
دعوت کا اہتمام	۲۶۷	//	
قبر پر قاری کو بیٹھانا	//	//	
أجرت لے کر ایصالِ ثواب	//	//	

زکوٰۃ — احکام و مسائل

تمہید	۲۴۶	دوم	
اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت	۵۹	چہارم	
اسلام سے پہلے	//	//	
زکوٰۃ کب فرض ہوئی؟	//	//	
شرائط زکوٰۃ	//	//	

زکوٰۃ	۵۹	//	زکوٰۃ ادا کرنے والے سے متعلق شرائط
//	//	//	مسلمان ہونا
//	//	//	بالغ ہونا
//	//	//	عاقل ہونا
//	//	//	پاگل کا حکم
//	//	//	کامل ملکیت
//	//	//	امانت رکھی ہوئی چیز کا حکم
//	//	//	فکس ڈپازٹ کی ہوئی رقم
//	//	چہارم	حاجتِ اصلیہ سے زائد ہو
حاجت	//	//	حاجتِ اصلیہ سے مراد
//	۱۷۲	سوم	حاجتِ اصلیہ
//	۱۷۳	//	حاجتِ اصلیہ کے استثناء کی دلیل
زکوٰۃ	۵۹	چہارم	صنعتی اشیاء کا حکم
//	۵۹	//	مال نامی
//	//	//	سال کا گذرنا
//	//	//	سامان کب سامان تجارت ہوگا؟
//	//	//	تجارت کے ارادہ سے لیا اور ارادہ بدل گیا
//	//	//	زکوٰۃ بہ صورت سامان یا قیمت؟
//	//	//	سال گذرنا
//	۶۸	//	شیرز، پاؤنڈز اور مال مضاربت میں زکوٰۃ
قص	۲۹۲	پنجم	قص — اصطلاحی معنی
//	//	//	نصاب زکوٰۃ کی دو مقداروں کے درمیان پر زکوٰۃ کا حکم
زکوٰۃ	۵۹	چہارم	درمیان سال مقدار نصاب سے کم ہو جائے
//	//	//	اموال زکوٰۃ اور نصاب زکوٰۃ
//	//	//	سامان تجارت میں زکوٰۃ اور اس کا نصاب

دیون کی زکوٰۃ	۵۹	چہارم	
جس قرض کی وصولی متوقع نہ ہو	//	//	
دین قوی و وسط	//	//	
دین ضعیف	//	//	
دین کی منہائی	//	//	
عشر میں دین مانع زکوٰۃ نہیں	//	//	
اگر سال گزرنے کے بعد دین ہو؟	//	//	
حقوق اللہ سے متعلق دین	//	//	
بیوی کا مہر	//	//	
صنعتی اور ترقیاتی قرضے	//	//	
دوسرے فقہاء کی رائیں	//	//	
ضمار سے مراد	۳۱۸	//	
مال ضمار میں زکوٰۃ واجب نہیں	//	//	
گائے کی زکوٰۃ	۳۲۲	دوم	
زکوٰۃ میں کب بنت لبون واجب ہوتی ہے؟	۳۳۳	//	
زکوٰۃ میں کب بنت مخاض واجب ہوتی ہے؟	//	//	
تبیعہ (ایک سالہ گائے)	۴۱۳	//	
گھوڑے کی زکوٰۃ	۳۹۲	سوم	
مویشی	۵۹	چہارم	
مویشی کی تجارت کرے تو شرح زکوٰۃ	//	//	
جانوروں میں زکوٰۃ	//	//	
چارہ عوامی چراگاہ سے حاصل ہو جائے	//	//	
ایک ہی جانور کا مکمل نصاب	//	//	
مادہ کی جگہ ز	//	//	
متوسط جانور ہو	//	//	

زکوٰۃ	۵۹	//	جو مختلف جنس کے اختلاط سے پیدا ہو
//	//	//	اونٹ کا نصاب اور مقدار
//	//	//	گائے
//	//	//	بھینس کا حکم
//	//	//	بکری
//	//	//	بھیڑ اور دنبہ کا حکم
//	//	//	گھوڑے
//	//	//	جانوروں کی زکوٰۃ میں شراکت کا اثر
//	//	//	اشتراک کی دو صورتیں
//	//	//	کمپنی کی زکوٰۃ
//	//	//	مچھلی اور جھینگے کی زکوٰۃ
اہل	۴۷۱	اول	اونٹ کی زکوٰۃ
زکوٰۃ	۵۹	چہارم	اموال زکوٰۃ اور نصاب زکوٰۃ
//	//	//	معدنی اشیاء
//	//	//	سامان تجارت
//	//	//	سونے اور چاندی کا نصاب
//	//	//	مقدار نصاب کے بارے میں علماء ہند کا اختلاف رائے
//	//	//	جدید اوزان میں
//	//	//	سونا چاندی کا باہم ملایا جانا
//	//	//	نصاب پر اضافہ
//	//	//	سونے چاندی میں ملاوٹ
//	//	//	اگر سونا چاندی مخلوط ہو
//	//	//	زیورات
//	//	//	زکوٰۃ کی مقدار
//	//	//	نوٹوں پر زکوٰۃ

زکوٰۃ	۶۶	//	سونا معیار ہے یا چاندی؟
//	۷۱	//	معدنیات کی زکوٰۃ
//	//	//	موجودہ حالات میں معدنیات قومی ملکیت ہیں یا شخصی؟
//	۷۲	//	سمندری معدنیات
معدن	۱۲	پنجم	زکوٰۃ کا مسئلہ
//	//	//	مالکیہ کا مسلک
//	//	//	شواہح کی رائے
//	//	//	حنا بلہ کا نقطہ نظر
//	//	//	کان میں کسی مزدور کی موت ہو جائے
یا قوت	//	//	اگر یا قوت کی کان مل جائے
رکاز	۳۹۲	سوم	رکاز سے مراد
//	//	//	دفینہ کا حکم
//	//	//	دارالاسلام کی غیر مملوکہ اراضی کا دفینہ
//	//	//	دفینہ پر عہد اسلام کی علامت ہو
//	//	//	مملوکہ اراضی کا دفینہ
//	//	//	دارالحرب میں دفینہ دستیاب ہو
//	۳۹۳	//	معاذن میں خمس کا مسئلہ
زکوٰۃ	۵۹	چہارم	دفینے

عشر سے متعلق مسائل

عشر	۳۹۲	//	عشر کا وجوب
//	//	//	زکوٰۃ اور عشر کا فرق
//	//	//	کس پیداوار میں عشر ہے؟
//	//	//	عشر کا نصاب
//	//	//	عشری زمینیں
//	//	//	خراجی زمینیں

عشر	۳۹۲	//	ہندوستان کی اراضی کا حکم
//	//	//	مولانا عبدالصمد رحمانی کا نقطہ نظر
//	//	//	دوسرے علماء ہند کی رائیں
//	//	//	عشر کی مقدار
//	//	//	متفرق ضروری احکام
//	//	//	عشر واجب ہونے کا وقت
//	//	//	اگر کھیت ہونے سے پہلے عشر ادا کر دے؟
//	//	//	پھل نکل آنے کے بعد عشر
//	//	//	اگر عشری زمین تجارت کے لئے خرید کی؟
//	//	//	بیٹائی پردی گئی زمین کا عشر
//	//	//	عشر کے مصارف
زکوٰۃ	۶۱	//	عشر میں دین مانع زکوٰۃ نہیں
//	۷۳	//	عشر
جانحہ	۷۴	سوم	عشر کا ایک مسئلہ
زکوٰۃ	۵۹	چہارم	نابالغوں اور عاقلوں پر بھی
//	//	//	پیدوار سے متعلق
//	//	//	زمین کا مالک ہونا ضروری نہیں
بھل	۳۲۲	دوم	سبزیوں میں زکوٰۃ
خضروا	۳۲۲	سوم	سبزیوں میں زکوٰۃ
خرم	۳۳۵	//	اندازہ سے بیٹائی
//	۳۳۶	//	زکوٰۃ میں اندازہ و تخمین
زیتون	۱۱۴	چہارم	زیتون میں زکوٰۃ
عاشر	۳۶۳	//	عاشر — وجہ تسمیہ
//	//	//	عاشر کے اوصاف
//	//	//	محصول کی وصولی کے احکام

اموال ظاہرہ سے مراد	۳۶۴	//	عاشر
غیر مسلم تاجر کے لئے حکم	//	//	//
غیر ملکی تاجروں کا حکم	//	//	//
اگر جلد خراب ہو جانے والا مال چوکی سے گزرے	//	//	//
وصولی زکوٰۃ	۱۰۶	سوم	جلب

مصارف زکوٰۃ

مصارف زکوٰۃ	۵۹	چہارم	زکوٰۃ
ایک ہی مد میں ادائیگی زکوٰۃ	//	//	//
فقراء و مساکین	//	//	//
فقیر و مسکین کا فرق	//	//	//
فقیر و مسکین کا فرق	۴۵۶	//	فقیر و فقیر
فقروا احتیاج کا معیار	۵۹	//	زکوٰۃ
کس کے لئے زکوٰۃ جائز نہیں؟	//	//	//
زکوٰۃ کا استحقاق	//	//	//
جو شخص کمانے کی صلاحیت رکھتا ہو	//	//	//
کچھ اہم ضروری مسائل	//	//	//
جس کو کرایہ ضروریات کے لئے کافی ہو	//	//	//
پیداوار سے صرف ضرورت ہی پوری ہو	//	//	//
دوسرے کے ذمہ دیر سے ادا طلب، دین ہو	//	//	//
بیوی کا مہر مؤجل باقی ہو	//	//	//
غلط فہمی میں فقیر سمجھ لے	//	//	//
زکوٰۃ دیتے وقت مستحق ہونا ضروری ہے	//	//	//
زکوٰۃ میں اشتہاء	۴۲۲	دوم	تحری
مال زکوٰۃ خرید کرنا	۵۹	چہارم	زکوٰۃ
بیٹے کو زکوٰۃ	۴۷۳	اول	ابن

تا بالغ بچوں کا حکم	چہارم	۵۹	زکوٰۃ
بالغ لڑکوں کا حکم	"	"	"
طلبہ کے لئے زکوٰۃ	"	"	"
فقیر عالم کو زکوٰۃ	"	"	"
عالمین	"	"	"
ہاشمی عالمین	"	"	"
زکوٰۃ کے حساب و تفہیم کا دوسرا عملہ	"	"	"
متفرق احکام	"	"	"
اگر عامل صاحب نصاب ہو	"	"	"
عامل کی اجرت کی مقدار	"	"	"
جہاں نظام امارت قائم ہو	"	"	"
مؤلفۃ القلوب	"	"	"
مؤلفۃ القلوب سے مراد	"	"	"
حنفیہ کا نقطہ نظر	"	"	"
مالکیہ کا نقطہ نظر	"	"	"
شاہ ولی اللہ کا نقطہ نظر	"	"	"
غلام کی آزادی	"	"	"
غارمین	"	"	"
احناف کا نقطہ نظر	"	"	"
شوافع کا نقطہ نظر	"	"	"
فی سبیل اللہ	"	"	"
فی سبیل اللہ سے مراد	"	"	"
رفاقہی کاموں میں زکوٰۃ	"	"	"
مسافرین	"	"	"
اگر سفر کے بعد کچھ رقم بچا رہے؟	"	"	"

زکوٰۃ	۵۹	//	وطن میں ہو لیکن مال تک رسائی نہ ہو
//	//	//	بنو ہاشم و سادات اور زکوٰۃ
//	//	//	بنو ہاشم سے مراد
//	//	//	صدقات نافلہ اور صدقات واجبہ
//	//	//	موجودہ حالات میں
//	//	//	نسبی یا ازدواجی قرابت
//	//	//	جن مستحقین کو زکوٰۃ دینی مستحب ہے
//	//	//	زیادہ ضرورت مند
//	//	//	قرابت دار
//	//	//	اہل شہر
//	//	//	دینی ادارے
//	//	//	زکوٰۃ کی کتنی مقدار دی جائے؟
//	//	//	ضرورت پوری ہو جائے
//	//	//	مقدار نصاب زکوٰۃ دینا
//	//	//	تملیک ضروری ہے
//	//	//	حیلہ تملیک اور فی زمانہ اس کی اہمیت
//	//	//	زکوٰۃ کا اجتماعی نظام
//	//	//	اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ
//	//	//	اگر اموال باطنہ میں تخص کی ضرورت نہ پڑے؟
//	//	//	کسی علاقہ کے لوگ زکوٰۃ ادا نہ کریں
//	//	//	امیر کب زکوٰۃ وصول کرے؟
//	//	//	کیا حفاظت و حمایت بھی شرط ہے؟
//	//	//	مسلمان ہند کے لئے راہِ عمل
//	//	//	زکوٰۃ کی ادائیگی
//	//	//	فوری ادا طلب یا بہ دیر ادا طلب

مال زکوٰۃ ضائع ہو جائے یا کر دیا جائے	//	۵۹	زکوٰۃ
اگر پورا مال صدقہ کر دے	//	//	//
کچھ حصہ نصاب ضائع ہو جائے	//	//	//
مالک نصاب کی وفات	//	//	//
پیشگی زکوٰۃ کی ادائیگی	//	//	//
تین شرطیں	//	//	//
قبل از وقت کتنی مدت کی زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے؟	//	//	//
نیت	//	//	//
اگر نیت کرتے وقت مال زکوٰۃ مستحق کے پاس موجود ہو؟	//	//	//
زکوٰۃ میں دین معاف کر دے	//	//	//
عیدی یا تحفہ کے نام سے زکوٰۃ	//	//	//
اصل مال یا قیمت کے ذریعہ زکوٰۃ؟	//	//	//
کس وقت کی قیمت معتبر ہوگی؟	//	//	//
زکوٰۃ میں حیلہ	//	//	//
امام ابو یوسفؒ کی طرف غلط نسبت	//	//	//
اگر مال زکوٰۃ ضائع ہو جائے؟	//	۳۷۰	عامہ
غارمین سے مراد قرض دہندہ	//	۳۷۷	غارمین
غارمین سے مراد مقروض	//	//	//
شوائع کا نقطہ نظر	//	۳۲۶	//
کفارات اور میت کے قرض کی ادائیگی کے لئے زکوٰۃ	//	//	//

آداب زکوٰۃ

آداب زکوٰۃ	چہارم	۵۹	زکوٰۃ
من واذی	//	//	//
ریاء و نمائش نہ ہو	//	//	//
کب علانیہ زکوٰۃ دینا بہتر ہے؟	//	//	//

بہتر مال کا انتخاب	//	۵۹	زکوٰۃ
حلال و طیب مال	//	//	//
بہتر مصرف کا انتخاب	//	//	//
ان آداب کا حاصل	//	//	//
لغوی و اصطلاحی معنی	//	۱۱۵	سعی
عامل زکوٰۃ کے اوصاف	//	//	//
عامل کے ساتھ حسن سلوک	//	//	//
زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو دعاء	//	//	//
صدقہ کا لغوی معنی	چہارم	۲۲۲	صدقہ
اصطلاحی معنی		//	//
صدقات واجبہ		//	//
صدقات ناقلہ		//	//
جس کے لئے صدقہ ناقلہ جائز نہیں		۲۱۹	//
صدقہ کے آداب		//	//
مرض و فوات کا ہبہ، صدقہ، اور وقف	پنجم	۷۵	مرض

رؤیت ہلال سے متعلق مسائل

ہلال سے مراد	پنجم	۷۵	ہلال
چاند کی کھینے کا حکم	//	//	//
جن مہینوں کا چاند کی کھینا واجب ہے	//	//	//
جن مہینوں کا چاند کی کھینا سنت یا مستحب ہے	//	//	//
چاند کی کھینے کی دعاء	//	//	//
چاند کی کھینے سے روزہ و عید وغیرہ کا تعلق	//	//	//
فلکیاتی حساب اور علوم نجوم کا اعتبار نہیں	//	//	//
رؤیت ہلال کا ثبوت	//	//	//

ہلال	۷۵	//	حنفیہ کا نقطہ نظر
//	//	//	اگر مطلع صاف ہو؟
//	//	//	رمضان کے چاند میں مطلع ابر آلود ہو
//	//	//	قاضی یا ذمہ دار کو رویت ہلال کی اطلاع دینا واجب ہے
//	//	//	اگر آسمان ابر آلود ہو اور رمضان کے علاوہ کا چاند ہو
//	//	//	اگر ۳۰ رمضان کو چاند نظر نہ آئے؟
//	//	//	دن میں نظر آنے والا چاند
//	//	//	مالکیہ کی رائے
//	//	//	شوافع کا مسلک
//	//	//	حنابلہ کا نقطہ نظر
//	//	//	کیا اختلاف مطالع معتبر ہے؟
//	//	//	اختلاف مطالع کی حد
//	//	//	ہندوستان میں رویت ہلال کا فیصلہ کون کرے؟
//	//	//	تحریری اطلاع
//	//	//	ریڈیو اور ٹی وی کی خبر
اخبار	۴۸	دوم	رویت ہلال کی خبر
//	۴۹	//	خبر و شہادت میں فرق

روزہ — احکام و مسائل

صوم	۲۸۵	چہارم	صوم — لغت و اصطلاح میں
//	//	//	اسلام میں روزہ کی اہمیت
//	//	//	روزہ کا مقصد
//	//	//	روزہ کی قسمیں
//	//	//	فرض متعین و غیر متعین
//	//	//	واجب متعین و غیر متعین
//	//	//	واجب روزے

واجب روزوں کی نیت کا وقت	//	//	
روزہ سے متعلق شرائط	//	//	
نیت	//	//	
کن روزوں میں نصف نہایت تک کی گنجائش ہے؟	//	//	
جن میں رات ہی کی نیت ضروری ہے	//	//	
حیض و نفاس سے پاک ہونا	//	//	
روزہ اور جنابت	//	//	
روزہ رمضان کی فرضیت اور اس سے متعلق شرطیں	//	//	
ادا نیکی کب واجب ہے؟	//	//	
روزہ کی نیت کا وقت	۴۱۳	دوم	
روزہ میں انجکشن	۲۱۲	//	
انجکشن کا حکم	۲۸۵	چہارم	
جن صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا	//	//	
جن صورتوں میں صرف قضاء واجب ہوتی ہے	//	//	
ایسی چیز کو مفسد صوم سمجھ لیا جس سے روزہ نہیں ٹوٹتا	//	//	
کھینچ کھانے اور بیڑی پینے کا حکم	//	//	
بیمار اور حاملہ کا حکم	//	//	
دودھ پلانے والی عورت کا حکم	//	//	
شیخ فانی کا حکم	//	//	
روزہ رکھتے ہوئے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا	//	//	
روزہ کی حالت میں پچھنا لگانا	۱۸۶	سوم	
معدہ کامیڈیکل ٹیسٹ	۲۸۵	چہارم	
سفر کی وجہ سے روزہ توڑنے کی ممانعت	//	//	
روزہ رکھ لینا بہتر ہے	//	//	
ادا نیکی کب واجب ہے؟	//	//	

صوم	۲۸۵	//	وقت کے بارے میں غلط فہمی
افطار	۱۹۲	دوم	جن اعذار کی بناء پر روزہ توڑ دینا جائز ہے
اکل	۲۱۲	//	کھانے کا اطلاق
بصاق	۳۱۸	//	تھوک چاٹنے سے کب روزہ ٹوٹتا ہے؟
دخان	۴۰۹	سوم	روزہ میں تمباکو نوشی
//	//	//	کفارہ واجب ہونے کا مسئلہ
نخامہ، نخامہ	۱۷۷	پنجم	روزہ کی حالت میں بلغم نکل لے
صوم	۲۸۵	دوم	جو چیزیں روزہ میں مکروہ ہیں
تتابع	۴۱۴	چہارم	قضاء میںتابع
صوم	۲۸۵	//	کفارات کے روزے
//	//	//	کفارات
//	//	//	کفارہ کب واجب ہوتا ہے؟
//	//	//	فوت شدہ روزوں کی قضاء
سحر	۱۳۹	چہارم	سحری مستحب ہے
//	//	//	مستحب وقت
//	۱۳۷	//	سحری میں کیا کھایا جائے؟
افطار	۱۹۲	دوم	مستحب افطار اور اس کی دعاء
صوم	۲۸۵	چہارم	افطار کے سنن و مستحبات
//	//	//	افطار کی دعاء
//	//	//	روزہ کے آداب
افطار	۲۹۲	دوم	افطار میں عجلت
صوم	۲۸۵	چہارم	افطار کے آداب و احکام
نفل روزے			
ایام بیض	۲۶۰	دوم	ایام بیض کے روزے
ایام نحر	۲۶۱	//	ایام نحر میں روزے

شب براءت		چہارم	۱۹۵	شعبان
افراط و تفريط		//	//	//
نفل روزہ شروع کرنے کے بعد		//	۲۸۵	صوم
نذر کا روزہ		//	//	//
مسنون روزہ		//	//	//
یوم عاشورہ		//	//	//
مستحب روزہ		//	//	//
یوم عرفہ		//	//	//
شوال کے چھ روزے		//	//	//
پیر و جمعرات کے روزے		//	//	//
صوم داؤدی		//	//	//
شیخ فانی سے مراد		چہارم	۲۱۴	شیخ فانی
روزہ کے بدلہ فدیہ کی اجازت		//	۲۳۹	فدیہ و فداء
لغوی و اصطلاحی معنی		//	۲۴۷	//
روزے کا فدیہ		//	//	//
غیر رمضان کے روزوں کا فدیہ		//	۲۴۸	//
فدیہ کی مقدار		//	//	//
حاملہ اور دودھ پلانے والی کے لئے فدیہ کا حکم		//	۲۴۹	//
فدیہ کی مقدار		//	۲۸۵	صوم
تاخیر کی وجہ سے فدیہ واجب نہیں		//	//	//

اعتکاف — آداب و احکام

اعتکاف — لغوی و اصطلاحی معنی		دوم	۱۷۰	اعتکاف
اعتکاف کا ثبوت		//	//	//
اعتکاف کی حکمت		//	//	//
اعتکاف کی قسمیں		//	۱۷۱	//

اعتکاف	۱۷۱	//	اعتکاف واجب
//	//	//	اعتکاف مسنون
//	۱۷۲	//	اعتکاف نفل
//	//	//	اعتکاف کی شرطیں
//	//	//	اعتکاف کی بہتر جگہ
//	//	//	عورتوں کا اعتکاف
//	۱۷۳	//	اعتکاف کی مستحبات
//	//	//	مفسدات اعتکاف
//	//	//	مسجد سے باہر نکلنا
//	//	//	طبعی و شرعی ضرورتیں
//	۱۷۴	//	اعتکاف کی قضاء
انعام	۱۷۹	//	روزہ اور اعتکاف میں بے ہوشی
تتابع	۳۱۵	//	اعتکاف میں تتابع
سکران	۱۶۹	چہارم	اذان، روزہ، اعتکاف اور وقوف عرفہ
فضیلت والی راتیں			
شعبان	۱۹۵	//	شب براءت
//	۱۹۲	//	افراط و تفریط
لیلة البراءة	۵۹۷	چہارم	لیلة البراءة نام رکھنے کی وجہ
//	//	//	شب براءت کے اعمال
//	//	//	اس شب کی قدر و منزلت
//	//	//	کوئی رات؟
//	//	//	رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعمال
//	//	//	دوسری راتیں
//	//	//	خصوصی راتوں کے اعمال

عمرہ — آداب و احکام

عمرہ	۴۱۳	چہارم	عمرہ — لغوی و اصطلاحی معنی
//	//	//	عمرہ کی فضیلت
//	//	//	عمرہ کا حکم
اشہرج	۱۵۰	دوم	عمرہ کا حکم
عمرہ	۴۱۳	چہارم	سنن و آداب
//	//	//	ارکان و واجبات
//	//	//	اوقات
//	//	//	ایک سال میں عمرہ کی تکرار
//	//	//	جن ایام میں عمرہ مکروہ ہے
//	//	//	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرے
//	//	//	حد و میقات سے بلا احرام گزرنا
//	//	//	ضروری احکام

حج — مسائل و احکام

حج	۱۸۹	سوم	حج کی فرضیت
//	//	//	حج کی حکمت و مصلحت
//	۱۹۰	//	اوقات حج
//	۱۹۱	//	میقات
//	۱۹۲	//	اقسام حج
//	//	//	قران
//	۱۹۳	//	تمتع
تمتع	۵۳۷	دوم	تمتع
حج	۱۹۳	سوم	کونسا حج افضل ہے؟
تمتع	۵۳۷	دوم	کونسا حج افضل ہے؟
حج	۱۹۴	سوم	شرائط و وجوب

حج	۱۹۵	//	ارکان حج
//	۱۹۶	//	طواف زیارت
//	۱۹۷	//	واجبات حج
//	۱۹۸	//	سعی
//	//	//	وقوف مزدلفہ
//	//	//	رمی جمار
//	۱۹۹	//	حلق وقصر
//	//	//	طواف صدر
//	۲۰۰	//	حج کی سنتیں
//	//	//	طواف قدوم
//	۲۰۱	//	رمل
//	//	//	آداب حج
//	//	//	حج کے صحیح ہونے کی شرطیں
//	//	//	احرام
//	۲۰۲	//	ممنوعات حج
//	//	//	حج کی مجموعی کیفیت
//	۲۰۳	//	حج بدل کے احکام
//	۲۰۴	//	میت کی طرف سے حج
//	۲۰۵	//	حج میں خواتین کے احکام
//	//	//	اگر حج فوت ہو جائے
شک	۲۰۱	چہارم	حج میں شک
انغماء	۱۷۹	دوم	حج کے درمیان بے ہوشی
مرض	۷۵	پہلے	مریض کے لئے حج کی سہولتیں
ہس	۲۱۸	//	حج کے مسئلہ میں اتفاق ہے
محبوب	۲۲۳	دوم	وادی محصب میں ٹھہرنا

خطبات و حج	سوم	۳۲۳	خطبہ
حج کا وادی محصب میں وقوف	پنجم	۶۷	محصب
وادی محصب کا مقام	//	//	//
لقوی واصطلاحی معنی	دوم	۳۳	احرام
احرام کے آداب	//	//	//
احرام کی ممنوعات	//	//	//
حالات احرام میں	سوم	۱۸۶	حج امت
سب سے افضل جگہ	پنجم	۱۳۷	مکہ
مکہ میں داخل ہونے کے آداب	//	//	//
مکہ میں بلا احرام داخل ہونا	//	//	//
بلا احرام داخل ہونے والوں کا حکم	//	//	//
ڈرائیوروں کے لئے حکم	//	//	//
ہندوستانی حج کے لئے میقات	اول	۳۵۲	آفاقی
ہوائی جہاز میں احرام	//	//	//
اہل شام کے لئے میقات	دوم	۸۱	حجہ
اہل مشرق کی میقات	پنجم	۳۵۲	یللم
یللم کا محل وقوع	//	//	//
میقات اور اس سے متعلق مسائل	سوم	۱۹۱	حج
فقہاء کی رائے	دوم	۱۵۰	اشہر حج
لقوی معنی	دوم	۱۲۳	استلام
حجر اسود کا استلام اور چند ضروری احکام	//	//	//
کتی بار استلام کرے	//	۱۲۴	//
استلام کا طریقہ	//	//	//
اگر حجر اسود کا بوسہ لینے میں دوسروں کو تکلیف ہو	//	//	//
اگر طواف کے شروع اور آخر میں استلام کیا، درمیان میں نہیں	//	//	//

حالتہ احرام میں حجر اسود کا چھونا یا بوسہ لینا	//	۱۲۴	استلام
رکن یمانی کا استلام	//	//	//
اضطباع کی کیفیت	دوم	۱۶۰	اضطباع
حج میں اضطباع کی حکمت	//	//	//
حجر اسود	سوم	۲۱۰	حجر اسود
رکن یمانی کا استلام	//	۴۹۴	رکن یمانی
بوسہ لینا درست نہیں	//	//	//
استلام کا طریقہ	//	//	//
رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان دُعاء	//	//	//
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار	سوم	۴۹۷	رمی
خذف — لغوی معنی	//	۳۳۵	خذف
ایام و اوقات	//	۴۹۸	//
رمی جمار	//	//	حج
دس ذوالحجہ کو رمی	//	//	//
گیارہ، بارہ ذوالحجہ کی رمی	//	//	//
تیرہ ذوالحجہ کی رمی	//	۴۹۹	//
تیرہ کی رمی کا وقت	//	//	//
رمی کا مسنون طریقہ	//	۵۰۰	//
رمی جمار کے احکام	//	۱۱۱	جمار و جمرات
کچھ ضروری اور اہم احکام	//	۵۰۰	//
کنکری پھینکنا ضروری ہے	//	//	//
کنکریاں الگ الگ ماری جائیں	//	//	//
عذر کی بنا پر نیابت	//	//	//
سن رسیدہ اور حاملہ کی طرف سے رمی میں نیابت	//	۵۰۰	//
اگر رمی فوت ہو جائے	//	۵۰۱	//

کس پر کنگری پھینکنے کی ممانعت	//	۳۳۵	جمار و جمرات
زمزم کے لغوی معنی	چہارم	۱۰۱	زمزم
زمزم پینے کے آداب	//	//	//
کھڑے ہو کر پینا	//	//	//
زمزم سے شفاء	//	//	//
پینے کے بعد دعاء	//	//	//
آب زمزم سے غسل و وضوء	//	//	//
تبر کا دوسری جگہ لے جانا	//	//	//
زمزم کی تاریخ پر ایک نظر	//	//	//
ہدی — لغوی معنی	پنجم	۳۳۶	ہدی
اصطلاح فقہ میں	//	//	//
ہدی کے آداب	//	//	//
قلادہ کالذکاتا	//	//	//
حدیث سے اشعار کا ثبوت	دوم	۱۴۸	اشعار
ہدی پر سوار ہونا	پنجم	۳۳۶	ہدی
ہدی کا دودھ	//	//	//
ہدی کا جانور ساتھ لے جانا	//	//	//
ہدی پہلے ہی ہلاک ہو جائے	//	//	//
ہدی کی نذر مانے تو کس جانور کی قربانی دی جائے	//	//	//
بعض مسائل پر اختلاف رائے	//	//	//
قربانی کے اوقات	//	//	//
قربانی کی جگہ	//	//	//
قربانی کی جگہ میں اختلاف	//	//	//
واجب قربانی	//	//	//
تمتع و قرآن کی قربانی	//	//	//

جنایت اور نذر کی قربانی کا حکم	//	//	ہدی
قربانی کا گوشت	//	//	//
نقل قربانی	//	//	//
لغوی و اصطلاحی معنی	۴۴	دوم	احصار
احصار کی صورتیں	//	//	//
مھر کے احکام	۴۵	//	//
دم احصار کے علاوہ حج و عمرہ کی قضاء	//	//	//
مماثلت معنوی مطلوب ہے یا صوری	۹۸	سوم	جزاء
جزاء کے متفرق احکام	۹۹	//	//
نقشہ جنایات	۱۴۸	//	جنایت
زخم اور اس کی دیت	۱۵۱	//	//
جنایت کی بعض صورتیں اور "شجاج"	//	//	//
احرام میں جنایت	۱۴۶	//	//
حالت احرام میں جوں مارنا	۵۲۵	چہارم	قتل
مدینہ میں قیام کی فضیلت	۶۹	پنجم	مدینہ
مسجد نبوی ﷺ کے توسیع شدہ حصہ کا حکم	//	//	//
مدینہ کے کچھ مبارک مقامات	//	//	//
ریاض الجنہ	//	//	//
جنت البقیع	//	//	//
حرم میں اجراء قصاص	۱۵۱	سوم	حرم
حرم کے درخت	//	//	//
حرم میں شکار	۲۵۲	//	//
جن جانوروں کا قتل جائز ہے	//	//	//
حرم کا لقطہ	//	//	//
کیا مدینہ حرم ہے؟	۲۵۳	//	//

حرم کے درختوں کا حکم	چہارم	۱۸۱	شجر
کیا مدینہ حرام ہے؟	پنجم	۶۹	مدینہ
حنفیہ کا نقطہ نظر	//	//	//
تلبیہ کے الفاظ	دوم	۵۲۷	تلبیہ
دوسرے احکام	//	//	//
حج میں بال کٹانے سے متعلق ضروری احکام	//	۴۹۳	تقصیر
حج کا ایک عمل	چہارم	۱۱۵	سعی
قیام مزدلفہ کا حکم	پنجم	۸۵	مزدلفہ
حجاج کا وادی محسر میں قیام	اول	۴۷۰	ابح
منیٰ کا محل وقوع اور پیمائش	پنجم	۱۳۱	منیٰ
عرفات کے وجہ تسمیہ	چہارم	۳۸۳	عرفہ
وقوف عرفہ	//	//	//
اقاضہ کے آداب	دوم	۱۸۰	اقاضہ
میلین اخضرین کے درمیان فاصلہ	پنجم	۱۶۲	میلین اخضرین

نکاح

نکاح کی اہمیت	دوم	۲۷۱	ایم
نکاح — لغوی معنی	پنجم	۲۲۱	نکاح
فقہ کی اصطلاح میں	//	//	//
نکاح کے بارے میں اسلامی تصور	//	//	//
اسلام سے پہلے عربوں میں نکاح کے طریقے	//	//	//
مختلف حالات میں نکاح	//	//	//
جب نکاح کرنا سنت ہے	//	//	//
جب نکاح مکروہ تحریمی ہے	//	//	//
نکاح کا مسنون طریقہ	//	//	//
نکاح کو ثابت کرنے کے طریقے	//	//	//

نکاح بیوگان کا مسئلہ	دوم	۸۵	ایم
نکاح کی ترغیب	پنجم	۲۲۱	نکاح
نکاح میں لین دین	//	//	//
نکاح کے مقاصد	//	//	//
جنسی خواہش مقصود نہیں	دوم	۵۴	اختصاص
پیغام پر پیغام دینے کی ممانعت	سوم	۳۵۴	خطبہ
عدت کے درمیان پیغام	//	//	//
مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت	//	//	//
لڑکی کا پیام دینے والے کو دیکھنا	//	۳۵۵	//
مخطوبہ کو دیکھنے کے اصول و آداب	//	//	//
غیر محسوس طریقہ پر دیکھنا	//	//	//
نکاح سے پہلے خلوت	//	۳۵۶	//
کتنے حصہ دیکھ سکتا ہے؟	پنجم	۲۲۱	نکاح
مخطوبہ کو دیکھنا	//	//	//
نکاح کی اجازت اور اس کا طریقہ	دوم	۷۳	اذن
غیر شوہر دیدہ، باکرہ کے حکم میں ہے	//	۲۸۲	باکرہ
زانیہ کا حکم	//	//	//
نکاح کی اجازت	//	//	//
رونا، ہنسنا اور سکوت، رضامندی کی علامت ہے	//	//	//
نکاح کی اجازت میں کنواری اور شوہر دیدہ کا فرق	پنجم	۲۲۱	نکاح
اجازت کب لی جائے	//	//	//
نکاح کا اختیار اور بالغ لڑکیاں	//	//	//
رضا اور اختیار میں فرق	سوم	۲۸۳	رضا
رضا کی حقیقت	//	//	//
رضا کے بغیر منعقد ہونے والے معاملات	//	//	//

اظہار رضا کے ذرائع	۴۸۳	//	رضا
فعل سے اظہار رضامندی	//	//	//
اشارہ سے رضامندی	//	//	//
تحریر بھی اظہار کا ذریعہ	//	//	//
سکوت بحکم رضا	۴۸۴	//	//
(ہزل) نکاح و طلاق میں	۳۳۱	پنجم	ہزل
گواہ ضروری ہیں	۲۲۱	پنجم	نکاح
گواہان کے اوصاف	//	//	//
بہرے گواہ اور نکاح	۱۵۱	دوم	اُصم
نکاح کی اہمیت	۲۲۱	پنجم	نکاح
عاقدين میں مطلوبہ اوصاف	//	//	//
چوں سے نکاح	۱۳۵	سوم	جن
ایجاب نکاح کے وقت آہ	۴۴۸	اول	آہ
گونگے کے احکام	۵۷-۵۸	دوم	اُخرس
آہستہ ایجاب و قبول	۵۸	//	اخفاء
ایجاب کے وقت تبسم	۴۱۲	//	تبسم
ایجاب و قبول	۲۲۱	پنجم	نکاح
ایجاب و قبول سے متعلق شرطیں	//	//	//
مذاق اور دباؤ کے تحت ایجاب و قبول	//	//	//
زبان سے ایجاب و قبول ضروری ہے	//	//	//
ایجاب و قبول مشروط نہ ہو	//	//	//
ایجاب و قبول بذریعہ وکیل	//	//	//
شوہر دیدہ عورت کے نکاح کے احکام	۶۸	سوم	شہیدہ
تملیک کے لفظ سے نکاح کا انعقاد	۵۳۷	دوم	تملیک
ایجاب و قبول کے الفاظ	۲۲۱	پنجم	نکاح

نکاح	۲۲۱	//	ایجاب و قبول کا صیغہ
ابہام	۲۸۲	اول	الفاظ نکاح میں ابہام
نکاح	۲۲۱	پنجم	نکاح میں شرطیں
//	//	//	جو شرطیں حقوق نکاح کی مؤید ہیں
//	//	//	جو شرطیں احکام نکاح سے متصادم ہیں
//	//	//	جو شرطیں نہ مطلوب ہیں نہ ممنوع
//	//	//	مالکیہ کا نقطہ نظر
//	//	//	حنابلہ کا نقطہ نظر
//	//	//	موجودہ حالات کا تقاضا
//	//	//	حکم کے اعتبار سے نکاح کی تین قسمیں
//	//	//	نکاح صحیح
//	//	//	نکاح صحیح کے احکام
//	//	//	نکاح باطل اور اس کا حکم
//	//	//	نکاح فاسد
بطان	۳۱۹	سوم	باطل اور فاسد کا فرق
//	۳۲۰	//	صاحب کشاف کی وضاحت
نکاح	۲۲۱	پنجم	نکاح موقت
تحلیل	۳۲۶	دوم	حلالہ کی نیت سے نکاح
نکاح	۲۲۱	پنجم	متعہ حرام ہے
//	//	//	اعلان نکاح
//	//	//	مسجد میں
//	//	//	دن اور وقت
خطبہ	۳۵۳	سوم	خطبہ نکاح
نکاح	۲۲۱	پنجم	خطبہ
ذف	۳۲۶	سوم	ذف بجانے کا حکم

کلمت ترمیک اور دعائیں	پنجم	۲۲۱	نکاح
اسباب حرمت			
مواعظ نکاح	//	//	//
دائمی فرقت کے اسباب	دوم	۲۸۴	تفریق
نسبی بھائی	//	۴۷	اُخ
سوتیلے باپ	اول	۴۵۴	اَب
ایک اور صورت	//	//	//
حرمت نکاح	//	۴۷۳	ابن
سوتیلی ماں کے بعض احکام	دوم	۲۳۵	ام
سوتیلی بیٹی کے احکام	//	۳۳۳	بنت
بوسہ سے حرمت مصاہرت	//	۴۹۳	تقبیل
صہری رشتے کے اسباب	چہارم	۳۰۴	صہر
سرالی نسبت سے حرام رشتے	پنجم	۲۲۱	نکاح
زنا سے حرمت مصاہرت	//	//	//
رضاعی باپ	اول	۴۵۴	اَب
رضاعی بیٹی کے احکام	دوم	۳۳۳	بنت
رضاعت، حرمت نکاح کا سبب	سوم	۴۸۴	رضاعت
کب دودھ کا معدے تک پہنچنا باعث حرمت ہے	//	۴۸۵	//
اگر شوہر دودھ پی لے	//	۴۸۶	//
مخلوط دودھ کا حکم	//	۴۸۵	//
دو عورتوں کا مخلوط دودھ	//	//	//
رضاعت سے حرام ہونے والے رشتے	//	۴۸۶	//
حرمت رضاعت سے مستثنیٰ رشتے	//	//	//
حرمت کا ایک بنیادی قاعدہ	//	۴۸۷	//
دودھ کی مقدار	//	۴۸۴	//

رضاعت کا ثبوت	//	۲۸۶	رضاعت
اقرار اور گواہان سے ثبوت کا فرق	//	۲۸۸	//
رضاعی بھائی	دوم	۲۶	أخ
عارضی حرمت کے اسباب	پنجم	۲۲۱	نکاح
دو محرم عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا	//	//	//
عارضی حرمت کے کچھ اور اسباب	//	//	//
دوسرے کی منکوحہ	//	//	//
جو عورت عدت میں ہو	//	//	//
جس کے پہلے سے چار بیویاں موجود ہوں	//	//	//
مشرک اور اس سے نکاح	//	//	//
اہل کتاب کا اسلام	اول	۲۶۷	لہاء
اہل کتاب سے مراد	دوم	۲۵۵	اہل کتاب
عصر حاضر کے اہل کتاب	//	//	//
نکاح کی اجازت	//	//	//
موجودہ دور میں کتابی عورتوں سے نکاح	//	//	//
مجوس سے نکاح جائز نہیں	پنجم	۶۴	مجوس
مشترک احکام	دوم	۲۳۴	ام
لعان کے بعد	پنجم	۲۲۱	نکاح
مالکہ اور باندی سے نکاح	//	//	//
احرام کی حالت میں نکاح	//	//	//
زنا سے حاملہ	//	//	//
ولایت سے متعلق احکام			
ولایت	سوم	۸۲	جد
نکاح میں ولایت اجبار	اول	۵۰۱	اجبار
نکاح ولی کی ذمہ داری	دوم	۳۳۱	بنت

ولایت	۳۱۷	پنجم	ولایت — لغوی واصطلاحی معنی
//	//	//	ولایت ثابت ہونے کے اسباب
//	//	//	ولایت عامہ
//	//	//	نفس پر ولایت
//	//	//	ولایت استحباب
//	//	//	بالغ لڑکی کے خود نکاح کرنے کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے اقوال
//	//	//	امام ابو یوسف کے اقوال
//	//	//	لڑکوں اور لڑکیوں پر ولایت اجبار
//	//	//	حنفیہ کا نقطہ نظر
//	//	//	دوسرے فقہاء کا نقطہ نظر
//	//	//	کیا لڑکیاں خود اپنا نکاح کر سکتی ہیں؟
//	//	//	ائمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر
//	//	//	حنفیہ کا مسلک
//	//	//	ولایت اجبار کن اقارب کو حاصل ہے؟
//	//	//	ائمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر
//	//	//	حنفیہ کا مسلک
//	//	//	خیار بلوغ
//	//	//	ولایت کے لئے اہلیت
//	//	//	فاسق کی ولایت
//	//	//	ولایت کی اہلیت کے لئے وارث ہونے سے مراد
//	//	//	ولایت میں کون مقدم ہے؟
//	//	//	اگر قریبی ولی موجود نہ ہو؟
//	//	//	غیبت منقطعہ سے مراد
//	//	//	شواہع اور دوسرے فقہاء کا نقطہ نظر
//	//	//	ولایت ختم ہونے کی صورتیں

مال میں ولایت	//	//	
مال پر ولایت حاصل ہونے کی شرط	//	//	
قاصد کے ذریعہ نکاح	۴۷۹	سوم	
قاصد خود اپنا نکاح کر لے	//	//	
قاصد کا مہر پر قبضہ	//	//	
نکاح فضولی کا مسئلہ	۵۰۱	اول	
فضولی سے مراد	۴۵۵	چہارم	
فضولی کے ذریعہ نکاح	//	//	

منشور — مسائل و احکام

مہر کے احکام	۴۶۷	اول	
مہر میں	۴۸۲	//	
اجل کی دو قسمیں	۵۲۶	//	
وطی بالعبہ کی صورت میں مہر کا وجوب	۳۱۹	دوم	
شغار کا لغوی معنی	۱۹۹	چہارم	
نکاح شغار سے مراد	//	//	
نکاح شغار کی بابت فقہاء کا اختلاف	//	//	
زانیہ کا نکاح	۴۰۷	//	
مہر کی حیثیت	۱۳۶	پنجم	
مہر اور اس کا وجوب	//	//	
مہر کے دس نام	//	//	
فقہی تعریف	//	//	
وجوب مہر کا ثبوت	//	//	
اگر نکاح میں مہر نہ ہونے کی شرط ہو؟	//	//	
اگر زندگی میں مہر ادا نہیں کیا؟	//	//	
کوئی چیزیں مہر بن سکتی ہیں؟	//	//	

تعلیم قرآن اور مہر	۱۳۶	//	
معلوم و متعین ہونا ضروری	//	//	
اعمہ مثلثہ کا نقطہ نظر	//	//	
مہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار	//	پنجم	
مختلف حالتوں میں مہر کے احکام	//	//	
خلوت بحکم صحبت	۳۶۸	سوم	
خلوت صحیحہ	۳۶۹	//	
جب خلوت جماع کے حکم میں ہے	//	//	
جب خلوت جماع کے حکم میں نہیں	۳۷۰	//	
مہر متعین ہو اور خلوت ہوگئی	۱۳۶	پنجم	
مہر متعین ہو اور خلوت نہ ہو	//	//	
مہر متعین نہ ہو اور خلوت ہوگئی ہو	//	//	
مہر متعین ہو اور خلوت کی نوبت نہ آئے	//	//	
مہر میں اضافہ و کمی	//	//	
جن خواتین کے لئے متعہ مستحب ہے	//	//	
دو حالتوں میں مشروط مہر کی مقدار	//	//	
مہر مثل	//	//	
مہر مثل سے مراد	//	//	
اگر مہر مثل کے بارے میں اختلاف ہو جائے؟	//	//	
مہر معجل اور مؤجل	//	//	
کیا عورت تا ادا بیگی مہر اپنے نفس کو روک سکتی ہے؟	//	//	
اگر مقدار مہر میں اختلاف ہو جائے	//	//	
نکاح فاسد کی صورت میں مہر کا حکم	//	//	
شبہ کی بنا پر وطی کی صورت میں مہر کا حکم	//	//	
مختلف مظنہ عورتوں کے لئے متعہ کا حکم	۵۸	//	

متعہ کی مقدار	//	۵۸	متعہ
زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم	//	//	//
متعہ - ایک حسن سلوک	//	//	//

ولیمہ سے متعلق مسائل

ولیمہ سے مراد	پنجم	۳۲۳	ولیمہ
ولیمہ کی مصلحت	//	//	//
ولیمہ کا حکم	//	//	//
کس طرح کے کھانے بنائے جائیں؟	//	//	//
ولیمہ کب کیا جائے؟	//	//	//
دعوت وولیمہ قبول کرنا	//	//	//
غیر مسلم کی دعوت نکاح	//	//	//
اگر دعوت وولیمہ میں منکرات شرعی کا ارتکاب ہو؟	//	//	//
ولیمہ کتنے دنوں تک	//	//	//

اسباب تفریق

زوجین میں سے ایک کا اسلام	اول	۴۶۷	اباء
شوہر نامرد ہو	//	۵۲۶	اجل
جذام کی بناء پر نکاح	//	۵۲۵	اجذم
جذام کی وجہ سے نکاح	سوم	۸۵	جذام
افضاء کی بناء پر نکاح	دوم	۱۹۱	افضاء
صحیح شوہر کا حکم	//	۴۸۰	تحت
فتق کی بناء پر نکاح	چہارم	۴۴۹	فتق
فتق سے مراد	//	//	//
قرن - ایک نسوانی بیماری	//	۴۹۶	قرن
محبوب - لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۶۲	محبوب
محبوب کا فتح نکاح	//	//	//

عضویتا سئل کئے ہونے کی وجہ سے تفریق	سوم	۷۵	جب
خصی شوہر سے تفریق کا حکم	//	۳۳۸	خصی
نفقہ کی ادائیگی سے قاصر ہونے کے سبب طح نکاح	دوم	۱۷۵	اعسار
قائلین اور ان کا مسلک	//	//	//
مفقود سے مراد	پنجم	۱۳۱	مفقود
مفقود کے مال کا حکم	//	//	//
مفقود کے مال سے متعلقین کا نفقہ	//	//	//
مفقود کے مال میں میراث	//	//	//
کتنی مدت کے بعد وفات کا حکم لگے گا؟	//	//	//
مفقود کی بیوی کا طح نکاح	//	//	//
فقہ مالکی کی تفصیلات	//	//	//
اگر مفقود نے مال نہ چھوڑا ہو؟	//	//	//
متارکہ سے مراد	//	۵۷	متارکہ
کیا متارکہ کے لئے زبان سے کہنا ضروری ہے؟	//	//	//
وقتی فرقت کے اسباب	دوم	۲۸۲	تفریق
جو صورتیں طلاق کے حکم میں ہیں	//	۲۸۵	//
جن صورتوں میں قاضی کے فیصلے کی ضرورت نہیں	//	//	//

حقوق زوجین

باری کی تقسیم	دوم	۲۸۲	باکرہ
آداب	سوم	۱۱۲	جماع
خاص ہدایات	//	۱۱۳	//
عزل	//	۱۱۴	//
کیفیت و ہیئت	//	//	//
جماع میں عورت کا حق	//	۱۱۵	//
جماع سے متعلق احکام	//	۱۱۵	//

نئی شیبہ ہوی کے لئے خصوصی رعایت	//	۶۹	شیبہ
---------------------------------	----	----	------

رضاعت سے متعلق مسائل

رضاعت	دوم	۲۳۲	إطلاج
رضاعت — لغوی معنی	سوم	۲۸۳	رضاعت
مدت رضاعت	//	۲۸۵	//
مدت رضاعت کے بعد دودھ پلانا	//	۲۸۶	//
دودھ پلانے پر اجرت کا معاملہ	چہارم	۳۵۵	طر
کیا اجرت کی تعیین ضروری ہے؟	//	//	//

ثبوت نسب سے متعلق مسائل

کاح صحیح میں ثبوت نسب	سوم	۳۵	ثبوت نسب
ثبوت نسب کی شرطیں	//	۳۶	//
مطلقہ کے بچوں کا حکم	//	//	//
کاح فاسد میں ثبوت نسب	//	//	//
وطی بالشمہ میں ثبوت نسب	//	۳۷	//
باندی کے بچہ کا ثبوت نسب	//	//	//
نسب ثابت کرنے کے طریقے	//	//	//
نسب کی نفی	//	۳۸	//
بچہ کی تعیین	//	۲۹۶	حمل
مدت حمل	//	۱۵۹	جنین
ثبوت نسب	چہارم	۵۳۵	قیافہ
قیافہ — لغوی معنی	//	//	//
قیافہ سے ثبوت نسب	//	//	//
حنفیہ کا نقطہ نظر	//	//	//
اہل تشیع کا نقطہ نظر	//	//	//
میڈیکل ٹیسٹ سے نسب کی تحقیق	//	//	//

فراش سے مراد	۴۳۹	//	فراش
فراش کے چار درجات	//	//	//
ثبوت نسب کا ایک مسئلہ	۴۹	دوم	اخبار

طلاق

طلاق — لغوی معنی	۳۳۳	چہارم	طلاق
طلاق اور اطلاق میں فرق	//	//	//
اصطلاح میں	//	//	//
ایک ناپسندیدہ فعل	//	//	//
طلاق کی مشروعیت	//	//	//
طلاق ایک ناخوشگوار ضرورت	//	//	//
حالات کے اعتبار سے طلاق کا حکم	//	//	//
طلاق سے پہلے کے مراحل	//	//	//
کن لوگوں کی طلاق واقع ہوتی ہے؟	//	//	//
نابالغ کی طلاق	//	//	//
مجنون کی طلاق	//	//	//
مزاحاً طلاق دے دے	//	//	//
فضولی کی طلاق	//	//	//
لغوی و اصطلاحی معنی	۳۳۱	پنجم	ہزل
جن امور میں مزاح بھی ارادہ کے حکم میں ہے	//	//	//
حالت اکراہ کی طلاق	۴۵۵	دوم	اکراہ
حنفیہ کے دلائل	۴۵۶	//	//
ان دلائل پر ایک نظر	//	//	//
صفوان بن عمرو کی روایت	۴۵۷	//	//
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر	//	//	//

اکراہ	۲۰۸	//	طلاق میں ارادہ کی حیثیت
//	//	//	جمہور کے دلائل
اغلاق	۱۷۷	دوم	اغلاق سے مراد
//	۱۸۸	//	اغلاق کے معنی میں محدثین کا اختلاف
طلاق	۳۳۳	چہارم	حالت نشہ اور حالت اکراہ کی طلاق
سکران	۱۶۹	//	طلاق سکران، نشہ کی طلاق
بج	۳۳۳	دوم	بھنگ کھا کر طلاق دے دینا
طلاق	۳۳۳	چہارم	وسیل کی طلاق کا حکم
مرض	۷۵	پنجم	مرض وفات کی طلاق
اخرس	۵۸	دوم	گونگے کا طلاق دینا
انفاء	//	//	آہستہ طلاق
اخبار	۴۸	//	جھوٹی خبروں سے بھی طلاق واقع ہوتی ہے
//	//	//	تحریر و ترسیل بھی خبر دینا ہے
ابہام	۴۸۲	اول	طلاق میں ابہام
انفاء	۱۷۹	دوم	بے ہوشی کی حالت میں طلاق اور کفریہ کلمات
تأثراً	۳۹۰	//	تو تلانے والے کی طلاق
شک	۲۰۱	چہارم	طلاق میں شک
غضب	۴۴۱	//	غضب کے تین درجات
//	۴۴۰	//	حالت غضب کی طلاق
//	//	//	شواہع اور حنا بلہ کا نقطہ نظر
طلاق	۳۳۳	//	الفاظ طلاق
//	//	//	صرف دل میں طلاق کا خیال پیدا ہو
//	//	//	صریح الفاظ
//	//	//	طلاق کا تلفظ تلفظ
//	//	//	صریح الفاظ کا حکم

الفاظ کنایہ سے طلاق	۳۳۳	//	
کنایہ کی تین صورتیں	//	//	
قاصد کی طلاق کا حکم	//	//	
طلاق کی تین حالتیں	//	چہارم	
کنایہ بدرجہ صریح	//	//	
فارغ خطی اور "جواب دیا" کا حکم	//	//	
الفاظ کنایہ سے طلاق کا حکم	//	//	
تاواقف کو الفاظ طلاق کی تلقین	//	//	
تحریر سے طلاق	//	//	
تحریر سے طلاق	۵۵۱	چہارم	
کتابت مستینہ	۳۳۳	//	
کتابت غیر مستینہ	//	//	
کتابت مرسومہ	//	//	
کتابت غیر مرسومہ	//	//	
اشارہ سے طلاق	//	//	
طلاق کا صیغہ	//	//	
طلاق منجز	//	//	
طلاق مشروط	//	//	
طلاق مضاف	//	//	
طلاق رجعی	//	//	
طلاق بائن	//	//	
کن صورتوں میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے؟	//	//	
طلاق مغلظہ	//	//	
ایک مجلس کی تین طلاقیں	//	//	
آیت قرآنی	//	//	

طلاق	۳۳۳	//	احادیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)
//	//	//	آثار صحابہ (رضی اللہ عنہم)
//	//	//	بعض تابعین کے اقوال
//	//	//	تقاضہ قیاس
//	//	//	تحقیقاتی کمیٹی سعودی عرب کا فیصلہ
//	//	//	طریقہ طلاق
//	//	//	طلاق احسن
//	//	//	طلاق حسن
//	//	//	طلاق بدعی
بدعی طلاق	۳۰۱	دوم	طلاق بدعی کا حکم
//	//	//	طلاق دینے کا صحیح طریقہ
//	۳۰۲	//	بدعی باعتبار وقت
//	//	//	حالت حیض میں طلاق کا حکم
//	۳۰۳	//	غیر مدخولہ بیوی کو حیض میں طلاق
//	//	//	بدعی بلحاظ عدد
//	//	//	کیا طلاق بائن بدعی ہے؟
طلاق	۳۳۳	چہارم	کیا طلاق بائن بدعی ہے؟
//	//	//	متفرق ضروری مسائل
رجعت	۲۷۲	سوم	رجعت — لغوی معنی
//	//	//	اصطلاحی تعریف
//	//	//	طلاق رجعی
//	//	//	طلاق مغلظہ
//	//	//	رجعت کا ثبوت
//	۲۷۳	//	رجعت کا طریقہ
//	//	//	بہتر طریقہ

فعل کے ذریعہ رجعت	//	//	
دوسرے فقہاء کی آراء	۴۷۴	//	
رجعت صحیح ہونے کی شرطیں	//	//	
رجعت کی بابت اختلاف	۴۷۵	//	
عدت گزرنے سے متعلق اختلاف	//	//	
طلاق میں ابانت کی صورتیں	۴۶۶	اول	
طلاق کے معنی میں	۴۶۹	//	
طلاق بائن صغریٰ	۲۸۳	دوم	
بائن ہونے کی سات صورتیں	//	//	
طلاق بائن کبریٰ	۲۸۴	//	
طلاق بائن کا حکم	//	//	
استبراء سے طلاق	۸۸	دوم	
اطلاق اور طلاق	۳۳۲	//	
لفظ تہ سے طلاق	۲۸۶	//	
لفظ بتہ سے طلاق	//	//	
طلاق بائن کا معنی	۲۷۸	//	
تفویض طلاق	۳۳۲	چہارم	
تفویض کے مختلف کلمات اور ان کا حکم	//	//	
دارالقضاء کو تفویض طلاق	//	//	
کس عورت پر طلاق ہوگی؟	۳۳۷	//	
اجنبی عورت کو نکاح سے مشروط طلاق	//	//	
عورت کے بعض اعضاء کی طرف طلاق کی نسبت	۳۳۸	//	
جب عورت کو حق طلاق سونپ دیا گیا ہو	۱۳۴	پنجم	
طلاق میں استثناء	۳۳۲	چہارم	
طلاق کے بعد انشاء اللہ	//	//	

طلاق	۳۳۷	//	عدت کے گزرنے کے بعد طلاق
//	//	//	عدت کے دوران طلاق
//	//	//	طلاق صریحی کی عدت میں لفظ صریح سے طلاق
//	//	//	طلاق بائن کی عدت میں لفظ صریح سے طلاق
//	//	//	طلاق بائن کی عدت میں لفظ کنایہ سے طلاق
متعہ	۵۸	پنجم	مختلف مطلقہ عورتوں کے احکام
//	//	//	متعہ کی مقدار
//	//	//	زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم
//	//	//	متعہ ایک حسن سلوک

خلع سے متعلق مسائل

ابراء	۳۶۹	اول	ابراء — خلع کے معنی
//	//	//	جملہ حقوق سے سبکدوشی
خلع	۳۶۱	سوم	لغوی اور اصطلاحی معنی
//	۳۶۲	//	ثبوت
//	//	//	شریعت کی نظر میں
//	۳۶۳	//	خلع کے الفاظ
//	//	//	بدل خلع کی مقدار
//	۳۶۴	//	بدل خلع
//	//	//	بچہ کے حق پرورش کے عوض خلع
//	//	//	حق سکینی کے عوض خلع
//	//	//	احکام اور نتائج
//	//	//	طلاق ہے یا فسخ؟
//	۳۶۵	//	لفظ خلع اور حقوق سے برأت
//	//	//	متفرق احکام
//	۳۶۶	//	خلع میں قاضی اور حکم کے اختیارات

فقہاء کے نقاط نظر	۳۶۶	//	خلع
احناف کے دلائل	//	//	//
امام مالک کے دلائل	//	//	//
احادیث	۳۶۷	//	//
آثار صحابہ	//	//	//
خلع کی ایک صورت (مبارأت)	۵۵	پنجم	مبارأت

ایلاء و ظہار سے متعلق مسائل

الفاظ ایلاء	۳۶۸	اول	أبد (ہمیشہ)
ایلاء — لغوی معنی	۳۶۷	دوم	ایلاء
اصطلاح فقہ میں	//	//	//
شرطیں	//	//	//
ایلاء موقت و موبد	۳۶۸	//	//
ایام جاہلیت میں	//	//	//
اسلام میں	//	//	//
قسم کے بغیر مباشرت نہ کرنے کا عزم	۳۶۹	//	//
اگر بعد کا نقطہ نظر	//	//	//
انقضاء کی تفصیلات	۳۷۱	//	//
زمانہ جاہلیت کی ایک بے جارم	۳۵۶	چہارم	ظہار
گہار کی حقیقت	//	//	//
گہار سخت گناہ	//	//	//
شوہر سے متعلق شرطیں	//	//	//
بہو کی سے متعلق شرطیں	//	//	//
اگر عورت مرد سے ظہار کرے؟	//	//	//
مطلقہ رجمیہ سے ظہار	//	//	//
جس عورت سے تشبیہ دی جائے	//	//	//

ظہار	۳۵۶	//	مرد سے تشبیہ
//	//	//	تعبیر و الفاظ
//	//	//	صریح لفظ
//	//	//	کنایہ الفاظ
//	//	//	صریح و کنایہ الفاظ کا حکم
//	//	//	تحریر و اشارہ سے
//	//	//	مختلف انواع اور ان کا حکم
//	//	//	غیر مشہور ظہار
//	//	//	شروط ظہار
//	//	//	دامنی ظہار
//	//	//	محدود وقت کے لئے ظہار
//	//	//	کفارات
//	//	//	اگر ایک سے زیادہ بیویوں سے کیا ہو
//	//	//	ایک ہی مجلس میں متعدد بار کلمات ظہار کہے
//	//	//	مختلف مجلسوں میں کہے
//	//	//	روزوں میں تسلسل
//	//	//	مسکین کو کھانا کھلانے کی تین صورتیں
//	//	//	اگر کھانا کھلانے کے درمیان صحبت کر لے
//	//	//	اگر ادائیگی کفارہ سے پہلے صحبت کر لے
//	//	//	بیوی بھی استمتاع سے روکے
//	//	//	اگر شوہر جلد کفارہ ادا نہ کرے
تتابع	۴۱۴	دوم	کفارہ ظہار میںتابع

لعان — احکام و مسائل

آخر	۵۸-۵۷	//	گوٹے کے احکام
لعان	۵۸۴	چہارم	لعان — لغوی معنی

اصطلاحی تعریف		چہارم	۵۸۴	لعان
حکم لعان کا پس منظر		//	//	//
لعان کی حکمت		//	//	//
لعان کی شرائط		//	//	//
لعان کا طریقہ		//	//	//
لعان کے بعد		//	//	//
بچہ کے نسب کا انکار		//	//	//
بعض مسائل میں فقہاء کا اختلاف		//	//	//
لعان سے انکار		//	//	//

عدت — آداب و احکام

عدت — لغوی معنی		چہارم	۳۷۴	عدت
اصطلاح فقہ میں		//	//	//
عدت کا مقصد اور اس کی مصلحت		//	//	//
ثبوت		//	//	//
عدت وقات		//	//	//
عدت طلاق		//	//	//
عدت طلاق کی مقدار		//	//	//
حاملہ عورت		//	//	//
جوان عورت		//	//	//
کسن یا سن رسیدہ عورت		//	//	//
اگر مرض وقات میں طلاق دے دے		//	//	//
طویل وقفہ حیض والی عورت		//	//	//
عدت کے احکام		//	//	//
عدت کی حالت میں پیغام نکاح		//	//	//
باہر نکلنے کی ممانعت		//	//	//

نفقہ و رہائش	چہارم	۳۷۴	عدت
مطلقہ کے ساتھ سفر	//	//	//
سوگ	//	//	//
میراث کا مسئلہ	//	//	//
سوگ کی مدت	دوم	۴۲	احداد
احداد کن عورتوں کے لئے؟	//	//	//
احداد کے احکام	//	۴۳	//
آنسہ عورتوں کی عدت	اول	۴۴۸	آنسہ
روزہ و عدت میں سرمہ لگانا	دوم	۲۰۰	اکتال

پرورش — احکام و مسائل

پرورش	سوم	۲۶۲	حضانت
پرورش کے حقدار	//	۲۶۳	//
حق پرورش کے لئے شرطیں	//	۲۶۴	//
حق پرورش کی مدت	//	۲۶۵	//
پرورش کس جگہ کی جائے؟	//	۲۶۶	//
چند ضروری احکام	//	//	//
حق پرورش	اول	۴۷۳	ابن
حقیقی ماں کے خصوصی احکام	دوم	۲۳۴	ام
حق حضانت	//	//	//
لغوی معنی	پنجم	۲۰۳	نفقہ
زخشری کی نکتہ سنجی	//	//	//
اصطلاحی تعریف	//	//	//
خود اپنا نفقہ	//	//	//
قرابت داری کی وجہ سے نفقہ کا وجوب	//	//	//
نفقہ — جس سے ضرورت پوری ہو جائے	//	//	//

بیوی کا نفقہ	پنجم	۲۰۳	نفقہ
وجوب نفقہ کی وجہ	//	//	//
نفقہ — نکاح صحیح کی وجہ سے	//	//	//
جب بیوی نفقہ کی حقدار نہیں ہوتی	//	//	//
مریضہ کا نفقہ	//	//	//
زمانہ حج کا نفقہ	//	//	//
ناشزہ کا نفقہ	//	//	//
ناشزہ سے مراد	//	//	//
ناشزہ سے مراد	//	۱۹۶	نشوز
ملازمت پیشہ خواتین کا حکم	//	۲۰۳	نفقہ
نفقہ میں شامل چیزیں	//	//	//
خوراک	//	//	//
کچا کھانا یا پکا ہوا؟	//	//	//
خوراک کی مقدار	//	//	//
سالن — نوعیت اور مقدار	//	//	//
سالانہ، ماہانہ، یا یومیہ	//	//	//
کھانے سے متعلق دوسری ضروریات	//	//	//
پوشاک	//	//	//
لباس میں عرف کی رعایت	//	//	//
سال میں کم سے کم دو جوڑے	//	//	//
موٹی کپڑے	//	//	//
جوتا، چپل، موزے	//	//	//
آرائشی اشیاء	//	//	//
بستر اور فرش	//	//	//
گدے اور لحاف	//	//	//

نقذہ	۲۰۳	پنجم	رہائش
//	//	//	کرایہ و عاریت کا مکان
//	//	//	مکان کا معیار
//	//	//	غیر مشترک مکان
//	//	//	مشترک مکان کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم
//	//	//	صالحین کا پڑوس
//	//	//	بیوی کے رشتہ داروں کا قیام
//	//	//	بیوی کی والدین سے ملاقات
//	//	//	ضرورت کے لئے والدین کی تیمارداری
//	//	//	خادم کا انتظام
//	//	//	سہولت بخش مشینوں کا نظم
//	//	//	پکوان اور گھریلو کام
//	//	//	گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ
//	//	//	واجب ہونے کی صورتیں
//	//	//	حنفیہ کا نقطہ نظر
//	//	//	جمہور کا نقطہ نظر
//	//	//	اگر پیشگی نفقہ ادا کر دیا اور نفقہ کی مقدار نہیں دی
//	//	//	نفقہ کب ساقط ہو جاتا ہے؟
//	//	//	اگر قبل از وقت بیوی کا نفقہ معاف کر دے
//	//	//	نفقہ میں کس کا معیار معتبر ہے؟
اعسار	۱۷۵	دوم	نفقہ میں کس کا معیار معتبر ہے؟
نفقہ	۲۰۳	پنجم	اولاد کا نفقہ
ابن	۳۷۳	اول	اولاد کا نفقہ
//	//	//	باپ مالدار اور بچے نابالغ
نفقہ	۲۰۳	پنجم	باپ مالدار اور بچے بالغ

نفقہ	۲۰۳	پنجم	باپ محتاج اور بچے نابالغ و مالدار
//	//	//	باپ محتاج اور بچے بھی محتاج و نابالغ
//	//	//	اگر کفالت کی کوئی صورت نہ ہو
//	//	//	اولاد کی اولاد کا نفقہ
//	//	//	بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری
//	//	//	کب عورت پر دودھ پلانا واجب ہے؟
//	//	//	ماں دودھ کی اجرت طلب کرے
//	//	//	بیٹے کا نکاح
//	//	//	بہو کا نفقہ
//	//	//	نفقہ میں والدین کو ترجیح ہے یا اولاد کو؟
//	//	//	والدین کا نفقہ
ام	۲۳۵	دوم	والدین کا نفقہ
اب	۲۵۴	اول	والدین کا نفقہ
نفقہ	۲۰۳	پنجم	والدین کا نفقہ کب واجب ہے؟
//	//	//	نفقہ بہ قدر کفایت
//	//	//	اگر والدین میں سے ایک ہی کی کفالت کر سکتا ہو؟
//	//	//	باپ کا نکاح
//	//	//	سوتیلی ماں کا نفقہ
//	//	//	خادم کا نظم
//	//	//	دادا، نانا وغیرہ کا نفقہ
//	//	//	تہا اولاد و نفقہ کی ذمہ دار
//	//	//	دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ
//	//	//	دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ
ابن	۲۷۳	اول	نفقہ و میراث کے احکام
خال، خالہ	۳۲۶	سوم	نفقہ واجب ہونے کی مقدار
نفقہ	۲۰۳	پنجم	

متفرق اہم احکام	پنجم	۲۰۳	نفقہ
خوش حال (یسر) سے مراد	//	//	//
رشتہ داروں کا نفقہ کب واجب ہے؟	//	//	//
گذرے ہوئے دنوں کے نفقہ پر قاضی کے فیصلہ کا اثر	//	//	//
نفقہ کے لئے غائب شخص کے سامان کی فروخت	//	//	//
غلام کا نفقہ	//	//	//
جانوروں کا نفقہ	//	//	//
جانوروں کا نفقہ	سوم	۳۱۶	حیوان
کام لینے میں اعتدال	//	۳۱۷	//
جمادات کے حقوق	پنجم	۲۰۳	نفقہ
یسار سے مراد اور اس سلسلہ میں فقہاء کے اقوال	//	۳۵۲	یسار
اعسار سے مراد	دوم	۱۷۴	اعسار
جن کا نفقہ بہر حال واجب ہے	//	//	//

قسم سے متعلقہ مانٹل

قسم

بیمین — لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۳۵۳	بیمین
قسم کی مشروعیت	//	//	//
قسم کھانے کا حکم	//	//	//
جب قسم مستحب ہے	//	//	//
جب قسم ہانا مباح ہے	//	//	//
جب قسم مکروہ ہے	//	//	//
جب قسم حرام ہے	//	//	//
قسم کی قسمیں	//	//	//
بیمین غیب کی تعریف	//	//	//
بیمین دس کا حکم اور فقہاء کی آراء	//	//	//

بیمین منعقدہ		پنجم	۳۵۳	بیمین
تعریف اور حکم		//	//	//
جبر و اکراہ اور بھول کر قسم کھانا		//	//	//
بھول کر یا بے ہوشی وغیرہ میں قسم توڑے		//	//	//
بیمین لغو		//	//	//
تعریف		//	//	//
شواہح کا نقطہ نظر		//	//	//
بیمین لغو کا حکم		//	//	//
قسم کا رکن		//	//	//
قسم زبان کا فعل ہے نہ کہ دل کا		//	//	//
اللہ کی ذات کی قسم کھانا		//	//	//
اسم باری تعالیٰ سے قسم		سوم	۲۹۲	حلف
متعدد اسماء خداوندی سے قسم کھانا		//	۳۰۰	حلف
صفات سے قسم کھانا		پنجم	۳۵۳	بیمین
صفات سے قسم کھانا		سوم	۲۹۲	حلف
پہلی قسم کی صفات		پنجم	۳۵۳	بیمین
دوسری قسم کی صفات		//	//	//
تیسری قسم کی صفات		//	//	//
قرآن مجید کی قسم		//	//	//
غیر اللہ کی قسم		//	//	//
ورنہ میں یہودی ہو جاؤں گا		//	//	//
قسم کی ایک خاص صورت		سوم	۲۹۳	حلف
حلف میں انشاء اللہ		//	۲۹۳	//
چند فقہی قواعد		//	//	//
قسم کی بنیاد الفاظ پر ہے		//	//	//

بیمن	۳۵۳	پنجم	بیمن منعقد ہونے کی شرطیں
//	//	//	قسم کھانے والے سے متعلق شرطیں
//	//	//	جس بات پہ قسم کھائی جائے وہ ممکن ہو
//	//	//	اگر قسم کے ساتھ انشاء اللہ کہے؟
//	//	//	مطلق اور مقید قسمیں
//	//	//	اگر مثبت سے متعلق مطلق قسم کھائے؟
//	//	//	منفی بات پر مطلق قسم
//	//	//	وقت کی قید کے ساتھ قسم
//	//	//	بیمن فوراً اور اس کا حکم
//	//	//	بیمن کی ایک صورت
//	//	//	حلال کو اپنے اوپر حرام کر لینا بھی بیمن ہے
//	//	//	اگر بیمن کسی عبادت سے مشروط ہو
//	//	//	فعل کے ساتھ طلاق کی شرط
//	//	//	بیمن کی اسی صورت سے متعلق شرطیں
//	//	//	قسم کا کفارہ
حاش	۲۹۹	سوم	قسم کا کفارہ
بیمن	۳۵۳	پنجم	کفارہ کے روزے مسلسل رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟
//	//	//	روزہ کے ذریعہ کفارہ کے لئے کس وقت فقر معتبر ہے؟
//	//	//	حادث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کرے یا بعد میں؟
//	//	//	مسکینوں کو کھانا کھلانا
//	//	//	اداء کفارہ کے لئے حیلہ
//	//	//	مسکینوں کے لئے کپڑوں کا انتظام
//	//	//	ایک سے زیادہ دنوں میں کفارہ کی ادائیگی
//	//	//	اگر کوئی چیز اپنے اوپر حرام کر لے
//	//	//	قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا یا کھلانے والی کی؟

اگر قسم لینے والا مظلوم ہو		پنجم	۳۵۳	بیین
اگر قسم کھانے والا مظلوم ہو؟		//	//	//
اگر کوئی مظلوم نہ ہو؟		//	//	//
مستقبل کی قسم میں کھانے والے کی نیت ہی معتبر ہے		//	//	//
عام میں خاص کی نیت دیا جاتا معتبر ہے		سوم	۲۹۳	حلف
کس کی نیت معتبر ہے؟		//	//	//
حسٹ کے لئے ارادہ ضروری نہیں		//	۲۹۹	حسٹ
فعل یا ترک کا جزوی ارتکاب		//	//	//
کھانے سے متعلق قسم		دوم	۵۹	ادام
ادام سے مراد		//	۶۰	//
سالن نہ کھانے کی قسم کھانا		//	۲۱۲	اکل
بیت میں داخل ہونے کی قسم		//	۳۲۵	بیت
تجارت میں جھوٹی قسم		//	۴۱۷	تجارت

نذر سے متعلق مسائل

نذر — لغوی معنی		پنجم	۱۷۸	نذر
اصطلاحی معنی		//	//	//
مشروعیت کی دلیلیں		//	//	//
ارکان		//	//	//
شرائط		//	//	//
نذر ماننے والے سے متعلق شرطیں		//	//	//
نذر مانی ہوئی شی سے متعلق شرطیں		//	//	//
وجود ممکن ہو		//	//	//
اللہ سے تقرب کا ذریعہ ہو		//	//	//
معصیت کی نذر کا حکم		//	//	//
مباح کی نذر		//	//	//

نذر	۱۷۸	پنجم	جو عبادت مقصود نہ ہو اس کی نذر
"	"	"	مالک ہونے کی شرط پر نذر
"	"	"	فرض و واجب کی نذر
"	"	"	ممنوعہ اوقات میں عبادت کی نذر
"	"	"	بیٹے کی قربانی کی نذر
"	"	"	پیدل حج کرنے کی نذر
"	"	"	نذر ماننے کا حکم
"	"	"	اگر نذر پوری کرنا نہ چاہے؟
"	"	"	"مجھ پر نذر ہے" کا حکم
"	"	"	نذر کسی شرط سے متعلق ہو؟
"	"	"	نذر پوری کرنا تکب واجب ہے؟
"	"	"	اگر نذر متعلق ہو؟
"	"	"	کسی خاص جگہ سے متعلق ہو؟
"	"	"	وقت سے متعلق ہو؟
"	"	"	ادائیگی فوراً واجب ہے یا بہ تاخیر؟
"	"	"	حکم کے اعتبار سے نذر کی چار صورتیں
"	"	"	طاعات کی نذر
"	"	"	معصیت کی نذر
"	"	"	مکروہات کی نذر
"	"	"	مباحات کی نذر

عقوبات

اسلام کا تصور جرم و سزا

عقوبت	۲۰۸	چہارم	عقوبت — لغوی معنی
"	"	"	اصطلاحی معنی
"	"	"	حدود

جنایات		چہارم	۴۰۸	عقوبات
تعزیرات		//	//	//
عقوبات کی قسمیں		//	//	//
مقاصد کے اعتبار سے عقوبات		//	//	//
عقوبات کب ساقط ہو جاتی ہیں؟		//	//	//
اسلام کا تصور جرم		سوم	۹۰	جرم
اسلام کا تصور سزا		//	۹۱	//
اسلام میں سزا کے مقاصد		//	//	//
اسلام کے قانون جرم و سزا کی چند خصوصیات		//	۹۲	//
مساوات		//	//	//
جرم کی مقدار کی رعایت		//	۹۳	//
شبہ کا فائدہ		//	//	//
انسانی پہلو کی رعایت		//	۹۴	//
جرائم اور سزاؤں کی قسمیں		//	۹۵	//
حدود و قصاص اور تعزیر میں فرق		//	//	//
تحقیق جرم کے لئے طریق کار		//	۹۶	//
جسمانی سزاؤں کی مصلحت		//	۱۰۷	//

حدود — احکام و مسائل

حد کی تعریف		سوم	۲۱۹	حدود
حدود کے مشترک احکام		//	۲۲۰	//
حقوق اللہ اور حقوق الناس میں فرق		//	//	//
حدود میں تداعل		//	۲۲۱	//
مجرم کی توبہ		//	۲۲۲	//
حدود کون نافذ کرے؟		//	//	//
محدود کا حکم		//	//	//

حدود	۲۲۳	سوم	محدود کی گواہی
//	//	//	کیا حدود کفارہ ہیں؟
//	//	//	حدود میں شریعت کی خاص رعایت
//	//	//	شبہات کی وجہ سے حدود کا معاف ہونا
//	۲۲۴	//	حدود و قصاص اور تعزیرات
//	//	//	حدود اور قصاص کے احکام میں فرق
//	//	//	قانون حدود کے قواعد
//	//	//	مغرب کا بیجا اعتراض
زنا	۱۰۳	چہارم	عفت و عصمت کا محکم نظام
//	//	//	زنا کی حرمت و شاعت
//	//	//	فقہی تعریف
//	//	//	جو صورتیں زنا میں داخل نہیں
//	//	//	بعض صورتوں کی بابت فقہاء کا اختلاف
//	۱۰۲	//	ثبوت زنا کے ذرائع
//	//	//	اقرار سے ثبوت اور اس کی شرطیں
//	//	//	شہادت و گواہی سے ثبوت
//	//	//	تقادم سے مراد
لواطت	۵۹۴	چہارم	اسلام کی نگاہ میں اس جرم کی شاعت
//	//	//	لواطت کی سزا
//	//	//	ائمہ ثلاثہ کی رائے
//	//	//	حنفیہ کی رائے
بہیمہ	۲۸۲	دوم	چوپائے کے ساتھ بد فعلی
احسان	۴۵	//	لغوی و اصطلاحی معنی
//	//	//	احسان رجم
جلد	۱۰۸	سوم	کوڑوں کی سزا کے اصول

اجلاء	۵۲۷	اول	زانی کی جلا وطنی
باکرہ	۲۸۲	دوم	اگر زانیہ باکرہ ہو؟
تغریب	۲۸۲	//	زانی کو شہر بدر کرنے کی سزا
//	//	//	راہ زن اور شہر بدر
رجم	۲۷۵	سوم	رجم پر اجماع
//	۲۷۶	//	کس قسم کے زانی پر رجم کیا جائے؟
//	//	//	رجم کرنے کا طریقہ
//	//	//	دارالاسلام میں ہی رجم کی سزا
أب	۲۵۴	اول	اگر باپ سے قابل حد یا قصاص جرم ثابت ہو؟
آخرس	۵۷-۵۸	دوم	گولگے کے احکام
قذف	۲۷۹	چہارم	قذف — لغوی و اصطلاحی معنی
//	//	//	تہمت تراشی کا گناہ
//	۲۷۹	//	انسانی عزت و آبرو کی اہمیت
//	//	//	دو صورتیں
//	//	//	جس پر حد شرعی جاری ہوتی ہے
//	//	//	احسان سے مراد
//	//	//	تہمت لگانے والے سے متعلق شرطیں
//	//	//	زنا کی صریح تہمت
//	//	//	حد قذف کس ملک میں جاری ہوگی؟
//	//	//	دعویٰ قذف کا حکم
//	//	//	حد قذف کی مقدار
//	//	//	حد قذف کا تذاتل
//	//	//	قذف ثابت کرنے کا طریقہ
//	//	//	جب حد قذف ساقط ہو جاتی ہے؟
سرقہ	۱۳۳	چہارم	ثبوت سرقہ کے ذرائع

شہادت		چہارم	۱۳۳	سرقہ
اقرار		//	//	//
گوئی کے کا اقرار		//	//	//
جن اسباب کی وجہ سے حد سرقہ ساقط ہو جاتی ہے		//	//	//
شہادت میں تقادم		//	//	//
تقادم کی مدت اور مشائخ کے اقوال		//	//	//
دوسرے فقہاء کا نقطہ نظر		//	//	//
چور کی طرح شبہ پیدا کرے		//	//	//
مال مسروق کا حکم		//	//	//
حد کا مقدمہ عدالت میں نہ لے جانا بہتر ہے		//	//	//
حدود میں سفارش		//	//	//
جن صورتوں کے ارتکاب پر حد واجب نہیں		//	//	//
حد سرقہ نافذ نہ ہونے کی صورت تعزیر		//	//	//
کیا جیب کترے کے ہاتھ کاٹے جائیں گے؟		//	۳۳۳	طراز
کفن چور کی سزا		پنجم	۱۶۴	عیش (کفن چوری)
کب حرام اور کب جائز؟		//	۲۴۴	نہب (لوٹ)
لوٹنے والے کی سزا		//	//	//
تدفین کے بعد قبر کھولنے کا حکم		//	۱۶۴	عیش
باپ کے مال سے چوری		اول	۴۷۳	ابن
شبہ — اصطلاحی معنی		چہارم	۱۷۹	شبہ
شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں		//	//	//
شبہ کی تین قسمیں		//	//	//
شبہ فی المحل		//	//	//
شبہ فی الفعل		//	//	//
شبہۃ العقد		//	//	//

قصاص و تعزیر میں شبہ	۱۷۹	چہارم	شبہ
حرابہ - تعریف	۲۳۲	سوم	حرابہ
شرطیں	۲۳۳	//	//
رہزنی کے لئے مطلوبہ ثبوت	//	//	//
مجرم سے متعلق شرطیں	//	//	//
جس کے ساتھ جرم ہوا ہے اس سے متعلق شرطیں	//	//	//
مال سے متعلق شرطیں	//	//	//
مقام رہزنی سے متعلق شرطیں	//	//	//
حرابہ (رہزنی) کی سزا	//	//	//
حرابہ حقوق اللہ میں ہے	۲۳۶	//	//
کن صورتوں میں حرابہ کی سزا معاف ہو جاتی ہے؟	//	//	//

تعزیر سے متعلق مسائل

تعزیر کا ثبوت	۲۷۷	دوم	تعزیر
تعزیر کن جرائم پر ہوگی؟	//	//	//
تعزیر کی حد	۲۷۸	//	//
تعزیر اٹل کی سزا	//	//	//
تعزیر مالی	۲۷۹	//	//
شوہر کو تادیب کا حق	۳۹۰	//	تادیب
استاذ کو تادیب کا حق	//	//	//
شوہر کو تادیب کا حق	//	//	//
استاذ کو تادیب کا حق	۳۹۱	//	//
بیوی کی سرزنش	۳۰۸	چہارم	ضرب
کب سرزنش کی اجازت ہے؟	//	//	//
سرزنش کی حدود	//	//	//
ضرب غیر مبرح سے مراد	//	//	//

ضرب	۳۰۸	چہارم	اگر سرزنش حد اعتدال سے گزر جائے؟
//	//	//	اولاد اور شاگردوں کی سرزنش
//	//	//	اگر سرزنش میں ہلاکت واقع ہو جائے؟
وجہ	۲۶۱	پنجم	چہرے کی اہمیت
//	//	//	چہرے پر مارنے کی ممانعت
بجن	۱۳۸	چہارم	نفی من الارض سے مراد
//	//	//	عہد اسلامی کی پہلی جیل
//	//	//	قید کے احکام
//	//	//	قیدی سے ملاقات
//	//	//	جمعہ و جماعت اور جنازہ و حج
//	//	//	اگر قیدی بیمار ہو؟
//	//	//	قیدی کو مار پیٹ
//	//	//	مجرم کس جیل میں ڈالا جائے؟
جس	۱۷۶	سوم	قید کرنے کی مشروعیت
//	//	//	کن بنیادوں پر قید کیا جائے گا؟
//	۱۷۷	//	دین کی وجہ سے قید
//	۱۷۸	//	محبوس (قیدی) کے احکام
احمد	۲۲۶	اول	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی
تسبیح	۲۵۶	دوم	سیاہ کرنا
جاسوس	۷۳	سوم	مسلمان جاسوس کی سزا
قتل	۲۷۳	چہارم	اسلام میں قتل کی مذمت
//	//	//	قتل عمد اور اس کے احکام
//	//	//	شبہ عمد
//	//	//	قتل خطاء
//	//	//	قائم مقام خطاء

خودکشی	چہارم	۴۷۳	قتل
قصاص سے متعلق مسائل			
قصاص - لغوی معنی	//	۵۰۴	قصاص
اصطلاح شرع میں	//	//	//
ثبوت	//	//	//
قانون قصاص کی حکمت	//	//	//
قصاص واجب ہونے کی شرطیں	//	//	//
قاتل سے متعلق	//	//	//
اکراہ کی حالت میں قتل کا ارتکاب	//	//	//
مقتول سے متعلق	//	//	//
اگر مرد عورت کا قاتل ہو؟	//	//	//
غیر مسلم کا قتل	//	//	//
حنفیہ اور دوسرے فقہاء کا نقطہ نظر	//	//	//
حنفیہ کے دلائل	//	//	//
غلام کا قتل	//	//	//
ایک شخص کے قتل میں متعدد لوگ شریک ہوں	//	//	//
بالواسطہ قتل	//	//	//
مطالبہ قصاص کا حق کس کو ہے؟	//	//	//
حق قصاص کون وصول کرے؟	//	//	//
اسلام سے پہلے انتقام کے طریقے	//	//	//
طریقہ قصاص میں حنفیہ کا نقطہ نظر	//	//	//
شواہع اور مالکیہ کی رائے	//	//	//
جزوی نقصان کا قصاص	//	//	//
قصاص کب ساقط ہو جاتا ہے؟	//	//	//
قصاص صرف تلوار سے	پنجم	۵۹	مثلاً

حشفہ کو کاٹنا	سوم	۲۶۲	حشفہ
اگر باپ سے قابل حد یا قصاص جرم ثابت ہو؟	اول	۲۵۴	أب
دیت — احکام و مسائل			
دیت کی تعریف	سوم	۲۳۷	دیت
دیت، ارش اور حکومت عدل کا فرق	//	//	//
دیت کا ثبوت	//	//	//
دیت کب واجب ہوتی ہے؟	//	//	//
دیت واجب ہونے کی شرطیں	//	//	//
کن اشیاء سے دیت ادا کی جائے؟	//	۲۳۸	//
فقہاء کا اختلاف رائے	//	//	//
عورتوں کی دیت	//	۲۳۹	//
عورت کی دیت کم ہونے کی وجہ	//	//	//
غیر مسلموں کی دیت	//	//	//
حنفیہ کی رائے	//	//	//
دوسرا نقطہ نظر	//	//	//
دیت میں شدت اور تخفیف	//	۲۴۰	//
دیت کی ادائیگی میں اہل تعلق عاقلہ کا تعاون	//	۲۴۱	//
عاقلہ کے تعاون کی مقررہ شرح	//	//	//
ادائیگی کی مدت	//	//	//
جن اعضاء کے کاٹنے پر مکمل دیت واجب ہے	//	//	//
کسی جسمانی منفعت کا ضیاع	//	۲۴۲	//
اگر جزوی نقصان پہنچے؟	//	۲۴۳	//
سراور چہرے کے ماسوا زخم	//	//	//
حکومت کی تعیین کا طریقہ	//	۲۴۴	//
غره سے مراد	چہارم	۲۴۳	غره

غره	۴۳۳	چہارم	زیر حمل بچہ کی ہلاکت کی دیت
جنین	۱۶۰	سوم	زیر حمل بچہ کی ہلاکت کی دیت
استقاط حمل	۱۳۶	دوم	زیر حمل بچہ کی ہلاکت کی دیت
حیات	۳۰۳	سوم	حیات سے نواتق احکام
//	//	//	جنین میں حیات کا آغاز
آمہ	۴۳۳	اول	انگوٹھے کی دیت
صبح	۱۵۰	دوم	انگلی کی دیت
بصر	۳۳۷	//	انگلی کی دیت
ید	۳۵۲	پنجم	ہاتھ کو نقصان پہنچانے کا تاوان
اذن	۷۳	دوم	کان کو نقصان پہنچانے کی سزا
مدی	۴۰	سوم	پستان کی دیت
شایا	۶۷	//	دانتوں کو نقصان کا تاوان
حشفہ	۲۶۲	//	حشفہ کو کاٹ دینا
احدب	۴۳	دوم	کمر خمیدگی پیدا ہوجانے کا تاوان
ابہام	۴۸۲	اول	قوت تولید کا ضیاع قابل سرزنش جرم
اختصاء	//	//	صلاحیت حمل کا ضائع کر دینا
جنایت	۱۵۱	سوم	نقصان پہنچانے کی ایک خاص صورت
//	//	//	زخم اور اس کی دیت
//	//	//	جنایت کی بعض صورتیں اور شجاج
أرش	۸۵	دوم	زخم کا تاوان
باضغہ	۲۷۸	//	باضغہ — اس زخم کا قصاص اور دیت
دامعہ، دامیہ، دامغہ	۴۰۵	سوم	دامعہ، دامیہ اور دامغہ سے مراد
عارضہ	۱۷۳	//	عارضہ کا تاوان
جائفہ	۱۷۵	//	جائفہ کی دیت
ہاشمہ	۳۲۶	پنجم	ہاشمہ سے مراد

ہاشمہ کی دیت	پنجم	۳۲۶	ہاشمہ
مالی جنایت سے متعلق مسائل			
جانور پر تعدی	سوم	۱۵۳	جراح
آتش زنی کا نقصان	//	//	//
جانور کے ذریعہ نقصان	//	۱۵۲	//
سعایہ	//	۱۵۳	//
جانور سے پہنچنے والا نقصان اور اس کا حکم	//	۷۵	جبار
مشورہ سے مالی تاوان کی تعیین	//	۲۹۱	حکومت
عاقلہ سے مراد	چہارم	۳۶۶	عاقلہ
عاقلہ کو دیت میں شریک کرنے کی حکمت	//	//	//
عاقلہ پر واجب ہونے والی مقدار	//	//	//
عاقلہ کون ہیں؟	//	//	//
اہل دیوان	//	//	//
اہل خاندان	//	//	//
غیر مسلموں کے حق میں	//	//	//
بچے اور پاگل عاقلہ میں شامل نہیں	//	//	//
کس صورت میں عاقلہ پر دیت واجب ہوگی؟	//	//	//
ضمان — لغوی معنی	چہارم	۳۱۸	ضمان
اصطلاحی معنی	//	//	//
قرآن میں وجوب ضمان کی طرف اشارہ	//	//	//
حدیث میں وجوب ضمان کی اصل	//	//	//
ضمان واجب ہونے کے اسباب	//	//	//
مباشرت اور تسبیب سے مراد	//	//	//
ضمان واجب ہونے کی شرطیں	//	//	//
تلف کردہ شی مال ہو	//	//	//

ضمان	۳۱۸	چہارم	مالک کے حق میں قابل قیمت ہو
//	//	//	قاضی کے فیصلہ سے پہلے دور نہ ہو اور
//	//	//	تلف کنندہ ضمان واجب ہونے کا اہل ہو
//	//	//	ضمان عائد کرنا مفید ہو
//	//	//	ضمان واجب ہونے کی وجہ
//	//	//	معاملہ کی وجہ سے ضمان
//	//	//	قبضہ
//	//	//	اتلاف
//	//	//	جن اشیاء کا ضمان ہے
//	//	//	اعیان
//	//	//	منافع
//	//	//	زوائد
//	//	//	نواقص
//	//	//	اوصاف
//	//	//	ضمان کا حکم
اتلاف	۳۸۹	اول	ضامن ہونے کی شرطیں
//	//	//	تلف کردہ شی مال ہو
//	//	//	قابل قیمت ہو
//	//	//	تلف کنندہ پر ضمان عائد کیا جاسکتا ہو
//	//	//	اگر نابالغ مال تلف کر دے
//	//	//	ضامن ہونے سے مراد

جہاد — آداب و احکام

جہاد	۱۶۱	سوم	جہاد کا اسلامی تصور
//	۱۶۳	//	جہاد کے چند فقہی احکام
//	//	//	جہاد کا حکم

جہاد	۱۶۴	سوم	جن کی اجازت ضروری ہے
//	//	//	امیر کے تحت
//	//	//	جنگ سے پہلے دعوت
//	۳۵	//	کب دشمن کے مقابلہ پسپائی جائز ہے؟
//	۱۶۴	//	پسپائی اختیار کرنا
//	//	//	جن کا قتل جائز نہیں
//	//	//	جہاد اقدامی و دفاعی
//	۱۶۲	//	قانون جنگ کی تہذیب
//	۱۶۳	//	دارالحرب کا مال
راہب	۴۶۵	سوم	جنگ میں بھی قتل کی ممانعت
سفیر	۱۶۷	چہارم	سفیر کا قتل درست نہیں
راہب	۴۶۵	سوم	اگر خود شریک جنگ یا شریک سازش ہو؟
قسیس	۵۰۲	چہارم	قسیس
جزیرۃ العرب	۱۰۲	سوم	جزیرۃ العرب اور مشرکین
جعل	۱۰۳	//	جہاد میں اجرت
بیات	۳۴۰	دوم	بیات
راغارہ	۱۷۷	//	حدیث سے شب خون کا ثبوت
اشہر حرم	۱۴۹	//	اسلام سے پہلے
//	//	//	نسخ یا استثناء
خیل	۳۹۱	سوم	گھوڑے کی پرورش
//	۳۹۳	//	مال غنیمت میں گھوڑے کا حصہ
ترس	۴۵۴	//	ڈھال (ترس)
سلاح	۱۷۰	چہارم	اہل فتنہ سے ہتھیار کی فروخت
//	//	//	غیر مسلم طاقتوں سے ہتھیار کی فروخت
مقتیل	۵۳۸	دوم	جنگ میں خصوصی انعام

سلب کے معنی	چہارم	۱۷۰	سلب
سلب انعام ہے یا حق؟	//	//	//
احناف کے نقطہ نظر پر شواہد	//	//	//
اسلام میں مثلہ کی ممانعت	پنجم	۵۹	مثلہ
جنگ میں تکریم انسانی کی رعایت	//	//	//
قیدی	دوم	۱۳۳	اسیر
خواتین اور بچے	//	//	//
اہل کتاب وغیر عرب مشرکین	//	//	//
قیدیوں کا تبادلہ	//	//	//
امان کی مصلحت	//	۲۲۲	امان
اسلام کی فراخ دلی	//	۲۲۳	//
مسلمانوں کی دارالحرب میں آمد	//	//	//
حق شہریت	//	//	//
کافروں کا دارالاسلام میں داخلہ	//	۲۲۳	امان
ہدنہ — فقہی تعریف	پنجم	۳۳۳	ہدنہ
دوسری تعبیرات	//	//	//
کتاب و سنت سے غیر مسلموں کے ساتھ صلح کا ثبوت	//	//	//
عوض پر اور بلا عوض صلح	//	//	//
غیر مسلموں سے عوض لینے کی نظیر	//	//	//
غیر مسلموں کو معاوضہ دینے کی نظیر	//	//	//
صلح کا حکم	//	//	//
کیا صلح کے لئے حکومت کی اجازت ضروری ہے؟	//	//	//
کیا صلح لازمی معاہدہ ہے؟	//	//	//
صلح کب ختم ہوتی ہے؟	//	//	//
معاہدہ کی مدت	//	//	//

فئے کی تعریف	چہارم	۴۵۶	فئے
غنیمت — لغت و اصطلاح میں	//	۴۴۳	غنیمت
مال فئے کا حکم	//	۴۵۸	فئے
غنیمت اور نفل کا فرق	//	۴۴۳	غنیمت
غنیمت اور فئے کا فرق	//	//	//
مال غنیمت کس طرح تقسیم کیا جائے؟	//	//	//
مجاہدین اور بیت المال	//	//	//
فقہاء کا اختلاف	//	//	//
بہ قوت مفتوح علاقوں کا شرعی حکم	//	۴۱۷	عنوة
حنابلہ کا نقطہ نظر اور موجودہ حالات میں اہمیت	//	//	//
مال غنیمت میں گھوڑے کا حصہ	سوم	۳۹۳	خیل
جزیہ کے فقہی و اجتماعی احکام	//	۱۰۱	جزیہ
جزیرۃ العرب اور مشرکین — اجتماعی احکام	//	۱۰۲	//
مدافعت کے شرعی اصول	//	۴۲۷	دفاع
مدافعت کا حکم	//	//	//
دفاع ایک فطری حق	//	۴۲۶	//
بقدر ضرورت طاقت کا استعمال	//	۴۲۷	//
مظلوموں کی مدافعت	//	۴۲۶	//
جان و مال کی مدافعت	//	۴۲۷	//
عزت و آبرو کی مدافعت	//	۴۲۸	//
کیا مدافعت کنندہ پر ضمان ہے؟	//	۴۲۹	//
مدافعت میں پاگل اور بچے کا قتل	//	//	//
جانور کا قتل	//	//	//
متفرق احکام	//	//	//
دانت کاٹنے والے کا دانت ٹوٹ جائے	//	//	//

دفاع	۳۲۹	سوم	جھانکنے والے کی آنکھ پھوٹ جائے
ہجرت	۳۳۲	پنجم	ہجر کا حکم باقی ہے!
//	//	//	موجودہ دور میں ہجرت کے احکام
//	//	//	جن پر ہجرت واجب ہے!
//	//	//	جن پر ہجرت واجب نہیں
//	//	//	جن کے لئے ہجرت مستحب ہے
//	//	//	جن کے لئے ہجرت نہ کرنا اولیٰ ہے

خراج — احکام و مسائل

خراج	۳۳۳	سوم	خراج — لغوی و اصطلاحی معنی
//	//	//	خراج کی ابتداء
//	//	//	کیا خراج غیر مسلم کے ساتھ ظلم ہے؟
//	۳۳۴	//	خراجی زمینیں
//	//	//	خراج کی دو قسمیں
//	//	//	خراج مقاسمہ
//	//	//	خراج وظیفہ
//	۳۳۵	//	خراج کا مصرف

صلح — آداب و احکام

صلح	۲۲۷	چہارم	صلح — لغوی معنی
//	//	//	فقہ کی اصطلاح میں
//	//	//	صلح کی مشروعیت
//	//	//	ارکان
//	//	//	صلح کی شرطیں
//	//	//	بدل صلح سے متعلق شرطیں
//	//	//	حق سے متعلق شرطیں
//	//	//	اقرار کے ساتھ صلح

انکار کے ساتھ صلح	چہارم	۲۲۷	صلح
صلح کے اثرات و نتائج	"	"	"
صلح کے احکام	"	"	"
جن صورتوں میں صلح باطل ہو جاتی ہے	"	"	"
صلح میں واسطہ	"	"	"

قضاء — آداب و احکام

قضاء — لغوی معنی	چہارم	۵۱۱	قضاء
قضاء — اصطلاحی تعریف	"	"	"
الزام معنوی	"	"	"
الزام حسی	"	"	"
نظام قضاء کا قیام واجب ہے	"	"	"
کار قضاء کی فضیلت	"	"	"
قضاء کے چہارگان	"	"	"
قاضی مقرر کرنے کا حق	"	"	"
قاضی کا دائرہ عمل	"	"	"
قاضی کے اوصاف	"	"	"
احکام شرعیہ سے آگہی کا معیار	"	"	"
فاسق کا عہدہ قضاء پر تقرر	"	"	"
خواتین کا عہدہ قضاء پر تقرر	"	"	"
قاضی کے آداب	"	"	"
ادب قاضی	دوم	۶۲	ادب
قاضی کا تختہ	چہارم	۵۱۱	قضاء
قاضی کے لئے ہدیہ	سوم	۳۸۲	رشوت
قاضی کی نشست گاہ	چہارم	۵۱۱	قضاء
مسجد میں قضا	"	"	"

قضاء	۵۱۱	چہارم	سماعت مقدمہ کے آداب
//	//	//	فریقین کے ساتھ سلوک
//	//	//	لباس و پوشاک
//	//	//	عزل اور استعفیٰ
//	//	//	موت
//	//	//	عجز
اُطرش	۱۶۳	دوم	کیا گراں گوش قاضی بن سکتا ہے؟
قضاء	۵۱۱	چہارم	مرض
//	//	//	جرح
//	//	//	قاضی کا بتلائے فسق ہو جانا
فسق و فاسق	۲۵۳	//	قاضی کا بتلائے فسق ہو جانا
قضاء	۵۱۱	//	فیصلہ کی شرعی دلیلیں
//	//	//	پہلے فیصلہ کو توڑنا
//	//	//	مقتضی لہ (جس کے حق میں فیصلہ ہو)
//	//	//	اپنے اور اپنے قریب ترین رشتہ دار کے حق میں فیصلہ
//	//	چہارم	امام المسلمین اور اس کے متعلقین کا مقدمہ
//	//	//	مقتضی فیہ (قاضی کا دائرہ کار)
اطلاک مرسلہ	۲۳۳	دوم	قاضی کا فیصلہ باطنا بھی نافذ ہوگا
//	//	//	اطلاک مرسلہ کا خصوصی حکم
قضاء	۵۱۱	چہارم	مقتضی علیہ (جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہو)
//	//	//	اگر مدعی علیہ غائب ہو؟
//	//	//	ویل مسخر کا تقرر
//	//	//	جس سے عداوت ہو
//	//	//	غیر مسلموں کا مقدمہ
//	//	//	قضاء کی کیفیت

قضاء	۵۱۱	چہارم	فیصلہ — زیر تصفیہ مسئلہ تک محدود
//	//	//	کب قضاء قاضی ضروری ہے اور کب نہیں؟
//	//	//	کاروائی کی ایک جگہ سے دوسری جگہ ترسیل
//	//	//	موجودہ حالات میں مناسب طریقہ کار
//	//	//	قضاء کے موضوع پر کچھ اہم کتابیں

فیصلے کی بنیادیں

کتابت	۵۵۱	چہارم	تحریری اقرار
//	//	//	تحریری وراثت
بینہ	۳۸۷	دوم	ثبوت کے مختلف ذرائع
دلیل	۳۳۶	سوم	حجت
استحلاف	۱۰۵	دوم	مدعی علیہ سے قسم کھلائی جائے گی
//	//	//	جن امور میں قسم نہیں کھلائی جائے گی
//	//	//	حلف لینے کے آداب
تحلیف	۳۲۸	//	قسم کب کھلائی جائے؟
//	//	//	کن امور میں قسم کا اعتبار ہوگا
نکول	۲۳۰	پنجم	نکول — فیصلہ کی بنیاد
//	//	//	کن معاملات میں نکول معتبر ہے اور کن میں معتبر نہیں؟
//	//	//	جن امور میں قسم نہیں لی جاسکتی
//	//	//	شواہع اور مالکیہ کا مسلک
//	//	//	قسم پیش کرنے کا طریقہ
//	//	//	قاضی ہی کے سامنے انکار کا اعتبار
//	//	//	خاموشی انکار کے حکم میں
//	//	//	ہندوستان میں دارالقضاء کے لئے موزوں طریقہ کار
ابہام	۳۸۲	اول	انگوٹھا بہ حیثیت وسیلہ ثبوت
قرینہ	۳۹۷	چہارم	قضاء میں قرائن سے مدد لینا

قرینہ	//	چہارم	ابن فرحون کی چشم کشا بحث
//	۳۹۷	//	ابن قیم کا نقطہ نظر
قسامت	۳۹۸	چہارم	قسامت — لغوی معنی
//	//	//	اصطلاحی معنی
//	//	//	قسامت کا مقصد
//	//	//	قسامت کا طریقہ
//	//	//	ائمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر
لوٹ	۵۹۶	چہارم	لوٹ — لغوی معنی
//	//	//	لوٹ سے مراد
//	//	//	مالی مقدمات میں
//	//	//	حنفیہ کا نقطہ نظر

دعویٰ اور اس سے متعلق مسائل

دعویٰ	۳۲۰	سوم	دعویٰ — لغوی معنی
//	//	//	اصطلاحی معنی
//	//	//	مختلف تعریفیں
اثبات	۳۹۰	اول	اثبات دعویٰ کے ذرائع
دعویٰ	۳۳۰	سوم	دعویٰ کا رکن
ابہام	۳۸۲	اول	دعویٰ و اقرار میں ابہام
دعویٰ	۳۲۰	سوم	دعویٰ صحیح ہونے کی شرطیں
//	۳۲۲	//	مدعی اور مدعی علیہ کا تعین
اصل	۱۵۱	دوم	مدعی علیہ کی شناخت
دعویٰ	۳۲۳	سوم	مدعی اور مدعی علیہ کی شناخت کے سلسلہ میں مختلف اقوال
//	//	//	رائج قول
//	۳۲۳	//	دعویٰ صحیحہ اور دعویٰ فاسدہ
//	۳۲۷	//	دعویٰ کا حکم

مدعی علیہ کا خاموشی اختیار کرنا	//	//	۲۲۳	//
منکر سے قسم کا مطالبہ	دوم	//	۲۲۷	انظار
دعویٰ کی سات قسمیں	سوم	//	۲۲۵	دعویٰ
فرض اور حقوق سے براءت	اول	//	۲۶۹	ابراء
الفاظ اور شرائط	//	//	//	//

شہادت — آداب و احکام

شہادت — لغوی و اصطلاحی معنی	چہارم	//	۲۰۵	شہادت
ثبوت کے مختلف ذرائع	دوم	//	۳۸۷	بینہ
تحمل شہادت اور اس کی شرطیں	//	//	۲۰۵	شہادت
تین امور میں شہرت کی بنا پر گواہی	//	//	//	//
ادائے شہادت کی شرطیں	//	//	//	//
کن رشتہ داروں کی گواہی معتبر نہیں	//	//	//	//
بیٹے کی گواہی مقبول نہیں	اول	//	۲۷۳	ابن
تابینا کی گواہی	چہارم	//	۲۰۵	شہادت
گونگے کے احکام	دوم	//	۵۸	اخرس
گواہی قبول نہ ہونے کے سلسلہ میں اصول	چہارم	//	۲۰۵	شہادت
دشمن کی شہادت	//	//	//	//
شہادت سے متعلق شرطیں	//	//	//	//
بعض شہادتوں کے خصوصی احکام	//	//	//	//
حقوق اللہ سے متعلق گواہی	//	//	//	//
حدود و قصاص	//	//	//	//
شہادت، مجلس قضاء میں	//	//	//	//
نصاب شہادت	//	//	//	//
ثبوت زنا کے لئے	//	//	//	//
دوسرے حدود و قصاص	//	//	//	//

شہادت	۲۰۵	چہارم	نکاح و طلاق وغیرہ اور مالی معاملات میں
//	//	//	اگر قاضی کو کوئی بات تحقیق طلب ہو
//	//	//	جن امور سے عورتیں ہی آگاہ ہو سکتی ہیں
قابلہ	۳۶۰	//	عورت کی گواہی سے بچے کا ثبوت
//	//	//	نسب
//	//	//	ولادت پر دعویٰ کی شہادت
//	//	//	ہاسپٹل کے برتھ سرٹیفکیٹ کی حیثیت
عدالت	۳۷۲	چہارم	(عدالت) لغوی معنی
//	//	//	عدالت کی حقیقت
//	//	//	اس سلسلہ میں فقہاء و محدثین کے اقوال
//	//	//	موجودہ عہد کا تقاضہ
فسق	۳۵۳	//	فسق — لغوی و اصطلاحی معنی
//	//	//	عادل و فاسق سے مراد
//	//	//	فاسق و عادل کے سلسلہ میں فقہاء کے اقوال کا مدار احوال زمانہ پر ہے
//	//	//	فاسق گواہ
نطق	۱۹۹	پنجم	گوئی کے حق میں اشارہ نطق کے قائم مقام ہے
//	//	//	گواہی، اقرار اور نطق
عداوت	۳۷۳	چہارم	دشمن کے خلاف شہادت
تزکیہ	۳۵۵	دوم	گواہوں کا تزکیہ
شہادت	۲۰۵	چہارم	شہادت پر شہادت
//	//	//	کن صورتوں میں شہادت واجب ہے اور کن صورتوں میں نہیں؟
//	//	//	دعویٰ اور شہادت میں مطابقت
//	//	//	شہادت میں اختلاف
//	//	//	الفاظ کا فرق
//	//	//	قول اور فعل کا فرق

شہادت کا حکم		چہارم	۲۰۵	شہادت
گواہی سے رجوع		//	//	//
گواہ کا مرتبہ و مقام اور جھوٹی گواہی		//	۲۰۷	//

اقرار سے متعلق مسائل

دعویٰ و اقرار میں		اول	۳۸۲	ابہام
تعریف		دوم	۱۹۶	اقرار
اقرار کب معتبر ہوگا؟		//	۱۹۷	//
اقرار کا اعتبار		//	//	//
اقرار میں استثناء		//	//	//
اقرار میں استثناء		//	۹۰	استثناء
مرض موت میں اقرار		//	۱۹۷	اقرار
قرابت کا اقرار		//	۱۹۸	//
طلاق کا اقرار		//	//	//
مرض وفات کا اقرار		پنجم	۸۵	مرض
وصولی دین کا اقرار		//	//	//

لقطہ اور لقیطہ — مسائل و احکام

لقطہ — لغوی معنی		چہارم	۵۹۰	لقطہ
اصطلاح فقہ میں		//	//	//
اٹھانے کا حکم		//	//	//
اٹھانے کا حکم		دوم	۲۲۶	امانت
کب امانت ہے اور کب قابل ضمان؟		چہارم	۵۹۰	لقطہ
لقطہ کا اعلان		//	//	//
مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان		//	//	//
اگر لقطہ کا مالک آجائے؟		//	//	//

لقطہ	۵۹۰	چہارم	اگر لقطہ کا مالک نہیں آئے؟
لقطہ	//	//	لقطہ — لغوی معنی
//	//	//	اصطلاح فقہ میں
//	//	//	لقطہ کو اٹھانے کا حکم
//	//	//	لقطہ کے احکام
//	//	//	مسلمان متصور ہو گیا یا کافر؟
//	//	//	لقطہ کا نفقہ
//	//	//	اگر اس پر دیت واجب ہو
//	//	//	لقطہ کا نسب
//	//	//	اگر مرد نسب کا دعویٰ کرے
//	//	//	اگر عورت مدعی ہو
//	//	//	اگر دو عورتیں مدعی ہوں

مفقود — احکام و مسائل

مفقود	۱۳۱	پنجم	مفقود سے مراد
//	//	//	مفقود کے مال کا حکم
//	//	//	مفقود کے مال سے متعلقین کا نفقہ
//	//	//	مفقود کے مال میں میراث
//	//	//	کتنی مدت کے بعد وفات کا حکم لگے گا؟
//	//	//	مفقود کی بیوی کا فسخ نکاح
//	//	//	فقہ مالکی کی تفصیلات
//	//	//	اگر مفقود نے مال نہ چھوڑا ہو؟

خنثی سے متعلق مسائل

خنثی	۳۷۷	سوم	خنثی سے مراد
//	//	//	خنثی مشکل
//	۳۷۸	//	احکام

ختمہ	سوم	۳۷۸	ختمہ
دوسرے احکام	//	//	//
صف کی ترتیب	//	//	//
کفن	//	//	//
احرام	//	//	//
ریشم اور زیورات	//	//	//
غیر محرم کے ساتھ خلوت	//	//	//
بلا محرم سفر	//	//	//

شرکت — مسائل و احکام

شرکت	چہارم	۱۸۵	شرکت
شرکت — لغوی معنی	//	//	//
اصطلاحی معنی	//	//	//
حنابلہ کی تعریف	//	//	//
شرکت کا ثبوت	//	//	//
حدیث میں شرکت کی ترغیب	//	//	//
شرکت املاک اور اس کا حکم	//	//	//
شرکت عقود اور اس کی قسمیں	//	//	//
شرکت اموال	//	//	//
شرکت اعمال	//	//	//
شرکت وجوہ	//	//	//
شرکت مفاوضہ	//	//	//
تعریف اور وجہ تسمیہ	//	//	//
شرکت عنان	//	//	//
وجہ تسمیہ	//	//	//
اصطلاحی تعریف	//	//	//

شرکت کی قسموں کی بابت، فقہاء کی رائیں	چہارم	۱۸۵	شرکت
شرکت کی عمومی شرطیں	//	//	//
شرکت اموال سے متعلق خصوصی شرطیں	//	//	//
شرکت مفاوضہ کے احکام	//	//	//
شرکت اعمال کے احکام	//	//	//
شرکت اعمال سے متعلق شرطیں	//	//	//
شرکت وجوہ، شرائط و احکام	//	//	//
شرکت عنان کے احکام	//	//	//
شرکاء کے تصرفات	//	//	//
شرکت لازمی معاملہ ہے یا غیر لازمی؟	//	//	//
کچھ ضروری احکام	//	//	//
کچھ ضروری احکام	دوم	۲۲۵	امانت

وقف سے متعلق مسائل

وقف — لغوی معنی	پنجم	۲۹۳	وقف
امام ابوحنیفہؒ کے نقطہ نظر پر وقف کی تعریف	//	//	//
صاحبین کا نقطہ نظر	//	//	//
شواہح و حنا بلہ کا مسلک	//	//	//
فقہاء مالکیہ کی رائے	//	//	//
وقف، اسلام کے امتیازات میں	//	//	//
اسلام میں وقف کی فضیلت	//	//	//
صحابہؓ کے اندر وقف کا ذوق	//	//	//
صفت وقف	//	//	//
امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وقف جائز نہ کہ لازم	//	//	//
وقف کے لازم ہونے کی صورتیں	//	//	//
صاحبین کا موقف	//	//	//

وقف	۲۹۳	پنجم	وقف کارکن
//	//	//	وقف کے لئے الفاظ
//	//	//	کیا وقف کے لئے قبول ضروری ہے؟
//	//	//	وقف کے احکام
//	//	//	وقف صحیح ہونے کی شرطیں
//	//	//	واقف سے متعلق شرطیں
//	//	//	غیر مسلم کا وقف
//	//	//	مرض وفات میں ایک تہائی سے زیادہ کا وقف
//	//	//	وقف کی ہوئی چیز سے متعلق شرطیں
//	//	//	ہتھیار اور جانوروں کا وقف
//	//	//	شریعت کی نظر میں قابل قیمت سامان ہو
//	//	//	وقف کرنے کے وقت ملکیت
//	//	//	جاگیر کی زمین کا وقف
//	//	//	مال وقف کا تعین ضروری ہے
//	//	//	کیا وقف کی جائداد کا منقسم اور غیر مشترک ہونا ضروری ہے؟
//	//	//	شواہح کا نقطہ نظر
//	//	//	مالکیہ کی رائے
//	//	//	حنابلہ کی رائے
//	//	//	روپے پیسے کا وقف
//	//	//	مساجد میں وقف کے قرآن
//	//	//	کن مقاصد پر وقف درست ہے؟
//	//	//	مصیبت کے کاموں پر وقف درست نہیں
//	//	//	کیا مصرف وقف کا دائمی ہونا ضروری ہے؟
//	//	//	تعمیر وقف سے متعلق شرطیں
//	//	//	وقف کسی شرط کے ساتھ مشروط نہ ہو

وقف	۲۹۳	پنجم	ہمیشہ کے لئے ہو
//	//	//	فی الفور لازم کئے جانے کا معنی ہو
//	//	//	مقصد وقف کو متاثر کرنے والی شرط نہ ہو
//	//	//	وقف مسجد کے ساتھ شرطیں
//	//	//	واقف کی ملکیت کب ختم ہوگی؟
//	//	//	مسجد، عید گاہ اور جنازہ کا حکم
//	//	//	مساجد اور دوسرے اوقاف کے درمیان فرق
//	//	//	وقف کرنے والے کی شرطوں کی اہمیت
//	//	//	سات مسائل جن میں شرط واقف کا اعتبار نہیں
//	//	//	جن شرطوں کی رعایت واجب ہے
//	//	//	غیر مسلم پر وقف
//	//	//	اگر وقف کا مصرف ختم ہو جائے؟
//	//	//	وقف کا استبدال
//	//	//	اگر واقف نے متولی کے لئے حق تبادلہ کی شرط لگائی ہو؟
//	//	//	وقف ناقابل انقاع ہو
//	//	//	زیادہ نفع کے لئے وقف کا استبدال
//	//	//	استبدال وقف کی شرائط
//	//	//	دوسرے مکاتب فقہ کا نقطہ نظر
//	//	//	تولیت کا حق
//	//	//	اپنے لئے حق تولیت
//	//	//	دوسروں کے لئے حق تولیت
//	//	//	یکے بعد دیگرے متولیان کا تقرر
//	//	//	اگر واقف متولی مقرر نہ کرے
//	//	//	متولی ہونے کی شرائط
//	//	//	متولی کن اوصاف کا حامل ہو؟

وقف	۲۹۳	پنجم	حق تولیت میں واقف کے منشاء کی اہمیت
//	//	//	اگر متولی کا نا اہل ہونا ثابت ہو جائے؟
//	//	//	متولی کو معزول کرنے کا حق
//	//	//	متولی استعفاء دے دے
//	//	//	متولی دماغی توازن کھودے
//	//	//	متولی کے فرائض و اختیارات
//	//	//	وقف کی جائداد کو کرایہ پر دینا
//	//	//	وقف کی جائداد پر قرض حاصل کرنا
//	//	//	اگر منتظم وقف کم کرایہ مقرر کرے؟
//	//	//	وقف کی جائداد کو کرایہ پر دینا
//	//	//	وقف کی اراضی کی بیانی کا حکم
//	//	//	وقف کی زمین غصب کر لی جائے
//	//	//	وقف کی آمدنی سے کوئی جائداد حاصل کی جائے
//	//	//	متولی کی اجرت
//	//	//	واقف زیادہ اجرت متعین کر دے
//	//	//	کارکن کا اضافہ
//	//	//	انتظام وقف کے لئے ملازم کا تقرر
//	//	//	مصالح مسجد کے اوقاف
//	//	//	غیر آباد جائداد کا حکم
//	//	//	قبرستان کے اوقاف
//	//	//	اولاد پر وقف
//	//	//	واحد کا صیغہ
//	//	//	تین پشت کی صراحت کر دے
//	//	//	”بنین“ کا لفظ استعمال کرے
//	//	//	لڑکیوں پر وقف

نسل پر وقف			
عقب کا لفظ			
آل جنس اور اہل بیت			
وقف کا ایک مسئلہ			
آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۲۳۸	اول	آل
عربی لغت میں آل کے معنی			
اہل قرابت اور ذی رحم پر وقف			
وقف میں فقراء کی قید	۲۹۳	پنجم	وقف
وقف میں مصالح کی قید			
وقف ثابت کرنے کا طریقہ			
نسل پر وقف			
کیا لڑکیوں کی اولاد نسل میں داخل ہے؟	۱۹۳		نسل

مسجد — آداب و احکام

مسجد شرعی کب بنے گی؟			
امام ابو یوسفؒ کی رائے	۸۹		مسجد
طرفین کا نقطہ نظر			
متاخرین کی رائے			
مسجد ہونے کے لئے عمارت ضروری نہیں			
تحت العری سے آسمان تک مسجد			
اگر تعمیر کے وقت میں نخلی منزل میں مسجد کی نیت نہ تھی			
بعد میں مسجد سے استثناء کی نیت معتبر نہیں			
مساجد کی کھلی ہوئی جگہ پر دکان وغیرہ کی تعمیر			
مکتب اور بیت الخلاء مسجد کے حکم میں نہیں			
تعمیر مسجد میں حلال پیسے ہی استعمال ہوں			
اگر حرام پیسے سے مسجد تعمیر کی؟			

مَسْجِد	۸۹	پنجم	
			تعمیر میں غیر مسلم بھائیوں کا تعاون
"	"	"	ہندوؤں کا تعاون
"	"	"	غصب کی زمین پر مسجد کی تعمیر
"	"	"	قبرستان میں مسجد کی تعمیر و توسیع
"	"	"	مساجد کی تزئین و آرائش
"	"	"	آرائش میں غلو
"	"	"	زمانہ و حالات کی رعایت
"	"	"	دیواروں پر نقش و نگار
"	"	"	مساجد کو کسی کے نام سے موسوم کرنا
"	"	"	مسجد میں داخل ہونے کے آداب
"	"	"	مسجد کے آداب
"	"	"	تحیۃ المسجد
"	"	"	مسجد میں وضوء، استنجاء وغیرہ
"	"	"	مسجد کی دیوار وغیرہ سے مٹی پونچھنا
"	"	"	مسجد میں تھوکنے
"	"	"	حالت جنابت میں مسجد داخل ہونا
"	"	"	بدبودار چیز کھا کر مسجد آنا
"	"	"	کوڑھی اور جس کے زخم سے بو آتی ہو
"	"	"	سگریٹ، بیڑی پینے کے بعد
"	"	"	بے شعور بچوں کی مسجد میں آمد
"	"	"	مسجد میں خرید و فروخت، شعر گوئی اور گفتگو
"	"	"	مسجد میں سونا
"	"	"	مسجد میں اخراج ریح
"	"	"	کسی مسلمان کو مسجد سے روکنا درست نہیں
"	"	"	مسجد میں جگہ کی تخصیص

مسجد میں تعلیم	۸۹	پنجم	
تعلیم کے لئے مسجد کی آشیانہ کا استعمال	//	//	
مسجد میں چراغاں	//	//	
متفرق احکام	//	//	
مقدمات کا فیصلہ	//	//	
سزاؤں کا اجراء	//	//	
غیر مسلموں کا داخلہ	//	//	
درس و تذکیر	//	//	
ذکر بہ آواز بلند	//	//	
بھیک مانگنا	//	//	
دینی اغراض کے لئے امانت کی اپیل	//	//	
گھر کی مسجد	//	//	
افضل مسجد	//	//	

عقد — احکام و مسائل

لغوی معنی	۳۹۹	چہارم	
اصطلاح فقہ میں	//	//	
عقد اور التزام کا فرق	//	//	
ایجاب و قبول کے سلسلہ میں حنفیہ اور دوسرے فقہاء کی اصطلاح	//	//	
ارکان	//	//	
عائدین	//	//	
عقد کا محل	//	//	
محل عقد سے متعلق شرطیں	//	//	
تعبیر	//	//	
واضح ہونا	//	//	
ایجاب و قبول میں موافقت	//	//	

عقد	۴۰۱	چہارم	عقد جزم
//	//	//	ایجاب و قبول کے ذرائع
//	//	//	تحریر
//	//	//	اشارہ
//	//	//	فعل کے ذریعہ
//	۴۰۲	//	سکوت
//	//	//	عقد کا حکم
//	//	//	عقد کی اقسام
//	//	//	عقد صحیح
//	//	//	عقد غیر صحیح
//	//	//	باطل
//	//	//	عقد باطل کا حکم
//	//	//	عقد فاسد
//	۴۰۳	//	عقد فاسد کا حکم
//	//	//	عقد مکروہ
//	//	//	نافذ
//	//	//	موقوف
//	//	//	لازم
//	۴۰۳	//	غیر لازم
//	//	//	عقد مسمی
//	۴۰۴	//	اثرات و نتائج کے اعتبار سے عقد کی قسمیں
//	//	//	تملیکات
//	//	//	استقاطات
//	//	//	اطلاقات
//	//	//	تقیدات

توثیقات		چہارم	۲۰۲	عقد
شرکات		//	//	//
حفظ		//	//	//
عقد کا نتیجہ کب مرتب ہوگا؟		//	//	//
عقد منجز		//	//	//
عقد مضاف		//	//	//
جو معاملات مستقبل کی طرف منسوب کر کے منعقد نہیں ہوتے		//	//	//
جو عقدوں دونوں طرح منعقد ہوتے ہیں		//	//	//
جو عقد مستقبل ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں		//	//	//
عقد عینی		//	//	//
عقد غیر عینی		//	//	//
عقد غیر مسکنی		//	۲۰۳	//

خرید و فروخت سے متعلق مسائل

جگہ کی تبدیلی سے مجلس کی تبدیلی		پنجم	۶۳	مجلس
کام کی تبدیلی سے مجلس کی تبدیلی		//	//	//
اعراض و گریز سے بھی مجلس کی تبدیلی		//	//	//
لغت میں		چہارم	۲۳۰	غرر
اصطلاحی تعریف		//	//	//
غرر اور غرور کا فرق		//	//	//
غرر اور جہالت میں فرق		//	//	//
غرر اور قمار		//	//	//
تجارتی معاملات میں غرر کا اثر		//	//	//
دوسرے معاملات میں غرر		//	//	//
غرر کب اثر انداز ہوتا ہے؟		//	//	//
فاسد سے مراد		//	//	//

عبادات میں فاسد و باطل کا فرق نہیں	چہارم	۴۳۰	غرر
معاملات میں فاسد و باطل کا فرق	//	//	//
خبر و انشاء کا فرق	دوم	۴۸	اخبار
فقہی اصطلاح میں	//	۵۷	اختیار
باطل و فاسد کا فرق	//	۲۷۹	باطل
اصطلاح میں	//	۲۳۵	انشاء
انشاء کے لئے صیغہ	//	//	//
تعیین کی مختلف صورتیں	//	۴۸۱	تعیین
معاملات کی دو صورتیں	پنجم	۱۲۷	معاوضہ
شارع عام کا حکم	//	۸۱	مرور
مملوک راستہ	//	//	//
سرکاری نالی سے پانی کا اخراج	//	۱۰۰	میل
دوسرے کی زمین سے پانی کا گزارنا	//	//	//
تجارت کے آداب	دوم	۴۱۷	تجارت
تجارت میں جھوٹی قسم	//	//	//
عیب پوشی	//	۴۱۸	//
نجش کے معنی	پنجم	۱۷۷	نجش
نجش کی ممانعت	//	//	//
مساومہ	//	۸۶	مساومہ
لغوی معنی	//	//	//
اصطلاحی تعریف	//	//	//
مساومہ، مراحمہ، تولیہ اور وضعیہ کا فرق	//	//	//
منابدہ۔۔۔ بیع کی ایک خاص صورت	//	۱۴۲	منابدہ
دین کا اول بدل	//	۱۳۷	مقاصہ
سامان سے سامان کی فروخت	//	//	مقایضہ

وضیہ	۲۸۷	پنجم	وضیہ (قیمت خرید سے کم میں فروخت کرنا)
بیع	۳۵۰	دوم	خرید و فروخت کے احکام میں چند بنیادی اصول
//	//	//	دھوکہ نہ ہو
//	۳۵۱	//	معصیت میں تعاون نہ ہو
//	//	//	غرر سے محفوظ ہو
//	//	//	نزاع کا اندیشہ نہ ہو
//	۳۵۲	//	دیکھنے کا موقع دیا جائے
//	//	//	تقاضہ بیع کے خلاف شرط نہ ہو
//	//	//	بیع کی تعریف
//	۳۵۳	//	بیع کے ارکان
//	//	//	شرائط انعقاد
//	۳۵۴	//	شرائط نفاذ
//	۳۵۵	//	شرائط صحت
//	//	//	شرائط لزوم
//	//	//	حکم
//	//	//	بیع نافذ، لازم اور غیر لازم
//	۳۵۶	//	بیع موقوف
وصف	۲۶۸	پنجم	اصطلاحی تعریف
//	//	//	قیمت اصل کے مقابلہ ہوگی یا وصف کے؟
مجہول	۶۵	//	معاملہ میں عوض کا مجہول ہونا
میہ	۱۵۳	//	مردار کی خرید و فروخت
مال	۵۲	//	اعیان مال ہیں
//	//	//	کیا منافع اور مالی حقوق مال ہیں؟
//	//	//	یہ مسئلہ عرف پر مبنی ہے
//	//	//	موجودہ عرف کا تقاضا

معدوم سے مراد		پنجم	۱۲۹	معدوم
معدوم شی کی بیع		//	//	//
قیمت اصل کے مقابلہ ہوگی یا وصف کے؟		//	//	//
فروخت کی جانے والی چیز		//	//	//
اگر ایک طرف ثمن ہو اور دوسری طرف سامان		//	۵۷	بیع
اگر ایک طرف سے مثلی شی ہو اور دوسری طرف سے قہمی		//	//	//
اگر دونوں طرف سے ایک ہی طرح کی چیز ہو؟		//	//	//
شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت		//	۵۹	موقوف
بیع باطل کے ضمن میں		//	//	//
مثلی اور قہمی کا فرق		//	۶۰	مثلی
قہمی کب مثلی کے حکم میں ہو جاتی ہے؟		//	//	//
مثلی اشیاء کے احکام		//	//	//
مال منقول و غیر منقول		//	۱۳۳	منقول
ثمن (ثمن، قیمت اور دین)		سوم	۵۵	ثمن
بیع اور ثمن میں تمیز		//	۵۶	//
مثلی اشیاء		//	//	//
ثمن اور بیع کے درمیان احکام میں فرق		//	//	//
نوٹ اور سکے		//	۵۷	//
نوٹ کی شرعی حیثیت		//	//	//
دواہم فقہی قواعد		//	۵۸	//
اہم سوالات		//	//	//
نوٹ ثمن ہیں یا سند؟		//	//	//
نوٹ مثلی ہیں یا قہمی؟		//	۶۰	//
مثلی اشیاء میں قدر کا لحاظ		//	۶۱	//
مثلی اشیاء میں عیب کی تلافی		//	۶۲	//

بعض فقہی عبارتوں سے شبہ	سوم	۶۲	ثمن
رباء کا شبہ	//	۶۳	//
نوٹوں کی قدر کے لئے معیار	//	//	//
خلقی و اصطلاحی ثمن کے احکام میں فرق	//	//	//
کچھ اور احکام	//	۶۵	//
قیمت اور ثمن میں فرق	چہارم	۵۲۸	قیمت
قیمت	//	//	//
مدت سے مربوط بیع کی دو قسمیں	اول	۵۲۶	اجل
لغوی معنی	چہارم	۳۶۶	قبض
اصطلاحی معنی	//	//	//
عرف و رواج کے لحاظ سے قبضہ کی مختلف صورتیں	//	//	//
اشیاء کی نوعیت کے اعتبار سے قبضہ کی مختلف صورتیں	//	//	//
قبضہ سے پہلے تصرف	//	//	//
خفیہ کا نقطہ نظر	//	//	//
شواہح کا نقطہ نظر	//	//	//
مالکیہ کی رائے	//	//	//
حنابلہ کا نقطہ نظر	//	//	//
موجودہ حالات میں	//	//	//
فضولی کے ذریعہ خرید و فروخت	چہارم	۳۵۳	فضولی
تحریر کے ذریعہ خرید و فروخت	//	۵۵۱	کتابت
غیر منقولہ اشیاء	//	۳۹۹	عقار
غیر منقولہ اشیاء کی خرید و فروخت	//	//	//
تفریق صفحہ کا حکم	//	۲۲۲	صفق
بیع میں استثناء	دوم	۹۰	استثناء
خیار کے ضمن میں	سوم	۲۹۰	خیار

خيار مجلس	سوم	۲۹۰	خيار
خيار کی اور قسمیں	//	//	//
بیوع فاسدہ			
نا جائز بیع کی صورتیں	دوم	۳۵۶	بیع
بیع مکروہ	//	//	//
بیع باطل و فاسد	//	//	//
باعتبار قیمت بیع کی قسمیں	//	۳۵۷	//
باعتبار بیع بیع کی قسمیں	//	//	//
باعتبار مدت بیع کی قسمیں	//	۳۵۸	//
بیع غرر	//	//	//
بیع جبل الحبلہ	//	//	//
بیع ملامہ	//	۳۵۹	//
بیع منابذہ	//	//	//
بیع حصاة	//	//	//
بیع المضامین والملائح	//	۳۶۰	//
مزابنہ اور محاقلہ	//	//	//
مزابنہ کے لغوی معنی	پنجم	۸۱	مزابنہ
مزابنہ حرام ہے	//	//	//
حرام ہونے کی وجوہ	//	//	//
بیع حاضر للباوی	دوم	۳۶۰	بیع
تلقی جلب	//	۳۶۱	//
نجش	//	۳۶۲	//
نیلام	//	//	//
بیعانہ	//	//	//
بیعانہ کا حکم	چہارم	۳۸۱	عربان

بیع عربیہ		دوم	۳۶۳	بیع
بیع سنین و معاومہ		//	//	//
قرض پر نفع حاصل کرنے کا حیلہ		//	//	//
خرید و فروخت میں تنافس		//	۳۶۴	//
بیع بالتعاطی		//	۳۶۶	//
زبان بولے بغیر خرید و فروخت		//	۳۷۵	تعاطی
بیع جا مکیہ		//	۳۶۶	بیع
بیع الوفاء		//	//	//
تالاب میں مچھلی کی بیع		//	۳۶۷	//
حدیث نبوی کی روشنی میں		//	//	//
فقہاء کی رائیں		//	۳۶۸	//
حنفیہ کا نقطہ نظر		//	//	//
سرکاری تالاب کا اجارہ		//	۳۶۹	//
یہ معاملہ باطل ہے یا فاسد؟		//	۳۷۰	//
شخصی تالاب کی مچھلیوں کی خرید و فروخت		//	۳۷۱	//
حوض یا تالاب میں از خود مچھلیاں آجائیں		//	//	//
نوٹوں پر پٹہ لینا		//	۳۷۲	//
فرضی بیع		//	//	//
قبضہ سے پہلے بیع کا مسئلہ		//	//	//
احادیث نبوی کی روشنی میں		//	//	//
شواہح کا نقطہ نظر		//	//	//
مالکیہ کا نقطہ نظر		//	۳۷۳	//
حنابلہ کا نقطہ نظر		//	//	//
حنفیہ کی رائے اور ان کی دلیل		//	//	//
حنفی نقطہ نظر کی تفصیل		//	۳۷۵	//

بیع	۳۷۶	دوم	قبضہ سے مراد
//	//	//	فقہاء کے یہاں مذکورہ قبضہ کی مختلف صورتیں
//	۳۷۸	//	قبضہ سے پہلے بیع کی ممانعت کی اصل علت
//	۲۸۰	//	خلاصہ بحث
//	//	//	خرید و فروخت میں شرط
ضم	۲۸۳	چہارم	بت کی خرید و فروخت
خنزیر	۳۷۸	سوم	سور کی خرید و فروخت
ہوام	۳۳۹	پنجم	ہوام کی خرید و فروخت
قرد	۲۸۵	چہارم	بندر کی خرید و فروخت
مصراة	۱۱۶	پنجم	مصراة
//	//	//	مصراة کے لغوی معنی
//	//	//	دھوکہ دینے کے لئے دودھ روکے ہوئے جانور کا حکم
لبن	۵۷۹	چہارم	دھوکہ دینے کے لئے دودھ روکے ہوئے جانور کا حکم
//	//	//	مصراة کی بیع
مصراة	۱۱۶	//	حنفیہ کا نقطہ نظر
بیع	۳۶۵	دوم	بیع مصراة
جاکیہ	۷۳	سوم	وظیفہ کی بیع
غائص	۲۲۷	چہارم	غوطہ میں ملنے والے سامان کی فروخت
صوف	۲۸۳	//	اون کی خرید و فروخت
لبن	۵۷۹	چہارم	انسانی دودھ کی خرید و فروخت
ثمر	۲۳	سوم	درخت کی بیع میں پھل داخل نہ ہوگا
//	//	//	باغات اور پھلوں کی خرید و فروخت
//	//	//	پھلوں کی خرید و فروخت کی صورتیں
//	۲۵	//	بدو صلاح سے مراد
//	//	//	پہلی صورت

دوسری صورت	سوم	۴۵	شر
تیسری صورت	//	۴۶	//
چوتھی صورت	//	۴۹	//
جو شرطیں مروج ہو جائیں	//	۵۰	//
پھلوں کی بیج میں مروج استثناء	//	۵۲	//
نزاع کے اندیشہ کی وجہ سے عقد فاسد ہوگا	//	۵۳	//
خلاصہ بحث	//	//	//
بدوصلاح سے مراد	دوم	۳۱۲	بدوصلاح
عرایا	چہارم	۳۸۰	عرایا
عربیہ سے مراد اور اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف	//	//	//
شواہح اور حنا بلہ کا نقطہ نظر	//	//	//
حقیقہ کی رائے	//	//	//
مالکیہ کی رائے	//	//	//
خرید کئے ہوئے سامان پر آفت	//	۳۷۰	عاہتہ
کئی سالوں کے لئے درخت اور باغ کو فروخت کرنا	پنجم	۱۲۷	معاومہ
درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیج	دوم	۳۷۲	بیج
معدوم سے مراد	پنجم	۱۲۹	معدوم
معدوم شی کی بیج	//	//	//
معدوم سے مراد	//	//	//
معدوم شی کی بیج	//	//	//

شرب سے متعلق مسائل

شرب — لغوی اور اصطلاحی معنی	چہارم	۱۸۲	شرب
شرب اور شفعہ کا فرق	//	//	//
پانی کی چار صورتیں	//	//	//
برتن میں محفوظ پانی	//	//	//

شرب	۱۸۲	چہارم	شخصی حوض اور کنویں کا پانی
//	//	//	ندی اور دریا کا پانی
//	//	//	حق شرب کی خرید و فروخت
//	//	//	علماء بلخ کی رائے
حق	۲۷۹	سوم	حقوق کی خرید و فروخت کی مروجہ صورتیں
//	//	//	حق تالیف ایجاد و حق طباعت
//	۲۸۳	//	رجسٹرڈ ناموں اور نشانات کی بیع
//	۲۸۳	//	فضا کی بیع
//	//	//	خلاصہ بحث
بیع مکروہ			
اہل	۵۷۱	اول	جلالہ
//		//	بدبودار اونٹ
احکار	۳۹	دوم	احکار سے مراد
//	//	//	کن چیزوں میں احکار سے ممانعت ہے؟
//	//	//	احکار کی مذمت
//	//	//	قانونی چارہ جوئی
//	۴۰	//	ضروری اشیاء کی فراہمی
تلقی	۵۳۵	//	تلقی جلب سے مراد
//	//	//	تلقی جلب کا حکم
تباحش	۵۳۳	//	تباحش (بولی لگانا)
عنب	۴۱۷	چہارم	شراب بنانے والے سے انگور کی فروخت
عنب	۴۲۹	//	عنب لیسیر سے مراد
//	//	//	معاملہ پر عنب فاحش کا اثر
//	//	//	اگر وکیل عنب فاحش کے ساتھ کوئی چیز خرید کرے؟
تولید اور مرابحہ سے متعلق احکام			
تولید	۵۴۶	دوم	تولید (خریدی ہوئی قیمت پر فروخت کرنا)

مراجہ	۷۲	پنجم	لغوی معنی
اصطلاحی تعریف	//	//	
مراجہ، تولیہ اور مساومہ میں فرق	//	//	
مراجہ سابق معاملہ سے مربوط	//	//	
اگر سلائی وغیرہ کی وجہ سے قیمت سے زیادہ پڑ جائے	//	//	
درست ہونے کی شرط	//	//	
اگر بیچنے والے نے دھوکہ دیا	//	//	
نقد اور ادھار قیمت میں فرق	//	//	
بیع یا وعدہ میں	//	//	

خیار — اقسام و احکام

خیار	۳۸۱	سوم	خیار — لغوی و اصطلاحی معنی
//	۳۸۲	//	خیار شرط
//	//	//	متفرق ضروری احکام
//	۳۸۳	//	فروخت کردہ سامان کی ملکیت
//	//	//	کن معاملات میں خیار شرط ہے؟
//	۳۸۹	//	خیار نقد
//	۳۸۴	//	خیار رویت
//	//	//	متفرق اور ضروری احکام
//	۳۸۵	//	سامان کا نمونہ دیکھنا
//	۳۸۶	//	ناہینا کی خرید و فروخت
//	//	//	تجارت میں عیب پوشی کی ممانعت
//	۳۸۷	//	عیب سے مراد
//	//	//	خیار عیب کے لئے شرطیں

خیار	۳۸۸	سوم	خیار عیب کے حق کا استعمال کس طرح کیا جائے؟
//	//	//	مدت
//	//	//	جن صورتوں میں عیب دار سامان واپس نہیں کیا جاسکتا
//	۳۸۹	//	خیار عیب کا حکم
عیب	۴۱۹	چہارم	عیب کی تعریف
//	//	//	عیب فاحش اور عیب لیسیر
ابراء	۴۶۹	اول	عیب سے برأت
بجر	۴۸۶	دوم	غلام اور باندی میں عیب
خیار	۴۸۴	سوم	خیار تعیین اور اس کے احکام
اقالہ — احکام و مسائل			
اقالہ	۱۹۳	//	اقالہ — لغوی و اصطلاحی معنی
//	//	//	اقالہ کی شرطیں
//	۱۹۴	//	اقالہ کی حیثیت
سلم سے متعلق مسائل			
سلم	۱۷۱	چہارم	سلم
//	//	//	تعریف
//	//	//	مشروعیت
//	//	//	سلم کے ارکان
//	//	//	ایجاب و قبول کے الفاظ
//	//	//	سلم کے متعلقات
//	//	//	معاملہ سے متعلق شرط
//	//	//	کن چیزوں میں سلم جائز ہے؟
//	//	//	ایک اہم شرط
//	//	//	جانور، گوشت اور روٹی میں سلم
لحم	۵۸۱	چہارم	گوشت ادھار ہو

سلم کے احکام و آثار		چہارم	۱۷۱	سلم
قیمت سے متعلق شرطیں		//	//	//
سامان سے متعلق شرطیں		//	//	//

قرض — احکام و مسائل

قرض — لغوی معنی		//	۳۸۶	قرض
فقہ کی اصطلاح میں		//	//	//
ثبوت		//	//	//
قرض دینے کا حکم		//	//	//
قرض، صدقہ سے بھی افضل		//	//	//
جب قرض دینا درست نہیں		//	//	//
قرض لینے کا حکم		//	//	//
قرض دہندہ اور مقروض، شرعی ہدایات		//	//	//
ارکان قرض		//	//	//
قرض دینے کی اہلیت		//	//	//
قابل قرض مال		//	//	//
مشئی چیزوں میں		//	//	//
قیمتی چیزوں میں قرض جائز نہیں		//	//	//
مالکیہ اور حنابلہ کا نقطہ نظر		//	//	//
شوافع کا نقطہ نظر		//	//	//
منفعت کا قرض		//	//	//
معاملہ قرض جائز ہے یا لازم؟		//	//	//
قرض لینے والے کے حق میں		//	//	//
قرض دہندہ کے حق میں		//	//	//
اداء قرض کی صورت		//	//	//
قیمت کے ذریعہ قرض کی واپسی		//	//	//

قرض	۴۸۶	چہارم	مالکیہ اور شوافع کی رائے
"	"	"	حتابلہ کی رائے
"	"	"	مقروض اضافہ کے ساتھ ادا کرے
"	"	"	اداء قرض کی جگہ
"	"	"	حقیقہ کا نقطہ نظر
"	"	"	شوافع کی رائے
"	"	"	مالکیہ کی رائے
"	"	"	حتابلہ کا نقطہ نظر
"	"	"	امام ابو یوسف کی رائے
"	"	"	قرض کی ادائیگی کب واجب ہوگی؟
"	"	"	ائمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر
"	"	"	مالکیہ کی رائے
"	"	"	وثیقہ قرض
"	"	"	دستاویز
"	"	"	کفیل
"	"	"	رہن
"	"	"	قرض پر نفع حاصل کرنا
"	"	"	قرض پر بالواسطہ نفع
"	"	"	مقروض کا تحفہ
"	"	"	متفرق ضروری مسائل
"	"	"	کاغذ کا قرض کے طور پر لین دین
"	"	"	گوشت کا لین دین
"	"	"	قرض میں قبضہ سے پہلے تصرف
"	"	"	محل قرض کو عاریت پر لینا
"	"	"	قرض پر قبضہ کے لئے وکیل بنانا

قرض کے ساتھ شرط فاسد		چہارم	۲۸۶	قرض
نال مٹول کی ممانعت		پنجم	۱۲۳	مطل
لفظ سفیجہ کی تحقیق		چہارم	۱۵۳	سفیجہ
اصطلاحی معنی		//	//	//
ممانعت کی وجہ		//	//	//
حکم		//	//	//
فقہاء کے نقاط نظر		//	//	//
آثار صحابہ		//	//	//
ابن قدامہ کا بیان		//	//	//
سفری ڈرافٹ کا حکم		//	//	//
دین — لغوی معنی		سوم	۲۲۳	دین
اصطلاحی معنی		//	//	//
دین اور قرض میں فرق		//	۲۲۵	//
دین واجب ہونے کے اسباب		//	//	//
دین پر وثیقہ اور ثبوت کی صورتیں		//	۲۲۶	//
دستاویز کی شرعی حیثیت		//	//	//
دین پر قبضہ سے پہلے تصرف		//	//	//
مدیون کو دین کا مالک بنانا		//	۲۲۷	//
فقہاء کا اختلاف		//	//	//
غیر مدیون کو دین کا مالک بنانا		//	//	//
دین کی دین سے بچ		//	//	//
دین ادا نہ کرنے والوں کے ساتھ سلوک		//	۲۲۸	//
مدیون مفلس کا حکم		//	//	//
دین کی اور ایک اصطلاح		//	//	//
دین کے خصوصی احکام		//	۲۲۹	//

ظفر بالحق	۳۵۶	چہارم	اگر بیعہ اپنی چیز ہاتھ آجائے؟
//	//	//	اگر اس کی جنس ہاتھ آئے؟
//	//	//	خلاف جنس مال کا حکم
//	//	//	موجودہ حالات میں علامہ شامی کی رائے

بیعہ صرف سے متعلق مسائل

صرف	۲۲۳	چہارم	صرف — لغوی معنی
//	//	//	اصطلاحی معنی
//	//	//	درست ہونے کی شرطیں
//	//	//	مجلس میں قبضہ
//	//	//	مقدار میں برابری
//	//	//	خیار شرط نہ ہونا چاہئے
//	//	//	فریقین کی طرف سے عوض کی حوالگی میں مہلت لینے اور دینے کا حکم
//	//	//	کرنسی کا کرنسی اور سونا چاندی سے تبادلہ
//	//	//	کرنسی کا سونے چاندی سے تبادلہ
//	//	//	ایک ملک کی کرنسی دوسرے ملک کی کرنسی کے بدلہ
//	//	//	بینکوں کے ذریعہ رقم کی منتقلی
فلس	۳۵۷	//	سکوں کا حکم
//	//	//	سونے چاندی کے سکے اور دوسرے سکوں کا حکم

ربو سے متعلق مسائل

ربا	۳۶۵	سوم	ربو — لغوی معنی
//	//	//	اصطلاح شرع میں
//	//	//	سود کی حرمت
//	//	//	اجماع
//	//	//	آیات
//	۳۶۶	//	احادیث

صحابہ کی احتیاط	۳۶۷	سوم	ربا
سود کی علت	۳۶۸	//	//
جنس سے مراد	//	//	//
قدر سے مراد	//	//	//
ربا تقاضل	//	//	//
ربانیہ	//	//	//
حنفیہ کا نقطہ نظر	//	//	//
جنس اور قدر ہی علت کیوں؟	//	//	//
حنابلہ کا نقطہ نظر	۳۶۹	//	//
شواہع کا مسلک	//	//	//
مالکیہ کا مسلک	//	//	//
مالکیہ کی دلیل	//	//	//
راج قول	//	//	//
تجارتی سود	۳۷۰	//	//
دارالحرب میں سود	۳۷۱	//	//
روپیہ اور پیسہ کی آپس میں خرید و فروخت	//	//	//
ایک شبہ اور اس کا جواب	//	//	//
عمدہ اور معمولی کا فرق نہیں	//	//	//
رہن سے استفادہ	//	//	//
اموال ربویہ کی اندازہ سے خرید و فروخت	۳۷۲	//	//
اگر نفع ہی متعین ہو؟	//	//	//
جانور کے گوشت کے بدلہ خرید و فروخت	۵۸۱	پنجم	لحم
مختلف جانوروں کا گوشت ایک دوسرے کے بدلہ	//	//	//
اس لفظ کا ماخذ	۳۲۵	چہارم	عینہ
عینہ سے مراد اور اس کی ممانعت	//	//	//

عینہ کی ایک اور اصطلاح	چہارم	۳۲۵	عینہ
علامہ شامی کے یہاں عینہ کی دو اور تعریفیں	//	//	//
علامہ درودیر کی رائے	//	//	//
عینہ کا حکم	//	//	//
اختلاف رائے، اختلاف تعبیر کی بناء پر	//	//	//
آج کل کے بعض نام نہاد غیر سودی ادارے	//	//	//
لغوی واصطلاحی معنی	پنجم	۲۱۹	نقد
کرنسی کب متعین ہوتی ہے اور کب نہیں؟	//	//	//
راقم الحروف کی رائے	//	//	//
حربی کی جان و مال کا حکم	//	۱۳۰	معصوم
دو طرفہ ادھار کی ممانعت	چہارم	۵۳۹	کالی

انشورنس کے مسائل

انشورنس کا مسئلہ	دوم	۳۹۳	تائین
انشورنس کی مختلف صورتیں	//	۳۹۳	//
باہمی تعاون پر مبنی انشورنس	//	//	//
کمرشیل انشورنس	//	۳۹۵	//
سرکاری انشورنس	//	//	//
تعاون پر مبنی انشورنس کا حکم	//	۳۹۶	//
سرکاری انشورنس کا حکم	//	//	//
تجارتی انشورنس کے متعلق علماء کی رائیں	//	//	//
مجوزین کے دلائل	//	۳۹۷	//
ان دلائل پر ایک نظر	//	۳۹۸	//
ناجائز قرار دینے والوں کی دلیلیں	//	۴۰۱	//
ان دلائل پر ایک نظر	//	۴۰۲	//
حادثات کا انشورنس ہندوستان کے موجودہ حالات میں	//	۴۰۳	//

خلاصہ بحث	دوم	۳۰۶	تائین
قمار کے لغوی و اصطلاحی معنی	چہارم	۵۲۳	قمار
حرمت قمار کی بابت قرآن مجید کی تاکید	//	//	//
قمار احادیث میں	//	//	//
زمانہ جاہلیت میں قمار کی مروجہ صورتیں	//	//	//

وکالت — مسائل و احکام

وکالت — لغوی معنی	پنجم	۳۰۹	وکالت
اصطلاح میں	//	//	//
وکالت کا ثبوت	//	//	//
قرآن مجید سے	//	//	//
سنت اور اجماع و آثار	//	//	//
ارکان	//	//	//
موکل سے متعلق شرط	//	//	//
سمجھ دار نابالغ کن تصرفات کا مالک ہے؟	//	//	//
وکیل کو وکیل بنانے کا حق	//	//	//
نابالغ کو وکیل بنانے کا حق	//	//	//
وکیل متعین ہونا چاہئے	//	//	//
اپنے وکیل بنائے جانے سے واقف ہو	//	//	//
وکیل نے بالقصد تصرف کیا ہو	//	//	//
مفوضہ کام وکیل کے دائرہ اختیار میں ہو	//	//	//
حقوق اللہ کی ادائیگی میں وکیل بنانا	//	//	//
حدود میں توکیل	//	//	//
حقوق العباد میں توکیل	//	//	//
مقدمہ میں وکالت	//	//	//
گواہی میں وکیل	//	//	//

معاملات میں وکالت	۳۰۹	پنجم	وکالت
وکالت عامہ اور اس کا حکم	//	//	//
وکالت خاصہ اور اس کا حکم	//	//	//
معمولی اور غیر معمولی ابہام سے مراد اور ان کا حکم	//	//	//
وکیل کے اختیارات	//	//	//
کن مقدمات میں وکیل بنایا جاسکتا ہے؟	//	//	//
کیا مالی مقدمہ کا وکیل مال پر قبضہ بھی کر سکتا ہے؟	//	//	//
کیا وصولی دین کا وکیل ثبوت دین کے مقدمہ میں فریق بن سکتا ہے؟	//	//	//
قبضہ کا وکیل دوسرے کو وکیل بنائے	//	//	//
قید کے ساتھ توکیل	//	//	//
مطلق وکیل بنانا	//	//	//
وکیل کا بہت کم قیمت میں فروخت کرنا	//	//	//
وکیل کا بہت زیادہ قیمت میں فروخت کرنا	//	//	//
سامان کے کچھ حصہ کو فروخت کر لے	//	//	//
مطلوبہ سامان کے کچھ حصہ کی خریداری	//	//	//
خرید و فروخت میں وکیل کے اختیارات	//	//	//
وکیل دوسرے کو فروخت کرنے کا وکیل بنا دے	//	//	//
وکیل اپنے آپ یا قریبی رشتہ داروں سے فروخت کرے	//	//	//
ایک ہی کام کے لئے ایک سے زیادہ وکیل	//	//	//
حقوق وکیل سے متعلق ہوں گے یا موکل سے؟	//	//	//
جو حقوق و تصرفات وکیل سے متعلق ہیں	//	//	//
جو حقوق موکل سے متعلق ہیں	//	//	//
جن صورتوں میں وکالت ختم ہو جاتی ہے	//	//	//
وکالت عقد لازم نہیں	//	//	//
وکیل کی معزولی	//	//	//

وکالت	۳۰۹	پنجم	اگر وکیل کو جنون ہو جائے؟
امانت	۲۲۵	دوم	وکیل بہ حیثیت امین
رسول	۴۷۹	سوم	رسول اور وکیل میں فرق

کفالت سے متعلق مسائل

کفالت	۵۶۰	چہارم	کفالت — لغوی معنی
//	//	//	اصطلاح فقہ میں
//	//	//	کفالت کا ثبوت
//	//	//	ارکان والفاظ
//	//	//	کفالت بالنفس (شخصی کفالت)
//	//	//	کفالت کی چار صورتیں
//	//	//	مطلق کفالت
//	//	//	مقید کفالت
//	//	//	مشروط کفالت
//	//	//	مستقبل کی طرف منسوب کفالت
//	//	//	کفیل سے متعلق شرط
//	//	//	اصل سے متعلق شرطیں
//	//	//	مکفول لہ سے متعلق شرط
//	//	//	مکفول بہ سے متعلق شرط
//	//	//	کفالت کے احکام
//	//	//	پہلا حکم
//	//	//	دوسرا حکم
//	//	//	کفالت کب ختم ہوگی؟
//	//	//	کفیل کب مکفول عنہ سے رُجوع کرے؟
//	//	//	کن چیز کے لئے رُجوع کرے گا؟
حوالہ	۳۰۰	سوم	حوالہ کی تعریف

حوالہ کا ثبوت	سوم	۳۰۰	حوالہ
ارکان و شرائط	//	//	//
ضروری احکام	//	۳۰۱	//
حوالہ کب ختم ہو جاتا ہے؟	//	۳۰۲	//
رجوع کرنے سے متعلق شرطیں	//	//	//
کس مال سے دین وصول کیا جائے گا؟	//	۳۰۳	//
حوالہ کا ایک مسئلہ	دوم	۵۴۲	توی
مضاربت			
مضاربت — لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۱۱۷	مضاربت
ثبوت	//	//	//
مضاربت کی حکمت	//	//	//
ارکان	//	//	//
درست ہونے کی شرطیں	//	//	//
عاقدين وکیل بنانے کے اہل ہوں	//	//	//
رأس المال کرنسی ہو	//	//	//
اصل سرمایہ معلوم و متعین ہو	//	//	//
سرمایہ نقد ہونہ کہ دین	//	//	//
سرمایہ مضارب کے حوالہ کرے	//	//	//
نفع میں دونوں کی شرکت ہو	//	//	//
نفع کا تناسب متعین ہونہ کہ قطعی مقدار	//	//	//
شرط لگانا	//	//	//
حکم	//	//	//
امین، پھر وکیل، پھر شریک	//	//	//
اگر معاملہ فاسد ہو جائے؟	//	//	//
مضارب سرمایہ کار کی خلاف ورزی کرے	//	//	//

مضاربت	۱۱۷	پنجم	اگر اصل سرمایہ میں بھی نقصان ہو جائے
//	//	//	مضاربت کی دو قسمیں
//	//	//	مضاربت مطلقہ میں مضاربت کے تصرفات
//	//	//	مضاربت کسی اور سے مضاربت کرے
//	//	//	جو تصرفات بلا صراحت جائز نہیں
//	//	//	جو تصرفات صراحت کے باوجود معتبر نہیں
//	//	//	مقید مضاربت
//	//	//	جگہ کی تحدید
//	//	//	اشخاص و افراد کی تعیین
//	//	//	مال کی تعیین
//	//	//	مدت کی تحدید
//	//	//	شرائط و قیود کے سلسلہ میں بنیادی اصول
//	//	//	مضاربت کے حقوق
//	//	//	سرمایہ کاری کا حق
//	//	//	مضاربت فاسد ہو جائے
//	//	//	مضاربت عقد لازم نہیں
//	//	//	مضاربت ختم ہونے کی صورتیں
اجیر	۵۲۰	اول	منافع میں شرکت
اجل	۵۲۶	//	مضاربت میں اجل
امانت	۲۲۵	//	مضاربت میں امانت کا حکم

بیٹائی سے متعلق مسائل

مزارعت	۸۳	پنجم	بیٹائی کے سلسلہ میں امام صاحب اور صاحبین کا نقطہ نظر
//	//	//	مزارعت کے ارکان
//	//	//	بیٹائی داری درست ہونے کی شرطیں
//	//	//	چھ صورتیں اور ان کا حکم

مزارعت	۸۳	پنجم	اگر بٹائی میں مقدار متعین کر دے؟
//	//	//	اگر زمین کا کوئی حصہ مقرر کر دے؟
//	//	//	بٹائی دار سے متعلق احکام
//	//	//	کھیتی کے اخراجات کی ذمہ داری
//	//	//	مدت ختم ہوگئی اور کھیتی تیار نہیں
//	//	//	فریقین میں سے ایک کا انتقال ہو جائے
//	//	//	اگر معاملہ فاسد ہو جائے؟
مساقت	۸۵	//	مشروعیت اور اس میں فقہاء کا اختلاف
//	//	//	شرطیں
//	//	//	مساقت سے متعلق احکام
مخبرہ	۶۸	پنجم	مخبرہ اور مزارعت
//	//	//	مخبرہ کا مادہ اشتقاق
اجل	۵۲۶	اول	مزارعت میں اجل
تلقیح	۵۳۵	دوم	تلقیح (کاشت کاری کا ایک قدیم طریقہ)
حریم	۲۵۵	سوم	احناف کا نقطہ نظر
//	۲۵۶	//	دوسرے فقہاء کا مسلک
شجر	۱۸۱	چہارم	سرکاری زمین میں درخت لگانا
//	//	//	درخت کے لئے حریم
بحری	۶۳	پنجم	دوسرے کی زمین سے پانی لے جانے کا مسئلہ
محاقلہ	۶۶	//	غلہ کے بدلہ کھیتی
//	//	//	متعین مقدار پر بٹائی
تاہیر	۳۸۹	دوم	تاہیر
اجارہ — احکام و مسائل			
اجارہ	۳۹۱	اول	تعریف
//	//	//	اجارہ کا جواز

اجارہ کے الفاظ	اول	۴۹۱	اجارہ
شرائط	//	//	//
تاجائز افعال پر اجارہ	//	//	//
اجارہ فاسدہ	//	//	//
اجارہ فاسدہ کا حکم	//	//	//
اجارہ باطلہ	//	//	//
اجارہ لازمہ	//	//	//
اجارہ کی نوعیت	//	//	//
عقد اجارہ کا نسخ	//	//	//
دینی کاموں پر اجرت	//	//	//
فریقین کے دلائل	//	//	//
تعلیم قرآن پر اجرت اور متاخرین حنفیہ	//	//	//
ایصال ثواب کی اجرت	//	//	//
علامہ شامی کا چشم کشا بیان	//	//	//
وعظ و پند کی اجرت	//	//	//
تراویح کی اجرت اور اس کے جواز و عدم جواز کی صورتیں	//	//	//
مدرسین اور ائمہ کی تعطیلات اور رخصتوں کی تنخواہ کا مسئلہ	//	//	//
جزو عمل کو اجرت بنانا	//	//	//
اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف اور اختلاف کے اثرات	//	//	//
جانور کی بنائی	//	//	//
ادھیاء پر سوت کا تنا	//	//	//
درزی کو بطور اجرت کپڑے کا کترن دینا	//	//	//
قصاب کی اجرت	//	//	//
پھل توڑنے پر بطور اجرت پھل دینا	//	//	//
تجارت میں کمیشن	//	//	//

اعانت کی وصولی پر کمیشن	اول	۴۹۱	اجارہ
تعویذ پر اجرت	//	//	//
ناجائز کاموں کی ملازمت	//	//	//
ناجائز ملازمتیں	//	۵۴۰	اجیر
عمر ملازمت کے درمیان سبکدوشی	//	//	//
بچہ مزدوری	//	//	//
نقصانات کی ذمہ داری	//	//	//
جو چیزیں اجرت بن سکتی ہیں	اول	۵۲۵	اجرت
ادا نیگی میں عجلت	//	//	//
اجارہ میں	//	۵۲۶	اجل
کرایہ کا سامان	دوم	۲۲۶	امانت
کارگیر کو حوالہ کیا ہوا سامان	//	//	//
عمارت کا اجارہ	//	۳۲۹	بناء
گم شدہ شخص کو پہنچانے کی اجرت	سوم	۱۰۳	بحالہ
جعل	//	//	جعل
فقہاء مالکیہ کی ایک خصوصی اصطلاح	//	۱۰۴	جعل
اجرت کی مقدار	اول	۵۴۰	اجیر
اجرت کی ادا نیگی	//	//	//
مزدوروں کی اہمیت	//	//	//
کاموں کی مقدار	//	//	//
حسن سلوک	//	//	//
مزدوروں کی ذمہ داریاں	//	//	//
غیر مسلموں کو مکان دینا	دوم	۱۶۷	اعانت
پوشل نظام کی فقہی حیثیت	//	۳۱۴	برید
منی آرڈر کا شرعی حکم	//	۳۱۵	//

عبد ضعف کی ایک رائے	دوم	۳۱۵	برید
پگڑی کی مختلف مروجہ صورتیں	//	۳۰۴	بدل خلو
زر ضمانت	//	//	//
مالک مکان کا ابتداء معاملہ میں پگڑی لینا	//	۳۰۵	//
حقوق ملکیت اور قبضہ	//	۳۰۶	//
حقوق کی خرید و فروخت	//	//	//
زیر بحث مسئلہ میں فقہاء کے ارشادات	//	۳۰۷	//
مانعین کے دلائل اور ان کا جائزہ	//	۳۱۰	//
دوسری اور تیسری صورتوں کا حکم	//	۳۱۱	//
چوتھی صورت	//	//	//
سواری کے کرایہ کے احکام	//	۲۰۰	اکتراء
ریلوے وغیرہ کا بے ٹکٹ سفر	//	۲۰۱	//
قانون سے زیادہ مال	//	//	//
ریلوے کو نقصان	//	//	//
قانون کی خلاف ورزی پر سزا	//	//	//
بے ٹکٹ مسافروں سے سابقہ کرایہ کی وصولی	//	//	//
ریلوے حادثات میں مسافرین کو ہر جانہ	//	۲۰۲	//
ریلوے ٹکٹ کا موجودہ نظام	//	//	//
مکان کے کرایہ کے احکام	//	//	//
درخت کو کرایہ پر لینا	چہارم	۱۸۱	شجر (درخت)
جانوروں کو جفتی کرانے کی اجرت و ہدیہ کا حکم	//	۳۹۰	عسب نخل
حیوانی و انسانی مادہ تولید کی خرید و فروخت	//	//	//
نوحہ کے لئے اجیر رکھنا	پنجم	۲۴۱	نوحہ

عاریت — آداب و احکام

عاریت — لفظ کا ماخذ اور اس سلسلہ میں اہل لغت کے اقوال

عاریت	چہارم	۳۶۱
-------	-------	-----

اصطلاحی تعریف	چہارم	۳۶۱	عاریت
مشروعیت	//	//	//
ارکان	//	//	//
شرطیں	//	//	//
عاریت دہندہ کے لئے شرط	//	//	//
عاریت پر لینے والے کے لئے شرط	//	//	//
اشیاء عاریت	//	//	//
حکم	//	//	//
عاریت گیرندہ کس حد تک نفع اٹھا سکتا ہے؟	//	//	//
مطلق عاریت کا حکم	//	//	//
مشروط عاریت کا حکم	//	//	//
عاریت — غیر لازم معاملہ	//	//	//
اگر سامان عاریت ضائع ہو جائے؟	//	//	//
اگر ضائع ہونے پر ضمان کی شرط لگادی ہو؟	//	//	//
عاریت میں اجل	اول	۵۲۶	اجل
عاریت کا سامان	دوم	۲۲۶	امانت
فقہ کی اصطلاح میں	دوم	۲۲۳	//
امانت اور ودیعت کا فرق	//	//	//
امانت کا حکم	//	//	//
مال امانت کی حفاظت	//	//	//
مال امانت کی واپسی	//	۲۳۵	//
ودیعت سے متعلق مسائل			
ودیعت — لغت و اصطلاح میں	پنجم	۲۶۲	ودیعت
ودیعت کا ثبوت	//	//	//
ارکان	//	//	//

شرطیں	۲۶۲	پنجم	ودیعت
حکم	//	//	//
مال و دیعت کی حفاظت کس طرح کی جائے؟	//	//	//
امین کب ضامن ہوگا، اور کب نہیں؟	//	//	//
امین کی کوتاہی کی صورتیں	//	//	//
مال و دیعت میں تعدی کی صورتیں	//	//	//
مال و دیعت ساتھ لے کر سفر	//	//	//
انکار کے بعد اقرار	//	//	//
صاحب و دیعت کی شرطوں کی رعایت	//	//	//
ریلوے امانت گھر اور سائیکل اسٹانڈ کا حکم	//	//	//
صاحب و دیعت اور امین میں اختلاف	//	//	//

ہبہ کے احکام

ہبہ	۳۲۶	//	اصطلاحی تعریف
ہبہ	//	//	ہبہ و عطیہ
//	//	//	ہدیہ اور صدقہ
//	//	//	ہبہ کا حکم
//	//	//	دنیوی غرض سے ہبہ
//	//	//	ارکان
//	//	//	ایجاب و قبول اور قبضہ کی حیثیت
//	//	//	قبول کے بارے میں مشائخ کا اختلاف
//	//	//	ہبہ کے الفاظ
//	//	//	”تمہارے نام سے کر دیا“ کا حکم
//	//	//	معاملات کی تعبیر میں عرف کی اہمیت
//	//	//	عمری و قبی کے الفاظ
//	//	//	عمری و قبی کے الفاظ
عمری	۴۱۵	چہارم	

رقعی	۳۸۹	سوم	عمری و رقی کے الفاظ
ہبہ	۳۲۶	پنجم	شراط
"	"	"	ایجاب و قبول سے متعلق شرط
"	"	"	نابالغ و مجنون کا ہبہ
"	"	"	نابالغ کی طرف سے ولی کا ہبہ
"	"	"	ہبہ کی جانے والی شی سے متعلق شرطیں
"	"	"	وہ شی موجود ہو
"	"	"	شریعت کی نگاہ میں مال ہو
"	"	"	مباح عام نہ ہو
"	"	"	اس شی پر ملکیت ہو
"	"	"	قابل تسلیم ہو
"	"	"	وہ شی مشغول نہ ہو
مشاع	۱۰۰	"	مشاع سے مراد
"	"	"	ہبہ کی ہوئی شی پر قبضہ
"	"	"	قبضہ کرنے کے لئے ہبہ کرنے والے کی اجازت
"	"	"	قبضہ کی اہلیت
"	"	"	اصالت اور نیابتاً قبضہ
"	"	"	اگر ہبہ کی ہوئی چیز پہلے سے قبضہ میں ہو؟
"	"	"	ہبہ کا حکم
"	"	"	ہبہ لازم نہیں
"	"	"	ہبہ اور شراط فاسدہ
"	"	"	ہبہ سے رجوع کرنے کا حکم
"	"	"	محرم رشتہ داروں کو ہبہ کے بعد رجوع
"	"	"	موانع رجوع
"	"	"	شی میں اضافہ

مشاع	۱۰۰	پنجم	طرفین میں سے ایک کی وفات
//	//	//	عوض کی ادائیگی
//	//	//	ملکیت باقی نہ رہے
//	//	//	زوجین اور محرم اعزہ کا ہبہ
//	//	//	ہبہ کی ہوئی تھی ہلاک ہو جائے
//	//	//	عوض کے ساتھ ہبہ کی دو صورتیں
//	//	//	اولاد کو ہبہ
//	//	//	اولاد میں سے کسی کو زیادہ دینا
//	//	//	کیا ہبہ میں لڑکے اور لڑکی کو برابر دے؟
بنت	۳۳۳	دوم	کیا ہبہ میں لڑکے اور لڑکی کو برابر دے؟
ہدیہ	۳۳۸	پنجم	ہدیہ و صدقہ میں فرق
//	//	//	ہدیہ دینا
//	//	//	ہدیہ قبول کرنا
//	//	//	ہدیہ کے آداب
//	//	//	ہدیہ واپس کرنا
//	//	//	واعظ و مفتی اور امام کے لئے ہدیہ
//	//	//	قاضی اور تحفہ
//	//	//	عہدیداروں کو تحفہ
//	//	//	قرض دہندہ کو تحفہ
//	//	//	غیر مسلموں کو ہدیہ
//	//	//	اگر ہدیہ دینے والے کے پاس مال حرام ہو؟
مرض	۷۵	//	مرض وفات کا ہبہ، صدقہ اور وقف

غصب سے متعلق مسائل

غصب	۲۳۶	چہارم	غصب کی حقیقت، فقہ حنفی میں
//	//	//	فقہ مالکی میں

شواہع اور حنا بلہ کا نقطہ نظر	چہارم	۳۳۶	غصب
غصب کی حرمت	//	//	//
غصب کا حکم	//	//	//
غیر منقولہ اموال میں	//	//	//
غیر منقولہ اموال میں	دوم	۳۲۹	بناء
مال منسوب میں غاصب کے یہاں اضافہ	چہارم	۳۳۶	غصب
مال منسوب کے منافع	//	//	//
متفرق اہم مسائل	//	//	//
غصب کی ہوئی زمین پر نماز	//	//	//
مصادرہ اور غصب میں فرق	پنجم	۱۰۲	مصادرہ
ایسے مال میں زکوٰۃ کا حکم	//	//	//
کفار کا غلبہ	دوم	۱۳۱	استیلاء

شفعہ کے مسائل

شفعہ — لغوی معنی	چہارم	۱۹۹	شفعہ
اصطلاحی معنی	//	//	//
شفعہ کے اسباب	//	//	//
چند اہم شرطیں	//	//	//
مطالبہ شفعہ کا طریقہ	//	//	//
طلب مواثبت	//	//	//
حق شفعہ میں اشہاد	دوم	۱۳۸	اشہاد
طلب تقریر	چہارم	۱۹۹	شفعہ
طلب تملیک	//	//	//
شفعہ کب ساقط ہو جاتا ہے؟	//	//	//
فقہاء کا اختلاف	//	//	//
جواری کی بنا پر حق شفعہ	//	//	//

پڑوسیوں کے لئے حق شفعہ	سوم	۷۰	جار
پھلوں میں حق شفعہ	//	۵۳	ثمر

قسمت سے متعلق مسائل

قسمت (ہزارہ)	چہارم	۴۹۹	قسمت
لغوی معنی	//	//	//
اصطلاحی معنی	//	//	//
تقسیم کا ثبوت	//	//	//
کون تقسیم کرے؟	//	//	//
کیا قاضی ثبوت ملکیت بھی طلب کرے؟	//	//	//
مطالبہ تقسیم کب قبول کرنا ضروری ہے؟	//	//	//
تقسیم نامہ کی ترتیب	//	//	//
تقسیم کا طریقہ	//	//	//
امام ابو یوسف کا نقطہ نظر اور فی زمانہ اس کی معقولیت	//	//	//
جب تقسیم ٹوٹ جاتی ہے	//	//	//
اگر کچھ حصہ پر دوسرے فریق کا قبضہ ہو؟	//	//	//
مقررہ قیمت میں اختلاف ہو جائے	//	//	//
تقسیم شدہ شی میں دوسرا حصہ وار کھل آئے	//	//	//
اگر تقسیم کے بعد میت پر دین کا علم ہو؟	//	//	//
مہایاۃ (باری باری استفادہ)	//	//	//
مہایاۃ کا ثبوت	//	//	//
اگر دو فریق میں سے ایک کی موت ہو جائے؟	//	//	//
سواری میں مہایاۃ	//	//	//
مہایاۃ (باری باری استفادہ)	پنجم	۱۳۶	مہایاۃ
قرعہ کے ذریعہ حق کا اثبات	//	۴۹۵	قرعہ
دل داری کے لئے قرعہ	//	//	//

قرعہ	۲۹۵	پنجم	قرعہ کے ذریعہ حصہ کی تعیین
			رہن — احکام و مسائل
رہن	۵۰۱	سوم	رہن — لغوی معنی
//	//	//	اصطلاحی تعریف
//	//	//	رہن کا ثبوت
//	//	//	ارکان
//	//	//	شرطیں
//	۵۰۲	//	ایجاب و قبول کا صیغہ
//	//	//	فریقین کی طرف سے شرط
//	//	//	مال رہن سے متعلق شرط
//	//	//	دوسرے کا مال رہن رکھنا
//	۵۰۳	//	دین مرہون سے متعلق شرطیں
//	//	//	رہن قابل ضمان حق کے لئے ہے
//	//	//	رہن سے حق وصول کرنا ممکن ہے
//	۵۰۴	//	رہن قبضہ سے لازم ہوگا؟
//	//	//	قبضہ کب درست ہے؟
//	//	//	نیابتاً قبضہ
//	//	//	تیسرے شخص کے پاس مال مرہون
//	//	//	رہن کے احکام
//	//	//	مال مرہون سے حق کا حصول
//	۵۰۵	//	حفاظت کی ذمہ داری
//	//	//	مال رہن سے نفع اٹھانا
//	//	//	اجازت سے نفع اٹھانے کا مسئلہ
//	۵۰۶	//	مال مرہون میں تصرف
//	//	//	اگر سامان رہن ضائع ہو جائے؟

مال مرہون میں اضافہ ہو جائے	سوم	۵۰۷	رہن
فاسد رہن اور اس کا حکم	//	//	//
راہن اور مرہن کے درمیان اختلاف	//	//	//

نشہ آور چیزیں — مسائل و احکام

خمر	دوم	۱۳۵	اشربہ
خمر کے احکام	//	//	//
منصف و باذن	//	۱۳۶	//
سکر	//	//	//
نقح زبیب	//	//	//
حکم	//	//	//
حلال مشروبات	//	۱۳۷	//
صح شہد کی نبیذ	//	۲۸۵	صح
دواء بھنگ کھانا	//	۳۳۳	بھنگ (بھنگ)
اشربہ	//	۲۷۸	بازق
نقح سے مراد	چہارم	۲۵۶	نقح
نقح کا حکم	//	//	//
مخلوط مشروب	سوم	۳۷۱	خلیط
کشمش کی کچی شراب کا حکم	پنجم	۲۲۰	نقح (کشمش کی خام شراب)
نبیذ کی حلت و حرمت	//	۱۶۹	نبیذ
کشمش اور کھجور کی شراب	//	//	//
فتویٰ امام محمد کے قول پر	//	//	//
جو گیہوں وغیرہ کی شراب	//	//	//
شراب کی ممانعت اور اس پر وعید	سوم	۳۷۲	خمر
خمر کی حقیقت	//	۳۷۳	//
خفیہ کا متدل	//	//	//

خر	۳۷۳	سوم	جمہور کا متدل
//	۳۷۴	//	شراب کی سزا
//	//	//	بھنگ وغیرہ کا نشہ
//	//	//	سزا جاری کرنے کی کیفیت
//	۳۷۵	//	شراب ساز سے فروخت کرنا
//	//	//	مختلف احکام
غل (سرکہ)	۳۶۰	سوم	شراب کو سرکہ بنانا
//	//	//	شراب کب سرکہ بن جاتی ہے؟
//	۳۶۱	//	شراب سے سرکہ بننے والے سیال برتن کا حکم

ہجر — مسائل و احکام

حجر	۲۰۶	//	حجر کے مقاصد و اسباب
//	//	//	سفیہ
//	۲۰۸	//	مجور کے تصرفات
//	//	//	سفیہ کب مجور ہوگا؟
//	۲۰۹	//	رشد اور سفاہت میں فرق
رشد	۲۷۹	//	اہلیت کے اعتبار سے چار ادوار
//	۲۸۰	//	سفیہ سے مراد
//	//	//	سفیہ کو کب مال حوالہ کیا جائے گا؟
//	//	//	رشد سے مراد
//	۲۸۱	//	سفیہ کے تصرفات
ماجن	۵۲	پنجم	آوارہ خیال شخص کو فتاویٰ دینے کا حق نہیں
احتمام	۴۰	دوم	لغوی و اصطلاحی معنی
//	//	//	بلوغ سے مراد
//	//	//	علامات بلوغ
//	//	//	خواب کی وجہ سے

بلوغ سے احکام شرعیہ کا تعلق	دوم	۳۲۶	بلوغ
علامات بلوغ	//	۳۲۷	//
بلوغ کی عمر	//	۳۲۸	//
عمر مراہقت	پنجم	۷۳	مراہق
مراہق کا حکم	//	//	//

ذبح — آداب و احکام

حی غذا، ایک ضرورت	سوم	۴۵۱	ذبح
ذبح و نحر	//	//	//
طریقہ ذبح	//	//	//
ذبح اضطراری	//	//	//
ذبح اختیاری	//	//	//
کن جانوروں میں ذبح افضل ہے اور کن میں نحر؟	//	//	//
ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا	//	۴۵۲	//
عمر التسمیہ چھوڑ دے	//	//	//
سہوا چھوڑ دے	//	//	//
آلہ ذبح	//	//	//
دانت اور ناخن سے ذبح	//	۴۵۳	//
دھار دار آلہ	//	//	//
مستحبات و مکروہات	//	//	//
ذبح کے سلسلہ میں اسلامی اصلاحات	//	//	//
ذبح کا قبلہ رخ ہونا	//	//	//
گردن کی طرف سے ذبح	//	۴۵۴	//
گردن الگ ہو جائے	//	//	//
چمڑا کب نکالا جائے؟	//	//	//
ذبح کیا جانے والا جانور کیسا ہو؟	//	//	//

ذبح	۲۵۴	سوم	ذبیحہ سے متعلق شرطیں
//	//	//	حیات سے مراد
//	//	//	ذبح کنندہ کے لئے شرطیں
//	//	//	بچہ اور نشہ خوار کا ذبیحہ
//	۲۵۵	//	مشرکین و مرتدین کا ذبیحہ
//	//	//	اہل کتاب سے مراد
//	//	//	اہل کتاب کا ذبیحہ کب حلال ہے؟
اہل کتاب	۲۵۶	دوم	اہل کتاب کا ذبیحہ
ذبح	۲۵۵	سوم	شواہح کا نقطہ نظر
//	//	//	مالکیہ کی رائے
//	//	//	حنفیہ کی رائے قوی ہے
//	//	//	جن کا ذبیحہ حلال ہے
//	//	//	کچھ ضروری احکام
//	//	//	بسم اللہ پڑھنے کا وقت
بسمہ	۳۱۷	دوم	تسمیہ
ذبح	۲۵۶	سوم	بسم اللہ کون پڑھے؟
//	//	//	اگر حرام جانور کو ذبح کیا جائے؟
//	//	//	ذبح سے پہلے برقی صدقات
//	//	//	مشینی ذبیحہ
مجوس	۶۴	پنجم	مجوس کا شکار اور ذبیحہ
انہار	۲۴۷	دوم	مردار اور ذبیحہ کا فرق
حلال و حرام			
اسد	۱۳۲	//	شیر سے متعلق احکام
بجیرہ	۲۸۷	//	غیر اللہ کے نام چھوڑے ہوئے جانور
بحر	۲۸۸	//	بحری جانوروں کے بارے میں فقہاء کی رائیں

بحر	۲۸۹	دوم	امام ابوحنیفہ کا مسلک اور دلیل
//	//	//	سک طافی کا حکم
براغیث و بعوض	۳۱۳	//	مچھر اور پسو کھانا درست نہیں
بط	۳۱۹	//	بیخ کا کھانا
بازی	۲۷۸	//	باز پرندے کا حکم
بہخاء	۲۸۵	//	طوطا
بوم	۳۳۷	//	الوحلال ہے یا حرام؟
بہیمہ	۳۳۹	//	حلال و حرام چوپائے
بقر	۳۲۲	//	گائے — گوشت ذبح و قربانی
//	۳۲۳	//	ہندوستان میں ذبح گاؤ کی ممانعت
محققہ	۱۳۲	پنجم	گلا گھونٹ کر کاٹا گیا جانور
اہل	۲۷۱	اول	اونٹ کی زکوٰۃ شرعی
أرنب	۸۵	دوم	خرگوش کا حکم
جراد	۸۷	سوم	ٹڈی کی حلت
حمار	۲۹۶	//	گدھے کے احکام
حمام	//	//	کبوتر کے احکام
جرہٹ	۹۷	//	جرہٹ (ایک خاص قسم کی بام مچھلی)
جلالہ	۱۰۵	//	ایسے جانور کا حکم
زاغ	۵۹	چہارم	حلال و حرام کوئے
حیوان	۳۱۷	سوم	حلال و حرام جانور
دجاجہ	۲۰۸	//	مرغی کا حکم
//	//	//	نجاست خور مرغی کا حکم
زنبور	۱۰۷	چہارم	بھڑکھانا جائز نہیں
//	//	//	بھڑکا چھتہ
قرد	۲۸۵	//	بندر کا حکم

مالکیہ کی طرف غلط نسبت	چہارم	۳۸۵	قرود
شاہین کا کھانا	//	۱۷۹	شاہین
شاہین سے شکار	//	//	//
کوئل کا حکم	//	۳۳۰	غراب
اس جانور کا حکم	پنجم	۳۵۲	یربوع
نجاست خور کو	چہارم	۳۳۰	غراب
زاغ کا حکم	//	//	//
گھوڑے کا گوشت	سوم	۳۹۱	خیل
درندہ سے مراد	چہارم	۱۲۰	سبع
درندہ کا گوشت	//	//	//
درندہ کا جھوٹا	//	//	//
کٹے ہوئے اعضاء کا حکم	اول	۳۶۶	ابانت
پنیر کا حکم	سوم	۷۷	جبین
دو مختلف جنس کے جانوروں کا اختلاط	//	۳۱۹	حیوان
ان جانوروں کی حلت و حرمت اور قربانی	//	//	//
کھانے کی حرمت	پنجم	۳۳۹	ہوام
غده سے مراد	چہارم	۳۳۰	غده
غده کھانے کی ممانعت	//	//	//
”غناء“ لغوی معنی	//	۳۳۰	غناء
دودھ کا حکم گوشت کے مطابق	//	۵۷۹	لبن
اگر حلال جانور کی پرورش حرام جانور کے دودھ سے ہو	//	//	//
جب بستر الگ کر دینا ضروری	//	۱۱۷	مضاجعت
سور کے بال	سوم	۳۷۸	خنزیر
گدھے سے اختلاط	//	۳۹۳	خیل
درندہ پرندوں کا حکم	چہارم	۳۵۳	طیر

طیر	۳۵۳	چہارم	کو اطلاق ہے یا حرام؟
//	//	//	عام پرندوں کا حکم
جن	۱۳۶	سوم	جنوں کے چند خاص احکام

شکار سے متعلق مسائل

صيد (شکار کرنا)	۳۰۴	چہارم	شکار کی اجازت
//	//	//	حیوانات کے بارے میں اسلام کی معتدل تعلیم
//	//	//	شکار سے ملکیت کا حصول
//	//	//	شکار کرنے والے سے متعلق شرطیں
//	//	//	شکار سے متعلق شرطیں
//	//	//	جانور کو زندہ حالت میں پالے
//	//	//	متفرق ضروری مسائل
//	//	//	شکار کی تعیین ضروری نہیں
//	//	//	اگر پرندہ پہلے پہاڑ یا مکان پر گرے؟
//	//	//	کوئی عضو کٹ کر علاحدہ ہو جائے
//	//	//	جس جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا
//	//	//	اگر جال میں پرندے آجائیں؟
بندوق	۳۳۶	دوم	بندوق سے شکار کا مسئلہ

قربانی — آداب و احکام

اضحیہ	۱۵۳	//	اسلام سے پہلے
//	//	//	قربانی کا ثبوت
//	۱۵۴	//	ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی یادگار
//	//	//	حکم
//	۱۵۵	//	شرطیں
//	۱۵۶	//	جو عیوب قربانی میں مانع ہیں
اعرج	۱۷۴	//	لنگڑے جانور کی قربانی

عمی	۱۷۷	دوم	ناپینا جانور کے احکام
بھقاء	۲۹۱	//	ناپینا جانور کے احکام
ثولاء	۶۸	سوم	ثولاء جانور کی قربانی
جداء	۸۳	//	جس جانور کا تھن کٹا ہوا ہو
جدعاء	//	//	ناک کٹے جانور کی قربانی
خرقاء	۳۳۶	//	کان پھٹے جانور کی قربانی
ثنایا	۶۶	//	دانت ٹوٹے جانور کی قربانی
عوراء	۴۱۸	چہارم	یک چشم جانور کی قربانی
اضحیہ	۱۵۶	دوم	جو عیوب قربانی میں مانع نہیں
اہل	۴۷۱	اول	اونٹ کی قربانی
ثور	۶۸	سوم	بیل کی قربانی
خصی	۳۳۹	//	آختہ کی قربانی
بقر	۳۲۲	دوم	بیل — گوشت اور ذبح و قربانی
اضحیہ	۱۵۵	//	جانور اور ان کی عمریں
مشی	۶۷	سوم	مختلف جانور میں مشی
جدء	۸۷	//	قربانی کی عمر
اضحیہ	۱۵۷	دوم	ایام اوقات
ایام نحر	۲۶۱	//	ایام واقعات
اضحیہ	۱۵۸	//	شرکت کے ساتھ قربانی
//	//	//	گوشت اور چرم کے مصارف
//	//	//	قربانی کی قضاء
//	۱۵۹	//	چند آداب و احکام
جلیل	۴۱۸	//	قربانی کے جانور کا اوڑھنا
عمیرہ	۳۷۱	چہارم	رجب کی قربانی کا حکم
//	//	//	منسوخ ہونے کی دلیل

لغوی معنی	چہارم	۴۰۹	عقیدہ
اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	//	//	//
فقہاء کی آراء	//	//	//
امام ابوحنیفہؒ کا نقطہ نظر	//	//	//
کس دن عقیدہ کرے؟	//	//	//
عقیدہ کا گوشت	//	//	//
متفرق احکام	//	//	//

لباس اور زیبائش و آرائش سے متعلق مسائل ہنر و اباحت

لغوی معنی	چہارم	۵۷۲	لباس
انسان میں لباس کا فطری ذوق	//	//	//
اسلام میں ستر پوشی کی اہمیت	چہارم	۳۸۷	عریان
غسل خانوں میں بے لباسی	//	//	//
برہنگی خلاف فطرت	چہارم	۵۷۲	لباس
فرض لباس	//	//	//
مستحب	//	//	//
مباح و جائز	//	//	//
مکروہ	//	//	//
لباس شہرت	//	//	//
مرد و عورت کے لباس میں فرق	//	//	//
مولانا تھانوی کی چشم کشا وضاحت	//	//	//
مکروہ رنگ	//	//	//
سرخ کپڑے	//	//	//
دوسرے رنگ	//	//	//
ٹخنہ سے نیچے	//	//	//
خواتین کے لئے	//	//	//

لباس	۵۷۲	چہارم	آستین کی مقدار
//	//	//	ستر پوشی کی رعایت
//	//	//	باریک اور چشت لباس
اسبال	۸۶	دوم	لباس میں اسبال
لباس	۵۷۲	چہارم	کپڑے پہننے کے آداب
//	//	//	دائیں طرف سے آغاز
//	//	//	نیا کپڑا پہننے کی دعاء
//	//	//	بائیں طرف سے کپڑا اتارنا
ازار	۸۶	دوم	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار
مندیل	۱۴۲	پنجم	وضوء کے بعد تولیہ استعمال کرنے کا حکم
تہان (لنگوٹ)	۴۰۹	دوم	لنگوٹ اور جانگیا کا حکم
خمار (دوپٹہ)	۳۷۶	سوم	خمار کا شرعی حکم
لباس	۵۷۲	چہارم	ریشمی کپڑے
حریر (ریشم)	۲۵۴	سوم	ریشم کی کتنی مقدار مردوں کے لئے جائز ہے؟
//	//	//	دوسرے فقہاء کی رائیں
//	۲۵۴	//	لباس کے علاوہ میں ریشم
خز	۳۳۷	//	مردوں کے لئے بھی جائز
صوف	۲۸۴	چہارم	اونی کپڑوں کا استعمال
قلنسوة (ٹوپی)	۵۲۳	//	لغوی معنی (قلنسوة)
//	//	//	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی
//	//	//	ٹوپی پر عمامہ
أب	۴۵۴	اول	نسبی باپ
حجاب	۱۷۹	سوم	حجاب سے مراد
//	//	//	اجنبی سے پردہ کا ثبوت
//	۱۸۰	//	کیا چہرہ حکم حجاب میں داخل ہے؟

مجتہدین کے دلائل	سوم	۱۸۱	حجاب
احناف کے دلائل	//	۱۸۲	//
موجودہ حالات کا تقاضا	//	۱۸۳	//
حجاب کے درجات	//	۱۸۴	//
اجنبیوں سے پردہ	//	//	//
غیر محرم رشتہ داروں سے پردہ	//	//	//
محرم رشتہ داروں سے پردہ	//	//	//
شوہر کا حکم	//	//	//
دو طبقوں کا استثناء	//	//	//
جن کو عورت کی حاجت نہ ہو	//	۱۸۵	//
کم عمر بچے	//	//	//
چہرہ کا پردہ	//	۱۰۷	جلباب
غیر محرم کے ساتھ تنہائی	//	۱۷۰	خلوت
خضاب — لغوی معنی	//	۳۳۹	خضاب
خضاب لگانے کا حکم	//	//	//
خضاب کا رنگ	//	۳۴۰	//
استعمال بہتر ہے یا ترک؟	//	//	//
معمول نبوی ﷺ	دوم	۲۰۰	اکتال
سرمہ لگانے کی سنت	//	//	//
سرمہ کا استعمال	چہارم	۵۵۱	کحل
سرمہ لگانے کا مسنون طریقہ	//	//	//
سرمہ لگانے کا وقت	//	//	//
روزہ کی حالت میں	//	//	//
حالت احرام میں	//	//	//
لغوی معنی (واشمہ)	پنجم	۲۵۶	واشمہ

گودنے اور گودانے کی ممانعت	چشم	۲۵۶	واشمہ
تابالغہ کی گودوائی	//	//	//
حدیث میں اس کی ممانعت	//	۲۶۸	وشر (دانت کو گھس کر باریک کرنا)
مہندی لگانے کا حکم	سوم	۲۹۸	حناء (مہندی)
مہندی کا مٹھناب	//	//	//
زنار پہننا، شدید گناہ	چہارم	۱۰۷	زنار
بال جوڑنے کی ممانعت	//	۱۹۷	شعر
بال سے متعلق متفرق احکام	//	//	//
سفید بال اکھاڑنا	//	//	//
عورت کا بال کٹانا	//	//	//
سینہ اور پشت کا بال	//	//	//
بال ترشوانا بہتر ہے یا موٹانا؟	//	//	//
زلف مبارک	//	//	//
بغل کے بال	//	//	//
عورت کے لئے چوٹی اور جوڑے کا حکم	//	۳۱۷	ضغیرہ (جوڑا)
مردوں کے لئے	//	//	//
قزع کی ممانعت	//	۴۹۸	قزع
سفید بال اکھاڑنے کا حکم	//	۲۱۳	شیب
نامصہ اور منتمصہ	پنجم	۲۴۱	نماص
اگر عورتوں کو داڑھی مونچھ آگ آئے؟	//	//	//
اگر جسم میں کوئی تکلیف دہ اضافہ ہو جائے؟	//	//	//
موئے زیر ناف کے بارے میں احکام و آداب	چہارم	۳۶۹	عانتہ
اس لفظ کا اعراب	//	۳۵۵	ظفر
ناخن کاٹنے کی ہدایت	//	//	//

ظفر	۳۵۵	چہارم	ناخن کاٹنے کی مدت
//	//	//	ناخن کس طرح کاٹیں؟
//	//	//	کچھ اور آداب
شارب	۱۷۹	//	موچھیں تراشی جائیں
//	//	//	تراشنے کی مقدار
//	//	//	موچھ موٹانے کے بارے میں فقہاء کے اقوال
//	//	//	موچھ کے دونوں کنارے
//	//	//	کس طرح تراشے؟
لحیہ	۵۸۲	//	(لحیہ) لغوی معنی
//	//	//	ڈاڑھی رکھنے کا حکم
//	//	//	ڈاڑھی کی مقدار
//	//	//	ڈاڑھی سے متعلق مکروہات
//	//	//	ہونٹ کے دونوں کنارے اور نیچے کے بال
ذہب (سونا)	۳۶۳	سوم	مردوں اور عورتوں کے لئے سونا کا استعمال
//	//	//	سونے کی انگوٹھی
//	//	//	نابالغ لڑکوں کو سونا پہنانا
//	//	//	سونے کا برتن
//	//	//	سونے کے قلم اور زریں تار کے کپڑے
//	//	//	مصحف قرآن پر طلائی نقش
//	//	//	برتنوں پر سونے کا پانی
//	//	//	سونا برائے علاج
حلی (زیور)	۲۱۴	سوم	زیورات میں زکوٰۃ
خاتم	۳۲۲	//	خواتین کا انگوٹھی پہنانا
//	//	//	انگوٹھی پہننے کا حکم اور اس کا وزن
//	//	//	کس چیز کی انگوٹھی ہو؟

خاتم	۳۲۳	سوم	نگینہ کیسا ہو؟
//	//	//	کس ہاتھ اور انگلی میں پہنی جائے؟
//	//	//	نگینہ کس طرف رکھا جائے؟
//	//	//	اگر انگوٹھی پر اسم الہی کا نقش ہو اور بیت الخلاء جائے؟
خصی	۳۳۸	//	خصی سے مراد
//	//	//	خصی کے احکام
اظفار	۱۶۴	دوم	ایک طرح کی خوشبو
خلوق	۳۷۱	سوم	مردوں کے لئے زعفرانی عطر کی ممانعت
طیب (خوشبو)	۳۵۲	چہارم	کپڑے اور جسم کا حکم
//	//	//	خوشبو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ تھی
//	//	//	روزہ کی حالت میں خوشبو کا استعمال
//	//	//	روزہ دار کے لئے خوشبو کی دھونی
//	//	//	حالت احرام میں خوشبو لگانا
تقبیل	۴۹۱	دوم	بچوں کا بوسہ
//	۴۹۲	//	بالغوں کے بوسہ کا حکم
ختان	۳۳۰	سوم	ختنہ میں مصلحت اور اہمیت
//	//	//	انبیاء کرام اور ختنہ
//	۳۳۱	//	ختنہ کا طریقہ اور عمر
//	۳۳۲	//	ختنہ کا حکم
//	//	//	عورتوں کا ختنہ
//	//	//	دعوت ختنہ
//	۳۳۳	//	غیر مختون کے احکام
//	//	//	غیر مختون کا ذبیحہ
وطی — آداب و احکام			
وطی	۲۸۹	پنجم	وطی — لغوی و اصطلاحی معنی

وطی سے متعلق احکام	پنجم	۲۸۹	وطی
احکام وطی سے متعلق ابن نجیم کی بعض وضاحتیں	//	//	//
بیوی سے وطی کی ممانعت کی صورتیں	//	//	//
دواعی وطی کا حکم	//	//	//
ہم بستری کے وقت	اول	۴۱۳	اللہ
دودھ پلانے والی عورت سے ہم بستری	چہارم	۴۴۶	غلیہ
عضو تناسل کے دخول سے متعلق احکام	سوم	۲۶۰	حشفہ
اگر حشفہ کٹا ہوا ہو؟	//	۲۹۲	//
بیوی کے ساتھ	چہارم	۵۹۴	لواطت
باہمی تلمذ حرام ہے	//	۱۳۴	سحاق

کھیل — احکام و مسائل

کھیل میں	سوم	۱۰۶	جلب
گھوڑ دوڑ	//	۳۹۱	خیل
سُنق اور سبق	چہارم	۱۱۶	سباق
مسابقہ کی اجازت	//	//	//
جن چیزوں میں مسابقہ جائز اور مستحب ہے	//	//	//
کھیل میں انعام کی شرط	//	//	//
جائز ہونے کے لئے پہلی شرط	//	//	//
شرط یک طرفہ	//	//	//
دوسری شرط	//	//	//
تیسرے شخص کو غیر مشروط داخل کیا جائے	//	//	//
انعام کسی اور کی طرف سے ہو	//	//	//
تیسری شرط	//	//	//
انعام کی شرط سے استحقاق ثابت نہیں ہوتا	//	//	//
مباح و مکروہ کھیل	//	//	//

علمی مسائل میں شرط	چہارم	۱۱۶	سباق
اگر شرطیہ کے ساتھ جوا ہو؟	//	۱۹۳	شرطیہ
بغیر جوئے کے شرطیہ کا حکم	//	//	//
کھیل کے بارے میں بنیادی اصول	//	۵۸۷	لعب (کھیل)
ساتر لباس	//	//	//
مختصر وقت کا کھیل	//	//	//
دوسروں کے لئے ایذا رسانہ ہو	//	//	//
مردانہ و زنانہ کھیل کا فرق	//	//	//
جوانہ ہو	//	//	//
جسمانی ریاضت	//	//	//
جن کھیلوں کا احادیث میں ذکر ہے	//	//	//
دوڑ	//	//	//
کشتی	//	//	//
تیراکی	//	//	//
گھوڑ دوڑ	//	//	//
تیراندازی	//	//	//
رقص کی حرمت	سوم	۴۹۰	رقص
صوفیاء کا رقص (حال و وجد)	//	//	//
مصنوعی حال جائز نہیں	//	//	//
رقص کرنے والے کی گواہی	//	۴۹۱	//

جائز و ناجائز کام میں تعاون سے متعلق مسائل

نیکی میں تعاون	دوم	۱۶۴	اعانت
مصیبت میں تعاون	//	۱۶۵	//
تعاون کے مختلف درجات	//	//	//
غیر مقصود تعاون	//	۱۶۶	//

اعانت	۱۶۷	دوم	ناجائز تعاون کی تین صورتیں
//	//	//	ایسے کام میں تعاون جس کا مقصود ہی معصیت ہو
//	۱۶۸	//	معلوم ہو کہ معصیت کے لئے استعمال ہوگا
//	//	//	معصیت کی نیت سے تعاون
عصر	۳۹۸	چہارم	شراب بنانے والوں سے اس کا فروخت کرنا
استمنا	۱۲۵	دوم	جلق کا حکم
احراق	۲۳	//	جلانے کے مواعیت

کسب — آداب و احکام

کسب	۵۵۲	چہارم	کسب معاش، اسلامی نقطہ نظر
//	//	//	کسب معاش کے تین ذرائع
//	//	//	سب سے بہتر ذریعہ معاش
باطل	۲۷۹	دوم	باطل طریقہ پر کھانا

لٹانا — احکام و مسائل

نثار	۱۷۱	پنجم	خوشی کے موقع پر پیسے یا شیرینی لٹانا
//	//	//	خفیہ کا نقطہ نظر
//	//	//	دوسرے فقہاء کی رائے
//	//	//	نکاح کے موقع پر
//	//	//	لٹانے کے بجائے تقسیم
صبح	۱۵۰	دوم	تسبیح — لغت میں
//	//	//	تسبیح اور حساب کے لئے

احتیاط سے متعلق احکام

احتیاط	۴۱	//	احتیاط — تعریف
//	//	//	حقوق اللہ میں
//	//	//	کتر عدد پر فیصلہ
//	//	//	مواعیت گناہ سے احتیاط

افراط و تفريط	دوم	۴۲	احتیاط
---------------	-----	----	--------

سحر سے متعلق مسائل

سحر — لغوی معنی	چہارم	۱۳۹	سحر
اصطلاحی تعریف	//	//	//
سحر ایک حقیقت ہے	//	//	//
معتزلہ کا نقطہ نظر	//	//	//
سحر اور کرامت کا فرق	//	//	//
قرآن سے سحر کا ثبوت	//	//	//
حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کا اثر	//	//	//
حضرت عائشہؓ پر سحر	//	//	//
جادو گر کی سزا	//	//	//
اگر مسحور کی موت ہو جائے؟	//	//	//
جادو گر کی توبہ	//	//	//

تعویذ — آداب و احکام

تعویذ — لغوی معنی	سوم	۴۹۱	رقیہ
جھاڑ پھونک کا حکم	//	//	//
سانپ بچھو کے لئے جھاڑ پھونک کا جواز	دوم	۱۳۲	أسودین
سانپ بچھو کا شرعی حکم	//	۱۳۱	//
تعویذ لکانا	//	۵۳۹	تمیمہ
تعویذ پر اجرت	//	۵۴۲	//
تعویذ اور گنڈے میں بعض بے احتیاطیاں	//	۵۴۳	//
نظر لگانا	پنجم	۱۹۹	نظر
نظر لگنے کا علاج	//	//	//
طب و علاج	چہارم	۳۲۹	طب و طبیب

طبی تحقیق کی حوصلہ افزائی	چہارم	۳۲۹	طب و طبیب
علاج کی حوصلہ افزائی	//	//	//
علاج خلاف توکل نہیں	//	//	//
اہلیت علاج	//	//	//
طبیب حاذق سے مراد	//	//	//
علاج باعث نقصان ہو جائے	//	//	//
اہل نہ ہو اور علاج کرے	//	//	//
طریقہ علاج میں کوتاہی سے کام لے	//	//	//
بلا اجازت آپریشن	//	//	//
اگر اجازت لینا ممکن نہ ہو؟	//	//	//
اگر اجازت لینے کا موقع ہو؟	//	//	//
مریض کے راز کا افشاء	//	//	//
طاعون کی ابتداء	//	۳۲۸	طاعون (پلیگ)
طاعون عمواس	//	//	//
بیماری کا متعدی ہونا	//	//	//
طاعون زدہ شہر میں آنا	//	//	//
طاعون زدہ شہر سے باہر جانا	//	//	//
اجنبی مرد و عورت کے مادہ کا اختلاط	دوم	۵۲۸	تلخ
زن و شوہر کے مادہ کا اختلاط	//	۵۳۰	//
ٹیسٹ ٹیوب سے ثبوت نسب کا مسئلہ	//	۵۳۱	//
جمادات سے علاج	//	۴۳۸	تداوی
نباتات سے علاج	//	۴۳۹	//
حیوانات سے علاج	//	//	//
حرام اشیاء سے علاج	//	۴۴۰	//
ناپاک اشیاء سے علاج	//	۴۴۱	//

انسانی اجزاء سے علاج	دوم	۴۴۲	تداوی
اعضاء کی پیوند کاری	//	۴۴۵	//
حقنہ — ضروری احکام	سوم	۲۸۴	حقنہ
حقنہ سے علاج	//	//	//
حقنہ سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے	//	۲۸۵	//
اسقاط	//	۱۶۰	جنین
جراحت (آپریشن)	//	۸۷	جراحت
روح پیدا ہونے کے بعد	دوم	۱۳۴	اسقاط حمل
روح سے پہلے	//	//	//
جنین کا حکم	//	۱۳۵	//
دو حیثیتیں	//	//	//
ایک شبہ کا ازالہ	//	۱۳۷	//
قاضی خاں کا استدلال	//	۱۳۸	//
عزل کا حکم	چہارم	۳۸۸	عزل
عارضی موانع حمل کا حکم	//	//	//
اختصاء کی ممانعت	دوم	۵۱	اختصاء
تغییر خلق اور اس کا حکم	//	//	//
جانوروں کا اختصاء	//	//	//
نس بندی کا شرعی حکم	//	//	//
ایک مغالطہ اور اس کا جواب	//	۵۳	//
نس بندی کی واضح نظیر	//	//	//

تصویر سے متعلق مسائل

بے جان تصویریں	دوم	۴۶۵	تصویر
جاندار کی تصویر	//	//	//
تصویریں بطریق احترام	//	۴۶۶	//

بے سایہ تصویریں	دوم	۳۶۸	تصویر
مشرکانہ تصویریں	//	۳۶۹	//
بعض اور احکام	//	۳۷۰	//
مجسمہ سازی کی حرمت	//	۵۳۷	تمثال
خلق اللہ میں تبدیلی سے مراد	//	۳۸۳	تغییر

تمباکو نوشی

تمباکو نوشی	سوم	۳۰۸	دخان
تمباکو نوشی کے حکم میں اہل علم کا اختلاف	//	//	//
محرمین کے دلائل	//	//	//
قائلین اباحت کے دلائل	//	//	//

خبر واحد — مسائل و احکام

خبر کا معتبر ہونا	سوم	۳۲۷	خبر
معاملات	//	//	//
دیانات	//	۳۲۸	//
مستور الحال شخص کی خبر	//	//	//
اگر خود مجوس کھانے کے حلال ہونے کی اطلاع دے؟	پنجم	۶۳	مجوس
مفقود الخمر کی موت کی اطلاع	دوم	۳۹	اخبار
مغربی ممالک کے گوشت کا حکم	//	۵۰	//
جب شہادت ضروری ہے	سوم	۳۲۹	خبر
خبر اور شہادت میں فرق	//	//	//
سونے چاندی اور دوسری دھاتوں کے برتن	اول	۳۳۵	آئینہ
بعض برتنوں کی ممانعت اور دوبارہ اجازت	//	//	//
جس برتن میں چاندی سونا جڑا ہوا ہو اس کا حکم	پنجم	۱۲۴	مضبب
بعض برتنوں کے استعمال کی ممانعت پھر اجازت	//	۱۶۹	نیذ

تلاوت — آداب و احکام

تعوذ	۴۸۰	دوم	آغاز تلاوت میں تعوذ
تحقیق	۴۲۴	//	تحقیق، تجوید کی ایک اصطلاح
تدویر	۴۲۸	//	تدویر، تجوید کی ایک اصطلاح
تلاوت	۴۲۵	//	تلاوت کی مقدار
//	۴۲۶	//	تلاوت کے آداب
خطبہ	۴۵۳	سوم	ختم قرآن مجید پر خطبہ
اللہ	۴۱۳	اول	بعض تجویدی احکام
آمین	۴۲۳	//	آمین کا تلفظ
//	//	//	آمین صرف نماز میں ہے یا خارج صلوٰۃ بھی؟
//	//	//	آمین کون کہے؟
//	//	//	زور سے کہے یا آہستہ؟

شعر و ادب

ادب	۶۱	دوم	ادب کا دوسرا وسیع مفہوم
//	//	//	شعر و سخن
شعر	۱۹۷	چہارم	شعر گوئی کا حکم
//	//	//	اباحت پسند شاعروں کی تادیب
//	//	//	اشعار میں استعارات و تشبیہات

نام رکھنا — آداب و احکام

تسمیہ	۴۵۹	دوم	نام رکھنا
//	۴۶۰	//	نام رکھنے کے اسلامی اصول
اسم	۱۴۰	دوم	ناموں کا انتخاب
//	//	//	کنیت
//	//	//	نام کب رکھا جائے؟
اللہ	۴۱۳	اول	اسماء الہی سے بندوں کے نام

اللہ کا نام لینا کب مکروہ ہے	۴۱۳	اول	اللہ
احمد نام رکھنا	۴۲۶	//	احمد
بعض روایتوں کی تحقیق	//	//	//
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی	۴۸۳	//	ابوالقاسم
محمد اور ابوالقاسم کا اجتماع	//	//	//

ملاقات سے متعلق مسائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۴۱۱	دوم	تسم
سلام کے آداب	۴۷۵	//	تسلیم
سلام کے الفاظ	۴۵۸	//	//
سلام کے بعض آداب	//	//	//
اہل کتاب کو سلام	۴۵۶	//	اہل کتاب
لغوی معنی (مصافحہ)	۱۰۲	//	مصافحہ
مصافحہ کی فضیلت	//	//	//
مصافحہ مستحب ہے	//	//	//
بعض نمازوں کے بعد مصافحہ	//	//	//
ملا علی قاری کا چشم کشا بیان	//	//	//
مصافحہ کا مسنون طریقہ	//	//	//
دو ہاتھوں سے مصافحہ کی دلیل	//	//	//
امام بخاری کا نقطہ نظر	//	//	//
ید کے لفظ سے غلط فہمی	//	//	//
ایک ہاتھ سے بھی جائز	//	//	//
مولانا گنگوہی کی رائے	//	//	//
علامہ کشمیری کی رائے	//	//	//
معانقہ کا ثبوت	۱۲۶	پنجم	معانقہ
فقہاء کا نقطہ نظر	//	//	//

غیر محرم سے معانقہ	۱۲۶	پنجم	معانقہ
معانقہ کی ایک نتیجہ و ناجائز صورت	//	//	//

استیذان کے مسائل

اجازت برائے داخلہ	۷۰	دوم	إذن
استیذان کا طریقہ	۷۱	//	//
استیذان کی صورتیں	//	//	//
پردہ کی رعایت	۷۲	//	//
اطلاع اپنے گھر میں بھی مستحب	//	//	//
عمومی مقامات کے احکام	//	//	//
ٹیلیفون کا حکم	//	//	//

مزاج — آداب و احکام

ظرائف نبوی	۶۲	دوم	أدب
مزاج اور استہزاء	۸۲	پنجم	مزاج
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج فرمانا	//	//	//
مزاج میں افراط	//	//	//
مزاج میں جھوٹ جائز نہیں	//	//	//

کھانا — آداب و احکام

سنتیں اور آداب	۲۱۳	دوم	أکل
اذکار و ادعیہ کھانے سے پہلے	۳۱۷	//	بسمہ
کھانے کے درمیان ٹیک لگانا	۲۸۷	اول	اتکاء
کھانا اور اس کی مقدار	۲۱۲	دوم	أکل
خوان سے مراد	۳۷۹	سوم	خوان
خوان پر کھانا کھانا	//	//	//
کھانے کے بعد خلال کرنا	//	//	خلال
کھانے کی دعوت	۳۱۶	سوم	دعوت

مسلمان کی دعوت	۴۱۷	سوم	
مسلمان کی دعوت سے متعلق ضروری ہدایات	۴۱۹	//	
جس دعوت میں منکر ہو	۴۱۷	//	
غیر مسلموں کی دعوت	۴۱۹	//	
روٹی کا بحیثیت رزق احترام	۳۳۰	//	
بعض نامعتبر روایتیں	//	//	
آٹا شراب میں گوندھنا	//	//	
مٹی کا کھانا	۴۴۸	دوم	
مٹی کھانے کا حکم	۳۵۳	چہارم	
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ غذا	۳۹۱	//	
شہد میں شفاء	//	//	
نباتات اصلاً حلال ہیں	۱۶۳	پنجم	
تین صورتوں میں حرمت	//	//	
سڑی ہوئی چیز کھانے کا حکم	//	//	
مجوی کا شکار اور ذبیحہ	۶۴	//	
راہ گیر کا درخت کے پھل کھانا	۵۴	سوم	

سونا — آداب و احکام

معمول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۵۴۷	چہارم	
جمعہ کے دن کب قیلولہ کرے؟	//	//	
سونے کا مسنون طریقہ	۱۶۰	دوم	
ناپسندیدہ طریقہ	۱۶۱	//	

متفرق مسائل

جمائی کے آداب	۴۱۵	دوم	
بسم اللہ سے کاموں کی ابتداء	۴۶۱	//	
۷۸۶ کافی نہیں	۴۶۲	//	

مختلف امور میں دائیں حصہ سے کام کا آغاز	دوم	۵۲۸	تیسرے
غیر نماز میں تشبیک	//	۳۶۲	تشبیک
سفر سے دوسرے کے حقوق متاثر نہ ہو	چہارم	۱۵۵	سفر
اگر بیوی سفر حج پر جانا چاہے؟	//	//	//
عورت کے لئے سفر	//	//	//
متعارض روایات میں تطبیق	//	//	//
سفر حج کے لئے بھی محرم شرط ہے	//	//	//
سفر کے آداب	//	//	//
کم سے کم تین رفقہ	//	//	//
امیر مقرر کرے	//	//	//
سفر کا بہتر وقت	//	//	//
واپس ہونے والوں کا استقبال	//	//	//
تحنیک کا طریقہ اور اس کا ثبوت	دوم	۳۲۹	تحنیک
کسی پر کنگری پھینکنے کی ممانعت	سوم	۳۳۵	خذف
بیعت تصوف اور اس کا ماخذ	دوم	۳۸۳	بیعت
اسلام میں وعدہ کی اہمیت	پنجم	۲۹۱	وعدہ
ایفاء وعدہ قضاء واجب ہے یا نہیں؟	//	//	//
حنفیہ اور مشروط وعدہ	//	//	//
مالکیہ کا نقطہ نظر	//	//	//
مسلمان سے ترک گفتگو	پنجم	۳۳۱	حجر
کیا اسلام ترک گفتگو کے گناہ سے بچنے کے لئے کافی ہے؟	//	//	//
خط کے ذریعہ سلام	//	//	//
بالواسطہ پہنچانا	//	//	//
دینی امور میں اسراف	دوم	۱۳۳	اسراف
کھانے میں اسراف	//	//	//

روٹی کا ٹکڑا پھینک دینا	دوم	۳۱۱	تذیر
اسراف کی ممانعت	//	//	//
اسراف اور تبذیر میں فرق	//	۳۱۰	//
توریہ (خلاف ظاہر مفہوم مراد لینا)	//	۵۳۶	توریہ
جب جھوٹ کی اجازت ہے	چہارم	۵۵۲	کذب
توریہ و تعریض	//	//	//
اسوۂ ابراہیمی	//	//	//
ممانعت و مذمت	چہارم	۳۳۵	غیبت
غیبت کی حقیقت	//	//	//
کن صورتوں میں غیبت جائز ہے؟	//	//	//
ظلم سے بچنے کے لئے	//	//	//
اصلاح کے لئے	//	//	//
مسئلہ شرعی دریافت کرنے کے لئے	//	//	//
کچھ اور صورتیں، جن میں غیبت جائز ہے	//	//	//
رشوت — لغوی معنی	سوم	۳۸۱	رشوت
اصطلاح فقہ میں	//	//	//
رشوت لینا حرام ہے	//	//	//
رشوت دینے کا حکم	//	۳۸۲	//
لعنت — لغوی معنی	چہارم	۵۸۹	لعنت
اصطلاح شرع میں	//	//	//
لعنت کے احکام	//	//	//
متعین شخص پر لعنت	//	//	//
کافر پر لعنت کی تین صورتیں	//	//	//
مذموم اوصاف پر عمومی لعنت	//	//	//
جن افعال پر لعنت بھیجی گئی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے	//	//	//

دوسری مخلوقات پر لعنت	چہارم	۵۸۹	لعنت
مچھر کو برا بھلا کہنے کی ممانعت	دوم	۳۱۳	براغیث و بعوض
مباہلہ — لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۵۶	مباہلہ
عہد نبوی میں مباہلہ کا واقعہ	//	//	//
کیا مباہلہ کا حکم اب بھی باقی ہے؟	//	//	//

جانوروں کے حقوق

وسم — لغوی معنی	پنجم	۲۷۲	وسم
چہرے پر داغنے کی ممانعت	//	//	//
جسم کو داغنا	//	//	//
بطور علامت حیوان کے کسی اور حصہ جسم پر داغنا	//	//	//
جانوروں کے ساتھ بدسلوکی کی ممانعت	//	۵۹	مثلہ
کتوں کی پرورش	چہارم	۱۸	کلب
لغوی معنی	//	//	//
جنوں کے چند خاص احکام	سوم	۱۳۶	جن

وصیت سے متعلق مسائل

وصیت — لغوی و اصطلاحی معنی	پنجم	۲۷۲	وصیت
وصیت و ہبہ کا فرق	//	//	//
وصیت کے بارے میں اسلامی مزاج	//	//	//
وصیت کی مشروعیت	//	//	//
حکم کے اعتبار سے وصیت کی چار قسمیں	//	//	//
وصیت کے ارکان	//	//	//
فعل کے ذریعہ قبولیت کا اظہار	//	//	//
ایجاب و قبول کے لئے شرط	//	//	//
وصیت کنندہ سے متعلق شرطیں	//	//	//
جس کے لئے وصیت کی جائے اس سے متعلق شرطیں	//	//	//

وہیت	۲۷۲	پنجم	ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت
//	//	//	وارث کے حق میں وصیت
//	//	//	موصی کے حق میں وصیت
//	//	//	وصیت عقد لازم نہیں
//	//	//	وصیت کے مطابق ملکیت
ثوب	۶۷	سوم	اگر کپڑے کی وصیت کرے؟
جنین	۱۵۹	سوم	جنین کے نام وصیت و وقف
وصی	۲۶۹	پنجم	اصطلاحات
//	//	//	ایجاب و قبول
//	//	//	ذمہ داری قبول کرنے کے بعد اس سے سبکدوشی
//	//	//	ایک سے زیادہ وصی کا تقرر
//	//	//	وصی کے لئے مطلوبہ اوصاف
//	//	//	وصی کی معزولی یا اس کے معاون کا تقرر
//	//	//	عورت اور نابینا کو وصی بنانا
//	//	//	وصی کے تصرفات
//	//	//	منقولہ مال کی خرید و فروخت کا حکم
//	//	//	غیر منقولہ جائیداد کی فروخت
//	//	//	یتیم کے مال میں تجارت
//	//	//	یتیم کی خدمت کے لئے اجیر
//	//	//	یتیم کا مکان کرایہ پر لگانا
//	//	//	صدقۃ الفطر اور قربانی
//	//	//	تعلیم و تربیت
//	//	//	خرج میں اعتدال
//	//	//	سفر اور خورد و نوش کے اخراجات
//	//	//	وصی کا کسی اور کو وصی مقرر کرنا

وصی	۲۶۹	پنجم	مال کب حوالہ کرے؟
//	//	//	یتیم کے مال سے اجرت نگرانی
//	//	//	وصی کی اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوشی

میراث — احکام و مسائل

میراث	۱۵۳	پنجم	قانون میراث میں اسلام کا عدل و اعتدال
//	//	//	متروکہ سے متعلق چار حقوق
//	//	//	تجہیز و تکفین کا انتظام
//	//	//	دین کی ادائیگی
//	//	//	وصیت کی تکمیل
قرب	۳۹۶	چہارم	اقارب کے لئے وصیت
صہر	۳۰۴	//	سسرالی رشتہ داروں کے لئے وصیت
میراث	۱۵۳	پنجم	ترکہ کی تقسیم
//	//	//	ورشہ میں ترتیب
//	//	//	اصحاب فرائض
//	//	//	نسبی غصبہ رشتہ دار
//	//	//	اگر عصبیات نہ ہوں؟
//	//	//	اگر ذوی الفروض بھی نہ ہوں؟
//	//	//	اگر ذوی الارحام بھی نہ ہوں؟
//	//	//	بیت المال
//	//	//	موانع میراث
//	//	//	قتل
//	//	//	اختلاف دین
//	//	//	اختلاف دار
//	//	//	غلامی
//	//	//	مردوں میں میراث کے حق دار

خواتین میں میراث کے حق دار		پنجم	۱۵۴	میراث
ورثہ کی چار قسمیں		//	//	//
ذوی الفروض		//	//	//
عصبہ		//	//	//
دوہری حیثیت		//	//	//
ورثہ کے احوال		//	//	//
شوہر		//	//	//
بیوی		//	//	//
فار بالطلاق سے مراد		چہارم	۴۴۵	فار بالطلاق
جب شوہر و بیوی ایک دوسرے سے وارث ہوتے ہیں		//	۴۴۶	//
جب شوہر وارث نہیں ہوگا		//	//	//
باپ کے وارث ہونے کی صورتیں		اول	۴۵۴	اب
کفر کے باوجود باپ کا حق		//	//	//
کفر کے باوجود باپ کا حق		پنجم	۱۵۴	میراث
دادا کے احوال		سوم	۸۲	جد
دادی کے احوال		//	۸۳	جدہ
دادی و نانی کا حق		//	//	//
دادی و نانی کا حق		پنجم	۱۵۴	میراث
ماں کے احوال		//	//	//
بٹی کے احوال		دوم	۳۳۲	بنت
بٹی کے احوال		پنجم	۱۵۴	میراث
پوتی کے احوال		//	//	//
ماں شریک بھائی		//	//	//
سگی بہن		//	//	//
باپ شریک بہن		//	//	//

عصہ کی تین صورتیں		پنجم	۱۵۴	میراث
عصہ بنفسہ		//	//	//
بھائی کے احکام		دوم	۴۷	اخ
عصہ بغیرہ		پنجم	۱۵۴	میراث
عصہ مع غیرہ		//	//	//
جنین کا حکم		سوم	۱۵۹	جنین
محبوب		پنجم	۱۵۴	میراث
حجب حرمان		//	//	//
یتیم پوتے کی میراث		سوم	۱۸۸	حجب
اقارب سے مراد		چہارم	۴۹۶	قریب
دیگر فقہاء کا نقطہ نظر		//	//	//
ماموں اور خالہ کے احکام		سوم	۳۲۶	خال، خالہ
مورث اور وارث ایک ساتھ ڈوب کر مر جائے تو وارث کا حکم		چہارم	۴۳۳	غریق
مالکیہ اور شوافع کی رائے		//	//	//
اگر پہلے اور بعد میں مرنے والا معلوم ہو؟		پنجم	۳۳۳	ہدی
اگر یہ معلوم نہ ہو؟		//	//	//
تباہ		دوم	۴۰۹	تباہ
تماثل		//	۵۳۶	تماثل
توافق		//	۵۴۴	توافق
تداخل		//	۴۳۷	تداخل
تصحیح		//	۴۶۴	تصحیح
تخارج		//	۴۳۰	تخارج
حجب نقصان		سوم	۱۸۷	حجب
حجب حرمان		//	//	//
حجب حرمان کے قاعدے		//	۱۸۸	//

مناخہ	۱۳۲	پنجم	
مولی الموالات	۱۳۶	//	

معاشرتی احکام

والدین کو اُف کہنا	۳۹۲	دوم	تأقیف
ماں کے حقوق کی اہمیت	۲۳۳	//	أم
باپ کا درجہ و مقام	۲۵۳	اول	اب
عمر کے مختلف مراحل کے لئے عربی زبان کی تعبیرات	۲۱۲	چہارم	صبی
بچوں سے متعلق خصوصی احکام	//	//	//
بچوں کا ایمان	//	//	//
بچے اور عبادات	//	//	//
عشر و خراج	//	//	//
صدقۃ الفطر اور قربانی	//	//	//
بیوی اور اقارب کا نفقہ	//	//	//
عبادت کا ثواب	//	//	//
مفسد عبادت عمل	//	//	//
منافی احرام فعل	//	//	//
نماز میں قہقہہ	//	//	//
امامت	//	//	//
بچہ سے آیت سجدہ سے	//	//	//
ناقص وضوء پیش آئے	//	//	//
اذان دینے کا حکم	//	//	//
حد و وقاص	//	//	//
ولایت اور شہادت و قضاء	//	//	//
بچہ کا متولی اور وصی بننا	//	//	//
بلا و وضوء قرآن مجید چھونا	//	//	//

عدت کے احکام	چہارم	۲۱۶	صبی
روایت و خبر	//	//	//
بچہ کا علاج	//	//	//
کان چھیدنا	//	//	//
غیر محرم کے ساتھ بچیوں کا سفر	//	//	//
بچہ کی املاک	//	//	//
معاملات میں وکالت	//	//	//
بچوں کا ذبیحہ	//	//	//
غیر محرم عورتوں کو دیکھنا	//	//	//
نابالغ کی طلاق اور قسم	//	//	//
کسی معاملہ کو قبول کرنا	//	//	//
بچے کسی کا مال تلف کر دیں	//	//	//
بچوں کی سرزنش	//	//	//
صحبت کی وجہ سے حرمت مصاہرت	//	//	//
بچوں سے ناجائز کام کا ارتکاب کرایا جائے	//	//	//
اولاد میں مساوات	اول	۲۷۳	ابن
مساوات سے کیا مراد ہے؟	//	//	//
اسلام سے پہلے بیٹی کے ساتھ سلوک	دوم	۳۳۰	بنت
شوہر کے حقوق	چہارم	۱۰۸	زوج
اطاعت و فرماں برداری	//	//	//
گھر کی نگرانی و حفاظت	//	//	//
بلا اجازت باہر نہ جانا	//	//	//
تاویب کا حق اور اس کے حدود	//	//	//
سرزنش آخری مرحلہ	//	//	//
ضرب غیر مبرح سے مراد	//	//	//

کن امور پر تادیب کی جائے؟	چہارم	۱۰۸	زوج
طلاق کا حق	//	//	//
میراث کا حق	//	//	//
بیوی کے اخلاقی واجبات	//	//	//
حائضہ شوہر کو آگاہ نہ کرے	//	۴۲۷	عائضہ
شوہر سے جھوٹ بولے کہ وہ حائضہ ہے	//	//	//
بیوی کے حقوق	چہارم	۱۱۲	زوجہ
حسن معاشرت	//	//	//
حق میراث	//	//	//
آزاد شخص سے خدمت لینا	سوم	۳۲۴	خادم
خادم کے ساتھ حسن سلوک	//	//	//
حقوق کا تحفظ	اول	۵۴۰	اجیر
بندھوا مزدور	//	//	//
مہمان نوازی کی اہمیت	چہارم	۳۲۴	ضیف
قرآن میں مہمان نوازی کے آداب	//	//	//
حدیث میں آداب ضیافت	//	//	//
جائزہ	//	//	//
مہمانی کی مدت	//	//	//
کیا میزبانی پر مجبور کیا جاسکتا ہے؟	//	//	//
مہمان کا نفل روزہ رکھنا	//	//	//
مہمان اور میزبان سے متعلق آداب	//	//	//
ایک دوسرے کو کھانا لگانا	//	//	//
یہ احکام عرف و عادت پر مبنی ہیں	//	//	//
اسلام میں عیادت کی اہمیت	چہارم	۴۱۸	عیادت
عیادت کا فقہی حکم	//	//	//

عیادت کا مسنون طریقہ	۴۱۸	چہارم	
بچوں اور غیر مسلموں کی عیادت	۴۱۷	//	
عیادت کے بعض آداب	//	//	

دار — مسائل و احکام

دار — لغوی معنی	۳۹۵	سوم	
اصطلاحی تعریف	//	//	
دارالاسلام اور دارالحرب	//	//	
صاحبین کا نقطہ نظر	//	//	
راجح قول	//	//	
امام ابوحنیفہ کی رائے راجح ہے	۳۹۶	//	
دارالعہد یا دارالموادعہ سے مراد	۳۹۷	//	
کفر اور حرب میں فرق	//	//	
عہد نبوی کے نظام ہائے مملکت	//	//	
دارالامن	۳۹۸	//	
دار کی تین قسمیں	//	//	
موجودہ دور کے غیر مسلم اکثریتی ممالک	۳۹۹	//	
دارالاسلام کے احکام	//	//	
دارالحرب کے احکام	//	//	
ہجرت کن لوگوں پر واجب ہے؟	۴۰۰	//	
دارالحرب میں سود	۴۰۱	//	
دارالحرب کے سلسلے میں بنیادی اصول	۴۰۲	//	
دارالامن کے احکام	۴۰۳	//	
موجودہ دور کے غیر مسلم ممالک	۴۰۴	//	
حربی، معصوم الدم نہیں	۲۴۹	//	
حربی کا مال معصوم نہیں	۲۵۰	//	

حربی	۲۵۰	سوم	حربوں سے اسلحہ کی فروخت
//	//	//	حربی اور جرائم
//	//	//	حربی کے لئے صدقہ جائز نہیں
//	//	//	حربی کو اسلامی ملک میں کتنے دنوں قیام کی اجازت ہوگی؟

امارت و امیر سے متعلق مسائل

امیر	۲۳۶	دوم	امیر سے مراد
//	۲۳۶	//	امیر المؤمنین کا لقب
//	۲۳۷	//	امیر کے اوصاف
//	//	//	امیر کے قریشی ہونے کا مسئلہ
//	۲۳۹	//	امیر کا انتخاب
//	//	//	پہلا طریقہ
//	//	//	دوسرا طریقہ
//	//	//	تیسری صورت
//	//	//	چوتھی صورت
//	۲۴۰	//	قہری امارت
//	//	//	موجودہ دور میں انتخاب امیر کی صورت
//	//	//	دوٹ کی شرعی حیثیت
//	//	//	امیر المؤمنین کے حقوق
//	۲۴۱	//	امیر المؤمنین کے فرائض
//	۲۴۲	//	امیر المؤمنین کی معزولی
//	//	//	اہل تشیع کا مسلک
اولوالامر	۲۴۸	//	اولوالامر کی اطاعت
//	//	//	خدا، رسول اور اولوالامر کی اطاعت میں فرق
طاعت	۳۲۸	چہارم	معصیت پر اطاعت
امارت	۲۱۵	دوم	امارت ایک شرعی فریضہ

امارت	۲۱۵	دوم	دارالکفر میں شرعی امارت
//	//	//	کتاب و سنت کی شہادت
//	۲۱۶	//	فقہاء کی رائیں
//	//	//	ماضی بعید کی نظیر میں
//	۲۱۷	//	شاہ عبدالعزیز صاحب کافتویٰ
//	//	//	برطانوی ہند میں امارت شرعیہ
//	//	//	اسلامی ریاست و جمہوریت
بیعت	۳۸۱	//	بیعت
//	//	//	بیعت امارت کی تعبیر
//	//	//	بیعت کا طریقہ
//	۳۸۲	//	عصر حاضر میں بیعت کی ممکن العمل صورت
//	//	//	رائے دہی کی شرعی عمر
//	//	//	عورتوں سے بیعت
//	//	//	بیعت تصوف اور اس کا ماخذ

ذہبی — مسائل و احکام

اہل ذمہ	۲۵۰	//	ذمہ کے معنی
//	//	//	معاہدین
//	//	//	مفتوحین
//	۲۵۱	//	فوجداری قوانین
//	//	//	معاشرتی قوانین
//	//	//	ذہبی آزادی
//	۲۵۲	//	عبادت گاہوں کی تعمیر
//	//	//	مال و اسباب کا تحفظ
//	//	//	تہذیب کا تحفظ
//	۲۵۳	//	جزیہ

نقض معاہدہ	دوم	۲۵۳	اہل ذمہ
عہد ذمہ کا قصاص اور دیت	//	//	//
اہل ذمہ کے حقوق، ایک نظر میں	//	۲۵۴	//
دوسری قوموں کی عبادت گاہوں کے معاملہ میں بہتر سلوک	چہارم	۵۶۹	کنیہ
حضرت خالد بن ولید <small>رضی اللہ عنہ</small> کی طرف سے غیر مسلم کی عبادت گاہوں کے لئے دستاویز	//	//	//
علامہ شبلی کی بصیرت افروز بیان	//	//	//
ابن ہمام کا نقطہ نظر	//	//	//
غیر مسلموں کی مورتیاں	چہارم	۲۸۴	صنم
فیکس کی فقہی اور شرعی حیثیت	//	۳۱۶	ضریبہ
فیکس عبادت نہیں	//	//	//
مختلف صورتیں	دوم	۲۸۰	باغی
باغیوں سے کب جنگ کی جائے؟	//	//	//
جنگ میں نرم رویہ	//	۲۸۱	//
باغیوں کے تصرفات	//	//	//
مفسدین کے خصوصی احکام	//	//	//

شعبۂ احتساب

نہی عن المنکر کے تین شعبے	دوم	۳۷	احتساب
مختص کے اوصاف	//	//	//
شعبۂ احتساب	//	۲۳۲	امر بالمعروف
حکمہ قضاء اور احتساب	سوم	۲۵۶	حسبہ
حکمہ دفع مظالم اور احتساب	//	۲۵۷	//
امر بالمعروف	//	//	//
نہی عن المنکر	//	۲۵۸	//
جن امور میں گواہی کے لئے دعویٰ ضروری نہیں	//	۲۵۹	//
معروف سے مراد	دوم	۲۳۱	امر بالمعروف

خطبہ	۳۲۵	سوم	امر بالمعروف کا ایک اہم ذریعہ
امر بالمعروف	۲۳۱	دوم	امر بالمعروف کا حکم
دعوت	۴۱۵	سوم	اسلام کا اہم ترین فریضہ
//	۴۱۶	//	جہاد سے دعوت

معاشرتی احکام سے متعلق متفرق مسائل

شوریٰ	۲۰۳	چہارم	شوریٰ
//	//	//	اسلام میں مشورہ کی اہمیت
//	//	//	کن امور میں مشورہ کیا جائے؟
//	//	//	کن لوگوں سے مشورہ لیا جائے؟
//	//	//	فی زمانہ شورائی نظام پر مبنی اسلامی حکومت کے قیام کی صورت
اقطاع	۱۹۸	دوم	اقطاع سے مراد
//	//	//	اقطاع تملیک
//	//	//	اقسام واحکام
//	۱۹۹	//	اقطاع استعمال
//	//	//	اقطاع ارفاق
تجیر	۴۲۰	سوم	اقتادہ زمین کی آباد کاری
حمی	۲۹۵	//	حمی (عوامی چراگاہ)
//	۲۹۶	//	کیا حضور کے بعد حمی کا حکم باقی ہے؟
طریق	۳۳۳	چہارم	راستہ
//	//	//	شاہراہ عام کی وسعت
//	//	//	مملوکہ راستہ کی خرید و فروخت
//	//	//	حق راہ داری کی خرید و فروخت
//	//	//	کیا ایک کمرہ کا خریدار راستہ کا مستحق ہوگا؟
//	//	//	راستہ میں اشتراک کی وجہ سے حق شفعہ
نار	۱۶۳	پنجم	آگ مباحات میں داخل ہے

آگ میں جلانا	۱۶۳	پنجم	نار
جلنے کی وجہ سے پاکی	//	//	//
گھاس مباح عام	//	//	//
گھاس کاٹنے کے بعد	//	//	//

انسانی حقوق

انسان	۲۲۳	دوم	انسان
لعوی اور اصطلاحی معنی	۳۵۱	پنجم	یتیم
اسلام میں یتیموں کے ساتھ شفقت کی اہمیت	//	//	//
اکراہ تام	۲۰۲	دوم	اکراہ
اکراہ ناقص	۲۰۳	//	//
اکراہ کی شرطیں	//	//	//
احکام کے اعتبار سے اکراہ کی صورتیں	//	//	//
پہلی صورت	//	//	//
دوسری صورت	//	//	//
تیسری صورت	//	//	//
چوتھی صورت	۲۰۲	//	//
قوی تصرفات کے احکام	//	//	//
بیس چیزیں جن میں اکراہ اور اختیار برابر ہے	//	//	//
غلامی کے سدباب کی حکیمانہ تدبیر	۱۳۱	دوم	استیلاء
اعتاق	۱۶۹	//	اعتاق

غلامی سے متعلق مسائل

غلام کو آزاد کرنے کی ایک صورت (تدبیر)	۳۲۷	//	تدبیر
اُم ولد باندی کے احکام	۱۳۱	//	استیلاء
آبق (بھاگا ہوا غلام)	۳۳۲	اول	آبق
غلام آزاد کرنے میں ہزل	۳۳۱	پنجم	ہزل

مولیٰ	۱۳۶	پنجم	
//	//	//	مولیٰ الموالیات
استعلاء	۱۰۹	دوم	استعلاء، فقہ کی اصطلاح میں
//	//	//	غلاموں سے متعلق خاص مسئلہ

افکار و ادعیہ

دُعاء	۴۱۰	سوم	لغوی و شرعی معنی
//	//	//	اسلام میں دُعاء کا تصور
//	۴۱۱	//	دُعاء کے آداب
اللہ	۴۱۳	اول	اللہ تعالیٰ کے ذکر پر حمد یہ کلمہ
احمد	۴۲۶	//	صلوٰۃ و سلام
//	//	//	صلوٰۃ و سلام پر کتابیں
//	//	//	صلوٰۃ و سلام سے متعلق مسائل
//	//	//	اسم مبارک آنے پر صلوٰۃ و سلام
//	//	//	اگر ایک مجلس میں بار بار ذکر آئے؟
//	//	//	اگر محمد، احمد سے آپ ﷺ کی ذات مراد نہ ہو؟
//	//	//	اگر اسم مبارک آنے پر درود نہیں پڑھ سکا؟
//	//	//	اگر تحریر میں اسم مبارک آئے؟
//	//	//	درود و سلام کے مواقع
//	//	//	جب درود بھیجنا خلاف ادب ہے
//	//	//	درود سے متعلق متفرق مسائل
//	//	//	تلاوت کے درمیان آپ ﷺ کا ذکر آجائے
//	//	//	اگر ضمیر آئے؟
//	//	//	اوقات مکروہ میں درود پڑھنا
//	//	//	آپ کے علاوہ دوسروں پر صلوٰۃ و سلام
بحر	۲۹۰	دوم	سمندری سفر کی دُعاء

کھانے سے پہلے اذکار و ادعیہ	دوم	۳۱۷	بسمہ
جماع اور ذبح سے پہلے ادعیہ	//	//	//
رخصت کرنے کی دعاء	چہارم	۱۵۵	سفر
سفر پر نکلتے ہوئے دعاء	//	//	//
جب آبادی میں داخل ہو	//	//	//
جب دوران سفر کہیں پر اترے	//	//	//
واپسی پر مسجد میں نماز دوگانہ	//	//	//
گھر میں داخل ہونے کی دعاء	//	//	//
دعاء	//	۵۲۶	قنوت

اوزان شرعیہ

قیراط کی مقدار	//	۵۴۷	قیراط
جدید اوزان میں مثقال کا وزن	پنجم	۵۹	مثقال
موجودہ اوزان میں	//	۶۹	مد
مقدار و معیار کی تعیین میں درہم و دینار کی اہمیت	سوم	۴۰۹	درہم، دینار
درہم کی مقدار	//	//	//
درہم و دینار کا وزن فاروقی	//	//	//
موجودہ اوزان میں درہم و دینار کی مقدار	//	//	//
صاع کی مقدار	چہارم	۲۱۶	صاع
جدید اوزان میں	پنجم	۲۶۶	وسق
ماء کثیر سے مراد	سوم	۴۴۹	ذراع
ذراع کی مقدار	//	//	//
فقہاء کے اقوال	//	//	//
میل کی مسافت	پنجم	۱۶۱	میل
مسافت سفر	چہارم	۱۵۵	سفر
متقدمین حنفیہ کی رائے	//	//	//

مناخرین کا نقطہ نظر	چہارم	۱۵۵	سفر
ائمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر	//	۱۵۹	//
جمہور کا مستدل	//	//	//
اگر ایک مقام کے لئے دو راستے ہوں؟	//	//	//

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

احمد آپ ﷺ کا اسم گرامی ہے	اول	۳۲۶	احمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ختنہ	سوم	۳۳۱	ختان
معمول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	چہارم	۳۳۱	خضاب
قیص (نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)	دوم	۵۲۶	قیص
گیسوائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	پنجم	۲۹۲	ذفرۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبسم	//	۳۱۱	تبسم
خاتم مبارک	سوم	۳۳۱	خاتم
خاتم مبارک کی گمشدگی	//	//	//
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سالن	دوم	۶۰	ادام
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ سالن	//	//	//
(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا روٹی تناول فرمانا	سوم	۲۲۹	غبنز
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سرکہ تناول فرمانا	//	۲۶۰	خل
قباہ کا قیام	چہارم	۳۶۳	قباہ

تاریخ و مستفرقات

کعبہ — لغوی معنی	//	۵۵۷	کعبہ
کعبہ کے نام رکھنے کی وجہ	//	//	//
قرآن مجید میں کعبہ کا ذکر	//	//	//
پہلا وہ گھر خدا کا!	//	//	//
کعبہ کی تعمیرات	//	//	//
تعمیر اول	//	//	//

کعبہ	۵۵۷	چہارم	تعمیر ابراہیمی
//	//	//	چوتھی، پانچویں اور چھٹی تعمیر
//	//	//	تعمیر قریش اور اس میں آپ ﷺ کی شرکت
//	//	//	حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر
//	//	//	تعمیر حجاج
//	//	//	خلافت عثمانیہ کی تعمیر
بیت اللہ	۳۳۶	دوم	کعبہ کے مختلف نام
//	//	//	تعمیر کعبہ کی تاریخ
مدینہ	۶۹	پنجم	سب سے افضل شہر
//	//	//	زمین کا سب سے اشرف حصہ
//	//	//	مالکیہ کا نقطہ نظر
//	//	//	جمہور کی رائے
//	//	//	مدینہ منورہ کا نام
//	//	//	مدینہ کی حدود
//	//	//	کیا مدینہ حرم ہے؟
//	//	//	حنفیہ کا نقطہ نظر
//	//	//	مدینہ میں قیام کی فضیلت
//	//	//	مسجد نبوی کے توسیع شدہ حصہ کا حکم
//	//	//	مدینہ کے کچھ مبارک مقامات
//	//	//	ریاض الجنہ
//	//	//	جنت البقیع
مسجد	۸۹	//	مسجد شعائر اللہ ہیں
//	//	//	تعمیر مسجد کی اہمیت
//	//	//	کعبہ کی تعمیر

قبا میں تعمیر مسجد		پنجم	۸۹	مسجد
مسجد نبوی کی تعمیر		//	//	//
ہجرت — لغوی واصطلاحی معنی		//	۳۳۲	ہجرت
ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم		//	//	//
اسلامی تقویم کا آغاز		//	//	//
انحوت ہجرت		دوم	۲۷	أخ
سیرت صحابہ		//	۲۴۶	انصار
اہل بیت کی فضیلت		//	۲۵۰	اہل بیت

